بسم اللہ الرحمن الرحیم
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ
تفسیر الحسنات
جلد ہفتم
۲۹-۳۰
علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
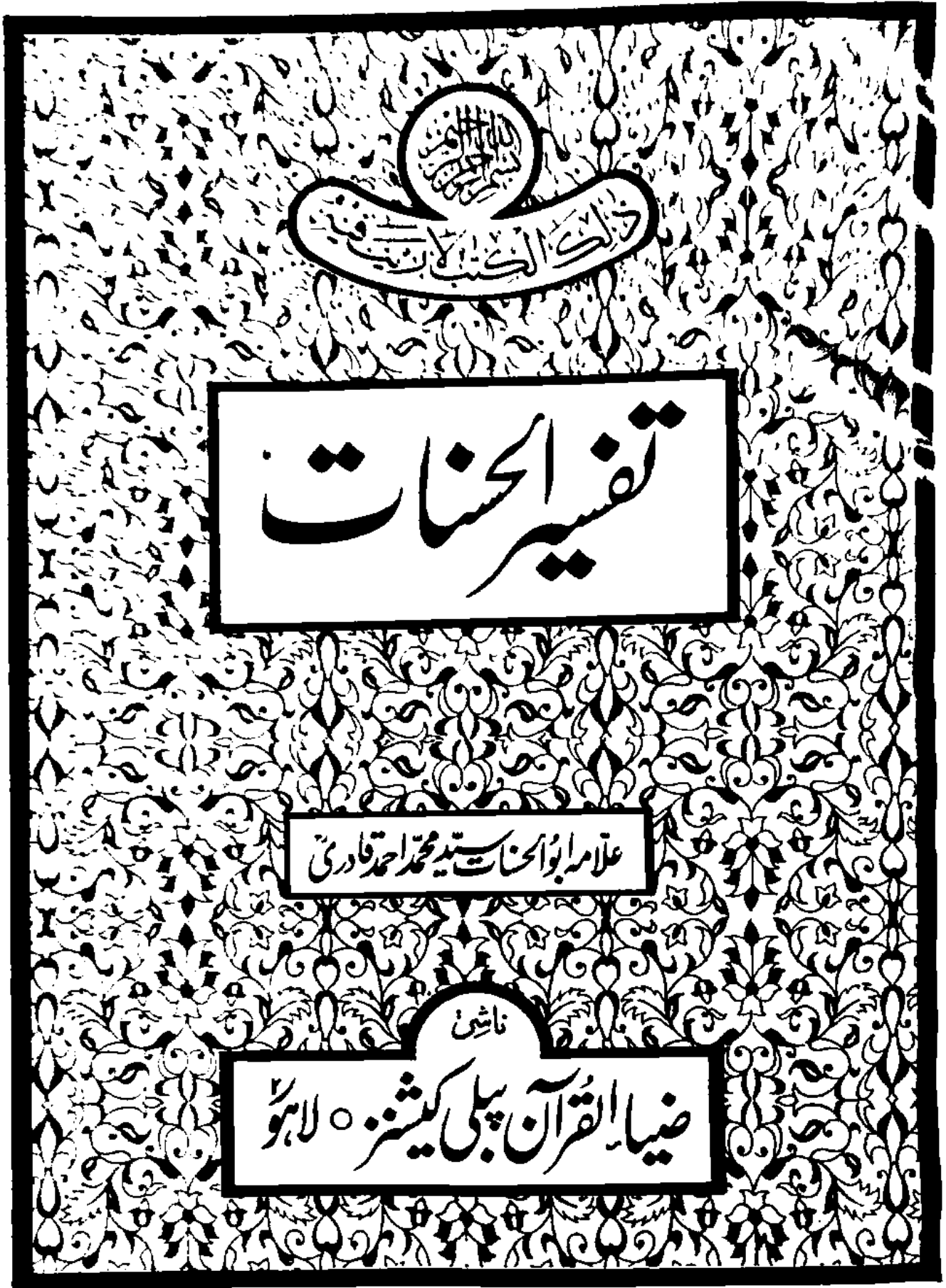
بسم اللہ الرحمن الرحیم
ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ
تفسیر الحسنات
علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

نام کتاب	تفسیر الحسنات
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	دسمبر 1998ء
بار	چہارم
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
	فون:۔7221953-7225085

سورۂ ملک مکیۃ

اس میں دو رکوع تیس آیتیں تین سو تیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ ملک پ ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمان کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ

پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ

اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

وَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ

اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی برا انجام

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ﴿	جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینگنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿	معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا۔
قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿	کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں ہو مگر بہت بڑی گمراہی میں۔
وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿	اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔
فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿	اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔ بیشک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔
وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿	اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کی جانتا ہے۔
اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿	کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔

حل لغات رکوع اول سورۃ ملک پ ۲۹

تبرک۔ برکت والا ہے	الذی۔ وہ جسکے	بیدہ۔ ہاتھ میں	الملک۔ بادشاہی ہے
و۔ اور	ھو۔ وہ	علی۔ اوپر	کل۔ ہر
شئ۔ چیز کے	قدیر۔ قادر ہے	الذی جس نے	خلق۔ پیدا کیا
الموت۔ موت کو	و۔ اور	الحیوۃ۔ زندگی کو	لیبلوکم۔ تاکہ آزمائے

کم - تم کو کہ	ایکم - کونسا تم میں سے	احسن - اچھا ہے	عملا - عملوں میں
و - اور	ھو - وہ	العزیز - غالب ہے	الغفور - بخشنے والا
الذی - جس نے	خلق - پیدا کیے	سبع - سات	سمٰوٰت - آسمان
طباقا - نیچے اوپر	ما - نہیں	تری - دیکھے گا تو	فی - بیچ
خلق - پیدائش	الرحمٰن - رحمان کے	من تفاوت - کوئی فرق	فارجع - تو لوٹاؤ
البصر - نگاہ کو	ھل - کیا	تری - دیکھتا ہے تو	من فطور - کوئی نقص
ثم - پھر	ارجع - لوٹا	البصر - نگاہ کو	کرتین - دوبارہ
ینقلب - پھرے گی	الیک - تیری طرف	البصر - نظر	خاسئا - تھکی ہوئی
و - اور	ھو - وہ ہوگی	حسیر - شرمندہ	و - اور
لقد - بیشک	زینا - زینت دی ہم نے	السماء - آسمان	الدنیا - دنیا کو
بمصابیح - چراغوں سے	و - اور	جعلنھا - بنایا ہم نے اسکو	رجوما - مار
للشیطین - شیطانوں کے لیے	و - اور	اعتد - تیار کیا	نا - ہم نے
لھم - ان کے لیے	عذاب - عذاب	السعیر - آگ کا	و - اور
للذین - وہ جنہوں نے	کفروا - انکار کیا	بربھم - اپنے رب کا انکے لیے	عذاب - عذاب ہے
جھنم - جہنم کا	و - اور	بئس - برا ہے	المصیر - ٹھکانہ
اذا - جب	القوا - ڈالے جائیں گے	فیھا - اس میں	سمعوا - سنیں گے
لھا - اس کے لیے	شھیقا - آواز چیخ و پکار	و - اور	ھی - وہ
تفور - جوش مارتی ہوگی	تکاد - قریب ہے کہ	تمیز - پھٹ جائے	من الغیظ - غصے سے
کلما - جب بھی	القی - ڈالی جائے گی	فیھا - اس میں	فوج - کوئی فوج
سالھم - پوچھیں گے ان سے	خزنتھا - داروغے	ا - کیا	لم - نہ
یاتکم - آیا تمہارے پاس	نذیر - کوئی ڈرانے والا	قالوا - کہیں گے	بلی - کیوں نہیں
قد - بیشک	جاء - آئے	نا - ہمارے پاس	نذیر - ڈرانے والے
فکذبنا - تو ہم نے جھٹلایا	و - اور	قلنا - کہا ہم نے	ما - نہیں
نزل - اتاری	اللہ - اللہ نے	من شیء - کوئی چیز	ان - نہیں
انتم - تم	الا - مگر	فی - بیچ	ضلل - گمراہی
کبیر - بڑی کے	و - اور	قالوا - کہیں گے	لو - اگر

کنا-ہم	نسمع-سنتے	او-یا	نعقل-سمجھتے
ما-تو نہ	کنا-ہوتے ہم	فی-بیچ	اصحب السعیر-دوزخی
لوگوں کے	فاعترفوا-تو اقرار کریں گے	بذنبہم-اپنے گناہوں کا	فسحقا-پھٹکار ہے
لاصحب السعیر-واسطے دوزخیوں کے		ان-بیشک	الذین-وہ جو
یخشون-ڈرتے ہیں	ربہم-اپنے رب سے	بالغیب-بن دیکھے	لہم-ان کے لیے
مغفرۃ-بخشش ہے	و-اور	اجر-اجر	کبیر-بڑا
و-اور	اسروا-چھپاؤ	قولکم-اپنی بات کو	او-یا
اجھروا-ظاہر کرو	بہ-اس کو	انہ-بیشک وہ	علیم-جانتا ہے
بذات الصدور-سینے کی باتیں		ا-کیا	لا-نہ
یعلم-جانے	من-جس نے	خلق-پیدا کیا	و-اور
ھو-وہ ہے	اللطیف-باریک بین	الخبیر-خبردار۔	

سُورۃ الملک کے فضائل

یہ سورت مکی ہے اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں اس سورت کے نام "سورۃ تبارک" المانعہ، المنجیہ اور المجادلہ بھی آتے ہیں طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ عہد رسالت میں اس سورۃ مبارکہ کو "المانعہ" (روکنے والی۔ عذاب سے روکنے والی) کے نام سے موسوم کرتے تھے ترمذی وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر خیمہ نصب کیا اور انہیں قبر کا خیال نہ تھا تو صاحب قبر نے سورۃ الملک پڑھی (یہاں تک) کہ اُسے ختم کیا تو سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہیں اس امر کی خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا یہ سورت المانعہ (عذاب کو روکنے والی ہے) یہ المنجیہ ہے (عذاب سے نجات دینے یا دلانے والی ہے) اور اپنے صاحب کو عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔ طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے ایک شخص سے کہا کیا میں تمہیں حدیث کا ایک ایسا تحفہ نہ دوں جس سے تجھے فرحت حاصل ہو اس نے کہا ضرور فرمایا سورۃ ملک پڑھا کر اور اسے اپنے گھر والوں تمام اولاد اور گھر کے بچوں اور ہمسایوں کو پڑھاؤ اور تعلیم دیں کیونکہ یہ المنجیہ اور المجادلہ ہے قیامت کے روز اپنے پڑھنے والے کیلئے

اپنے پروردگار کے حضور شفاعت کرے گی اور اس کے لیے عذابِ جہنم سے رہائی مانگے گی اور اس کی برکت سے اس کے صاحب (پڑھنے والے) عذابِ قبر سے مامون ہوں گے اور اس سورۂ مبارک کی گذشتہ سورۂ مبارکہ (التحریم) سے مناسبت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ نے اس میں کفار کی مثال میں دو ایسی عورتوں کا ذکر بیان فرمایا جو دو عظیم الشان نبیوں کے نکاح میں تھیں اور ایمان واروں کے لیے سیدہ آسیہ اور سیدہ مریم کا ذکر سعادت و برکت فرمایا جبکہ ان کی قوموں کے اکثر لوگ کافر تھے اس سورۂ مبارکہ کا افتتاح اس ذکر سے فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قبضہ و تسرف اور قہر و جلالت پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق کے آخر میں ذکر ہوا تھا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اور سورت التحریم اس اتصال کے درمیان گویا بطور قطعہ کے تھی اور سورت الطلاق اس کا تتمہ تھی۔ اور اس سورۂ مبارک کے فضائل میں بہت سی روایات آئی ہیں احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم اور اس کے علاوہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کی کتاب میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرے گی یہاں تک کہ اس کی بخشش ہو جائے گی۔ یعنی تبارک الذی بیدہ الملک۔ طبرانی اور ابن مردویہ نے جید اسناد سے ابن مسعود سے روایت کی ہے "مَنْ قَرَاَهَا فِیْ لَیْلَةٍ فَقَدْ اَكْثَرَ وَاَطْیَبَ" جس نے اس سورت کو شب (رات) میں پڑھا تو اس نے بڑی نیکی اور بھلائی پائی۔ ابن مردویہ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۂ الم تنزیل (السجدہ) اور سورۂ الملک برابر پڑھتے تھے اور سفر و حضر مانع نہ ہوتا۔ ترمذی واحمد اور دارمی میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۃ الملک نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس کا قول ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن حکیم کی ہر سورت سے بقدر ساٹھ نیکیوں کے زیادہ ہیں۔ ترمذی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ ملک حفاظت کرنے والی اور عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والی ہے۔

مختصر سورہ ملک رکوع اول پ ۲۹

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(تَبٰرَكَ) بڑی برکت البركة النماء و الزيادة حسية كانت او عقلية

وکثرۃ الخیر و دوامہ ونسبتہا الی اللہ عزوجل علی المعنی الاول وھو الالیق بالمقام باعتبار تعالیہ جل وعلا عما سواہ فی ذاتہ وصفاتہ وافعالہ و صیغۃ التفاعل للمبالغۃ فی ذلک کما فی نظائرہ مما لا یتصور نسبتہ الیہ تعالیٰ من الصیغ کالتکبر وعلی الثانی باعتبار کثرۃ مایفیض منہ سبحانہ علی مخلوقاتہ من فنون الخیرات۔

برکت سے مراد خوشبو و مہک کی زیادتی اور ایسی زیادتی جو خواہ حسی ہو (محسوس ہو) یا عقلی ہو اور بھلائی کی کثرت اور اس کی ہمیشگی اور اس کی نسبت اللہ عزوجل شانہٗ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بکمال اس کے لائق ہے اور وہ اپنی ذات وصفات وافعال کے اعتبار سے وہ ہر نقص سے پاک ہے یعنی اسماء وصفی (تبارک) کا اطلاق محض نتیجۃ ہے اور سیادی ساقط الاعتبار ہیں اور یہاں البرکۃ بمعنی زیادتی نامتناہی کمال الٰہی پر دلالت کرتی ہے اور مخلوق کی طرح نہیں جس میں حد و نقص لازمی ہے۔ اور تفاعل کا صیغہ یہاں بطور مبالغہ کے ہے جس طرح اس کی نظیر میں ہیں اور مخلوق کے لیے اس طرح کی نسبت متصور نہیں ہوسکتی جیسے تکبر اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ برکات و بھلائی کی کثرت و زیادتی جس سے مخلوق حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے فیضان حاصل کرتی ہے۔ اور یہ سب صیغے اس کی عظمت و بڑائی کو ظاہر کرتے ہیں اور یہاں برکت کی زیادتی منفرداً نہیں ہے بلکہ مرتبہ کی (شان الٰہی) کی مظہر ہے۔

(اَلَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ) وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک

ان المراد بذلک انہ سبحانہ کامل الاحاطۃ والاستیلاء بناء علی ان بیدہ الملک استعارۃ تمثیلیۃ لذلک۔

یہاں اس سے مراد یہ ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ مکمل احاطہ فرمانے والا اور یہ فرمانا کہ اس کے ہاتھ میں سارا ملک یہاں بطور استعارہ و تمثیل کے ہے کیونکہ حق تعالیٰ جسم و جسمانیت سے مبرا ہے اور ید (ہاتھ) جسم ہے ظاہر ہے اللہ مادی ہاتھ (جسم) سے پاک ہے اور "یدا" سے مراد قدرت قبضہ و تصرف ہے جیسا کہ جمہور علماء کا فرمانا ہے اور کسی نے "ید" کو متشابہات سے فرمایا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہوا اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں سارا ملک اور ہر چیز پر غلبہ و تصرف ہے۔

وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

یہ پہلے جملے کی تکمیل ہے۔ شیءٌ مصدر ہے لیکن شیءٌ سے مراد مشیٌ بمعنی مفعول ہے جس کا

مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس پر قدرت رکھتا ہے اور یہ مفہوم معدومات ممکنہ کو شامل ہوگا اور محال پر اس کا اطلاق نہ ہوگا اور محال تحت قدرت نہیں یعنی محال واقعی وہ ہوتا ہے جس پر نہ ممکن کو قدرت ہوتی ہے اور نہ واجب کو جیسے ذات الٰہی کا فنا یا کمالات (صفاتیہ) کا سلب، اور حق تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرمائیں تو کوئی اس کا دافع ومانع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا آیت کا واضح مفہوم یہی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ) وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔ شروع فی تفصیل بعض احکام الملک وآثار القدرة، یہ ملک کے بعض احکام کی تفصیل میں اور آثار قدرت کے بیان کا آغاز ہے۔ یعنی وہی ذات (ذات باری) ہی ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا۔ اہل سنت میں سے اکثر کا مذہب یہی ہے کہ موت صفت وجودیہ ہے جو (حیات) زندگی کی ضد ہے اور باعتبار خلق اس سے اس کے وجودی ہونے پر استدلال کیا ہے اور اس کا تعلق عدم سے نہیں اور نہ ہی اعدام ازلیہ سے کہ معدوم مخلوق نہیں ہوتا اور موت تخلیق کا مقتضیٰ ہے۔ حیات اللہ کی صفت بھی ہے اور مخلوق کی بھی صفت ہے۔ اللہ کے اسماء صفاتیہ میں سے ایک حَیٌّ یا اَلْمُحْیِیُ ہے یعنی زندگی عطا کرنے والا یا بالذات زندہ اور اللہ نے ممکنات، (مخلوق) کو اس کی فطری استعداد کے موافق جس طرح چاہا یا جس طرح اس کی حکمت کا مقتضیٰ ہوا زندگی بخشی۔ مخلوق کی زندگی صفت ممکن ہے اور فانی ہے اور یونہی موت بھی علماء نے حیات کی تفصیل لکھی ہے جیسے حیات معرفت جو انسانوں کو حاصل ہے اور حیات حیوانی جو حس وحرکت رکھتی ہے حیات نامیہ جیسے نباتات کی زندگی جو نمو وروئیدگی رکھتی ہے اور حیات جمادی کہ جمادات کو بھی ایک نوع کی زندگی حاصل ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب کہ دنیا میں موت کو اور آخرت میں دوامی زندگی کو مقدر فرمایا۔ بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے موت کو مینڈھے اور زندگی کو کالی چتی گھوڑی کی صورت پر پیدا کیا جس چیز کی طرف ان دونوں کا گزر ہوتا ہے یا وہ ان کو سونگھ لیتی ہے تو مردہ یا زندہ ہو جاتی ہے اور قیامت کے روز موت کو جنت ودوزخ کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کر دیا جائے گا اور پکارنے والا کہے گا کہ اب موت نہ ہوگی۔ جس سے اہل جنت مسرور ہوں گے اور اہل دوزخ سخت

رنجیدہ۔ موت کو حیات پر طبعی تقدم حاصل ہے کہ حقیقت ممکنہ کا عدم حیات عارضہ پر مقدم ہے کہ موت وصف عدمی ہے اور اس جگہ بھی موت کا ذکر حیوٰۃ پر مقدم ہے۔

(لِيَبْلُوَكُمْ) کہ تمہاری جانچ ہو۔

ای لیعاملکم معاملة من یختبرکم۔ یعنی تم سے ایسا معاملہ کرے جس سے تمہارا امتحان ہو جائے واضح مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں تمہاری جانچ ہو جائے۔

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

ای أصوبه وأخلصه فیجازیکم علی مراتب متفاوتة حسب تفاوت مراتب اعمالکم واصل البلاء الاختبار۔ یعنی تم میں سے سچے اور مخلص کا اظہار ہو جائے پس وہ (اللہ) تمہیں تمہارے اعمال کے مرتبوں کے باہمی فرق سے تمہارے مرتبوں کے لحاظ سے تمہیں جزا دے اور "بلاء" سے مراد امتحان یعنی پرکھ ہے۔ والمراد بالعمل مایشمل عمل القلب وعمل الجوارح ولذا قال صلی اللہ علیہ وسلم فی الآیة "ایکم احسن عقلا واورع عن محارم اللہ تعالیٰ واسرع فی طاعة اللہ عزوجل" اور عمل سے مراد ہے جو دل اور اعضا کے کاموں کو شامل ہے اور اسی لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے ضمن (تفسیر) میں مروی ہے کہ فرمایا کہ تم میں سے کون اچھی عقل و سمجھ والا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کے محارم (جن کاموں سے منع کیا گیا) سے زیادہ بچنے والا اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی فرماں برداری کے کاموں میں کون زیادہ سرگرمی دکھانے والا ہے۔ صیغہ تفضیل (أَحْسَن) ارشاد فرمانے سے مراد حسب مراتب و تفاوت درجات و اعمال کی جزا دینا ہے جو ملاء کا (امتحان) کا مقصود ہے۔ مطیع و عاصی، فرماں بردار و سرکش کا باہم امتیاز ہو جائے اور اس سب معاملے کا مدار حیات دنیوی پر ہے اور ذکر موت بطور وعظ نصیحت کے ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

ای الغالب الذی یعجزه عقاب من اساء۔ العزیز کا مطلب ہے کہ اللہ ایسا غلبے والا ہے کہ جو اس کی نافرمانی کرے تو کوئی اُسے سزا دینے سے روکنے والا نہیں اور غفور سے مراد ہے کہ وہ جس کو چاہے معاف فرمانے والا ہے یا توبہ قبول و منظور فرمانے والا ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط جس نے سات آسمان بنائے ایک کے

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ○ — اُوپر دوسرا، تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط) جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا قیل ھو نعت للعزیز الغفور۔ علماء نے فرمایا کہ یہ "العزیز الغفور" کی صفت ہے یا "الذی بیدہ الملک" سے بدل ہے۔ طباق طبق کی جمع ہے اور یہ ساتوں آسمانوں کی صفت ہے طبق کے معنی تہ پر تہ گویا آسمانوں کی حالت یہ ہے یا اُن کے درمیان فاصلے کا اشارہ ہے۔ یعنی آسمانوں کی تخلیق و پیدائش سے قدرت الٰہی ظاہر ہے۔

(مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط) تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے مَا تَرٰی سے خطاب یا تو سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یا عام ہے۔

خلق کی اضافت تعظیمی ہے یعنی رحمٰن بڑی عظمت و شان والا ہے کہ اُس نے ساتوں آسماں متناسب و متوازن پیدا کئے کہ نہ اس سے بڑھ کر ممکن اور نہ ہی اُن کے اندر کوئی نقص و عیب ہے۔ مِنْ تَفٰوُتٍ سے مراد ہے کہ تخلیق الٰہی میں کوئی نقص و عیب نہیں یا عدم تناسب و توازن میں کوئی رخنہ نہیں۔

(فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ○) تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔

ای ان کنت فی ریب من ذلک فارجع البصر یعنی اگر تمھیں اس امر میں کوئی شک ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ لو۔ ایک قول ہے کہ پچھلے جملہ "فی خلق الرحمٰن" کا مطلب ہے کَیْفَ خُلِقَتْ اور یہ سوال محذوف ہے اور فَارْجِعِ الْبَصَرَ شرط محذوف کی جزا ہے تو مطلب یوں ہوگا اگر تمھیں کچھ شبہ ہو کہ آسمانوں کو بار بار دیکھنے سے شائد کوئی رخنہ نظر پڑے تو پھر آنکھ اٹھا کر بصیرت کے ساتھ خوب دیکھ لو۔ مجاہد کا قول ہے کہ فطور فطر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "الشق" اور اس کی جمع الشقوق ہے اور الشق کا مطلب ہے شگاف، درز، دراڑ یا رخنہ اور سدی کا قول ہے کہ مراد ہے الخروق یعنی پھٹا ہونا، من فطور میں من حرف جار تبعیضیہ ہے یعنی کوئی دراڑ اور هل تری میں استفہام تقریری ہے واضح مفہوم یہ ہوگا کہ اگر تمھیں کوئی خلل ہے تو چشم بصیرت سے بالتکرار دیکھ لو تمھیں کوئی شگاف، رخنہ وغیرہ نہ نظر آئے گا اس لیے کہ رحمٰن کی تخلیق نقص و عیب سے پاک ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ — پھر دو بارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف
اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ — ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

(ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ) پھر نگاہ اٹھا۔ یہ فَارْجِعِ الْبَصَرَ پر عطف ہے (کرتین) دوبارہ یہ کَرَّة کا تثنیہ ہے اور یہاں مراد دوبار دیکھنا نہیں اور تثنیہ سے مراد تکرار و تکثیر یعنی بار بار اور کثرت (کئی مرتبہ) دیکھنا ہے۔

ای رجعتین اخریین فی ارتیاد الخلل یعنی بار بار کی جستجو سے شائد کوئی خلل پا سکے (لیکن ایسا ناممکن ہے)

(يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ) نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔

يَنْقَلِبْ (پلٹ آئے گی) ارجع کا (امر) کا جواب ہے (اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا) تیری طرف ناکام۔ خاسئاً کا معنی مُتَحَيِّرًا حیران و سرگرداں یعنی تیری نظر حیران و پریشان لوٹ آئے گی وَهُوَ حَسِيْرٌ یہ البصر کا حال ثانی ہے جب کہ پہلا خاسئاً ہے اور حسیر کا معنی ہے۔

ای کلیل من طول المعاودة وکثرة المراجعة یعنی کثرت و بار بار دیکھنے اور لمبی جستجوئے خلل سے تھکی ماندی۔ واضح مفہوم ہے کہ بار بار دیکھنے اور پیہم تلاش خلل و نقص کے باوجود تم کوئی خلل نہ پاسکو گے اور تمہاری نظر تھکی ہاری ناکام و نامراد لوٹ آئے گی۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ — اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں
وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ — سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے
وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ — مار کیا اور ان کیلئے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

(وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ) اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔

بیان لکون خلق السموٰت فی غایة الحسن و البهاء اثر بیان خلوها عن شائبة العیب والقصور وتصدیر الجملة بالقسم لابراز کمال العنایة بمضمونها ای و باللہ لقد زینا السماء۔

آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہے جو اُن کے کمال حسن اور قدر و قیمت پر مبنی ہے کہ وہ ہر قسم کے نقص و خرابی کے شائبہ سے خالی ہیں اور جملہ کا صدور گویا قسم کے ساتھ ذکر ہے جو

کہ اس مضمون کے ساتھ کمال عنایت کا اظہار ہے یعنی اللہ کی قسم رہمیں اپنی کبریائی کی قسم) بلاشبہ ہم نے آسمان کو زینت بخشی۔ (الدنیا) منکم ای التی ھی اقرب دنوا منکم من غیرھا فی دنوھا بالنسبۃ الی ماتحت واما بالنسبۃ الی من حول اللہ ین فبالعکس تم سے یعنی وہ آسمان جو تم سے دوسروں کے سوا زیادہ قریب ہے یعنی زمین کی طرف دوسروں کی نسبت (زمین سے) اس کے برعکس ہے (دور ہے)۔ واضح مفہوم آسمان دنیا ہے (بِمَصَابِیْحَ) مصباح کی جمع ہے وھو السراج اور وہ چراغ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آسمان دنیا کو کوکب (ستارے) سے زینت دی پھر کواکب اکٹھے کر دیئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصابیح (چراغوں) کے ساتھ مزین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کواکب سے ابتداء کی۔ اور بعض علماء لغت نے سراج کے مقر (قرارگاہ) ہونے کو مراد لیا ہے۔ اور مصابیح کا نکرہ ہونا تعظیم کے لیے ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ ای بمصابیح عظیمۃ لیست کمصابیحکم التی تعرفونھا وقیل للتنویع یعنی عظمت والے (یا بہت بڑے) چراغوں کے ساتھ جو کہ تمہارے معروف چراغوں کی طرح نہیں ہے اور ایک قول ہے کہ روشنی کے لیے۔ زینت السقف بالقنادیل آسمان دنیا کو قندیلوں سے سجایا۔

(وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ) اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا۔

جَعَلْنٰهَا کی ضمیر "مصابیح" کی طرف راجع ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور "السماء الدنیا" کی طرف راجع نہیں ہے جس کا مطلب ہے جعلنا منھا أی من جتھا ہم نے ان کو بنایا یعنی ان کی طرف و جانب سے، رجوم رجم کی جمع ہے اور وہ فتحہ کے ساتھ مصدر ہے اور اس شئے کو کہتے ہیں جس سے مارا جائے یعنی پتھراؤ ہو۔ اور جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ شیاطین جب ملائکہ کی گفتگو چھپ کر سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو مارنے کے لیے ان ستاروں سے آگ کے شعلے نکل کر مارتے ہیں جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں اس کی تفسیر سورۃ الصدقات میں گزر چکی۔

(وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ) اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

وھیأنا للشیطین۔ عذاب النار المسعرۃ المشعلۃ لَهُمْ کی ضمیر شیاطین کی طرف راجع ہے یعنی ان شیطانوں کے لیے ہم نے آخرت میں ان کے لیے دہکتی بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اس آیت سے اس آگ کا مخلوق ہونا اور شیاطین کا مکلف ہونا واضح ہے۔

وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ○ اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور کیا ہی بُرا انجام۔

من غیر الشیاطین او منھم و من غیرھم علی انہ تعمیم بعد التخصیص لدفع ایھام اختصاص العذاب بھم۔

شیاطین کے علاوہ سے یا ان ہی میں سے اور ان کے علاوہ میں سے کیونکہ تخصیص کے بعد تعمیم (عام ذکر) اس وہم کے دفعیہ کے لیے ہے کہ عذاب صرف انہی کے ساتھ مخصوص نہیں یعنی کفار خواہ انسانوں سے ہوں یا جنات میں سے اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے (وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ) اور وہ یعنی جہنم کا عذاب انتہائی بُرا انجام ہے یا بُرا ٹھکانہ ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ○ جب اُس میں ڈالے جائیں گے اس کا رینگنا سنیں گے کہ جوش مارتی ہے۔

(اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا) جب اس میں ڈالے جائیں گے۔

ای طرحوا فیھا کما یطرح الحطب فی النار العظیمۃ یعنی جہنم میں اُسی طرح ڈالے جائیں گے جس طرح بڑی آگ میں لکڑی ڈالی جاتی ہے۔

(سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا) اُس کا رینگنا سنیں گے۔

ای لجھنم نفسھا کما ھو الظاھر ویؤیدہ ما بعد یعنی یہ آواز وہ جہنم کی آگ سے سنیں گے گویا یہ جہنم کی اپنی آواز ہوگی جیسا کہ کلام سے ظاہر ہے اور بعد کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے شھیق کے معنی ہیں گدھے جیسی آواز لَهَا حال ہے شھیقا کا اور حال کو مقدم ذکر کیا ہے یا یہ جہنم کی صفت ہے تو معنی یہ ہوں گے ای سمعوا کائنا لھا شھیقا ای صوتا کصوت الحمیر وھو حسیسھا المنکر الفظیع ففی ذلک استعارۃ تصریحیۃ وجوز اُن یکون الشھیق لاھلھا ممن تقدم طرحھم فیھا ومن انفسھم کقولہ تعالیٰ لھم فیھا زفیر و شھیق۔ یعنی ایسی آواز سنیں گے جس طرح کہ گدھے کی آواز ہوتی ہے اور وہ انتہائی بری اور کریہہ بھنک ہوگی (انتہائی ناقابل برداشت اور گراں آواز ہوگی) اور اس میں بطور استعارہ تصریح ہے کہ ایسی آواز جہنم سے سنیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جہنم میں ڈالے جانے والے ان لوگوں کی آواز ہو جو اُن سے پہلے جہنم میں ڈالے جا چکے ہوں گے یا پھر یہ ان کی اپنی ڈالے جانے کی آواز ہو جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اُن کے لیے وہاں

گدھے کی طرح رینگنا ہے۔ اور بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ آیا ان کفار کے لیے ایسا آگ تراکیڑنے کے بعد ہوگا یا اس کے بعد کہ جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں ذلت و رسوائی اٹھاؤ اور یہ ان کے داخلے کے ستر ہزار برس بعد ہوگا جیسا کہ بعض آثار میں وارد ہوا ہے تو محقق یہی ہے کہ اس کا انحصار کفار کے حال پر دلالت کرتا ہے تاہم اذا القوا سے واضح ہے کہ ایسا بوقت دخول جہنم ہی ہوگا اور اگر یہ جہنم کی حالت ہے تو شائد ایسا ہونا مسلسل دائمی ہو واللہ اعلم۔

(وَهِيَ تَفُوْرُ ٥) کہ جوش مارتی ہے۔

ای ینفصل بعضها من بعض یعنی جہنم کا بعض حصہ اس کے بعض حصہ کو اوپر نیچے کرتا ہوگا مطلب یہ ہے کہ آگ کے شعلے شدت جوش میں اوپر نیچے ہوتے ہوں گے جیسا کہ ہنڈیا میں اُبال کی صورت ہوتی ہے یا تیل کی کڑھائی میں جس کے نیچے شدید آنچ ہوتی جانے والی شے اوپر نیچے ہوتی ہے۔ یہ جہنم کی آگ کی کیفیت ہوگی۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ٥

معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرسنانیوالا نہ آیا تھا۔

(تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ) معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی۔

ای والحال انما تغلی بهم غلیان المرجل بما فیه (وهی تفور) یعنی یہ جہنم کا حال ہے، تفور جہنم کی حالت کا بیان ہے اور اس حال کا فاعل جہنم ہے۔ اور مِنَ الْغَيْظِ کا تعلق تَمَيَّزُ سے ہے۔ بے شک (کفار) وہ ان کے ساتھ جوش مارتی ہوگی جیسے دیگچی کا جوش مارنا اس کے ساتھ جو اُس میں ہو۔ (مِنَ الْغَيْظِ) من شدت الغضب علیهم اُن کفار پر غضب کی شدت کی وجہ سے راغب کا قول ہے "الغیظ اشد الغضب" غیظ شدید غضب (غصہ) کو کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد یا تو اللہ کا غضب یا زبانیہ (جہنم کے داروغہ فرشتے) کا غضب ہے جو کفار و مشرکین پر ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم کی آگ کی طرف غیظ کی نسبت مجازاً ہو تاہم نسبت حقیقی اسی صورت ہوگی جب آگ کے لیے شعور کا اثبات ہو اور بعض نے کہا کہ بر تقدیر مضاف یہ ہوگا ای تمیز زبانیتها من الغیظ یعنی جہنم کے نگہبان فرشتے شدت غضب سے ان کفار پر یوں غضبناک ہوں گے۔

(كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ) جب کبھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا۔

ای کلما القی فیھا جماعۃ من الکفرۃ یعنی جب کبھی کافروں میں سے کوئی جماعت اس میں (جہنم) ڈال جائے گی۔

(سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا) اس کے داروغہ اُن سے پوچھیں گے۔

وھم مالک واعوانہ علیھم السلام والسائل یحتمل ان یکون واحداً وان یکون متعددا ولیس السؤال سؤال استعلام بل ھو سؤال توبیخ وتقریع وفیہ عذاب روحانی لھم منضم الی عذابھم الجسمانی۔

اور یہ پوچھنے والے مالک اور ان کے مددگار (ناتبین) سلام اللہ علیہم ہوں گے اور احتمال ہے کہ سوال کرنے والا ایک ہی ہو اور ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں اور ان کا سوال کرنا یعنی پوچھنا معلومات حاصل کرنے کے لیے نہ ہوگا بلکہ یہ پوچھنا بطور زجر و تذلیل کے لیے ہوگا جس میں اُن کے لیے روحانی عذاب ہوگا جو ان کے جسمانی عذاب کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

(اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ) کیا تمھارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا تھا۔

یتلو علیکم آیات اللہ وینذرکم لقاء یومکم ھذا۔ یعنی تمھارے پاس کوئی نبی نہ آیا تھا جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا اور تمھیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتا۔ استفہام تقریری ہے۔

قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ۔

کہیں گے کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا اللہ نے کچھ نہیں اتارا تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

(قَالُوْا) وہ کہیں گے۔

اعترافاً بانہ عزوجل قد ازاح عللھم بالکلیۃ۔ کفار بطور اعتراف کہیں گے کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان سے بالکلیہ ہر صورت عذر چھین لی۔ یعنی ان کے لیے کوئی عذر نہ چھوڑا ہر حجت پوری فرما دی۔

(بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ) کیوں نہیں بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والے تشریف لائے۔

وجمعوا بین حرف الجواب ونفس الجملۃ المجاب بھا مبالغۃ فی الاعتراف بمجیٔ النذیر وتحسرا علی مافاتھم من السعادۃ فی تصدیقھم وتمھیداً لما وقع منھم من التفریط تندما واغتماما علی ذلک ای قال کل فوج من

تلك الافواج قد جاء نا نذیرای واحد حقیقة او حکما کنذر بنی اسرائیل فانھم فی حکم نذیر واحد فانذرنا و تلا علینا ما انزل اللہ تعالیٰ من آیاتہ۔ اور وہ حرف جواب میں جمع (اکٹھے) ہوں گے یعنی سب کا جواب یہی ہوگا اور نفس جواب کا جملہ گویا اعتراف میں مبالغہ کے طور پر ہوگا کہ ہاں ہمارے پاس نذیر (ڈرسنانے والے) ضرور آیا تھا اور حسرت کا اظہار ہوگا اس امر پر کہ اُن انبیاء ورُسُل کی تصدیق (ان پر ایمان لانے) کی سعادت اُن سے فوت ہو گئی (نکل گئی) اور تمہید ہوگا اس کی جو اُن سے مخالفت حق میں شدت وزیادتی کی بنا پر واقع ہُوا اس پہ نادم، شرمسار و ذلیل رسوا ہوں گے یعنی ہر گروہ جو ان کفار کے گروہوں میں سے جہنم میں ڈالا جائے گا یہی کہے گا کہ بلا شبہ ہمارے پاس حقیقتاً ایک نذیر آیا تھا یعنی ہم میں سے ہر ایک کے پاس نذیر آیا تھا یا صیغہ مفرد حکماً ہوگا جیسے بنی اسرائیل کے ڈرسنانے والے کیونکہ وہ ایک ہی نذیر کے حکم میں تھے تو مفہوم یہ ہوگا کہ نذیر آئے تھے پس انہوں نے ہمیں ڈرسنایا (آخرت سے ڈرایا تھا) اور ہمیں وہ آیات پڑھ کر سنائی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات میں سے اتاریں تھیں۔

(فَكَذَّبْنَا) پھر ہم نے جھٹلایا۔

ذلك النذیر فی کونہ نذیراً من جھتہ تعالیٰ۔ اُس نذیر کو جھٹلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانے والے بن کر نہیں آیا یعنی اس کے نذیر ہونے کو جھٹلایا۔

(وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ) اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اُتارا۔

(وَقُلْنَا) اور ہم نے کہا فی حق ماتلاہ من الآیات افراطا فی التکذیب وتمادیا فی النکیر۔ یعنی نذیر (رسول) نے جو آیات الٰہی سے تلاوت کیا اس کے بارے میں اُسے حد درجہ جھٹلایا یا جھوٹا جانا اور اس کے ڈرانے کا خوب انکار کیا اور یوں کہا (مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ) اللہ نے کچھ نہیں اتارا۔ علی احد من الاشیاء فضلا عن تنزل الآیات علی بشر مثلکم یعنی آیات الٰہی کے نزول کی فضیلت سے تم میں سے کسی ایک کو بھی جو ہماری طرح کے بشر ہیں کچھ بھی بڑائی نہیں دی۔ گویا کفار کے اس مقولہ میں نزول آیات اور نذیر دونوں کا انکار یہی ہے جو انتہائی تکذیب اور سرکشی کو واضح کرتا ہے۔

(اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ) تم تو نہیں مگر بڑی گمراہی میں۔

کونہ من کلام النذیر للکفرۃ حکوۃ للخزنۃ ہوسکتا ہے کہ یہ کلام نذیر (نبی ورسول) کا ہو جو اس نے کفار سے (دنیا میں) کہا تھا اور اب کفار جہنم میں اسے داروغوں سے بطور حکایت کہیں گے

گیا کہ تم (نذیر) بڑی گمراہی میں ہو تاکہ ان کو جھوٹا کہنا مؤکد ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے یکون الخطاب من کلام الخزنۃ للکفار۔ کہ یہ جہنم کے داروغوں کا کلام ہو یعنی فرشتے دوزخ میں کفار سے یوں کہیں گے انتم میں خطاب حاضر کو ہے اور یہ ضمیر جمع ہے اور نذیر واحد آیا ہے تو کلام میں موافقت یوں ہوگی کہ اے مخاطب (نذیر) تم اور تمہاری طرح کے سب لوگ بڑی گمراہی میں ہو یا نذیر بمعنی نذیر" (جمع) ہوگا اور ان کا پیغام (دعوت حق) بمعنی واحد ایک ہی پیغام ہوگا اور کفار کا یہ کہنا ما نزل اللہ من شیئ یہ تکذیب صرف ایک نذیر کی نہیں بلکہ سبھی نذیروں کی تکذیب ہوگی واضح مفہوم یہ ہوگا ایک کو گمراہ و جھوٹا قرار دینا گویا سبھی کو جھوٹا قرار دینا ہے۔ قوی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اس اعتراف کے بعد کہ ہمارے پاس نذیر آئے اور ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے کچھ نہیں اتارا تو یہ فرشتوں (داروغہ ہائے جہنم) کے سوال الم یاتکم نذیر کا جواب ہے تو اس کے بعد یہ کہنا فرشتوں کا ہی مقولہ ہے کہ جب تم سے ایسا ہو چکا تب تو تم بڑی گمراہی میں رہے۔

لیکن یہ درست نہیں کیونکہ بظاہر تو یہ کفار ہی کا مقولہ ہے جو رسولوں کی تکذیب میں بطور شدت و مبالغہ کہا

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ٥	اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

(وَقَالُوْا) اور کہیں گے۔

ایضاً معترفین بانھم لم یکونوا ممن یسمع او یعقل کان الخزنۃ قالوا لھم فی تضاعیف التوبیخ الم تسمعوا آیات ربکم ولم تعقلوا معانیھا فاجابوھم بقولھم۔ وہ اعتراف کرتے ہوئے اس امر کا اقرار بھی کریں گے کہ بلاشبہ وہ اُن لوگوں میں سے نہ تھے جو سنتے اور سمجھتے تھے اور جہنم کے داروغے انہیں بطور زجر کہیں گے تاکہ ان کی ذلت و رسوائی میں مزید اضافہ ہو کہ کیا تم آیات الٰہی کو نہ سنتے تھے اور تم ان کے معانی و مفہوم کو نہیں سمجھتے تھے تو وہ کفار فرشتوں کو یہ کہہ کر جواب دیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ میں سے نہ ہوتے۔

(لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ) اگر ہم سنتے ای کلاماً

یعنی اگر کلام الٰہی کو غور سے سنتے اور مخالفت و معاندت کی راہ ترک کر کے اُس کو سن کر سمجھتے اور قبول کرتے۔

(اَوْ نَعْقِلُ) یا سمجھتے ای شیئاً

یعنی تھوڑی بہت سمجھ سے کام لیتے یا کچھ غور و فکر سے کام لیتے۔

(مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝) تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

ای فی عدادھم ومن جملتھم یعنی نہ ہمارا جہنمیوں میں شمار ہوتا اور نہ ہی ان میں سے ہوتے۔ ای لوکنا نسمع کلام النذیر فنقبلہ جملۃ من غیر بحث وتفتیش اعتماد اعلیٰ مالاح من صدقہ بالمعجزۃ او نعقل فنفکر فی حکمہ ومعانیہ تفکر المتبصرین ماکنا الخ وفیہ اشارۃ الی ان السماع والعقل ھنا بمعنی القبول والتفکر یعنی اگر ہم ڈرانے والے کے کلام کو سنتے تو اسے بحث وتفتیش میں پڑنے کی بجائے نذیر کی اس سچائی کو جو معجزات کے ساتھ واضح ہو چکی تھی پر اعتماد رکھتے ہوئے مکمل طور پہ مان لیتے یا سمجھتے تو اس کے احکام اور اس کے معانی ومفاہیم وغیرہ پر غور وفکر کرتے جیسا کہ غور وفکر کرنے والوں کا چلن ہے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے اور اس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ سننا (سماع) اور سمجھنا (عقل) یہاں قبول (ماننے) اور تفکر (غور وفکر کرنے) کے معنی میں ہیں۔ وَاَوْ لِلتَّردید لانہ یکفی انتفاء کل منھما للخلاص من السعیر اور اَوْ کا لفظ یا تردید کے لیے ہے اس لیے کہ اگر ان دونوں سے مکمل انتفاع کرتے اُن کی دوزخ سے رہائی کے لیے کافی ہوتا۔ یا پھر او تنویع کے لیے ہے تو دونوں باہم منافی نہیں ہیں اور ایک قول ہے کہ اس میں ایمان تقلیدی وتحقیقی کی قسم یا احکام بندگی وطاعت کی بجا آوری وغیرہ کا اشارہ ہے اور اس آئت سے استدلال کیا جیسا کہ ابن السمعانی نے القواطع میں لکھا کہ جس نے عقل کے فیصلہ میں کہا اللہ تعالیٰ معلوم ہے کہ قدریوں کا عقیدہ ہے کہ صرف عقل عقائد صحیحہ کی طرف راہ نمائی نہیں کرتی جس کے ساتھ دوزخ سے نجات حاصل ہو اور رہے معتزلہ تو وہ عقل کو حاکم قرار دیتے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے وہ بھی اسی آئت سے یہی استدلال کرتے ہیں ابن المنیر سے منقول ہے کہ سمع بصر سے افضل ہے اور بعض علماء نے اس آیت سے عجیب استدلال کیا ہے " لا یقال للکافر عاقل" کہ کافر کو عقل مند نہ کہا جائے۔ تاہم یہ واضح ہے کہ سمعی وعقلی دلائل دونوں لازمی حجت ہیں اور تکلیف کا مدار دونوں پر ہے اور تنہا عقل حق وصداقت کو پالینے کے لیے کافی نہیں اور بعض کے نزدیک یہاں عقل سے مراد عقل سلیم ہے اور ایسی عقل ہے جو وحی الٰہی کے موافق ہو۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ — اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو۔

(فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ) اب اپنے گناہ کا اقرار کیا۔

الذی ھو کفرھم وتکذیبھم بآیات اللہ تعالیٰ ونذرہ عزوجل یعنی وہ جو انہوں نے کفر کیا اور آیات الٰہی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسولوں (ڈرانیوالوں) کو جھٹلایا۔ یہ اعتراف اس وقت کریں گے

جب اقرار کچھ سودمند نہ ہوگا یہاں ذنب واحد بولا گیا ہے اور ذنب مصدر ہے اور اس لیے جمع نہیں لایا گیا کہ مصادر میں باعتبار اصل جمع نہیں ہوتی اور ذنب سے مراد یہاں کفر و سرکشی ہے ۔

(فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝) تو پھٹکار ہو دوزخیوں کو

ای فبعدا لھم من رحمۃ تعالیٰ وھو دعاء علیھم یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے اور یہ ان پر بد دعا ہے ابوجعفر اور کسائی نے سحق کو حاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور السحق کا معنی ہے مطلقا البعد مکمل دوری یا محرومی اور یہ مصدر ہے ای سحقھم اللہ تعالیٰ سحقا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا بالکل دور شاعر کا قول ہے ؎

یجول باطراف البلاد مغربا وتسحقہ ریح الصبا کل مسحق

نسیم سحری مغرب کے شہروں کے ارد گرد گھومتی ہے لیکن ہر شکستہ دل کو دور لے جاتی ہے یا پیس ڈالتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝

بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ) بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

ای یخافون عذابہ غائبا عنھم او غائبین عنہ یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو ان سے غائب ہے یا وہ خود عذاب سے غائب ہیں یعنی اس عذاب سے جو ابھی تک ان پر ظاہر نہیں ہوا ایک قول ہے بما خفی منھم وھو قلوبھم اس سے جو ان سے چھپا ہوا ہے اور وہ ان کے دل ہیں یعنی وہ اپنے دلوں میں اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد اس سے ان لوگوں کا عذاب الٰہی سے ڈر کر ایمان لانا ہے ۔

(لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ) ان کے لیے بخشش

عظیمۃ لذنوبھم ان کے گناہوں کے بڑی بخشش

(وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝) اور بڑا ثواب ہے لایقادر قدرہ یعنی ایسا ثواب جس کی قدر و منزلت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا یا یہ ثواب ان کی نیکیوں کی جزا ہوگی جس کے مقابلے میں ہر لذت ہیچ ہے۔ اجر و ثواب پر مغفرت کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ گناہوں کا مزہ و بوجھ بھی ان سے دور ہو اور اس وجہ سے وہ حصول نفع اجر سے متبرک جائیں۔ گویا بخشش کے بعد اجر کبیر ان کے لیے کرم بالائے کرم ہے ۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ
اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ تو دلوں کی جانتا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں اتری جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ فضول باتیں کرتے تھے حق سبحانہ وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کے بارے میں مطلع فرمایا تو مشرکوں میں سے بعض نے بعض سے کہا اسروا قولکم لئلا یسمع رب محمد فقیل لهم اسروا ذلك او اجهروا به فان الله تعالیٰ یعلمه۔ تم اپنی گفتگو چپکے چپکے کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اسے سن لے تو اس کے جواب میں کہا گیا خواہ تم آہستہ کہو یا آواز سے بلاشبہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس کا علم ہے۔

(وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ) اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے

یہ مکلفین کے لیے خطاب عام ہے، اسروا اور اجهروا دونوں امر حاضر کے صیغے ہیں اور پچھلی آیات میں کفار کا ذکر غائبانہ تھا یہاں حاضر انداز میں کفار سے خطاب ہے اور امر بمعنی خبر ہے اور سری قول کو جہری قول پر مقدم کرنے میں کفار کی فضیحت و رسوائی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اسروا قولکم کیلا یسمع رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا گمان تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ خفیہ بات نہیں سنتا تو امر بمعنی خبر ہے کہ تم خفیہ کہو یا علانیہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اور تمہارا گمان لغو ہے اللہ پر کوئی شئے چھپی نہیں ہے۔

(اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝) بے شک وہ تو دلوں کی بات جانتا ہے۔

ای انه تعالیٰ علیم بالقلوب واحوالها فلا یخفیٰ علیه سر من اسرارها۔
بے شک اللہ تعالیٰ دلوں اور ان کے احوال کو جانتا ہے اس پر دلوں کے بھیدوں میں سے کوئی بھید پوشیدہ نہیں ہے وہ سینوں میں پیدا ہونے والے وساوس خطرات تک کو بھی جانتا ہے خواہ وہ زبان پر آئیں یا نہ آئیں اس کا علم لا متناہی ہے۔ اور جملہ معدومات و ممکنات کو محیط ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے
اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝۱۴ ہر باریکی جانتا خبردار

(اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ) کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا۔

انکار ونفی لعدم احاطة علمه جل شانه ومن فاعل یعلم ای الا یعلم السر

الیھم من اوجد بموجب حکمتہ جمیع الاشیاء التی ھما من جملتھا۔ یہ استفہام انکاری ہے نفی اور علم کی نفی اثبات علم ہے یعنی جس ذات برحق نے ہر چیز کو پیدا کیا وہی ذات ہے جس نے تمام اشیاء کو اپنی حکمت کے موجب پیدا کیا تو یہ دونوں باتیں آہستہ یا آواز سے کہنے کو جو انہیں اشیاء میں سے ہیں کیونکر ناواقف ہو سکتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے جملہ احوال کا علم ہے اور اُس سے کوئی بات چھپی نہیں۔

(وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾) اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار

حال من فاعل یعلم مئوکد للانکار والنفی ای الا یعلم ذلک والحال انہ تعالیٰ المتوصل علمہ الی ماظھر من خلقہ وما بطن۔ یہ مَن فاعل کا حال ہے جو جانتا ہے یہ استفہام انکاری اور نفی علم کی نفی جو اثبات علم کی موجب ہے اس کو مئوکد کرتی ہے یعنی کیا وہ نہ جانے اسے جب کہ حال یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا علم ہر اس شے کو جو شامل ہے اس کی مخلوق سے ظاہر ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے۔ اور اگر خَلَقَ کی ضمیر سے حال مراد لیا جائے تو جب بھی معنی یہی ہوں گے کہ علم الٰہی ہر چیز کے ظاہر و باطن کو محیط ہے

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ ملک پ ۲۹

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے

أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے

أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾

یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ بھیجے تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾

اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے۔ انہیں کوئی نہیں روکتا سوا

بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝

رحمٰن کے بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝

یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے۔ کافر نہیں مگر دھوکے میں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝

یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے۔ بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے سیدھی راہ پر۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف لوٹو گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو۔

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝

پھر جب اسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے فرمادیا جائے گا یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کونسا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچالے گا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ

تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا تو اب جان جاؤ گے کون کھلی

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

گمراہی میں ہے۔ تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لادے نگاہ کے سامنے بہتا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ ملک پ ۲۹

ھو۔ وہ اللہ	الذی۔ وہ ہے جس نے	جعل۔ بنایا	لکم۔ تمہارے لیے
الارض۔ زمین کو	ذلولا۔ نرم	فامشوا۔ تو چلو	فی۔ بیچ
مناکبھا۔ اسکی راہوں کے	و۔ اور	کلوا۔ کھاؤ	من رزقہ۔ اس کا رزق
و۔ اور	الیہ۔ اسی کی طرف ہے	النشور۔ اٹھ کر جانا	ء۔ کیا
امنتم۔ تم مطمئن ہو	من۔ اس سے جو	فی۔ بیچ	السماء۔ آسمان کے ہے
ان۔ یہ کہ	یخسف۔ دھنسا دے	بکم۔ تم کو	الارض۔ زمین میں
فاذا۔ تو اچانک	ھی۔ وہ	تمور۔ کانپتی رہے	ام۔ کیا
امنتم۔ مطمئن ہو تم	من۔ اس سے جو	فی۔ بیچ	السماء۔ آسمانوں کے ہے
ان۔ یہ کہ	یرسل۔ بھیجے	علیکم۔ تم پر	حاصبا۔ پتھروں کی بارش
فستعلمون۔ تو جانوگے تم	کیف۔ کیسا ہے	نذیر۔ میرا ڈرانا	و۔ اور
لقد۔ بیشک	کذب۔ جھٹلایا	الذین۔ انہوں نے جو	من قبلھم۔ ان سے پہلے تھے
فکیف۔ تو کیسا	کان۔ ہوا	نکیر۔ میرا انکار	او۔ کیا
لم۔ نہ	یروا۔ دیکھا انہوں نے	الی۔ طرف	الطیر۔ پرندوں کی
فوقھم۔ اپنے اوپر	صفت۔ پر پھیلاتے	و۔ اور	یقبضن۔ سمیٹتے
ما۔ نہیں	یمسکھن۔ تھام رکھتا ان کو		الا۔ مگر
الرحمن۔ رحمٰن	انہ۔ بیشک وہ	بکل۔ ہر	شئ۔ چیز کو
یصیر۔ دیکھتا ہے۔	امن۔ یا وہ	ھذا۔ ایسا	الذی۔ کون ہے
ھو۔ جو ہو	جند۔ لشکر	لکم۔ تمہارے لیے	ینصر۔ مدد کرے

کم - تمہارے
الکفرون - کافر
امن - یا
ان - اگر
لجوا - داخل ہوگئے
نفور - نفرت کے
علی - اوپر
یمشی - چلتا ہے
مستقیم - سیدھی کے
انشأ - پیدا کیا
لکم - تمہارے لیے
و - اور
تشکرون - شکر کرتے ہو
ذرا - پھیلایا
و - اور
یقولون - کہتے ہیں
ان - اگر
انما - اسکے سوا نہیں کہ
و - اور
مبین - ظاہر
زلفۃ - قریب تو
کفروا - کافر ہیں
الذی - وہ ہے کہ
قل - کہو
اھلکنی - ہلاک کردے مجھ کو

من دون - سوا
الا - مگر
ھذا - وہ
امسک - روک لے اللہ
فی - بیچ
افمن - تو کیا جو
وجھہ - اپنے چہرے کے
سویا - سیدھا
قل - کہو
کم - تم کو
السمع - کان
الافئدۃ - دل
قل - کہو
کم - تم کو
الیہ - اسی کی طرف
متی - کب ہے
کنتم - ہو تم
العلم - اس کا علم
انما - اس کے سوا نہیں
فلما - تو جب
سیئت - برے ہوجائینگے
و - اور
کنتم - تھے تم
ا - کیا
اللہ - اللہ

الرحمن - رحمن کے
فی - بیچ
الذی - کونسا ہے جو
رزقہ - اپنی روزی
عتو - سرکشی
یمشی - چلتا ہے
اھدی - بہت زیادہ ہدایت والا ہے
علی - اوپر
ھو - وہ اللہ
و - اور
و - اور
قلیلا - تھوڑا
ھو - وہ اللہ
فی - بیچ
تحشرون - اکٹھے کیے جاؤگے
ھذا - یہ
صدقین - سچے
عند - پاس
انا - کہ میں
راوہ - دیکھیں گے
وجوہ - چہرے
قیل - کہا جائے گا
بہ - اسکو
ارایتم - دیکھا تم نے
و - اور

ان - نہیں
غرور - دھوکے کے
یرزقکم - روزی دے تم کو
بل - بلکہ
و - اور
مکبا - اوندھا ہوکر
امن - یا جو
صراط - راہ
الذی - وہ ہے جس نے
جعل - بنائے
الابصار - آنکھیں
ما - جو
الذی - وہ ہے جس نے
الارض - زمین کے
و - اور
الوعد - وعدہ
قل - کہو
اللہ - اللہ کے ہے
نذیر - ڈرانے والا ہوں
ہ - اس کو
الذین - ان کے جو
ھذا - یہ
تدعون - مانگتے
ان - اگر
من - انکو جو

معی۔میرے ساتھ ہیں	او۔یا	رحمنا۔رحم کرے ہم پہ	فمن۔توکون
یجیر۔پناہ دیگا	الکفرین۔کافروں کو	من عذاب۔عذاب	الیم۔دردناک سے
قل۔کہو	ہو۔وہ	الرحمن۔رحمن ہے	آمنا۔ہم ایمان لائے
بہ۔اس پہ	و۔اور	علیہ۔اسی پہ	توکلنا۔بھروسہ کیا ہم نے
فستعلمون۔توجلدی جانوگے تم		من۔کہ کون	ھو۔ہے وہ
فی۔بیچ	ضلل۔گمراہی	مبین۔ظاہر کے	قل۔کہو
ا۔کیا	ارایتم۔دیکھا تم نے	ان۔اگر	اصبح۔ہوجائے
ماؤ۔پانی	کم۔تمہارا	غورا۔گہرا	فمن۔توکون
یاتیکم۔لادے گا تم کو	بماء۔پانی	معین۔جاری۔	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ ملک پ ۲۹

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا) وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین نرم کر دی۔
غیر صعبة یسهل جدا علیکم السلوک فیها۔ دشوار و سخت نہیں کیا اور تمہارے لیے اس میں راہوں راستوں کو چلنے پھرنے کے لیے آسان بنا دیا الذلول ذُلّ یا ذِل سے بروزن فعول مبالغہ ہے اور الصعوبة کی ضد ہے اور اگر مضموم (پیش) پڑھا جائے تو اس کا معنی العِزّ (عزت) کے مقابل ہوگا یعنی ذلت و پستی۔ ابن عطیہ کا قول ہے الذلول بروزن فعول بمعنی مفعول ہے۔
ای مذلولة کرکوب وحلوب یعنی فرماں بردار (اشارے پر بآسانی چلنے والی) سواریوں اور بآسانی دودھ دینے والی بکریوں یا اونٹنیوں کی طرح واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین ہا ایں درجہ نرم و سہل کر دی گئی ہے کہ اس کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ چلنے یا گزرنے والوں کے لیے ممکن نہ ہو یعنی زمین کو چلنے پھرنے کے لیے آسان بنا دیا گیا ہے۔

(فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا) تو اس کے راستوں میں چلو۔
مناکب سے مراد جیسا کہ ابن عباس اور قتادہ وغیرہ سے مروی ہے جبالها ہیں یعنی اس کے پہاڑ اور حسن کا

قول ہے طرقہا و فجاجہا اس کی راہیں اور اس کے وسیع راستے، ایک قول ہے کہ مناکب سے مراد زمین کے اطراف ہیں آدمی کی مونڈھوں کو بھی منکب کہتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین کی بلندی ہو یا پستی ہموار کوئی حصّہ ایسا نہیں جو چلنے والے کے لیے ممکن نہ ہو۔ گویا یہ زمین کی انتہائی کیفیت فرمان برداری ہے یعنی نرم کردی گئی ہے۔

(وَكُلُوا مِنْ رِّزْقِهٖ) اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

انتفعوا بما انعم جل شانہٗ پروردگار جل وعلا نے جو نعمتیں عطا کیں اس سے فائدہ حاصل کرو اور اس آیت سے اسباب کو اختیار کرنے اور کسب (محنت وکام) کے مندوب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں ہے ان اللہ تعالیٰ یحب العبد المومن المحترف بے شک اللہ تعالیٰ بندۂ مومن سے جو پیشہ ور (کاریگر) ہو محبت فرماتا ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ حکیم ترمذی نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک قوم پر سے گزرے تو فرمایا تم کون لوگ ہو تو انہوں نے عرض کیا ہم متوکل لوگ ہیں فرمایا تم تو عاجز دوسروں پر بھروسا کرنے والے ہو متوکل تو وہی شخص ہے جو زمین کے پیٹ میں بیج بوئے اور اپنے رب ذوالجلال پر بھروسا کرے۔ ایک قول ہے ای التمسوا من نعم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ علی ان الاکل مجاز عن الالتماس من قبیل ذکر الملزوم وارادۃ اللازم یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تلاش کرو کیونکہ التماس سے یعنی تلاش سے کھانا مجازاً ہے اور یہ لازم وملزوم کی قبیل سے ہے یعنی چلو پھرو اور کھاؤ۔ تاہم مشہور یہ ہے کہ دونوں جگہ حکم اباحت کے لیے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ چلنے سے مطلق طلب کا حکم ہو اور اس پر جو عطف واؤ واقع ہے اس سے وجوب نہیں ہوتا۔

(وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝) اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

ای المرجع بعد البعث لا الی غیرہ عزوجل فبالغوا فی شکر نعمہ منہا تذلیل الارض وتمکینکم منہا وبث الرزق فیہا۔ یعنی قیامت کے بعد صرف اسی ہی (اللہ) کی طرف واپس جانا ہے تو اس کی نعمتوں کا خوب اہتمام کے ساتھ شکر یہ بجالاؤ جن کے ساتھ زمین کو نرم کیا گیا اور تمہیں اس میں مکین رکھا گیا (تمکنت بخشی) اور اس میں رزق بکھیرا گیا۔ اور اگر الیہ کی ضمیر الارض کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہوں گے والی الارض نشورکم ورجوعکم فتخرجون من بیوتکم وقصورکم الی قبورکم۔ اور زمین ہی سے تمہارا اٹھنا ہے اور واپس لوٹنا ہے پس تم اپنے گھروں اور محلات سے اپنی قبروں کی طرف نکالے جاؤ گے۔ یا قبروں سے جزا کے لیے اٹھائے جاؤ گے۔

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِي السَّمَآءِ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوۡرُ ۝

کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے۔

(ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِي السَّمَآءِ) کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے (جو خبر واحد اور "من فی السماء" سے مراد وھو اللہ عزوجل کما ذھب الیہ آسمان میں ہے) فقیل علی تاویل من فی السماء امرہ سبحانہ ذات باری تعالیٰ ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کا فرمانا ہے وقضاؤہ پس بعض نے من فی السماء کی تاویل کی اور فرمایا اس سے مراد حق تعالیٰ کا حکم اور اس کا فیصلہ ہے کیونکہ فی ظرفیہ ہے اور مکاتیب پر دلالت کرتا ہے اور حق تعالیٰ مکان و مکین ہونے سے پاک ہے علماء سلف ایسی آیات کو متشابہات سے فرماتے اور توضیح سے سکوت فرماتے البتہ متاخرین نے تاویل اختیار کی جیسے بعض کا قول ہے سماء سے مراد بلندی ہے اور من فی السماء سے مراد حق تعالیٰ کا علوشان ہوتا ہے اور یہ بلندی مکانی بلکہ عظمت ربانی کا اظہار ہے۔ اور بعض نے کہا من فی السماء سے جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ خسف پر متوکل فرشتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمنوا بمتشابہ ولا تعقلوہ تم اللہ کی طرف سے متشابہ پر ایمان لاؤ اور تم اس کی تاویل میں ہرگز نہ پڑو۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لالکائی کی سند سے محمد بن حسن الشیبانی سے نقل کیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ تمام آیات جو قرآن حکیم میں ہیں اور جو کچھ احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صفات رب العزت کے بارے میں بیان ہوا اس پر ایمان لازم ہے اور اس میں اس کی تفسیر میں بدون تاویل و توجیہ سکوت لازم ہے اور تشبیہ وغیرہ کی تفصیل سے احتراز ضروری ہے کہ حق تعالیٰ تشبیہ سے پاک ہے اور کوئی شئے اس کی مثل نہیں ہے۔ اور اس سے جو مراد ہے وہ حق تعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں ؎

دع الجھول یظن الجھل عدوانا وَمَا عَلَیَّ اِذَا مَاقُلۡتُ مُعۡتَقِدِیۡ

اور میں نے اس پر جب بھی کہا تو وہ میرا عقیدہ ہے جاہلوں کو اپنے شرارتی اور جاہلانہ خیالوں میں چھوڑ دے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اے گروہ کفار تم ذات باری سے جو آسمان میں ہے نہیں ڈرتے اور کیوں سرکشی دکھاتے ہو۔

(اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ) کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔
ای ان یخسف بکم فی الارض یعنی تمہیں زمین کے اندر دھنسا دے جس طرح کہ

قارون کو دھنسایا گیا۔

(فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ) جیسی وہ کانپتی رہے۔

تَمُوْرُ کے معنی زمین کے لرزنے کے ہا ہلنے کے ہیں (فَاِذَا ھِیَ) حین خسف یعنی جب دھنسانا ہو تو اچانک زمین میں زلزلہ ظاہر ہو اور اللہ تمہیں (کافروں) کو زمین کے اندر دھنسا دے تاکہ تم اُس کے (اسفل) سب سے نچلے حصہ میں پہنچو۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ	یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان
اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ط	میں ہے کہ تم پر پتھراؤ کرے تو اب جانو گے کیسا
فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ہ	تھا میرا ڈرانا۔

(اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔

یعنی اللہ سے، اَمْ کا مطلب ہے ھَلْ اور استفہام انکاری ہے۔

(اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ط) کہ تم پر پتھر بھیجے۔

حاصب کی جمع حواصب ہے حَصَبَ کے معنی ہیں کنکری سے مارنا اور حاصب کے معنی ہیں کنکری اڑانے / مارنے والی تیز ہوا یا اولے برسانے والا بادل۔ یعنی تم پر پتھر برسائے جائیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھراؤ کا عذاب اترا۔ گزشتہ آیت میں خسف کا ذکر ہوا جب کہ اس میں حصب کا تو خسف کا مقدم ذکر زمین کے ذکر کی مناسبت سے ہوا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جعل لکم الارض ذلولا اور حصب کا تعلق وکلوا من رزقہ سے ہے کہ دوسری جگہ ارشاد باری ہے وفی السماء رزقکم، چونکہ رزق آسمان سے اترتا ہے لہذا ناشکری و نافرمانی سے آسمان سے پتھراؤ ہو۔

(فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ہ) تو اب جانو گے کیسا تھا میرا ڈرانا۔

والمعنی فستعلمون ما حال انذاری وقدرتی علی ایقاعہ عند مشاھدتکم المنذر بہ ولکن لا ینفعکم العلم حینئذ۔

اور معنی یہ ہے کہ تم تب جانو گے کہ میرے ڈرانے اور اس کے وقوع پر میری قدرت کا کیا حال (کیفیت) ہے جب تم اس چیز کا مشاہدہ کرو گے جس سے ڈرائے گئے تھے اور ہاں تمہارا اس وقت کا جاننا یا ماننا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ نذیر یعنی انذار یعنی ڈرانا ہے اور نذیر مصدر ہے حسان کا قول ہے

فانذر مثلہا نصحا قریشا من الرحمٰن ان قبلت نذیری

اگر وہ میرا (میرے ڈر سنانے والے کو مانیں) ڈرانا مانیں تو میں قریش کی خیر خواہی کے لیے رحمٰن سے تمہارے لیے پناہ چاہتا ہوں۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور بے شک ان سے اگلوں نے جھٹلایا تو
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ٥ کیسا ہوا میرا انکار۔

(وَلَقَدْ كَذَّبَ الذین من قبلهم) اور بے شک اُن سے اگلوں نے جھٹلایا
ای من قبل کفار مکۃ من کفار الامم السالفۃ قوم نوح و عاد
یعنی کفار مکہ سے پہلے گزری ہوئی امتوں کے کفار نے جیسے قوم نوح اور قوم عاد کے کفار۔

(فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ٥) تو کیسا ہوا میرا ڈرانا۔
ای انکاری علیہم بانزال العذاب یعنی میرا انکار ان پر نزول عذاب کا باعث ہوا۔ اس میں کفار پر تہدید اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طیب خاطر ہے (تسلی ہے)

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ ۢ بَصِيْرٌ ٥ اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے، انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

(أَوَلَمْ يَرَوْا) اور کیا انہوں نے نہ دیکھا۔
أغفلوا ولم ینظروا کیا وہ غافل ہیں اور نہیں دیکھتے یعنی کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھتے
(إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ) پرندوں کو اپنے اوپر پر پھیلاتے۔
باسطات اجنحتھن فی الجو عند طیرانھا فانھن اذا بسطنھا صففن قوادمھا اغنی
ما تنفد من ریشھا صفاً۔
یعنی فضا میں اپنے بازوں (پروں) کو پھیلائے اپنی پرواز کے وقت۔ تو جب وہ ان کو پھیلاتے ہیں تو ان کے اگلے حصہ کو ترتیب کے ساتھ اپنی پچھلی پرواز کو تقویت دینے کے لیے پھیلاتے ہیں۔ پیچھے چونکہ سنگباری (پتھراؤ) کے عذاب کا ذکر گزرا تو قریش مکہ کو تہدید کی گئی ہے جس طرح اصحاب الفیل پرندوں سے کنکری کے عذاب میں مبتلا ہوئے تو اس میں اسی جانب اشارہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی انکار کی صورت میں ایسا ممکن ہے۔
(وَيَقْبِضْنَ ۘ) اور سمیٹتے

یصففن ویقبضن اوصافات وقابضات پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں یا کبھی پھیلاتے اور کبھی سمیٹتے ہیں پرندوں کی عادت اور چلنا بیان کی گئی ہے۔

(مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ط) انہیں کوئی نہیں روکتا سوا رحمٰن کے۔

فی الجو عند الصف والقبض علی خلاف مقتضی طبیعۃ الاجسام الثقیلۃ من النزول الی الارض والانجذاب الیھا۔

فضا میں پر پھیلانے اور سمیٹنے کی حالت میں جو کہ بوجھل اجسام کی طبیعت کے تقاضے کے خلاف ہے جب کہ وہ زمین کی طرف اترتے ہیں اور اس کی طرف سماتے ہیں۔ تو اس حالت میں انہیں گرنے سے صرف رحمٰن ہی روکتا ہے۔ یعنی اُسی کی قدرت کا اظہار ہے۔

(اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ٥) بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

دقیق العلم فیعلم سُبحانہٗ وتعالیٰ کیفیۃ ابداع المبدعات وتدبیر المصنوعات۔

گہرے (لامتناہی) علم والا ہے پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو عجیب وغریب اشیاء کی پیدائش اور تدبیر کی کیفیات کا بخوبی علم ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ط اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ٥	یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے، کافر نہیں مگر دھوکے میں۔
(اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ط)	یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے کہ رحمٰن کے مقابل تمہاری مدد کرے۔

ای من ھذا الحقیر الذی ھو فی زعمکم جند لکم ینصرکم متجاوز النصر الرحمٰن اوینصرکم نصرا کائنا من دون نصرہٖ تعالیٰ اوینصرکم من عذاب کائن من عند اللہ عزوجل۔

یعنی وہ کون سی معمولی شئے ہے جو تمہارے گمان میں تمہارا جتھا ہے جو رحمٰن کے مقابل تمہاری بڑھ کر مدد کرے یا تمہاری مدد کے وقت مدد کریں اللہ کی مدد کے خلاف یا تمہیں اللہ کی طرف سے ہونے والے عذاب سے بچانے میں مدد کریں۔ جُنْدٌ سے مراد کفار کے دوست اور حمایتی ہیں اور ایک قول ہے کہ مراد بت ہیں جنہیں کفار پوجتے تھے واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تمہیں اللہ عذاب کرنا چاہے تو کیا تمہارے پاس کوئی لشکر ایسا ہے جو عذابِ الٰہی کے خلاف تمہیں مدد دے سکے

اور اُسے ٹال سکے۔ کفار بتوں کو اپنا محافظ و مددگار جانتے تھے اور انہیں اپنا جتھا سمجھتے تھے۔
اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ؀ کافر نہیں مگر دھوکے میں ۔
ای ما هم فی زعمهم انهم محفوظون من النوائب بحفظ آلهتهم لا بحفظه تعالیٰ فقط وان آلهتهم تحفظهم من بأس الله تعالیٰ الا فی غرور عظیم وضلال فاحش من جهة الشیطان۔
یعنی وہ نہیں ہیں مگر اس زعم (گمان) میں کہ وہ تمام خطرات و مشکلات سے اپنے بتوں (معبودوں) کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں یا رہیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سوا ایسا ہرگز نہ ہوگا اور اگر کفار کا زعم ہے کہ اُن کے بت اور معبود انہیں اللہ کی پکڑ (عذاب سختی) سے بچالیں گے جب تو وہ بالضرور شیطان کی طرف سے بہت بڑے فریب اور ضد در جہ کھلے دھوکے میں (پڑے ہیں) آیت میں ابہام کے بعد تفصیل تھی اور "لکم" میں انداز مخاطبانہ تھا اور آخر میں "ان الکفرون" کہہ کر کلام کا رخ غائبانہ فرما دیا۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ؀	یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے بلکہ وہ سرکش اور نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔
(اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ)	یا کونسا ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر وہ اپنی روزی روک لے۔

ای الله عزوجل شانه۔ (رزقه) بامساك المطر و سائر مبادیه ۔
یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ایسا کون ہے جو تمہیں رزق عطا کرے اگر اللہ تم سے اپنی روزی روک لے یعنی بارش اور دیگر اسباب رزق روک لے یا رزق کی پیدائش یا پیداوار ختم کر دے تو کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے۔
(بَلْ لَّجُّوْا) بلکہ وہ سرکش ۔
ای لم یتأثروا بذلك ولم یذعنوا للحق بل لجوا و تمادوا ، اس تہدید کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ کفار خوب سمجھتے کہ وہ اس صورت میں بے بس اور عاجز و درماندہ ہیں لیکن ان کی سرکشی اور حق سے عناد وعداوت کا یہ انداز ہے کہ وہ اس سے ہرگز کوئی اثر نہیں پکڑتے اور قبول حق کی طرف قطعاً مائل نہیں ہوتے اور سرکشی اور انکار و مخالفت میں مزید بڑھتے جاتے ہیں۔

(فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۞) نفرت میں ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں۔
لی عناد واستکبار وطغیان وشراد عن الحق۔ دشمنی سرکشی غرور اور حق سے نفرت و دوری میں پڑے ہوئے اور بے جا ہٹ پر اڑے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ — تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے
اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی — زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا چلے
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۞ — سیدھی راہ پر۔

عن ابن عباس نزلت فی ابی جهل علیه اللعنة وحمزة رضی الله عنه والمراد العموم کما روی عن ابن عباس ایضاً ومجاهد والضحاك وقال قتادة نزلت مجزة عن حال الکافر والمومن فی الآخرة فالکفار یمشون علی وجوههم والمومنون یمشون علی استقامة وروی انه قیل للنبی صلی الله علیه وسلم کیف یمشی الکافر علی وجهه فقال علیه الصلاة والسلام ان الذی امشاه فی الدنیا علی رجلیه قادر علی ان یمشیه فی الآخرة علی وجهه وعلیه فلا تمثیل وقیل المراد بالمکب الاعمی وبالسوی البصیر وذلك اما من باب الکنایة او من باب المجاز المرسل۔

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوجہل لعین اور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری اور اس سے مراد عام ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ مجاہد وضحاک سے بھی مروی ہے اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ آیت آخرت میں کافر اور مومن کے حال کے بارے میں خبر دینے والی ہے پس کفار آخرت میں اپنے چہروں کے بل چلیں گے اور مومن سیدھی راہ پر یکتہ چلیں گے اور مروی ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آخرت میں کفار منہ کے بل کیونکر چلے گا تو ارشاد فرمایا بے شک جس ذات برحق نے حیات دنیوی میں اُسے پاؤں کے بل چلایا وہ بالکلیہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ اُسے آخرت میں منہ کے بل چلائے تو اس طرح یہ تمثیل نہ ہوگی (جیسا کہ بعض علماء نے اسے تمثیل سے تعبیر کیا ہے) اور کہا گیا "مُکِبّ" سے مراد اندھا اور "سوی" سے مراد دیکھنا (سمجھ کے ساتھ) ہے اور ایسا یا تو کنایہ کے طور پہ ہے یا بطور مجاز مرسل آیا ہے۔ تاہم کلام میں مخاطبین کو استفہام تقریری کے ذریعہ سمجھنے کی رغبت دلائی گئی ہے مُکِبًّا (کباب سے مشتق ہے اور یہ باب افعال سے لازم اور ثلاثی ہے مُکِبًّا سے مراد اوندھا اور بغیر سوچے سمجھے چلتا ہے اور سوی سے مراد عقل و سمجھ سے کام لینا اور اللہ کے رسول کی ہدایت کے موجب چلتا ہے اھدیٰ (زیادہ راہ پر ہونا)

کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کافر بھی ہدائت پر ہے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ کافر میں ہدائت متحقق ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہاں اہدیٰ کا معنی درست وصحیح کے ہیں کہ دونوں چلنے والوں میں کون صحیح ہے ظاہر ہے اوندھا چلنے والا کیونکر ٹھیک و درست ہو سکتا ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھ اور دل بنائے کتنا کم حق مانتے ہو۔

(قُلْ هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ) تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔

پچھلی آیات میں کفار سے خطاب ہوا تھا کہ کفار کا کوئی مددگار نہ ہے انہیں کوئی مدد دے سکتا ہے اور نہ ہی ان کو رزق دے سکتا ہے اگر ان کی روزی روک لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسا کون کر سکتا ہے تو اس آئت میں اس سوال مقدر کا جواب ہے کہ تمھارا ناصر و رزاق معین حقیقی اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب آپ فرمادیں کہ ناصر و معین اور رزاق اللہ ہی ہے۔

(وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ) اور تمھارے لیے بنائے کان۔

السَّمْعَ مصدر ہے اور مفرد ذکر ہوا مطلب یہ ہے کہ آلات علم میں سے ایک سمع بھی ہے جو اس لیے بنایا کہ تم نصیحت کو سنو اور اس پر ایمان لاؤ یا علم سماعی سے نفع اٹھاؤ۔

(وَالْاَبْصَارَ) اور آنکھ

ابصار جمع ہے اور مصدر نہیں ہے یعنی تمھیں بصارت عطا کی ہے کہ آفرینش خلق کا مشاہدہ کرو اور جو دیکھو اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرو۔

(والافـِٕدَة) اور دل۔

ای القلوب ۔یعنی دل ۔

اس لیے کہ غور وفکر کرو اور جو غور وفکر سے ادراک ہو اس کو بروئے کار لاؤ۔ کہ قرآن نصائح سے وہی دل فیض پاتا ہے کہ جو دانا اور فکر کرنے والا ہو غافل اور متکبر نہ ہو۔

(قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○) بہت کم لوگ شکر گزار ہیں

بمعنی نفی ان کان الخطاب للکفرۃ ۔ نفی کے معنوں میں ہے اگر کفار مخاطب ہیں یعنی اللہ نے تمھیں جو آلات علم عطا کیے ہیں تم ان سے کام کیوں نہیں لیتے اور کیوں کفر و شرک میں مبتلا ہوتے ہو

ظاہر ہے اگر وہ علم وادراک سے کام لیتے ، نصیحت کو سنتے تو ہدایت کے قبول سے محروم نہ رہتے جیساکہ پیچھے گزرا کہ وہ خود اعتراف کریں گے لوکنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم بالکل ناشکری کرتے ہو ۔ آلات علم عطا ہی اسی لیے ہوئے ہیں کہ تم ان سے نفع اٹھاؤ تو گویا ایسا نہ کرنا کھلی حق ناشناسی ہے ۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اس کی طرف اٹھائے جاؤ گے ۔

(قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ) تم فرماؤ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ۔

ای خلقکم وکثرکم فیھا لا غیرہ عزوجل ۔ یعنی تمہیں پیدا فرمایا اور اس میں تمہیں پھیلا دیا اور یہ سب صرف اللہ ہی کا کام ہے کسی اور کا نہیں ۔

(وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝) اور اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے ۔

للجزاء لا الی غیرہ سبحانہ وتعالٰی ۔ یعنی قیامت کے روز حساب اور جزا و سزا کے لیے صرف اور صرف حق سبحانہ وتعالٰی کے حضور پیش ہو گے ۔

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو ۔

(وَ یَقُوْلُوْنَ) اور وہ کہتے ہیں ۔

ای الکفار من فرط عتوھم ونفورھم یعنی کفار اپنی انتہائی نفرت و سرکشی کی وجہ سے کہتے ہیں ایک قول ہے کہ بطور استہزاء کہتے ہیں ۔

(مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ) یہ وعدہ کب آئے گا ۔

ای الحشر الموعود ۔ یعنی قیامت جس کا وعدہ کرتے ہو ۔ ایک قول ہے کہ وعدہ سے مراد عذاب ہے ۔

(اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝) اگر تم سچے ہو ۔

ای ان کنتم صدقین فیما تجزونہ من یجیئ الساعۃ والحشر نبینوا وقتہ ۔ یخاطبون بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمومنین ۔ یعنی کفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو خطاب کر کے یوں کہتے ہیں کہ اگر تم واقعی سچے ہو اور جس وعدے کی خبر دیتے ہو تو وہ عذاب یا قیامت کی گھڑی کب آئے گی تو تم اس کا وقت تو بیان کرو ۔

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ — تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

(قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ) تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے۔

ای العلم بوقتہ عزوجل لا یطلع علیہ غیرہ عزوجل کقولہ تعالٰی قل انما علمها عند ربی۔ یعنی قیامت کے وقت کا علم حق سبحانہ وتعالٰی کو ہے اور اس کی ذات کے سوا اس پر کسی کو اس کے وقت معین کی اطلاع نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے تم فرماؤ اس کا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔

(وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝) اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

انذر کم وقوع الموعود لا محالة واما العلم بوقت وقوعہ فلیس من وظائف الانذار۔ یعنی میں تو تمہیں اس عذاب وقیامت کے لامحالہ واقعہ ہونے کی خبر دینے والا یا اس سے خوف دلانے والا ہوں اور جہاں تک قیامت کے واقعہ ہونے کے صحیح، ٹھیک یا معین وقت کا تعلق ہے تو اس کا بتانا فرائض نبوت سے نہیں اور نہ ہی یہ امر میری ضرورت اور ذمہ داری سے ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝ — پھر جب اُسے پاس دیکھیں گے کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور اُن سے فرما دیا جائے گا یہ ہے وہ جو تم مانگتے تھے۔

(فَلَمَّا رَاَوْهُ) پھر جب اُسے دیکھیں گے۔

ای قد اتاهم الموعود فراٰوہ۔ یعنی جب ان کے پاس عذاب موعود آجائے گا تو وہ اسے دیکھ لیں گے مفسرین کی اکثریت کے نزدیک اس سے مراد عذاب آخرت ہے البتہ مجاہد کا قول ہے کہ مراد غزوہ بدر میں کفار کی ہلاکت مراد ہے اور اُن کا یوں فرمانا شاید " زُلْفَةً " کے عام معنی پر مبنی ہے اور اس کی نظیر کلام الٰہی میں فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ اور یہاں امر واقعہ مقدر ہے جب کہ اس کے پہلے فا وارد ہوا ہے جس پر یہ مرتب ہے۔

(زُلْفَةً) پاس۔

ای ذا زلفة وقرب یعنی پاس اور قریب، یا یہ مصدر فاعل ہے ای مزدلفا یعنی اپنے قریب نزدیک، یا یہ ظرفیہ ہے ای راٰوہ فی مکان ذی زلفة یعنی وہ اسے قریبی مقام (جگہ) میں دیکھیں گے۔ اور بعض کے نزدیک الزلفة بمعنی القریب یعنی نزدیک پاس کے ہیں ابن زید

سے اس کی تفسیر بالحاضر ہے یعنی موجود دیکھیں گے۔

(سِیۡٓـَٔتۡ وُجُوۡهُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا) کافروں کے مُنہ بگڑ جائیں گے۔

ساء منظرها رؤيته بأن غشيتها بسببها الكآبة ورهقتها القتر والذلة ۔

اس کا دیکھنا ہی سوء (عذاب، انتہائی ستانے یا دکھ دینے والی) ہوگی کیونکہ یہ عذاب ان پر مسلط ہو جائے گا جس کی وحشت و غم کے باعث انکی صورتیں انتہائی بدنما ہو جائیں گی اور ذلت و رسوائی اور سیاہی ان پر چڑھ جائے گی۔

(وَقِیۡلَ) اور ان سے فرما دیا جائے گا۔

ای توبیخا لهم وتشدیدا العذاب بهم ۔ یعنی اُن سے بطور زجر کے اور ان پر عذاب کی شدت کے لیے فرمایا جائے گا اور جہنم کے داروغے (فرشتے) اُن سے کہیں گے۔

(هٰذَا الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ ۝) یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

ای تطلبونه فی الدنیا وتستعجلونه انکارًا واستهزاء یعنی تم اس کا حیات دنیوی میں مطالبہ کرتے تھے اور اس لیے بطور انکار و تمسخر جلدی و فوری چاہتے تھے۔ تو یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔ اور ایک قول ہے کہ دنیاوی زندگی میں تم اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ کوئی بعث نہیں ہے اور نہ ہی حشر ہوگا اور تم کہتے تھے کہ اگر یہ پروردگار کی طرف سے حق ہے تو آ کیوں نہیں جاتا تو یہ ہے وہ عذاب جس کے لیے تم جلدی چاہتے تھے اور اس کے طلب گار تھے تدعون کا یہ مفہوم اس تقدیر پر ہے کہ یا تو یہ دعا سے مشتق ہے جس کے معنی مانگنے کے ہیں یا پھر یہ الدعوی سے نکلا ہے یعنی تمہارا دعویٰ تھا کہ بعث نہ ہوگا اور نہ ہی حشر ہوگا اور نہ ہی قیامت آئے گی۔

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَکَنِیَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِیَ اَوۡ رَحِمَنَا فَمَنۡ یُّجِیۡرُ الۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝	تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاکت کر دے یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون سا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچا لے گا۔

(قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَکَنِیَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِیَ اَوۡ رَحِمَنَا) تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے۔

(قُلۡ) تم فرماؤ یعنی اے محبوب مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مشرکین و کفار مکہ سے فرماؤ یہ اس لیے فرمایا کہ مشرکین و کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کی موت کی خواہش رکھتے تھے، تو فرمایا ان سے کہہ

دو (أَرَأَيْتُمْ) ای اروتی یعنی مجھے بتاؤ! (إن اهلكنى الله ومن معى) اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے (موت دے دے) (أَوْ رَحِمَنَا) یا ہم پر رحم فرماکر ہمیں موت نہ دے یا ہماری زندگی بڑھادے تو تمہیں اس سے کیا حاصل ہوگا اور یہ خواہش تمہیں عذاب الٰہی سے کیونکر بچا سکے گی۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے اور میرے اصحاب کو موت دے دے تو ہم رحمت الٰہی کی طرف لوٹیں گے اور کملی کامیابی نعیم آخرت میں پائیں گے اور اگر ہم پر رحم فرمائے یعنی ہمیں تم پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے اور تمہاری خواہش کے برعکس تم خود قتل کئے جاؤ تو تمہیں عذاب الٰہی سے کون بچائے گا اس لیے کہ ہمارے ہاتھوں جو کافر مارا جائے گا وہ دنیا و آخرت میں ہلاک ہوا۔

(فَمَنْ يُجِيرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ۝) تو وہ کونسا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچائے گا۔

یعنی تم اپنے کفر و طغیان کی بنا پر ضرور عذاب دیئے جاؤ گے اور تم اس سے ہرگز نہ بچ سکو گے تو تمہیں ہماری موت کی خواہش کا کیا فائدہ ہوگا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ تم فرماؤ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے تو اب جان جاؤ گے کون کھلی گمراہی میں ہے۔

(قُلْ) تم فرماؤ ای لهم جوابا یعنی اُن سے ان کی خواہش جو ہرگز پوری نہ ہوگی کے جواب میں فرماؤ۔

(هُوَ الرَّحْمٰنُ) وہی رحمٰن ہے ای الله الرحمٰن یعنی اللہ ہی رحمٰن ہے یعنی جس ہستی کے تسلط و غلبہ شان و قدرت کے دلائل کا پیچھے ذکر گزرا وہی ہستی رحمٰن ہے یعنی غایت درجہ رحم والا ہے

(اٰمَنَّا بِهٖ) ہم اُس پر ایمان لائے۔

ای فیجیرنا برحمته عزوجل من عذاب الآخرة یعنی ہم رحمٰن پر صدق دل سے ایمان لائے ہیں اور ہم پر اس کی عظمت روشن ہے تاکہ وہ ہمارے ایمان و طاعت پر ہم پر اپنی رحمت فرما کر ہمیں عذاب آخرت سے بچا لے اور ہم تمہاری طرح ہرگز کفر اختیار نہیں کرتے کیونکہ رحمٰن کا انکار موجب عذاب و رسوائی و ہلاکت ہے اور رحمٰن پر ایمان نجات کا ضامن ہے۔

(وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا) اور اسی پر بھروسا کیا۔

ای وعليه توكلنا ونعم الوكيل فنصرنا لاعلى العدا داس لیے کہ ہمارا اسی ہستی (اللہ رحمٰن)

پر ایمان ہے ہمارا اور اُس پر مکمل بھروسا بھی اسی لیے ہے کہ بس وہی بھروسا کے لائق ہے تو ہماری نصرت و مدد انتہائی معتمد ہے ۔ایک قول ہے کہ دنیا و آخرت میں اس کی رحمت ہی پر بھروسا ہے ۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ تو اب جان جاؤ گے کون کھلی گمراہی میں ہے ۔

ای فی الدارین ۔ یعنی دونوں جہانوں میں ۔ کسائی نے "فَسَيَعْلَمُوْنَ" بھی پڑھا ہے یعنی تم یا وہ (منکر) روز قیامت جان لیں گے کہ ہم میں سے یا تم میں سے کون کھلی گمراہی میں تھا ۔ یا بوقت عذاب حق واضح ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہی پر تھا ۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ میں فاء سببیہ ہے ، اور کفار کو خوف دلانے پر تنبیہ ہے ۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا ۔

(قُلْ اَرَءَيْتُمْ) تم فرماؤ بھلا دیکھو ۔

ای اخبرونی ۔ یعنی تم مجھے بتاؤ ۔

(اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا) اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے

أی غائرا ذاهبا فی الارض بالکلیة وعن الکلبی لا تناله الدلاء یعنی سارا پانی زمین کے اندر انتہائی چلا جائے اور کلبی سے مروی ہے کہ اتنی گہرائی پر چلا جائے کہ ڈول (کنوئیں کا بوکا) اس تک نہ پہنچ سکے ۔اور پانی سے مراد "ماء معینا" نہیں ہے یعنی کوئی متعین پانی نہیں ہے یعنی عام بہتا پانی مراد ہے اگرچہ کلبی اور ابن المنذر سے مروی ہے کہ یہ آیت چشمۂ زمزم اور ابن الحضرمی کے کنوئیں کے بارے میں اُتری ۔ غورا مصدر ہے اور اس کے معنی گہرائی میں جانے کے ہیں ۔

(فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝) تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا ۔

ای جار او ظاهر سهل الماخذ لوصول الایدی الیه ۔ مَّعِيْنٍ اسم فاعل ہے یعنی بہتا پانی یا مفعول کے معنی میں ہے عین سے یعنی نگاہ کے سامنے بہتا پانی جو بسہولت مل جائے وعید فی الدنیا خاصة واردف الوعید السابق به تنبیها بالادنی علی الاعلی ۔ کفار کو دنیوی زندگی میں یہ خاص وعید سنائی گئی ہے جو گزشتہ آیات میں سنائی گئی وعید کے ساتھ ردیف (پیوستہ ۔ مل ہوئی ہے) ہے اور اس میں اعلیٰ یعنی رب العزت کو چھوڑ کر ادنیٰ یعنی بتوں کی بندگی پر انتباہ

کہا گیا ہے یعنی جب تمہیں معلوم ہے کہ بت اس امر پر قدرت نہیں رکھتے تو ان کی عبادت کیسی اور انہیں (بتوں کو) قادر برحق کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہو تو کون ہے جو تمہیں پانی مہیا کر سکتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو پھر اُسی پر ایمان اور اُسی کی طاعت لازم ہے اور بندوں کو بسہولت پانی کا میسر ہونا اُسی کی رحمت و مہربانی ہے، تفسیر جلالین میں شیخ جلال الدین محلی نے لکھا ہے کہ سورت کا خاتمہ چونکہ استفہامیہ ہے تو یہ کہنا مستحب ہے اللہ رب العلمین یعنی فرمایا گیا ہے کہ کون ہے جو تمہیں بہتا پانی لا دے تو کہا جائے اللہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

الحمد للہ آج سورۃ الملک کی تفسیر مکمل ہوئی

۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء

سورۃ القلم مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع۔ باون آیتیں تین سو کلمات اور ایک ہزار دو سو چھپن حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

با محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ القلم پ ۲۹

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝
قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝
تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝
اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝
اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝
تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لوگے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝
کہ تم میں کون مجنون تھا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝
بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝
تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝
وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝
اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝
بہت طعنے دینے والا بہت ادھر ادھر کی لگاتا پھرنے والا۔

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝
بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار۔

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝
درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝
اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝
قریب ہے کہ ہم اسکی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دینگے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝
بیشک ہم نے انہیں جانچا جیسا اس باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝
اور ان شاء اللہ نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝
اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے تھے۔

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝
تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝
پھر انہوں نے صبح ہوتے ایکدوسرے کو پکارا۔

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝
کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝
تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝
کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝
اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝
پھر جب اسے دیکھا بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے ہیں۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝
بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝
ان میں جو سب سے غنیمت تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝
بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بیشک ہم ظالم تھے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝
اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتا متوجہ ہوا

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝
بولے ہائے خرابی ہماری بیشک ہم سرکش تھے

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝
امید ہے ہمیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ — مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ القلم پ ۲۹

نٓ ۔ | وَ ۔ قسم ہے | القلم ۔ قلم کی | و ۔ اور
ما ۔ جو وہ | یسطرون ۔ لکھتے ہیں | ما ۔ نہیں | انت ۔ تو
بنعمۃ ۔ فضل | ربک ۔ اپنے رب کے ساتھ | بمجنون ۔ دیوانہ | و ۔ اور
ان ۔ بیشک | لک ۔ تیرے لیے | لاجرا ۔ یقیناً اجر ہے | غیر ۔ نہ
ممنون ۔ ختم ہونے والا | و ۔ اور | انک ۔ بیشک تو | لعلی ۔ اوپر
خلق ۔ خلق | عظیم ۔ بڑے کے ہے | فستبصر ۔ جلدی دیکھے گا تو | و ۔ اور
یبصرون ۔ وہ بھی دیکھیں گے | بایکم ۔ کہ کونسا تم میں سے | المفتون ۔ دیوانہ تھا | ان ۔ بیشک
ربک ۔ تیرا رب | ھو ۔ وہ | اعلم ۔ خوب جانتا ہے | بمن ۔ اس کو جو
ضل ۔ بہکا | عن سبیلہ ۔ اس کی راہ سے | و ۔ اور
ھو ۔ وہ | اعلم ۔ خوب جانتا ہے | بالمھتدین ۔ ہدایت پانے والوں کو
فلا ۔ تو نہ | تطع ۔ کہا مان | المکذبین ۔ جھٹلانے والوں کا | ودوا ۔ وہ چاہتے ہیں
لو ۔ کاش | تدھن ۔ تو نرمی کرے تو | فیدھنون ۔ وہ بھی نرمی کریں | و ۔ اور
لا ۔ نہ | تطع ۔ کہا مان | کل ۔ ہر ایک | حلاف ۔ قسمیں کھانے والے
مھین ۔ ذلیل | ھماز ۔ طعنہ دینے والے کا | مشاء ۔ چلنے والے | بنمیم ۔ ساتھ چغلی کے
مناع ۔ منع کرنے والا | للخیر ۔ نیکی سے | معتد ۔ حد سے بڑھنے والا | اثیم ۔ گنہگار
عتل ۔ بدخو کا | بعد ۔ بعد | ذلک ۔ اس کے | زنیم ۔ حرامزادہ
ان ۔ یہ کہ | کان ۔ تھا | ذا ۔ صاحب والا | مال ۔ مال
و ۔ اور | بنین ۔ بیٹوں والا | اذا ۔ جب | تتلی ۔ پڑھی جاتی ہیں
علیہ ۔ اس پر | ایتنا ۔ ہماری آیتیں | قال ۔ کہتا ہے | اساطیر ۔ کہانیاں ہیں
الاولین ۔ پہلوں کی | سنسمہ ۔ جلدی داغ دیں گے ہم اسکو | علی ۔ اوپر
الخرطوم ۔ سور جیسی تھوتھنی کے | انا ۔ بیشک ہم نے | بلونھم ۔ انکو آزمایا | کما ۔ جیسا کہ

بلونا۔ آزمایا تھا ہم نے　اصحب الجنت۔ باغ والوں کو　اذ۔ جبکہ
اقسموا۔ قسمیں کھائیں انہوں نے　لیصرمنہا۔ کہ ضرور کاٹیں گے اس کو　مصبحین۔ صبح ہوتے
و۔ اور　لا۔ نہ　یستثنون۔ انشاء اللہ کہتے　فطاف۔ تو پھر گیا
علیہا۔ اس پر　طائف۔ ایک پھرنے والا　من ربک۔ تیرے رب کی طرف سے
و۔ اور　ھم۔ وہ　نائمون۔ سوئے ہوئے تھے　فاصبحت۔ تو ہو گیا
کالصریم۔ کٹے کھیت کی طرح　فتنادوا۔ تو پکارا انہوں نے آپس میں　مصبحین۔ صبح ہوتے　ان۔ یہ کہ
اغدوا۔ سویرے چلو　علی۔ اوپر　حرثکم۔ اپنی کھیتی کے　ان۔ اگر
کنتم۔ ہو تم　صارمین۔ کاٹنے والے　فانطلقوا۔ تو چلے وہ　و۔ اور
ھم۔ وہ　یتخافتون۔ آہستہ آہستہ بولتے تھے　ان۔ یہ کہ
لا۔ نہ　یدخلنہا۔ داخل ہو باغ میں　الیوم۔ آج　علیکم۔ تم پر
مسکین۔ کوئی مسکین　و۔ اور　غدوا۔ صبح گئے　علی۔ اوپر
حرد۔ ارادے کے　قادرین۔ قدرت سمجھتے　فلما۔ تو جب　راوہا۔ دیکھا
ھا۔ اسکو　قالوا۔ بولے　انا۔ ہم　لضالون۔ رستہ بھول گئے ہیں
بل۔ بلکہ　نحن۔ ہم　محرومون۔ محروم ہو گئے　قال۔ کہا
اوسطھم۔ انکے بہتر نے　ا۔ کیا　لم۔ نہیں　اقل۔ کہا تھا میں نے
لکم۔ تم سے　لولا۔ کیوں نہیں　تسبحون۔ تسبیح کہتے تم　قالوا۔ بولے
سبحن۔ پاک ہے　ربنا۔ رب ہمارا　انا۔ بیشک　کنا۔ ہم ہی تھے
ظلمین۔ ظالم　فاقبل۔ تو متوجہ ہوا　بعضھم۔ بعض انکا　علی۔ اوپر
بعض۔ بعض کے　یتلاومون۔ ملامت کرتے ہوئے　قالوا۔ بولے
یویلنا۔ ہائے افسوس　انا۔ بیشک　کنا۔ ہم ہی تھے　طغین۔ سرکش
عسی۔ قریب ہے　ربنا۔ رب ہمارا　ان۔ یہ کہ　یبدلنا۔ بدل دے ہمکو
خیرا۔ بہتر　منہا۔ اس سے　انا۔ بیشک ہم　الی۔ طرف
ربنا۔ اپنے رب کی　راغبون۔ رغبت لاتے ہیں　کذلک۔ اسی طرح ہے　العذاب۔ عذاب
و۔ اور　لعذاب۔ یقیناً عذاب　الاخرۃ۔ آخرت کا　اکبر۔ بہت بڑا ہے
لو۔ کاش　کانوا۔ وہ ہوتے　یعلمون۔ جانتے۔

سورۃ القلم

سورت القلم مکیہ ہے اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ النون بھی ہے۔ یہ قرآن حکیم کی اُن سورتوں میں سے ہیں جو مکہ میں شروع میں اتریں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اقرا باسم ربک الذی خلق (سورۃ العلق) نازل ہوئی پھر یہ سورت (سورت القلم) پھر سورۃ المزمل پھر سورت المدثر اُتری۔ بحر میں ہے کہ یہ سورہ مبارکہ بدون اختلاف کے بالکلیہ مکی ہے اور اتقان میں ہے کہ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ سے اِلٰی یَعْلَمُوْنَ تک اور فَاصْبِرْ سے لِحُکْمِ رَبِّکَ سے الصّٰلِحِیْنَ تک کی آیات مدنی ہیں۔ اس کی آیات کی تعداد باون ۵۲ ہے۔ سورۃ الملک کا اختتام وعید پر ہوا جو کفار کو سنائی گئی کہ اگر اللہ صبح دم بہتا ہوا پانی زمین میں دھنسا دے تو کون ہے جو تمھیں پانی لا دے اور اس سورت کا آغاز بھی اسی تناظر میں ہے اور کفار مکہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہلاکت کے آرزو مند تھے اور اسی دھن میں آپ کو مجنون وغیرہ کہہ کر حقائق سے قصداً اغماض کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری کر رہے تھے تو ابتداً ان کے ان بے ہودہ اقوال کا رد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اقدس کی تسلی کی گئی ہے ھو اعلم بالمھتدین فلا تطع المکذبین کہہ کر آپ کو فرمایا گیا ہے کہ ان کی بے ہودگیوں پر رنجیدہ نہ ہوں اور باغ والوں کی تمثیل بیان کی گئی ہے جو راتوں رات سیاہ راکھ کی مانند ہو گیا۔

سیوطی کہتے ہیں کہ اس میں اسی وعید کا تکرار ہے کہ اے اہل مکہ جس طرح باغ والے راتوں رات برباد ہو گئے تو تم غلط فہمی میں نہ رہو کہ ہم تم پر بھی اسی طرح ہی بربادی مسلط کرنے پر قادر ہیں اور ہم پر یہ امر خوب آسان ہے کہ بھیل اجرام کثیفہ تھے اور پانی لطیف اور اُس کا دھنسا دینا زیادہ سہل ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ القلم پ ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ٥ قلم اور ان کے لکھنے کی قسم۔

نٓ یہ حروف مقطعات سے ہے، نون کے معنی مچھلی کے ہیں قرآن حکیم میں حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنون بھی فرمایا گیا ہے جس کے معنی ہیں مچھلی والے صاحب، بعض کا قول ہے کہ اس سے

مراد وہ مچھلی ہے جو زمین کو اٹھائے ہوئے ہے اور اس مچھلی کا نام بَہَمُوت ہے اور حدیث میں ہے جسے
الضیاء نے مختار میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن عباس سے روایت کیا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے نٓ (مچھلی) کو پیدا فرمایا تو اس پر زمین کو پھیلایا تو مچھلی مضطرب ہو گئی تو زمین کھچ گئی
(دراز ہو گئی یا لرزنے لگی) تو اللہ نے اُسے پہاڑوں سے ثابت و قائم فرمایا پھر ابن عباس نے یہی آیت
پڑھی۔ مجاہد، ابن عباس سے بھی، حسن قتادہ اور ضحاک سے مروی ہے انہ اسم الدواۃ بیشک
یہ دوات کا نام ہے البتہ زمخشری نے اس کا انکار کیا ہے کہ لغت میں نون کے معنی دوات کے ہیں یا یوں
کہا جاتا ہو۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ احتمال ہے کہ بعض عرب کی لغت میں نون بمعنی دوات ہو یا عجمی لفظ ہو
جو عربوں میں رواج پا گیا ہو۔ بعض علماء نے نٓ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ اللہ کریم کے اسم جلیل رحمٰن کا آخری
لفظ ہے کیونکہ بعض سورتوں کے پہلے الٓرا، حٰمٓ بھی آیا ہے معاویہ بن قرۃ سے مرفوعاً روایت
ہے کہ نٓ تختی (لوح) ہے نور سے اور قلم نور کا قلم ہے اور امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ ان جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے واللہ اعلم۔

(وَالْقَلَمِ) قلم کی قسم

وقسمیہ ہے اور اظہار عظمت کے لیے ہے القلم یالذی خط فی اللوح المحفوظ
ماھو کائن الی یوم القیامۃ۔ قلم سے مراد وہی قلم ہے جس سے لوحِ محفوظ میں جو کچھ کہ قیامت
تک ہونے والا ہے لکھا گیا اور بعض نے قلم کی تفسیر ان نگہبان فرشتوں کے لکھنے والوں قلم سے کی ہے اور
اس پر ال عہدی ہے، بعض کا قول ہے کہ القلم سے مُراد عام قلم ہیں جس کے فوائد بکثرت ہیں۔
بغوی کا قول ہے کہ وہ قلم جو کاتب تقدیر تھا نور کا تھا اور اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے
کے برابر تھی۔

(مَا يَسْطُرُوْنَ ۝) اور ان کے لکھنے کی قسم

ای یکتبون اما للقلم مرادا بہ قلم اللوح وعبر عنہ بضمیر الجمع تعظیماله
یعنی وہ جھکتی ہیں اس کی قسم، اگر قلم سے قلم لوح (تقدیریں لکھنے والا قلم) مراد ہے
اور وہ قلم تو ایک ہی ہے لہٰذا لکھنے والوں سے مراد وہی ہو گا اور جمع کی ضمیر بطور تعظیم تعبیر کی جائے گی۔ اور بعض
نے کہا کہ عام قلم مراد ہیں تو لکھنے والے مراد ہوں گے کہ ضمیر جمع کی راجع ہے بعض نے کہا کہ محاورۃً لکھنے والوں
کو اہلِ قلم کہتے ہیں اور جیسے کہا جاتا ہے کہ اُس کے قلم نے موتی بکھیرے حالانکہ قلم ایسا نہیں کرتا بلکہ اُس
سے مراد اہلِ قلم ہی ہوتا ہے لہٰذا اس سے مراد یا تو کراماً کاتبین ہیں یا اہلِ علم مراد ہیں جو دینی و دنیوی علوم

لکھتے ہیں۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝

والمراد تنزیهه صلی الله علیه وسلم عما کانوا ینسبونه الیه صلی الله علیه وسلم من الجنون حسداً وعداوة ومکابرة لحاصل الکلام انت منزہ عما یقولون۔ اور اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی وطہارت ہے جنون سے جو کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اور عداوت (دشمنی) اور مخالفت کی وجہ سے منسوب کرتے تھے، تو حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کفار جو کچھ بکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے بری اور پاک ہیں۔ بغوی سے منقول ہے کہ کفار کے اس مقولہ یا ایها الذی نزل علیه الذکر انك لمجنون (اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا بلاشبہ وہ تو دیوانہ ہے) کے رد میں نازل ہوئی نعمت سے مراد نبوت و رسالت عقل و حکمت، اخلاق جلیلہ، فہم و علم، شرافت و طہارت علی وجہ الکمال ہے غرضیکہ اللہ کا لطف و کرم آپ پر بدرجہ غائت ہے اور جملہ کمالات جلیلہ جس قدر ممکن ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے ہیں۔ نعمت رب کی موجودگی کے ساتھ جنون کی مؤکد بالقسم نفی دلالت کر رہی ہے کہ ایسی عظمت و شان والے رسول کو مجنون وہی کہے گا انتہائی جاہل، بے ہودہ اور معمولی عقل و فہم سے بھی کورا ہوگا۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے

(وَاِنَّ لَكَ) اور ضرور تمہارے لیے۔

بمقابلة مقاساتك الوان الشدائد من جهتهم وتحملك اعباء الرسالة۔ آپ کے دکھ برداشت کرنے اور وہ مصائب جو آپ نے جھیلے اور احکام رسالت کے سلسلہ میں بربادی اور صبر کا مظاہرہ کرنے کے بدلے میں۔

(لَاَجْرًا) ثواب۔

لثوابا عظیما لا یقادر قدره۔ یعنی بہت بڑا ثواب جس کی عظمت و برکت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

(غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝) بے انتہا

ای مقطوع مع عظمه او غیر ممنون علیك من جهة الناس فانه عطاؤه تعالی بلا واسطة او من جهته تعالی لانك حبیب الله تعالی وهو عزوجل اکرم الاکرمین اجابهم یعنی اپنی عظمت و شان کے ساتھ نہ ختم ہونے والا اجر یا لوگوں کی جہت سے بغیر احسان منند

ہوئے آپ کو بے انتہا ثواب کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ عطا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف سے آپ
کے لیے غیر منقطع اجر کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب مکرم ہیں اور اللہ پاک سب سے بڑھ کر
غایت درجہ لطف و کرم فرمانے والا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے

لا يدرك شأوه احد من الخلق ولذلك تحمل من جهتهم مالا يحتمله
أمثالك من أولي العزم مخلوق میں کسی ایک کی ہمت اس شان تک نہ پہنچی اور اسی لیے آپ
مخلوق کی جہت (جانب) سے ان کی ایسی تکلیف دہ باتوں کی برداشت فرما لیتے اور آپ کی طرح
اولوالعزم حضرات سے ان کا تحمل اس شان سے نہ ہوا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ ابو نعیم نے
حلیہ میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راہ خدا میں جس طرح مجھے
دکھ پہنچایا گیا اس طرح کسی کو دکھ نہ دیا گیا۔ مسلم، ابو داؤد، دارمی، ابن ماجہ، نسائی اور امام احمد نے سعد
بن ہشام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کے بارے میں پوچھا تو ام المومنین نے فرمایا ألست
تقرأ القرآن کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا جی پڑھتا ہوں تو ام المومنین نے فرمایا فان
خلق نبي الله كان القرآن بے شک اللہ کے نبی کے اخلاق قرآن ہی تو ہے اور ایک روایت میں
ہے كان خلقه القرآن قرآن آپ کے اخلاق کا بیان ہے۔ کشف میں ہے اس آیت سے روشن
ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق الٰہیہ کے ساتھ متخلق تھے یعنی اخلاق الٰہیہ کا مظہر اتم واکمل تھے
اور اس میں کفار پر تعریض ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بربنائے جہالت و عداوت مجنون کہتے تھے
کہ ایسی عظمت اخلاق کا مالک اور محاسن جلیلہ اور خصائل حمیدہ کی منتہی رفعتوں کے اوپر فائز ہستی کو مجنون وہی
کہہ سکتا ہے جو غایت درجہ احمق و کودن ہو صاحب تفسیر مظہری عارف باللہ قاضی ثناء اللہ اس مقام پر
نقل فرماتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اونٹنی یا گدھی پر سوار ہوئیں تو گدھی
نے تین مرتبہ سوئے کعبہ سجدہ کیا اور بزبان فصیح بولی کہ میری پشت پر افضل الانبیاء و سید المرسلین حبیب
کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں غرضیکہ گدھی نے اعتراف عظمت کیا حالانکہ گدھا علامت بے وقوفی سمجھا
جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار گدھے سے زیادہ بے وقوف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون
کہتے تھے۔ امام احمد کی مسند اور موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ انما بعثت لاتمم مکارم
الاخلاق میں اسی لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کر دوں یعنی عروج کمال تک پہنچا دوں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر حسین و جمیل، سب سے زیادہ صاحب جود و عطا اور شجاع ترین تھے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائیل کے جواب میں "لا" (نہیں) کبھی نہ فرمایا ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(اعلیٰحضرت فاضل بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گوئی سے پاک اور بناوٹی ڈھو فحش الفاظ نکالنے سے مبراء تھے اور نہ ہی بازاروں میں چیختے چلاتے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کرتے عفو و درگزر سے کام لیتے اور نہ ہی آپ نے راہ خدا کے سوا کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا یا سزا دی۔ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لیے بدلہ و انتقام نہ لیا۔ حضرت انس سے ترمذی میں شمائیل کے سلسلہ میں مروی ہے کہ دیبا و حریر (ریشمی و سلک شئے) غرضیکہ کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم و نازک، گداز اور خوشبودار نہ تھی اور آپ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار کسی مشک و عطر کو نہ پایا۔ حق تو یہ ہے کہ اخلاق جلیلہ کے بیان کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔

اور علامہ بوصیری نے کیا خوب کہا ہے:

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

اور حسّان رضی اللہ عنہ کا آفاقی شعر (نعت) ہے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدُ النِّسَاءُ

سعدی علیہ رحمۃ نے کیا خوب کہا:

بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِهٖ　　كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ　　صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

سعدی کا حَسُنَتْ کہنا فَعُلَ کے وزن پر ہے اور فَعُلَ کی خصوصیت رفعت اہل علم سے مخفی نہیں۔ اعلیٰحضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوب منقبت کی ؎

سُبْحَانَ اللّٰہُ مَا اَجْمَلَكَ　　مَا اَحْسَنَكَ　　مَا اَكْمَلَكَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا — گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا — تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
لم یات نظیرک فی نظر — مثل تو نہ شد پیدا جاناں

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ — تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون مجنون تھا۔

(فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝) تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

والمراد فستعلم ويعلمون ذلك يوم القيامة حين يتبين الحق من الباطل وروي ذلك عن ابن عباس وقيل فستبصر ويبصرون في الدنيا بظهور عاقبة الامر بغلبة الاسلام واستيلائك عليهم بالقتل والنهب وصيرورتك مهيبا معظما في قلوب العالمين وكونهم اذلة صاغرين ويشمل هذا ما كان يوم بدر وعن مقاتل ان ذلك وعيد بعذاب يوم بدر۔

اور مراد یہ ہے کہ تم بھی جان جاؤ گے (خطاب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) حرف تعقیب کے لیے جب کہ سین یا تو مستقبل قریب پر دلالت کرتا ہے یا پھر قطعیت کے لیے ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ تحقیق کے لیے ہے۔ اور وہ (کفار) بھی اس حقیقت کو روز قیامت جان لیں گے جب حق باطل سے ممتاز و روشن ہو جائے گا اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ قول ہے کہ تم بھی اور وہ (کفار) بھی دنیا میں دیکھ لیں گے جب انجام کار اسلام کے غلبہ کا ظہور ہوگا اور آپ کی طرف سے قتل اور حصول غنیمت کے ساتھ ان کی ذلت و رسوائی ہوگی اور آپ کے مرتبہ کا اظہار جہانوں کے دلوں میں ہیبت و عظمت کے ساتھ ہوگا اور کفار ذلت و پستی اور رسوائی کے ساتھ دوچار ہوں گے اور اس میں بدر کے دن کا ذلت کی رسوائی بھی شامل ہے۔ اور مقاتل سے مروی ہے کہ اس میں یوم بدر کے عذاب کے ساتھ وعید سنائی گئی ہے۔

(بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝) کہ تم میں کون مجنون تھا۔

اى المجنون كما اخرجه ابن جرير عن ابن عباس وابن المنذر عن ابن جبير وعبد بن حميد عن مجاهد واطلق على المجنون لانه فتن اى محن بالجنون وقيل لان العرب يزعمون ان الجنون من تخبيل الجن وهم الفتان للفتاك منهم

والباء مزیدۃ۔

یعنی مجنون جیسا کہ ابن جریر نے ابن جبیر سے اور عبد بن حمید نے مجاہد سے نقل کیا ہے اور مجنوں پر ہی اطلاق کیا ہے کہ وہ مجنون ہے یعنی دیوانگی کے ساتھ تکلیف ہے اور کہتے ہیں کہ اہل عرب کا خیال تھا کہ جنون (دیوانگی) جن کے اثر سے ذہنی توازن کھو نا ہے تو کفار نے آپ کے لیے جن کے اثر سے فریفتہ یا دیوانہ ہونے کا وہم (گمان) کیا۔ اور "بایکم" میں با مزید ہے، المفتون اسم مصدر ہے جیسے المعقول اور المجلود یعنی جنون یعنی المفتون مصدر ہے مفعول کے وزن پر اور با ءزائد ملابست کے لیے ایک قول یہ ہے کہ المفتون اسم مفعول بمعنی مجنون خبر ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے بای الفریقین منکم المجنون یعنی تم دونوں فریقوں میں کون مجنون تھا أبفریق المؤمنین أم بفریق الکافرین یعنی مومنوں کے گروہ کو یا کافروں کے گروہ کو جنون تھا ای فی أیهما یوجد من یستحق هذا الاسم وهو تعریض بأبي جهل والولید بن المغیرۃ واضرابهما یعنی دونوں میں سے مجنون کے اسم کا کون مستحق تھا اور اس میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور ان کے ہمنواؤں ساتھیوں پر تعریض ہے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ کفار ہی مجنون ہیں اور جب ان پر عذاب نازل ہوگا ان پر حقیقت مجنون کھل جائے گی وہ آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حقیقت میں مجنون کون تھا کفار آپ کو ساحر شاعر اور کاہن بھی کہتے تھے اور مجنون بھی اور یہ باہم سب ضدیں ہیں کیا دیوانہ شاعر یا کاہن ہوتا ہے پھر وہ (کفار) کو دعویٰ عقل کا بھی تھا اور یہ سب الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خود دیوانے تھے اور عناد سے ایسا کہتے تھے حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حسن و خوبی عقل بصیرت، صدق و امانت، شجاعت و عدالت اور فصاحت و بلاغت، نطق و کلام میں آپ کی مثل کوئی نہیں پھر مجنون کہنا کھلی کور چشمی تھی اور کافر سرکشی میں اندھے ہو چکے تھے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ — بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

(إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ) بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکے۔

ای هو سبحانه اعلم بمن ضل عن سبیله المؤدی الی سعادۃ الدارین وهام فی تیه الضلال متوجها الی ما یقتضیه من الشقاوۃ الابدیة ومزید النکال وهذا هو المجنون الذی لا یفرق بین النفع والضر بل یحسب الضر نفعا فیؤثره والنفع ضرار

فیهجره وهو عزوجل اعلم بالمهتدین الی سبیله الفائزین بکل مطلوب الناجین من کل محذور وهم العقلاء المراجیع فیجزی کلا من الفریقین بحسب ما یستحقه من العقاب والثواب۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون بھٹکنے والا ہے اس کی راہ سے جو دونوں جہانوں کی نیک بختی پر مددگار ہے اور اُسے بھی جو گمراہی کے صحرا میں تشنہ لب ہے اور اس طرف متوجہ ہے جس کا متقی ابدی محرومی ہے اور عذاب کی زیادتی ہے اور اسی لیے مجنوں تو دراصل وہ ہے جو نفع ونقصان کے درمیان میں امتیاز نہیں کرتا بلکہ نقصان کے حساب سے نفع اٹھاتا ہے جو اُسے متاثر کرتا ہے اور نفع کے حساب سے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ اُسے ترک کر دیتا ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ ان راہ پانے والوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر ان تمام باتوں کے ساتھ فائز ہونے والے ہیں جو ہر خطرے سے انہیں نجات دلانے والی ہیں اور یہی لوگ عقلمند ہیں اور اصحابِ فوقیت ہیں یعنی قابلِ ترجیح ہیں تو حق سبحانہ وتعالیٰ دونوں فریقوں کو ان کے حسب حال عذاب وسزا اور ثواب وجزا جس کے وہ مستحق ہوں گے بدلہ دے گا۔ اور کشاف میں ہے" بے شک تیرا پروردگار مجانین (دیوانوں) کو خوب جانتا ہے کہ درحقیقت کون دیوانہ ہے دراصل دیوانہ وہی ہے جو راہِ حق سے بھٹک جائے اور اللہ کو خوب معلوم کہ سمجھ دار (اہلِ عقل) کون ہیں اور وہی ہدایت پانیوالے ہیں۔

(وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝) اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے۔

وهو اعلم بالعقلاء وهم المهتدون۔ اور اللہ کو خوب علم ہے کہ عقلمند (عقلِ سلیم) کون ہیں اور یہی لوگ جن کی عقل سلیم اور صحیح سمت دکھانے والی ہے ہدایت حاصل کرنے والے یا مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝ تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا

فاء سببیہ ہے یعنی جب واضح ہو چکا کہ کفار ومشرکین اور دینِ حق کے جھٹلانے والے راہ سے بھٹکے ہوئے یعنی گمراہ ہیں تو اب ان کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حقیقت کی خبر دے کر بطور نہی ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔ ای دم علی ما انت علیه من عدم طاعتهم وتصلب فی ذلك یعنی آپ کفار کی اطاعت بہانہ لانے اور مخالفت کو خاطر میں نہ لائیں اور آپ جس راہ پر ہیں اُس پر سخت ڈٹے رہیں۔ اور اُن سے نرمی نہ فرمائیں اور نہ ہی ان کی بات مانیں۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ۝ وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

(وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ) وہ چاہتے ہیں کاش تم کسی طور نرمی کرو۔

"ادھان" دھن سے مشتق ہے جس کے معنی نرمی یا ڈھیل کے ہیں اور "لو" تمنائی ہے یعنی کفار کی آرزو خواہش یہ ہے کاش تم نرمی کرو اور گزشتہ آیت میں جو نہی ہے اس کی یہ علت بیان کی گئی ہے۔ ای احبوا لو تلاینھم وتسامحھم فی بعض الامور یعنی انہیں اس امر کی خواہش ہے کہ آپ کسی طور ان سے نرمی کریں اور بعض امور میں ان کی مخالفت ترک کر دیں یا بعض دینی معاملات میں ان کی رعایت فرمائیں اور اس آرزو میں اگر وہ پوری ہو تو وہ بھی نرمی کا مظاہرہ کریں۔

(فَيُدْهِنُوْنَ) تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

فائے تعقیبی ہے جس کا مطلب ہے کہ اگر ان کی نرمی کی آرزو بر آئے تو وہ بھی نرمی کریں اور مخالفت میں شدت کو کم کریں ای فھم یدھنون حینئذ او فھم الآن یدھنون طمعا فی ادھانک۔ یعنی تو وہ اس وقت نرمی کریں گے یا وہ اب نرمی کرتے ہیں اس طمع میں آپ بھی نرمی کریں۔ اس آیت سے مسئلہ واضح ہے کہ امور دین میں نرمی کرنا سخت حرام و ممنوع ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ○ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○	اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل بہت طعنے دینے والا بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گناہ گار درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا، اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل۔

کثیر الحلف فی الحق والباطل یعنی سچی اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھانے میں بہت دلیر ہے حلاف سے مراد بکثرت جھوٹی قسمیں کھانے والا ہے اور ان کثرۃ الحلف مذمومۃ ولو فی الحق۔ اور کثرۃ الحلف انتہائی مذموم ہے اگرچہ سچی بات میں بھی ہو۔ مجاہد کے نزدیک اس (حلاف) سے مراد اسود بن یغوث اور عطاء کے نزدیک اخنس بن شریق اور قتادہ کے نزدیک ولید مغیرہ ہے۔ کُلّ حلاف کے معنی یہ ہوں گے ہر ایسا جو بکثرت قسمیں کھانے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسوں کی بات سننے سے منع فرمایا گیا ہے۔

واضح مفہوم یہ ہے کہ کسی حلاف کی بات پر کان نہ لگائیں۔ کل افرادی ہے اور نہی عمومی پر مؤکد ہے مَھین ای حقیر الرأی والتدبیر یعنی رائے اور تدبیر میں بودا یا کم عقل ابن المنذر اور عبد بن حمید نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ مھین کا مطلب ہے المکثار من القبیح۔ مھین سے مراد گھٹیا (کمینہ یا ذلیل) ہے جو بکثرت خباثتوں (برے کاموں) کا مرتکب ہو، مھانت بمعنی حقارت ہے اور مھین فعیل کے وزن پر ہے جس کے معنی کمینہ خصلت کے ہیں ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے "انہٗ الکذاب" مھین سے مراد بڑا جھوٹا ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ○ بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

(هَمَّازٍ) بہت طعنے دینے والا ای عیاب طعان قال ابوحیان هو من الهمز واصله فی اللغة الضرب طعنا بالید او بالعصا ونحوها ثم استعیر للذی ینال بلسانه قال منذر بن سعید وبعینه واشارته۔ یعنی بہت زیادہ عیب نکالنے والا، چغل خور یا بہت طعن کرنے والا (عیب لگانے والا) ابوحیان کا قول ہے کہ هَمَّاز هُمَزَ سے مبالغہ ہے بروزن فعال اور لغت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھ کیساتھ (ہاتھ چلاکر) عیب لگانے والا یا لاٹھی کے ساتھ اور اسی طرح کے چلن کے ساتھ چغلی کھانے والے پھر اس کے ساتھ اس شخص کے لیے اشارے کرنے والا جسے زبان سے عیب لگائے، منذر بن سعید کا قول ہے آنکھ اور اشارے سے لوگوں کے عیب بتانے والا۔

مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ○ بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا

نقال للحدیث من قوم الی قوم علی وجه الافساد بینهم فان النمیم والنمیمة مصدران بمعنی السعایة والافساد۔ ایک قوم سے دوسری قوم تک باتیں پہنچانے والا صرف اس خیال سے کہ ان کے درمیان فساد ہو النمیم اور النمیمة دونوں مصدر ہیں جس کے معنی چغل خوری اور شرانگیزی کے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ النمیم نمیمة کی جمع ہے یرید ان به الجنس جس سے بے تکلف ہونا مراد ہے واصل النمیمة الهمس والحرکة الخفیفة اور نمیمہ کی اصل همس ہے چپکے چپکے باتیں کرنا اور کانا باتی کرنا۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ بہت ادھر کی لگاتا پھرنے والا جس کا مقصد صرف فساد و شرانگیزی ہو۔

(مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ) بھلائی سے بڑا روکنے والا۔

ای بخیل ممسك من منع معروفة منه اذا امسكة فاللام للتقوية والخير على ماقيل

المال او مناع الناس الخير وهو الاسلام۔ یعنی کنجوس جب اس کو بھلائی سے روکا جاتے تو نیکی کا حکم کرنے سے روکنے والا یا رکاوٹ بننے والا اور الخیر پر لام زائد تقویت کے لیے ہے اور خیر سے مراد مال ہے جیسا کہ ذکر گزرا یا لوگوں کو بھلائی سے روکنے والا اور بھلائی سے مراد دین اسلام ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایسا بخیل ہے نہ خود خرچ کرے نہ بھلائی کی خاطر خرچ کرنے دے اور لوگوں کو دین حق کے قبول سے روکے۔ ولید بن مغیرہ اپنے اعزاء کو قبول اسلام سے یہ کہہ کر روکتا تھا کہ اگر ان میں سے کسی نے اسلام قبول کیا تو وہ اس کے مال سے محروم رہے گا۔ غرضیکہ وہ ہر بھلائی سے شدید ترین روکنے والا تھا۔

(مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝) حد سے بڑھنے والا گناہ گار

(مُعْتَدٍ) مجاوز فی الظلم ظلم وسرکشی میں حدود پھلانگنے والا (اَثِیْمٍ) کثیر الآثام وھی الافعال البطئۃ عن الثواب والمراد بھا المعاصی والذنوب۔ بہت زیادہ گناہوں کا مرتکب بدکار اور یہ بدکاریاں افعال ہیں جو حصول ثواب سے ٹال مٹول کروانے والی ہیں یا ثواب کے کاموں میں سستی اور ٹال مٹول کرنے والا۔ اوران سے مراد گھناؤنے دھندے برائیاں اور گناہ ہیں۔

(عُتُلٍّ) درشت خو

قال ابن عباس الشدید الفاتك وقال الكلبی الشدید الخصومة بالباطل وقال معمر وقتادة الفاحش اللئیم وقیل ھو الذی یعتل الناس ای یجرھم الی حبس اوعذاب بعنف وغلظة۔ ابن عباس کا قول ہے کہ عُتُلٍّ کا معنی ہے بہت زیادہ جلد باز یا بے دھڑک یا دھڑلے سے قتل کرنے والا یا غفلت میں پکڑ کر دھڑلے سے مار ڈالنے والا، کلبی کا قول ہے بے بنیاد سخت دشمنی رکھنے والا یعنی خواہ مخواہ کا کینہ پرور اور معمر اور قتادہ کا قول ہے کہ بدزبان بکر کمینہ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں سے بدمزاجی سے پیش آتے یعنی انہیں روک کر یا قید کرکے یا گھیر کے گھسیٹنے والا یا تنگ مزاج اور بدخصلت۔ قاموس میں ہے کہ عتل کا معنی ہے بسیار خور (بہت کھانے والا پیٹو) یا مغرور۔

(بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝) اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(بَعْدَ ذٰلِكَ) ای المذکور من مثالبه وقبائحه وبعد ھنا كثم الدالة علی التفاوت الرتبی فتدل علی ان مابعدہا اعظم فی القباحة۔ یعنی یہ شخص (ولید بن مغیرہ) اوپر مذکورہ بری باتوں اور خباثتوں کے ساتھ ساتھ ولد الزنا بھی ہے جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے جس

سے اس کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے بعد ذلک کا تعلق زنیم سے ہے اور یہ کے معنی میں آیا ہے۔

(زَنِیْمٍ) دعی ملصق بقوم لیس منھم کما قال ابن عباس والمراد به ولد الزنا۔
اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی قوم سے ملحق ہو (انہیں ملا ہوا ہو) حالانکہ اس قوم سے نہ ہو جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے اور اس سے مراد ہے حرامی، عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے ؎

زنیم لیس یعرف من ابوہ

بغی الام ذو حسب لئیم

زنیم وہ ہوتا ہے جس کی شناخت نہ ہو کہ اُس کا باپ کون ہے اور اس کی ماں جو حسب والی ہو کر کمینگی کے ساتھ بغاوت کرے۔ بیضاوی نے کہا کہ زنیم زَنَمَتی الشاۃ سے ماخوذ ہے جب بکری کے کان اور تھن اگر لٹکے ہوئے ہوں تو کہا جاتا ہے زنمتی الشاہ۔ ولید بن مغیرہ کے باپ نے جب ولید کی عمر اٹھارہ برس ہوئی تو اُسے بیٹا تسلیم کیا۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی شر انگیزی سے معروف ہو جس طرح کان و تھن لٹکی ہوئی بکری پہچانی جاتی ہے بعض نے کہا زنیم سے مراد اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنی زہرہ سے شمار ہوتا تھا جب کہ وہ ان میں سے نہ تھا بعض نے کہا اس سے مراد اسود بن عبد یغوث یا ابوجہل لعین ہے۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اس پر کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔

بتقدیر لام التعلیل وھو متعلق بقولہ سبحانہ لا تطع ای لا تطع من ھذا لان کان متمولا متقویا بالبنین۔ لام تعلیل کی تقدیر پر جو اَنْ پر محذوف ہے اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول سے کہ تم کہنا نہ مان لینا اس کا اس وجہ سے کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے، حمزہ کی قرائت میں ہمزہ استفہام آیا ہے یعنی "أَ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ" اور یہ استفہام انکاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم اس کا کہا اس لیے مان لو گے کہ وہ مال دار اور بیٹوں والا ہے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ — جب اس پر ہماری آتیں پڑھی جائیں
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ — کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

(اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا) جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں۔
ای القرآن یعنی جب تلاوت قرآن حکیم ہو۔

(قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ٥) کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں قاموس میں ہے کہ اساطیر سے مراد فرضی قصے، اور بے تکی باتیں ہیں یعنی جب قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے جھوٹے قصے کہانیاں ہیں یعنی یہ جملہ بھی اُس کے جھوٹے ہونے سے متعلق ہے اور اس سے مراد یہ بھی ہے انہ بطر نعمۃ اللہ تعالیٰ کہ اُس نے اللہ کی نعمتوں یعنی مال اور اولاد کے ساتھ بجائے شکر گزاری کے غرور کیا اور ناشکری میں کلام الٰہی سن کر یوں کہتا ہے جو اس کے جھوٹ پر مصرح ہے کیونکہ پیچھے گزرا فلا تطع المکذبین۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ٥ قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

(سَنَسِمُهٗ) قریب ہے کہ ہم داغ دیں گے سنجعل له سمۃ د علامۃ یعنی بہت جلد ہم اس کے لیے اس کی بد باطنی اور خباثت کی علامت ولشانی اس کے چہرے پر ظاہر کریں گے۔

(عَلَى الْخُرْطُوْمِ ٥) اس سوّر کی سی تھوتھنی پر۔

ای علی الانف یعنی اس کی ناک پر۔ و فی لفظ الخرطوم استھانہ لانہ لا یستعمل الا فی الفیل والخنزیر فضی التعبیر عن الانف بھذا الاسم ترشیم لما دل علیہ الوسم علی العضو المخصوص من الاذلال والمراد سنھنیہ فی الدنیا و نذلہ غایۃ الاذلال وکون الوعید المذکور فی الدنیا ھو المروی عن قتادۃ۔ اور لفظ خرطوم میں غائت درجہ تذلیل ہے کیونکہ خرطوم کا لفظ ہاتھی کی سونڈ اور خنزیر کی تھوتھنی پر بولا جاتا ہے تاہم اس سے مراد ناک ہے جو اس نشان ذلت سے داغی جائے گی اور اس کے خاص عضو (ناک) پر نشان تذلیل سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ غائت درجہ رسوائی پر دلالت کرے گا۔ اور اس سے مُراد یہ ہے کہ ہم جلد ہی اُسے دنیا میں رُسوا کریں گے اور ہم اس انتہائی ذلت سے دوچار کریں گے جیساکہ قتادہ سے مروی ہے کہ یہ وعید مذکور دنیا میں پوری ہو چکی اس کی ناک پر ذلیل ہو گئی اور ایک قول ہے کہ بدر کے روز اس کی ناک کٹ گئی لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ بدر سے پہلے مر چکا تھا ابن عباس کا قول ہے ایسا فرمانے سے مراد ہے کہ ہم اس کی ناک میں نکیل ڈالیں گے لیکن روز بدر ایسا ابو جہل لعین کے ساتھ ہوا اور عبداللہ بن مسعود نے اس کے ناک میں نکیل ڈال کر اُسے گھسیٹا۔ مجاہد کا قول ہے کہ قیامت کے روز اس کا منہ کالا ہو جائے گا اور اس سے یہی مُراد ہے یعنی دخول جہنم سے قبل لوگ اُسے اس علامت سے پہچان لیں گے اور خرطوم کے ذکر سے مُراد مجازی طور پر چہرہ ہے

میں کہتا ہوں کہ اس تشبیہ (چہرے کو یا ناک کو خرطوم) کہنے میں اس کے ناک بلند کرنے یا چڑھانے یا اس کے متکبرانہ انداز کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس متکبر کے چہرے کو خاص ذلت کی سیاہی سے نشان زدہ کریں گے کہ اس کی شناخت ہو جائے گی۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝	بے شک ہم نے انہیں جانچا جیسا اُس باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔ اور ان شاء اللہ نہ کہا۔

(اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ) بے شک ہم نے انہیں جانچا۔

ای أصبنا اهل مكة ببلية وهي القحط بدعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اشدد وطاتك على مضر واجعلها عليهم سنين كسني يوسف۔ یعنی ہم نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے جو آپ نے فرمائی بلا و آزمائش سے دوچار کیا اور وہ قحط کی دعا کی کہ اے پروردگار قبائیل مضر پر اپنی مضبوط گرفت فرما اور عہد یوسف علیہ السلام جیسی قحط سالی میں انہیں مبتلا فرما (اس لیے کہ ان کے غرور تکبر کا زور ٹوٹے اور یہ ہموار ہوں) چنانچہ وہ ایسی قحط سالی کی مصیبت میں ڈالے گئے کہ بھوک کی شدت میں مُردار اور ہڈیاں تک چٹ کر گئے۔

(كَمَا بَلَوْنَا) جیسا ہم نے جانچا

ای مثل ما بلونا یعنی اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے (باغ والوں کو) جانچا کاف محل نصب میں صفت مصدر مقدر ہے اور مصدریہ ہے وقیل بمعنی الذی ای کالبلاء الذی اور کہا گیا "الذی" (جو) کے معنی میں آیا ہے یعنی اس آزمائش کی طرح جو باغ والوں پر گزری۔

الف لام عہدی ہے جس سے مراد خاص باغ ہے المعروف خبرها عندهم یعنی اس باغ کی بھلائی ان کے نزدیک مشہور و معلوم تھی یہ باغ سرزمین یمن کے شہر صنعاء کے قرب میں تھا جو ایک مرد صالح کی ملکیت تھا جو اس کی پیداوار سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا تھا (راہ خدا میں مسکینوں کو دیتا تھا) تو وہ مرد صالح فوت ہو گیا تو وہ اس کے بیٹوں کا ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو باغ کی بھلائی سے روک دیا اور اللہ کے حق کو جو اس میں سے ادا ہوتا تھا ادا کرنے میں بخل کیا۔ جیسا کہ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ یہ باغ ارض یمن میں صنعاء کے شہر سے چھ فرسخ کے فاصلے پر تھا اور اس باغ کو "صوران" کہتے تھے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ باغ یمن میں صنعاء سے دو فرسخ کے

سلہ پر سرراہ واقع تھا اور اس کا نام "صروان" تھا اس باغ کا مالک ایک مرد صالح تھا۔ جو باغ کے کثرت سے فقراء کو دیتا تھا جب باغ میں جاتا فقراء کو بھی بلا لیتا تھا تمام گرے پڑے میوے فقراء لیتے اور باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے جب پھل اور میوے توڑے چننے جاتے تو جتنے میوے بستروں پر یا فرش پر گرتے وہ بھی فقراء کا حصہ ہوتا اس پر مزید یہ کرتا اپنے خالص حصے سے دسواں حصہ نکال کر فقراء کو اور دے دیتا اور کھیتی کٹتے وقت جو پودے درانتی سے بچ جاتے وہ بھی مسکینوں کو دیتا اور جو حصہ ادھر ادھر منتشر ہو جاتا وہ بھی مساکین کے لیے ہوتا اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے تین بیٹے اس باغ کے وارث ہوئے انہوں نے باہم طے کیا کہ کنبہ زیادہ ہے اور مال کم ہے لہٰذا ہم باپ کا طریقہ جاری نہیں رکھ سکتے کیونکہ جب مال زیادہ اور خاندان چھوٹا تھا اب ہم ایسا نہیں کر سکتے اور نہ کرنے کی باہم قسمیں کھالیں۔

(اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ٥) جب انہوں نے قسم کھالی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے۔

(اِذْ اَقْسَمُوْا) معمول لبلونا یہ بلونا کا معمول ہے یعنی جب اس مرد صالح کے وارث تینوں نے باہم قسم کھالی کہ ہم باپ کا طریقہ جاری نہ رکھیں گے یعنی مساکین و فقراء کو باغ کے میووں سے کچھ نہ دیں گے۔

(لَیَصْرِمُنَّهَا)

یقطعن من ثمارها بعد استوائها تاہم پھلوں کے پکنے پر انہیں کاٹ لیں / توڑ لیں گے۔

(مُصْبِحِیْنَ)

داخلین فی الصباح یعنی علی الصبح باغ میں داخل ہوں گے تاکہ فقراء اور مسکینوں کو اطلاع ہی نہ ہو۔ یا انہیں پتہ لگنے سے قبل ہی میوے چن لیں گے۔

(وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ ٥) اور ان شاء اللہ نہ کہا

یہ علیحدہ جملہ مستانفہ ہے اور لَیَصْرِمُنَّهَا پر عطف ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے "ولا یستثنون حصة المساکین کما کان یخرج ابوهم" اور وہ مسکینوں کا حصہ الگ نہیں کر رہے تھے جیسا کہ ان کا باپ مساکین حصہ کا نکالا کرتا تھا اور یہ کہ وہ صبح تڑکے ہی پھل توڑنے کی قسمیں کھا کر سو گئے۔ دوسرا قول یہ ہے ای وَلَا یقولون ان شاء اللہ تعالیٰ

یعنی انہوں نے انشاء اللہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ○ — تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے رہ گئے۔

(فَطَافَ عَلَيْهَا) تو پھیرا کر گیا اس پر۔
أي اهاط نازلاً على الجنة یعنی باغ پر ایک بگولا (آگ کا چکر) نازل ہوا۔
(طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ) تیرے پروردگار کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا
ای بلاء محیط یعنی گھیراؤ لینے والی بلا قتادہ کا قول ہے ای عذاب یعنی پروردگار کی طرف سے عذاب۔ فراء سے مروی ہے کہ طائف کی تخصیص کا مطلب ہے بامر الذی یأتی باللیل اس امر کے ساتھ جو رات کو ہوتا ہے ابن جریج کا قول ہے عنقا من نار خرج من وادی جنتهم ایک آگ کی مصیبت ہے جو جنتہم کی وادی (جہنم) سے نکلی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک بلائے آگ (بصورت بگولا) اتری اور باغ کو اجاڑ گئی۔
(وَهُمْ نَائِمُونَ ○) اور وہ سوتے رہ گئے۔

المراد وهم غافلون غفلة تامة عما جرت به المقادیر مُراد اس سے یہ ہے کہ وہ اس سے جو تقدیر سے ظاہر ہونے والا تھا اس کی طرف سے مکمل غفلت میں پڑے بےخبر سوتے رہے۔ البتہ سیاق کلام اور جہت الحاق سے معنی یہ ہوں انا ھا لیلا کما روی عن قتادہ کہ یہ بلائے آگ راتوں رات نازل ہوگئی جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے۔

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ○ تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔

"صریم" فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے کالبستان الذی صرمت ثمارہ بحیث لم یبق فیها شئ یعنی وہ اس باغ کی طرح ہو گیا جس کے میوے پھل توڑ (چن) لئے گئے ہوں گویا اس میں کوئی پھل باقی نہ رہا ہو۔ ابن عباس کا قول ہے "کالرماد الاسود وهو بهذا المعنی لغة خزیمة وعنه ایضا الصریم رملة بالیمن معروفة لا تنبت شیئا کہ سیاہ راکھ کی طرح ہو گیا اور ایسا معنی بنو خزیمہ کے لغت کے اعتبار سے ہے۔ اور ان ہی سے یہ بھی منقول ہے صریم سے مراد یمن کی وہ معروف ریتلی زمین ہے جس میں کچھ نہیں اگتا۔ منذر، فراء اور ایک جماعت کا قول ہے الصریم اللیل والمراد أصبحت محترقة تشبه اللیل فی السواد صریم سے مراد رات ہے اور مراد یہ ہے کہ باغ جل کر رات کے مشابہ سیاہ

ہو گیا۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ أَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝

پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا۔ کہ تڑکے اپنی کھیتی کو چلو اگر تمہیں کاٹنی ہے۔ تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں آنے نہ پائے۔ اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا

(فَتَنَادَوْا) نادی بعضھم بعضا اُن میں سے بعض نے بعض کو پکارا

(مُصْبِحِيْنَ ۝) لقسمھم السابق یعنی جیسا کہ اُن کے قسمیں کھانے کے بارے میں گزارہ اپنے طے شدہ فیصلہ کے مطابق صبح ہوتے ہی اُٹھ کر باہم ایک دوسرے کو آواز دی۔

(أَنِ اغْدُوْا) کہ تڑکے

ای اخرجوا علی ان یعنی اپنے کھیتی پر پہنچنے کے لیے نکلو اَنِ اغْدُوْا بمعنی اُخْرُجُوْا (نکلو) ہے۔

(عَلٰى حَرْثِكُمْ) اپنی کھیتی پر

ای بساتینکم یعنی تم اپنے باغ پر (پہنچنے کے لیے نکلو)۔

(إِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝) اگر تمہیں کاٹنی ہے۔

ای قاصدین للصرم وقطع الثمار فاغدوا وقیل یحتمل ان یکون المراد ان کنتم اھل عزم واقدام علی رایکم یعنی اگر تم کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے رچننے کا پکا ارادہ رکھتے ہو تو تڑکے تڑکے کھیتی پر پہنچ جاؤ اور کہا گیا ہے کہ اس امر کا احتمال ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ ہو اگر تم پختہ ارادہ رکھتے ہو اور اپنی رائے کے مطابق واقعی عمل کرنا چاہتے ہو تو کھیتی پر صبح ہوتے ہی پہنچ جاؤ۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے۔

ای یتشاورون فیما بینھم بطریق المخافتہ یعنی اس کے بارے میں (اپنے فیصلہ یا باغ کی فصل کے بارے میں) باہم خفیہ انداز میں (چپکے چپکے) مشورہ کرتے تھے۔ خفی بمعنی الکتم ہے یعنی

چھپا کر بات کرتے تھے۔ خفت اور خفد کے معنی بھی یہی ہیں۔

اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ۝ کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمھارے باغ میں نہ آنے پائے۔

(اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ۝) ای الجنۃ یعنی باغ میں آج تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہو لا یدخلن میں نہی مؤکد بنون ثقیلہ ہے جو مبالغہ پر دلالت کر رہی ہے کہ آج کسی مسکین کو باغ میں ہرگز داخل نہ ہونے دینا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا ایسا کہنا بتقدیر قول تھا اور اس میں عامل یتخافتون ہے یعنی وہ لوگ جب چلے تو باہم آہستہ آہستہ کہتے تھے کہ آج ہم باغ میں اپنے پاس کسی بھی مسکین کو داخل نہ ہونے دیں گے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ۝ اور تڑکے چلے اپنے اس ارادہ پر قدرت سمجھتے۔

ای منع کما قال ابو عبید وغیرہ من قولھم حاردت الابل اذا قلت البانھا وحاردت السنۃ قل مطرھا وخیرھا۔ یعنی مسکینوں کو روکنے کے ارادہ کے ارادہ پر قدرت سمجھتے جیسا کہ ابو عبید اور اس کے علاوہ کا قول ہے اور حرد کا معنی میں ان کا قول ہے کہ اونٹنی کا دودھ جب کم ہو جائے تو کہتے حاردت الابل اور یونہی جس سال میں بارش اور اس کی برکت کم ہو تو کہتے ہیں حاردت السنۃ اور علی (حرف جار) قول الٰہی قٰدِرِیْنَ سے متعلق ہے اور حصر کے لیے مقدم اور فواصل کی رعائت کے لیے آیا ہے ای و غدوا قادرین علی منع لا غیر والمعنی انھم عزموا علی منع المساکین وطلبوا حرمانھم وتکدھم وھم قادرون علی نفعھم فغدوا بحال لا یقدرون فیھا الا علی المنع والحرمان وذلک انھم طلبوا حرمان المساکین فتعجلوا الحرمان یعنی وہ تڑکے چلے صرف مساکین کو ہی روکنے کی قدرت سمجھتے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مساکین کو روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان کی محرومی اور بربادی (سختی کے برتاؤ کے ساتھ تکلیف دینا) چاہی اور (یہ جانا) کہ وہ اس باغ سے اپنے نفع پر قدرت رکھتے ہیں

ایک قول ہے کہ حرد کے معنی غیظ و غضب کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان لوگوں کی رائے میں انہیں اپنے باغ اور اس کے ثمرات پر قدرت حاصل تھی اور وہ اسی قدرت کے ارادہ پر صبح دم چل نکلے۔ ازہری کا قول ہے "حرد" ان کی بستی کا نام تھا اور سُدی کا قول ہے کہ ان کے باغ کا نام تھا اور آلوسی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس

سے مُراد ایسا نہیں ہے۔ اور ایک قول ہے کہ حرد سے مراد الانفراد الگ کر دینا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حرد عن قومہ اذا تنحی عنھم۔ اپنی قوم سے علیٰحدہ ہو گیا جب اُن سے کسی کام سے الگ ہو گیا یا ایک طرف ہو گیا تو اس تقدیر پر معنی یوں کہ وہ لوگ اپنی کھیتی یا اپنے باغ کے لیے مساکین سے علیٰحدہ ہو کر نکل پڑے کہ مسکینوں میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ ہو یہ قدرت سمجھتے کہ وہ اُسے کاٹ لیں گے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ پھر جب اُسے دیکھا بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے۔ بلکہ ہم بےنصیب ہوئے۔

(فَلَمَّا رَاَوْهَا) پھر جب اُسے دیکھا۔

اول ما وقع نظرھم علیھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس پر جب نظر ڈالی یعنی انہوں نے دیکھا کہ باغ کو بگولے کی آگ نے برباد کر دیا تھا اور اس میں میوہ و پھل وغیرہ کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔

(قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ○) بولے بے شک ہم راستہ بہک گئے۔

طریق جنتنا وماھی بھا قالہ قتادہ قیل لضالون عن الصواب فی غدونا علی نیۃ منع المساکین ولیس بذالک۔ وہ گویا ہوئے کہ ہم اپنے باغ کا راستہ بھول گئے ہیں اور وہ یعنی ہمارا باغ یہاں نہ تھا یا یہ ہمارا باغ نہیں یہ قول قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوا ہے ہم اس باغ کے منافع سے مساکین کو نہ دینے کی نیت کر کے جو چل پڑے تھے تو ہم سیدھی راہ سے بہک گئے تھے یعنی ہم نے مساکین کا حصہ روک کر خطا کی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب انہوں نے باغ کو برباد دیکھا تو کہنے لگے یہ ہمارا باغ نہیں ہے اور ہم راستہ بھول گئے ہیں لیکن جب اس باغ کو غور سے دیکھ کر پہچان لیا کہ ہمارا ہی باغ ہے تو کہنے لگے کہ ہم نے باپ دادا کے نیک طریقے کو چھوڑا اور مساکین کا حصہ روک کر سخت خطا کے مرتکب ہوئے۔

(بل نحن محرومون ○) بلکہ ہم بےنصیب ہوئے۔

قالوہ بعد ما تأملوا ووقفوا علی حقیقۃ الامر مضربین عن قولھم الاول ای لسنا ضالین بل نحن محرومون حرمنا خیرھا بجنایتنا علی انفسنا۔ انہوں نے ایسا جب کہا جب انہوں نے غور کیا اور حقیقت نفس الامری سے واقف ہوئے جیسا کہ ان کے پہلے قول (انا لضالون) سے واضح ہے کہ ہم راستہ ہی نہیں بھولے یا بہکے بلکہ ہم اس باغ کی بھلائی سے محض اس لیے محروم ہو گئے ہیں کہ ہم نے اپنی جانوں کو مساکین کے جرم سے یا محض اپنے نفوس کے لیے پھل چننے کے ارادے کے (گناہ) جرم کے مرتکب ہوئے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ — اُن میں جو سب سے زیادہ سمجھدار تھا بولا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔
لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝

(قَالَ اَوْسَطُهُمْ) ان میں جو سب سے غنیمت تھا۔
ای احسنهم وارجحهم عقلا ورأیا او اوسطهم سنا یعنی اُن تینوں بھائیوں میں سے جو سب سے زیادہ اچھا (عُمدہ یا خوشرو) اور اُن میں عقل ورائے میں بڑھ کر (سمجھدار) تھا یا عمر کے لحاظ سے متوسط عمر کا تھا، اس شخص نے کہا۔

(اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝) کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

ای لولا تذکرون الله تعالیٰ وتتوبون الیه من خبث نیتکم وقد کان قال لهم حین عزموا علی ذلک اذکروا الله تعالیٰ وتوبوا الیه عن هذه نیة الخبیثة من فورکم وسارعوا الی حسم شرها قبل حلول النقمة فعصوه فعیرهم ویدل علی هذا المعنی۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں یاد کرتے اور اپنی نیت کی خرابی سے اس کی جناب میں توبہ کیوں نہیں کرتے اور بلاشبہ اُس نے (اوسطهم) نے انہیں اس وقت کہا تھا جب وہ اس امر (مساکین کو محروم کرنے) کا پکا ارادہ کر رہے تھے کہ تم لوگ اللہ کو یاد کرو اور اس خبیث نیت سے اس کے حضور اسی وقت فوراً توبہ کرو اور اُس ارادۂ بد کے جڑ سے کاٹ دینے والی برائی کے ازالے کے لیے اللہ کی طرف خلوص سے دوڑو (کوشش کرو) اس سے پہلے کہ انتقام دسزا کا وقت آپہنچے تو ان لوگوں (دوسرے بھائیوں) نے اس کی بات نہ مانی تو اس نے انہیں شرم دلائی اور یہ اسی معنی پر دلالت کرتا ہے، اَلَمْ میں استفہام تقریری ہے اور ایک قول ہے کہ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے، ابوصالح کا قول ہے کہ وہ لوگ انشاء اللہ کہنے کی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کہتے تھے اور تسبحون کا مطلب یہی ہے ایک قول ہے کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کا شکر۔ اُس نے تمھیں یہ باغ بطور نعمت عطا کیا۔ اور مساکین کو کیوں روکتے ہو ایک قول ہے کہ تسبیح بمعنی استغفار ہے کہ تم اس امر سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور بخشش کیوں نہیں مانگتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ — بولے پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہم ظالم تھے۔

لان التسبیح ذکر الله تعالیٰ وانا کنا الخ ندامة واعتراف بالذنب فهو توبة کیونکہ تسبیح اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہے اور انا کنا ظلمین کا کہنا ندامت (خطا پر شرمندگی کا اظہار)۔

اور گناہ کا اعتراف ہے تو یہی توبہ ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّنَا کہنے میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی پاکی کا اقرار اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذات باری ظلم سے پاک ہے اور یہ کہنا کہ انا کنا ظلمین اعتراف حقیقت ہے جو واضح طور پر توبہ ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ اب ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتا متوجہ ہوا۔

یلوم بعضھم بعضاً ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کیونکہ اُن میں سے کوئی وہ تھا جس طرح کہ گزرا کہ اس نے امر کا اشارہ کیا تھا اور انہی میں سے کوئی تھا جس نے اس کی تصدیق و فیصلہ کیا اور انہی میں سے کوئی تھا جو اس امر پر راضی چپکا رہا تھا اور انہی میں سے کوئی تھا جس نے اس امر سے منع کیا تھا۔ یَتَلَاوَمُوْنَ اَقْبَلَ کے فاعل اور مفعول سے حال ہے جس کا مطلب کہ وہ سب اسی حال میں ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ یعنی سبھی نے اعتراف خطا اور حد سے تجاوز کا اقرار کیا۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ بولے ہائے خرابی ہماری بے شک ہم سرکش تھے۔

ای متجاوزین حدود اللہ۔ یعنی ہم نے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور اس کی نعمت کا شکریہ نہ ادا کیا اور اپنے بزرگوں کے نیک طریقہ کو اپنے نفوس کے طمع کی خاطر چھوڑا اور مساکین کو خواہ مخواہ محروم کرنے کا مشورہ کیا اور اپنے اس ارادۂ بد پر قدرت سمجھی لہٰذا ہم پر افسوس ہے کہ سرکشی کا اظہار ہماری جانب سے ہوا۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ اُمید ہے کہیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے تھے۔

(عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا) اُمید ہے کہیں ہمارا رب اس سے بہتر بدل دے۔

ای یُعطینا بدلا منھا ببرکۃ التوبۃ والاعتراف بالخطیئۃ۔ یعنی قریب ہے کہ ہمیں اللہ توبہ کی برکت اور ہمارے گناہ کے اعتراف پر اس کا بہتر بدل (عوض) عطا فرمائے (ای من تلک الجنتہ) یعنی اس باغ سے بہتر باغ عطا فرمائے۔

(اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝) ہم اپنے رب کی طرف رغبت لاتے ہیں۔

(اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا) لا الی غیرہ سبحانہٗ یعنی صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں "اِلیٰ"
انتہائے رجوع پر دلالت کر رہا ہے۔
(راغِبُوْنَ) راجعون العفو طالبون الخیر والی لانتہاء الرغبۃ اولتضمنہا معنی الرجوع
وعن مجاھد انھم تابوا فابدلوا خیراً منہا وروی انھم تعاقدوا وقالوا ان
ابدلنا اللّٰہُ تعالٰی خیر منہا لنصنعن کما صنع ابونا فدعوا اللہ عزوجل وتضرعوا
الیہ سُبحانہٗ فابدلھم اللہ تعالیٰ من لیلتھم ماھو خیر منہا وقال ابن مسعود
بلغنی ان القوم دعوا اللہ تعالیٰ واَخلصوا وعلم اللہ تعالیٰ منھم الصدق فابدلھم
بھا جنۃ یقال لھا الحیوان فیھا عنب یحمل علی البغل منہا عنقود۔ ہم درگزر (معافی)
کی اُمید رکھتے ہیں اور بھلائی مانگتے ہیں اور حرف جار اِلیٰ منتہائے رغبت کے لیے ہے یا رجوع کے
معنی پر متضمن ہے اور مجاہد سے مروی ہے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے توبہ کی تو اُس باغ کے بدلے میں
اس سے بہتر باغ دیئے گئے اور روایت کیا گیا ہے کہ بلاشبہ انہوں نے عہد باندھا اور کہا کہ
اگر اللہ تعالیٰ نے اس باغ سے بہتر ہمیں بدل عطا فرمایا تو بالضرور ہم اُسی طریق کو اپنائیں گے جس طرح کہ
ہمارا باپ کرتا تھا۔ تو انہوں نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دُعا کی اور اس کی جناب میں گریہ وزاری کی تو
اللہ تعالیٰ نے انہیں بہتر عطا فرمایا اُس سے جو ان کے لیے سوختہ ہوگیا تھا اور ابن مسعود کا فرمانا ہے
کہ مجھے خبر پہنچی کہ ایک قوم نے اللہ سے دعا مانگی اور اخلاص کا اظہار کیا اور اللہ نے اُن سے
دعا کی سچائی جانچ لی تو انہیں اس کے بدلے میں بہتر باغ عطا فرمایا جسے "الحیوٰن" کہتے تھے اُس
میں انگوروں کے ایک خوشے کو خچر پر لادا جاتا تھا۔ ابو خالد یمانی کا قول ہے کہ میں نے وہ باغ
دیکھا اور اس میں ہر خوشہ کھڑے حبشی مرد کی طرح تھا۔ ابو حیان کا کہنا ہے کہ یہ لوگ بے شک مومنین
تھے کہ اُن سے نافرمانی (گناہ) سرزد ہوا اور انہوں نے توبہ کی اور بعض سے حکایتاً منقول ہے کہ وہ
اہلِ کتاب میں سے تھے تستری کا قول کہ ان لوگوں کا کہنا بہت عظمت والی بات ہے کہ اُنہوں نے
توبہ کی اور مخلص رہے اور جس نے ان کے مومن ہونے میں توقف کیا اور کہا مجھے معلوم نہیں کہ ان
کا یہ قول" انا الی ربنا راغبون" ایمان پر دلالت کرتا ہے یا ایک حد پر تھا کہ وہ مشرکوں میں سے
نہ تھے جب انہیں بلا پہنچی۔ اور قتادہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اہلِ جنت سے تھے یا اہلِ دوزخ سے
تو آپ نے سائل سے کہا بلاشبہ تو نے مجھے جھنجھوڑ کر تکلیف پہنچائی۔
كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ   مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت

الآخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

(کَذٰلِکَ الْعَذَابُ) مار ایسی ہوتی ہے۔

ای مثل ذلک العذاب الذی بلونا به اهل مکة من الجدب الشدید واصحاب الجنة مما نقص عذاب الدنیا۔

یعنی جیسا عذاب ہم نے اہلِ مکہ پر شدید قحط کی صورت میں اور باغ والوں پر اتارا ایسا ہی نافشکروں پر دنیا میں آتا ہے۔

(وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ) اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی

ای اعظم واشد یعنی کفر و سرکشی، معصیت اور ناشکر گزاری کا عذاب دنیا کے عذاب سے کہیں شدید بڑا ہے اور ایسا ہے کہ زائل ہونے یا ٹل جانے والا ہے ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اہلِ مکہ کو ہوش کے ناخن لینا چاہیئے۔

(لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝) کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

ای لو کان من اهل العلم لعلموا انه اکبر ولاخذ وامنه حذرهم یعنی اگر وہ اہلِ علم میں سے (جاننے والے) ہوتے تو بالضرور جانتے کہ بے شک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور اس سے بچنے کا خوف اُن سے دور نہ ہوتا اور وہ اس بچنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے اور معصیت و سرکشی کی راہ اختیار نہ کرتے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ القلم پ ۲۹

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝	بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں۔
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ ۝	کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں۔
مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ۝	تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔
اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝	کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے اس میں پڑھتے ہو۔
اِنَّ لَکُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ۝	کہ تمہارے لیے ہے اس میں جو تم پسند کرو۔
اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ	یا تمہارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝

پہنچتی ہوئی کہ تمہیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝

تم ان سے پوچھو ان میں کونسا اس کا ضامن ہے

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں اگر سچے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝

نیچی نگاہیں کیے ہوئے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۚ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝

یا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝

یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝

تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝

اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب کے خاص سزاواروں میں کر لیا۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ؕ	اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بد نظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں۔
وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ؒ	اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ القلم پ ٢٩

ان۔ بیشک	للمتقین۔ پرہیزگاروں کیلئے عند۔ پاس		ربہم۔ انکے رب کے
جنت۔ باغ ہیں	النعیم۔ نعمتوں والے	افنجعل۔ کیا ہم کر دینگے	المسلمین۔ مسلمانوں کو
کالمجرمین۔ مجرموں کی طرح ما۔ کیا ہے		لکم۔ تم کو	کیف۔ کیسے
تحکمون۔ فیصلے کرتے ہو ام۔ کیا		لکم۔ تمہارے پاس	کتب۔ کتاب ہے کہ
فیہ۔ اس میں	تدرسون۔ پڑھتے ہو	ان۔ بیشک	لکم۔ تمہارے لیے
فیہ۔ اس میں	لما۔ جو	تخیرون۔ تم پسند کرو	ام۔ کیا
لکم۔ تمہارے لیے	ایمان۔ قسمیں ہیں	علینا۔ ہم پر	بالغۃ۔ پہنچنے والی
الی۔ طرف	یوم۔ دن	القیمۃ۔ قیامت کے	ان۔ بیشک
لکم۔ تمہارے لیے ہے	لما۔ جو	تحکمون۔ تم فیصلہ کرو	سلہم۔ پوچھ ان سے
ایہم۔ کونسا انکا	بذلک۔ اس کا	زعیم۔ ذمہ دار ہے	ام۔ کیا
لہم۔ ان کے	شرکاء۔ شریک ہیں	فلیاتوا۔ پس لے آئیں	بشرکائہم۔ اپنے شریکوں کو
ان۔ اگر	کانوا۔ ہیں وہ	صدقین۔ سچے	یوم۔ جس دن
یکشف۔ کھولا جائیگا	عن ساق۔ پنڈلی کو	و۔ اور	یدعون۔ بلائے جائینگے
الی۔ طرف	السجود۔ سجدے کی	فلا۔ تو نہ	یستطیعون۔ طاقت رکھیں گے
خاشعۃ۔ نیچی ہونگی	ابصار۔ آنکھیں	ہم۔ ان کی	ترھقہم۔ ڈھانپے گی انکو
ذلۃ۔ ذلت	و۔ اور	قد۔ بیشک	کانوا۔ تھے وہ
یدعون۔ بلائے جاتے الی۔ طرف		السجود۔ سجدے کی	و۔ اور
ہم۔ وہ	سالمون۔ تندرست تھے فذر۔ تو چھوڑ		نی۔ مجھ کو

و ۔ اور	من ۔ اسکو جو	یکذب ۔ جھٹلاتا ہے	بھذا ۔ اس
الحدیث ۔ بات کو	سنستدرجھم ۔ جلدی کھینچیں گے ہم ان کو		من حیث ۔ جہاں سے
لا ۔ نہیں	یعلمون ۔ جانتے	و ۔ اور	املی ۔ میں ڈھیل دیتا ہوں
لھم ۔ ان کو	ان ۔ بیشک	کیدی ۔ میری تدبیر	متین ۔ مضبوط ہے
ام ۔ کیا	تسئلھم ۔ مانگتا ہے تو ان سے	اجرا ۔ مزدوری	فھم ۔ تو وہ
من مغرم ۔ تاوان سے	مثقلون ۔ بوجھل ہیں	ام ۔ کیا	عند ۔ پاس
ھم ۔ ان کے	الغیب ۔ غیب ہے	فھم ۔ کہ وہ	یکتبون ۔ لکھتے ہیں
فاصبر ۔ تو صبر کر	لحکم ۔ واسطے حکم	ربک ۔ اپنے رب کے	و ۔ اور
لا ۔ نہ	تکن ۔ ہو تو	کصاحب الحوت ۔ مچھلی والے کی طرح	
اذ ۔ جب	نادی ۔ پکارا اس نے	و ۔ اور	ھو ۔ وہ
مکظوم ۔ غمگین تھا	لو ۔ اگر	لا ۔ نہ ہوتا	ان ۔ یہ کہ
تدارکہ ۔ پالیا اسکو	نعمۃ ۔ نعمت	من ربہ ۔ اسکے رب کی نے	لنبذ ۔ تو پھینک دیا جاتا
بالعراء ۔ میدان میں	و ۔ اور	ھو ۔ وہ ہوتا	مذموم ۔ الزام دیا ہوا
فاجتبہ ۔ تو چن لیا اسکو	ربہ ۔ اس کے رب نے	فجعلہ ۔ تو بنایا اسکو	من الصلحین ۔ نیک
لوگوں سے	و ۔ اور	ان ۔ بیشک	یکاد ۔ قریب ہیں
الذین ۔ وہ لوگ جو	کفروا ۔ کافر ہیں	لیزلقونک ۔ ضرور گرا دیں گے تم کو	
بابصارھم ۔ اپنی بد نظروں کے ساتھ		لما ۔ جب کہ	سمعوا ۔ سنی انہوں نے
الذکر ۔ نصیحت	و ۔ اور	یقولون ۔ کہتے ہیں	انہ ۔ بیشک وہ
لمجنون ۔ دیوانہ ہے	و ۔ اور	ما ۔ نہیں	ھو ۔ وہ
الا ۔ مگر	ذکر ۔ نصیحت ہے	للعلمین ۔ جہان والوں کے لیے ۔	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوسرا سورۃ القلم پ ۲۹

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ بے شک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ) بے شک ڈر والوں کے لیے۔

ای من الکفر کما فی الجرا و منہ ومن المعاصی کما فی الارشاد یعنی کفر و سرکشی، انکار

وعناد سے بچنے والے۔ جیساکہ بحر میں ہے یا کفر و معصیت سے بچنے والے جیساکہ ارشاد میں ہے۔

(عِنْدَ رَبِّهِمْ) ان کے رب کے پاس

ای فی الآخرۃ ۔ یعنی آخرت میں اور یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مختص ہے کہ اُس میں اس کے سوا کوئی متصرف نہیں یا مطلب ہے ار جوار قدسہ یعنی اس کے قرب و حضور میں۔

(جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ٥) چین کے باغ ہیں۔

جَنَّاتٍ لیس فیها الا التنعم الخالص عن شائبة ما ینغصه من الکدورات وخوف الزوال واخذ الحصر من الاضافة الی النعیم لافادتها التمیز من جنات الدنیا الغالب علیها التنغص۔

ایسے باغات جن میں بس ایسی خالص پاکیزہ نعمتیں ہیں جو ہر قسم کی کدورات سے بگڑنے کے شائبہ رخیال ۔ وہم تک سے پاک ہیں اور ان کے ختم یا زائل ہونے کا کوئی خوف نہیں اور اضافت سے نعیم پر حصر کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی دنیا کے باغات سے تمیز ہو جائے اور گویا ہے باغاتِ دنیا پر تعریض ہے کہ دنیا کے باغوں پر تکدر (بگڑ جانے، خراب ہونے کا غلبہ ہوتا ہے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ ایسے باغات ہوں گے جن میں راحت و چین اور آرام و آسائش کے سوا کچھ نہیں اور وہاں کی ہر شئے تکدر سے پاک ہے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ٥ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ٥ تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگانے ہو۔

(أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ٥) کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں۔

تقریر لما قبله من فوز المتقین ورد لما یقوله الکفرة عند سماعهم بحدیث الآخرة وَمَا وعد الله تعالیٰ ان صح أنا نبعث کما یزعم محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن معه لم یکن حالنا وحالهم الا مثل ما هي فی الدنیا والا لم یزیدوا علینا ولم یفضلونا وأقصیٰ أمرهم ان یکنا ودونا والهمزة للانکار والفاء للعطف والعطف علی مقدر یقتضیه المقال ای نحیف فی الحکم فیجعل المسلمین کالکافرین ثم قیل لهم بطریق الالتفات لتاکید الرد وتشدیده۔

اس آیت سے پہلے متقین (پرہیزگار مومنین) کی اُخروی کامیابیوں کا تذکرہ ہوا اور مجرموں کے

سے عذاب کی وعید گزری جب مشرکین وکفار نے متقین کی اُخروی نعمتوں کا تذکرہ سنا تو انہوں نے کہا کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر صحیح ہوا کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جائیں گے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب گمان کرتے ہیں تو ہمارا حال اور تمھارا حال ایک جیسا نہ ہو گا مگر بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں ہے اور وہ یہ کہ تمھیں ہماری نسبت زیادہ آسائش نہ ملے گی اور نہ تمھیں ہم پر کوئی فضیلت و برتری حاصل ہو گی اور تمھارا معاملہ ہم سے کم تر ہی رہے گا اگر وہ ہمارے برابر ٹھہرائے گئے (ہم تمھاری نسبت اچھے رہیں گے) ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے اور فاء عطف کے لیے ہے اور عطف علیٰ مقدر کا مقتضیٰ یہ کلام ہے کہ تمھارے فیصلہ یا سوچ پر افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافروں جیسا کر دیں گے یعنی کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں پر فضیلت نہ دیں گے اور کیا ہم مسلمانوں کو کافروں کی طرح کر دیں گے پھر بطریق التفات اُن سے (کفار) کہا گیا ہے تاکہ ان کے مقولہ کی لشدت تردید ہو۔ جیسا کہ اگلی آئت میں ہے۔

(مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝) تمھیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

تعجبا من حکمھم واستبعاد له وایذانا بانه لا یصدر من عاقل اذ معنی مالکم ای شئ حصل لکم من خلل الفکر وفساد الرأی۔

تمھارے اس فیصلہ (سوچ) پر تعجب ہے اور یہ فیصلہ نہ صرف عقل سے بعید ہے بلکہ اس امر کا واضح اعلان ہے کہ ایسا فیصلہ کسی ہوش مند سے صادر نہیں ہو سکتا کیونکہ مقتضائے عقل تو یہ بات ہے کہ مسلمان کا حال کافر ومشرک ومجرم سے بہر نوع اچھا ہو "مَا لَكُمْ" کے معنی یہ ہوں گے یعنی جو شئے تمھیں حاصل ہوئی ہے (فیصلہ سوچ) تو یہ تمھاری سوچ کی خرابی اور رائے کا فساد ہے یعنی تمھاری حماقت وجہالت ہے جو تم ایسا کہہ رہے ہو۔

أَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝	کیا تمھارے لیے کوئی کتاب ہے اُس میں پڑھتے ہو کہ تمھارے لیے اس میں جو تم پسند کرو یا تمھارے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک پہنچتی ہوئی کہ تمھیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔

(أم لكم كتٰب) کیا تمھارے لیے کوئی کتاب نازل من السماء یعنی کیا تمھارے لیے کوئی کتاب آسمان سے اُتری ہوئی ہے اَمْ بمعنی

بل ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب عقلاً مسلمان و مجرم برابر نہیں تو کیا تمہارے پاس کوئی دلیل نقلی وسمعی ہے۔

(فِیْہِ) اس میں

ای فی الکتب یعنی اس کتاب میں یا اس کتاب کے بیچ (اندر) اور فی آء حرف جارہ تدرسون سے متعلق ہے۔

(تَدْرُسُوْنَ ٥) تم پڑھتے ہو۔

ای تقرؤن فِیْہِ یعنی اس کتاب میں تم پڑھتے ہو اور تدرسون جملہ کتاب کی صفت ہے۔

(اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ٥) کہ تمہارے لیے اس میں جو پسند کرو۔

ای للذی تختارونہ وتشتھونہ۔ یعنی اُس دلیل (کتاب) سمعی میں تم پڑھتے ہو کہ تمھیں وہ حاصل ہوگا جو تم اختیار کروگے اور جو تم پسند کروگے (چاہو گے) اِنَّ زبر کے ساتھ آیا ہے اور اَنَّ نہیں پڑھا گیا لیکن الیسا لَمَا تَخَیَّرُوْنَ کے لام کی علت ہے اور قول محذوف ہے۔ اور اعرج نے آنَّ پڑھا ہے یعنی استفہام کے ساتھ جس کا مطلب ہے کہ یہ کلام مستانف ہے۔

(اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا) یا تمہارے لئے ہم پر کچھ قسمیں ہیں۔

ای اقسام وفسرت بالعھود واطلاق الایمان علیھا من اطلاق الجزء علی الکل او اللازم علی الملزوم۔ یعنی قسمیں اور معاہدہ کے ساتھ بھی اس کی تفسیر کی گئی اور اس پر ایمان کا اطلاق گویا جزبول کر کل مراد ہے یا لازم کے لیے جو ملزوم پر لازم ہو۔ اور عہد یمین (قسم) کی طرح ہے۔

(بَالِغَۃٌ) پہنچتی ہوئی۔

ای اقضی مایمکن والمراد متناھیۃ فی التوکید۔ یعنی دور تک پہنچا ہو جہاں تک ممکن ہو اور اس سے مراد انتہائی مؤکد ہے یعنی جب تک وہ قسم پوری نہ ہو ذمہ داری باقی رہے۔ ایک قول ہے کہ بالغۃٌ سے مراد غائت درجہ کی قسم ہے۔

(اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ) قیامت کے دن تک

ای ثابتۃ لکم الی یوم القیامۃ لا تخرج عن عھدتھا الا یومئذ اذا حکمنا کم واعطینا کم ما تحکمون یعنی وہ پختہ قسمیں تمہارے لیے قائم و ثابت رہیں قیامت کے دن تک کہ ہم اس کے عہد سے (ذمہ داری سے) نہ نکلیں سوائے اس کے کہ اس روز کہ ہم تمھارا فیصلہ کر دیں اور تمھیں تمھارے دعویٰ کے مطابق دے دیں۔

(اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝) کہ تمھیں ملے گا جو کچھ دعویٰ کرتے ہو۔
یہ قسم کا جواب ہے کہ ایمان کا لفظ قسم کے مفہوم کو شامل تھا ای امر اقسمنا لکم۔ یعنی کیا ہم نے تمھارے لیے قسم کھائی ہے کہ تمھیں تمھارے دعویٰ کے مطابق دیں گے۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝ۚ تم اُن سے پوچھو ان میں کون سا ان کا ضامن ہے
اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں اگر سچے ہیں۔

(سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝) تم ان سے پوچھو ان میں ، کونسا اس کا ضامن ہے۔
ای سلهم مبکتا لهم۔ کفار کو خطاب سے معزول کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ ان کفار سے پوچھئے کہ ان کے اس دعویٰ کا دعویٰ کرنے والا اور اس دعویٰ کو ثابت کرنے والا کون ہے یا اللہ کے ہاں کفار کے لیے اس دعوئ قدر و منزلت کا کون ذمہ دار ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے عقلی و نقلی اور سمعی دلائل سے اس امر کی پُرزور تردید فرمادی ہے تو کفار کے دعویٰ کو ثابت کرنے والا کون ہے ؟ ان کے اس زُعم کا مدار کس پر ہے
(اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ) یا ان کے پاس کچھ شریک ہیں۔
یشارکونهم فی هذا القول ویذهبون مذهبهم ان کے اس قول میں شارکت رکھنے والے کچھ شریک ہیں جو ان کے مذہب کے موافق چلتے ہیں یعنی کیا کفار کے پاس کچھ شرکار الوہیت ہیں جو آخرت میں انہیں مسلمانوں سے بہتر و برتر بنا دیں گے۔
(فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ) تو اپنے شریکوں کو لے کر آئیں۔
فَ سببیہ ہے اور یَاْتُوْا امر کا صیغہ ہے یعنی اگر تمھارے پاس کچھ شریک الوہیت ہیں تو تم انہیں لے آؤ امر کا صیغہ کفار کے عجز کے اظہار کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریک و نظیر و مثیل سے پاک ہے اور علم، حیات، قدرت، ارادہ اور تکوین و تخلیق کوئی اللہ تعالیٰ کی طرح نہیں تو کفار اللہ جیسا کیسے ثابت کریں اور کیسے پیش کر سکتے ہیں لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وھو الملک الحق المبین۔
اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ اگر وہ سچے ہیں
یعنی اگر وہ اپنے مذعومہ دعوے میں سچے ہیں تو اُن شرکار کو لے کر آئیں۔ درحقیقت وہ جھوٹے ہیں اور ان کا کوئی موافق و ضامن نہیں مخالفتِ حق میں بے پرکی اڑا رہے ہیں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے۔ نیچی نگاہیں کئے ہوئے ان پر خواری چڑھ رہی ہوگی اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

(يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی۔

فالمراد بذلك اليوم عند الجمهور يوم القيامة اور یہاں یوم سے مراد جمہور علمائے تفسیر کے نزدیک قیامت کا دن ہے والساق مافوق القدم وكشفها والتشمير عنهما مثل فی شدة الامر وصعوبة الخطب۔ اور ساق وہ ہے جو پاؤں کے اوپر کا حصہ ہے یعنی پنڈلی اور اس کا کھلنا اُس سے پردہ ہٹانا ہے یہ معاملہ کی شدت کے لیے اور پیغام نکاح کے لیے تکلیف اور دشواری پر بطور مثال بھی بولا جاتا ہے راجز کا قول ہے۔

"فی سنة قد كشفت عن ساقها حمراء تبری اللحم عن عراقها"

قحط و مفلسی میں اس کی پنڈلی کھل گئی۔ اس سال کی سختی نے اس کی رگوں سے گوشت کو الگ کردیا اس کی رگوں (پٹھوں) کو گوشت سے پاک کر دیا۔" (سوکھ گئیں)

وقيل سق الشئ اصله الذی به قوامه كساق الشجر وساق الانسان اور ایک قول ہے کہ سق الشی سے مطلب کسی شئے کا پایہ ہے جیسے درخت کا تنا اور انسان کی پنڈلی۔ والمراد يوم يكشف عن اصل الامر فتظهر حقائق الامور واصولها بحيث تعبير عيانا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس روز معاملے کی اصلیت سے پردہ ہٹے گا اور امور واصول کی حقیقت و تعبیر واشگاف ہوجائے گی۔ اور ربیع بن انس کے کلام میں مفہوم اسی کا اشارہ ہے جس سے عبد بن حمید نے نقل کیا ہے کہ ربیع نے اس ضمن میں کہا يوم يكشف الغطاء اس روز جب کہ پردہ اٹھایا جائے گا جو لوگوں کے دل اور کانوں پر پڑا تھا امام بیہقی نے علی ابن عباس سے اسی مفہوم کے موافق نقل کیا ہے ای حين يكشف الامر وتبدوا الاعمال یعنی جب معاملہ کھولا جائے گا اور اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور ساق کا یہاں ذکر بطور استعارہ تصریحیہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ تمثیلی کلام ہے اور اس کو الفاظ کے حوالے سے بالکل نہ دیکھنا چاہیئے۔ اور بعض کا قول ہے کہ ساق سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی

ساق ہے (اور اللہ ہی کو اس کا معنی معلوم ہے، اور یہ کہ اللہ جسم و جسمانیت سے پاک ہے) اور یہ آیت متشابہات سے ہے اور وہ اس پر بخاری ومسلم ونسائی وابن المنذر اور ابن مردویہ کی اس حدیث سے جو ابوسعید سے مروی ہے استدلال کرتے ہیں جس میں ارشاد نبوی ہے یکشف ربنا عن ساقہ فیسجد لہ کل مؤمن ومومنۃ ویبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء وسمعۃ فیذھب لیسجد فیعود ظھرہ طبقا واحدا۔ ہمارا پروردگار اپنے ساق کو کھولے گا تو ہر مومن مرد اور مومنہ عورت اس کے حضور سجدہ بجا لائیں گے اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں نفاق دکھاوے کے لیے سجدہ کرتا ہوگا اور وہ سجدہ کرنا چاہے گا تو ایک طرف اپنی پشت کے بل گر جائے گا۔ اور سعید بن جبیر نے اس کا انکار کیا اور عبد بن حمید اور ابن المنذر نے سعید ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ جب اُن سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو بہت شدید غضب ناک ہو گئے اور فرمایا ان اقواما یزعمون ان اللہ سبحانہ یکشف عن ساقہ وانما یکشف عن الامر الشدید۔ بے شک لوگوں کے گروہوں کا گمان ہے کہ بے شک حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہیں کہ وہ تو صرف معاملے کی شدت وسختی سے پردہ اٹھنا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک کشف ساق سے مراد شدت وصعوبت امر ہے جو یوم قیامت ہوگی اور ایسا حساب، جزا وسزا کے وقت ہوگا اور ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ وقت بڑا دشوار ہے تاہم علماء سلف کا طریقہ و دستور یہی ہے کہ وہ متشابہات میں زیادہ کلام نہیں کرتے اور ان کا فرمانا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے جو مراد حقیقتاً ہے اس کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں اور یہی بات اصولی اور درست ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم قیامت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہے واللہ اعلم۔

(وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے۔

ای توبیخا وتعنیفا علی ترکھم ایاہ فی الدنیا وتحسیرا لھم علی تفریطھم فی ذلک یعنی بطور امتحان اور سختی کے کفار ومشرکین کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے اسے دنیا میں ساقہ چھوڑا اور انہیں مخالفت میں زیادتی پر تندی کے حسرت دلانے کے لیے ہوگا۔ تاہم یہ دعوت مقتضائے عظمت الٰہیہ ہوگی کہ جب حقیقت واشگاف ہو گئی تو سجدہ لازم ہو گیا لیکن یہ دعوت تکلیفی نہ ہوگی کہ آخرت میں ایسا نہیں ہے۔

(فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ٥) تو نہ کر سکیں گے۔

اس لیے کہ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے اور یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ سجدہ کرنے کا قصد تو کریں گے لیکن اُن سے ایسا نہ ہو سکے گا۔ اور عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے "تعقم اصلابھم" ان کی پشتیں تختہ کی طرح ہو جائیں گی بعض علماء اور ابو سلم کا خیال ہے چونکہ آخرت دارِ تکلیف و عبادت نہیں ہے لہٰذا ایسا دنیا میں ہوگا اور اس وقت جب کسی شخص کا آخری وقت آجاتا ہے اور اُسے فرشتے نظر آتے ہیں تو یہی وہ وقت ہے جب حقیقت کھل جاتی ہے تو اُس وقت وہ ایسا نہ کر سکیں گے یعنی چاہتے ہوئے بھی قدرت نہ پائیں گے کہ وقت جاتا رہا اور بعض علماء کا قول ہے کہ جو شخص منافقت اور ریاً کے لیے سجدے (دنیا میں) کرتا رہا ہوگا تو اللہ اس کی پشت کو تانبے کے تختے کی طرح سخت کر دے گا اور اگر وہ قصد بھی کرے گا تو پشت کے بل گر پڑے گا۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کی عبادت کرنے والے اچھے بُرے لوگوں کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو حق تعالیٰ سُبحٰنہٗ کشفِ ساق فرمائیں گے۔" اس وقت اہل ایمان میں منافق لوگ بھی ہوں گے یہ منافق وہ ہوں گے جو فرعی عقائد کے لحاظ سے منافق ہیں لیکن ان کا عقیدہ صحیح ہوگا اور بعض علماء نے گناہ گاروں پر منافق کا لفظ جائز رکھا ہے اور یہاں مراد ایسے ہی گناہ گار مومن ہیں وہ بھی سجدہ نہ کر پائیں گے واللہ اعلم۔ میں کہتا ہوں کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ سجدہ پر قدرت کا نہ ہونا اور نہ کر سکنا صرف کفار و مشرکین خالص منافقین کے لیے ہے اور مومنین مراد نہیں ہیں تاہم ریاکاروں اور بے نمازیوں اور بدعقیدہ ایمانداروں کا معاملہ خطرہ سے خالی نہیں اور علماء کا احتمال فرمانا صواب سے دور نہیں۔

(خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ)

یعنی ندامت و ذلت کے اثر سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی اور خشوع کی نسبت ابصار کے ساتھ "لظھور اثرہ فیھا" اس میں یعنی نگاہوں میں اس کے اثر کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

(تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ) اُن پہ خواری چڑھ رہی ہوگی۔

تلحقھم وتغشاھم ذلۃ شدیدۃ

ان پر سخت ذلت و پستی اور ندامت و حسرت چھا رہی ہوگی اور انہیں یہ انتہائی خواری لاحق ہوگی (پیش آئے گی)۔

(وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ) اور بے شک دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے۔

فی الدنیا والاظہار فی موضع الاضمار لزیادۃ التقریر او کان المراد بہ الصلوات المکتوبۃ کما قال النخعی والشعبی او جمیع الطاعات کما قیل والدعوۃ دعوۃ التکلیف وقال

ابن عباس و ابن جبیر کانوا یسمعون الاذان والنداء للصلوۃ فلا یجیبون۔
یعنی دنیا میں اور ضمیروں کے موضع میں یہ اظہار تقریر کی زیادتی اور فاعلوں کی حالت کے لیے ہے یا پھر اس سے مراد فرض پنجگانہ نمازیں ہیں جیسا کہ امام ابراہیم نخعی اور امام شعبی کا قول ہے یا اس سے مراد تمام فرماں بر داری کے کام ہیں جیسا کہ کہا گیا اور دعوت (بلانے) سے یہاں مراد دعوت تکلیف ہے اور ابن عباس اور ابن جبیر کا قول ہے کہ وہ اذانیں سنتے تھے اور نمازوں کے لیے پکارے جاتے تھے تو وہ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ انہیں حیاتِ دنیوی میں اذانوں اور تکبیروں میں حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح کہہ کر دعوت طاعت دی جاتی تھی۔
(وَهُمْ سٰلِمُوْنَ) جب تندرست تھے۔
ای فلا یجیبون الیہ ویأ لونہ، یعنی جب دنیوی زندگی میں توانا تھے تو اس دعوت کو قبول نہ کرتے تھے اور اس سے انکار کرتے تھے یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ یوم قیامت سجدے سے محروم رہے اور ان کی پشتیں تختہ ہو گئیں حالانکہ دُنیا میں ان کی پشتیں نرم تھیں اور جھکنے پر قدرت رکھتے تھے اب یہ محرومی ان کے کفر و انکار کا ثمرہ ہے۔

فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ — تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اُسے مجھ پر چھوڑ دو قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہو گی۔

(فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ) تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اُسے مجھ پر چھوڑ دو۔
یعنی جب ان کافروں کا یہ سب کچھ سننے کے باوجود یہ حال ہے تو ہر اس شخص کو جو قرآن حکیم کو جھٹلاتا ہے مجھ پر چھوڑ دے اور میں اس کے لیے کافی ہوں (اُس سے نمٹ لوں گا) اور اس سے تمہاری تسکین قلبی ہو گی اور تمہارا بوجھ ہلکا ہو گا۔ گویا اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر داری ہے۔ اور حدیث سے یہاں مراد قرآن حکیم ہے۔ اور کفار کے لیے اس میں سخت تہدید ہے۔
(سَنَسْتَدْرِجُهُمْ) قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے۔ ای سنستنزلھم الی العذاب درجۃ فدرجۃ بالامھال وادامۃ الصحۃ وازدیاد النعمۃ۔ یعنی ہم انہیں عذاب کی طرف رفتہ رفتہ اتاریں گے (پکڑیں گے یا لے جائیں) اور ایسا آہستہ آہستہ دائمی صحت اور نعمتوں کی کثرت کے ساتھ ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں تندرستی اور نعمتوں کی زیادتی میں مبتلا کر کے آہستہ آہستہ

یا اس طرح غافل کر کے درجہ بدرجہ عذاب کے قریب لے جائیں گے۔
(مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝) جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔
بے شک ایسا آہستہ آہستہ ہوگا بلکہ وہ یہ گمان کریں گے گویا یہ ان کے لیے خاص ہے اور مومنین پر انہیں فضیلت دی گئی ہے حالانکہ اس کے ساتھ یہ ہی امر ان کی ہلاکت کا باعث و سبب ہوگا اور انہیں عذاب میں مبتلا ہونے کا پتہ ہی نہ چل سکے گا۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝	اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

(وَاُمْلِيْ لَهُمْ) اور میں انہیں ڈھیل دوں گا۔
واُمهلهم ليزدادوا اثما وهم يزعمون ان ذلك لارادة الخير بهم۔ اور میں انہیں مہلت دوں گا یا ان کے ساتھ نرمی رکھوں گا تاکہ ان کے گناہ خوب زیادہ ہوجائیں اور وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ ایسا بارادۂ بھلائی ہو رہا ہے۔
(اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝) بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔
(تدبیر خفیہ) کسی شئے کے ساتھ دفع (ہٹایا) نہیں جا سکتا اور اس کو کیداً کے ساتھ موسوم کر کے دراصل حیلہ و مکر سے بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی صورت ہو جس سے حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کے ساتھ نمٹے گا جس سے بظاہر ان لوگوں کے لیے نفع ہو اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مراد ان کے ساتھ مزید عذاب ہو کیونکہ اُس کو جبلتوں اور فطرتوں کی خباثت و خرابی اور سرکشی و ناشکر گزاری میں ان کی شدت بخوبی معلوم ہے۔ حیلہ و مکر کی نسبت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ ظاہری معنوں کے اعتبار سے سخت بے ادبی اور ناقدری ہے چنانچہ بعض علماء جیسے جوہری کا قول ہے کہ کید بمعنی عذاب ہے اور بعض کا قول ہے کہ اجر بصورت زجر، بدلہ بشکل صلہ یا غضب و انتقام بصورت نعمت و انعام ہے یا خیر بصورت ہلاکت ہے بعض نے کہا کید سے مُراد مہلت اور ڈھیل ہی ہے اور بعض نے کہا مُراد خفیہ تدبیر ہے جو کفار کی ظاہری چالوں کا بطور ردّ و جواب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے فرمائی جا چکی اور ایسا کفار کے طرزِ عمل کی فی نفسہٖ سزائے بازگشت ہے۔ اور ذات حق سبحانہٗ کید سے پاک ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ میری گرفت و عذاب بہت شدید و مضبوط ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ	یا تم اُن سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔ یا اُن کے پاس غیب

الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں۔
(اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا) یا تم اُن سے اجرت مانگتے ہو
علی الابلاغ والارشاد اجراً دنیویا۔ یا رسالت کی تبلیغ اور دعوت ارشاد پر آپ اُن سے کوئی دنیوی مال بطور اجر طلب کرتے ہیں۔

(فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝) کہ وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں۔
(فھم) لاجل ذلک تو وہ (کفار) اس وجہ سے (من مغرم) ای غرامۃ مالیۃ۔
یعنی سخت مالی مطالبے کے (مثقلون) مکلفون حملاً ثقیلاً فیعرضون عنک انتہائی بوجھل بوجھ تلے تکلیف سے دبے ہیں اور اس سے بچنے کے لیے وہ آپ سے روگردانی کرتے ہیں یعنی ایمان لانے سے کتراتے ہیں۔

(اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ) یا اُن کے پاس غیب ہے۔
ای المغیبات اواللوح واطلق الغیب علیہ مجازاً لانہ محل لکتابۃ المغیبات یعنی کیا ان کے پاس غیب کی باتیں اور خبریں یا وہ امور ہیں جو غیب سے متعلق ہیں یا لوح محفوظ ہے اور اس غیب کا اطلاق مجازاً کیونکہ وہ امور غیبیہ کی کتابت کا محل و مقام ہے۔

(فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝) کہ وہ لکھ رہے ہیں۔
مَا یحکمون ویستغنون بذلک عن علمک جس سے کہ وہ فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کی اطلاع کے لیے اس سے مدد حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ دعویٰ کرتے ہیں اُس سے ہی کرتے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ کیا ان کی معلومات کا ذریعہ لوح محفوظ ہے اگر ایسا نہیں ہے تو ان کی تمام باتیں محض لچر اور بے اصل ہیں اور وہ خود کو خود ہی دھوکہ دے رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝

تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا جب اس حال میں پکارا کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

(فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ) تو تم اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو۔
وھو امھالھم و تاخیر نصرتک علیھم اور وہ (حق سبحانہٗ و تعالیٰ) انہیں مہلت دے رہا ہے اور اُن پر (کفار پر) آپ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت و غلبہ کو مؤخر (دیر سے) کر رہا ہے۔ تو اے محبوب محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی سختیوں زیادتیوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کریں اور اُن پر عذاب

دگرفت میں عجلت نہ چاہیں جب تک ہماری گرفت کا حکم و فیصلہ نہیں آجاتا آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں اور صبر و انتظار کریں۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جب بنو ثقیف کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف و دکھ پہنچایا تو آپ نے ان پر بددعا کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا یہ آیت (یہ حصہ) آیت جہاد اور قتال بالسیف کے حکم سے منسوخ ہے کیونکہ یہ سورہ مکی ہے اور کفار سے قتال کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

(وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ م) اور اُس مچھلی والے کی طرح نہ ہونا۔

هُوَ یونس علیہ السلام اور وہ یونس علیہ السلام ہیں اور سورت الانبیاء میں ذالنون بھی آیا ہے اور اُس سے مراد بھی وہی ہیں نون اور حوت دونوں کے معنی بڑی مچھلی کے ہیں۔ اور ان کی طرح ہونے سے ممانعت فرمانا اس لیے ہے کہ وہ نبی مرسل تھے لیکن اولوالعزم حضرات رُسُل سے نہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی و رسول اولوالعزم اور امام و مقتدائے انبیاء و رُسُل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یونس علیہ السلام کی طرح عمل فرمانے سے پہلے ہی منع فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان رفعت عظمتِ خصوصی پر دلالت کر رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری جگہ (سورۂ احقاف) ارشاد ہے فاصبر اولوالعزم من الرسل وَلَا تستعجل لھم تو صبر کیجئے اس طرح جس طرح عالی ہمت رسولوں نے صبر کیا اور اُن پر عذاب میں عجلت نہ چاہیں۔ اور یہاں آپ کو انتظار حکم کا فرمانا اس لئے ہے کہ عذاب تو ان پر آنا ہی ہے تو اللہ کی ڈھیل جب تک ہے تب تک منتظر رہیں اور جب حکم آجائے گا تو پھر وہ نہ بچ سکیں گے اور مقام رضا اور طاعت امر کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ آپ ثابت قدم اور صابر رہیں گویا وقوعِ خواہش سے قبل ہی آپ کو محفوظ فرمایا گیا اور یوں آگاہ فرمانے میں آپ کی شان محبوبیت روشن ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نوع کی لغزش اور خطاء و ذنب سے قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت محفوظ ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام مردِ صالح تھے اور برگزیدہ نبی مرسل گزرے۔ اہل نینوی (موصل) کی طرف مبعوث کئے گئے جب لوگوں نے ان کی دعوت ارشاد نہ مانی تو آپ نے انہیں عذاب کی خبر دی کہ تین روز میں صبح کے وقت ان پر عذاب آجائے گا حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات کو ہی نینوٰی سے اس گمان کے ساتھ ہجرت فرما گئے کہ کفار کے ساتھ بغض اور ان پر اللہ کے لیے غضب کرنے کے لیے ہجرت کرنا جائز ہے اور ہجرت کے حکم کا انتظار اس لئے نہ کیا اور چل پڑے ان کی قوم کو توبہ کی توفیق ملی اور عذاب ٹل گیا۔ انتظار امر اور صبر منشاء ربانی ہی تھا مگر ان سے اس حال غضب میں عجلت ہو گئی اور ان کی توجہ انتظار حکم سے ہٹ گئی جس پر وہ عتاب فرمائے گئے

اور غم لاحق ہوا۔

(اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ ○) اس حال میں پکارا کہ اُس کا دل گھٹ رہا تھا۔

(اِذْ نَادٰی) اس حال میں پکارا ای فی بطن الحوت یعنی مچھلی کے پیٹ میں سے حضرت یونس علیہ السلام جب ہجرت فرما گئے تو اپنی قوم پر عذاب کا انتظار کرنے لگے لیکن جب عذاب نازل نہ ہوا کیونکہ وہ ان کی قوم کی توبہ کی وجہ سے ٹل چکا تھا آپ یہ صورتِ حال ملاحظہ فرما کر اس خیال سے ساحل سمندر کی طرف چل پڑے کہ میرا قول سچا نہ ہوا اور میں اب اپنی قوم کے سامنے کیونکر جاؤں سمندر میں کچھ لوگ ایک کشتی پر سوار ہو رہے تھے انہوں نے آپ کو بھی سوار کر لیا کشتی وسط سمندر میں پہنچ کر ٹھہر گئی اور نہ آگے بڑھتی تھی اور نہ ہی پیچھے ہٹتی تھی ملاحوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بولے کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہے کشتی جبھی ٹھہری ہے اور ہمارا اس صورت حال میں قرعہ ڈالنے کا رواج ہے چنانچہ تین بار قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا آپ خود پانی میں گر پڑے اور ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اُسے ایک اور بہت بڑی مچھلی نے نگل لیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مچھلی کو فرمایا دیا کہ یونس علیہ السلام کے لیے اس کا بطن قرارگاہ اور مسجد ہے اور یہ تیری خوراک نہیں ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بڑی مچھلی آپ کو ساتویں زمین کے حصے میں لے گئی اس کے پیٹ میں آپ چالیس راتیں رہے آپ نے اندھیریوں میں جب کنکریوں کی تسبیح سُنی تو وہیں سے پکارے لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظلمین اور "اذ نادٰی" سے مُراد یہی پکارنا ہے

(وھو مکظومٌ) کہ اس کا دل گھٹ رہا تھا یعنی غم کی وجہ سے

انہوں نے پروردگار کی تسبیح کی اور پکارے لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظلمین ○ اِذْ کا تعلق ولا تکن کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ ندائے یونس تو فعل خیر تھا بلکہ اذ کا تعلق فعل محذوف اُذْکُرْ سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کفار پر نزول عذاب میں اُس طرح جلدی نہ چاہیں جس طرح صاحب حوت سے صادر ہوا اور یاد کرو جب انہوں نے بحالت غم توبہ کی اور اپنے پروردگار کو پکارے کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا اور عجلت اور عدم انتظار کی وجہ سے اس پریشانی اور غم میں مبتلا ہوئے۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَکَهٗ نِعْمَةٌ	اگر اُس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ
مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ	پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝ الزام دیا ہُوا

(لَوْلَا اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ) اگر اُس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی۔

وھو توفیقہ للتوبۃ وقبولہا منہ اور وہ ان کو توبہ کی توفیق کا حاصل ہونا اور اُن سے توبہ کا قبول فرمانا ہے یعنی اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ یونس علیہ السلام کی دُعا، عذر و توبہ قبول فرما کر ان پر انعام نہ فرماتا اور نعمۃ کو رحمۃ بھی پڑھا گیا ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے ان پر رحمت نہ ہوتی تو

(لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ) تو ضرور میدان پر پھینک دیئے جاتے۔

بالارض الخالیۃ من الاشجار ای فی الدنیا وقیل بعراء القیامۃ لقولہ تعالی فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون ولایخفی بعدہ ۔

ایسی زمین میں جو درختوں سے خالی ہوتی یعنی دنیا میں اور ایک قول ہے کہ میدانِ محشر میں جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے (مچھلی کے) پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ اور پھر مخفی نہ رہتا۔

(وَهُوَ مَذْمُوْمٌ) الزام دیا ہُوا۔

یعنی اگر ایسا ہوتا تو وہ اس حالت میں اس حال پر ہوتے کہ الزام دیئے جاتے یا تکلیف اٹھاتے۔ چونکہ جملہ شرطیہ ہے لہٰذا جزا، واقعہ ہی نہ ہوئی تو معنٰی یہ ہوں گے کہ اللہ نے ان پر رحمت فرمادی اور ان سے ترکِ اولیٰ کا جو وقوع ہُوا صاف فرمادیا گیا اور وہ اس حالت میں میدان میں ڈالے گئے کہ وہ مرحوم (رحمت کیئے گئے اور نوازش فضل رب سے نوازے ہوئے) اور مقبول بارگاہ ہی تھے۔ یہ ترکِ اولیٰ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ذنب ہے کہ انبیاء معصوم و عالی مرتبت ہوتے ہیں اور یہ معاملہ اُن کے اور ان کے رب کے درمیان ہے وہ ان سے جس طرح چاہے خطاب فرمائے ہم غلاموں کو اس بحث سے کیا سروکار اور یہ ذکر بھی بجز تفسیر و ترجمہ کے یا ضرورت بیان کے سوئے ادبی ہے کہ بزرگوں کی خطائیں اوروں کی حسنات سے کہیں بڑھ کر فضیلت والی ہیں اور وہ بیان قابل مذمت ہے جو ان کی عظمت کے ذکر و تصور سے تہی ہو۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قرب خاص کے سزاواروں میں کر لیا۔

(فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ) تو اُسے اس کے رب نے چُن لیا۔

ای فتدارکتہ نعمۃ من ربہ فاجتباء ای اصطفاء بان ردعز وجل

الیہ الوحی وارسلہ الی مائۃ الف او یزیدون یعنی ان کے [illegible] پہنچ گئی تو انہیں مقبول بنا لیا یعنی انہیں برگزیدہ کر کے چن لیا اور ان کی طرف [illegible] دیا اور انہیں ایک لاکھ یا اُس سے زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور ایک قول [illegible] بنایا کیونکہ وہ اس واقعہ سے پہلے اس شرف سے مشرف نہ ہوئے تھے اور جب [illegible] میں سے صرف ایک رسول تھے۔

(فَجَعَلَهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝) اور اپنے قربِ خاص کے [illegible] من الکاملین فی الصلاح بان عصمہ سبحانہ لا من ان یفعل فعلا یکون ترک اولی۔ اور انہیں کامل اصلاح کرنے والوں میں فرما دیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں ایسے [illegible] کے کرنے سے جو ترک اولی ہو معصوم ومحفوظ بنا دیا۔ اور بعض نے جعل من صالحین کی تفسیر [illegible] سے کی ہے یعنی انہیں کمال و بزرگی کے ساتھ سزاوار فرمایا۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ع

اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں [illegible] گویا اپنی بد نظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور مجنون ہیں۔ اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے۔

(وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ) اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بد نظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے۔

والمعنی انھم لشدۃ عداوتھم ینظرون الیک نظراً بحیث یکادون یزلون قدمک فیرمونک اور مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی کفار اپنی دشمنی کی انتہا پر ہیں اور وہ آپ کی طرف اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ قریب ہیں کہ وہ آپ کے قدموں کو متزلزل کر دیں گے اور گرا دیں گے۔

من قولھم نظر ان کے قول میں نظر کا لفظ آیا ہے محاورۃ کہا جاتا ہے نظر الی نظرا یکاد یصرعنی اس نے مجھے ایسی نظر سے گھورا کہ قریب تھا کہ مجھے پچھاڑ دیتا اور کہا جاتا ہے نظر الی نظر یکاد یأکلنی وہ مجھے یوں گھورتا ہے کہ گویا مجھے کھا جائے گا۔ ابن قتیبہ کا قول ہے کہ یہاں نظر لگانے سے مراد بغض و دشمنی کی وجہ سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں گویا کہ تمہیں پچھاڑ دیں گے۔ بغوی سے منقول ہے کہ بنی اسد میں بعض لوگ نظر بد لگانے میں مشہور تھے تو ان میں سے بعض

لے آپ کو نظر لگانا چاہا تو اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ [illegible]
یہ حالت تھی کہ اگر ان کے سامنے [illegible] اور وہ اس پر نظر لگاتے تو وہ
گر پڑتا یا مر جاتا۔ [illegible] نظر لگانے سے [illegible] سے
یہی منقول ہے حسن کا قول ہے [illegible] العین [illegible] (پڑھنا
ردم کرنا) نظر کے شر و تکالیف کو دور کر دیتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے "النظر حق" نظر کا لگنا برحق ہے اور ایک روایت میں ہے العین حق "نظر
برحق ہے اور بوقت نظر شیطان حاضر ہوتا ہے اور آدمی [illegible] ابن عدی نے حضرت
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فرمایا) نظر آدمی کو
قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔ نظر کے لیے سب سے افضل رقیہ (تعویذ یا علاج
روحانی یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ، معوذتین، آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس ضمن میں کلیۃً جو دعا منقول ہے وہ یہ ہے اذهب الباس رب الناس واشف انت
الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما۔ ارشاد نبوی ہے لو کان شیٔ
سابق القدر سبقته العین اگر کوئی شے ایسی ہوتی کہ تقدیر پر سبقت کرتی تو وہ نظر
ہے جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ نظر برحق ہے اور معتزلہ اور بعض گمراہ لوگوں کا خیال ہے کہ
ایسا سمجھنا درست نہیں اور وہ اس میں شبہ کرتے ہیں حالانکہ صریح حدیث نبوی کی موجودگی میں نظر کا انکار
کھلا مکابرہ ہے اور اس پر اعتقاد واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے" لا رقیۃ الا فی نفس
نظر او حمۃ" تعویذ یا دم جھاڑنے کی اجازت نہیں مگر نظر بد اور جانور کے کاٹے میں ہے اس
اعتراض کے جواب میں کہ یہ سب کچھ تقدیر الٰہی سے ہے تو بد نظری کا اثر کیسا تو علماء کا فرمانا ہے کہ
بد نظری آنکھ کی تاثیر ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ بھی منجملہ تقدیر الٰہی سے ہے اہل سنت وجماعت کا مذہب
یہی ہے کہ عادت الٰہیہ یونہی جاری ہے اور نظر بد اسباب عادی سے ہے کہ جب ایک شخص دوسرے
کے سامنے آئے اور اس کی طرف نظر کرے تو اس میں ضرر یا نفع کا پیدا ہونا ذات باری کی طرف سے
ہے لیکن وہ شعاع جو دیکھنے والے (عائن) کی آنکھ سے پھوٹتی ہے اور مقابل شخص پر پڑتی ہے
تو نفی واثبات کے کسی پہلو پر جزم نہیں کر سکتے اور اس کا احتمال دونوں جانب ہے۔ قاضی ابوبکر کا قول
ہے کہ اگر کوئی اس میں توقف کرے تو لازم ہے کہ اسے کہا جائے کہ اللہ اور اس کا رسول اعلم ہیں
اور تجربہ سے اس کی نہ تصدیق ہوئی ہے اور معائنہ سے یہ امر مؤید ہے۔ فلاسفہ تو وہ دواؤں کی قوت

تاثیر کے قائل ہیں تو نظر بھی اسی قبیل سے ہے اور کہا [illegible]
صالحین کے نزدیک بتواتر جائز رکھا گیا ہے کہ آیات [illegible] الاسم [illegible]
والے شخص کو پلائی جائیں ابن ماجہ میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم [illegible]
بہترین علاج قرآن ہے۔ نظر بد کے دفعیہ کے لیے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ [illegible]
والے شخص کو اپنی نظر کے ضرر کا خطرہ ہو تو اس کو کہنا چاہیے اللھم [illegible]
ربیعہ اور سہل بن حنیف کے قصہ میں مذکور ہے جسے بخاری کا ذکر [illegible]
ہے کہ حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہ نے ایک خوشرو بچے کو دیکھا تو اس کی ٹھوڑی [illegible]
لگانے کو فرمایا تاکہ اسے نظر نہ لگے۔ صحیح مسلم میں دعائے جبرئیل علیہ السلام اس [illegible]
وہ یہ ہے بسم اللہ ارقیک من کل شئ یوذیک ومن شر کل نفس او عین
حاسد اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک رقیتہ وجع جسد [illegible] قاضی عیاض کا قول
ہے کہ جو نظر بد میں مشہور ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ اسے لوگوں سے ملنے جلنے [illegible]
سے باہر نہ نکلنے دے اور اگر عائن محتاج ہو تو بیت المال سے بقدر کفایت اس کا وظیفہ [illegible]
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اس پر سند ہے کہ انہوں نے ایک عائن کو باہم لوگوں سے ملنے، کھانے
پینے اور نماز باجماعت سے منع کر دیا۔ البتہ عائن کی نظر سے ہلاک ہونے والے کی دیت میں اختلاف
ہے قرطبی کا قول ہے کہ نقصان کی صورت میں اس پر تاوان ہے اور ہلاکت کی صورت میں قصاص یا
دیت ہے۔

(لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ) جب قرآن سنتے ہیں۔

ای وقت سماعهم القرآن وذلك لاشتداد بغضهم وحسدهم عند سماعه۔ یعنی قرآن حکیم سنتے وقت وہ ایسا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تیز نظروں سے گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو گرا دیں گے اور ایسا اس وجہ سے ہے کہ قرآن کا سننا ان کے لیے بڑا بوجھ ہے اور اس سے وہ حد درجہ دشمنی رکھتے ہیں۔ کشاف نے لیزلقونك بابصارهم کو مقید کر دیا ہے تو اس کا مطلب واضح طور سے یہی ہوگا کہ تلاوت قرآن کے وقت غایت درجہ حسد وبغض کی وجہ سے کفار آپ کو ایسی ظالم نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کو پچھاڑ دیں گے۔

(وَيَقُولُونَ) اور وہ کہتے ہیں لغاية حيرتهم في امره عليه الصلوة والسلام ونهاية جهلهم بما في تضاعيف القرآن من عجائب الحكم وبدائع

العلوم ولتنفیر الناس عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں غایت درجہ حیرت اور اپنی کمال اور کئی گنا جہالت کی وجہ سے جو انہیں قرآن سے اور اس کے انوکھے شاندار احکام اور علوم کی خوبیوں اور عظمتوں سے ہے اور اس لئے کہ لوگوں کو ان سے نفرت دلائیں یا دور رکھیں کہتے ہیں۔

اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ ○) یہ ضرور مجنون ہیں۔

یعنی یہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ عقل سے دور ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) عقل سے دور ہیں۔

وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے۔

ای شرفاً للعلمین۔

کفار کے قول انہ لمجنون کا غایت درجہ بطلان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علو شان کا بیان ہے کثیر علماء کا قول یہ ہے کہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جیسا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے لیے باعث شرف و فضل و کرامت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہنا غایت درجہ حماقت، بے عقل اور خبیث باطنی ہے اگر ھو کی ضمیر "ذکر" کی طرف راجع ہو تو ذِکْرٌ مصدر ہے لیکن بطور مبالغہ کبھی فاعل کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے زَیْدٌ عَدْلٌ یعنی زید ایسا منصف ہے کہ اس کا وجود ہی انصاف ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ذاکر ہیں کہ ان کا وجود مسعود ہی ذکر ہے اور آپ سارے جہانوں کے لیے ہادی و مرشد اور ناصح ہیں مواہب میں آپ کا نام "ذکر اللہ" آیا ہے اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس آیت کے تحت آپ کا ایک نام ذکر للعلمین اور "ذکر" بھی ہے اور سورۂ غاشیہ میں مُذَکِّر بھی آیا ہے، لہٰذا ذِکْرٌ بمعنی مُذَکِّرٌ ہے یعنی نصیحت سنانے والا۔ اور اگر ذِکْرٌ سے مُراد قرآن حکیم ہے تو اس صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح ہے کہ کان خُلُقُہُ القراٰن اور قرآن حکیم سے مُراد قرآن ناطق ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہاں ذکر کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور صفت بولا گیا ہے اور اگر ذکر سے مراد صرف کتاب حکیم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کتاب کریم سارے جہانوں کے لیے روشن نصیحت و ہدایت ہے اور دیوانے کی بات نہیں اور جو شخص بھی صحیح العقل ہے وہ قرآن سننے کے بعد ایسی بات نہیں کہہ سکتا سوائے اس کے جو عقل کا اندھا ہے اور تعصب میں دیوانہ ہو چکا ہے۔ الحمد للہ آج یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ سورۂ القلم کی تفسیر مکمل ہوئی۔

۸ دسمبر ۱۹۹۱ء

سورۃ الحاقہ مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع ۔ باون آیتیں ۔ دو سو چھپن کلمے اور ایک ہزار چار سو تئیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الحاقہ پ ۲۹

اَلْحَاۗقَّةُ	وہ واقع ہونے والی۔
مَا الْحَاۗقَّةُ	کیسی وہ واقع ہونے والی۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ	اور تم نے کیا جانا کیسی وہ واقع ہونے والی۔
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ	ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا۔
فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ	تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے
وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ	اور رہے عاد تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔
سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ	وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔
فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ	تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔
وَجَاۗءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ	اور فرعون اور اس سے اگلے اور الٹنے والی بستیاں خطا لائے۔
فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً	تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا تو اس نے انہیں بڑی سختی سے پکڑا۔
اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاۗءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ	بے شک جب پانی اُبلا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔
لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ	کہ اسے تمہارے لیے یادگار کریں اور اسے محفوظ

وَاعِيَةٌ ۝
رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ
پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم۔

وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا
دَكَّةً وَاحِدَةً ۝
اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً چورا چورا کر دیے
جائیں۔

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝
وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۝
اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا
حال ہوگا۔

وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۝ وَيَحْمِلُ عَرْشَ
رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝
اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے
اور اس دن تمہارے رب کا عرش آٹھ
فرشتے اٹھائیں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝
اس دن تم سب پیش ہوگے کہ تم سے کوئی چھپنے
والی جان چھپ نہ سکے گی۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ
هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝
تو وہ جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا
کہے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔

إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝
مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝
تو وہ من مانتے چین میں ہے۔

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝
بلند باغ میں۔

قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝
جس کے خوشے جھکے ہوئے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي
الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝
کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے
دنوں میں آگے بھیجا۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۝ فَيَقُولُ
يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝
اور وہ جو اپنے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے
گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝
اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝
ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔

مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝
میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝	میرا سب زور جاتا رہا۔
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝	اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔
ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝	پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ
ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝	پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرو دو۔
اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝	بیشک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝	اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا۔
فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝	تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔
وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝	اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ۔
لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ۝	اسے نہ کھائیں گے مگر خطاکار۔

حل لغات رکوع اول سورۃ الحاقہ پ ۲۹

الحاقۃ۔حق ہونیوالی	ما۔کیا ہے	الحاقۃ۔حق ہونیوالی	و۔اور
ما۔کیا	ادریٰک۔جانا تونے	ما۔کیا ہے	الحاقۃ۔حق ہونیوالی
کذبت۔جھٹلایا	ثمود۔ثمود نے	و۔اور	عاد۔عاد نے
بالقارعۃ۔صدمہ دینے والی کو	فاما۔پھر	ثمود۔ثمود تو	فاھلکوا۔ہلاک کیے گئے
بالطاغیۃ۔چنگھاڑ سے	و۔اور	اما۔رہے	عاد۔عاد
فاھلکوا۔تو وہ ہلاک کئے گئے	بریح۔ہوا	صرصر۔تیز و تند	عاتیۃ۔آندھی سے
سخر۔لگایا	ھا۔اس کو	علیہم۔ان پر	سبع۔سات
لیال۔راتیں	و۔اور	ثمٰنیۃ۔آٹھ	ایام۔دن
حسوما۔لگاتار	فتری۔تو دیکھے گا تو	القوم۔لوگوں کو	فیہا۔اس میں
صرعیٰ۔گرے ہوئے	کانہم۔گویا کہ وہ	اعجاز۔تنے	نخل۔کھجور
خاویۃ۔گری ہوئی کے	فہل۔تو کیا	تریٰ۔دیکھتا ہے تو	لہم۔ان میں
من۔سے کوئی	باقیۃ۔باقی	و۔اور	جاء۔آیا
فرعون۔فرعون	و۔اور	من۔جو	قبلہ۔اس سے پہلے تھے

و - اور
رسول - رسول
اخذۃ - پکڑنا
طغا - اُبلا
الجاریۃ - کشتی کے
و - اور
فاذا - پھر جب
نفخۃ - پھونکا جانا
الارض - زمین
دکۃ - ایک ہی
الواقعۃ - واقعہ ہونے والی
فی - تووہ
الملک - فرشتے
یحمل - اٹھائیں گے
یومئذ - اس دن
لا - نہیں
فاما - پھر
بیمینہ - دائیں ہاتھ میں
کتبیہ - میری کتاب
ملٰق - ملنے والا ہوں
عیشۃ - عیش کے
عالیۃ - بلند کے
و - اور
اسلفتم - آگے بھیجا تم نے
و - اور

المؤتفکت - الٹی بستی والے
ربہم - اپنے رب کی
رابیۃ - بڑا سخت
الماء - پانی نے
لنجعلہا - تاکہ کریں ہم اسکو
تعیہا - یاد رکھیں سے
نفخ - پھونکا جائیگا
واحدۃ - ایک ہی مرتبہ
و - اور
واحدۃ - مرتبہ
و - اور
یومئذ - اس دن
علی - اوپر
عرش - عرش
ثمانیۃ - آٹھ فرشتے
تخفی - چھپے گی
من - جو
فیقول - تو کہے گا
انی - بیشک میں نے
حسابیہ - اپنے حساب کو
راضیۃ - خوش
قطوفہا - اسکے خوشے
اشربوا - پیو
فی - بیچ
اما - وہ

بالخاطئۃ - گناہ لے کر
فاخذ - تو پکڑا
انا - بیشک ہم نے
حملنکم - اٹھایا تم کو
لکم - تمہارے لیے
اذن - کان
فی - بیچ
و - اور
الجبال - پہاڑ
فیومئذ - تو اس دن
انشقت - پھٹ جائیگا
واہیۃ - کمزور ہوگا
ارجائہا - اسکے کناروں کے ہونگے
ربک - تیرے رب کا
یومئذ - اس دن
منکم - تم سے
اوتی - دیا گیا
ھاؤم - آؤ
ظننت - خیال کیا
فھو - تو وہ ہوگا
فی - بیچ
دانیۃ - جھکے ہونگے
ھنیئا - خوش ہضم
الایام - دنوں
من - جو

فعصوا - تو نافرمانی کی انہوں نے
ھم - ان کو
لما - جب
فی - بیچ
تذکرۃ - نصیحت
واعیۃ - یاد رکھنے والے
الصور - صور کے
حملت - اٹھائی جائیگی
فدکتا - تو چورا کیے جائیں
وقعت - واقعہ ہوگی
السماء - آسمان
و - اور
و - اور
فوقہم - اپنے اوپر
تعرضون - پیش کیے جاؤ گے تم
خافیۃ - کوئی چھپنے والی
کتبہ - اپنا نامہ اعمال
اقرءوا - پڑھو
انی - بیشک میں
فی - بیچ
جنۃ - جنت
کلوا - کھاؤ
بما - بدلے اسکے جو
الخالیۃ - خالی کے
اوتی - دیا گیا

کتب۔ اپنی کتاب	بشمالہ۔ بائیں ہاتھ میں	[illegible]	[illegible]
لم۔ نہ	اوت۔ دیا جاتا	[illegible]	[illegible]
لم۔ نہ	ادر۔ جانتا ہوتا	ما۔ [illegible]	[illegible]
یلیتھا۔ ہائے افسوس	کانت۔ ہوتی موت	القاضیۃ۔ [illegible]	[illegible]
اغنی۔ کام آیا	عنی۔ مجھ سے	مالیہ۔ میرا مال	ھلک۔ [illegible]
عنی۔ میری	سلطانیہ۔ اقتدار	خذوہ۔ پکڑو	[illegible]
فغلوہ۔ پھر طوق پہناؤ	ہ۔ اس کو	[illegible]	الجحیم۔ [illegible]
صلوہ۔ دھکیلو	ہ۔ اس کو	[illegible]	فی۔ [illegible]
سلسلۃ۔ زنجیر کے	ذرعھا۔ جس کا ناپ	[illegible]	[illegible]
فاسلکوہ۔ پرودو	ہ۔ اسکو	انہ۔ بیشک وہ	کان۔ تھا
لا۔ نہ	یؤمن۔ ایمان لاتا	باللہ۔ اللہ	العظیم۔ [illegible]
و۔ اور	لا۔ نہ	یحض۔ رغبت دلاتا	علی۔ [illegible]
طعام۔ کھانے	المسکین۔ مسکین کے	فلیس۔ تو نہیں	لہ۔ اس کے لیے
الیوم۔ آج	ھھنا۔ اس جگہ	حمیم۔ کوئی دوست	و۔ اور
لا۔ نہ	طعام۔ کوئی کھانا	الا۔ مگر	من۔ سے
غسلین۔ دوزخیوں کی پیپ		لا۔ نہ	یاکلہ۔ کھائے اسے سوا
الا۔ مگر	الخاطئون۔ گنہگار لوگ۔		

سُوْرَۃُ الحَآقَۃ

سورۃ الحاقہ مکی ہے اور اس میں باون ۵۲ آیات اور دو رکوع ہیں اس سورت کے مکی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قبول اسلام سے پہلے اس حالت میں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کروں گھر سے نکلا تو میں نے انہیں مسجد حرام میں اپنے سے پہلے ہی موجود پایا تو میں آپ کے پیچھے ٹھہر گیا تو آپ نے سورۃ الحاقہ پڑھنا شروع کی تو مجھے قرآن حکیم کے اس اسلوب و بیان سے سخت تعجب ہوا اور میں نے خود سے کہا بخدا یہ شاعر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا بقول شاعر قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۰ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ تو میں نے دل میں کہا

کہ کاھن ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ٥ اور نہ کسی کاھن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ اُس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے آخر سورت تک تلاوت کی تو میرے دل میں اسلام قرار پکڑ گیا سورۂ نون میں قیامت کا ذکر اجمالی گزرا حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس سورت کریمہ میں ذکر قیامت کو کھول کر بیان کیا ہے اس دن کی عظمت و ہیبت اور رسولوں کو جھٹلانے والی امم کا اور ان پر گزرنے والے عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

تفسیر اُردو رکوع اوّل سورہ الحاقہ پ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاقَّةُ ٥ مَا الْحَاقَّةُ ٥ — وہ حق ہونے والی، کیسی وہ حق ہونے والی،

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَاقَّةُ ٥ — اور تم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

(اَلْحَاقَّةُ ٥) وہ حق ہونے والی۔

ای الساعة او الحالة التی یحق و یجب وقوعها او التی تحقق و تثبت فیها الامور الحقة من الحساب والثواب والعقاب او التی تحق فیها الامور ای تعرف علی الحقیقة من حقه یحقه اذا عرف حقیقته و روی هذا عن ابن عباس۔ یعنی قیامت یا وہ حالت جو حق ہو گی اور اس کا واقع ہونا لازم یا وہ جس میں حساب ثواب اور عقوبت (سزا) کے بارے میں امور حق واضح اور ثابت ہو جائیں گے یا اس میں امور وحی کی تصدیق ہو جائے گی۔ (یعنی بات کھل جائے گی) یعنی جب ہر حق بات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اس کی حقیقت پہچانی جائیں گی اور حق واضح ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے حاقہ کا مفہوم یوں ہے اور قیامت کو مجازاً حاقہ کہا گیا ہے اور ابن عباس سے ہی مروی ہے کہ الحاقہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اسم جامد ہے جس پر موصوف محذوف کا اعتبار نہیں۔ اور ایک قول ہے کہ الحاقہ مصدر ہے جیسے العاقبة۔ العافیة۔ اور موصوف جو کہ محذوف ہے اس کی تعبیر نہیں کرتا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت حق و ثابت ہے اور اس کا ہونا یقینی و قطعی ہے۔

(مَا الْحَاقَّةُ ٥) کیسی وہ واقع ہونے والی

وَالاصل ما هی ای ای شئ فی حالها و صفتها اور اصل میں "مَا هِیَ" ہونا چاہیئے یعنی وہ کیسی ہے یعنی اپنے حال اور صفت کے اعتبار سے کیسی شے ہے لیکن ضمیر کی بجائے استفہام کے ساتھ اسم

الحاقہ) ہی فرمایا جو قیامت کی عظمت و ہیبت پر دلالت کر رہا ہے۔
(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝) اور تم نے کیا جانا کیسی وہ حق ہونے والی۔

اُی أی شیئ أعلمك ماھی تاکید لھولھا وفظاعتھا ببیان خروجھا عن دائرۃ علوم المخلوقات استفہام انکاری ہے یعنی کس چیز نے تمھیں بتایا کہ وہ کیسی ہے، جملہ استفہام قیامت کی ہولناکیوں اور اس کی سختیوں کو مؤکد کر رہا ہے ایسے بیان کے ساتھ جو مخلوقات کے علم کے دائرہ سے خارج ہے یعنی فکر انسانی کی وہاں تک نہ پرواز ہے نہ رسائی اور کسی کو بھی اس کی حقیقت کا علم نہیں کہ وہ کس قدر ہولناک ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝	ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو
فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝	جھٹلایا۔ تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری
وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ	ہوئی چنگھاڑ سے۔ اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے
صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝	نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

(كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝) ثمود اور عاد نے اس سخت صدمہ دینے والی کو جھٹلایا
یہاں بھی ضمیر کی جگہ اسم مجازاً بولا گیا یعنی القارعۃ۔ الحاقہ القارعۃ دونوں قیامت کے نام ہیں جو قیامت کی حالت کو واضح کرتے ہیں۔

ای بالقیامۃ التی تقرع الناس بالافزاع والاھوال والسماء بالانشقاق والانفطار والارض والجبال بالدك والنسف والنجوم بالطمس والانکدار۔
یعنی قوم ثمود (صالح علیہ السلام کی قوم) اور عاد (حضرت ہود علیہ السلام کی قوم) نے قیامت کا انکار کیا اور اسے جھٹلایا (حق و سچ نہ مانا) جو ایسی ہے کہ انتہائی گھبراہٹ اور خوف (ہول) سے لوگوں کو، اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ٹوٹتے اور پھٹنے کے ساتھ آسمان کو اور ٹکرا کر پاش پاش ہوتے اور غبار ہو کر اڑنے کے ساتھ زمین اور پہاڑوں کو اور محو ہونے اور ٹوٹ کر بارش کی طرح جھڑ پڑنے کے ساتھ ستاروں کو منتشر پراگندہ اور چورا چورا کردے گی۔
(فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا) تو ثمود تو ہلاک کیے گئے۔

ای اُھلکھم اللہ تعالیٰ یعنی انہیں (صالح علیہ السلام کی قوم) کو اللہ نے ہلاک کیا فاء سببیہ ہے اور كَذَّبَتْ پر معطوف ہے اور اَمَّا تفصیل مجمل ہے یعنی ثمود اس لیے ہلاک و برباد کئے گئے کہ انہوں نے قیامت کو حق نہ مانا اور اس کی تکذیب کی۔
(بِالطَّاغِيَةِ ۝) حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے۔

ای الواقعۃ المجاوزۃ للحد وھی الصیحۃ لقولہ تعالیٰ فی ھود واخذ الذین

ظلموا الصیحۃ یعنی حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے اور وہ چیخ ہے جیسا کہ سورۂ ہود میں ارشاد باری ہے اور ہم نے ظالموں کو پکڑا چیخ سے۔ حم السجدہ میں اس کو الصاعقہ فرمایا گیا جس کے معنی غیر معمولی کڑک کے ہیں اور سورۂ اعراف میں الرجفۃ فرمایا گیا جس کے معنی ہولناک شدید زلزلے کے ہیں اور ان سب باتوں میں کوئی تعارض نہیں کہ اس چیخ میں یہ ساری باتیں تھیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک غیر معمولی چیخ ماری کہ سب سنتے ہی فنا ہو گئے اور ایک قول ہے کہ آسمان سے ایک چیخ ہوئی جس میں کڑک زلزلہ سبھی کچھ تھا کہ ظالموں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ابن عباس، ابن زید اور ابو عبیدہ کا قول ہے کہ طاغیہ مصدر ہے لہٰذا معنی یہ ہوں گے بطغیانھم یعنی ثمود اپنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اور اس پر ارشاد باری مؤید ہے كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ ثمود پر عذاب کی تفصیل کئی جگہ ہو چکی۔

(وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ٥) اور رہے عاد تو وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے۔

ایضاً اھلکوا بسبب الطغیان یعنی عاد (قوم ہود علیہ السلام) بھی اپنی سرکشی کی وجہ سے نہایت سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کئے گئے یہ طوفان ان کی ہلاک کا ذریعہ تھا اور ہلاکت کا باعث و سبب ان کی سرکشی تھی۔ قاموس میں ریح صرصر سے مراد ہے انتہائی برفیلی ہوا یا ایسی سخت ہوا جس میں مبالغہ کی حد تک شور ہو عاتیۃ کے معنی ہیں شدید العصف انتہائی ٹھنڈی اور سرد او عتت علی عاد فما قدروا علی ردھا والخلاص منہا بحیلۃ یا وہ ایسی سخت تھی قوم عاد پر کہ وہ اُس سے خلاصی پانے یا اس کو روکنے یا اُس سے بچنے کی کسی صورت پر قدرت نہ پا سکے اور جہاں کہیں بھی وہ تھے ان کے مساموں کے اندر تک گھستی چلی گئی اور انہیں سُن کر کے ہلاک کر دیا اور ہر شئے فنا کر دی اور انہیں اڑا کر سمندر میں پھینک دیا اور کوئی نہ بچا۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ٥	وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو پڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے درخت ہیں گرے ہوئے۔

(سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ) وہ ان پر قوت سے لگا دی۔

ای سلطہا عزوجل بقدرتہ علیہم یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس طوفان کو قوم عاد پر اپنی قدرت سے مسلط فرمایا۔

(سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا) سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار

ای متتابعات کما قال ابن عباس وعکرمہ ومجاهد وقتادہ وابو عبیدہ جمع حاسم کشهود وجمع شاهد من حسمت الدابۃ اذا تابعت کیها علی الداء کرۃ بعد اخری حتی ینحسم فهی مجاز مرسل من استعمال المقید۔ یعنی مسلسل پیہم جیسا کہ ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے حُسُومًا حاسم کی جمع ہے جس طرح شہود شاہد کی جمع ہے جس کا مطلب ہے جانور کو بار بار داغنا یہاں تک کہ اس کا داغ اور زخم ختم ہو جائے (درست ہو جائے) تو یہ مقید کے استعمال میں مجاز مرسل ہے اور ایک قول ہے قاطعات الخیر بنحوستها وشؤمها بھلائی کو کاٹ دینے والے اپنی نحوست اور خرابی کے ساتھ واضح مفہوم یہ ہوا کہ وہ دن اور رات ایسے نحس تھے۔ یہ دن اور رات بدھ کی صبح سے اگلے بدھ کی شام تک ماہ شوال میں نہایت تیز سردی کے موسم میں تھے اور اہل عرب ان دنوں کو ایام العجوز کہتے ہیں۔

(فَتَرَى الْقَوْمَ) تو ان لوگوں کو دیکھو

ای ان کنت حاضراً حینئذٍ فالخطاب فیہ فرضی یعنی اگر تم اس وقت حاضر ہوتے تو

یہاں خطاب فرضی ہے اور خطاب عمومی ہے۔

(فِيْهَا) ان میں

ای فی الایام واللیالی وقیل فی مهاب الریح وقیل فی دیارهم والاول اظهر

یعنی ان دن اور راتوں میں اور ایک قول ہے کہ طوفان کے مقام میں اور ایک قول ہے ان کی بستیوں میں

اور پہلا قول واضح ہے۔

(صَرْعٰى) پچھڑے ہوئے۔

ای هلکی جمع صریع۔ صریع کی جمع ہے جس طرح مرگی کی بیماری بندے کو پچھاڑ دیتی ہے اور مرگی کو مرع کہتے ہیں یعنی ہلاک و برباد اور پچھڑے ہوئے یا چاروں شانے چت ہلاک و برباد پڑے۔

(كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ) گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے۔

ابو نهیل نے اعجز بروزن افعل پڑھا اور اخفش سے منقول ہے کہ انہوں نے نخل کی بجائے نخیل پڑھا ای اصول نخیل یعنی کھجوروں کی جڑیں یا تنے (خَاوِيَةٍ) ای نخلت اجوافها بلی وفساد۔ یعنی ان کے بدن پوشیدہ بگڑے ہوئے اور کھوکھلے ہو گئے۔ یحییٰ بن سلام کا قول ہے نخلت ابدانهم من ارواحهم فکانوا کذلک ان کے بدن ان کی روحوں سے خالی ہو۔ گئے تو وہ یوں ہو گئے اور

ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ سات روز تک عذاب میں مبتلا رہے اور آٹھویں روز مر گئے اور آندھی کے طوفان نے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

(فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝) تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو

ابن الانباری کا قول ہے اَی باق اور ھا مبالغہ کے لیے ہے مطلب ہے کوئی بھی باقی نہ بچا اور بعض کا کہنا ہے کہ "باقیۃ" الطاغیۃ اور الکاذبۃ کی طرح مصدر ہو سکتا ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے ای بقاء اور تاء وحدت کے لیے ہو گی یعنی کوئی ایک بھی باقی نہ بچا۔ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں کوئی بچا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ	اور فرعون اور اس سے اگلے اور الٹنے والی
وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝	بستیاں خطا لائے۔
فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ	تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ
اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝	مانا تو اس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا

(وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ) اور فرعون اور اس سے اگلے

ومن تقدمہ من الامم الکافرۃ کقوم نوح علیہ السلام ونیہ تعمیم بعد التخصیص فان منھم عادا وثمودا۔

یعنی فرعون اور اس سے پہلے کی کافر قومیں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم اور اس میں تخصیص کے بعد تعمیم ہے کیونکہ ان میں سے عاد اور ثمود بھی تھے ابو رجاء، طلحہ، حجدری اور حسن اس کے خلاف پڑھا اور عاصم سے بھی قَبْلَهٗ کو قِبَلَهٗ" پڑھا جس کے معنی ہیں ای ومن فی جھتہ وجانبہ والمراد ومن عندہ من اتباعہ واھل طاعتہ یعنی اور وہ قومیں جو اس جہت وطرف کی تھیں اور اسی طرح حالت کفر وسرکشی پر ان جیسی تھیں اور فرعون اور اس کی ہی پیروی اور طاعت کرنے والی تھیں۔ ابی اور ابن مسعود اور ان کے رفقاء کی قرأت اس کی تائید کرتی ہے۔

(وَالْمُؤْتَفِكٰتُ) اور الٹنے والی بستیاں۔

ای قری قوم لوط علیہ السلام یعنی لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں المؤتفکت افک سے ماخوذ ہے جس کے معنی الٹنے کے ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم لوط جسے الٹ دیا گیا ہے۔

(بِالْخَاطِئَةِ ۝) خطا کے ساتھ

ای بالخطاء یعنی شرک وکفر اور گناہوں اور بدکرداریوں اور انتہائی مذموم کاموں کی وجہ سے۔

(فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ) تو انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کا حکم نہ مانا۔

ای فعصی کل أمة رسولها حین نهاها عما كانت تتعاطاه من القبائح

یعنی ہر امت کو اس کے رسول نے جب کفر و شرک اور برے کاموں سے روکا تو انہوں نے ان کی نافرمانی کی۔ لفظ رسول واحد آیا ہے اس لئے کہ تمام رسولوں کا مقصد بعثت ایک ہی تھا اور اصول دین میں سب متحد تھے کسی ایک نبی و رسول کا انکار نہ صرف کفر بلکہ رسولوں کی پوری جماعت کا انکار بھی ہے۔

(فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ۝) تو اس نے انہیں بڑھی چڑھی گرفت سے پکڑا۔

فاء سببیہ ہے (فَأَخَذَهُمْ) ای اللہ عزوجل یعنی حق سبحانہ وتعالی نے انہیں پکڑ لیا (أَخْذَةً رَّابِيَةً) ای زائدہ فی الشدۃ کما زادت قبائحهم فی القبح من ربا الشئ اذا زاد یعنی ایسی پکڑ سے پکڑا کہ جو شدت میں بہت بڑھی تھی جس طرح ان کے گناہ اور برائیاں برائی کے لحاظ سے انتہا کو بڑھی ہوئی تھیں کسی شئے کے سود کی طرح جب وہ بہت بڑھ جائے یعنی زیادتی اس خرابی پر یوں بڑھ جائے کہ اصل خرابی بھی شرمسار ہو کر دب جائے۔

إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ۝

بے شک جب پانی نے جوش مارا تھا ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا کہ اسے تمہارے لئے یادگار کریں اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

(إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ) بے شک جب پانی نے جوش مارا۔

جاوز حده المعتاد حتى أنه علا على أعلى جبل خمس عشرة ذراعًا وطغى على خزانه على ما سمعت قبيل هذا وذلك بسبب اصرار قوم نوح عليه السلام على فنون الكفر والمعاصي ومبالغتهم في تكذيبه عليه السلام فيما اوحي اليه من الاحكام التي من جملتها أحوال القيامة۔

یعنی جب طوفان اپنی آخری حد سے بھی اونچا ہو گیا یہاں تک کہ اونچے سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ ہاتھ بلند ہو گیا یا جیسا کہ سنا گیا کہ وہ ہر ایک چیز یہاں تک کہ درختوں عمارتوں اور پہاڑوں سے بھی بلند ہو گیا اور کہا گیا کہ یہ طوفان نوح علیہ السلام کی قوم کے کفر و معاصی کے کاموں پر اصرار کی وجہ سے تھا اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے نوح علیہ السلام کا اور اس بارے میں جو ان کی طرف احکام میں سے وحی کیا گیا تھا اور منجملہ اس کے قیامت کے احوال بھی تھے حد درجہ شدت سے انکار کیا اور ان کی تکذیب کی۔

(حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَۃِ ۝) ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

(حَمَلْنٰكُمْ) ای فی أصلاب آبائکم او حملنا اٰباکم وانتم فی اصلابھم یعنی تمہیں تمہارے باپ داداؤں کی پشتوں (اصلاب) میں یا تمہارے آباؤ اجداد کو سوار کیا اور تم ان کی صلبوں میں تھے۔ (فِی الْجَارِیَۃِ) فی سفینۃ نوح علیہ السلام والمراد بحملھم فیھا رفعھم فوق الماء الی انقضاء ایام الطوفان۔ نوح علیہ السلام کی کشتی میں اور ان کے سوار کرنے سے مراد انہیں پانی کے اوپر اس میں (کشتی میں) اٹھانا ہے یعنی ہم نے تمہیں پانی پر بلند اٹھائے رکھا اور تمہیں محفوظ رکھا اور سفینہ سبب صوری تھا اور مومنوں کو ہم ہی بچانے والے تھے۔

(لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً) کہ اُسے تمہارے لیے یادگار کریں۔

ای الفعلۃ التی ھی عبارۃ عن انجاء المومنین واغراق الکافرین عبرۃ ودلالۃ علی کمال قدرۃ الصانع وحکمتہ وقوت قھرہ وسعۃ رحمتہ یعنی ایسا امر جو مومنین کی نجات اور کفار کی غرقابی سے عبارت ہو امر سے مُراد یا کشتی یا اہل ایمان کا خلاصی پانا اور کفار کی ہلاکت ہے تاکہ اس سے نصیحت پکڑیں اور یہ امر حق سبحانہ وتعالیٰ کے کمال قدرت اور اس کی حکمت اور غلبۂ قوت اور وسعت رحمت پر دلالت کرتا ہے۔

(وَتَعِيَهَا) اور اُسے محفوظ رکھے۔

ای تحفظھا والوعی ان تحفظ الشئ فی نفسک یعنی اُسے یاد رکھے اور سمجھے اور "وعی" کا معنی ہے کسی چیز کا اپنے دل (نفس) میں محفوظ رکھنا اور سمجھنا۔

(اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝) وہ کان جو سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

ای من شانھا ان تحفظ ما یجب حفظہ تبذکرہ واشاعتہ والتفکر فیہ ولا تفیعہ تبرک العمل یعنی جو اس بات کو اچھی طرح کرنا چاہیے یا اس پر غور کرے تو وہ بات جس کا یاد رکھنا یا محفوظ رکھنا واجب ہے اسے خوب محفوظ رکھے اس کے تذکرے اور اس کی اشاعت (پھیلاؤ) کے ساتھ اور اس میں غور و فکر کرے اور اعمال چھوڑ کر اس کو ضائع نہ کرے واضح مفہوم ہے کہ کارآمد اور کام کی باتوں کو لے۔ یاد رکھے اور انہیں ضائع نہ کرے اور ان سے پورا فائدہ حاصل کرے "واعیۃ" کا فاعل "اُذُنٌ" (کانوں) کو قرار دیا ہے حالانکہ کان سماعت کا ذریعہ و سبب ہے مُراد ہے اصحاب الاذن یعنی وہ لوگ جو کان رکھتے ہیں اور "واعیۃ" کی تنوین تنکیر قلت پر دال ہے جس کا مطلب کہ سن کر محفوظ رکھنے والے کانوں والے لوگ بہت کم ہیں حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا" دعوت اللہ تعالیٰ

ان یجعلہا اذنک" یعنی پروردگار جل وعلا سے دعا کی کہ اللہ تمہارے کانوں کو خوب محفوظ رکھنے (یاد رکھنے) والا بنادے قال علی کرم اللہ وجھہ الکریم فما سمعت شیئا فنسیتہ وما کان لی ان أنسی" مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا پس میں نے کوئی بات جو یاد رکھنے والی تھی سنی تو کبھی نہ بھلائی اور نہ میرے لیے ہوا کہ میں اُسے بھلا سکوں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾ پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم۔
وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ﴿ۙ۱۴﴾ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا کر دیئے جائیں۔
فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ﴿ۙ۱۵﴾ وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی۔

(فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ) پھر جب صور پھونک دیا جائے ایک دم سورۂ مبارکہ کے شروع میں قیامت کی ہولناکیوں اور منکرینِ قیامت کا انجام بیان کرنے کے بعد اب قیامت کے وقوع کی تشریح میں ارشاد ہے۔ والمراد بالنفخۃ الواحدۃ النفخۃ الاولی التی عندھا خراب العالم کما قال ابن وقال ابن المسیب ومقاتل ھی النفخۃ الأخرہ والاول اولی۔ اور نفخۂ واحدہ سے مراد نفخۂ اولی ہے اور وہ ہے جس کے ساتھ دنیا کی بربادی وفنا ہے جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے اور ابن المسیب اور مقاتل کا قول ہے یہ نفخۂ الأخرہ (دوسرا آخرت کا ہے) اور پہلا قول راجح ہے۔ اور ایک قول ہے کہ نفخۂ واحدہ سے مراد وہ نفخہ ہے جس کی آواز سُن کر ہر ذی روح بے ہوش ہو جائے گا، علماء کا تعداد میں اختلاف ہے بعض علماء کا قول ہے صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا اول نفخۂ فزع دوم نفخۂ صعق اور سوم نفخۂ قیام یا نفخۃ البعث اور بعض کا قول ہے نفخۂ فزع اور نفخۂ صعق دراصل ایک ہی نفخہ ہیں کہ آواز سنتے ہی لوگ گھبرا جائیں گے اور گھبراہٹ سے بے ہوش ہو جائیں گے اور پھر مر جائیں گے اس قول کے مطابق نفخہ صور دو مرتبہ ہوگا۔

وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ﴿ۙ۱۴﴾ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چورا کر دیئے جائیں۔
فَیَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ﴿ۙ۱۵﴾ وہ دن ہے کہ ہو پڑے گی وہ ہونے والی

(وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ) اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر
رفعتا من احیازھما بمجرد القدرۃ الالھیۃ من غیر واسطۃ مخلوق اوبتوسط نحو ریح او ملک وقیل اوبتوسط الزلزلۃ۔ دونوں زمین اور پہاڑ اپنے اماکن

سے صرف قدرت الٰہیہ سے بلند اُٹھائے جائیں گے اور یہ حمل (اُٹھانا) مخلوق کے واسطہ سے نہ ہو گا یا پھر توسط سے اٹھائے جائیں گے جیسے ہوا یا فرشتہ اور ایک قول ہے کہ زلزلہ کے ذریعہ بلند اٹھائے جائیں گے۔ بعض نے کہا "حمل" سے مراد محض اضطراب ہے اور ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اجرام علویہ میں سے کوئی پیدا فرمائے جس میں ایسی قوت کشش ہو کہ پہاڑوں کو کھینچ لے اور انہیں ان کے مقامات سے اُوپر اُٹھا لے۔

(فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝) دفعتہً چورا کر دیئے جائیں گے۔

فضربت الجملتان اثر رفعهما بعضها ببعض ضربة واحدة حتى تفتت وترجع كما قال سبحانه كثيبا مهيلا وقيل تتفرق اجزاؤها كما قال سبحانه هباء منبثا فرقوا بين الدك والدق بان فى الاول تفرق الاجزاء وفى الثانى اختلافها وقال بعض الاجلة اصل الدك الضرب على ما ارتفع لينخفض ويلزمه التسوية

زمین اور پہاڑ دونوں یکدم اٹھائے جانے کی وجہ سے اُن میں سے بعض بعض کے ساتھ ٹکرا جائیں گے یہاں تک کہ چورا چورا ہو کر لوٹیں گے جیسا کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ کا ارشاد ہے "پہاڑ ہو جائیں گے ریت کا ٹیلہ بہتا ہوا" اور ایک قول ہے کہ ان کے اجزاء بکھر جائیں گے (ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں گے) جیسا کہ ارشاد باری ہے "تو پہاڑ ہو جائیں گے غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے" اور بعض نے الدك اور الدق میں فرق کیا ہے کیونکہ الدك کا مطلب اجزاء کا ٹوٹ کر بکھرنا ہے اور الدق کا مطلب ہے اس کا ہونا یعنی بہت باریک پیسنا یا آٹا بنانا اور بعض اجلہ علماء کا قول ہے کہ الدك کی اصل یہ ہے کہ جو شئے بلند ہو اُسے کوٹنا توڑنا یہاں تک کہ وہ ہموار اور برابر ہو جائے۔ وقال الراغب الدك الارض اللينة السهلة راغب کا قول ہے کہ "دك" کا مطلب ہے زمین کا خوب نرم و سہل ہونا۔ واضح مفہوم یہ ہے جب صور یک دم پھونکا جائے گا تو زمین و پہاڑ بلند ہو کر ٹوٹ پھوٹ کر ریت کے ٹیلہ جو بہتا ہوا دکھائی دے کی طرح ہو جائیں گے اور سب کچھ ہموار ہو جائے گا اور بلندی پستی نہ رہے گی۔

(فَيَوْمَئِذٍ) وہ دن ہے کہ

ای فحينئذ على ان المراد باليوم مطلق الوقت یعنی اس وقت اور اس سے مُراد اس دن کا مطلق وقت ہے ای فيوم اذ نفخ فى الصور وكان كيت كيت یعنی اُس روز جب صور پھونکا جائے گا ایسا ہو تو ایسے ایسے ہوگا۔

(وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝) ہو پڑے گی وہ ہونے والی

ای قامت القیامۃ ۔ یعنی قیامت قائم ہو جائے گی اور " واقعہ " کی تفسیر میں ہے یہ کہ قیامت کا وقوع صخرہ بیت المقدس سے ہوگا اور ایک قول ہے کہ جن امور کا وقوع ہونا ہے جیسے جزاء وسزا اور حساب وہ ضرور واقع ہوں گے ۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن اس کا پتلا حال ہوگا ۔

(وانشقت السماء) اور آسمان پھٹ جائے گا ۔

ای تفطرت و تمیز بعضها عن بعض یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اُس کا بعض حصہ بعض سے ممتاز (علیحدہ الگ) ہو جائے گا ۔

(فھی) تو وہ

ای السماء یعنی آسمان

(يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝) اس دن اُس کا پتلا حال ہوگا ۔

ای ضعیفۃ من وھی ۔

وَهْیٌ کے معنی کمزوری، پھٹن یا شگاف یا ڈھیلا ہونا ہے بادل کے پھٹنے کو بھی وَهَى السحاب کہتے ہیں عنکبوت کے گھر کو فھی اوھن البیوت کہا گیا ہے یعنی کمزور گھر ۔ یعنی آسمان پھٹنے کے بعد کمزور ہو جائے گا اور ڈھیلا پڑ جائے گا جس طرح خیمہ طنابوں کے سٹنے یا کھینچنے سے ڈھیلا پڑ جاتا ہے ۔ اور اس کی مضبوطی وبندش برقرار نہیں رہتی ۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝ اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے اور اُس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اُوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے ۔

(وَالْمَلَكُ) اور فرشتے

ای الجنس المتعارف بالملك وھو اعم من الملائکۃ عند الزمخشری وجماعۃ وقد ذکرہ الجوھری ایضاً ۔ فرشتوں سے مراد جنس متعارف یعنی عام فرشتے ہی ہیں علامہ زمخشری اور ایک جماعت علماء کا خیال ہے کہ وہ گرانڈیل فرشتے ہیں یعنی فرشتوں میں سے بہت موٹے یا طویل القامت ہیں ۔ اور جوہری کے نزدیک بھی مراد یہی فرشتے ہیں ۔

(عَلٰٓی اَرْجَآئِهَا) اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے

ای جوانبہا یعنی آسمان کے اطراف پر موجود ہوں گے۔

(وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ) اور اٹھائیں گے تمہارے پروردگار کا عرش۔

ای یحمل عرش ربک فوق ظہورھم اور ؤسہم یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے عرش کو اپنی پشتوں کے اوپر یا اپنے سروں پر اٹھائیں گے یا مُراد ہے کہ ان فرشتوں کے اوپر جو آسمان کے کناروں پر ہوں گے یا پھر حاملین عرش فرشتے مراد ہیں۔

(یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ ۝) اس دن آٹھ فرشتے

اخرج عبد بن حمید عن ابن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یحملہ الیوم اربعۃ ویوم القیامۃ ثمانیۃ، عبد بن حمید نے عبداللہ بن زید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کل اُسے چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز آٹھ اٹھائیں گے۔ حسن کا قول ہے اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے یا کیسے ہیں آٹھ اصناف یا آٹھ شخص اور ایک قول ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جو عرش اٹھائے ہوں گی اور ان کی تعداد اللہ کو معلوم ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حاملین عرش چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد کے لیے چار اور بڑھا دیئے جائیں گے

یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ ۝ اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں سے کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

(یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ) اس دن تم سب پیش ہو گے

مجازاً عن الحساب والمراد یومئذ تحاسبون۔ یعنی اس دن تم اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کے لیے پیش ہو گے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یُعرض الناس یوم القیامۃ ثلاث عرضات فاما عرضتان فجدال ومعاذیر واما الثالثۃ فعند ذلک تطایر الصحف فی الایدی فآخذ بیمینہ وآخذ بشمالہ" روز قیامت لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی دو پیشیاں تو جھگڑا کرنے اور عذر معذرت کے لیے ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمالنامے ہاتھوں میں ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی داہنے اور کوئی بائیں ہاتھ میں پکڑنے والا ہوگا۔

(لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ ۝) کہ تم میں کوئی چھپنے والی جان چھپ نہ سکے گی۔

ی تعرضون غیر خاف علیہ عزوجل سر من اسرارکم قبل ذلک. یعنی پروردگار
میں اللہ کے حضور اس طرح پیشی ہوگی کہ تمہاری کوئی بھی چھپی ہوئی بات نہ چھپ سکے گی۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ — تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا
فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ — کہے گا لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔
اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۚ — مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا۔
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ — تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

تفسیر الاحکام العرض والمراد بکتابہ ما کتب الملائکۃ فیہ ما فعلہ فی الدنیا
وقد ذکروا ان اعمال کل یوم ولیلۃ تکتب فی صحیفۃ فتعدد صحف العبد
وعند فقیل توصل لہ فیوتاھا موصولۃ وقیل ینسخ ما فی جمیعھا فی صحیفۃ
واحدۃ وھذا ما جزم بہ الغزالی علیہ الرحمۃ۔

یہ پیشی کے معاملات کی تفصیل ہے اور اس کی کتاب (اعمالنامہ) سے مراد وہ ہے جو فرشتوں نے
مرتب کیا جو اس نے دنیا میں کیا تھا اور بیان کیا گیا ہے کہ تمام اعمال (چھوٹے بڑے) ہر دن رات
کے صحیفے میں لکھے جاتے ہیں تو ایک شخص کے صحیفے متعدد (بہت) ہو جائیں گے تو کہا جائے گا اس کے
یہ سب کٹے ملا دیئے جائیں (جمع کر دیئے جائیں) پس وہ مجموعی صحیفہ اُسے دیا جائے گا اور ایک قول ہے
کہ ان سب صحیفوں میں جو کچھ ہے نقل کر کے ایک صحیفہ بنا دیا جائے گا اور یہی وہ بات ہے جس پر امام غزالی رحمۃ
اللہ علیہ نے جزم کیا ہے۔ داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ جنہیں دیا جائے گا وہ مومن ہی ہوں گے جیسا کہ سیاق کلام
سے ظاہر ہے چنانچہ وہ اعمالنامہ ملنے پر سمجھے گا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو نجات عطا کی گئی ہے
تو وہ بہت مسرور ہوگا حکیم ترمذی کا قول ہے کہ پہلی پیشی (عرض السوال) اعتراف و انکار کے لیے ہوگی
دوسری پیشی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بطور اتمام حجت ہوگی اور تیسری پیشی اہل ایمان و طاعت
کے لیے ہوگی یہ پیشی تو ضرور ہوگی مگر ان پر تنہائی میں عتاب فرمائے گا اور پھر بخش دے گا اور اپنے رضوان سے
نوازے گا۔

فیقول کہے گا
تبجح و تفخر یعنی فرحت و خوشی اور مسرت و عزت کے طور پر اظہار کر کے کہے گا۔
هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو
وہ شخص جسے اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں ملے گا تو وہ خوشی سے کہے گا هَآؤُمُ اس کے معنی ہیں تم سب

الوالقاسم نے بحوالہ سیبویہ لکھا ہے ۔
و۔ قال الرضی ھا اسم نحذھا اسم بمعنی لینا یا تو تم ہے۔
العرب تقول ھاء یا رجل بفتح الھمزۃ وھاء یا امرأۃ بکسرھا وھاؤما یا رجلان اوامراتان
وھاؤن یا نسوۃ فالمیم فی ھاؤم کالمیم فی أنتم وضمھا کضمھا فی بعض
الحیات وفرعھا بخذوا ۔ اہلِ عرب بولتے ہیں ھَاءَ یا رَجُل اے شخص لو اور ہمزہ زبر کے
ساتھ بولتے ہیں اور ھاءِ یا اِمْرَأَۃ اے بی بی لو اور ہمزہ زیر کے ساتھ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ھاؤما
یا رجلان وامراتان اور دو مردوں اور دو عورتوں (تثنیہ کے لیے) ھاؤما کہتے ہیں اور مرد اور
عورتوں (جمع مذکر و مؤنث) کے لیے ھَاؤُمُ / ھَاؤُنَّ بولتے ہیں تو ھاؤم میں میم انتم کی میم
کی طرح ہے اور اس کا پیش بعض مواقع (ضمہ) بھی انتم کی پیش کی طرح ہی ہے اور یہاں اس کی تفسیر تخذوا
کے ساتھ کی گئی ہے یعنی تم لو۔ مطلب ہے کہ تم میرا اعمالنامہ لے کر پڑھو یا دیکھو۔

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۝ مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا

ای علمت ذلک کما قالہ الاکثرون جیسا کہ اکثر علماء کا ارشاد ہے کہ وہ کہے گا کہ مجھے
اس کا علم تھا یعنی مجھے معلوم تھا کہ آخرت میں میرے ساتھ ایسا معاملہ یعنی حساب لیا جائے گا۔ بیضاوی کا قول
ہے کہ ظن کے لفظ کا یقین کی جگہ بولنے سے اس امر کا اظہار ہے کہ علوم نظریہ اور وساوس لازم و ملزوم
ہیں لیکن اعتقاد میں ان سے خرابی نہیں ہو سکتی اور یہ اعتراف کہ مجھے (گمان) تھا حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور
عاجزی کے لیے ہے کہ ذات باری کے سامنے دعویٰ کرنا غیر مناسب ہے۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ تو وہ من مانتے چین میں ہوگا

قال ابو عبیدۃ والفراء ای مرضیۃ ابو عبیدہ اور فراء کا کہنا ہے یعنی راضی ہوگا یعنی جو چاہے
گا وہ اس کی رضا چاہت (دل پسند) ہوگا۔ اور بعض کا ارشاد ہے أی ذات رضی یعنی اس کے دل پسند
ہوگا۔ [illegible]

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ بلند باغ میں
قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ جس کے خوشے جھکے ہوئے
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

(فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝) بلند باغ میں
مرتفعۃ المکان لانھا فی السماء فنسبۃ العلو الیھا حقیقۃ ویجوز ان تکون

مجازا وهی حقیقة لدرجاتها ومافیها من بناء ونحوه وفی البحر عالیة مکانا وقدرا۔ وہ باغ ایسے مکان میں جو بلند و بالا ہو کیونکہ وہ آسمان میں ہے اور اس کی بلندی کے ساتھ نسبت ہونا حقیقی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسا مجازاً ارشاد ہوا اور یہاں بلندی سے مراد اس کے درجات کے لیے بلندی ہو اور جو کچھ اس میں ہے جیسے عمارتیں اور درخت اور اس کی طرح کی چیزیں جو بلند و بالا ہوں۔ اور بحر العلوم میں بھی ہے کہ مراد ہے مکان اور عزت کے لحاظ سے بہت بلند۔

(قُطُوْفُهَا) جس کے خوشے

قُطُوْف قِطف کی جمع ہے وَهُوَ مَا یجتنی من الثمر اور وہ پھلوں کی لدی ڈالی ہے۔

(دَانِیَةٌ ○) جھکے ہوئے۔

ای قریبة یتناول الرجل منها وهو قائم کما قال البراء بن عازب رضی الله عنه وقال بعضهم یدرکها القائم والقاعد والمضطجع بفیه من شجرتها وعلیه۔ یعنی نزدیک ہوں گے اور آدمی کھڑے کھڑے اس سے کھا سکے گا جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعض کا قول ہے کہ آدمی کھڑے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے درخت سے اس کا پھل توڑ سکے گا عبد بن حمید نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا دنت فلا یرد ایدیهم عنها بعد ولا شوك خوشہ اتنا قریب ہوگا کہ ان کے ہاتھوں سے دور نہ ہوگا اور نہ کانٹے دار ہوگا اور بعض نے "الدنو" کی تفسیر میں کہا ہے علیه بسهولة التناول اس شخص پر اس خوشے سے تناول کرنا (ہر طرح سے) سہل ہوگا۔ باغوں کی بلندی کے باوصف پھلوں تک ہر طرح بسہولت رسائی ایک خاص انعام ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ○ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا) کھاؤ اور پیو۔ ای یقال فیها ذلك یعنی ان سے کہا جائے گا جو بلند باغوں میں ہوں گے اور ضمیر کا جمع لانا معنی کی رعایت کے لیے ہے۔ اور یہ "هُوَ" جو کہ ضمیر واحد ہے کی خبر ہے

(هَنِیْٓـًٔا) رچتا ہوا

ای غیر منغصین (سہولت کے ساتھ یا فراغت)

(بِمَآ اَسْلَفْتُمْ) صلہ اس کا جو تم نے آگے بھیجا۔

بمقابلة ما قدمتم من الاعمال الصالحة یعنی اپنے ان اچھے اعمال کے بدلے

مقابلے میں جو تم نے دنیا میں آخرت کے لیے کئے تھے (آگے بھیجے تھے)

(فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝) گزرے دنوں میں

ای الماضیہ وھی ایام الدنیا یعنی ماضی میں (گزرے ہوئے زمانے میں) اور وہ دنیا کے دن تھے۔ وقیل الخالیۃ من اللذات ای التی اخلیتموھا من الشھوات النفسانیہ۔ اور ایک قول ہے کہ الخالیہ سے مراد وہ دن ہیں جو لذات و شہوات نفسانیہ سے خالی تھے۔ ابن جبیر وکیع من تفسیر ھذہ الایام بایام الصیام۔ ابن جبیر اور وکیع سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ ایام الخالیۃ سے مراد روزوں کے دن ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝

اور وہ جو اپنا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔ میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال، میرا سب زور جاتا رہا۔

(وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝) اور وہ جو اپنا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

لما یری من قبح العمل وانجلاء الحساب عما یسوء ۝، اس سے مراد کافر ہے بیہقی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ کفار کو نامۂ اعمال پیچھے کی طرف سے بائیں ہاتھ میں سپرد ہوگا اس وقت جب وہ اپنے اعمال کی خرابی و برائی اور حساب کا معاملہ روشن دیکھے گا تو اس سے اسے بہت دکھ ہوگا تو وہ کہے گا کہ اے کاش مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

یعنی مجھے اس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے۔

(يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝) ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی۔

(يٰلَيْتَهَا) ای الموتۃ التی ذقتھا فی الدنیا یعنی موت جس نے اُسے دنیا میں مارا تھا۔

(كَانَتِ الْقَاضِيَةَ) ای القاطعۃ لامری ولم ابعث بعدھا ولم الق ما القی۔ میرا معاملہ کاٹ دیتی اور میں اس کے بعد ہرگز زندہ اٹھایا جاتا اور جس چیز سے دوچار ہوا ہوں اُس سے ہرگز

دوچار نہ ہوتا۔ قتادہ کا قول ہے کہ کافر قیامت کے روز موت کی آرزو کرے گا حالانکہ حیات دنیوی میں اُسے یہ ناگوار تھی۔ ایک قول ہے کہ اے کاش حیات دنیوی ہی نہ ہوتی یعنی عدم ہی ہوتا اور میں زندہ پیدا نہ کیا جاتا۔

(مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۟) میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال

ای ما اغنی عنی شیئا الذی کان لی فی الدنیا من المال ونحوہ کالاتباع یعنی میرے لئے جو دنیا میں میرا مال تھا اور اسی طرح کی اشیاء جیسے خدام و اولاد وغیرہ کوئی بھی میرے لیے فائدہ مند اور کارآمد نہ ہوا۔ یا جو میں نے دنیوی زندگی میں اکٹھا کر رکھا تھا وہ مجھے کچھ بھی عذاب سے نہ بچا سکا۔

(هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۟) میرا سب زور جاتا رہا

ای بطلت حجتی التی کنت احتج بہا فی الدنیا وبہ فسرہ ابن عباس ومجاہد والضحاک وعکرمۃ والسدی اکثر السلف یعنی دنیا میں جن حجتوں سے میں احتجاج کرتا تھا (جھٹلایا کرتا تھا) میری وہ سب حجتیں خاک میں مل گئیں اور یہ تفسیر ابن عباس مجاہد ضحاک، عکرمہ، سدی اور اکثر علماء سلف سے منقول ہے ایک قول ہے ای بطلت ملکی وتسلطی علی الناس وبقیت فقیرا ذلیلا او تسلطی علی القوی والآلات خلقت لی فعجزت عن استعمالہا فی الطاعات یقول ذلک تحسرا او تأسفا۔ یعنی میری حکومت (بادشاہی) اور لوگوں پر تسلط و غلبہ فنا ہوگیا اور فقیر و ذلیل ہو کر باقی رہ گیا یا پھر کہے گا کہ میرا میرے قوی پر تسلط و غلبہ (اختیار) اور وہ آلات (اشیاء) جو میرے لیے پیدا کی گئی تھیں تو میں ان کے صحیح استعمال یعنی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کرنے سے باز رہا اور اس کا یوں کہنا بطور حسرت و افسوس ہوگا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۟ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۟ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۟

اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو۔ پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرو دو۔

(خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۟) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو

(خذوہ) ای فیقول اللہ تعالیٰ للزبانیۃ خذوہ یعنی پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا دوزخ کے فرشتوں (زبانیہ) سے کہ اسے پکڑو یعنی قید کر لو۔ (فغلوہ) ای شدوہ بالاغلال یعنی اس کو گردن سے جکڑ دو۔ ایک قول ہے کہ اس کے گلے میں طوق ڈال کر

باندھ لو۔

(ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝) پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ

بیان کیا گیا ہے ان الجحیم اسم لطبقۃ من النار بے شک "جحیم" دوزخ کی آگ کے ایک طبقہ کا نام ہے تو فرمایا جائے گا صَلُّوْهُ ای لا تصلوہ یعنی اس کو اس کے اندر پہنچاؤ، جحیم کا ہے بڑی بھڑکتی آگ واضح مطلب یہ ہے کہ اسے اس آگ میں خوب اندر جھونک دو۔

(ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝) پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرو دو۔

(ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا) پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ای قیاسها و مقدار طولها یعنی ایسی زنجیر کے ساتھ جس کا اندازہ اور لمبائی کی مقدار ستر ہاتھ ہوگی۔

(سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا) ستر ہاتھ۔

بعض علماء نے کہا ہے والسبعون فی التکثیر والمبالغہ ستر کا عدد تکثیر و مبالغہ کے لیے ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد معروف ظاہری عدد ہی ہے عربوں کے ہاں معروف "ذراع الید" ہی ہے یعنی ہاتھ (بانہہ) کی لمبائی۔ ابن عباس، ابن جریج اور محمد بن المنکدر کا قول ہے "ذراع الملک" حکومت یا حاکم کا پیمانہ حسن کا قول ہے کہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ ذراع کیسا ہے صاحب تفسیر مظہری کا کہنا ہے کہ شائد مراد دوزخ کے دربان فرشتوں (زبانیہ) کا ذراع ہے۔ اور یہی قوی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

(فَاسْلُكُوْهُ ۝) اسے پرو دو

ای فادخلوہ یعنی اُسے اس میں (پرو دو) داخل کر دو۔ ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے ابن جریج کے حوالے سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا انما تسلك فی دبرہ حتی تخرج من منخریہ کہ کافر کی مقعد سے زنجیر داخل کر کے ناک کے نتھنوں میں سے نکالی جائے گی ایک قول ہے کہ وہ زنجیر کافر میں اس طرح داخل کی جائے گی جس طرح کسی شئے میں ڈورا پرو دیا جائے اور یوں پرو دیا جانا انتہائی شدید ہوگا۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ بے شک وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا۔

لانہ کان فی الدنیا مستمرا علی الکفر باللہ تعالٰی العظیم یعنی اس لیے کہ یہ حیات دنیوی میں عظمت والے اللہ کا ہمیشہ انکار کرتا تھا یہ نیا جملہ عذاب مذکور کی علت کا بیان ہے۔

ایک قول ہے کہ عظمت والے رب پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور عظیم (صفت الٰہیہ) کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ بڑائی اور عظمت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہی شان ہے اور وہی اس کا مستحق ہے حدیث قدسی میں وارد ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا الکبریاء ردائی و العظمۃ ازاری بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے۔ لفظ عظیم کے ذکر میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ کافر دنیا میں متکبر بنتے تھے اور اللہ پہ ایمان نہ لاتے تھے اور کفر و سرکشی میں بڑے بنتے تھے اور عظمت والے رب کی عظمت و وحدانیت کو نہ مانتے تھے تو گویا ان کی خود ساختہ بڑائی اور تکبر کا یہ زعم باطل ہی ان کے عذاب کا باعث بنا اور مذکورہ حدیث قدسی ہی میں ہے کہ جس نے مجھ سے کبریائی اور عظمت کو کھینچا فقد فتہ فی النار تو میں اسے ضرور آگ میں داخل کروں گا۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝ اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہ دیتا

ای ولا یحث علی بذل طعامہ الذی یستحقہ فی المال الموسر یعنی وہ شخص جس کے مال میں کسی کا حق بآسانی مل سکتا اُسے بھی مسکین کو کھلانے کی انگیخت یا کھلانے پر آمادہ نہ کرتا خود دیتا تو اور بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طعام بمعنی الاطعام ای ولا یحث علی اطعام المسکین یعنی خود مسکین کو کھلانے کی رغبت ہی نہیں رکھتا تھا۔ وقیل دما أن أقبح العقائد الکفر و أشنع الرذائل البخل وقسوۃ القلب اس آیت کے ضمن میں علماء نے فرمایا کہ عقائد میں بدترین عقیدہ کفر و شرک ہے اور اخلاق رذیلہ میں سے اشد و بدترین بخل (کنجوسی۔ راہ خدا میں خرچ نہ کرنا) اور قلب (دل) کی سختی ہے۔ مسکین کو کھلانا چونکہ رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے حصول کے لیے ہوتا ہے اور کافر کا یہ ایمان و اعتقاد ہی نہیں ہوتا لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ایسا عقیدہ ہی نہ رکھتا تھا اور آخرت کا منکر تھا۔

فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۝ تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۝ اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ۔

لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ اُسے نہ کھائیں گے مگر خطاکار

(فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۝) تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

قریب مشفق یحمیہ ویدفع عنہ لان اولیاءہ یتحامونہ ویفرون منہ۔ یعنی آج آخرت کے دن اس کے قریب کوئی شفقت کرنے والا دوست نہ ہوگا کہ وہ اُس سے عذاب کو ہٹانے کی سفارش کر سکے کیونکہ اس کے جگری یار دنیاوی زندگی میں اس کے حامی اور دوست

بنتے تھے اور اب وہ اُس سے دور بھاگیں گے۔

(وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۝) اور نہ کچھ کھانے کو مگر دوزخیوں کا پیپ

قال اللغویون ہو ما یجری الجراح اذا غسلت فعلین من الغسل وقال ابن عباس فی روایۃ ابن ابی حاتم وابن المنذر من طریق عکرمۃ عنہ انہ الدم والماء الذی یسیل من لحوم اہل النار وفی معناہ قولہ فی روایتہما من طریق علی بن ابی طلحۃ عنہ ہو صدید اہل النار واخرج ابن ابی حاتم من طریق مجاہد عنہ انہ قال ما ادری ما الغسلین ولکنی أظنہ الزقوم والاکثرون علی الاول۔

علماء لغت کا فرمانا ہے کہ "غسلین" سے مُراد وہ شئے (پیپ یا کچا لہو) جو زخم سے اس وقت جاری ہوتی ہے جب اُسے دھویا جاتا ہے اور ابن عباس سے بطریق عکرمہ، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ بے شک وہ لہو اور وہ (گندا) پانی ہے جو دوزخیوں کے بدن سے بہے گا اور اس کے معنی میں ان دونوں روایتوں میں بطریق علی بن ابی طلحہ ایک قول ہے کہ غسلین سے مُراد جہنم کا پیپ ہے اور ابن ابی حاتم نے بطریق مجاہد ابن عباس ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ "غسلین" کیا شئے ہے البتہ میرا گمان ہے کہ اس سے مراد تھوہر کا درخت ہے تاہم اکثر علماء کے نزدیک پہلا قول ہی قوی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہاں کھانے کو کچھ نہ ہوگا مگر بس یہی کچا لہو اور پیپ جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

(لَّا یَاْکُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝) اُسے نہ کھائیں گے مگر خطا کار

ای المشرکون کما روی عن ابن عباس یعنی مشرک جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار بدکار اور مشرکوں کے سوا اسے کوئی نہ کھائے گا۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ	تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝	اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۝	بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔

آیات	ترجمہ
وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۝	اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں، تم کتنا کم یقین رکھتے ہو۔
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝	اور نہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو
تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝	اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝	اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔
لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝	ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝	پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔
فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝	پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔
وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ	اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے
وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ۝	اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے بھی ہیں۔
وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝	اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے۔
وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝	اور بے شک وہ یقینی حق ہے۔
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝	تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی تسبیح کرو۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ۲۹

فلا۔ہیں	اقسم۔قسم اٹھاتا ہوں	بما۔اسکی جو	تبصرون۔تم دیکھتے ہو
و۔اور	ما۔جو	لا۔نہیں	تبصرون۔دیکھتے ہو
انہ۔بیشک وہ	لقول۔بات	رسول۔رسول	کریم۔محترم کی
و۔اور	ما۔نہیں	ھو۔وہ	بقول۔بات
شاعر۔شاعر کی	قلیلا۔تھوڑا ہے	ما۔جو	تؤمنون۔تم ایمان لاتے ہو
و۔اور	لا۔نہیں ہے	بقول۔بات	کاھن۔کاہن کی
قلیلا۔تھوڑا ہے	ما۔جو	تذکرون۔نصیحت لیتے ہو	تنزیل۔اتارا گیا ہے
من رب العلمین۔رب جہانوں کی طرف سے		و۔اور	لو۔اگر

تقول۔ بنا لیتا　علینا۔ ہم پر　بعض۔ بعض　الاقاویل۔ بات
لاخذنا۔ تو پکڑ لیتے ہم اس کو　منہ۔ اس سے　بالیمین۔ قوت سے
ثم۔ پھر　لقطعنا۔ ہم کاٹ دیتے　منہ۔ اسکی　الوتین۔ رگ دل
فما۔ تو نہ ہوتا　منکم۔ تم میں سے　من احد۔ کوئی بھی　عنہ۔ اس کو
حاجزین۔ بچانے والا　و۔ اور　انہ۔ بیشک وہ　لتذکرۃ۔ نصیحت ہے
للمتقین۔ پرہیزگاروں کیلئے　و۔ اور　انا۔ بیشک ہم　لنعلم۔ ضرور جانتے ہیں
ان۔ یہ کہ　منکم۔ تم میں سے کچھ　مکذبین۔ جھٹلانے والے ہیں　و۔ اور
انہ۔ بیشک وہ　لحسرۃ۔ حسرت ہے　علی۔ اوپر　الکفرین۔ کافروں کے
و۔ اور　انہ۔ بیشک وہ　لحق۔ حق ہے　الیقین۔ یقینی
فسبح۔ سو تسبیح کرو　باسم۔ نام　ربک۔ اپنے رب　العظیم۔ بڑے کی

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ الحاقہ پ ۲۹

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝　تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ　اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ
لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝　قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔

(فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝) تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

ای المشاھدات والمغیبات والیہ یرجع قول قتادۃ وقال عطاء ماتبصرون من آثار القدرۃ ومالاتبصرون من اسرار القدرۃ وقیل الاجسام والارواح وقیل الدنیا والآخرۃ وقیل الانس والجن والملائکۃ وقیل الخلق والخالق وقیل النعم الظاھرۃ والباطنۃ۔

یعنی وہ سب اشیاء جو تم دیکھتے ہو اور وہ جو تم سے پوشیدہ ہیں جنہیں تم عقل و نظر سے نہیں دیکھ سکتے (غیب کی چیزیں) اور قتادہ کا قول یہی ہے اور عطاء کا قول ہے کہ جو تم آثار قدرت (قدرت کی نشانیوں) سے دیکھتے ہو اور وہ جو تم قدرت کے اسرار (پوشیدہ امور) سے نہیں دیکھتے ہو اور ایک قول ہے کہ دیکھنے سے مراد اجسام اور نہ دیکھنے سے مراد ارواح ہیں اور ایک قول ہے کہ دیکھنے سے مراد دنیا اور نہ دیکھنے

سے مخلوقات ہے یعنی وہ تو سب کے سب مراد انسان ہیں، جن اور فرشتے ہیں اور ایک قول ہے کہ مراد مخلوقات اور خالق ہے وہ یعنی تو سب کے سب مراد مخلوق ہی ہے اور وہ بھی نظر آتی ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ○ بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں

اِنَّهٗ ای القرآن یعنی قرآن حکیم لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ای یبلغه عن اللہ تعالیٰ فان الرسول لا یقول عن نفسه علی وہ اسے (قرآن کو) اپنے پروردگار حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے پہنچاتے ہیں تو بے شک وہ رسول اسے اپنے نفس سے نہیں کہتے اور رسول کریم سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک نبی کریم حبیب محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ابن السائب، مقاتل اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

مقاتل سے اسباب نزول میں مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساحر ہیں اور ابوجہل نے کہا شاعر ہیں اور عقبہ نے کہا کاہن ہیں تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کے اقوال باطلہ کا رد فرمایا اور "فلا اقسم" ذکر فرمایا۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ) اور یہ قرآن کسی شاعر کی بات نہیں ہے ای ان ھذا القرآن لقول جبریل الرسول الکریم وَمَا ھو من تلقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما تزعمون وتدعون انه شاعر وکاھن ویکون قد نفی عنه صلی اللہ علیه وسلم الشعر والکھانة علی سبیل الادماج یعنی یہ قرآن حکیم اللہ کی طرف سے جبریل علیہ السلام جو معزز رسول کا قول ہے اور (ان کے ذریعہ وحی کیا گیا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا قول (خود ساختہ) نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ وہ شاعر اور کاہن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ بات کو موافق و پختہ کرنے کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شاعری اور کہانت کی نفی کی گئی ہو۔

(قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○) کتنا کم یقین رکھتے ہو۔

قلیلاً مصدر ہے اور اس کی حالت نصبی ظرفیت پر مبنی ہے اور "ما" قلت کو مؤکد ہے جس کا مطلب ہے انتہائی کم مراد ایمان کی نفی ہے کہ انتہائی بے ایمان ہیں کہ حق بات نہیں سمجھتے کہ قرآن حکیم نہ تو شعر ہے اور نہ ہی سحر اور نہ ہی کہانت اور شاعری ساحری اور کہانت کی کون سی ایسی بات ہے جو تم اس میں پاتے ہو جب کہ تم جانتے ہو کہ یہ ایسا ہرگز نہیں تو پھر قبول حق میں کیا امر مانع ہے مگر بس یہی کہ تم ڈھٹائی کے ساتھ ضد اور عناد پر جمے ہوئے ہو۔ ایک قول ہے ای تصدقون تصدیقاً قلیلاً یعنی جب

کہنے لگے (سچا ماننے) اس کی تصدیق کے لیے تو تھوڑی دیر کے لیے
قرآن حکیم کی سچائی ان پر روشن ہو جاتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے اس کی تصدیق (سچا ماننے) کرنے لگتے پھر جب عناد کا غلبہ ہوا اگر یہ عذاب تیری طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔ ایک قول ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ اور صنادید قریش کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ باہم کہنے لگے کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ سُدی سے مروی ہے کہ وہ عذاب جس کی استدعا کی گئی تھی روز بدر واقع ہوا۔ بغوی سے مروی ہے کہ سائل دوزخ کا ایک نالہ ہے۔ وَاقِعٌ سے مراد ہونے والا اور یہ عذاب مطلوبہ کی صفت یا اس سے متعلق ہے۔

لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو

(وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ) اور نہ کسی کاہن کی بات

کما تدعون مرۃ اخری۔ جیسا کہ تم (کفار) دوسری بات کا دعویٰ کرتے ہو یعنی بعض کفار کہتے ہیں کہ قرآن حکیم شاعری ہے اور بعض کفار جیسے عتبہ وغیرہ کہتے تھے کہ یہ کہانت ہے تو یہ قرآن حکیم کسی کاہن کا قول نہیں۔

(قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝) کتنا کم دھیان کرتے ہو

ای تذکرون تذکرا قلیلا۔ یعنی تم بہت ہی کم غور و تدبر سے کام لیتے ہو قرآن کا شعر و کہانت نہ ہونا ایک ایسا امر تھا کہ کفار کو انکار کی گنجائش نہ تھی مگر پھر بھی انکار کرنا تدبر کی انتہائی کمی اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا۔

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اُس نے اتارا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

(تَنزِيلٌ) ای هُوَ تنزیل یعنی اس نے اتارا ہے وہ قرآن جو اترا ہے (مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ) نزلہ سبحانہ علی لسان جبریل علیہ السلام۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کو جبرائیل علیہ السلام کی زبانی اتارا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝

اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم اُن سے بقوت بدلا لیتے۔ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔

(وَلَوْتَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ٥) اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ۔

التقول الافتراء وسمی تقولا لانہ قول متکلف والاقاویل الاقوال المفتراۃ

وھو جمع قول ۔ التقول سے مراد بہتان باندھنا یا کسی پر کوئی بات جو اس نے نہ کہی ہو لگانا اور اس کو "تقولا" بھی بولا جاتا ہے کیونکہ یہ خود ساختہ بات ہوتی ہے اور "اقاویل" قول سے جمع ہے یا اقوال سے جمع الجمع ہے جیسے انعام سے اناعیم اور ابیات سے اباییت اور مراد گھڑی ہوئی باتیں ہیں ۔ واضح مفہوم یہ ہے لوادعی علینا شیئا لم نقلہ کہ اگر وہ ہم پر کسی ایسی شئے کا دعویٰ کریں جو ہم نے نہ کہی تو ہم ضرور ان سے بقوت بدلا لیتے جیسا کہ آگے ارشاد ہے ۔

(لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ٥) ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے ۔ ای لامسکناہ ۔ یعنی ہم ضرور اس کو روک دیتے یعنی ضرور پکڑ لیتے (مِنْهُ) ان سے ۔ من سببیہ ہے یعنی اس کے افتراء کے باعث یا اس گھڑت بات کی وجہ سے جو ہم نے نہ فرمائی ہوتی ۔ (بِالْيَمِيْنِ) دائیں ہاتھ کے ساتھ ای بالقوۃ والقدرۃ کما فسر ابن عباس یعنی قوت اور قدرت کے ساتھ جیسا کہ تفسیر میں عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے اور لفظ یمین متشابہات سے ہے اور اللہ اعلم بمرادہ ۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ٥ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے

ای وتینہ وھو کما قال ابن عباس نیاط القلب الذی اذا انقطع مات صاحبہ وعن مجاھد انہ الحبل الذی فی الظھر وھو النخاع وقال الکلبی ھو عرق بین العلباء وھی عصب العنق والحلقوم یعنی پھر اس کی رگِ حیات کاٹ دیتے اور وہ جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے کہ دل کی ایک ایسی رگ ہے کہ جب کٹ جائے تو آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ وہ نخاع یعنی حرام مغز ہے اور کلبی کا قول ہے کہ وہ رگ ہے جو گردن کے پٹھوں میں ہوتی ہے اور وہ گردن اور نرخرہ (گلے) کا پٹھہ ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ شہ رگ کاٹ دیتے یا دل کی وہ رگ کاٹ دیتے جو زندگی کو ختم کر دیتی ۔

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ٥ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا

(فَمَا مِنْكُمْ) پھر تم میں سے کوئی نہ ایھا الناس یعنی اے لوگو تم میں سے کوئی شخص بھی (عنہ) اس سے ای عن ھذا الفعل وھو القتل (مِنْ اَحَدٍ) یعنی اس کام سے اور وہ کاٹنا (رگ جان کا) حٰجِزِيْنَ ۔ بچانے والا ہوتا ای مانعین یعنی ہمیں اس کام (قتل) سے روکنے والا نہ ہوتا ۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ہمیں اس کی رگ جان کے قتل سے نہ روک سکتا ۔

وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ○ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے

(وَاِنَّهٗ) اور بے شک یہ ای القرآن یعنی یہ قرآن حکیم (لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ) ڈر والوں

نصیحت ہے لانھم منتفعون بہ اس لیے کہ اہل تقوٰی (اللہ سے ڈرنے والے مومنین) کو اس سے فائدہ

پہنچتا ہے اور وہ اس کی تلاوت سے بہت خیر حاصل کرتے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ○ اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔

مسلمانوں سے خطاب ہے اور مطلب یہ ہے ان منھم ناسا سیکفرون بالقرآن بے شک تم میں سے

کچھ لوگ ہوں گے جو مستقبل قریب میں قرآن حکیم کا انکار کریں گے۔ ایک قول فنجازیھم علی تکذیبھم

تو ہم ان جھٹلانے والوں کو ان کے جھٹلانے کی سزا ضرور دیں گے۔

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ○ اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے

(وَاِنَّهٗ) اور بے شک وہ ای القرآن یعنی قرآن حکیم

(لَحَسْرَةٌ) ضرور حسرت۔ عظیمۃ یعنی بہت بڑی ندامت و حسرت

(عَلَى الْكٰفِرِيْنَ) کفار پر۔ عند مشاھدتھم لثواب المومنین یعنی بروز حشر جب

اہل ایمان کے اجر و ثواب انعام و اعزاز کا مشاہدہ کریں گے تو انہیں ایمان نہ لانے پر سخت افسوس و حسرت ہو

گی۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ قرآن حکیم کی تکذیب پر انہیں شدید حسرت ہوگی۔

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ○ اور بے شک وہ یقینی حق ہے

(وَاِنَّهٗ) اور بے شک وہ ای القرآن یعنی قرآن کریم

(لَحَقُّ الْيَقِيْنِ) یقینی حق ہے ای للیقین حق الیقین یعنی یقین کے لیے حق الیقین

ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ عین الیقین ہے، حق باطل کی ضد ہے جس کا معنی ہے باطل یقین نہیں

جب کہ حق عین یقین ہے اور قاموس میں یقین کا معنی یہ ہے ما یزیل الشك والشبہ جو شک و شبہ

کو مٹا دے بلاشبہ قرآن حکیم شکوک و شبہات کو مٹانے والا ہے اور ہر ریب و شک سے مبرا ہے ما لیسا

روشن واضح ہے کہ کوئی سمجھ دار اس کا انکار ہی نہیں کر سکتا۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ○ تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی تسبیح بولو۔

ای فسبح اللہ تعالٰی بذکر اسمہ العظیم تنزیہاً لہ عن الرضا بالتقول

وشکر علی ما اوحی الیہ من ھذا القرآن العظیم الشان یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی اس افترا
پرداز کی افترا پردازی پر رنجی رہنے اور غلط باتوں سے موصوف ہونے سے پاک بیان کرو اور اس
کا شکریہ بجا لاؤ کہ اس ذات کریم نے تمہاری جانب اپنے اس باعظمت اور رفیع الشان کلام کریم کی وحی نازل
فرمائی۔ تسبیح کے بارے میں تفصیل سورۃ واقعہ میں گزر چکی حدیث شریف میں ہے جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے
تو تمام ما بین السموات والارض زمین و آسمان کی درمیانی جگہ نور و برکت سے معمور ہو جاتی ہے اور
ایک روایت میں ہے ہر بار تسبیح سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور ترمذی سے منقول ہے جب بندہ سبحان اللہ
العظیم وبحمدہ کہتا ہے تو جنت میں اس کے لیے ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے اور صحیحین میں ہے کہ
دو کلمے ہیں جو زبان پر نہایت ہلکے میزان کو جھکا دینے والے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہیں
وہ دو کلمے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ (استغفر اللہ)

الحمد للہ آج سورۃ الحاقۃ کی تفسیر مکمل ہوئی

عبدہٗ المذنب

۱۱ فروری ۱۹۹۲ء
۶ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

سورۃ المعارج مکیۃ

سورۃ میں دو رکوع چوالیس آیتیں دو سو چوبیس کلمے نو سو انتیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ معارج پ ۲۹

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝

ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝

وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔ ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝

تو تم اچھی طرح صبر کرو۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝

وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝

جس دن آسمان ہوگا جیسے گلی چاندی۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝

اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝

اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝

ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹے۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝

اور اپنی جورو اور اپنا بھائی۔

وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝
اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے

وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ۝
اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ بدلہ دے کر اپنا بچالے۔

كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ ۝
ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝
کھال اتار لینے والی۔

تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝
بلا رہی ہے اس کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا۔

وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝
اور جوڑ کر سینت رکھا۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝
بے شک بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص۔

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝
جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا۔

وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝
اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا۔

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝
مگر نمازی۔

الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝
جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝
اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔

لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝
اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے۔

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝
اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝
اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝
بیشک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝
اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝
مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔

فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝
تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت

رٰعُوْنَ ٥	کرتے ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ٥	اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥	اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔
اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ٥	یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

حل لغات رکوع اول سورۂ معارج پ ۲۹

سال ۔ سوال کیا	سائل ۔ ایک سوال کرنیوالے نے	بعذاب ۔ عذاب	واقع ۔ واقع ہونیوالے کا
للکفرین ۔ کافروں کے لیے	لیس ۔ نہیں کوئی	لہ ۔ اسکو	دافع ۔ روکنے والا
من اللہ ۔ اللہ	ذی المعارج ۔ بلندیوں والے کی طرف سے		تعرج ۔ چڑھتے ہیں
الملٰئکۃ ۔ فرشتے	و ۔ اور	الروح ۔ روح	الیہ ۔ اسکی طرف
فی ۔ بیچ	یوم ۔ دن کے کہ	کان ۔ ہے	مقدار ۔ اندازہ
ہ ۔ اس کا	خمسین ۔ پچاس	الف ۔ ہزار	سنۃ ۔ سال
فاصبر ۔ تو صبر کرو	صبرا ۔ صبر	جمیلا ۔ اچھا	انہم ۔ بیشک وہ
یرونہ ۔ دیکھتے ہیں اسکو	بعیدا ۔ دور	و ۔ اور	نرٰیہ ۔ ہم دیکھتے ہیں اسکو
قریبا ۔ قریب	یوم ۔ جسدن	تکون ۔ ہوگا	السماء ۔ آسمان
کالمہل ۔ جیسے گلی چاندی	و ۔ اور	تکون ۔ ہوجائیں گے	الجبال ۔ پہاڑ
کالعہن ۔ مانند اون کے	و ۔ اور	لا ۔ نہ	یسئل ۔ پوچھے گا
حمیم ۔ کوئی دوست	حمیما ۔ کسی دوست کو	یبصرونہم ۔ وہ دیکھتے ہونگے ان کو	
یود ۔ پسند کرے گا	المجرم ۔ مجرم	لو ۔ کاش کر	یفتدی ۔ فدیہ دے
من عذاب ۔ عذاب	یومئذ ۔ اس دن کے سے	ببنیہ ۔ ساتھ اپنے بیٹے کے	و ۔ اور
صاحبتہ ۔ اپنی بیوی کے	و ۔ اور	اخیہ ۔ اپنے بھائی کے	و ۔ اور
فصیلتہ ۔ اپنی برادری کے		التی ۔ وہ جو	تؤویہ ۔ اسکو جگہ دیتی تھی
و ۔ اور	من ۔ جو	فی ۔ بیچ	الارض ۔ زمین کے ہے
جمیعا ۔ سب کے	ثم ۔ پھر	ینجیہ ۔ نجات دے اسکو	کلا ۔ ہرگز نہیں

انہا۔ بیشک وہ   لظی۔ شعلہ ہے   نزعۃ۔ جھلس دینے والی   شوی۔ جسم کو
تدعوا۔ بلائے گی   من۔ اسکو جس نے   ادبر۔ پیٹھ پھیری   و۔ اور
تولی۔ منہ پھیرا   و۔ اور   جمع۔ جمع کیا   فاوعی۔ سینت رکھا
ان۔ بیشک   الانسان۔ انسان   خلق۔ پیدا کیا گیا ہے   ھلوعا۔ بے صبر
اذا۔ جب   مسہ۔ پہنچتی ہے اسکو   الشر۔ تکلیف   جزوعا۔ تو گھبرا جاتا ہو
و۔ اور   اذا۔ جب   مسہ۔ پہنچتی ہے اسکو   الخیر۔ بھلائی
منوعا۔ تو روکنے والا ہے   الا۔ مگر   المصلین۔ نمازی   الذین۔ کہ جو
هم۔ وہ   علی۔ اوپر   صلوتہم۔ اپنی نمازوں کے   دائمون۔ ہمیشگی کرتے ہیں
و۔ اور   الذین۔ وہ کہ   فی۔ بیچ   اموالہم۔ ان کے مالوں کے
حق۔ حق ہے   معلوم۔ مقرر   للسائل۔ واسطے مانگنے والے کے   و۔ اور
المحروم۔ نہ مانگنے والے کے   و۔ اور   الذین۔ وہ جو   یصدقون۔ تصدیق کرتے ہیں
بیوم۔ دن   الدین۔ قیامت کی   و۔ اور   الذین۔ وہ کہ
هم۔ وہ   من۔ سے   عذاب۔ عذاب   ربہم۔ اپنے رب کے
مشفقون۔ ڈرتے ہیں   ان۔ بیشک   عذاب۔ عذاب   ربہم۔ ان کے رب کا
غیر۔ نہیں ہے   مامون۔ نڈر ہونے کی چیز   و۔ اور   الذین۔ وہ کہ
هم۔ وہ   لفروجہم۔ اپنی شرمگاہوں کی   حفظون۔ حفاظت کرتے ہیں   الا۔ مگر
علی۔ اوپر   ازواجہم۔ اپنی بیویوں کے   او۔ یا   ما۔ جو
ملکت۔ مالک ہوئے   ایمانہم۔ ان کے دائیں ہاتھ   فانہم۔ تو وہ   غیر۔ نہیں ہیں
ملومین۔ ملامت کیے گئے   فمن۔ تو جو   ابتغی۔ چاہے   وراء۔ سوا
ذلک۔ اس کے   فاولئک۔ تو یہی   هم۔ وہ ہیں   العدون۔ حد سے بڑھنے والے
و۔ اور   الذین۔ کہ وہ   هم۔ کہ وہ   لامنتہم۔ اپنی امانتوں کی
و۔ اور   عہدہم۔ عہد   هم۔ اپنے کی   راعون۔ حفاظت کرتے ہیں
و۔ اور   الذین۔ وہ   هم۔ کہ وہ   بشہدتہم۔ اپنی گواہیوں پر
قائمون۔ قائم ہیں   و۔ اور   الذین۔ وہ   هم۔ کہ وہ
علی۔ اوپر   صلوتہم۔ اپنی نمازوں کے   یحافظون۔ حفاظت کرتے ہیں   اولئک۔ یہی لوگ
فی۔ بیچ   جنت۔ باغوں کے   مکرمون۔ عزت کیے جائیں گے۔

سورۃ المعارج

جمہور کے نزدیک سورت المعارج بالاتفاق مکیہ ہے اور اس سورہ مبارکہ کا نام سورت المواقع اور سورۃ سائل بھی ہے اس کی چوالیس آیات اور دو رکوع ہیں مجمع البیان میں حسن کا قول ہے کہ اس آیت " والذین فی اموالھم حق معلوم " کے سوا باقی سورۂ مبارکہ مکی ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ سورۂ الحاقہ کے بعد نازل ہوئی اور یہ سورۃ الحاقہ کے تتمہ کی مانند ہے جس میں قیامت و عذاب جہنم کا بقیہ بیان ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ المعارج پ ۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۔

ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہے وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

(سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝) ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے۔

ای دعا داع بہ فالسؤال بمعنی الدعا ولذا اعدی بالباء تعدیتہ بمانی قولہ تعالیٰ یدعون فیھا بکل فاکھۃ والمراد استدعاء العذاب وطلبہ ولیس من التضمین فی شیٔ وقیل الفعل مضمن معنی الاھتمام والاعتناء او ھو مجاز عن ذلک فلذا اعدی بالباء وقیل ان الباء زائدۃ وقیل انما بمعنی عن کما قولہ تعالیٰ نا سأل بہ خبیرا والسائل ھو النضر بن الحرث کما روی النسائی وجماعۃ وصححہ الحاکم عن ابن عباس۔ یعنی ایک مانگنے والے نے اس کو (عذاب) مانگا تو سوال دعا (مانگنے) کے معنی میں ہے اور اسی لیے لفظ عذاب پر باء کو بڑھا کر اس کو متعدی کیا ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے " اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے۔ کل پر با کا اضافہ ہے۔" (رحم الدخان) اور اس سے مراد عذاب کی درخواست اور اس کا مانگنا ہے اور وہ کسی بھی شئے کے ضمن میں نہیں اور ایک قول ہے کہ فعل سَاَلَ اہتمام اور الاعتناء کے معنی کو شامل ہے یا اس کے ضمن میں ہے یا پھر اس سے مجازاً مراد ہے اس لیے باء بڑھایا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باء زائد ہے اور ایک قول ہے باء بمعنی عن (رابت) ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ فاسئال

بہ خبیرا " توکسی جاننے والے سے اس کی شان پوچھ : ہ کی ضمیر پر باء بمعنی عن ہے اور یہ سوال کرنے والا نضر بن حارث تھا جیسا کہ نسائی اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور حاکم نے ابن عباس سے اس کی تصحیح کی ہے۔ ایک قول ہے کہ سائل ابوجہل تھا اور بعض نے کہا وہ حرث بن نعمان تھا۔ نضر بن حارث نے کہا تھا" أسقط علينا كسفا من السماء"

اے اللہ اگر یہ عذاب تری طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔ ایک قول ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ اور فسادید قریش کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا تو وہ باہم کہنے لگے کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ سدی سے مروی ہے کہ وہ عذاب جس کی استدعا کی گئی تھی روز بدر واقع ہوا البغوی سے مروی ہے کہ سائل ایک دوزخ کا نالہ ہے

واقع" سے مراد ہونے والا اور یہ عذاب مطلوبہ صفت یا اس سے متعلق ہے۔

لِلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔

(لِلْكٰفِرِيْنَ) کافروں پر

صفة اخرى لعذاب اى كائن للكافرين او صلة لواقع واللام للتعليل او بمعنى على ويؤيده قراءة ابى على الكافرين ۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے یعنی عذاب کافروں کے لیے ہونے والا ہے یا پھر واقع کا صلہ ہے اور لام تعلیل کے لیے یا عَلٰی (اوپر) کے معنی میں ہے اور اُبی کی قرأت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے علی الکافرین پڑھا۔ اور ایک قول ہے کہ یہ سوال کا جواب ہے جیسا کہ کفار نے کہا تھا کہ یہ عذاب کس پر نازل ہوگا۔ (لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ) اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے اور جملہ مؤکدہ ہے کہ کفار پر اس عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ۝ وہ ہوگا اللہ کی طرف سے جو بلندیوں کا مالک ہے۔

(مِّنَ اللّٰهِ) اللہ کی طرف سے۔ متعلق بدافع یہ عذاب کے دفع کرنے (ہٹانے) سے متعلق ہے یعنی یہ عذاب کفار کے لیے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے اور یہ ٹل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی اس کو روک سکے گا۔

(ذِى الْمَعَارِجِ ۝) جو بلندیوں کا مالک ہے۔ یہ اللہ کی صفت ہے یعنی بلندیوں اور درجات کا مالک والمراد بها على ماروى عن ابن عباس السمٰوٰت تعرج فيها الملائكة

من سماء الی سماء اور معارج سے مراد جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے "آسمان" ہیں جن میں ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک فرشتے چڑھتے ہیں۔ ایک قول ہے ای ذی المصاعد التی تصعد فیھا الملائکۃ بالاوامر والنواھی۔ معارج سے مراد یعنی درجات والا یا ان مقامات قرب والا مالک، جن میں فرشتے احکام ونواہی کے ساتھ چڑھتے ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد مراتب سلوک ہیں جن کی سالکان طریقت ترقی پاتے ہیں یا مراد فرشتوں کے مراتب ہیں قتادہ کا قول ہے کہ مراد فضائل و نعمتیں ہیں یعنی نعمتوں کا مالک اللہ۔ ابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مراد مقامات معنویہ ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

(تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ) عروج کرتے ہیں ملائکہ اور جبریل

ای جبریل علیہ السلام کما ذھب الیہ الجمھور روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا ارشاد ہے۔ اور یہاں فرشتوں کے ساتھ ان کا انفرادی ذکر ان کے مخصوص شرف وفضل کا اظہار ہے کہ وہ فرشتوں کے سردار اور ان میں ممتاز و منفرد مقام کے حامل ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ روح سے مراد حفاظت فرمانے والے فرشتے ہیں جو فرشتوں کے اسی طرح محافظ پیدا کئے گئے ہیں جس طرح بنی آدم کی حفاظت کے لیے فرشتے الملائکۃ الحافظین لبنی آدم مقرر ہیں ایک قول ارواح انسانی مراد ہیں۔ یہ سب قرب وحضور کے مراتب کی طرف چڑھتے یا حق سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر کے نزول کے مقامات کی طرف ترقی پاتے یا چڑھتے ہیں۔

(اِلَيْهِ) اس کی بارگاہ کی طرف

قیل ای الی عرشہ تعالیٰ وحیث یھبط اوامرہ سبحانہ کہا گیا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے عرش کی طرف یا ان مقامات کی طرف جو نزول امر کا محل ہیں اور اس کی نظیر کتاب کریم میں ہے جو قول خلیل اللہ علیہ السلام ہے اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ اور یہاں الیٰ سے مراد ہے ای الی حیث امرنی وہاں جہاں مجھے حکم پروردگار ملا ہے یعنی اس مقام ومحل کی طرف۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ مکان سے اور جسمانیت سے پاک ہے۔

(فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝) وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی

مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ والیوم بمعنی الوقت والمراد به

ای من سینکم الظاہر تعلقہ بتعرج والیوم ای ان یستقر اھل الجنۃ فی الجنۃ

مقدار مایقوم الناس فیہ لرب العالمین الی ان یستقراھل الجنۃ فی الجنۃ

واھل النار فی النار من الیوم الآخر والذی لا نھایۃ لہ۔ یعنی تمھارے ظاہری سالوں

کی مقدار کے مطابق ہوگا اور اس کا تعلق "تعرج" کے ساتھ ہے اور یوم بمعنی وقت ہے اور اس سے

مراد وقت کی مقدار ہے جس میں (قیامت کے روز) لوگ جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے

یہاں تک جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں پہنچ جائیں اور وہ ایسا دن ہے کہ جس کی نہایت

(حد) نہیں۔ ایک قول ہے کہ اس دن کی طوالت بیان کرنے میں اس کے شدائد کی طرف اشارہ ہے

اور عددی مقدار سے حقیقی مدت مراد نہیں ہے اور ابن عباس سے یہی منقول ہے اور اہل عرب کی عادت

ہے کہ سختی و شدت اور حزن و غم کے اوقات کو "طول" سے اور یونہی آرام و آسائش اور فرحت و مسرت

کے اوقات کو "قصر" سے توصیف کرتے یا تشبیہ دیتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے ؎

من قصر اللیل اذا زرتنی　　اشکو وتشکین من الطول

"رات کے مختصر سے عرصے (پردے میں) میں جب تو نے مجھ سے ملاقات کی، میں اور تو شکوے

اور شکایتیں ہی لمبی کرتے رہے"۔

اور شاعر کہتا ہے ؎

لیلی ولیلی نفی نومی اختلافھما

بالطول والطول یا طوبی لو اعتدلا

"لیلیٰ اور میری رات دونوں کے جھگڑے نے میری نیند ختم کر دی لیلیٰ کی لمبی فرقت اور اس کی یاد

میں راتوں کی لمبائی اے شوق کاش دونوں میں کوئی اعتدال ہوتا"

اگر یوم کا تعلق "تعرج" سے ہو جیسا کہ بعض علماء کا ارشاد ہے تو چڑھنے کی مدت کا بیان ہے کہ

یہ چڑھنا پچاس ہزار برس کی مدت کا ہے اور مجاہد سے یہی منقول ہے اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ

دنیا سے عرش تک کی مسافت پچاس ہزار برس کی ہے۔ اور سورۂ الم تنزیل میں دن کی مقدار ہزار برس

فرمائی ہے (الف سنۃ مما تعدون) بیہقی نے نقل کیا ہے کہ ایسا دنیا میں ہوتا ہے اور قیامت

کے روز یہ مقدار کافروں کے لیے پچاس ہزار کر دی جائے گی۔ امام احمد، ابن حبان، ابو یعلی، ابن جریر اور

بیہقی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ دن جس کی

مقدار پچاس ہزار برس ہوگی کس قدر لمبا ہوگا ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ یخفف علی المومن حتی یکون اھون علیہ من الصلوٰۃ مکتوبۃ یصلیھا فی الدنیا بلاشبہ وہ مومن کے لیے مختصر ہوگا (انتہائی کم وقت) اور ہلکا ہوگا یہاں تک کہ دنیا میں ایک وقت میں فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے بھی کم وقت ہوگا۔ ایک قول ہے کہ اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے اور وہ چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ کفار پر یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یعنی قیامت کے دن اس کا وقوع ہوگا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۝ اِنَّھُمْ یَرَوْنَہٗ بَعِیْدًا ۝ وَّنَرٰىہُ قَرِیْبًا ۝	تو تم اچھی طرح صبر کرو۔ وہ اُسے دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اُسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

(فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۝) تو تم اچھی طرح صبر کرو۔

ای فاصبر ولا تستعجل فان الموعود کائن لا محالۃ یعنی تو صبر فرمایئے اور جلدی نہ کیجئے کہ بلاشبہ جس عذاب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ کفار کے لیے لامحالہ ہو کر رہے گا چونکہ کفار کا سوال تکذیب، عناد و استہزاء و تمسخر کی وجہ سے تھا اس لیے فَاصْبِرْ پر فاء سببی اور سال سے متعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ بار خاطر نہ جانیں اور صبر و انتظار فرمائیں۔ حکیم ترمذی نے ...ابن عباس سے "صبرا الجمیل" کے بارے میں نقل کیا ہے "ما لا شکوی فیہ ... غیر اللہ تعالیٰ" کہ اس بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اس کی شکایت نہ ہو۔

(اِنَّھُمْ یَرَوْنَہٗ بَعِیْدًا ۝) وہ اُسے دور سمجھ رہے ہیں (انھم یرونہ) وہ اُسے سمجھ رہے ہیں۔

ای العذاب او الیوم المذکور۔ یعنی وہ وقوع عذاب کو یا مذکورہ پچاس ہزار ... کے دن کو یعنی روز قیامت اور روز حساب کو)

... ای انھم یعتقدون انہ محال یعنی وہ اعتقاد رکھے ہوئے ہیں ... یہ ممکن ہے اور نہ ہوگا یا عذاب کا وقوع نہ ہوگا یا وہ اپنی سمجھ میں اسے محال جانتے ہیں۔

(وَّنَرٰىہُ قَرِیْبًا ۝) اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔

ای من الامکان والتعبیر بہ للمشاکلۃ یعنی اس کے ہونے کو نزدیک دیکھ رہے ہیں اور اس کے ساتھ تعبیر (نَرٰاہُ کے ساتھ ارشاد) مشاکلت (مشابہت کے لیے ہے) واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار اُسے دشوار سمجھ رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ضرور ہونے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو واقع ہونے والا ہے یعنی آنے والا یا پیش آنے والا ہے۔ وہ نزدیک ہی تو ہے۔

یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُھْلِ ۝ جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ ۝ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اُون

(یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُھْلِ ۝) جس دن آسمان ہوگا جیسی گلی چاندی۔

(یوم) اس سے مراد یوم قیامت ہے اور یہ بھی "واقع" سے متعلق ہے المھل کے بارے میں احمد اور الضیاء نے المختارہ میں اور دیگر علماء نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہ دردی الزیت وھو ما یکون فی قعر، وہ تیل کی تلچھٹ ہے جو نیچے بیٹھ جاتی ہے والمراد یوم تکون السماء واھیۃ اور اس سے مراد ہے کہ آسمان پھٹ کر ڈھیلا ہو جائے گا۔ قتادہ سے منقول ہے ان السماء الآن خضراء وانھا تحول یوم القیامۃ لونا آخر الی الحمرۃ اب آسمان سبز رنگ ہے اور بلاشبہ یہ قیامت کے روز اس کا رنگ بدل جائے گا یہاں تک سرخ ہوگا۔ کثیر علماء کا قول ہے المھل ما اذیب علی مھل من الفلزات۔ پگھلایا ہوا دھات کا ٹکڑا جیسے چاندی سونا تانبہ وغیرہ۔

وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ ۝ اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اُون

ای کالصوف یعنی جیسے اُون یا روئی او المصبوغ الوانا یا رنگ برنگ کے گالے۔ چونکہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جب وہ اڑیں گے تو رنگین روئی کے گالوں کی طرح لگیں گے اور ایسا پہاڑوں کے اپنے جداگانہ رنگوں کی وجہ سے بھی معلوم ہوگا۔ یہ اس دن کی (روز قیامت) کیفیت وحالت کا ذکر ہے جس روز کفار کے لیے عذاب کا وقوع ہوگا۔

وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ۝ۖ یُّبَصَّرُوْنَھُمْ ؕ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْہِ ۝ وَفَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْہِ ۝ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ

اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے مجرم آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دے دے اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی اور اپنا کنبہ جس میں

جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ٥ اس کی جگہ ہے اور جتنے زمین میں ہیں سب پھر یہ بدلا دیا اُسے بچالے۔

وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ٥ اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔

ای لا یسأل قریب مشفق قریبا مشفقا من حاله ولا یکلمه لابتلاء کل منهم بما یشغله عن ذلك اخرجه ابن المنذر وعبد بن حمید عن قتادہ ٥۔

ابن المنذر اور عبد بن حمید سے نقل کیا ہے کہ اس روز کوئی قریبی سے قریبی غمخوار جگری دوست اس کا حال نہ پوچھے گا اور ان میں سے ہر ایک اپنی مصیبت میں ایسا گرفتار ہوگا کہ ایک دوسرے سے اس کے بارے میں کچھ بھی کہہ نہ سکے گا۔

(يُبَصَّرُونَهُمْ) ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے۔

ای یعترفونهم یعنی وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ کفار اپنے چہروں کی سیاہی اور مومن اپنے چہروں کی سفیدی (نورانیت) سے پہچانے جائیں گے ایک قول ہے ای یبصر الاحماء الاحماء فلا یخفون علیهم وما یمنعهم من التساؤل الاشتغالهم بحال انفسهم وقیل ما یغنی عنه من مشاهدة الحال کبیاض الوجه وسواده ولا یخفی حاله۔

یعنی دوست دوست کو دیکھتے ہوں گے ایک دوسرے کا حال ان پر مخفی (پوشیدہ) نہ ہوگا اور ان کے اپنے حال کے پیش نظر ایک دوسرے کو پوچھنے کی نوبت ہی نہ ہوگی اور ایک قول ہے کہ مشاہدہ حال کی وجہ سے پوچھنے کی نوبت نہ ہوگی جیسے چہروں کی سفیدی اور سیاہی اور اس کا اپنا حال چھپا نہ ہوگا۔ ہر کوئی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا اور یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

(يَوَدُّ الْمُجْرِمُ) مجرم آرزو کرے گا۔

ای یتمنی الکافر وقیل کل مذنب یعنی کافر چاہے گا اور کہا گیا ہے ہر ایک گناہ گار (مجرم) یہ خواہش کرے گا۔

(لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ) کاش اس دن کے عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں دے دے۔

ای العذاب الذی ابتلی به یومئذ یعنی اس عذاب سے جس میں کفار اس دن مبتلا ہوں گے۔

(بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ٥) اپنے بیٹے اور اپنی جورو اور اپنا بھائی

علی مجرم بنفسہ یود افتداء ہ بنیہ الخ والجملۃ استئناف لبیان ان اشتغال کل مجرم بنفسہ بلغ الی حیث یتمنی ان یفتدی باقرب الناس الیہ واعلقھم بقلبہ فضلا ان یھتم بحالہ ویسأل عنھا۔

کافر چاہے گا کہ اپنے بیٹے بیوی اور بھائی کو عذاب سے رہائی کے لیے فدیہ میں دے دے اور یہ جملہ استئناف بیان کے لیے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجرم (کافر و مشرک) کو اپنی ایسی پڑی ہو گئی اور وہ اس میں ایسا مبتلا ہو گا کہ یہاں تک کہ وہ اپنے قریبی ترین رشتہ داروں اور قلبی علاقہ (تعلق) والے لوگوں کو اپنے عوض فدیہ دینے پر بھی تیار ہو گا چہ جائیکہ وہ کسی کی بات پوچھے یا پتہ کرے۔

(وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ ۝) اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ای عیشرتہ الاقربین الذین فصل عنھم او عیشرتہ المنفصلۃ عنہ

یعنی اپنے قریب ترین رشتے دار جن سے الگ ہوا تھا یا جن سے جڑا ہوا تھا (کنبہ) یا اس کے انتہائی قریبی رشتہ دار۔ ابو عبیدہ نے الفصیلۃ کی تعبیر بالفخذ (کنبہ) ہی سے کی ہے۔

(وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا)

من الثقلین الانس والجن او الخلائق الشاملۃ لھم ولغیرھم ومن للتغلیب۔ انسانوں اور جنوں میں سے یا مخلوقات جس میں وہ انس و جن اور ان کے علاوہ بھی شامل (ساری مخلوق) اور "مَنْ" تغلیب کے لیے بولا گیا ہے۔

(ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝) پھر بدلا دینا اسے بچا لے۔

یہ "یَفْتَدِی" پر عطف ہے اور ضمیر مرفوع مصدر کے لیے ہے جو فعل کے ضمن میں ہے مطلب یہ ہے ای یود لو یفتدی ثم لو ینجیہ الافتداء یعنی مجرم آرزو کرے گا کاش فدیہ لیا جائے پھر اس فدیہ (بدلہ) سے اسے رہائی حاصل ہو جائے۔ واضح مفہوم ہے کہ اوپر بیان کردہ سب کے عوض اسے رہائی مل جائے لیکن ایسا ہرگز نہ ہو گا تو ارشاد باری ہے۔

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظٰى ۝ ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہے

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ کھال اتار لینے والی

(كَلَّا) ہرگز نہیں۔

ردع للمجرم عن الودادۃ وتصریح بامتناع الانجاء۔ مجرم کو تمنا کرنے سے روکنے کے لیے وارد ہوا ہے۔ اور لفظ کلّا سے وضاحت کر دی گئی ہے کہ مجرم کو عذاب سے کسی طرح نجات

ممکن نہیں ہے

(اِنَّهَا لَظٰى ۝) وہ تو بھڑکتی آگ ہے

انھا میں ضمیر ذکر عذاب کی طرف مدلول ہے اور لظٰی سے مراد جہنم کی آگ ہے۔ لظٰی کے معنی بھڑکتی یا لپیٹ مارتی آگ ہے یا درکات جہنم میں سے دوسرا درجہ لظٰی ہے۔ وقیل اللظی بمعنی اللھب الخالص اور ایک قول ہے لظٰی کے معنی ہیں خالص لپیٹ مارنے والی آگ، یہ عذاب جہنم کی کیفیت و وصف ہے۔ جس میں مجرم ڈالے جائیں گے۔

(نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝) کھال اتار لینے والی

ای الاطراف کالید والرجل کما اخرجہ ابن المنذر وابن حمید عن مجاہد وابی صالح یعنی جسم کے اطراف جیسے ہاتھ اور پاؤں ابن المنذر اور ابن حمید نے مجاہد اور ابو صالح سے یونہی نقل کیا ہے۔ ایک قول ہے الاعضاء التی لیست بمقتل وہ اعضا جو قتل کی جگہ نہیں جن کے کاٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی شویٰ شواۃ کی جمع ہے وھی جلدۃ الراس اور اس سے مراد سر کی کھال (جلد) ہے اَعشیٰ کا قول ہے

قالت قتیلة ماله قد جللت شیبا شواته

قتیلہ نے کہا اُسے کیا ہو گیا کہ اس کے سر کی جلد (کھوپری کی کھال) سفیدی (بڑھاپے کی وجہ سے) [illegible] صورت یا معظم ہو گئی ہے) سدی نے اس کی تفسیر بلحم الساقین و ذلول پنڈلیوں کے گوشت سے کی ہے اور ابن جبیر کا قول ہے العصب والعقب مراد پٹھے ایڑیاں یا انتڑیاں ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ آگ ایسی ہو گی جو بدن سے کھال کھینچنے والی ہو گی۔

(تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝) اُس کو بلا رہی ہے جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیرا

(وَجَمَعَ فَاَوْعٰى) اور جوڑ کر تھیلیوں میں رکھا۔

(تدعوا) بلا رہی ہے۔ انما تقول لھم الی یا کافر یا منافق جہنم ان کو پکار کر بلا رہی ہو گی اے کافر اے منافق میرے پاس آ۔ ایک قول ہے ای تد[illegible] زبان بتیا یعنی دوزخ کے نگران فرشتے انہیں بلا رہے ہیں یا بلا رہے ہوں گے۔ ابن عباس سے [illegible] ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جہنم کو کلام پر قدرت عطا فرمائے گا جس طرح کہ روز قیامت مجرموں کے ہا[illegible]وں اور جلد (بدن) کلام کریں گے تو جہنم کفار و مشرکین و منافقین کو ان کے اور ان کے باپوں کے نام [illegible] لے کر بلا رہی ہو گی یا بلائے گی۔

(مَنْ اَدْبَرَ) جس نے پیٹھ دی
فی الدنیا عن الحق جس نے دنیاوی زندگی میں قبول حق سے روگردانی کی یعنی کفار و منافقین۔

(وَتَوَلّٰی) اور منہ پھیرا
ای اعرض عن الطاعۃ یعنی اطاعت حق سے منہ موڑا۔ اللہ اور اس کے رسولوں کی فرمانبرداری نہ کی۔

(وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ۝) اور جوڑ کر سینت رکھا۔
ای جمع المال فجعلہ فی دعاء وکنزہ ولم یؤد حقوقہ۔ یعنی مال کو اکٹھا کیا (جوڑا) پھر اسے تجوریوں میں رکھا اور خزانہ بنایا اور اس سے حقوق واجبہ ادا نہ کئے یعنی راہِ خدا میں خرچ نہ کیا اور حاجتمندوں پر صرف نہ کیا۔

(اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝) بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص
الھلع سرعۃ الجزع عند مس المکروہ وسرعۃ المنع عند مس الخیر من قولھم ناقۃ ھلوع سریعۃ السیر" ھلع" کا معنی ہے کہ ناپسندیدہ امر کے پیش آنے پر تیزی کے ساتھ بے صبری کرنا اور بھلائی کے حاصل ہونے پر جلد کنجوسی کرنے والا اور اس کی اقوال میں سے ایک یہ ہے تیز چلنے والی بے صبر اونٹنی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اگلی آئت ھلوعًا کی وضاحت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر اس صفت ھلوع سے متصف ہے۔

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا
وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا

(اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ) جب اسے برائی پہنچے آل جنس کے لیے ہے یعنی اذا مسہ جنس الشر جب اسے کسی قسم کی برائی جیسے تنگی، بیماری اور اسی قبیل کی کوئی برائی (جَزُوْعًا) تو سخت گھبرانے والا۔ ای مبالغًا فی الجزع مکثرا منہ یعنی سخت گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ پریشانی کا اظہار کرتا ہے۔ امام راغب کا قول ہے" الجزع ابلغ من الحزن" جزع (گھبراہٹ) حزن (غم) سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حزن عام ہوتا ہے۔ جبکہ جزع وہ حزن ہے جو انسان کے اندر تصرف کرتا ہے اس سے جس کو روکنا چاہتا ہے یا اس سے اعراض کرتا ہے اور جزع کی اصل (مفہوم) رسی کو نصف سے (درمیان) سے کاٹنا ہے۔

(وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ) اور جب بھلائی پہنچے۔

ای المال والغنی او الصحۃ یعنی جب مال و دولت میسر آئے یا تونگری یا صحت و تندرستی حاصل ہو۔

(مَنُوْعًا) تو روک رکھنے والا

مبالغاً فی المنع والامساک یعنی لشت تھوڑ دلی کا یا بخل کا مظاہرہ کرنے والا اور خرچ نہ کرنے والا۔

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۞ مگر نمازی

الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۞ جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

(اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ) مگر نمازی الا استثنائیہ متصلہ ہے یعنی وہ لوگ جو نمازی ہیں اور ایک قول ہے کہ مُصلّی سے مراد فرماں بردار مومن ہیں۔

وہ ھُلوع سے مغلوب متصف نہیں ہیں وقد وصفھم سبحانہ وتعالیٰ بما ینبئ عن کما تنزھھم عن الھلع من الاستغراق فی طاعۃ الحق عزوجل والاشفاق علی الخلق والایمان بالجزاء والخوف من العقوبۃ وکسر الشھوۃ وایثار الاجل علی العاجل۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مومنین کی توصیف فرمائی ہے کہ وہ اطاعت الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی فرمان برداری میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کی مخلوق پر مہربانی کرتے ہیں اور جزاء پر ایمان رکھتے ہیں اور عقوبت (سزا) سے خوف میں رہتے ہیں اور وہ مرغوبات سے کم دلچسپی اور دنیا کو آخرت پر فوقیت نہیں دیتے۔ یہی لوگ ھُلوع سے محفوظ ہیں اور تخلیقاً ھلوع نہیں ہیں اور اگر استثناء کو منقطع اور الانسان کے الف لام کو عہدی کہیں تو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ جو لوگ طاعت حق سے روگردانی کرتے ہیں وہ بیدائشی طور پر ہی ھلوع ہیں۔ بہرحال اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ تخلیق کے اعتبار سے انسانوں کی اہلیت میں اختلاف و فرق ہے یعنی انسان جس کے قابل بنائے گئے ہیں وہ اسی چیز کے قابل ہوں گے۔ اور یونہی تبلیغ و صحبت، تعلیم و تربیت کا اثر بھی واقعی اور فطری ہے اور خیر و شر کا موجب نہیں بلکہ سبب و مددگار ہے۔ واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔

(الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۞) جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

ای مواظبون علی ادائھا لا یخلون بھا ولا یشتغلون عنھا بشیء من الشواغل یعنی وہ مومنین اپنی نمازوں کی ادائیگی پر مواظبت (پابندی و ہمیشگی) کرتے ہیں اور انہیں ترک نہیں

کرتے اور اشغال میں سے کوئی شغل انہیں نماز کی ادائیگی سے نہیں روکتا یا پھر وہ نماز کے علاوہ دیگر اشغال سے کچھ بھی رغبت نہیں رکھتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ عبادت میں مداومت (پابندی) فضیلت و شرف ہے۔ ابن حبان نے ابی سلمۃ سے روایت کی ہے کہ ہم سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ تعالٰی لا یمل حتی تملوا قالت فکان احب الاعمال الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما دام علیہ وان قل وکان اذا صلی صلاۃ دام علیہا" تم اعمال میں سے وہی کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو تو بلاشبہ اللہ تعالٰی نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ گے ام المومنین نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعمال میں سے پسندیدہ وہ ہوتا جس پر مداومت (پابندی وتسلسل اور ہمیشگی) ہوتی اگرچہ مقداراً کم ہی کیوں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز (عبادت) فرماتے تو اس پر ہمیشگی فرماتے۔ ابن المنذر نے عقبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے دائمون کی تفسیر میں کہا الذین اذا صلوا لم یلتفتوا عن یمین ولا شمال کہ وہ لوگ جو جب اپنی نماز پڑھیں تو دائیں بائیں متوجہ نہ ہوں (نہ دیکھیں) ایک قول ہے کہ آداب نماز اور اس کے شرائط وارکان پر نگاہ رکھتے ہیں ابراہیم تیمی سے عبد بن حمید نے روایت کی ہے کہ صلوٰۃ سے یہاں فرض نمازیں ہیں اور امام ابو جعفر سے منقول ہے کہ یہاں مراد تو نفل (نفلی عبادت ہے) اور حسن نے صلوٰتھم کا جمع صلوٰتھم پڑھا ہے۔ ترمذی و بیہقی نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز میں ادھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے، اپنی نظر سجدہ کی جگہ رکھا کرو۔ ایک قول ہے کہ فرض نمازوں کو اوقات کی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝	اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

(وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝) اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے۔

ای نصیب معین یستوجبونہ علی انفسہم تقربا الی اللہ تعالٰی واشفاقا علی الناس وھو ماروی عن الامام ابی عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ما یوظف الرجل علی نفسہ یؤدیہ فی کل جمعۃ او کل شہر مثلا وقیل ھو الزکاۃ انما

مقدرة معلومة وتعقب بان السورة مكية والزكاة انما فرضت وعين مقدارها فى المدينة وقبل ذلك كانت مفروضة من غير تعين۔

یعنی وہ صدقہ (خیرات کا حصہ) ہے جو لوگ اپنے نفوس پر تقرب الی اللہ کے حصول اور لوگ پر مہربانی و شفقت۔ اپنے لئے معین و مقرر اور واجب ٹھہرائیں اور وہ جیسا کہ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے وہ صدقہ ہے جو کوئی شخص اپنے نفس پر مقرر ٹھہرائے تو اُسے ہر جمعہ یا ہر مہینے اسی طرح ادا کرے اور ایک قول ہے کہ مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ اس کی مقدار معلوم و متعین ہے تاہم اس قول پر تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ مکی ہے اور بلاشبہ زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا اور اس سے پہلے صدقات کا حکم بلا تعین فرض تھا۔ مستحب صدقات کے لیے تعیین وقت و مقدار جائز و مستحسن ہے۔

(لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝) اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے اور محروم رہے۔

(لِلسَّائِلِ) ای الذی یسأل یعنی وہ شخص جو زکوٰۃ و صدقات کا سوال کرے (مانگے) (والمحروم، الذی لا یسأل فیظن انہ غنی فیحرم اور وہ شخص جو سوال نہ کر سکے (وضعداری یا شرم و حیاء کے باعث) اور اس کے بارے میں صدقہ دینے والا سمجھے کہ وہ چونکہ نہیں مانگ رہا لہٰذا اس کو حاجت ہی نہیں اور یہ غنی (تونگر) یعنی ضرورت مند نہیں ہے تو وہ اس وجہ سے وہ حصول صدقات سے محروم رہ جاتا ہے لہٰذا دونوں قسموں کو دے۔

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں۔

المراد التصدیق بہ بالاعمال حیث تیعبون انفسھم فی الطاعات البدنیة طمعافی المثوبة الاخرویة لان التصدیق القلبی عام لجمیع المسلمین لا امتیاز فیہ لاحد منھم وفی التعبیر بالمضارع دلالة علی ان التصدیق والاعمال تتجدد منھم آنا فانا۔

یہاں تصدیق سے مراد اعمال سے تصدیق کا اظہار ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جسمانی طاعات کی مشقت میں ڈالتے ہیں اس طرح سے تاکہ انہیں اُخروی ثوابات و برکات حاصل ہوں کیونکہ قلبی تصدیق تو تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے اس میں کسی ایک کے لئے کوئی امتیاز نہیں اور یُصَدِّقُوْنَ میں مضارع کے صیغہ لانے میں تعبیر ہے اس پر دلالت کرتی ہے کہ تصدیق اور اعمال ان سے گاہے گاہے زندہ و تازہ ہوتے رہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ بعث بعد الموت، حشر و نشر اور جزا و سزا سب پر ایمان رکھتے ہیں ایک

قول ہے۔ چونکہ وہ اس دن کو حق و سچ جانتے ہیں اس لیے وہ تنگی میں بے صبری اور کشائش میں ناشکری نہیں کرتے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

(وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ) اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں۔

خائفون على انفسهم مع مالهم من الاعمال الفاضلة استقصار لها واستعظاما لجناب عزوجل كقوله تعالى والذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الى ربهم راجعون۔ وہ لوگ جو اپنے نفوس کے بارے میں ڈرنے والے ہیں باوجود ان کے پاس اچھے اعمال بھی ہوں اور وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی عظمت اور شان بے نیازی سے ڈرتے ہوئے ان پر بھروسہ نہ کرتے ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے اور وہ لوگ جو راہ حق میں دیتے ہیں اس میں سے جو انہیں عطا کیا گیا اور ان کے دل لرزتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝) بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں۔

لا ينبغى لاحد ان يأمن عذابه عزوجل وان بالغ فى الطاعة كهولاء ولذا كان السلف الصالح وهم خائفين وجلين حتى قال بعضهم باليتنى كنت شجرة تعضد وآخر ليت امى لم تلدنى الى غير ذلك۔ کسی شخص کے لیے روا نہیں کہ وہ خود کو عذاب الٰہی سے بے خوف سمجھے اگرچہ وہ طاعات ربانیہ میں کتنا ہی زیادہ نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے اس کا خوب خیال کیا اور وہ ڈرنے والے اور کانپنے والے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے اس حالت خوف میں کہا کہ اے کاش میں کوئی بوٹا ہوتا جسکو کوئی چیر جاتا اور مجھے حساب فہمی کے لیے پیش نہ ہونا پڑتا یا اے کاش میری ماں نے مجھے اس لیے جنا نہ ہوتا ایک قول ہے چونکہ عذاب الٰہی کو روکنے کی کسی میں طاقت و قدرت نہیں تو کوئی اس سے نڈر کیونکر ہو سکتا ہے خواہ کتنا ہی نیکوکار پرہیزگار نہ ہو۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے

حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ ۔۔۔ ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ ۔۔۔ کنیزوں سے کہ ان پہ کچھ ملامت نہیں تو
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى ۔۔۔ جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی
وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ ۔۔۔ حد سے بڑھنے والے ہیں۔
الْعٰدُوْنَ ۝

(وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝) اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

حفاظت شرمگاہ سے مراد اپنی آبرو کو ہر حال میں حرام سے بچانا ہے فروج فرج کی جمع ہے جس کے معنی شرمگاہ کے ہیں خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ زیادہ تفصیل سورۃ المومنون پ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

(اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ) مگر اپنی بیبیوں سے

علیٰ بمعنی مِنْ ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ اپنی بیویوں کے علاوہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یا پھر علیٰ حرف جار اپنے حقیقی معنوں میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ حالت زوجیت میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

(اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ) یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے

ملک یمین سے یہاں مراد لونڈیاں باندیاں ہیں اور غلام ہرگز مراد نہیں کیونکہ لفظ " ما" وارد ہوا ہے اور " ما" غیر ذوی العقول کے لیے بولا جاتا ہے چونکہ پیچھے علیٰ وارد ہے جو فاعل کی بالاتری واضح کر رہا ہے لہٰذا مملوک مالک سے اعلیٰ نہیں ہوتا۔ تو کسی مالکہ کے لیے مملوک غلام سے قربت جائز نہ ہوگی۔ مملوکات (باندیوں) سے قربت جائز ہے۔

(فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝) کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔

یہ الا (استثناء) کی علت کا بیان ہے زوجات و مملوکات (باندیوں) سے قرب جائز ہے اور ان دونوں سے شرمگاہ کو محفوظ نہ رکھنے پر کچھ ملامت نہیں۔

(فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝) تو جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ای غیر زوجات و مملوکات یعنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور سے یا بغیر نکاح

میں چاہنے والے لوگ ہی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والے ہیں حلال کو چھوڑ کر حرام میں مشغول ہونے
والے ہیں۔ بغوی نے اس آیت کے تحت استمنا بالید (مُشت زنی) اور منکوحہ بیوی یا مملوکہ لونڈی سے
وطی فی الدبر (پاخانہ کے مقام پر جماع) کے متعہ کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ بِيَدِهٖ
ہاتھ کے ساتھ فعل کرنے والا ملعون ہے جنسی قربت کے جواز کے لیے شریعت میں جو قیود ہیں ان میں اول
نکاح دوم ملکیت (ملک یمین) سوم حیض و نفاس سے طہارت چہارم حرث (مقام تولید) اور پنجم جزئیت
و رضاعت کا علاقہ نہ ہو، اور بعض نے فاعل کا اعلیٰ ہونا بھی قرار دیا ہے کہ لواطت میں حرمت کی ایک
وجہ یہ بھی ہے اور یونہی مملوکہ غلام میں یہ شرط ناپید ہوتی ہے لہٰذا مالکہ کے لیے مملوک غلام سے جنسی قربت
حلال نہ ہوگی البتہ آزاد کر کے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اب وہ صورت نہ رہی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

وقال السدی ان حقوق الشرع کلها أمانات قد قبلها المومن اداءها بقبول
الایمان اور سُدی کا قول ہے کہ تمام شرعی حقوق سب کے سب امانتیں ہیں جسے مومن (ایمان لانے والے)
نے قبول کیا ہے اور قبول ایمان کے ساتھ ان کی ادائیگی کی ضمانت دی ہے۔ کلبی کا قول ہے کل احد
موتمن علی ماافترض علیہ من العقائد والاقوال والاحوال والافعال ومن
الحقوق فی الاموال وحقوق الاهل والعیال وسائر الاقارب والمملوکین والجار
وسائر المسلمین۔ ہر ایک شخص امین ہے اس پر جو عقائد، اقوال، احوال اور افعال ہیں سے فرض
ٹھہرایا گیا ہے اور وہ جو اموال میں حقوق ہیں اور وہ حقوق جو اہل و عیال اور تمام قرابت داروں اور ماتحتوں
(غلام باندیوں) اور ہمسایوں اور تمام مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ اور ایک قول ہے کل ما اعطاء اللّٰہ
تعالیٰ للعبد من الاعضاء وغیرها أمانة عنده فمن استعمل ذلک فی غیر ما
أعطاه لاجله واذن سبحانه له به فقد خان الامانة والخیانة فیها وکذا
الغدر بالعهد من الکبائر علی مانص غیر واحد ہر وہ شے جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ
نے بندے کو اعضاء اور اس کے علاوہ عطا فرمایا ہے اس کے (بندے) پاس امانت ہے تو جس
نے اس کے علاوہ (سوا) اُسے استعمال کیا جو اس کے لیے اُسے حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اُسے عطا فرمایا اور
اُسے اس کی اجازت دی تو اُس نے امانت میں خیانت کی اور اس کے ساتھ دغا ہے اسی طرح اس

ے عہد کو جھٹلانا یا توڑنا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ اکثر نے اس پر صاد کیا ہے بخاری و مسلم نے عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ چار باتیں ہیں کہ جس میں پائی جائیں تو وہ منافق خالص ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو یہ خصلت نفاق ہے اول جب امین بنایا جائے تو دغا کرے دوم جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ سوم جب عہد کرے تو گڑبڑ کرے (توڑے) چہارم جب جھگڑا کرے تو بے ہودہ بکے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له۔ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ شرعی اور بندوں کی امانتوں کی اور خدا و مخلوق کے ساتھ عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

مقیمون لها بالعدل غیر متکرین لها او لشیٔ منها ولا مخفین احیاء لحقوق الناس فیما یتعلق بها وتعظیما لامر الله عزوجل فیما یتعلق بحقوقه سبحانه وخص بعضهم الشهادة بما یتعلق بحقوق العباد۔ اس کے لیے ڈٹے رہتے ہیں انصاف کے ساتھ بغیر اس کا (پوری طرح) یا اس میں سے کسی شے کے لیے انکار کریں یا اسے گھٹائیں اور لوگوں کے حقوق کو زندہ رکھتے ہیں جو ان سے متعلق ہیں اور وہ ایسا احکامِ الٰہی کی تعظیم کے لیے اور جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے اس کی مکمل پاسداری کرتے ہیں اور بعض علماء نے شہادت کو حقوق العباد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ ایک قول ہے سچی شہادت دیتے ہیں اور گواہی میں نہ ردوبدل کرتے ہیں اور نہ ہی اسے چھپاتے ہیں اور اس ضمن میں کسی کی ملامت و مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ شہادتوں کو تعلق حق سبحانہ وتعالیٰ سے بھی ہے اور بندوں کے ساتھ بھی، جیسے توحید و رسالت کی گواہی، حدود تعزیرات کے قیام میں گواہی رؤیتِ ہلال پر گواہی حقوق اللہ سے ہے اور یونہی باہمی لین دین وغیرہ پر شہادت حقوق العباد سے ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

ای یراعون شرائطها ویکملون فرائضها وسننها ومستحباتها باستعارة الحفظ من الضیاع للاتمام والتکمیل یعنی نماز کی شرائط اوقات کی رعایت کرتے ہیں اور

اس کے فرائض، سنن اور مستحبات کی تکمیل کرتے ہیں اور حفاظت سے مراد ان امور کے ضائع کرنے سے بچنا اور شرائط نماز کی تکمیل و اتمام ہے۔ یہ ارشاد مکرر ہے اس سے قبل علیٰ صلاتھم دائمون فرمایا ہے اور اس تکرار سے واضح ہے کہ ارکان اسلام میں نماز سب سے اہم و اتم ہے کیونکہ نماز مومنین کی معراج، رب العالمین کے حضور مناجات ہے اور سید المرسلین کی چشمانِ کرم کی ٹھنڈک ہے جس کا ارشاد ہے کہ یہاں مراد نوافل کی نگہداشت ہے۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

(اولئک) اشارۃ الی الموصوفین بما ذکر من الصفات۔ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مذکورہ صفات کے حامل ای مکرمون کائنین فی جیات ہوں گے یعنی یہ لوگ بہشت میں اعزاز و اکرام پانیوالے ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ معارج پ ۲۹

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝	تو ان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝	داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔
اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝	کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔
كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝	ہرگز نہیں بیشک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں وہ۔
فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝	تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں۔
عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝	کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔
فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝	تو انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

حل لغات رکوع دوم سورۂ معارج پ ۲۹

فمال۔ تو کیا ہے — الذین۔ ان لوگوں کو جو — کفروا۔ کافر ہیں — قبلک۔ تیری طرف

مھطعین۔ دوڑتے آرہے ہیں — عن الیمین۔ دائیں — و۔ اور

عن الشمال۔ بائیں سے — عزین۔ گروہ در گروہ — ا۔ کیا — یطمع۔ امید رکھتا ہے

کل۔ ہر — امرئ۔ آدمی — منھم۔ ان میں سے — ان۔ یہ کہ

یدخل۔ داخل کیا جائے — جنۃ۔ باغ — نعیم۔ نعمت والے ہیں — کلا۔ ہرگز نہیں

انا۔ بیشک ہم نے — خلقنھم۔ پیدا کیا ہے ان کو — مما۔ اس چیز سے جو

یعلمون۔ جانتے ہیں — فلا۔ پس — اقسم۔ قسم اٹھاتا ہوں — برب۔ رب

المشارق۔ مشرقوں — و۔ اور — المغرب۔ مغربوں کی — انا۔ بیشک ہم

لقدرون۔ قادر ہیں — علی۔ اوپر — ان۔ اس کے کہ — نبدل۔ بدل دیں ہم

خیرا۔ بہتر — منھم۔ ان سے — و۔ اور — ما۔ نہیں

نحن۔ ہم — بمسبوقین۔ عاجز — فذر۔ تو چھوڑ دو — ھم۔ ان کو

یخوضوا۔ کہ مشغول ہوں — و۔ اور — یلعبوا۔ کھیلیں — حتی۔ یہاں تک کہ

یلقوا۔ ملیں — یومھم۔ اپنے دن — الذی۔ ایسے کو کہ — یوعدون۔ وعدہ دیے جاتے ہیں

یوم۔ جس دن — یخرجون۔ نکلیں گے — من الاجداث۔ قبروں سے

سراعا۔ جلدی سے — کانھم۔ گویا کہ وہ — الی۔ طرف — نصب۔ تھانوں کے

یوفضون۔ دوڑتے ہیں — خاشعۃ۔ جھکی ہوں گی — ابصار۔ آنکھیں — ھم۔ ان کی

ترھقھم۔ ڈھانپے گی ان کو — ذلۃ۔ ذلت — ذلک۔ یہ — الیوم۔ دن

الذی۔ وہ ہے — کانوا۔ کہ تھے وہ — یوعدون۔ وعدہ دیے جاتے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورۃ المعارج پ ۲۹

اعزاز و اکرام پانے والے ہوں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝	توان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ۔

(فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ) توان کافروں کو کیا ہوا تمہاری طرف ای فی الجهة التی تلیك یعنی اس طرف کھچے جاتے ہیں جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔

(مُهْطِعِيْنَ ۝) تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مُهْطِعِيْنَ مُهْطِعٌ کی جمع ہے اور مُهْطِعٌ اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں گردن بڑھا کر سر اٹھانا۔ ای مسرعین نحوك مادی اعناقهم الیك مقبلین بابصارهم علیك ینظروا بما یجعلونه هزوًا۔ یعنی تیزی کے ساتھ آپ کی طرف نظریں جمائے گردنیں اونچی کئے (لمبی کئے) اور بڑھتے ہوئے آتے ہیں تاکہ آپ جو کچھ فرمائیں اس کو جھٹلائیں اور تمسخر اڑائیں۔

(عن الیمین وعن الشمال عِزِيْنَ ۝) داہنے اور بائیں گروہ کے گروہ ای جماعات فی تفرقة۔ یعنی الگ الگ یا بٹے ہوئے ٹولے عزةٌ عزین کا واحد ہے جس کے معنی ہیں آدمیوں کا گروہ یا ٹولہ۔

عبید بن الابرص کا شعر ہے ؎

فجاؤا یهرعون الیه حتی یکونوا حول منبره عزینا

تو وہ اس کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ اس منبر کے گرداگرد الگ الگ ٹولے ہو گئے۔

یعنی وہ ہر دو طرفوں سے الگ الگ ٹولے ہو کر آپ کے ارد گرد جمع ہو جاتے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، اور تلاوت قرآن فرما رہے تھے تو مشرک گروہ در گروہ اور حلقہ حلقہ بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد اکٹھے ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی سنتے اور پھر آپ کے کلام کو جھٹلاتے تمسخر کرتے اور کہتے کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو ہم ضرور ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو یہ آیت اتری اور ارشاد فرمایا گیا کہ ان کفار و مشرکین کا

کیا حال ہے کہ آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کو دیکھتے، تلاوت سنتے ہیں پھر بھی نفع نہیں حاصل کرتے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اشارہ کر رہی ہے کہ بہتر وادنیٰ یہی ہے کہ مومن بھی گروہ گروہ ہو کر نہ بیٹھیں کہ یہ عادت جاہلیت کے دور کی ہے یعنی اگر بیٹھنا ہو تو باہم مل کر بیٹھیں۔

اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ۝	کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے، ہرگز نہیں بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں۔

(اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ۝) کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ چین کے باغ میں داخل کیا جائے۔

ای بلا ایمان وھو انکار لقولھم ان دخل ھؤلاء الجنة کما یقول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلندخلنھا قبلھم۔ یعنی ایمان کے بغیر اور یہ ان کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان کی نسبت جنت میں ان سے پہلے داخل ہوں گے کیونکہ ہم دنیا مال و آسائش میں برتری دیئے گئے ہیں سو قیامت میں بھی ہم برتری والے ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار کا یہ قول لغو ہے کہ جس طرح مومن لوگ جنت میں داخل ہوں گے ہم بھی ایمان لائے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(كَلَّا) ہرگز نہیں

ردع لھم عن ذلک الطمع الفارغ کفار کی اس فضول و بیہودہ طمع کا رد لفظ "کلا" سے فرمایا ہے یعنی جیسا وہ آرزو رکھتے ہیں ویسا ہرگز نہ ہوگا۔

(اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ۝) بے شک ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا جسے جانتے ہیں۔ ای انھم مخلوقون من نطفة قذرة لا تناسب عالم القدس فمتی لم تستکمل بالایمان والطاعة ولم تتخلق باخلاق الملائکة علیھم السلام لم تستعد لدخولھا۔ یعنی ہم نے انہیں گندے نطفہ سے پیدا کیا ہے جس کی عالم قدس سے کوئی نسبت نہیں تو جب تک پیدائشی نقص کی ایمان اور اطاعت کے ساتھ تکمیل نہ ہو اور ملائکہ علیہم السلام کے اخلاق (قدسی اخلاق) سے مزین و متصف (آراستہ) نہ ہو تو وہ ہرگز دخول جنت کے لائق و قابل نہ ہوگا تو کفار و مشرکین جنہوں نے ایمان کا ذائقہ نہ چکھا اور انوار علم و عمل سے روشنی و آگہی اور

برکات حاصل نہ ہوئی وہ اہلِ ایمان کی طرح جو کمالات ایمانیہ اور برکات وخیرات اعمال صالحہ کے نور سے منور ہوئے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ مومنوں اور کافروں میں برابری کیونکر متصور ہو سکتی ہے کفر ظلمت وتاریکی اور ایمان نور وبرکت دونوں یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں اور کفار کا زعم برتری اور وہ بھی آخرت میں ایک بے ہودہ آرزو ہے اور حق کے ساتھ کھلا مکابرہ اور اپنی کورچشمی اور جہالت و بے بصیرتی کا مظاہرہ ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝

تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے کہ ضرور ہم قادر ہیں۔ کہ ان سے اچھے بدل دیں اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جاسکتا۔

(فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ) تو مجھے قسم ہے اس کی جو سب مشرقوں اور سب مغربوں کا مالک ہے۔

والمراد بالمشارق والمغارب مشارق الشمس المائة والثمانون ومغاربها كذلك او مشارق ومغارب الشمس والقمر على ماروى عن عكرمة او مشارق الكواكب ومغاربها مطلقاً وذهب بعضهم الى ان المراد رب المخلوقات باسرها.

اور مشارق اور مغارب سے مراد سورج کے طلوع ہونے کے ایک سو اسی مقامات اور یونہی غروب کے مقامات ہیں یا مراد سورج اور چاند کے مقامات طلوع وغروب ہیں جیسا کہ عکرمہ سے روایت کیا گیا ہے یا مراد مطلق تاروں کے نکلنے اور چھپنے کے مقامات ہیں اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد پوری مخلوقات کے رب کی قسم ہے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ملک وقدرت، تخلیق وعظمت کی قسم یاد فرمائی ہے۔

(اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ) کہ ضرور ہم قادر ہیں کہ ان سے اچھے بدل دیں۔

اى نهلكهم بالمرة حسبما تقتضيه جناياتهم ونأتى بدلهم بخلق آخرين ليسوا على صفتهم۔ یعنی ہم جیسا کہ ان کے گناہوں کے مطابق سزا کا تقاضا ہے ان سب کو یک لخت ہلاک کر دیں اور ان کے بدلے میں ایک دوسری مخلوق لے آئیں (پیدا کریں) جو ان کی صفات پر نہ ہو یعنی نافرمان بردار نہ ہو ایک قول ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیلیے

ان کفار کی جگہ بہتر لوگ عطا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں یعنی انصار مدینہ
(وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝) اور ہم سے کوئی نکل کر نہیں جا سکتا۔
ای بمغلوبین ان اردنا ذٰلك یعنی اگر ہم ایسا ارادہ کریں (چاہیں) کہ ان کفار کو ہلاک کر کے
ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں تو ہم پر کوئی غالب نہیں اور ہماری قدرت کے احاطہ سے کوئی باہر نہیں
نکل سکتا۔

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ تو انہیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

(فَذَرْهُمْ) تو انہیں چھوڑ دو۔
فخلهم غير مكترث بهم تو آپ انہیں چھوڑ دیں اور ان کی کچھ پرواہ نہ کریں۔
(يخوضوا) ان کی بے ہودگیوں میں پڑے۔
ای فی باطلهم الذی من جملته ما حکی عنهم یعنی ان کے بُرے اور گندے
کاموں میں انہیں پڑے رہنے دیجیے جن کا منجملہ تذکرہ گزرا۔
(وَيَلْعَبُوْا) اور کھیلتے ہوئے۔ ای فی دنیاهم یعنی انہیں ان کی دنیا کے دھندوں میں
مشغول چھوڑ دیجیے۔
(حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝) یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملیں
جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔
هو يوم البعث عند النفخة الثانية بقوله سبحانه اور وہ قبروں سے اٹھنے کا دن ہے جب
کہ دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں حق سبحانہ، وتعالیٰ کا ارشاد ہے ایک قول ہے کہ
ان کی موت کے دن اور ایک قول ہے کہ عذاب موعود کے دن سے یعنی بروز حشر۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ جس دن قبروں سے نکلیں گے جھپٹتے ہوئے گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں

(يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ) جس دن قبروں سے نکلیں گے۔
ای القبور یعنی اس روز جب کہ قبروں سے اٹھیں گے یا محشر کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

سِرَاعًا جیسے ہوئے یعنی مسرعین یعنی تیزی کے ساتھ لپکیں گے اور یہ انتہائی حالت کا بیان ہے
كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔
جس کا ترجمہ ہے نُصُبٌ نصاب کی جمع ہے جیسے کتاب کی جمع کُتُبٌ اور اخفش کا قول ہے نصب
جمع ہے جیسے رَهْنٌ و رُهُنٌ اور نصاب جمع الجمع ہے جمہور کی قرأت نَصْبٌ یعنی نون پر زبر اور صاد کے
سکون کے ساتھ ہے اصل اسم مفرد ہے تو کہا جاتا ہے ان معنوں میں (بولا جاتا ہے) الصنم المنصوب
لعبادة عبادت کے لیے کھڑا کیا ہوا بت یا مورتی او العلم المنصوب على الطريق يهتدى
به نصب۔ یعنی راستے پر گڑا ہوا جھنڈا تاکہ چلنے والے اس کی طرف راستہ پائیں ابو عمرو کا قول ہے
هو شبكة يقع فيها الصيد فيسارع اليها صاحبها مخافة ان يتفلت الصيد مراد
جال ہے جس میں شکار واقع ہوتا ہے تو شکاری اس خوف سے اس کی طرف لپکتا ہے کہ کہیں شکار نکل
نہ جائے جیسے ورقتادہ کی قرأت نون کے پیش کے ساتھ ہے کلبی کا قول ہے جس طرح کسی لشکر کے
لشکری اپنے جھنڈے کی طرف لپکتے ہیں یونہی کفار قبروں سے نکل کر محشر کی طرف لپکیں گے تاکہ
اپنے مانے ہوئے دیکھ لیں ایک قول ہے جس طرح دنیاوی زندگی میں مورتیوں کی بندگی کے لیے لپکتے
تھے یونہی روز حشر کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑیں گے۔ يُوْفِضُوْنَ کے معنی یہی ہیں ای يسرعون
یعنی تیزی کے ساتھ والمراد يخرجون مسارعين الى الداعي يسبق بعضهم بعضا۔
مراد یہ ہے کہ تیزی کے ساتھ داعی (محشر) کی طرف نکلیں گے اور ان میں سے بعض بعض پر
سبقت کریں گے اور معبودان باطلہ (بت مورتیاں وغیرہ کی طرف تیزی سے چلنا مشرکین کی
عادت ہے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ‌ ‌ آنکھیں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوئی
ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ ‌ ‌ یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ ‌ ‌ وعدہ تھا۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ آنکھیں نیچی کیے ہوئے۔
مفهوما تقتنه ووصفت ابصارهم بالخشوع مع انه وصف الكل
لان اثره يظهر فيها جب ان پر حقیقت واشگاف ہو جائے گی تو ان کی آنکھیں اظہار
ذلت کے لیے جھک جائیں گی یا حقیقت واشگاف دیکھ کر شرم سے آنکھیں نیچی ہوں گی۔
خشوع دراصل صاحب بصیرت کی صفت ہے اور یہاں خشوع کی نسبت ابصار کی طرف مجازی ہے

کیونکہ خشوع کا ظہور انتہائی طور پر آنکھوں میں ہوگا اس لیے آنکھوں کی صفت میں فرمایا گیا خاشعۃ.
جھکی ہوں گی۔

(ترھقھم ذلۃ) ان پر ذلت چھائی ہوئی
ای تغشاھم یعنی ذلت و رسوائی ان پر چھائی ہوئی ہوگی یا ہم ان پر رسوائی مسلط کر دیں گے
(ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ) یہ ہے اُن کا وہ دن جس کا ان سے
وعدہ تھا۔
ای الیوم الآخر یعنی آخرت کا دن جس کا دنیا میں اُن سے وعدہ کیا گیا تھا اور جسے وہ
جھٹلاتے تھے۔

الحمد للہ آج بروز بدھ ۱۸ ر شوال ۱۴۱۲ھ
مطابق ۲۲ ر اپریل ۱۹۹۲ء تفسیر سورہ المعارج
مکمل ہوئی۔

سورۃ نوح مکیۃ

اس میں دو رکوع - اٹھائیس آیتیں - دو سو چوبیس کلمات - نو سو ننانوے حروف ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بامحاورہ ترجمہ سورۃ نوح رکوع اول پ ۲۹

انا ارسلنا نوحا الی قومہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیہم عذاب الیم ٥

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آجائے۔

قال یٰقوم انی لکم نذیر مبین ٥

اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون ٥

کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

یغفر لکم من ذنوبکم ویؤخرکم الی اجل مسمی ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر لو کنتم تعلمون ٥

وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا۔ کاش کسی طرح تم جانتے۔

قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا ٥ فلم یزدہم دعاءی الا فرارا ٥

عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑھا۔

وانی کلما دعوتہم لتغفر لہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصروا واستکبروا استکبارا ٥

اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ کی اور بڑا

	غور کیا۔
ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًاۙ	پھر میں نے انہیں علانیہ بلایا۔
ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًاۙ	پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔
فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ	تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔
یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًاۙ	تم پر شرّاٹے کا مینہ بھیجے گا۔
وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاؕ	اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا
مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًاۚ	تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔
وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا	حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔
اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاۙ	کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔
وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا	اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ۔
وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًاۙ	اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا۔
ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا	پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ تم کو نکالے گا۔
وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًاۙ	اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔
لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا	کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

حل لغات رکوع اول سورۃ نوح پ ۲۹

انا۔ بیشک	ارسلنا۔ ہم نے بھیجا	نوحا۔ نوح کو	الی۔ طرف

قومه ۔ اسکی قوم کو	ان ۔ یہ کہ	انذر ۔ ڈرا	قومك ۔ اپنی قوم کو
من قبل ۔ پہلے	ان ۔ اس سے کہ	یاتیهم ۔ آئے انکے پاس	عذاب ۔ عذاب
الیم ۔ دردناک	قال ۔ کہا	یقوم ۔ اے میری قوم	انی ۔ بیشک میں
لکم ۔ تمہارے لیے	نذیر ۔ ڈرانے والا ہوں	مبین ۔ صاف صاف	ان ۔ یہ کہ
اعبدوا ۔ عبادت کرو	الله ۔ اللہ کی	و ۔ اور	اتقوه ۔ اس سے ڈرو۔
و ۔ اور	اطیعون ۔ میرا کہا مانو	یغفر ۔ بخشے گا	لکم ۔ تم کو
من ذنوبکم ۔ تمہارے گناہ		و ۔ اور	یؤخر ۔ مہلت دے گا۔
کم ۔ تم کو	الی ۔ طرف	اجل ۔ مدت	مسمی ۔ مقررہ کے
ان ۔ بیشک	اجل ۔ وعدہ	الله ۔ اللہ کا	اذا ۔ جب
جاء ۔ آجاتا ہے تو	لا ۔ نہیں	یؤخر ۔ مہلت دی جاتی	لو ۔ کاش
کنتم ۔ تم	تعلمون ۔ جانو	قال ۔ کہا نوح نے	رب ۔ اے میرے رب
انی ۔ بیشک میں نے	دعوت ۔ بلایا	قومی ۔ اپنی قوم کو	لیلا ۔ رات
و ۔ اور	نهارا ۔ دن	فلم ۔ تو نہ	یزد ۔ زیادہ کیا
هم ۔ ان کو	دعاءی ۔ میرے بلانے نے	الا ۔ مگر	فرارا ۔ بھاگنا۔
و ۔ اور	انی ۔ بیشک میں نے	کلما ۔ جب بھی	دعوتهم ۔ ان کو بلایا
لتغفر ۔ کہ تو بخشے	لهم ۔ ان کو	جعلوا ۔ دیے لیے انہوں نے	اصابعهم ۔ اپنی انگلیاں
فی ۔ بیچ	اذانهم ۔ اپنے کانوں کے	و ۔ اور	استغشوا ۔ ڈھانپ لیے
ثیابهم ۔ انہوں نے اپنے کپڑے	و ۔ اور	اصروا ۔ ضد کی	و ۔ اور
استکبروا ۔ تکبر کیا	استکبارا ۔ بڑا تکبر	ثم ۔ پھر	انی ۔ میں نے
دعوتهم ۔ انکو بلایا	جهارا ۔ علانیہ	ثم ۔ پھر	انی ۔ میں نے
اعلنت ۔ اعلان کیا	لهم ۔ ان کے لیے	و ۔ اور	اسررت ۔ خفیہ کہا
لهم ۔ انکو	اسرارا ۔ خفیہ کہنا	فقلت ۔ تو میں نے کہا	استغفروا ۔ بخشش مانگو
ربکم ۔ اپنے رب سے	انه ۔ بیشک وہ	کان ۔ ہے	غفارا ۔ بخشنے والا
یرسل ۔ بھیجے گا	السماء ۔ مینہ	علیکم ۔ تم پر	مدرارا ۔ تراڑے کا

و۔اور
و۔اور
لکم۔تمہارے لیے
لکم۔تمہارے لیے
لا۔کہ نہیں
و۔اور
ا۔کیا
خلق۔پیدا کیے
طباقا۔نیچے اوپر
فیھن۔ان میں
الشمس۔سورج کو
انبتکم۔اگایا تم کو
یعید۔لوٹائے گا
یخرجکم۔نکالے گا تم کو
جعل۔بنایا
لتسلکو۔تاکہ تم چلو

یمدد۔مدد کرے گا
بنین۔بیٹوں سے
جنت۔باغ
انہارا۔نہریں
ترجون۔امید رکھتے تم
قد۔بیشک
لم۔نہیں
اللہ۔اللہ نے
و۔اور
نورا۔نور
سراجا۔چراغ
من الارض۔زمین سے
کم۔تم کو
اخراجا۔نکالنا
لکم۔تمہارے لیے
منہا۔اس میں

کم۔تمہاری
و۔اور
و۔اور
ما۔کیا ہے
للہ۔اللہ سے
خلقکم۔پیدا کیا تم کو
تروا۔دیکھا تم نے
سبع۔سات
جعل۔بنایا
و۔اور
و۔اور
نباتا۔اگانا
فیہا۔اس میں
و۔اور
الارض۔زمین کو
سبلا۔رستوں

باموال۔مال
یجعل۔بنائے گا
یجعل۔بنائے گا
لکم۔تم کو
وقارا۔عزت کی
اطوارا۔طرح طرح سے
کیف۔کیسے
سمٰوٰت۔آسمان
القمر۔چاند کو
جعل۔بنایا
اللہ۔اللہ نے
ثم۔پھر
و۔اور
اللہ۔اللہ نے
بساطا۔بچھونا
فجاجا۔فراخ ہیں

سورۂ نوح

سورۂ نوح بالاتفاق مکیہ ہے قراء کوفہ کے نزدیک اس کی اٹھائیس آیات ہیں جب کہ قراء شام و بصرہ کے نزدیک انتیس آیات ہیں اور دو رکوع ہیں پچھلی صورت سے اس سورۂ مبارکہ کے اتصال کی وجہ جیسا کہ علامہ سیوطی کا قول ہے کہ سورۃ المعارج میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے انا لقادرون علی ان نبدل خیرا منہم تو اس کے تعاقب میں قوم نوح کے قصہ (اس سورۂ مبارکہ میں) سے آغاز کیا ہے جو اس قوم کی غرقابی وغیرہ پر مشتمل ہے کہ صفحۂ ہستی پر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو ان سے بہتر قوم لانے کا وقوع اور موقع استئصال و استظہار عملاً واقع ہوا اور وہ کفار ہلاک ہوئے اور صرف

[illegible] ہے اور عذابِ الٰہی کو ٹالا نہ جا سکا۔ اور اتصال کی وجہ اس شخص کے نزول پر جس نے
[illegible] اصل سے مراد نوح علیہ السلام ظاہر ہیں تو بعض آثار میں آیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ
[illegible] اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت بروزِ حشر قومِ نوح پر فرمائیں گے۔ حاکم نے
[illegible] مرفوعاً روایت کی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو لوگوں میں اوّل
[illegible] روزِ حشر طلب فرمائے گا۔ اور ارشاد ہوگا کہ تم نے دعوتِ نوح کا کیا جواب دیا کیا تمہیں
[illegible] السلام نے دعوت نہ دی تھی) تو وہ لوگ کہیں گے انہوں نے (نوح علیہ السلام) نہ ہمیں دعوت
[illegible] نہ ہی تبلیغ کی اور نہ ہی کوئی نصیحت کی اور نہ ہی کسی کارِ خیر کا حکم دیا اور نہ ہی منکرات سے منع
[illegible] نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے پروردگار میں نے انہیں واضح دعوت دی جو اولین وآخرین
[illegible] کے بعد ہر امت کو ظاہر و معلوم ہے یہاں تک کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] ہے اسے نقل کیا گیا اور انہوں نے اس کی تلاوت کی اور اس پر ایمان لائے اور اس دعوت
[illegible] کی تصدیق کی تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو بلاؤ
[illegible] گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت اس حال میں پیش ہوں گے کہ ان کے ہاتھوں
کے درمیان [illegible] نور دوڑتا ہوگا تو نوح علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت سے کہیں
گے کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنی قوم کو رسالت کی تبلیغ کی اور ان کی نصیحت وہدایت کے لیے سعی
[illegible] انہیں عذابِ الٰہی سے بچانے کے لیے خفیہ اور علانیہ کوشش کی تو ان لوگوں نے میری دعوت سے
[illegible] ہی زیادہ پسند کیا (وہ لوگ قبول دعوت کو اپنی شان کے خلاف جانتے تھے) تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کہے گی کہ بلاشبہ ہم گواہی دیتے ہیں اس پر جو ہم نے قرآن حکیم سے
[illegible] کیا (پڑھا) کہ آپ نے (نوح علیہ السلام) نے جو کچھ فرمایا وہ حق وسچ ہے اور بلاشبہ آپ سچوں میں
[illegible] تو قوم نوح کہے گی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت کو اس کا کیونکر علم ہوا۔ جب کہ آپ تو
[illegible] امت ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ نوح کی تلاوت فرمائیں گے یہاں تک کہ جب سورت
ختم فرمائیں گے تو آپ کی امت کہے گی ہم گواہی دیتے ہیں ان ھذا لھو القصص الحق وما من
الٰہ الا اللّٰہ وان اللّٰہ لھو العزیز الحکیم تو جب اللہ عزوجل شانہٗ ارشاد فرمائے گا وامتازو
الیوم ایھا المجرمون "اے مجرموں آج کے دن علیحدہ ہو جاؤ۔"

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۝
اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ — بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ بھیجا کہ انکو ڈرائے اس سے پہلے کہ ان پر درد ناک عذاب آئے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ بے شک ہم نے نوح کو بھیجا اُس کی قوم کی طرف (نوح اعجمی اسم ہے (اعجمی نام ہے) ابوالیقی اور الکرمانی کا کہنا ہے کہ یہ اسم معرب ہے سریانی زبان میں نوح کے معنی "الساکن" کے ہیں یعنی ٹھہرنے والا یا رہنے والا۔ مستدرک میں حاکم سے منقول ہے انماسمی نوحا لکثرۃ نوحہ وبکائہ علی نفسہ واسمہ عبد الغفار ان کا نام نوح اس لیے رکھا گیا کہ وہ اپنے نفس پر کثرت سے رونے والے آہیں بھرنے والے اور ملامت فرمانے والے تھے اور ان کا نام عبدالغفار تھا بعض مفسرین بشمول آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی صحت سے انکار کیا ہے، آپ کا نسب نامہ یہ ہے نوح (علیہ السلام) بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ اور یہ اخنوخ کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے اور یہ ہی ادریس علیہ السلام کا نام ہے) بن یرد ابن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ اس نسب نامہ سے ظاہر ہے کہ ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد سے تھے اور مستدرک میں ہے کہ اکثر صحابہ کا یہ خیال تھا کہ نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے ہوئے اور وہ آپ کے اجداد سے نہیں۔ مستدرک میں ہے کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ تھا اور ابن عباس ہی سے مستدرک میں مروی ہے کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو چالیس برس کی عمر میں مبعوث فرمایا اور وہ اپنی قوم میں نو سو پچاس برس رہے اور انہیں دعوت حق فرماتے رہے یہاں تک کہ طوفان آیا اور آپ طوفان کے بعد ساٹھ برس مزید دنیا میں رہے تہذیب میں نووی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام میں دنیاوی عمر کے لحاظ سے زیادہ تھے ایک قول ہے کہ وہ تمام لوگوں میں بلحاظ عمر زیادہ تھے اور تعداد کا قول ہے کہ ان کی عمر ایک ہزار چار سو اسی برس ہوئی۔ تاہم اس پر اتفاق نہیں اس وجہ سے کہ خضر علیہ السلام کی عمر کا انکار نہ ہو۔ وہ سب سے پہلے صاحب شریعت اور مطاع نبی ہیں اور لوگوں کو دعوت توحید کے لیے مبعوث کئے گئے اور ان کی امت طوفان سے ہلاک اور تحقیق یہی ہے کہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے جو اپنے اہل واولاد کی طرف مبعوث کئے گئے اور ان کو شریعت کو شریعت نوح نے منسوخ نہ کیا اور شریعت نوح میں مقصود دعوت ایمان وتوحید تھی ایک قول ہے نوح علیہ السلام شیخ انبیاء اور آدم ثانی تھے آپ اپنے سر میں عمدہ (حسین) چہرے والے، بلند قامت، بڑی آنکھوں والے گوشت سے بھرپور کندھوں والے فربہ اندام اور بھرپور اور لمبی داڑھی والے (لمبی اور سینہ پر پھیلی) تھے اور آپ کے روضۂ مبارکہ میں اختلاف ہے بعض کا

کے مسجد کوفہ میں ہے اور بعض نے کہا جبل احمر پر ہے اور بعض نے کرک کے شہر کے قریب جبل لبنان پر
بتایا ہے۔ اَنْ حرف تحقیق ہے جو قومہ کو خاص کر رہا ہے یعنی آپ کی نبوت اپنی ہی قوم کی طرف
خاص تھی اور آپ انہی کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور آپ کی دعوت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح
عالمگیر اور جہانگیر نہ تھی۔
(الی قومہ) قیل ھم سکان جزیرۃ العرب ومن منھم لا اھل الارض کافۃ
ایک قول ہے ان کی قوم سے مراد جزیرۃ العرب کے لوگ اور وہ لوگ تھے جو ان سے قریب تھے اور تمام اہل زمین
مراد نہیں ہیں۔ البتہ مشہور ہو گیا کہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور ان کی طرف ہی مبعوث ہوئے۔
(اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ) کہ اپنی قوم کو ڈرا
ای قلنا لنوح علیہ السلام ان انذر قومك۔ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا کہ اپنی
قوم کو دعوت ارشاد دو اور عذاب سے ڈراؤ۔ ایک قول ہے ارسلناہ بالامر بالانذار یعنی ہم
نے انہیں اس حکم کے ساتھ مامور کیا کہ لوگوں کو دعوت حق فرمائیں اور عذاب الٰہی سے خوف دلائیں۔
(مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝) اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب
آئے۔
عاجل وھو ما حل بھم من الافات کما قال الکلبی او آجل وھو عذاب النار
کما قال ابن عباس والمراد انذرھم من قبل ذلك لئلا یبقی لھم عذر ما اصلا۔
جلد آنے والا عذاب اور وہ تھا جو ان پر طوفان کی صورت نازل ہوا جیسا کہ کلبی کا قول ہے یا ستعین و مقرر
وہ آگ کا عذاب ہے (جو آخرت میں ہوگا) جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے اور اس قول یعنی "انہیں
ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے" سے مراد یہ ہے ان لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کے
عذاب سے بچنے کے لیے سرے سے کوئی عذر (بہانہ) باقی نہ رہے۔
قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اس نے فرمایا اے میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔
(قَالَ) اس نے فرمایا ای قال لھم یعنی نوح علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا
(یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝) میری قوم میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا
ہوں۔
منذر موضح لحقیقۃ الامر واللام فی لکم للتقویۃ او للتعلیل ای لاجل

نذیرکم من عذاب أسألکم اجرًا۔ یعنی معاملے کی حقیقت کو کھول کر بیان کرنے والا اور ڈرانے والا ہوں "لکم" میں لام (ل) یا تو تقویت کے لیے ہے یا پھر تعلیل کے لیے کہ اس لیے کہ میں خالص تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں ڈراتا ہوں اور مجھے تم سے اسکے عوض کوئی صلہ (مطالبہ مزدوری وغیرہ) درکار نہیں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

(اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ) کہ اللہ کی بندگی کرو۔

ای لا تشرکوا به احدا او ادعوه یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس کی الوہیت و ربوبیت اور واحدانیت کا اقرار اور خالص اس ہی کی بندگی بجالاؤ۔

(وَاتَّقُوْهُ) اور اس سے ڈرو ای اجتنبوا من معصیته لئلا یغضب علیکم یعنی تم حق سبحانہ، و تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز رہو ایسا نہ ہو کہ تم پر غضب فرمائے، یا اس کی حکم عدولی اور سرکشی نہ کرو مبادا کہ وہ تمہاری پکڑ فرمائے اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے ڈرو۔

(وَاَطِیْعُوْنِ ۝) اور میرا حکم مانو یعنی تم میری اطاعت بجالاؤ اور جس بات کا تمہیں حکم دوں اُسے مانو اور نافرمانی نہ کرو

یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ	وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک
وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ	مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔
اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ	بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا
لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	نہیں جاتا، کسی طرح تم جانتے۔

(یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ) وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا۔

بجزم فی جواب الامر واختلف فی "من" پچھلی آیت میں امر (ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون) بندگی تقویٰ اور اطاعت سے متعلق گزرا تو یہاں اس امر کا جواب بطور بدلہ (صلہ) ہے یعنی اللہ تمہاری بخشش کر دے گا البتہ حرف جار "من" میں اختلاف ہے بعض نے کہا ابتدائیہ ہے اور فعل کی ابتدا حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ان معنوں میں ہے یبتدئ لھم بعد ایمانھم بمغفرۃ ذنوبھم احسانا منه عز وجل وتفضلا کہ ان لوگوں کے ایمان لانے کے بعد حق سبحانہ، و تعالیٰ اپنی

طرف سے بطور احسان اور مہربانی کے ان لوگوں کی بخشش سے ابتداء و آغاز فرمائے گا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ کفار کی جانب سے یوں ہو کہ انہیں ان کے ایمان لانے کے سبب سے جو پہلے ابتداءً حاصل رکھا گیا ہے وہ ان کے گناہوں کی بخشش ہو گی۔ بعض نے کہا کہ "من" تبعیضیہ ہے جس کا مطلب ہے ای بعض ذنوبکم یعنی تمہارے بعض گناہ (جو حقوق اللہ سے متعلق ہے اور حقوق العباد سے متعلق نہیں) بخشش دے گا۔ اور بعض نے کہا "بیانیہ" ہے جس کا مطلب تمہارے سارے گناہ بخشش دے گا اور ایک قول ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی مومنوں کے سوا کفار سے خطاب ہوا ہے تو مومنوں اور کافروں کے درمیان خطاب میں واضح فرق ہے جہاں کفار کو مغفرت کے ساتھ دعوت دی گئی ہے اس مغفرت و بخشش کا تمام تر مدار "ایمان لانے" پر ہے اور جہاں سے مومنوں سے خطاب مغفرت ہوا ہے تو وہ طاعت سے اور معاصی سے باز رہنے میں مشروط ہے۔ بعض نے کہا کہ بعض گناہوں کی بخشش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سارے گناہ معاف نہ ہوں گے سورۃ الانفال میں ہے "قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف تو یہاں سارے گناہوں کی بخشش واضح ہے بشرطیکہ ایمان لائیں اور فرماں برداری کریں اور مخالفت حق سے باز رہیں۔ بعض نے کہا کل گناہوں کی بخشش صرف اس امت کی خصوصیت ہے جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے " ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" صحیح مسلم شریف میں ہے اسلام، حج اور ہجرت ما قبل کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط) اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا۔

ھو الامد الاقصی الذی قدرہ اللہ تعالیٰ بشرط الایمان والطاعۃ وراء ما قدرہ عزوجل لھم علی تقدیر بقاھم علی الکفر والعصیان۔ وہ دور کا فاصلہ ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان و اطاعت کی شرط سے مقدر فرما رکھا ہے یعنی اس مدت تک (موت تک) تمہیں گناہوں کی سزا نہ دے گا اور اگر وہ ایمان و طاعت کی بجائے کفر و سرکشی اور معصیت پر ہی قائم رہیں گے تو اس پر جو مقدر ہے وہ اس سے الگ ہے چاہے دنیا ہی میں عذاب فرمائے یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں ہی عذاب فرمائے۔

(اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ) بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا (اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ) بے شک اللہ کا وعدہ ای ما قدرہ عزوجل علی تقدیر بقائکم علی ما انتم علیہ یعنی وہ جو حق تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہے اس صورت میں جب کہ تم جس پر کہ تم تھے قائم و باقی رہو یعنی اگر تم کفر پر قائم رہو گے تو تمہارے لیے تو عذاب مقدر ہو چکا ہے۔

اجل سے مراد مقررہ وعدہ ہے۔ (اِذَا جَاءَ) جب آتا ہے یعنی جب مقررہ طریقہ سے آجاتا ہے۔ (لَا یُؤَخَّرُ) ہٹایا نہیں جاتا یعنی اس میں تاخیر ہو ایسا ممکن نہیں قضائے مبرم میں تو فی الاصل تاخیر ہوتی ہی نہیں اور قضاء معلق میں جب شرط موجود ہو جائے تو پھر اس میں بھی تاخیر ممکن نہیں لہٰذا یہ ٹلنے والی نہیں تو تبادر والی ایمان والطاعۃ قبل مجیئہ حتی لا یتحقق شرط الذی ھو بقاؤکم علی الکفر والعصیان فلا یجیئ و تیحقق شرط التاخیر الی الاجل المسمی تو تم (اے گروہ کفار) ایمان و طاعت میں پیش قدمی کرو اس سے پہلے کہ وہ (قضاء) آجائے یہاں تک کہ اس کی شرط جو کہ تمہارے کفر و عصیان پر قائم رہنے کی ہے متحقق نہ ہو تو وہ وارد نہ ہوگی اور ایک مقررہ میعاد تک کی مہلت کی شرط متحقق ہو جائے گی۔

(لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝) کسی طرح تم جانتے۔

ای لو کنتم من اھل العلم لسارعتم لما امرکم بہ یعنی اگر تم اہل علم میں سے ہوتے اور اپنی بھلائی چاہتے ہو تو تمھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جلدی کرتے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا۔

(قَالَ) ای نوح علیہ السلام مناجیا ربہ عزوجل و حاکیا للہ سبحانہ یقصد الشکوی وھو سبحانہ اعلم بحالہ ماجری بینہ وبین قومہ من القیل والقال فی تلک المدۃ الاطوال بعد ما بذل فی الدعوۃ غایۃ المجھود یعنی نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار جل وعلا سے مناجات کی اور عرض کیا۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے حال سے بخوبی واقف تھا جو ان کے اور ان کی قوم کے درمیان بطور لڑائی جھگڑا اور فضول گفتگو (بحث و تمحیص) کے اس انتہائی طویل زمانے میں ہوتا رہا باوجودیکہ انہوں نے اپنی دعوت حق میں انتہائی کوشش کر ڈالی۔

(رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ) میں نے اپنی قوم کو بلایا

الی الایمان والطاعۃ یعنی میں نے اپنی قوم کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلایا۔

(لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝) رات دن۔

ای دائما من غیر فتور ولا توان یعنی ہمیشہ بغیر کسی نقص و خرابی کے اور بغیر کسی [illegible] و سستی کے۔

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنے کے علاوہ کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مما دعوتهم اليه واسناد الزيادة الى الدعا یعنی وہ بھاگنے ہی میں بڑھے جس قدر میں نے انہیں ایمان وطاعت کی طرف بلایا چونکہ دعوت کفار کے فرار کی زیادتی کا باعث وسبب ہوئی اس لیے دعا (دعوت) کو فرار میں اضافہ کرنے والا فرمایا دعوت کی طرف یہ نسبت قرار مجازاً ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ میں نے جس قدر دعوت بلیغ کی انہوں سے فرماں برداری نہ رہی بلکہ ترغیب کے مقابلے میں ان کی نافرمانی اور سرکشی بڑھتی ہی چلی گئی بجائے اس کے کہ دعوت پر کان لگاتے وہ اُلٹا بھاگ جاتے اور بات سننا تک انہیں گوارا نہ تھا۔

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو اُن کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ہٹ دھرمی کی اور بڑا غرور کیا۔

(وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ) اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا۔

ای الی ایمان یعنی جب بھی میں نے انہیں ایمان کی طرف دعوت دی۔

(لِتَغْفِرَ لَهُمْ) کہ تو ان کو بخشے۔

ای لسبب الایمان یعنی ان کے ایمان لانے کے سبب سے۔ انہیں (اللہ تعالیٰ) بخش دے۔

(جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ) انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

ای سدوا مسامعهم عن استماع الدعوة یعنی اپنے کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کر دیا تا کہ میری دعوت کی آواز کو نہ سنیں کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا سرے سے بات ہی نہ سننے کی طرف کنایہ ہے جس سے واضح ہے کہ دعوت حق کا انہیں سننا کس قدر ناگوار تھا اور ان کے طرز عمل سے بیزاری نمایاں تھی۔

(وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ) اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے۔

ای بالغوا فی التغطی بها كانهم طلبوا من ثيابهم ان تغشاهم لئلا يروه كراهة النظر اليه من فرط كراهة الدعوة یعنی اس حالت میں اس حد تک بڑھ گئے گویا کہ انہوں نے اپنے پہننے کے کپڑے منگوا لیے تا کہ انہیں اوڑھ لیں تا کہ آپ علیہ السلام

آنکھوں سے نہ دیکھیں اور ان کی نظروں میں اس شدت کی ناگواری تھی کہ داعی الی حق کو دیکھنا بھی برداشت نہ تھا۔

(وَاَصَرُّوْا) اور ہٹ دھرمی کی۔ ای اکبوا علی الکفر والمعاصی یعنی کفر اور گناہوں پر ڈٹے رہے یہ راغب کا قول ہے۔ الاصرار التعقد فی الذنب الاصرار (ہٹ دھرمی) سے مراد ہے گناہوں پر پکا اور جمے رہنا ہے۔

(وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝) من اتباعی وطاعتی عظیما یعنی ان لوگوں نے میری فرماں برداری اور پیروی سے سخت انکار کیا اور انتہائی سرکشی کا مظاہرہ کیا یا غایت درجہ مغرور بن گئے۔ ایک قول ہے کہ میری دعوت کو قبول کرنا کسر شان جانا۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا
ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا

(ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝) پھر میں نے انہیں پکار پکار کر بلایا۔ ای دعوتھم دعاء جھارا ای مجاھرا یعنی میں نے انہیں بلند آواز سے (علی الاعلان) دعوت دی یعنی انہیں ان کی مجلسوں میں کھلم کھلا اونچی آواز سے دعوت حق فرمائی۔

(ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝) پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ بھی کہا۔ ای دعوتھم مرۃ وکرۃ غب کرۃ علی وجوہ متخالفۃ واسالیب متفارقۃ وھو تعمیم لوجوہ الدعوۃ بعد تعمیم الاوقات یعنی میں نے انہیں بار بار دعوت کے بعد مکرر دعوت (پیہم دعوت) دی اور یہ دعوت مختلف طریقوں اور ان کی مخالفت کے اطوار کے اسباب کو پیش نظر رکھ کر دی یعنی جس طرح ممکن و مؤثر ہو سکتا تھا اور جس طرح سے اجرائے دعوت ہو سکتی تھی انہیں بار بار پیہم اور تکرار کے ساتھ بالترتیب دعوت دی۔ اور [illegible] واسباب دعوت کے عموم پر جو اوقات کی عمومیت کے بعد ہوئی دلالت کر رہا ہے۔

(فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ) تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ

اِنَّہٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

بالتوبۃ عن الکفر والمعاصی فانہ سبحانہ لا یغفر ان یشرک بہ وقال ربکم تحریکا لداعی الاستغفار

کفر ومعصیت (گناہوں) سے توبہ کے ساتھ کہ بلاشبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرماتے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا اور آپ کا فرمانا "رَبَّکُمْ" (ان لوگوں کو توبہ و بخشش کی طرف رغبت وتحریک دلانے کے لیے تھا۔

(اِنَّہٗ كَانَ غَفَّارًا ۝) بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔

دائم المغفرۃ کثیرھا للتائبین وہ توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو بہت زیادہ اور ہمیشہ معاف فرمانے والا ہے۔

قال البغوی لما کذبوہ علیہ الصلاۃ والسلام بعد تکریر الدعوۃ حبس اللہ تعالیٰ عنھم المطر واعقم ارحام نسائھم اربعین سنۃ وقیل سبعین سنۃ نوعدھم انھم ان آمنوا یرزقھم اللہ تعالیٰ الخصب یدفع عنھم ما ھم فیہ۔

بغوی نے لکھا ہے کہ قوم نے عرصہ دراز تک حضرت نوح علیہ السلام کی بار بار دعوت کے باوجود تکذیب کی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر بارش روک دی اور ان کی عورتیں چالیس برس اور ایک قول کے مطابق ستر برس تک بانجھ (بے ثمر) رہیں تو آپ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں پھلوں سبزیوں وغیرہ سے بکثرت روزی عطا فرمائے گا اور جس حالت میں وہ مبتلا ہیں اُسے دور فرما دے گا۔ تو یہ کہہ کر انہیں توبہ کی ترغیب دی۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ تم پر تراٹے کا مینہ بھیجے گا

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا

يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور

اَنْهٰرًا ۝ تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ تم پر تراٹے کا مینہ بھیجے گا۔

ای کثیر الدر یعنی کثرت سے بارش والا ایک قول ہے کہ "المظلۃ" یعنی سیاہ چھا نے والی زوردار بارش۔

(وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ) اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔

ای یزدکم باموال واولاد یعنی تمہارے مالوں اور تمہاری اولاد میں برکت و زیادتی عطا فرمائے گا۔

(وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنّٰتٍ) اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا۔

ای بساتین یعنی باغات۔ قوم نوح پر ہیم تکذیب کی وجہ سے بارش روک دی گئی تھی اور چالیس سال یا ستر برس تک اس قوم کی عورتیں بانجھ رہیں جس سے ان کی نسل برباد ہوئی مال تلف ہوا اور مویشی ہلاک ہو گئے دریا و چشمے خشک ہو گئے اور زمین کے باغات اجڑ گئے تو یہ کہہ کر رغبت دلائی ہے کہ تمہارے لیے ویسا ہی باغات کا سلسلہ شادات بنا دے گا جیسا کہ تکذیب سے پہلے تھا۔

(وَيَجْعَل لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝) اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا۔

ای جاریۃ یعنی تکذیب سے پہلے جس طرح تمہارے لیے دریا اور نہریں بھرپور طور پر جاری و رواں تھے اسی طرح سے پھر جاری فرمائے گا۔ بقاعی کا قول ہے کہ "جنات و انہار" سے مراد نعیم آخرت ہے۔ اور جمہور کا قول وہی ہے جو گزرا۔ حسن سے مروی ہے کہ قلت پیداوار اور بارش، تنگدستی اور اولاد نہ ہونے کا قرآنی عمل استغفار ہے جس کی برکت سے یہ نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے۔

ای غیر معتقدین للّٰہ تعالٰی عظمۃ موجبۃ لتعظیمہ سبحانہ بالایمان بہ جل شانہ والطاعۃ لہ تعالٰی۔ یعنی تم اپنے اعتقاد میں اللہ کی وہ عظمت نہیں جانتے جو حق سبحانہ وتعالٰی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت بجا لانے کے بعد اس کی تعظیم و بزرگی کی موجب و مقتضی ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے تاکہ وہ تمہیں اس کے سبب عزت بخشے۔ حسن سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور اس کا شکر یہ کیوں نہیں بجا لاتے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ حالانکہ اُس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔

انہ عزوجل خلقکم مدرجا لکم فی حالات عناصر ثم اغذیۃ ثم اخلاطا ثم نطفا ثم علقا ثم مضغا ثم عظاما ولحوما ثم خلقا آخر۔ بلاشبہ حق سبحانہ وتعالٰی نے تمہیں کئی درجات میں کئی مرتبہ باعتبار حالات پرورش کیا پہلے تم تخلیق عنصری میں تھے پھر تخلیق غذائی کی طرف پھیرے پھر اخلاط کی طرف پھر نطفہ پھر جمے ہوئے خون پھر گوشت کے لوتھڑے پھر ہڈیوں اور گوشت کی طرف لائے گئے پھر ایک اور تخلیق کی طرف لائے گئے یعنی تمہارے

اندر روح پھونکی گئی اور تم انسان بنے۔ تخلیقی نشانیوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اس میں غور و فکر ایمان وطاعت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے ایک قول ہے کہ احوال مختلفہ سے مراد ولادت سے موت تک کے حالات ہیں جو ہر شخص سے متعلق ہیں۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ — کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ — سات آسمان بنائے ایک پر ایک
وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا — اور ان میں چاند کو روشن کیا اور
وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ — بنایا سورج کو چراغ۔

(اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔

ای متطابقۃ بعضها فوق بعض وتفسیر التطابق بالتوافق فی الحسن۔

یعنی ان میں سے ایک کو دوسرے پر متناسبت اور مطابقت کے ساتھ بنایا اور تطابق کی تفسیر خوبصورتی میں موزونیت وموافقت کے ساتھ کی گئی ہے اور حکم کا استمال وجود صنعت پر ہے کہ تم رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق دیکھتے ہو یعنی آسمانوں کی پیدائش سے قدرت الٰہی ظاہر ہے کہ اُس نے کیا خوب، متوازن، متناسب اور ایک پر دوسرے کو ترتیب کے ساتھ درست بنایا۔ استفہام تقریری ہے جو سننے والے کو اقرار پر آمادہ کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا استفہام بطور تعجب ہے۔

(وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا) اور ان میں چاند کو روشن کیا۔

منور الوجہ الارض فی ظلمۃ اللیل وجعلہ فیھن مع انہ فی احداھن وھی السماء الدنیا شب کی تاریکی میں زمین کے چہرے کو جگمگا دینے والا اور "اُس میں بنایا" کا مطلب یہ ہے آسمانوں میں سے ایک یعنی آسمان دنیا میں بنایا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ چاند اور سورج کے چہرے آسمانوں کی طرف ہیں اور زمین پر ان کے انوار منعکس ہو کر آتے ہیں۔

(وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝) اور بنایا سورج کو چراغ

یزیل ظلمۃ اللیل ویبصر اھل الدنیا فی ضوئھا وجہ الارض ویشاھدون الآفاق کما یبصر اھل البیت فی ضوا السراج ما یحتاجون الی ابصارہ وتنوینہ للتعظیم وفی الکلام تشبیہ بلیغ وتکون السراج اعرف واقرب جعل مشبھابہ سورج کی روشنی رات کی تاریکی اور اندھیرے کو زائل ( ) کر دیتی ہے اور اس کی روشنی میں زمین

کے اُوپر دنیا والے دیکھتے ہیں اور آفاق کا مشاہدہ (نظارا) کرتے ہیں اسی طرح جس طرح گھر کے لوگ تاریکی میں جس چیز کو آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہیں وہ چراغ کی روشنی میں دیکھ لیتے ہیں۔ سراجاً کی تزئین تعظیم کے لیے اور کلام الٰہی میں بہت بڑی تشبیہ ہے مشبہ، مشبہ بہ سے اعلیٰ ہے یعنی سورج چراغ سے تشبیہ دیا گیا ہے اور سورج کو اعلیٰ ہونے کی باوصف اس لیے سراج (چراغ) سے تشبیہ دی گئی ہے کہ مخاطبین کے سامنے چراغ کے علاوہ کوئی روشنی ایسی نہیں جو زیادہ معروف و معلوم ہو اور مشبہ سے قریب تر ہو۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝	اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا پھر تمہیں اُسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے گا اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔ کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو

(وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝) اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔ بناتًا نے انبتکم کو بطور مفعول مطلق مؤکد کیا ہے۔

ای انشاکم منها فاستعیر الانبات للانشاء لکونه ادل علی الحدوث والتکون من الارض لکونه محسوسا یعنی تمہیں زمین سے اٹھایا (پیدا کیا) اور انبات (اگانے) سے انشاء (پیدائش) کی طرف استعارہ ہے تاکہ حدوث (پیدائش) پر زیادہ دلالت کرے اور زمین سے ہونے میں اشارہ ہے کہ پیدائش کا مفہوم محسوس ہو۔ "من الارض" یعنی زمین سے پیدا کیا جس طرح زمین میں بیج (تخم) بو یا جاتا ہے اسی طرح رحم میں تخم پڑتا ہے اور جس طرح زمین اس تخم کو بڑھاتی ہے یونہی رحم میں اس تخم کی روئیدگی اور ترقی بذریعہ غذا ہوتی ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ چونکہ زمین کی پیداوار روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو اس میں اشارہ ہے کہ تمہاری خلقت بھی یونہی ہے اور تم بعث (دوبارہ اٹھنے) کا انکار کیسے کر سکتے ہو۔

(ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا) پھر تمہیں اس میں لے جائے گا۔

ای فی الارض بالدفن عند موتکم یعنی تمہارے مرنے کے بعد تمہیں زمین میں دفن

کیا جائے گا۔

(وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝) اور تمہیں دوبارہ نکالے گا۔

منہا عند البعث والحشر مرنے کے بعد جی اٹھنے اور حشر کے روز زمین سے دوبارہ نکالے گا یعنی تمہارا اخراج (دوبارہ اٹھنا) قطعی اور اسی طرح یقینی ہے جس طرح سے زمین سے سبزے کا اگنا (تمہاری پیدائش) واضح ہے اسی طرح زندہ اٹھائیں گے جس طرح ماؤں کے پیٹ سے برہنہ غیر مختون پیدا کیے گئے تھے۔

(وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا) اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا

تتقلبون علیہا کالبساط یعنی تم اس پر لوٹتے ہو جیسے بستر پر لوٹتے ہیں۔ اور یہ اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمین پھیلی ہوئی ہے اور گیند کی طرح گول نہیں جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے بلاشبہ یہ ایک عظیم کرہ ہے جو کوئی اس پر ہے یا جو اس پر چلتا پھرتا ہے وہ اسے بچھا ہوا پائے گا تاہم اس کے گول ہونے یا نہ ہونے کا اعتقاد شرع میں لازمی امر نہیں البتہ اس کا کرہ ہونا (گول ہونا) امر یقینی ہے۔

(لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ع) کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

سُبُلًا (طرقا) یعنی راہیں فِجَاجًا جمع فَجّ اور یہ سُبُلًا (راہوں) کے لیے بطور تعریف صفت مشبہ ہے اور بعض کا قول ہے ھو اسم للطریق الواسعۃ یہ کشادہ راہوں کے لیے نام ہے کہ اسم للمسلك بین الجبلین چلنے والوں کے لیے اس راستے کا نام ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو مراد دَرّوں کا نام ہے۔ واضح مفہوم ہے کہ تمہارے لئے زمین کو بچھایا گیا ہے اور اس میں کشادہ راستے ہیں تاکہ تم ان کے ذریعے زمین میں چلو پھرو یا ان کشادہ راہوں کو گزرگاہ بنا لو۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۂ نوح پ۲۹

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۝

نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جس سے نہ مال بڑھا نہ اولاد مگر خسارہ ہی خسارہ۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝

اور بہت بڑے مکر میں آگئے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ

وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ

چھوڑنا ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۚ

اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور تو نہ بڑھا ظالموں کو مگر گمراہی۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۚ

اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی بھی مددگار نہ پایا۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۚ

اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۚ

بے شک اگر تو انہیں رہنے دیگا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی مگر بدکار ناشکر۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۧ

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ نوح پ ۲۹

قال۔ کہا	نوح۔ نوح نے	رب۔ اے رب میرے	انہم۔ بیشک انہوں نے
عصو۔ نافرمانی کی	نی۔ میری	و۔ اور	اتبعوا۔ پیروی کی
من۔ اسکی کہ	لم۔ نہ	یزد۔ زیادہ کیا	ہ۔ اس کو
مالہ۔ اسکے مال نے	و۔ اور	ولد۔ اولاد	ہ۔ اسکی نے
الا۔ مگر	خسارا۔ خسارا	و۔ اور	مکروا۔ مکر کیا انہوں نے
مکرا۔ مکر	کبارا۔ بہت بڑا	و۔ اور	قالوا۔ بولے کافر

لا۔نہ — تذرن۔چھوڑنا — الھتکم۔اپنے معبودوں کو — و۔اور

لا۔نہ — تذرن۔چھوڑنا — ودا۔ودّ کو — و۔اور

لا۔نہ — سواعا۔سواع کو — و۔اور — لا۔نہ

یغوث۔یغوث — و۔اور — یعوق۔یعوق — و۔اور

نسرا۔نسر کو — و۔اور — قد۔بیشک — اضلوا۔گمراہ کیا انہوں نے

کثیرا۔بہتوں کو — و۔اور — لا۔نہ — تزد۔زیادہ کر

الظلمین۔ظالموں کو — الا۔مگر — ضللا۔گمراہی میں — مما۔اپنے

خطیئتہم۔گناہوں سے — اغرقوا۔غرق کیے گئے — فادخلوا۔تو داخل کیے گئے — نارا۔آگ میں

فلم۔تو نہ — یجدوا۔پایا انہوں نے — لہم۔اپنے لیے — من دون۔سوا

اللہ۔اللہ کے — انصارا۔کوئی مددگار — و۔اور — قال۔کہا

نوح۔نوح نے — رب۔اے میرے رب — لا۔نہ — تذر۔چھوڑ

علی۔اوپر — الارض۔زمین — من الکفرین۔کافروں سے

دیارا۔کوئی بسنے والا — انک۔بیشک تو — ان۔اگر — تذر۔چھوڑے گا

ھم۔ان کو تو — یضلوا۔گمراہ کریں گے — عباد۔بندوں — ک۔تیرے کو

و۔اور — لا۔نہ — یلدوا۔جنیں گے — الا۔مگر

فاجرا۔فاجر — کفارا۔کافر — رب۔اے میرے رب — اغفر۔بخش دے

لی۔مجھ کو — و۔اور — لوالدی۔میرے ماں باپ کو — و۔اور

لمن۔اسکو جو — دخل۔داخل ہوا — بیتی۔میرے گھر میں — مؤمنا۔ایمان کی حالت

و۔اور — للمؤمنین۔مومن مردوں کو — و۔اور

المؤمنت۔مومن عورتوں کو — و۔اور — لا۔نہ

تزد۔زیادہ کر — الظلمین۔ظالموں کو — الا۔مگر — تبارا۔تباہی

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ اور بہت بڑا داؤں کھیلے۔

عطف علی صلۃ "من" والجمع باعتبار معناها کما ان الافراد فی الضمائر الاول باعتبار لفظها وکان فیہ اشارۃ الی اجتماعهم فی المکر یکون اشد واعظم وقیل عطف علی "عَصَوْنِیْ" والاول انسب لدلالتہ علی ان المتبوعین ضموا الی الضلال الاضلال وهو الاوفق بالسیاق فان المتبادر ان ما بعدہ من صفۃ الرؤساء ایضاً واعتبار ذلک العطف علی ان المعنی مکر بعضهم ببعض وقال بعضهم خلاف المتبادر۔

حرف عطف (واؤ) "من لم یزدہ" پر عطف ہے اور لفظ من اپنے معنی کے اعتبار سے جمع ہے جس طرح پہلی ضمیروں لفظ کے اعتبار سے مفرد ہیں اور اس میں امر کا اشارہ ہے کہ وہ لوگ مکر میں باہم اکٹھے ہو گئے تاکہ ان کا داؤں اجتماعی طور پر زیادہ شدید اور بڑا ہو جائے اور ایک قول ہے کہ عصونی پر عطف ہے تاہم دلالت کے اعتبار سے پہلا بیان قوی ہے کیونکہ پیروی کرنے والے گمراہی پر ان کے ساتھ مل گئے اور جو شئے سیاق کلام کے ساتھ یہ زیادہ موافقت رکھتی ہے سو وہ متبادر ہے یعنی اور ہے یا مفہوم اخذ کرنے میں جلدی ہے کیونکہ اس کے بعد رؤسا کی صفات (یزدہ مالہ ولدہ) کا بیان بھی ہے اور عطف کی اس صورت کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ ان میں سے بعض نے بعض کے ساتھ مکر کیا اور "ان میں سے بعض نے بعض سے کہا خلاف متبادر ہے ایک قول ہے کہ اتبعوا پر عطف ہے۔ کبّارًا۔ کبیر سے مبالغہ ہے ای کبیرًا فی الغایۃ یعنی بہت ہی بڑا داؤں۔ زید بن علی اور ابن محیصن نے کِبارًا (کاف کے زیر کے ساتھ) یا باء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن الانباری نے کہا کہ کِبارًا کبیر کی جمع ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قوم نوح کے لوگوں نے سرکش اور مغرور رؤسا کی پیروی کی جو انہیں نوح علیہ السلام کی تکذیب پر ابھارتے تھے اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے اور دونوں رؤسا اور عوام بلاواسطہ اور بالواسطہ نافرمانی، تکذیب اور ایذا رسانی کے مرتکب ہوئے یا دونوں گروہوں نے اس امر تکذیب و ایذا رسانی پر گٹھ جوڑ کر لیا۔ ان کے اس طرز عمل کو مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور خاص کر نہ چھوڑنا وَدّ اور سُواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

(وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ) اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو ای لا تترکوا عبادتها علی الاطلاق الی عبادۃ رب نوح علیہ السلام یعنی اپنے

کفّارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قوم نوح کے لوگوں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آتا اور اپنے بیٹے سے کہتا کہ اس شخص سے بچتے رہو کیونکہ یہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے اور بلا شبہ میرے باپ نے بھی مجھے اس شخص کے بارے میں یہی وصیت کی تھی تو بڑے مر جاتے اور چھوٹوں کے کان میں یہ پھونک مار جاتے تو اسی کے پیش نظر حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں کہا کہ ان کے ہاں اگر اولاد ہوگی تو بھی بدکار اور ناشکر ہوگی۔ ای من سیفجر ویکفر فوصفهم بما یصیرون الیہ لاستحکام علمہ بذلك بما حصل لہ من التجربة الف سنة الا خمسین عاما یعنی ان کے ہاں جو اولاد پیدا ہوگی وہ جلد ہی کفر و سرکشی کریں گے آپ نے انہیں جو اس طرح موصوف کیا تو یہ ان کے پختہ علم کی وجہ سے تھا جو انہیں ساڑھے نو سو برس کے طویل تجربہ اور اس قوم کے ساتھ تعلق واسطہ سے حاصل ہوا تھا مقاتل کا قول ہے کہ اللہ نے آپ علیہ السلام کو اطلاع فرمادی تھی کہ یہ لوگ اور ان کی اولاد ایمان نہ لائیں گے اور جب عذاب نازل ہوا تو ان لوگوں میں کوئی لڑکا یا بچہ نہ تھا (طور د سال نہ تھا) طوفان نوح کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ ساری زمین پر نہیں آیا تھا بلکہ صرف قوم نوح کی زمین پر آیا تھا۔ سورۂ ہود کی آیات کے پیش نظر متحقق یہی ہے کہ ساری زمین پر ہی آیا تھا اور پہلے نبی تھے اور آپ کو آدم ثانی اس لیے ہی کہا جاتا ہے واللہ اعلم

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝	اے رب میرے بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمانوں مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

(رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ) اے رب میرے مجھے بخش دے

أراد أباه لمك بن متوشلخ وامه شمخى بنت انوش وكانا مؤمنين ولاذلك لم يجز الدعا لهما بالمغفرة وقيل اراد بهما آدم وحواء.

نوح علیہ السلام نے اپنے والد لمک (یا لامك) بن متوشلخ اور اپنی والدہ شمخی بنت انوش کے لیے بخشش مانگی اور وہ دونوں مومن تھے اگر وہ مومن نہ ہوتے تو ان دونوں کے لیے مغفرت کی دعا ہرگز جائز نہ ہوتی یعنی جائز ہی نہیں کہ اللہ کا رسول مشرک کے لیے بخشش مانگے۔ ایک قول ہے والدین سے مراد و مقصود حضرت آدم اور حوا علیہما السلام تھے۔ ابن جبیر اور الجحدری نے "ولوالدی"

ے ان میں سے ایک کو اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اور ابن ابی حاتم نے عروہ بن ؟

یے قبیلوں نے کہ "وَدّ" ان کے بتوں میں سب سے بڑا اور مقبول تھا اور یہ سامنے آنحضرت علیہ السلام کے

ے روایت کی ہے کہ "وَدّ" ہی وہ پہلا بت ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے مقابل پوجا گیا یعنی

زندہ تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وَدّ" ہی وہ پہلا بت ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے مقابل پوجا گیا یعنی

غیر اللہ کی پرستش میں "وَدّ" سب سے اول ہوا جس کی بندگی کی گئی۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کیا مگر گمراہی

(وَقَدْ اَضَلُّوْا) اور بے شک انہوں نے بہکایا۔

ای الرؤسا یعنی قوم نوح کے سرداروں نے یا بُت ہی مراد ہیں واضح مفہوم یہ ہے کہ رؤسائے قوم

نے عوام کو بتوں کی بندگی پر حکم کر کے گمراہ کیا اور یہ بت ان لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے۔ یا ان بتوں کی محبت

نے انہیں گمراہ بنا دیا جس کا قول یہی ہے۔

(كَثِيْرًا) بہتوں کو ای خلقا کثیرا یعنی ایک کثیر مخلوق کو

(وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝) اور تو ظالموں کو زیادہ نہ کرنا مگر گمراہی

یہ رَبِّ انہم عصونی پر عطف ہے اور بطور حکایت نوح علیہ السلام کا کلام ہے اور ضلال بمعنی ہلاکت

اور بربادی ہے وقیل ھو علی ظاھرہ أعنی الضلال فی الدین والدعاء بزیادته

نما کان بعد ما اوحی الیه علیه السلام انه لن یؤمن من قومك

الا من قد امن وما له الدعاء علیهم بزیادة عذابهم۔

اور ایک قول ہے جیسا کہ آیت کے ظاہر پر ہے کہ ضلال سے مراد دینی گمراہی ہے اور اس کی

زیادتی کی دعا اس امر کے بعد کی گئی جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی جا چکی کہ بلا شبہ ان کی قوم کے

لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے سوائے ان کے جو پہلے ہی ایمان لا چکے اور ان پر دُعا کا ماحصل ان پر عذاب

کی زیادتی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ان المجرمین فی ضلٰلٍ وسُعُر۔ ابن بحر کا قول ہے ضلل

کا مطلب ہے عذاب

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انھوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

(مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ) اپنی بڑی خطاؤں پر

ای من اجل خطیاٰتھم۔ یعنی ان کے بہت بڑے بڑے گناہوں کی وجہ سے مِمَّا میں جار اور مجرور کے درمیان "ما" زائد اور من سببیہ ہے جس سے واضح ہے کہ ان کے بڑے گناہ ہی عذاب کا باعث ہوئے اور "من" تعظیم (گناہوں کی بڑائی کے اظہار) کے لیے ہے۔

(اُغْرِقُوْا) ڈبوئے گئے۔

بالطوفان طوفان میں غرق کئے گئے

(فَاُدْخِلُوْا نَارًا) پھر آگ میں داخل کئے گئے

ای بعد اغراقھم یعنی طوفان میں غرق ہونے کے بعد عذاب نار میں مبتلا کئے گئے وقیل ھی نار البرزخ والمراد عذاب القبر اور ایک قول ہے کہ برزخ کے عذاب میں مبتلا کئے گئے اور اس سے مراد قبر کا عذاب ہے اور جو پانی میں یا آگ میں مرا یا اس کو جو پلئے (درندے یا پرندے) کھا گئے تو اسے صاحب قبر کے عذاب کی مثل ہی عذاب پہنچتا ہے۔ ف تعقیبی ہے جس سے واضح ہے کہ قوم نوح غرقابی کے بعد ہی سے برزخ میں عذاب نار میں مبتلا کی گئی وقال ضحاک کانوا یغرقون من جانب ویحرقون بالنار من جانب وانشد ابن الانباری ؎

الخلق مجتمع طورا ومفترق — والحادثان فنون ذات اطوار

لا تعجبن لاضداد اذا اجتمعت — فاللہ یجمع بین الماء والنار

اور ضحاک کا قول ہے کہ وہ ایک طرف سے غرق کئے گئے اور دوسری جانب سے آگ میں جلائے گئے اور ابن الانباری نے شعر پڑھا ؎

مخلوق ایک لحاظ سے اکٹھی بھی ہے اور الگ الگ بھی

اور آفرینش کے لحاظ سے لوگ مختلف قسموں کے ہیں یا جماعت دار بنائے گئے ہیں

جب ضدیں (مخالف اشیاء) اکٹھی ہوں تو تعجب نہ کر

اللہ ہی تو ہے جو پانی اور آگ کو اکٹھا کر دیتا ہے

ویجوز ان یراد بھا نار الآخرہ۔ اور یہ بھی جائز رکھا گیا (درست ہے) کہ اس سے مراد آخرت کی آگ ہو اور اسی لیے مسبب کو سبب کے بعد بدوں تاخیر ذکر فرمایا:

(فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا) تو انہوں نے اللہ کے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔

ای فلم یجدا احد ھم واحدا من الانصار۔ یعنی ان میں سے کسی ایک نے

ایک بھی مددگار نہ پایا جو انہیں غرقابی اور آگ کے عذاب سے بچا سکتا۔ اس میں کفار پر زوردار تعریض ہے کہ وہ جنہیں انہوں نے معبود بنا رکھا تھا وہ ان کی نہ نصرت پر قدرت رکھتے تھے اور نہ ہی انہیں ہلاکت سے بچا سکے

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

هذا الدعاء کان قبل هلاکهم یہ دعا کفار کی ہلاکت سے پہلے کی گئی تھی۔ الارض میں لام عہدی ہے یعنی معرفہ ہے جس کا مطلب ہے خاص زمین یعنی وہ زمین جس پہ قوم نوح آباد تھی دیارًا ان اسماء میں سے ہے جن کا استعمال نفی عام کے سوا نہیں ہوتا اور دار سے دیار بولا جاتا ہے یا دیور سے جیسے قیام اور قیوم جس کا مطلب ہے ای ما بها احد یعنی کوئی ایک بھی جو اس (زمین) پر بسنے والا ہو۔ اور ایک قول ہے والمراد لاتذر علی الکفرین من یسکن دارا اور مراد یہ ہے کفار میں سے جو بھی بسنے والا ہے اسے نہ چھوڑ اور کفار سے مراد بھی قوم نوح کے کفار ہیں۔

إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہو گی تو وہ بھی نہ ہو گی مگر بدکار بڑی ناشکر

(اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ) بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا

ای علی الارض کلا او بعضا یعنی ان میں کفار میں سے سب کو یا بعض کو۔ یہ بھی بددعا کا سبب ہے۔

(يُضِلُّوا عِبَادَكَ) تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے۔

عن طریق الحق ولعل المراد بهم من امن به علیه السلام رباضلالهم ایاهم وردهم الی الکفر بنوع المکر۔ یعنی راہِ حق سے بہکا دیں گے اور شاید اس سے مراد (تیرے بندوں سے مراد) وہ مومن ہیں جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے کہ یہ کفار اپنی سرکشی و گمراہی اور اپنے مخصوص مکروں (ہتھکنڈوں) سے انہیں بھی کفر کی طرف دوبارہ نہ لوٹا لیں۔

وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ اور ان کے اولاد ہو گی تو وہ بھی نہ ہو گی مگر بدکار ناشکر

وفی بعض الاخبار ان الرجل منهم کان یاتی بابنه الیه علیه السلام ویقول احذر هذا فانه کذاب وان ابی اوصانی بمثل هذه الوصیه فیموت الکبیر وینشأ الصغیر علی ذلك ومن هنا قال علیه السلام ولا یلدوا الا فاجرًا

بتوں (خود ساختہ خداؤں) کی عبادت ہرگز نہ چھوڑنا کہیں نوح علیہ السلام کے رب (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی بندگی کرنے لگ جاؤ۔

(وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝) اور خاص کر نہ چھوڑنا وَدّ اور سُوَاع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

أی ولا تترکوا عبادۃ ھٰؤلاء خصوھا بالذکر مع اندراجھا فیما سبق لانھا کانت اکبر أصنامھم ومعبوداتھم الباطلۃ واعظمھا عندھم۔ یعنی ان بتوں (خود ساختہ خداؤں) کی عبادت بھی ہرگز نہ چھوڑو جن کا آیت میں بطور خاص مندرجہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ قوم نوح کے بہت بڑے بت اور ان کے جھوٹے معبود تھے اور ان کے نزدیک سب معبودوں سے بڑے تھے۔ ان پانچوں معبودوں کا ذکر بطور خاص اور اہمیت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ الھتکم میں ان کا ذکر بھی شامل تھا۔ اخرج البخاری وابن المنذر وابن مردویۃ عن ابن عباس قال صارت الاوثان التی کانت فی قوم نوح علیہ السلام فی العرب بعد اما ود فکانت لکلب بدومۃ الجندل وأما سواع فکانت لہذیل وأما یغوث فکانت لمراد ثم لبنی غطیف عند سبأ وأما یعوق فکانت لھمدان وامانسر فکانت لحمیر لآل ذی الکلاع وکانت ھذہ الاسماء اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الیھم ان انصبوا فی مجالسھم التی کان یجلسون فیھا انصابا وسموھا بأسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ودرس العلم عبدت بخاری، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ اصنام (بت) جو کہ قوم نوح علیہ السلام میں تھے بعد میں عرب میں منتقل ہوئے (طوفان نوح کے بعد) دومۃ الجندل میں بنو کلب ودّ کی پرستش کرتے تھے اور سواع بنی ہذیل کا معبود تھا اور یغوث اول بنو مراد (یا بنو مرۃ) پھر سبا میں بنو غطیف کا معبود ہوا اور یعوق بنو ہمدان کا معبود تھا اور نسر ذوالکلاع حمیری کی اولاد یعنی حمیر لوگوں کا معبود تھا اور یہ بتوں کے سارے نام قوم نوح کے نیکوکار لوگوں کے ناموں پر تھے جب انہوں نے وفات پائی تو شیطان انہیں بہکایا کہ وہ ان کے بت بنا کر اپنی مجلسوں میں جہاں کہ وہ بیٹھتے ہیں رکھ لیں اور انہیں ان کے ناموں کے ساتھ موسوم کریں تو ان لوگوں نے ایسا کیا مگر ان کی بندگی ہرگز نہ کی یہاں تک کہ وہ لوگ مرگئے پھر ان کی بندگی کی تعلیم کا سلسلہ چل نکلا۔ ایک قول ہے وَدّ مرد کی صورت کا، سواع عورت کی شکل کا، یغوث شیر کی صورت کا، یعوق گھوڑے کی صورت کا اور نسر گرگس (چیل) کی شکل کا تھا مشرکوں

دال کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے "وَلِوَالِدِیْ" تو اس تقدیر پر قریبی آباء مراد ہوں گے
یا وہ سارے بڑے آباء و جماعت مراد ہوں گے جو ان سے لے کر آدم علیہ السلام تک ہوئے اور انہوں نے ہرگز کفر نہ کیا
جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے کہ نوح سے آدم علیہما السلام تک تمام آباء و امہات کے لیے بخشش مانگی
اور وہ سارے مومن تھے۔ اور حضرت حسین بن علی کرم اللہ وجہہما و رضی اللہ عنہما اور زید بن علی بن حسین رضی
اللہ عنہ اور یحیی بن یعمر اور نخعی اور زہری نے "وَلِوَلَدَیَّ" کو ولد کا تثنیہ پڑھا ہے یعنی "وَلِوَلَدَیَّ"
تو اس کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ میرے دونوں سام اور حام کو بخشش دے اور ایک روایت میں ہے
کہ سام نبی تھے۔

(وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ) اور اسے جو میرے گھر میں ہے۔

قیل اراد منزله وقیل سفینته وقال الجمهور وابن عباس أراد مسجده وروایة عن غیره اراد شریعته استعار لها اسم البیت کما قالوا قبة الاسلام وفسطاط الدین ایک قول ہے کہ مراد ان کا گھر ہے اور ایک قول ہے کہ مراد کشتی ہے
جمہور اور ابن عباس کا قول ہے کہ مراد ان کی مسجد ہے اور روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
مروی ہے کہ مراد ان کی شریعت ہے جسے بطور استعارہ البیت (گھر) کے نام سے موسوم کیا ہے جیسے کہتے
ہیں قُبّۃ الاسلام (اسلام کا گھر یعنی مصر یا بصرہ) اور فسطاط الدین (دین کا خیمہ)۔

(مُؤْمِنًا) ایمان کے ساتھ

ایمان کی قید نے نوح علیہ السلام کی عورت واہلہ اور ان کے بیٹے کنعان کو خارج کر دیا۔ واہلہ (زوجہ
نوح علیہ السلام) اور کنعان منافق تھے۔ ایک قول ہے کہ ابلیس بھی آپ کی کشتی میں آ گیا تھا مگر آپ کی
دعاء مغفرت میں مومن کی قید سے خارج ہو گیا۔

(وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ) اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو

أی من کل أمة الی یوم القیامة۔ یعنی قیامت تک آنے والے تمام مومن اور مومنات
اس دعاء میں عموماً داخل ہیں اور بطور تخصیص آپ کے عہد کے مومنین مراد ہیں۔

(وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۲۸) اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی

أی هلاکا وقال مجاهد خسارا والاول اظهر وقد دعا علیه السلام دعوتین دعوة علی الکافرین ودعوة للمؤمنین وحیث استجیبت له الاولی فلا ریب ان تستجاب له الثانیة والله تعالی اکرم الاکرمین یعنی ہلاکت میں اور مجاہد کا قول ہے

خسارے میں اور پہلا قول یعنی ہلاکت واضح اور روشن ہے اور آپ علیہ السلام نے دو دعائیں فرمائیں ایک دعا کفار کے لیے اور دوسری دعا ایمانداروں کے لیے اور جو پہلی دعا قبول ہوئی اور کفار ہلاک و برباد ہوئے تو یہ امر بعید ہے کہ دوسری دعا جو ایمانداروں کی بخشش کے لیے مانگی گئی وہ قبول نہ ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ تمام کرم کرنے والوں سے بڑھ کر بے مثل کرم فرمانے والا اور نوازنے والا ہے اور اس میں مومنوں کے لیے نوید مسرت اور امید کرم ہے فللہ الحمد والسلام علی المرسلین

الحمد للہ آج سورہ نوح کی تفسیر مکمل ہوئی

۱۹ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ

۲۳ مئی ۱۹۹۲ء

سورۃ الجن مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع اٹھائیس آیتیں دو سو پچاس کلمے اور آٹھ سو ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا
اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ
يَّهْدِيْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ
نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ
وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً
وَّلَا وَلَدًا ۙ
وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ
شَطَطًا ۙ
وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ
وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ
بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ
وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ
اَحَدًا ۙ
وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا
شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ
وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ
فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا
کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔
کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس ایمان لائے
اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔
اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس
نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔
اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات
کہتا تھا۔
اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ
نہ باندھیں گے۔
اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں
کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔
اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے
کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔
اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت
پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔
اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں
پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک

حل لغات رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹

قل۔ کہہ دو	اوحی۔ وحی کی گئی	الی۔ میری طرف	انه۔ یہ کہ
استمع۔ سنا	نفر۔ ایک جماعت نے	من الجن۔ جنوں سے	فقالوا۔ تو بولے
انا۔ بیشک ہم نے	سمعنا۔ سنا	قرانا۔ قرآن	عجبا۔ عجیب
یهدی۔ ہدایت دیتا ہے	الی۔ طرف	الرشد۔ بھلائی کی	فامنا۔ تو ایمان لائے ہم
به۔ اس پر	و۔ اور	لن۔ ہرگز نہ	نشرك۔ شریک ٹھہرائیں گے
بربنا۔ اپنے رب کے ساتھ	احدا۔ کسی کو	و۔ اور	انه۔ یہ کہ
تعالیٰ۔ بلند ہے	جد۔ شان	ربنا۔ ہمارے رب کی	ما۔ نہیں
اتخذ۔ پکڑی اس نے	صاحبة۔ بیوی	و۔ اور	لا۔ نہ
ولدا۔ اولاد	و۔ اور	انه۔ یہ کہ	کان۔ تھا
یقول۔ کہتا	سفیهنا۔ ہمارا بیوقوف	علی۔ اوپر	الله۔ اللہ کے
شططا۔ زیادتی کی باتیں	و۔ اور	انا۔ یقینا	ظننا۔ ہمارا خیال تھا
ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہیں	تقول۔ کہتے	الانس۔ انسان
و۔ اور	الجن۔ جن	علی۔ اوپر	الله۔ اللہ کے
کذبا۔ جھوٹ	و۔ اور	انه۔ یہ کہ	کان۔ تھے
رجال۔ کچھ مرد	من الانس۔ انسانوں سے	یعوذون۔ پناہ لیتے	برجال۔ کچھ مردوں کی
من الجن۔ جنوں سے	فزادو۔ تو زیادہ ہو گئے	ھم۔ وہ	رھقا۔ تکبر میں
و۔ اور	انهم۔ یہ کہ	ظنوا۔ گمان کیا انہوں نے	کما۔ جیسے
ظننتم۔ گمان کیا تم نے	ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہ	یبعث۔ بھیجے گا
الله۔ اللہ	احدا۔ کسی کو	و۔ اور	انا۔ یہ کہ
لمسنا۔ چھوا ہم نے	السماء۔ آسمان کو	فوجدنها۔ تو پایا ہم نے اس کو	
ملئت۔ بھرا ہوا	حرسا۔ پہرہ داروں	شدیدا۔ سخت سے	و۔ اور
شهبا۔ چنگاریوں سے	و۔ اور	انا۔ یہ کہ	کنا۔ تھے ہم
نقعد۔ بیٹھا کرتے	منها۔ اس میں	مقاعد۔ موقعوں پر	للسمع۔ سننے کے لیے

فمن ۔ تو جو
لہ ۔ اپنے لیے
انا ۔ یہ کہ
شر ۔ برائی کا
الارض ۔ زمین کے ہیں
ربھم ۔ ان کے رب نے
منا ۔ ہم میں سے کچھ
دون ۔ دوسری طرح کے ہیں
قددا ۔ مختلف ہیں ہیں
ان ۔ یہ کہ
فی ۔ بیچ
نعجز ۔ عاجز کر سکیں گے ہم
انا ۔ یہ کہ
امنا ۔ ایمان لائے ہم
بربہ ۔ اپنے رب پر
و ۔ اور
انا ۔ یہ کہ
منا ۔ کچھ ہم میں سے
فاولئک ۔ تو یہی ہیں جنہوں نے
امل رہے
حطبا ۔ ایندھن
استقاموا ۔ سیدھے رہتے
پلاتے ان کو
آزمائش کریں
یعرض ۔ منہ پھیرے

یستمع ۔ سنتا ہے
شہابا ۔ شعلہ
لا ۔ نہیں
ادید ۔ ارادہ کیا گیا ہے
ام ۔ یا
رشدا ۔ بھلائی کا
الصلحون ۔ نیک ہیں
ذلک ۔
و ۔ اور
لن ۔ ہرگز نہ
الارض ۔ زمین کے
لہ ۔ اسکو
لما ۔ جب
بہ ۔ ساتھ اس کے
فلا ۔ تو نہ
لا ۔ نہ
منا ۔ ہم میں سے کچھ
القاسطون ۔ ظالم ہیں
تحروا ۔ قصد کیا
القاسطون ۔ ظالم
و ۔ اور
علی ۔ اوپر
ماء ۔ پانی
فیہ ۔ اس میں
عن ذکر ۔ یاد

الان ۔ اب
رصدا ۔ تیار
ندری ۔ جانتے ہم
بمن ۔ انسے جو
اراد ۔ ارادہ کیا
و ۔ اور
و ۔ اور
کنا ۔ ہم
انا ۔ یہ کہ
نعجز ۔ عاجز کر سکیں گے
و ۔ اور
ھربا ۔ بھاگ کر
سمعنا ۔ سنی ہم نے
فمن ۔ تو جو
یخاف ۔ ڈریگا
رھقا ۔ زیادتی سے
المسلمون ۔ مسلمان ہیں
فمن ۔ تو جو
رشدا ۔ بھلائی کا
فکانوا ۔ تو ہوں گے
ان ۔ یہ کہ
الطریقۃ ۔ رستہ کے
غدقا ۔ وافر
و ۔ اور
ربہ ۔ اپنے رب سے

یجد ۔ پاتا ہے
و ۔ اور
ا ۔ کیا
فی ۔ بیچ
بھم ۔ انکے متعلق
انا ۔ یہ کہ
منا ۔ ہم میں سے کچھ
طرائق ۔ راہوں
ظننا ۔ ہم نے خیال کیا
اللہ ۔ اللہ کو
لن ۔ ہرگز نہ
و ۔ اور
الھدی ۔ ہدایت
یؤمن ۔ ایمان لائیگا
بخسا ۔ نقصان سے
و ۔ اور
و ۔ اور
اسلم ۔ فرمانبردار ہوا
و ۔ اور
لجھنم ۔ جہنم کا
لو ۔ اگر
لاسقینھم ۔ تو ہم ضرور
لنفتنھم ۔ تاکہ ان کی
من ۔ جو
یسلکہ ۔ چلائے گا اسکو

عذابا۔ عذاب	صعدا۔ چڑھتے میں	و۔ اور	ان۔ یہ کہ
المساجد۔ مسجدیں	للہ۔ اللہ کی ہیں	فلا۔ تو نہ	تدعوا۔ پکارو
مع۔ ساتھ	اللہ۔ اللہ کے	احدا۔ کسی کو	و۔ اور
انہ۔ یہ کہ	لما۔ جب	قام۔ کھڑا ہوا	عبد۔ بندہ
اللہ۔ اللہ کا	یدعو۔ پکارتا	ہ۔ اسکو	کادوا۔ قریب تھے
یکونون۔ کہ ہوتے	علیہ۔ اس پر	لبدا۔ ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔	

سورۃ الجن

سورۃ الجن بالاتفاق مکیہ ہے اور اس میں دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں یہ سورۃ مبارکہ "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ" کے نام سے بھی معروف ہے جن ناری مخلوق ہیں اور دوسری مخلوقات کی طرح جسم بھی رکھتے ہیں اور جان بھی جیسے انسان جسم بھی رکھتے ہیں اور جان بھی اور اسی طرح وہ ذوی العقول بھی ہیں یعنی عقل و سمجھ دیئے گئے ہیں قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ان کے مخلوق ہونے کا اور ان کے مکلف با عمل ہونے کا ذکر آیا ہے سورۃ الذاریات میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے ہی بنائے کہ میری بندگی کریں۔ سورۃ رحمٰن میں ہے وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ اور جن کو پیدا فرمایا خالص دھوئیں والے شعلہ سے تو تم دونوں (جن وانس) اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ اسی سورہ میں ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ جلد سب کام نبٹا کر ہم تمھارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ (جن وانس) سورۃ الحجر میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ اور جن کو اس سے (انسان سے) پہلے بنایا دھوئیں کی آگ سے۔ ان میں توالد و تناسل بھی ہے کھاتے پیتے جیتے مرتے ہیں۔ ان کے اشرار کو شیاطین کہتے ہیں یعنی شیطان جنات کی ایک قسم ہیں اور ابلیس کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ وہ جنات میں سے تھا پھر اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ جنات کے وجود کا انکار جیسا کہ یونانی فلاسفروں کا خیال ہے صریحا کفر ہے۔ جن جَنًّا سے ہے جس کے معنی ہیں چھپا لینا اور جنّ کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور جَنِیْن اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ جن کو جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی نظر سے اوجھل ہیں۔ ان میں بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں نَصِیْبِیْن کے جنوں کی ایک جماعت نے جو سات یا نو جنوں پر مشتمل تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی نخلہ میں جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے نماز فجر میں قرآن حکیم کی تلاوت سنی اور ایمان لائے اور اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ ان کا ذکر اس سورت مبارکہ میں

آیا ہے اس لیے سورۃ الجن کے نام سے موسوم ہوئی۔ علامہ سیوطی اس سورت مبارکہ کے ساتھ اتصال کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مدت تک دونوں سورتوں کے باہمی ربط پر غور و خوض کیا تو مجھ پر بس یہی کھلا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ نوح میں فرمایا استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا اور اس سورۃ مبارکہ میں باری تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا ہے وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَۃِ لَاَسْقَیْنٰھُمْ مَّآءً غَدَقًا تو دونوں یہی وجہ ارتباط ہے۔ اس ضمن میں ابو حیان کا قول ہے کہ سورۂ نوح میں حق سبحنہٗ وتعالیٰ نے قوم نوح کی سرکشی، تکذیب و نافرمانی اور اصنام پرستی اور اس پر ڈٹے رہنے کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے اور نوح علیہ السلام اہلِ ارض کی طرف سب سے پہلے نبی تھے اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل ارض کی طرف آخری رسول تھے اور اہل عرب کی طرف بھی جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اہلِ عرب نے بھی اسی طرح اصنام پرستی کی جس طرح قوم نوح نے بتوں کی پرستش کی بلکہ انہوں نے اسی طرح بتوں کے نام رکھے جیسے قوم نوح کے بُت تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف ہادی و رسول بن کر تشریف لائے تو اہل عرب نے اُسے سنا اور اکثر نے ایمان لانے میں توقف کیا تو اللہ نے سورۂ جنّ اتاری اور اس سورۂ مبارکہ کو قریش اور اہل عرب جنہوں نے ایمان لانے سے گریز کیا ایک نشانی بنایا کہ جنّ اُن سے برتری لے گئے کہ انہوں نے ایمان لانے میں پہل کی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہم جنس نہ تھے اور اہلِ عرب جو ہم جنس ہیں انہوں نے قبول ایمان و ہدایات سے انکار کیا تو وہ جو غیر جنس تھے انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بندگی کرتے قیام نماز میں تلاوت کرتے سُنا تو انہیں محبوب و پسندیدہ ہوا کہ آپ کی اقتدا میں ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں اور دونوں سورتوں کے مضامین کے اس باہمی ربط کے ساتھ مزید یہ ہے کہ اس کے باوجود اہلِ عرب آپ کو جھٹلاتے ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر حسد کرتے ہیں تو یہ اللہ کا فضل ہے اپنے بندوں پر تو وہ جسے چاہتا ہے اس کے ساتھ سرفراز فرماتا ہے:

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورۃ الجن پ ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی	تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سُنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے

الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۝ ترجمہ اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

(قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ) تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی۔

(قُلْ) ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں۔

(اُوْحِیَ اِلَیَّ) ای اخبر نی اللہ او اطلعنی اللہ یعنی مجھے اللہ نے اطلاع دی۔

(اَنَّهُ اسْتَمَعَ) میرا پڑھنا کان لگا کر سنا

ای القرآن یعنی میری تلاوت قرآن کو بغور اور بتوجہ سنا۔ بخاری و مسلم میں ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ نخلہ میں اصحاب کو نماز فجر پڑھا رہے تھے تو نصیبین کے جنات نے آپ کی تلاوتِ قرآن سنی جو ادھر سے گزر رہے تھے۔ وادیٔ نخلہ مکۃ المکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے

(نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ) کچھ جنوں نے

النفر فی المشہور ما بین الثلاثۃ والعشرۃ "نفر" کے بارے میں جیسا کہ مشہور ہے کہ تین اور دس کے عدد کے درمیان پر بولا جاتا ہے ایک روایت میں ہے سات جن یا نو جن تھے۔ شعبی سے منقول ہے بضعۃ عشر نفرًا دس سے کم (تین اور دس کے درمیان) الجمل میں ہے کہ رھط اور نفر کے الفاظ چالیس تک عدد کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ان میں فرق یہ ہے کہ رھط کا تعلق ایک باپ کی اولاد سے ہوتا ہے اور نفر کا اطلاق کسی قوم پر ہوتا ہے۔ یہ جنات نصیبین کے رہنے والے تھے جو میسوپوٹامیا کا ایک شہر ہے (واللہ اعلم) شعبی کا قول ہے کہ یہ جنات (موصل) جزیرہ کے تھے۔ ایک قول ہے کہ نصیبین یمن کی ایک بستی ہے (تفسیر کبیر)

(فَقَالُوْۤا) تو بولے

ای لقومھم عند رجوعھم الیھم یعنی جب وہ جنات اپنی قوم میں واپس لوٹے تو انہوں نے کہا

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ عجب مصدر ہے جس کے معنی ہیں نادر و بے مثل۔ یعنی قرآن یگانہ کلام ہے۔ والتنوین للتفخیم ای قرآنا جلیل الشان۔ اور قرآنًا کی تنوین اظہار عظمت و ندرت کے لیے ہے یعنی بڑی بلند شان والا قرآن جو اپنے معانی و مفہوم، فصاحت اور حسن کلام میں یگانہ اور بے مثل ہے اور مخلوق کے کلام کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ بخاری و مسلم و ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

ماقرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الجن ولا رآھم و انما

انطلق بطائفة من الصحابة لسوق عكاظ وقد حيل بين الجن وخبر السماء وأرسلت عليهم الشهب فرجعوا الى قومهم فقالوا ما ذاك الا شيء حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربها فمر من ذهب نحو تهامة منهم به عليه الصلوة والسلام وهو يصلي باصحابه صلوة الفجر فلما استمعوا له قالوا هذا الذي حال بيننا وبين السماء فرجعوا الى قومهم وقالوا الخ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنوں پر تلاوت قرآن کی اور نہ انہیں دیکھا [illegible] آپ بازار عکاظ کو جانے کی نیت سے مکہ سے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے [illegible] ان دنوں شیاطین پر آسمانی خبریں روک دی گئی تھیں اور آسمان سے [illegible] جب وہ خبروں کے لیے اوپر کو چڑھتے تھے تو جنات نے باہم کہا کہ کوئی خاص وجہ ضرور پیدا ہوئی ہے لہٰذا وہ نئی بات جو مانع بنی ہے مشرق و مغرب میں اس کا پتہ لگاؤ تو ان میں سے ایک گروہ تہامہ کی طرف سے گزرا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی نخلہ میں اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو جنات کی اس جماعت نے قرآن حکیم کو توجہ سے سنا اور سمجھنے لگے ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان وجہ رکاوٹ یہی ہے تو وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہیں کہا کہ ہم نے ایک عظمت والا نادر دیگانہ کلام سنا ہے۔ امام بیہقی کا قول ہے سورۂ احقاف کی آیت " واذ صرفنا الیک نفرا من الجن " سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے بات چیت کی اور انہیں دعوت دی اور انہیں ان کی قوم کی طرف سے تبلیغ پر مامور فرمایا۔ ابوداؤد نے بطریق علقمہ، ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جنات کا داعی (بلانے والا) آیا تو میں اس کے ساتھ گیا اور ان پر قرآن حکیم کی تلاوت کی انہوں نے مزید کہا کہ ہم وہاں گئے اور جنات کے آثار و نشانات دیکھے۔ احادیث سے دلالت کرتا ہے جنات کی آمد چند مرتبہ ہوئی۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی و رسول کی بعثت دونوں جنوں اور انسانوں کے لیے نہیں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اُرْسِلْتُ اِلٰی کَافَّۃِ الْخَلْقِ اس پر واضح دلیل ہے۔

يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ٥ — کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

(يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ) کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔

الی الحق والصواب وقیل الی التوحید والایمان یعنی حق اور صواب مراد وہ احکام الٰہی جو دلیل وعقل سے ثابت وروشن ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور ایمان کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے۔ یَھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ وصف ہے اور اس کا موصوف قرآن عجم ہے۔ یہ صفت دوم ہے اول عجبًا دوم یھدی الرشد ہے۔

(فَاٰمَنَّا بِہٖ) تو ہم اُس پر ایمان لائے۔
ای بذلک القرآن من غیر ریث یعنی وہ قرآن حکیم جو علو شان والا، کلام یگانہ ہے اور توحید وایمان کی طرف ہدایت کرنے والا ہے اور جسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے اس پر بلا تاخیر اور بدوں کسی سستی کے فی الفور ایمان لے آئے
(وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝) اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔
جسما نطق بہ ما فیہ من دلائل التوحید او جسما نطق بہ الدلائل العقلیۃ علی التوحید جس طرح کہ اُس میں (قرآن حکیم میں) دلائل توحید کے بارے میں واضح بیان کیا گیا ہے یا جس طرح اس میں توحید پر دلائل عقلیہ قائم وثابت ہیں۔ اب ہم بندگی میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے کہ قرآن حکیم میں اس کی شدید ممانعت ہے اور دین کی اصل توحید باری تعالیٰ پر ایمان ہے۔

وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ۝	اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اُس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ۔

(وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا) اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ اَنَّہٗ میں اِنَّ کی قرأت میں قراء کا اختلاف ہے حمزہ، کسائی اور حفص نے اَنَّ + ہٗ پڑھا ہے یعنی جو قرأت متواترہ (فتح کے ساتھ) ہے اور نافع اور ابو بکر نے اِنَّ + ہٗ (کسرہ کے ساتھ) پڑھا ہے یہ ضمیر اظہار عظمت کے لیے یا "رب" کی طرف راجع ہے۔ ایک قول ہے کہ فتحہ (اَنَّ + ہٗ) عطف (واؤ) کی وجہ سے ہے تاہم اس میں بعض کو کلام ہے۔ اور جَدُّ کے معنی ہیں العظمۃ والجلال یقال جد فی عینی ای عظم وجل عظمت اور بزرگی بولا جاتا ہے میری نظروں میں عالی مرتبہ یعنی بزرگ وعالی مرتبہ (جَدُّ رَبِّنَا) ای وصدقنا ان الشان ارتفع عظمۃ وجلال ربنا یعنی ہم اقرار کرتے ہیں (تصدیق کرتے ہیں) کہ ہمارے پروردگار کی شان بہت بلند، عالی مرتبہ اور بزرگ ہے۔ ابو عبیدہ اور اخفش کا قول ہے کہ جَدّ کے معنی ہیں الملک والسلطان

یعنی بادشاہ ورحاکم (حکومت واقتدار والا) انس اور حسن کا قول ہے کہ مراد غنی (بے نیاز) ہے
اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جد کے معنی ہیں قدرت والا۔ جد ربنا میں ربنا مضاف
الیہ ہے اور جد ربنا کی خبر بھی ہے جو عظمت رب پر مصرح ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ ہمارے
پروردگار وحدہٗ لاشریک کی شان وعظمت بہت عالی مرتبہ اور بلند ہے۔

(مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝) نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ
یہ خبر ثانی ہے خبر اول جَدُّ تھی اور یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی توصیف ہے کہ وہ بیوی اور بچے
سے پاک ہے رفتار کلام سے واضح ہے کہ سماع قرآن سے جنات پر یہ بات واضح ہو گئی کہ بیوی بچے
مخلوق کے مناسب ہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ان امور کو کیا علاقہ، بلاشبہ وہ ان امور سے
پاک اور بری ہے کیونکہ کفار جن وانس حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایسا افترا کرتے تھے اس لیے انہوں نے
(جد ربنا) عظمت ربانی کے اقرار کے بعد ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا کہہ کر اسے مزید
واضح کیا اور حق بات کا برملا اظہار کیا۔

(وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝) اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا

(وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا) اور یہ کہ ہم میں کا بے وقوف کہتا تھا
ھو ابلیس عند الجمھور وقیل مردۃ الجن والاضافۃ للجنس والمراد
سفھاؤنا۔ جمہور کے نزدیک سفیہ سے مراد ابلیس (شیطان جو جنات میں سے تھا) اور ایک قول
ہے کہ مراد سرکش اور نافرمان جن ہیں اور اضافت جنس کے لیے ہے یعنی ہمارے میں سے بے
وقوف لوگ۔

(عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝) اللہ پر بڑھ کر بات (کہتا تھا)
ای قولاً ذا شطط یعنی ایسی بات کہتا تھا جو ناانصافی پر مبنی تھی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ
کے شان سے انتہائی بعید اور اس کی جناب میں بے ادبی تھی کہ اس کے لیے زوجہ اور اولاد اور
شریک بتاتا تھا۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

(وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝) اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔
اعتذار منھم عن تقلیدھم لسفیھھم ای کنا نظن ان لن یکذب علی
اللہ تعالیٰ احد فینسب الیہ سبحانہ الصاحبۃ والولد ولذلک اعتقدنا

سفیہنا قول السفیہ ۔ یہ جناب کی طرف سے اعتذار (عذر) اور اپنی غلطی کا اعتراف و اظہار ہے کہ انہوں نے خواہ مخواہ اپنے بے وقوف شخص کی اندھی پیروی کی یعنی یہ کہ اس وقت ہم خیال (سوچ) بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی حق سبحانہ وتعالیٰ پر اس طرح بھی جھوٹ لگا سکتا ہے کہ اس کے بیوی اور بیٹا ہے تو ہم محض اس اعتماد کی وجہ سے اس بے وقوف کی بات کو صحیح و درست اعتقاد کرتے رہے یہاں تک کہ اب قرآن حکیم سن کر ہمیں اس امر کا پتہ چل گیا ہے کہ وہ لوگ حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر بیوی اور بیٹے کی نسبت کر کے یا اُس کے شریک ٹھہرا کر نہ صرف دھوکہ دیتے تھے بلکہ اللہ پر جھوٹ بولتے، بہتان لگاتے تھے اور وہ بات کہتے تھے جو صریحاً ظلم ہے۔ ایک سوال ابھرتا ہے کہ جنات جو بعثت نبوی سے پہلے آسمانوں تک جاتے تھے اور ملائکہ کا کلام و تسبیح سنتے تھے تو انہیں سُن کر ایمان کیوں نہ لائے اور سفیہ (اپنی قوم کے نادان شخص یعنی شیطان یا اس کے ٹولہ) کی بات ہی کو کیوں سچ جان لیا اور یہ کہ دیگر انبیاء کو جنات کی طرف کیوں نہ مبعوث کیا گیا اور یہ کہ حضرات اولوالعزم یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جو درجۂ کمال پر تھے تو جنات اُن سے ہدایت یاب کیوں نہ ہوئے۔ تو جہاں تک ملائکہ کا تعلق ہے تو وہ خالص نور ہیں اور جنات ناری مخلوق ہیں نور میں نہ مادیت ہے نہ لوازم مادیت اور جنات میں مادیت ہے اور یونہی لوازم مادیت۔ لہٰذا ان میں تخلیقی مناسبت ہی نہ تھی کہ جنات ان کے علم سے اکتساب فیض کرتے دوسرے ملائکہ کا علم روشنی ہے جس کے اندر تاریکی ہے ہی نہیں اور ان کا وہبی ہے اور جنات میں کثافت و تاریکی اور ان کا علم کسبی تو مناسبت کے فقدان کی وجہ سے استفادہ نہ کر سکے تیسرے ملائکہ نورانیت اور شفاف ہونے کی وجہ سے علم الٰہی کے انوار کو اپنے میں سمونے پر قادر تھے اور نہ ہی اُسے منعکس کر کے دوسروں کو منور کرنے کی قابلیت ان میں رکھی گئی ہے تو وہ خود تو روشن ہو جاتے ہیں لیکن دوسروں کو روشنی نہیں دے سکتے اور جنات میں اس لحاظ سے بھی فرشتوں سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ ان کی مادی کثافت ملائکہ کی نورانیت سے حصول فیض میں آڑ تھی۔ اور جنات کا اپنی ہی قوم کے سفیہ کا قول مان لینا اسی مناسبت ہی کی وجہ سے تھا جو ان میں مادی مخلوق ہونے کے ناطے سے خوب مناسبت رکھتی تھی۔ حضرات اولوالعزم اور دیگر انبیاء کمال نزولی نزولی کے انتہائی درجہ پر نہیں تھے جب کہ وہ تعلق الٰہی کے رُخ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشترک تھے مگر وصف رسالت میں کہ خود منور ہوا در اس نورانیت کے ساتھ جسے اس نے منور ہو کر اپنے اندر جذب کیا دوسرے لوگوں کو بھی منور کر سکے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انتہائی درجہ کمال پر نہ تھے لہٰذا دیگر انبیاء کی نورانی عکس پاشی کامل طور پر نہ تھی اور اس کی ایک وجہ ان کی بعثت کا مقید و محدود یعنی قوم و ملک کے لیے ہونا بھی تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں

سبقت و فضیلت نامہ دیئے گئے تھے کہ آپ دونوں جن و انس کیلئے مبعوث کیے گئے اور آپ کی رسالت سارے جہانوں کے لیے تھی اور دیگر انبیاء کی طرح ہنگامی و محدود نہ تھی آفاقی، جہانگیر اور ہمہ گیر تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمالات عروجی اور کمالات نزولی کے بدرجۂ اتم جامع تھے اور مخلوق و خالق دونوں سے مناسبت کاملہ حاصل تھی اور دونوں کے اتصال و مربوط کرنے پر آپ کو انتہائی قدرت عطا کی گئی تھی لہٰذا جنات آپ سے پہلی ہی ملاقات میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہی محروم رہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی یا قبول حق کی صلاحیت ہی نہ رکھتے تھے اور یہ ساری گفتگو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی گفتگو کا خلاصہ ہے جسے علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید اشارات و اضافات کے ساتھ اپنی تفسیر مظہری میں بیان کیا ہے۔

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ	اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ
يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ	مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور
فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝	بھی ان کا تکبر بڑھا۔

(وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ) اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد، جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے۔

کان الرجل من العرب اذا امسی فی واد قفر وخاف علی نفسه نادی بأعلی صوته یا عزیز هذا الوادی اعوذ بك من السفهاء الذین فی طاعتك یرید الجن وکبیرهم فاذا سمعوا بذلك استکبروا وقالوا سدنا الجن و الانس۔ اہل عرب (زمانۂ جاہلیت میں) رواج تھا کہ جب کسی شخص کو کسی ویران وادی میں رات ہو جاتی اور اُسے اپنی جان کا خوف ہوتا تو وہ اپنی انتہائی بلند آواز سے پکارتا اے اس وادی کے سردار میں ان نادانوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جو تیری فرمان برداری میں ہیں اس سے اس کی مراد جن اور ان کا بڑا (سردار) ہوتے تو جب جنات نے اس طرح سُنا تو انہوں نے تکبر کیا اور کہنے لگے کہ اب تو ہم جنوں اور انسانوں دونوں کے سردار ہو گئے اور یہی حق سبحنہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس کے بعد ہے (فزادوهم رهقا)

(فَزَادُوْهُمْ) تو اس سے اُن کا بڑھا

ای زاد الرجال العائذون الجن یعنی جب انسانوں نے ان کی پناہ مانگی تو ان جنات کے سرداروں کے اندر غرور بڑھ گیا یا مراد ہے انسانوں کو گمراہ کیا اور شرانگیزی کی وجہ سے اپنی پناہ طلبی

پر مجبور کیا۔

(رَهَقًا) تکبر

ای تکبراً وعتواً یعنی انہوں نے تکبر کیا اور سرکشی کی۔ مجاہد، نخعی، عبید بن عمیر اور ایک جماعت سے اس کی تفسیر میں منقول ہے ای بالاثم یعنی گناہ۔ اعشیٰ کا قول ہے جس سے طبرانی نے نقل کیا

لا شیٔ ینفعنی من دون رؤیتها
لایشتفی وامق مالم یصب رهقا

مجھے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا سوائے اس کی (عذرا کی) جھلک (دیدار) کے
اور وامق کو نہ کھاگیا مگر اس پر چھاجاتا عشق کا

اعشیٰ کے قول سے عیاں ہے کہ رهقا کے معنی کشی شر کے غلبہ وتسلط کے ہیں لیکن یہاں مراد تکبر اور سرکشی ہے۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

(وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا) اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا۔

ای الانس یعنی انسانوں نے، ایک قول ہے کہ مراد کفار قریش ہیں اَنَّهُمْ کو اِنَّهُمْ بھی پڑھا گیا ہے تو اس تقدیر پر معنی ہوں گے کہ جنوں نے، واضح مفہوم یہ ہے کہ جماعت جن جس طرح تم گمان رکھتے تھے کہ حشر ونشر، اور بعث بعد الموت نہ ہوگا تو انسانوں کی سوچ بھی یہی تھی یا اس کا عکس کہ جس طرح انسان کی جماعت حیات بعد الموت کی قائل نہ تھی تو تم بھی ایسا ہی خیال رکھتے تھے۔

(اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝) کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا

ای من الرسل الی احد من العباد وقیل ان لن یبعث سبحانہ احدا بعد الموت وایاما کان فالمراد وقد اخطؤا واخطاتم ولعلہ متعلق الایمان۔

یعنی اپنے بندوں میں کسی کی طرف بھی رسولوں میں سے کسی کو نہ بھیجے گا اور ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کسی ایک کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے گا یہ انسانوں یا جنوں کا گمان تھا اور دونوں صورتوں میں کوئی بھی ہو مراد یہی ہے جنوں نے بھی غلطی کی اور تم نے

(انسانوں) بھی ایسا گمان رکھ کر غلطی کی ہے اور شاید اس کا تعلق ایمان سے ہے یا پھر ایمان لانے کی تحریص دلائی گئی ہے کہ جنات سماع قرآن پر ایمان لے آئے تو تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُهُبًا ۝ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔

(وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ) اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا واللمس قیل مستعار من المس للطلب کالجس یعنی ہم نے آسمان دنیا کے باسیوں کا کلام سننے کے لیے وہاں پہنچنا چاہا ای طلبنا بلوغها لاستماع کلام اهلها او طلبنا خبرها او طلبنا پاو ہاں کی خبروں کے لیے اوپر پہنچنا چاہا۔ اور لمس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ معنوں میں استعارہ ہے (کالجس) جیسے جاسوسی کرنا۔

(فَوَجَدْنٰهَا) تو اسے پایا ای صادفناها واصبناها یعنی ہم نے اُسے اچانک پایا اوپر سے اتارنے یا گرانے والا

(مُلِئَتْ) بھر دیا گیا ہے

الاعرج نے مُلِیَتْ پڑھا ہے یعنی متعین محافظ فرشتوں سے

(حَرَسًا شَدِیْدًا) سخت پہرے

(حَرَسًا) ای حراسًا یعنی محافظ، پہریدار نگران یہ اسم جمع ہے اور خدم کی طرح ہے،

(شَدِیْدًا) ای قویا یعنی مضبوط، طاقتور، سخت والمراد بالحرس الملائکة علیهم السلام الذین یمنعوهم عن قرب السماء اور مُراد اس سے حضرات ملائکہ علیہم السلام ہیں جو جنات کو آسمان دنیا کے قریب پہنچنے سے سختی سے روکتے ہیں۔

(وَّشُهُبًا ۝) اور آگ کی چنگاریوں سے

شہاب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جلانے والا انگارا۔ یعنی جب جنات اہلِ آسمان کی باتیں سُننے کی نیت سے آسمان پر جاتے ہیں تو فرشتے جو سخت نگراں ہیں انہیں روکتے ہیں اور اگر ان کا کوئی کلمہ یا بات جھپٹ کر بھاگتے ہیں تو آگ کے انگارے ان پر ٹوٹتے پیچھا کرتے ہیں۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب

ـہ شِہَابًا رَّصَدًا ۝ جو کوئی سُنے وہ اپنی تاک میں آگ کا انگارا پائے۔

رَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ) اور یہ کہ ہم پہلے بیٹھا کرتے تھے

ی قبل هذا) یعنی اب سے پہلے، مراد بعثت نبوی سے پہلے کا زمانہ ہے

منها) اس میں سے ای من السماء یعنی آسمان میں سے یا بادلوں میں

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ) کچھ موقعوں پر سننے کے بعد

ی مقاعد کائنة للسمع خالية عن الحرس والشهب او مالحة للترصد و

ستماع وللسمع متعلق بنقعد ای لاجل السمع او بمضمر هو صفة لمقاعد و

بنية قعودهم على ما قيل ركوب بعضهم فوق بعض وروى ذلك خبر

مرفوع وقيل لا مانع من ان يكون بعروج من شاء منهم بنفسه الى

حيث يسمع منه الكلام۔

یعنی آسمان میں ایسی جگہوں (موقعوں) پر بیٹھا کرتے تھے جو نگرانوں اور انگاروں سے خالی ہوتی

تھیں یا اس حال کے مناسب ہوتیں تھیں کہ وہاں چھپ کر (داؤں لگا کر) اہل آسمان کی باتیں سُنی

جا سکتیں۔ اور للسمع نقعد سے متعلق ہے یعنی بیٹھنا سننے ہی کی غرض سے ہوتا یا اس پر مضمر ہے

کہ موقعوں کی صفت ہو اور ان کے بیٹھنے کی کیفیت ہو جیسا کہ کہا گیا ہے ان میں سے (جنات)

بعض پر سوار ہوتے یا باہم جُڑے ہوتے اور یہ جو کچھ روایت کیا گیا ہے خبر مرفوع ہے اور ایک

قول ہے ان جنات میں سے جس کا جہاں اُوپر جانے کو جی چاہتا وہ وہیں جا کر کلام سُن لیتا اور انہیں

ایسا کرنے سے کوئی روک نہ تھی (بعثت نبوی سے پہلے)

(فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ) پھر اب جو کوئی سنے

ای فمن يقع منه استماع فی الزمان الآتی یعنی اب جو کوئی ان موقعوں پر موجودہ

زمانہ میں بیٹھے کہ ملائکہ کا کلام سنتے

کی بعثت کے بعد کے زمانے سے یہ صورت حال ہو گئی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝) وہ اپنی تاک میں آگ کا انگارہ پائے۔

ای یجد شهابا راصدا له ولاجله يصده عن الاستماع بالرجم یعنی آگ

کے انگارے کو اپنی تاک میں پاتا ہے اور اُسے مارنے کے سبب سے اُسے ملائکہ کے کلام

سننے سے روکتے ہیں

وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

(وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ) اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے۔
ای بحراسة السماء یعنی آسمانوں سے ہماری اس بندش ورکاوٹ سے اہلِ زمین کے ساتھ کوئی برائی مقصود ہے اشرٌّ اُرِیْدَ میں اُرِیْدَ بصیغۂ مجہول ہے جس سے واضح ہے کہ جنات نے حسن ادب کا اظہار کیا ہے کہ شر کی نسبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف نہیں کی ہے باوجودیکہ انہیں علم تھا کہ خیر وشر کا خالق اللہ ہی ہے اور ادب کا تقاضا یہی تھا کہ شر کی نسبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے صراحت نہ ہو۔

(اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝) یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے
ای خیرًا کالتنمیہ لذلك یعنی بھلائی جیسے اس کے لیے خوشبو پھیلائی گئی ہو۔ لیکن قرآن حکیم سننے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ رب العلمین نے اہل زمین کی بھلائی وہدایت ہی چاہی ہے کہ ہم پر آسمانی خبریں روک دی گئیں اَرَادَ بصیغۂ معروف ہے اور رَبُّهُمْ میں رَبُّ فاعل ہے جو بالصراحت ہے یعنی جنات نے حُسن اعتقاد اور حسن ادب کی رعایت رکھی ہے کہ شر کے ذکر میں صیغہ مجہول کہا اور خیر کے ذکر میں فاعل یعنی رب کی طرف صراحت کی حالانکہ خیر وشر دونوں کا خالق اللہ ہی ہے لیکن ادب الٰہی اور عقیدہ حق یہی ہے کہ برائی کو ذات سبحانہٗ وتعالیٰ سے منسوب نہ کرے اور امر خیر کی نسبت صرف اسی کی طرف کرے۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝

اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے ہیں ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں

(وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ) اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں۔
ای الموصوفون بصلاح الحال فی شأن أنفسهم وفی معاملتهم مع غیرهم المائلون الی الخیر والصلاح حسبما تقتضیه الفطرة السلیمة لا الی الشر والفساد کما هو مقتضی النفوس الشریرة۔

یعنی ان کے نفوس کی یہ قدر و منزلت اور ان کے معاملات کی یہ حالت و کیفیت ہے کہ وہ حال کی
ستی کے ساتھ موصوف ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے علاوہ خیر و صلاح کی طرف میلان و رغبت
رکھتے ہیں جس طرح کہ فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے اور وہ شر اور فساد کی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے
جیسا کہ بد فطرت نفوس کی عادت کا مقتضیٰ ہے۔ ایک قول ہے کہ صالحون سے مراد وہ جنات ہیں
جو شریعت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر عمل پیرا تھے یا ایمان رکھتے تھے۔ ایک اور قول ہے کہ قرآن
حکیم سننے کے بعد ہم میں سے کچھ لوگ سچے مومن اور نیکوکار ہیں۔

(وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ) اور کچھ دوسری طرح کے ہیں۔

ای غیر صالح یعنی غیر صالح یا وہ لوگ جو حال و معاملہ کی درستگی نہیں رکھتے اور کجرو
اور شریر ہیں۔

(كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝) ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں

ای کنا ذوی طرائق أی مذاهب یعنی ہم مختلف مذاہب یا مسلکوں والے تھے
قِدَدٌ "قِدَّةٌ" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں المتفرقۃ المختلفۃ یعنی متفرق یا مختلف،
ایک قول ہے ای مثل طرائق فی اختلاف الاحوال یعنی راہوں کی طرح ہم باعتبار حالت
مختلف یا متفرق تھے۔

وَّ أَنَّا ظَنَنَّآ أَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝	اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا کہ ہرگز زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں

(وَّ أَنَّا ظَنَنَّآ) اور یہ کہ ہم کو یقین ہوا

أی علمنا الآن یعنی اب ہمیں معلوم ہوا ہے (قرآن سننے کے بعد سے)

(أَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ) کہ ہرگز اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے۔

أی ان الشان لن نعجز اللہ تعالیٰ کاسنین یعنی سرکشی کریں تو بھی ہرگز اللہ
کے قابو سے کہیں نہ نکل سکیں گے۔

(فِي الْأَرْضِ) زمین میں

ای اینما کنا من اقطارها یعنی جہاں کہیں بھی ہم زمین کے کناروں میں ہوں۔

(وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝) اور نہ بھاگ کر اس کے قبضہ سے باہر ہوں۔

ای لن بعجزہ سبحانہ ھربنا یعنی ہمارا بھاگنا ہمیں ہرگز اس کے قبضۂ وقدرت سے باہر نہ کرے گا وقیل ای ھاربین منھا الی السماء اور ایک قول ہے کہ اگر ہم زمین سے آسمان کی طرف بھاگنا چاہیں تو جب بھی اس کی گرفت وقدرت سے باہر نہ ہوں گے واضح مفہوم یہ ہے کہ تم حق سبحانہ، وتعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے جہاں بھی جاؤ گے اس ہی کا لامتناہی غلبہ واقتدار اسی ہی کی لازوال بادشاہی ہے ھوالذی فی السماء الہ وفی الارض الہ وھو الحکیم العلیم۔

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝
اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سُنی، اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اُسے نہ کسی کمی کا خوف اور نہ زیادتی کا۔

(وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى) اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت سُنی

ای القرآن الذی ھوالھدی بعینہ۔ یعنی قرآن حکیم جو کہ عین ہدایت ہے

(اٰمَنَّا بِهٖ) ہم اس پر ایمان لائے۔

من غیر تلعثم وتردد یعنی ہم بلا توقف اور بلا تردد ایمان لائے۔ واضح مفہوم ہے قرآن سُننے پر غور کرتے ہی فی الفور ایمان لائے اور قبول حق میں کوئی تاخیر نہ کی۔

(فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ) تو جو اپنے رب پر ایمان لائے۔

وبما انزلہ عزوجل یعنی جو حق سبحانہ، وتعالیٰ پر اور جو کچھ اُس نے نازل فرمایا اس پر ایمان لائے۔ فبسببہ ہے تو اس کے بعد یا اس کے باعث وسبب "فلا یخاف بخسا ولا رھقا" اس کی جزا ہے اور مَنْ (جو کوئی ایسا کرے) شرط ہے۔

(فَلَا يَخَافُ) تو اُسے نہ خوف

یہ جواب شرط ہے کہ جو ایمان لائے گا تو ایمان کے سبب اُسے کوئی خوف نہ ہوگا۔

(بَخْسًا) کسی کمی کا

ای نقصان فی الجزاء وقال الراغب النجس لقص الشی علی سبیل الظلم یعنی نیکیوں یا ثواب کی کمی کا ڈر نہ ہوگا اور راغب کا قول ہے کہ "بخس" زیادتی کی وجہ سے کسی چیز کے نقص کو کہتے ہیں جیسے کھوٹے دام۔ کھوٹا سودا۔

(وَّلَا رَهَقًا ۝) اور نہ زیادتی کا۔

ی غشیان ذلۃ یعنی اسے روز حشر ذلت کے چھا جانے کا خوف نہ ہوگا جیسا کہ کفار کے بارے میں ارشاد باری ہے ترھقھم ذلۃ ان پر ذلت رسوائی چھا رہی ہوگی۔ تاہم یہاں یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنے گناہوں یا بدیوں کے باوجود بے خوف ہوگا۔ ایمان کا فائدہ یقینی ہے اور البتہ گناہوں سے مومن بے خوف نہیں ہوتے اور اپنے کیے پر ڈرتے رہتے اور بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ ابن عباس کا قول یہ ہے کہ مومن کو اس کے حق کے مطابق ملے گا اور اس کی نیکیوں کی جزا میں کمی نہ ہوگی اور نہ ہی اس کے گناہوں کے ضمن میں کوئی زیادتی ہو گی۔ واللہ اعلم۔

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝	اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی۔ اور رہے ظالم وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

(وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ) اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں۔
ای المومنین او الصالحین یعنی ایمان لانے والے یا نیکوکار و فرمان بردار
(وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ) اور کچھ ظالم
الجائرون علی طریق الحق الذی ھو الایمان والطاعۃ یقال قسط الرجل اذا جار واتشد وا۔

شعر
قوم ھم قتلوا ابن ھند عنوۃ
عمرا وھم قسطوا علی النعمان

یعنی راہ حق سے جو ایمان و طاعت سے پھرے ہوئے جب کوئی شخص ظلم کرے تو کہتے قسط الرجل یعنی قاسط (ظالم) اور شعر ہے
وہ قوم جنہوں نے ابن ہند کو مال کی زیادتی کی محبت میں یا سرداری کی محبت میں یا گھر سے بچنے والبستگی پر زبردستی قتل کیا تو انہوں نے نعمان پر ظلم کیا۔
(فَمَنْ اَسْلَمَ) تو جو اسلام لائے۔
ای الذین اٰمَنُوْا باللہ ورسولہ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

لائے۔

(فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ○) انہوں نے بھلائی سوچی۔ تو انہوں نے بڑی بھلائی سوچی اور

(فاولئک تحروا رشدا) الی الثواب. توخوا وقصدوا عظیما بلغہم الی دار الثواب۔

راہِ حق کو اپنا مقصود جانا جس نے انہیں کامیابی کے راستہ پر پہنچا دیا اور آخرت کے ثواب کا سزاوار بنایا۔

(وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ) اور بے ظالم

الجائرون عن سنن الاسلام یعنی دینِ حق یعنی اسلام کی راہوں سے پھرے ہوئے۔

(فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○) وہ جہنم کے ایندھن ہوئے۔

توقد بھم کما توقد بکفرۃ الانس واستظہران فمن اسلم الخ من

کلام الجن ۔ ان کے عذابِ جہنم کا بیان ہے جس طرح کہ انسانوں میں سے کفار عذابِ جہنم میں مبتلا ہوں گے اور واضح ہے کہ آیت فمن اسلم سے الخ (آخر تک) یہ جنات کا کلام ہے۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ بعد کی آیات سے تائید ہوتی ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے اور کشاف میں ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ جنات کے لیے ثواب نہیں ہے بس یہ ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ظالموں کو عذابِ جہنم کا وعدہ فرمایا ہے لیکن مسلمان جنوں کے ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا ہے تو یہ آیت وعدۂ ثواب کو کافی ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ "فاولئک تحروا رشدا" (تو انہوں نے بھلائی سوچی) میں جنات کے ثواب کا سبب ذکر فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عادل ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ظالم کو ضرور عذاب کرے اور مومن مطیع کو ثواب عطا نہ فرما دے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ قول جنات کا نہیں بلکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ہے۔

اس آیت سے یہ تو قطعی واضح ہے کہ کافر و سرکش جنات عذابِ جہنم میں مبتلا ہوں گے اور اس پر ائمہ امت کا اتفاق ہے لیکن ان کے ثواب کا مسئلہ اختلافی ہے کیونکہ اللہ نے جنات کے ثواب کو مبہم رکھا اور ارشادِ نبوی ہے کہ جو بات حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے مبہم رکھی ہے تو تم بھی اسے مبہم رکھو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں توقف اور تین اقوال منقول ہیں جن کا تفصیلی ذکر ہم سورۂ رحمٰن میں کر چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں تحقیق یہی ہے کہ جنات کے لیے ثواب ہے اور عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ مومن جن جنت کے آس پاس رہا جن

کی فصیل کے قریب ہوں گے جنت کے اندر نہ ہوں گے۔ اور ابن وھب نے کہا کہ جنات کا ثواب اس آیت سے واضح ہے اولئك الذين حق عليهم القول فی امم قد خلت من الجن والانس انهم كانوا خسرين ○ ولكل درجات مما عملوا وليوفيهم اعمالهم وهم لا يظلمون ○ (الاحقاف پ۲۶)

امام بیہقی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ایماندار جنات کے لیے ثواب اور کفار کے لیے عذاب ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ثواب کے بارے میں عرض کیا گیا تو ارشاد فرمایا وہ اعراف پر ہوں گے اور جب عرض کیا گیا حضور اعراف سے کیا مراد ہے تو فرمایا جنت سے باہر جس میں دریا جاری ہوں گے اور درخت اور میوے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ	اور فرماؤ کہ مجھے یہ وحی ہوئی ہے کہ اگر
لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ○	وہ راہ پر سیدھے رہتے تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔

(وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا) اور اگر وہ سیدھے رہتے معطوف قطعا علی قوله سبحانه وتعالیٰ انه استمع اس جملہ کا عطف "انه استمع" پر ہے والمعنی واوحی الی أن الشان لواستقام الانس والجن او كلاهما اور معنی یہ ہوں کہ مجھے اس بات کی بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر انسان اور جن یا دونوں میں سے ایک گروہ سیدھے رہتے یا رہیں گے۔

(عَلَى الطَّرِيْقَةِ) راہ پر
التی هی ملة الاسلام وہ راستہ جو ملت اسلامیہ کا ہے یعنی دین حق۔ فطرت اسلام
(لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ○) تو ضرور ہم انہیں وافر پانی دیتے۔
ای کثیرًا وقرأ عاصم فی روایة الاعمش بکسر الدال (غَدِقًا) والمراد لوسعنا علیهم الرزق یعنی بہت زیادہ اور اعمش سے مروی ہے کہ عاصم نے غَدِقًا کو غَدِقًا (دال کے زیر کے ساتھ) پڑھا جس کا معنی ہے کہ ہم ان پر رزق کی بہتات و وسعت فرماتے۔ ماء غدقًا حصول رزق کا سبب ہے اور مجازًا بطور سبب بولا گیا ہے اور اس کی نظیریں بہت ہیں جیسے ارشاد باری ہے وفی السماء رزقکم۔ وَمَا انزل من السماء من رزق فاحیا به الارض بعد موتها۔ یہاں واضح ہے رزق مجازًا بولا گیا ہے

حالانکہ آسمان سے رزق (اناج وغیرہ) نہیں اترتا بلکہ پانی برستا ہے جو پیدائش رزق کا سبب بنتے
واضح مفہوم یہی ہے کہ اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور دین حق کا اتباع کرتے تو ہم اُن پر وسعت رزق فرماتے
اور انہیں چین کی زندگی دیتے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝

کہ اس پر انہیں جانچیں اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

(لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ) کہ اس پر انہیں جانچیں۔
ای لنعاملهم معاملة المختبر یعنی ہم ان
ای لنختبرهم کیف یشکرونه ای لنعاملهم معاملة المختبر یعنی ہم ان کے ساتھ وہ معاملہ
کا امتحان میں گے کہ وہ کس طرح ہماری نعمتوں کا شکریہ بجالاتے ہیں یعنی ہم ان کے ساتھ وہ معاملہ
کریں جو ممتحن کرتا ہے جمہور سے یہی تفسیر منقول ہے البتہ کلبی کا قول ہے کہ اگر وہ کفر پر ڈٹے رہے
تو مال کی کثرت اس لیے کریں گے اور انہیں مہلت دیں گے کہ فتنہ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیں
لیکن پہلا قول ہی قوی ہے۔

(وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ) اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے۔
وَقَالَ بعضهم المراد بالذکر الوحی ای ومن یعرض عن عبادة ربه تعالیٰ
او عن موعظته سبحانه او عن وحیه عزوجل۔
بعض علماء کا قول ہے کہ ذکر سے مراد وحی ہے یعنی جو عبادت الٰہی یا نصیحت حق یا وحی ربانی سے
روگردانی کرے یا کرے گا۔

(يَسْلُكْهُ) ڈالے گا اُسے
ای ندخله یعنی ہم اُسے داخل کریں گے۔

(عَذَابًا صَعَدًا ۝) چڑھتے عذاب میں
الصعد مصدر ہے اور مبالغہ کے ساتھ موصوف ہے یا پھر تاویل ہے ای ندخله عذابا
یعلو المعذب ویغلبه وفسر بشاق یقال فلان فی صعد من امره ای
فی مشقة ومنه قول عمر رضی اللہ عنه ماتصعد نی شی کما تصعد نی خطبة
النکاح یعنی ہم اُسے ایسے عذاب میں داخل کریں گے جو معذب پر بلند ہوتا جائے گا (چڑھتا چلے
گا اور دم بدم اس کی شدت بڑھتی چلی جائے گی) اور اس پر چھا جائے گا اور صعد کی تفسیر شاق

(سختی اور دشوار) کے ساتھ بھی کی گئی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے [illegible]
ہیں ہے یعنی اس پر گرانی اور بوجھ ہے اور اسی ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے [illegible]
اتنی دشوار نہیں جس قدر خطبۂ نکاح کا بیٹھ کر پڑھنا گراں ہے کیونکہ [illegible]
دینے کی عادت تھی اور یہ وصف مورد لی بھی تھا۔ ابو سعید خدری اور ابن عباس رضی اللہ عنہم [illegible] ہے
"صعد جبل فی النار" صعد دوزخ میں ایک پہاڑ ہے خدری کا قول ہے "کلما وضعوا
ایدیھم علیہ ذابت" جب بھی دوزخی اس پر ہاتھ رکھیں گے [illegible]
میں داخل کرے گا اور اس سے مراد عذاب دینا ہے یا عذاب آخرت اور بعض نے کہا دونوں ہی اس
لیے کہ عذاب دینا کفار کے لیے عذاب آخرت کا پیش خیمہ یا پہلی سیڑھی ہے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

(وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ) اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔

عطف علی انہ استمع فھو من جملۃ الموحی والظاھر ان المراد بالمساجد المواضع المعدۃ للصلاۃ والعبادۃ ای واوحی الی ان المساجد مختصۃ باللہ تعالیٰ شانہ۔

واؤ "انہ استمع نفر من الجن" پر عطف ہے تو یہ منجملہ یہ بھی وحی سے ہے اور مساجد سے مراد وہ مقامات (جگہیں) جو نماز و بندگی کے لیے بنائے جاتے ہیں یعنی مجھے اس بات کی بھی وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ مسجدیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے (اس کی عبادت و بندگی کے لیے) مخصوص ہیں۔

(فَلَا تَدْعُوْا) تو بندگی نہ کرو (مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝) اللہ کے ساتھ کسی کی
ای فلا تعبدوا فیھا یعنی وہاں (مسجدوں میں) اللہ کے سوا غیر کی بندگی نہ کرو (مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) غیرہ سبحانہٗ صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی بندگی کرو حسن کا قول ہے المراد کل موضع مسجد فیہ من الارض سواء أعد لذلک ام لا اذ الارض کلھا مسجد لھذہ الامۃ وکانہ اخذ ذلک مما فی الحدیث الصحیح جعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔ کہ مراد زمین میں سے ہر وہ جگہ جہاں سجدہ کیا جائے وہ بلحاظ مسجد یکساں ہے کہ اس جگہ پر صرف اللہ پاک ہی کی بندگی ہو اور کسی جگہ بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ

کے سوا کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اس امت کے لیے ساری زمین کو سجدہ بنا دیا گیا ہے
جیسا کہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے لیے ساری زمین
پاک اور مسجد بنا دی گئی ہے۔ اور یہ امر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص جلیلہ سے ہے
ایک قول ہے کہ مساجد سے مراد مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس ہے۔ ابن عطاء، ابن جبیر، زہری اور
اور فرار کا قول ہے المراد بھا الاعضاء السبعة التی یسجد علیھا و احدھا مسجد
بفتح الجیم وھی القدمان والرکبتان والکفان والوجه ای الجبهة
والانف۔ مساجد جمع سے مراد وہ ساتوں اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے جس کا واحد مسجد
ہے اور وہ دونوں پاؤں گھٹنے اور دونوں ہتھیلیاں اور چہرہ یعنی پیشانی اور ناک ہے۔ اور مطلب یہ
ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی نے یہ اعضاء پیدا کیے ہیں تو ان کے ساتھ اس کے غیر کو سجدہ نہ کرو حتی
صرف اللہ ہی کو ان کے ساتھ سجدہ کرو۔ ابن جبیر سے مروی ہے کہ جنوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
کہ ہم جناب کے ساتھ نماز باجماعت کے لیے کیونکر حاضر ہوں کہ ہم جناب سے بہت فاصلے
پر رہتے ہیں تو اس پر یہ آیت اتری اور " فلا تدعوا " میں انہی کو خطاب ہے " ان
عبادتکم حیث کانت مقبولة اذا لم تشرکوا فیھا " بلاشبہ تمہاری عبادت اپنی
جہاں بھی تم بجالاؤ مقبول ہے بشرطیکہ تم اس عبادت الٰہی میں شرک نہ کرو یعنی اس کے ساتھ کسی
اور کی بندگی نہ کرو۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں شرک کرتے تھے
تو اس پر مسلمانوں کو حکم فرمایا گیا کہ وہ مساجد میں خالص اللہ ہی کی بندگی کریں اور اپنی دعوتوں
کو صرف اللہ ہی کے ساتھ خالص رکھیں۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ
يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ
لِبَدًا ؕ ۱۹

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی
کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس
پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔

(وَّاَنَّهٗ) اور یہ کہ
جمہور کے نزدیک یہ بھی انہ استمع کا معطوف ہے ای داوحی الی ان الشان یعنی مجھ
اس امر کی بھی وحی فرمائی گئی ہے۔
(لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ) جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ
ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کو" عبداللہ" کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے یعنی اللہ کا خاص بندہ عبداللہ پر مضاف ہے اور اللہ اسم ذات ہے اور مضاف الیہ ہے۔ اس سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبدِ ذاتی ہیں جو کمالات بشریہ میں سب سے اونچا مرتبہ ہے اس لحاظ سے بھی تمام عباد حضور ہی کے طفیل ہیں حق یہ ہے کہ مخلوق دو حال پر ہے ایک بلاواسطہ اور دوسری بالواسطہ بلاواسطہ مخلوق رب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بالواسطہ اللہ کی ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مخلوق الٰہی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کل خلائق من نوری وانا من نور اللہ سب مخلوقات میرے نور سے ہے اور میں اللہ کے نور سے ہوں۔ اور عبداللہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہار شان کے لیے ہے اور رسالت یا نبوت کے وصف سے یاد نہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے اظہار اور آپ کی شان بندگی بیان کرنے کے لیے کہ عبدیت کا تقاضا اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کی وجہ عبدیت یعنی بندہ ہونا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انما عبد اللہ ورسولہ میں ہی تو اللہ کا خاص بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اور قرآن حکیم میں انبیاء کو عبدًا من عبادنا اور نعم العبد اور عبدًا شکورًا فرمایا گیا ہے لیکن اللہ نے عبداللہ صرف حضور ہی کو فرمایا تو واضح ہوا کہ بلحاظ عبدیت آپ ہی اکمل و افضل واتم ہیں اور عابد کامل ہیں اور باقی سب آپ ہی کے فیضان کرم کے پروردہ ہیں۔ صلی اللہ علی النبی الکریم وآلہ وسلم۔

(یَدْعُوْہُ) اس کی بندگی کرنے

حال من عبد ای لما قام عابدًا عابدًا لہ عزوجل وذلک قیامہ علیہ الصلاۃ والسلام لصلاۃ الفجر بنخلۃ کما مر۔ یہ عبداللہ کا حال ہے یعنی جب اللہ کا خاص بندہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بندگی کے لیے کھڑا اور اس قیام سے مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ نخلہ میں نماز فجر کے لیے قیام فرمانا تھا جیسا کہ پیچھے گزرا۔

(کَادُوْا) تو قریب تھا۔

ای الجن کما قال ابن عباس والضحاک یعنی جناب جیسا کہ ابن عباس اور ضحاک سے منقول ہے حسن اور قتادہ کا قول ہے کادوا الکفار قریش والعرب، کادوا کی ضمیر کفار قریش و مشرکین عرب کی طرف راجع ہے۔

(یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا ؏) ہو جائیں اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ

متراکمین من ازدحامهم علیه تعجبا مما شاھدوا من عبادته وسمعوا من قراءته واقتداء اصحابه قیاما ورکوعا وسجودا لانهم رأوا مالم یروا مثله وسمعوا مالم یسمعوا النظیره وھذا کا الظاھر فی انهم کانوا کثیرین (جنات اپنے ہجوم کی وجہ سے اوپر نیچے ہو جاتے (بھیڑ لگ جاتی ۔ ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جاتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب حیرانگی کی وجہ سے جس کا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز عبادت سے مشاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی قیام رکوع اور سجود میں اقتدار دیکھی کیونکہ انہوں نے اس کی نظیر و مثل نہ دیکھا نہ سُنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جنات بکثرت تھے ۔ حسن کا قول ہے کہ جب اللہ کا بندہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت توحید کے لیے کھڑے ہوتے تو انسان اور جن سب بطلان و تکذیب دعوت کے لیے جمع ہو گئے کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ وہ اپنے نور کو ضرور مکمل کرے گا اور اپنے رسول کو غالب فرمائے گا اگرچہ کافر پڑے بُرا مانیں ۔ جمہور کے نزدیک لبدۃ کی جمع لبد ہے اور اس کا مطلب ہے الجماعات تشبیت بالشئ المتلبد بعضہ فوق بعض گروہوں کا کسی شئے پر اس طرح ہجوم کر آنا کہ بھیڑ کا کچھ حصہ اُوپر ہو اور کچھ نیچے اور جراد کے لیے بھی لبد کا لفظ بولا جاتا ہے (ٹڈی دل کے لیے) جبائی نے عبد مناف بن زبیع الھذلی کا شعر نقل کیا ہے ؎

صافوا بستۃ ابیات واربعۃ

حتی کان علیھم جابیا لبدا

انہوں نے چھ چھ اور چار چار کی صفیں بنا کر شبخون مارا یہاں تک کہ ان لوگوں پر اس طرح ہو گئے جس طرح ٹڈیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ہ	تم فرماؤ میں تو اپنے رب ہی کی بندگی کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا ۔
قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ہ	تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں ہوں ۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝

تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۝

مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ۝

یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ۝

تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝

سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝

تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ الجن پ ۲۹

قل۔ کہو	انما۔ اس کے سوا نہیں	ادعوا۔ میں عبادت کرتا ہوں	ربی۔ اپنے رب کی
و۔ اور	لا۔ نہیں	اشرک۔ شریک ٹھہراتا ہیں	بہ۔ اس کے ساتھ
احدا۔ کسی کو	قل۔ کہو	انی۔ بیشک میں	لا۔ نہیں
املک۔ اختیار رکھتا ہیں	لکم۔ تمہارے لیے	ضرا۔ تکلیف کا	و۔ اور

لا۔ تم
لن۔ ہرگز نہیں
احد۔ کوئی بھی
من دونہ۔ اسکے سوا
من اللہ۔ اللہ سے
من۔ جو
رسولہ۔ اسکے رسول کی
جھنم۔ جہنم کی
حتی۔ یہاں تک کہ
یوعدون۔ وعدہ دیے جاتے ہیں فسیعلمون۔ تو جلدی جان لیں گے کہ
اضعف۔ کمزور ہے
عددا۔ گنتی ہیں
ا۔ کیا
ام۔ یا
امدا۔ کچھ وقفہ
یظھر۔ مطلع کرنا
الا۔ مگر
فانہ۔ تو بیشک وہ
و۔ اور
ان۔ یہ کہ
ربھم۔ اپنے رب کے
لدیھم۔ انکے پاس ہے
شئ۔ چیز کو

رشدا۔ بھلائی کا
یجیر۔ پناہ دیگا
و۔ اور
ملتحدا۔ کوئی جائے پناہ
و۔ اور
یعص۔ نافرمانی کریگا
فان۔ تو بیشک
خلدین۔ ہمیشہ رہیں
اذا۔ جب
ناصرا۔ مددگاروں کے
قل۔ کہو
قریب۔ نزدیک ہے
یجعل۔ کریگا
علم۔ جاننے والا ہے
علی۔ اوپر
من۔ جسے
یسلک۔ چلاتا ہے
من خلفہ۔ اسکے پیچھے
قد۔ بیشک
و۔ اور
و۔ اور
عددا۔ گنتی میں۔

قل۔ کہو
نی۔ مجھ کو
لن۔ ہرگز نہ
الا۔ مگر
رسلتہ۔ اسکی رسالتیں
اللہ۔ اللہ
لہ۔ اسکے لیے
فیھا۔ اس میں
راوا۔ دیکھیں گے
و۔ اور
ان۔ نہیں
ما۔ جو
لہ۔ اسکے لیے
الغیب۔ غیب کا
غیبہ۔ اپنے غیب کے
ارتضی۔ پسند کرے
من بین یدیہ۔ اس کے آگے
رصدا۔ محافظ
ابلغوا۔ پہنچائے انہوں نے
احاط۔ گھیر لیا
احصی۔ گن رکھا اس نے کل۔ ہر

انی۔ بیشک میں
من اللہ۔ اللہ سے
اجد۔ پاؤں گا میں
بلغا۔ پہنچانا
و۔ اور
و۔ اور
نار۔ آگ ہے
ابدا۔ ہمیشہ تک
ما۔ جو
من۔ کون
اقل۔ کون کم ہے
ادری۔ جانتا میں
توعدون۔ وعدہ دیے جاتے ہو
ربی۔ میرا رب
فلا۔ تو نہیں
احدا۔ کسی کو
من رسول۔ رسولوں میں سے
لیعلم۔ تاکہ دیکھے
رسلت۔ پیغام
بما۔ جو

اور ہدایت پر قابو نہیں رکھتا بلا شبہ اس پر قدرت رکھنے والا حق سبحانہ' وتعالیٰ ہی ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت کفار جن وانس کے محذوف سوال کا جواب ہے جو حضور کے متعلق نفع ونقصان کے ہونے کا تصور کرنے لگے تھے۔ اور یہ جملہ حضور کے عجز کا اظہار ہے۔

قُلۡ اِنِّیۡ لَنۡ یُّجِیۡرَنِیۡ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴿ۙ﴾

تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ دے گا۔

(قُلۡ اِنِّیۡ لَنۡ یُّجِیۡرَنِیۡ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ) تم فرماؤ ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا۔ ان ارادنی سبحانہ بسوء اگر حق سبحانہ' وتعالیٰ میرے ساتھ خرابی کا ارادہ فرمائے تو ہرگز مجھے اس سے کوئی نہ بچائے گا۔ علماء کا فرمانا ہے کہ کلام میں حذف ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار انس وجن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت دعوت توحید کہا "اترک ماتدعوا الیہ ونحن نجیرک" آپ جس شئے کی ہمیں دعوت دیتے ہیں اُسے چھوڑ دیجیے اور ہم آپ کو اپنی پناہ میں لے لیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ نے فرمایا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد آپ فرمائیں ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ مقاتل سے بھی اسی کی مثل منقول ہے اور یہ بھی کفار کے سوال کا جواب ہے جو حضور کو اپنی پناہ کی پیش کش کر رہے تھے۔ اور یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کی مؤکد ہے۔

(وَّ لَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴿ۙ﴾) اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔ یہ بھی محذوف سوال کا جواب ہے جیسا کہ کفار کے قول میں گزرا مُلۡتَحَدًا۔ ای معدلا ومنحرفا وقال الکلبی مدخلا فی الارض۔ ملتحدا کا معنی ہے پھرنے کی جگہ یا کوئی راہ اور ہٹا دینے والا اور کلبی کا قول ہے ایسی جگہ زمین میں جہاں پناہ کے لیے داخل ہوا جا سکے۔ اور سدی کا قول ہے حرزا یعنی پناہ گاہ۔ والمراد ملجأ یرکن الیہ اور مراد یہ ہے کہ کوئی پناہ لی جائے۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِسٰلٰتِہٖ ؕ وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ﴿ؕ﴾

مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

(اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ ط) مگر اللہ کے پیام پہنچانا اور اس کی رسالتیں۔

استثناء من مفعول لا املک کما یشیر الیہ الکلام قتادہ و ما بینھما اعتراض مؤکد لنفی الاستطاعۃ۔

جیسا کہ قتادہ کا قول مشیر ہے کہ یہ مفعول لا املک لکم ضرا سے استثنا ہے اور ان دونوں کے درمیان جو کلام ہے استطاعت و قدرت کی نفی کی تاکید کے لیے ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مجھ میں نفع و ضرر کی قدرت نہیں البتہ احکام الٰہی کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا میری قدرت میں ہے چونکہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ فی نفسہ ہدایت ہی ہے اور فائدہ پہنچانا بھی ہے اور یہ امر نبی کے فرائض میں شامل ہے تو واضح ہوا کہ ہدایت اور نفع رسانی پر نبی کو قدرت ہے اور بدیں وجہ "بلغا من اللہ" کو "لا املک لکم" کی نفی سے جو عمومی ہے مستثنیٰ فرمایا۔ بعض اجلہ علماء کا فرمانا ہے متصل ہے اور اس کا تعلق احد اور ملتحدا سے ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ مجھے عذاب الٰہی سے کوئی نہ بچائے گا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پناہ پاؤں گا مگر ہاں وہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ اور اس کے پیغامات کا پہنچانا جو میرے ذمہ فرض ہے وہی مجھے بچائے گا اور اگر میں نے اس کو پورا نہ کیا تو اللہ مجھے عذاب دے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تبلیغ احکام میرا فرض ہے اور میری ذمہ داری ہے جو قطعاً قابل مؤاخذہ ہے میں اس سے کوتاہی کیونکر کروں گا یعنی مجھ سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ تبلیغ رسالت چھوڑ دوں یا اس سے باز رہوں۔

(وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے

ای فی الامر بالتوحید۔ یعنی امر توحید کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے اور نافرمانی کرے۔

(فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا ۝) تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

ای فی النار او فی جھنم۔ یعنی جہنم کی آگ میں یا جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور خالدین کا لفظ معنی کے لحاظ سے جمع فرمایا گیا ہے یعنی جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ	یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا
فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ	جاتا ہے تو اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار

نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۵ کمزور اور کس کی گنتی کم

(حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ) یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور حتّٰی اگر یہاں بطور حرف جار نہ

ہے "حتّٰی" ابتدائیہ کے ساتھ جملہ شرطیہ مفرد نہ ہو غایت کے معنی میں ہے محذوف کی غایت کے لیے حتّٰی کا لفظ کفار کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے استقلال اور ان کی گنتی کے مقابلے میں کے جن والنس میں سے انصار (مددگاروں) اور ان

کے کفار جن و انس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعیف کمزوری پر دلالت کر رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ

سمجھ کر نافرمانی کرتے تھے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے لایزالون

یستضعفون ویستھزؤن حتی اذا راوا ما یوعدون من فنون فی الآخرۃ تبین لھم

ان المستضعف من ھو۔ یہ کفار نہیں ٹلیں گے کمزور سمجھتے رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم پر پھبتیاں کسے گے (مذاق اڑائیں گے) یہاں تک کہ آخرت میں مختلف عذاب جن کا وعدہ

دیئے گئے ہیں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان پر کھل جائے گا کہ درحقیقت کمزور کون

ہے۔ "مَا یُوْعَدُوْنَ" سے مراد یا تو یوم بدر کی شکست قتل و ذلت ہے یا مراد قیامت

اور عذاب اُخروی ہے۔

(فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۵) تو اب جان جائیں

گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم۔

ای حین وقع العذاب یعنی جب ان پر عذاب واقع ہوگا تو انہیں معلوم ہوگا کہ مددگاروں

یا تعداد کے اعتبار سے کون ضعیف و بے بس، عاجز و لاچار ہے۔ روز حشر مومنوں کا مددگار، اللہ

اس کے رسول اور فرشتے ہوں گے اور مومن خود بھی ہوں گے مومنوں کے مددگار و غمگسار ہوں

گے اور کفار بے کس و پریشان ہوں گے اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور انہیں اپنی نفری و

عددی قوت کا علم و اندازہ بھی ہو جائے گا۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ۵	تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اُسے کچھ وقفہ دے گا۔

(قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ) تم فرماؤ میں نہیں جانتا

ای ما ادری یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں مجھے معلوم نہیں۔

(اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ [illegible]
کا تعین وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے [illegible] گا
اس میں کفار کے اس قول کا رد ہے جو [illegible]
ہے جو انہوں نے بطور انکار و تمسخر کہا تھا "متی ہذا [illegible]
(جس عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے) کب واقع ہوگا اور مقاتل نے کہا [illegible]
بن حارث نے ایسا کہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہہ دیجئے [illegible]
(وما ادری متی یکون [illegible]
اس کا وقت مقررہ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کب ہوگا۔ [illegible]
کے مقابلہ میں بطور قرینہ ہے مطلب یہ ہے کہ انتہائی اور مقررہ [illegible] اس کو معلوم
نہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس سب اس کے علم میں ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

(عٰلِمُ الْغَیْبِ) غیب کا جاننے والا
ای ھو سبحانہ، عالم الغیب یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ ہی غیب کا جاننے والا ہے
یہاں غیب سے مراد وقت عذاب کا علم ہے جیسا کہ سیاق کلام سے واضح ہے اور عذاب کا وقت متعین
غیب ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ایک قول ہے کہ علم الغیب "یجعل لہ ربی امداً"
ربی کی صفت ہے جس کا معنی ہے وہی دانائے غیوب ہے۔
(فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝) تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔
مراد لغیبہ جمیع غیبہ۔ غیبہ سے مراد سارے امور غیب ہیں۔ لان الغیب

کالماء یقع علی القلیل والکثیر بلفظ واحد ولا یضر فی ذلك جمعہ علی غیوب کما لا یضر فیہ جمع الماء علی میاہ ۔ کیونکہ لفظ غیب لفظ "ماء" پانی کی طرح ہے جو قلیل وکثیر دونوں مقداروں پر بطور واحد لفظ کے بولا جاتا ہے اور اس میں اس کی جمع یعنی غیوب اس کو مضر نہیں اسی طرح جس طرح ماء کی جمع میاہ لفظ ماء کو مضر نہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اضافت (غیبہ میں) عہدی ہو اور معہود غیب المستغرق (غیب خاص) ہو یا پھر اختصاص کے لیے ہو ان الغیب المختص بہ تعالیٰ بمعنی المختص علمہ سبحانہ بہ۔ کیونکہ غیب کا اختصاص حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہے جس کا مطلب غیب کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر کسی مخلوق کو کاملاً مطلع نہیں فرماتا کیونکہ وہ خود ہی اس کے ساتھ منفرد ہے۔

(اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اِلَّا استثنائیہ ہے جس کا تعلق "فلا یظہر علی غیبہ احداً" سے ہے یعنی یہ اس سے مستثنیٰ ہے ای لکن الرسول المرتضی یظہرہ جل وعلی بعض الغیوب المتعلقہ برسالتہ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بعض غیوب پر ہر رسول مرتضیٰ (پسندیدہ رسولوں میں سے) کو مسلط فرماتا ہے جن کا تعلق اس کی رسالت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ انہیں اطلاع کامل اور کمال درجہ یقین کے ساتھ حقائق کا مکمل کشف عطا فرماتا ہے تاکہ یہ علم ان کا معجزہ ہو اور وہ اطاعت گزاروں کو جو قطعی خوشخبری دیں اور یونہی کفار و معاندین کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ اور اگر امور غیبیہ کا تعلق کیفیات اعمال، ارکان واحکام شریعت وغیرہ سے ہو تو ان امور کا بیان واظہار وظائف رسالت سے ہے اور پچھلی آیت میں علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو قطعی اور یقینی ہو اور جو شیطانی مداخلت سے بالکلیہ منزہ ہو علم غیب کا عطا ہونا اس آیت سے قطعی ثابت ہے۔ اور رسولوں کی طفیل سے اولیاء کو کچھ حصہ ملتا ہے۔

(فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝) کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کر دیتا ہے۔

ای یسلك من جمیع جوانبہ عند اطلاعہ علی ذلك حرسا من الملائكة علیہم السلام یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما ارید اطلاعہ علیہ اختطافاً او تخلیطاً۔

یعنی امور غیبیہ کی اطلاع کے وقت اللہ تعالیٰ رسول کے لیے تمام اطراف سے ...

بعد ازاں کے بعد حضرات ملائکہ علیہم السلام کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس امر کی نگرانی فرماتے ہیں کہ شیطان اس اطلاع الٰہی سے تعرض نہ کرسکے اگر اس میں دخل اندازی یا کمی بیشی وغیرہ نہ کرے مقاتل کا قول ہے کہ اگر شیطان دخل اندازی کی جسارت کرتا تو یہ نگہبان فرشتے اسے مار بھگاتے ہیں اور رسول کو آگاہ فرماتے ہیں اور فرمایا لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (سورہ حم السجدہ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ) تاکہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے۔

ای الغیوب المظھر علیھا کما ھی من غیر انتقاص ولا تخلیط یعنی یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ غیوب جو رسول پر ظاہر کیے گئے تھے بدوں خلط ملط کیے یا بغیر کمی بیشی کے یعنی بحفاظت تمام من وعن پہنچا دیئے اگر لیعلم کا فاعل رسول کو مانا جائے تو اس تقدیر پر مفہوم یہ ہوگا کہ رسول کو واضح ہو جائے کہ اس نے پیام الٰہی بحفاظت پہنچا دیا اور یونہی اگر ابلغوا کا فاعل ملائکہ ہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ملائکہ مبلغ (ظاہر ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ محافظ فرشتے مراد ہیں) نے اللہ کا پیغام رسول تک من وعن پہنچا دیا اور شیطان نہ ہی دخل اندازی اور نہ ہی کسی قسم کا تعرض کرسکا۔

(وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ ۝) اور جو کچھ ان کے پاس سب
ای بما عند الرصد یعنی اس کے ساتھ جو پہرے کے وقت
(وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ) اور شمار کر رکھی ہے ہر چیز
ای مما کان ومما سیکون یعنی اور اس میں سے جو ہو چکا تھا اور اس میں سے جو ہونے والا ہوگا۔

(عَدَدًا) گنتی ای فردا فردا یعنی ہر ایک چیز کا الگ الگ

واضح مفہوم یہ ہے کہ جو علم انبیاء و رسل کو عطا فرمایا گیا وہ اللہ پر پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ کا علم ان سب کو محیط ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی شئے کی گنتی سے ہو۔ اس سے روشن ہو گیا کہ تمام اشیاء گنی ہوئی ہیں اور محصور اور متناہی ہیں اور علم الٰہی لامتناہی ہے اور تمام اشیاء کو عددی اور ہر لحاظ سے محیط ہے یہاں تک کہ درختوں کے پتے اور قطرات ابر کی تعداد بھی اللہ کو معلوم ہے۔

سبحٰن اللہ المحصی وسبحان اللہ العلیم۔

الحمد للہ آج ۴ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ تفسیر سورۂ جن مکمل ہوئی

سورۃ مزمل مکیہ

اس سورۃ میں دو رکوع بیس آیات دو سو پچاسی کلمے اور آٹھ سو اڑتیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ مزمل پ ۲۹

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ

اے جھرمٹ مارنے والے

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ

رات میں قیام فرماؤ سوا کچھ رات کے۔

نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ

یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۙ

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ؕ

بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ

بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ

اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۙ

وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۙ

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۙ

اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔

اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۙ

بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝ — اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلًا ۝ — جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ — بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ — تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ — پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ — آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا ہے۔

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ — بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مزمل پ ۲۹

یایھا - اے	المزمل - کمبل اوڑھنے والے	قم - کھڑے ہوا کرو	اللیل - رات کو
الا - مگر	قلیلا - تھوڑی	نصفہ - آدھی رات	او - یا
انقص - کم کرلو	منہ - اس سے	قلیلا - تھوڑا سا	او - یا
زد - زیادہ کرو	علیہ - اس پر	و - اور	رتل - ٹھہر ٹھہر کر
القرآن - قرآن پڑھو	ترتیلا - آہستہ آہستہ	انا - بیشک ہم	سنلقی - جلدی ڈالیں گے
علیک - تجھ پر	قولا - بات	ثقیلا - بھاری	ان - بیشک
ناشئۃ - جاگنا	اللیل - رات کا	ھی - وہ	اشد - بہت سخت ہے
وطا - دباتی ہیں	و - اور	اقوم - بہت سیدھا ہے	قیلا - بات میں

ان۔ بیشک
سبحا۔ کام ہیں
اسم۔ نام
الیہ۔ اسکی طرف
و۔ اور
الا۔ مگر
وکیلا۔ کارساز
ما۔ اس کے جو
ھم۔ ان کو
ذر۔ چھوڑ
اولی النعمۃ۔ دولتمندوں کو
قلیلا۔ تھوڑی
و۔ اور
ذا غصۃ۔ گلے میں اٹک جانے والا
الیما۔ دردناک
و۔ اور
الجبال۔ پہاڑ
ارسلنا۔ بھیجا
علیکم۔ تم پر
فرعون۔ فرعون کی
الرسول۔ رسول کی
فکیف۔ تو کیسے
یوما۔ اس دن کو
السماء۔ آسمان
وعدہ۔ وعدہ

لک۔ تیرے لیے
طویلا۔ بہت زیادہ
ربک۔ اپنے رب کا
تبتیلا۔ الگ ہونا
المغرب۔ مغرب کا
ھو۔ وہی
و۔ اور
یقولون۔ کہتے ہیں
ھجرا۔ چھوڑنا
نی۔ مجھ کو
ان۔ بیشک
جحیما۔ بھڑکتی آگ
یوم۔ جس دن
الجبال۔ پہاڑ
کثیبا۔ ٹیلے
الیکم۔ تمہاری طرف
کما۔ جیسے
رسولا۔ رسول
فاخذنٰہ۔ تو پکڑا ہم نے اسکو اخذا۔ پکڑنا
تتقون۔ بچوگے تم
یجعل۔ بنادیگا
منفطر۔ پھٹنے والا ہے
ہٖ۔ اس کا

فی۔ بیچ
و۔ اور
و۔ اور
رب۔ وہ رب ہے
لا۔ نہیں کوئی
فاتخذہ۔ تو پکڑ
اصبر۔ صبر کر
و۔ اور
جمیلا۔ اچھا
و۔ اور
و۔ اور
لدینا۔ ہمارے پاس
و۔ اور
و۔ اور
ترجف۔ کانپے گی
و۔ اور
مھیلا۔ ریت کے سے
رسولا۔ رسول
ارسلنا۔ بھیجا ہم نے
فعصی۔ تو نافرمانی کی
ان۔ اگر
الولدان۔ بچوں کو
بہٖ۔ اس سے
مفعولا۔ پورا ہونے والا

النھار۔ دن کے
اذکر۔ یاد کر
تبتل۔ الگ ہوجا
المشرق۔ مشرق کا
الہ۔ معبود
ہٗ۔ اسی کو
علی۔ اوپر
اھجر۔ چھوڑ
و۔ اور
المکذبین۔ جھٹلانے والے
مھلھم۔ مہلت دے انکو
انکالا۔ بیڑیاں ہیں
طعاما۔ کھانا
عذابا۔ عذاب
الارض۔ زمین
کانت۔ ہوجائیں گے
انا۔ بیشک ہم نے
شاھدا۔ جو گواہ ہے
الی۔ طرف
فرعون۔ فرعون نے
وبیلا۔ بڑا سخت
کفرتم۔ تم کفر کرو
شیبا۔ بوڑھا
کان۔ ہے
ان۔ بیشک

ھذہ: یہ — تذکرۃ: نصیحت ہے — فمن: تو جو — شاء: چاہا ہے
اتخذ: پکڑے — الی: طرف — ربہ: اپنے رب کی — سبیلا: رستہ

سورۃ المزمل

سورت المزمل ساری کی ساری مکیہ ہے حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے البتہ عبداللہ ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے جیسا کہ ماوردی نے نقل کیا ہے کہ سوائے دو آیتوں۔ واصبر علی مایقولون الخ ان ربک یعلم الخ کے باقی سورہ مبارکہ بالکلیہ مکی ہے تاہم جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ آیات بھی مکی ہیں اور یونہی ساری سورہ مبارکہ مکی ہے۔ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مبارکہ صدر السور (العلق) کے نزول کے بعد نازل ہوئی اور اس وقت نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے قیام اللیل فرض تھا اور یہ زمانہ اول الاسلام کا تھا۔ اس سورۂ مبارکہ کے دو رکوع اور بیس ۲۰ آیات ہیں سورۂ جن کا اختتام رسولوں کے ذکر پہ ہوا تھا اور اس سورۂ مبارکہ کا آغاز وافتتاح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے ہوا ہے اور دونوں سورتوں کے درمیان وجہ مناسبت یہی ہے اور "تناسق الدور" میں ہے کہ سورۂ جن سے اتصال کی بات یہ ہے کہ اس کا آغاز قم اللیل سے ہوا ہے اور سورۂ جن کے آخر میں واقع ہوا تھا لما قام عبداللہ یدعوہ اور یہ کہ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ اور ان آیات میں مناسبت واضح ہے۔ مساجد سے مراد اعضاء سجدہ ہیں اور غیر اللہ کے لیے سجدہ عبادت شرک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے لیے یا دعوت توحید کے لیے وادیٔ نخلہ میں وقت فجر کھڑے ہوئے تھے تو سماع قرآن کے شوق میں جنات آپ کے پاس اکٹھے ہو کر ہجوم کر آئے تو سورۂ المزمل میں اسی حوالے سے قیام اللیل اور تلاوت کلام کریم کے حکم سے آغاز فرمایا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ عبدیت کے درجۂ کمال پر فائز و ترقی فرمائیں۔

مختصر تفسیر اُردو سورۂ مُزّمّل رکوع اول پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ — اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام

إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ کہ دسوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دو یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝) اے جھرمٹ مارنے والے

ای المتزمل من تزمل بثیابه اذا تلفف بها فادغم التاء فی الزای وقد قرأ ابی علی الاصل وعکرمة المزمل بتخفیف الزای وکسر المیم ای المزمل جسمه ونفسه وبعض السلف المزمل بالتخفیف وفتح المیم اسم مفعول یعنی المتزمل۔ جو اپنے کپڑوں میں لپیٹ جائے یا کپڑے لپیٹ کر ان میں خود کو ڈھانپ لے تَزَمَّلَ کی تاء کو زاء میں مدغم کر دیا گیا اور ابی کی قرأت اصل پر ہے ای اَلْمُتَزَمِّلُ۔ اور عکرمہ نے زاء کی تخفیف اور میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اَلْمُزْمِلُ اپنے جسم یا اپنے نفس کو ڈھانپنے والا اور بعض علماء سلف نے زاء کی تخفیف اور میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اَلْمُزْمَلُ جو اسم مفعول ہے کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ اور قرأتوں کے اختلاف سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کریمہ کو کپڑوں سے ڈھانپتے تھے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال و عادات کو اللہ کریم کی طرف سے (اس حوالے سے) دیکھیں تو بلا شبہ آپ کو آپ کے غیر نے اوڑھایا اور اس امر کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے نفس کریمہ کو ڈھانپا پھر سو گئے تو آپ کو کسی اور نے اوڑھایا یا پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے اوڑھایا پھر جو اوڑھایا گیا وہ آپ سے ساقط ہوا (الگ ہو گیا) تو پھر آپ نے اپنے نفس کریمہ کو ڈھانپ لیا۔ اور جمہور علماء کا فرمانا ہے کہ جب غار حراء میں آپ پر فرشتہ وحی لے کر نازل ہوا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے (کمبل) اوڑھا دو تو سورۃ المدثر اور اسی کے اثر پر سورۃ المزمل نازل ہوئی۔ بزاز نے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے دلائل میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا اس شخص (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی نام خاص نام رکھ دو کہ لوگ ان سے پھر جائیں تو انہوں نے کہا "کاہن" کہو تو وہ خود ہی بولے کہ وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز کاہن نہیں تو بولے مجنون کہو پھر بولے وہ ہرگز مجنوں بھی نہیں بولے ساحر کہو پھر کہنے لگے

وہ ہرگز ساحر نہیں وہ ولے کر وہ دوست اور اس کے دوست کے درمیان تفرقہ ڈال دیتے ہیں تو اس پر
مشرکین تر بتر ہو کر متفق ہو گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ اپنے کپڑے
اوڑھ کر لیٹ گئے تو آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یایھا
المزمل یایھا المدثر کہہ کر ندا کی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ندا کرنا
انسیت دلانے کے لیے تھا جیسا کہ ایسے موقعوں پر اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ بطور ملاطفت کے
مخاطب کو اس صفت و کیفیت کے ساتھ خطاب کرتے ہیں جس پر وہ ہوتا ہے اور جیسا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا تھا جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے خفا ہو کر اس
حالت میں سو گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو خاک آلود تھے قُم ابا تراب اے ابوتراب اٹھ
کے باب میں تو اس سے واضح ہے محبوبوں کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے اور یایھا المزمل کے
خطاب سے شان محبوبیت واضح ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نماز کے لیے اپنے کپڑوں میں لپٹے ہوئے مستعد ہو کر تیار ہوئے تو آپ کو ندا فرمائی گئی یایھا
المزمل جس کے معنی ہیں کہ اے عبادت کے لیے مستعد ہونے والے، عکرمہ کا قول ہے کہ
یایھا المزمل کا معنی ہے یایھا المزمل للنبوۃ واعبائھا یعنی اے عبائے نبوت اور
ردائے رسالت کے حامل والے۔

(قُمِ الَّيْلَ) رات میں قیام فرماؤ۔

ای قم الی الصلوۃ وقیل داوم علیھا یعنی نماز کے لیے کھڑے ہوں اور یہ بھی کہا
گیا کہ نماز پر مداومت ہمیشگی فرمایئے اور ایک قول ہے القیام مستعار للصلوۃ ومعنی
قم صل قیام نماز سے استعارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں اللیل
ظرف اسم زمان ہے اور حرف جار محذوف ہے جس کا مطلب ہے ساری رات۔

(اِلَّا قَلِیْلًا ۙ) سوائے کچھ رات کے

استثناء من اللیل رات سے استثناء ہے یعنی رات کا کچھ حصہ لیکن تعین نہیں ہے کہ
رات کا کتنا حصہ۔

(نِصْفَہٗ) آدھی رات

یہ اللیل سے بدل ہے اور اللیل قلیلاً سے مستثنیٰ ہے تو گویا بدل کل ہے اور جز دلیل
مراد ہے وہ باقی جز و اسی طرح آدھی رات ہے اس لیے بدل کل ہو گیا کیونکہ مستثنیٰ کے بعد جو حصہ

باقی رات ہے وہ حکم منعوق ہے لہٰذا اسی جزء سے نصفہ بدل ہے تو معنی یہ ہوں گے رات کے بعض حصہ میں نماز پڑھو یا آدھی رات نماز پڑھو اور بعض علماء نے فرمایا نصفہ قلیلاً کا بدل ہے اور مستثنیٰ ہے تو گویا اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قیام کے حکم سے آدھی رات مستثنیٰ ہے۔

(اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً ۝) یا اس سے کچھ کم کرو

عطف علی الامر السابق والضمیر المجرور للیل ایضاً مقیداً بالاستثناء یعنی جو امر گزرا اس پر عطف ہے یعنی قُم پر اور مجرور کی ضمیر بھی (منہ) "لیل" کے لیے جو استثناء کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی وہ نصف جو مستثنیٰ کے بعد ہے اس میں سے کچھ اور کم کرلو ای نقصا قلیلا او مقدار نید بحیث لا ینحط من نصف النصف یعنی تھوڑا سا گھٹا لو یا اس قدر کم کرو کہ نصف النصف سے کم نہ ہو یعنی چوتھائی حصہ سے کسی قدر زیادہ قیام کرو۔

(اَوْ زِدْ عَلَيْهِ) یا اس پر کچھ بڑھاؤ

تخییرہ صلی اللہ علیہ وسلم بین ان یقوم نصف اللیل او اقل من النصف او اکثر منہ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار فرمایا گیا ہے کہ چاہے وہ آدھی رات قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کم قیام فرمائیں یا آدھی رات سے کچھ بڑھائیں۔ اس قیام سے مراد تہجد ہے امت میں امر وجوب کا مقتضی ہے اور اس سے واضح ہے کہ ابتدائے اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر قیام اللیل (تہجد) واجب تھا اور بعض علماء نے امر سے فرضیت مراد لیا ہے تو ان کے قول کے رُو سے یہ قیام شب فرض تھا۔ اسی سورہ میں فاقرؤا ما تیسر منہ نازل ہوا تو یہ قیام اللیل کا حکم منسوخ ہو گیا یعنی فرضیت و وجوب کا حکم نہ رہا اور قیام شب سنّت رہ گیا بغوی سے منقول ہے کہ صحابہ ساری رات قیام فرماتے تھے اس لیے کہ کہیں مقدار واجبہ فوت نہ ہو جائے اور ان پر یہ امر بہت ہی شاق تھا یہاں تک تخفیف کا حکم (فاقرؤا) نازل ہوا ابو داؤد اور حاکم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سورہ میں قیام شب فرض تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب ایک سال تک ساری ساری رات قیام فرماتے رہے یہاں تک کہ پائے مبارک متورم ہو گئے پھر تخفیف نازل ہوئی تو قیام شب نفل رہ گیا۔ مقاتل کا قول ہے کہ یہ فرضیت قیام شب پنجگانہ نمازوں کی فرضیت سے قبل تھی اور نمازوں کی فرضیت سے منسوخ ہو گئی۔ بعض علماء نے فرمایا کہ قیام شب کی فرضیت ذاتِ رسول کے لیے تھی اور امت پر فرض نہ تھی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے "وطائفۃ من الذین معک" اس میں من تبعیضیہ ہے جو واضح کر رہا ہے کہ

فرضیت سب کے لیے نہ تھی۔ فرضیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھی البتہ تخفیف امت کے ضعف کے پیش نظر فرمائی گئی کہ اتباع سنت میں یہ امر ان کے حق میں نفل ہو جائے اور برکات قیام شب سے محروم نہ ہوں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی ہی دین کی اصل ہے۔

(وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝) اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

ای فی اثناء ما ذکر من القیام ای اقرأ علی تؤدۃ و تمہل و تبیین حروف

یعنی تمام شب کے دوران جس کا ذکر گزرا۔ قرآن حکیم کی تلاوت کر یعنی صحیح ادائیگی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ (تیز نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر) اور حروف کی وضاحت کے ساتھ یعنی حرف اپنے مخرج سے جہاں تک ممکن ہے صحیح ادا ہو اور سننے والے کو سین صاد قاف کاف عین اور ہمزہ میں فرق معلوم ہو۔ قاموس میں ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں الفاظ کا زبان سے آسانی اور صحت کے ساتھ نکالنا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ حروف کو کھول کر پڑھتے اور ہر حرف علیحدہ علیحدہ پڑھتے کہ کلمہ میں آتے تھے اور حروف کی رعایت فرماتے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کو اچھی آواز سے پڑھو (نغمی کی صورت ہرگز نہیں) اور اس کے مضامین پر غور کرو تاکہ تمہیں بھلائی حاصل ہو اور قرأت میں جلدی جلدی نہ کرو۔

مجاہد کا قول ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں ایسی قرأت جس میں ارسال ہو اور صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کھینچ کر تھی پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن کی قرأت کی اور اللہ اور الرحمٰن اور الرحیم کے الفاظ کھینچ کر ادا کیے۔

ایک قول ہے کہ ترتیل کے معنی ہیں قرآن میں غور کرنا اور سمجھ کر پڑھنا اور معانی پر نظر رکھنا اور اس کے عجائب پر ٹھہرنا۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

(اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ) بے شک جلد ہم تم پر ڈالیں گے۔

ای سنوحی الیک یعنی ہم جلد ہی آپ کی طرف وحی فرمائیں گے۔

(قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝) بھاری بات۔

وھو القرآن العظیم فانہ لما من التکالیف الشاقۃ ثقیل علی المکلفین سیما علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فانہ علیہ الصلوۃ والسلام مامور

ابن زید کا قول ہے جسے ابو حیان نے روایت کیا رات کے جس حصے میں قیام کیا جائے وہی ناشئۃ اللیل ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ناشئۃ اللیل اور تہجد ایک ہی بات ہے۔ علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ناشئہ سے مراد مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز ہے۔ حسن کا قول ہے کہ عشاء کے بعد ہر نماز ناشئہ ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ ساری رات ناشئہ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا پچھلی رات کا قیام مراد ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے۔

(هِيَ اَشَدُّ وَطْاً) وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے۔

ای اشد موافقة لما یراد من الاخلاص یعنی جب اخلاص کے ساتھ ارادہ ہو تو بہت ہی زیادہ موافقت کرنے والا۔ وَطْاً کے معنی ہیں روندنا رات کا قیام نفس کے غرور کو روندڈالتا ہے اور نفسانی غلبہ کمزور ہو جاتا ہے۔ وِطَاً بھی پڑھا گیا ہے مجاہد اور ابن زبیر سے یہی منقول ہے اس کے معنی ہیں موافقت ای هی خاصة دون ناشئة النهار اشد مواطأة یواطئ قلبها لسانها۔ یعنی دن کی نسبت رات کا قیام قلب و زبان کی خوب موافقت کرتا ہے وَطْاً کے معنی بوجھ، بار، دباؤ کے بھی ہیں جمہور کی قرأت یہی ہے یعنی رات کی نماز دن کی نماز کی نسبت زیادہ دباؤ ڈالنے والی ہے جب بندہ بوجھل اور بھاری عبادات کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر اس کا نفس متاثر ہوتا ہے اور اس کے لیے باقی کام جن کی تکلیف دی گئی ہے اس پر سہل ہو جاتے ہیں حسن اور قتادہ کا قول ہے وَطْاً کا معنی ہے امر خیر اور طاعت میں خوب چست بنانے والا یا جما دینے والا۔

(وَاَقْوَمُ قِيْلًا ۝) اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

ای واسو مقالا او اثبت قراءة لحضور القلب وهدو الاصوات۔

یعنی الفاظ کی ادائیگی خوب ہوتی ہے قرأت حضور قلب کے لیے جاتی ہے اور آوازیں ہدایت پاتی ہیں یعنی بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے رات کو شور و شغف نہیں ہوتا اور یہ وقت سکون کا ہوتا ہے لہٰذا اخلاص کامل حاصل ہوتا ہے اور ریاء کا خطرہ نہیں ہوتا۔

(اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝) بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

ای تقلبا وتصرفا فی مهماتك واشتغالا بشواغلك فلا تستطيع ان تتفر

عبادۃ نفیلۃ بما فی اللیل واصل السبح المر السریع فی الماء فاستعیر الذہاب مطلقا۔ یعنی آپ کو دن کے وقت مختلف کاموں میں مشغولیت ہوتی ہے اور ہم دینی امور کی تبلیغ وغیرہ کے لیے ادھر ادھر جانا پڑتا ہے تو آپ سے نہ ہو سکے گا کہ عبادت الٰہی کے لیے فراغت مل سکے تو اس امر کو آپ رات کے وقت پورا کرلیں۔ اور اَلسَّبح کا معنی ہے پانی میں تیز چلنا (تیرنا) اور اس سے استعارۃً الذہاب (بارش) مراد لیا جاتا ہے۔ وقیل ای ان لک فی النہار فراغاً وسعۃ لنومک وتصرفک فی حوائجک اور ایک قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دن میں وسعت فراغت (گنجائش) ہے کہ آپ سو سکیں اور اپنے دیگر امور وضروریات بھی پوری کر سکیں۔ وقیل ان فاتک من اللیل شیٔ فلک فی النہار فراغ تقدر علی تدارکہ فیہ فالسبح الفراغ اور ایک قول ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی عبادات میں سے کچھ رہ جائے (پوری نہ ہو سکے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دن میں فراغت (گنجائش ہے) کہ آپ اس کا تدارک (تکمیل) کر سکتے ہیں تو السَّبح سے مراد فراغت ہے اور لغت میں ان معنوں میں بھی مستعمل ہے لیکن پہلی بات زیادہ موافق ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے الگ ہو کر اُسی کے ہو رہو۔

(وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ) اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔

ای دوم علی ذکرہ تعالیٰ لیلاً ونہاراً یعنی دن اور رات اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرو علی ای وجہ کان من تسبیح وتہلیل وتحمید وصلاۃ وقراۃ قرآن وغیر ذلک اور ذکر الٰہی سے مُراد یہ ہے کہ دن اور رات کے تمام اوقات میں تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ کا ذکر) اور تحمید (الحمد للہ کہنا یا رب کریم کی ثنا وتعریف) اور نماز وتلاوت قرآن اور جو اس کے علاوہ ہے یعنی تعلیم وتدریس وتزکیہ سے بجالاؤ۔ بعض کا قول ہے کہ تلاوت قرآن حکیم کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرو۔ یہ جملہ قم اللیل پر عطف ہے اور معنی کے لحاظ سے مغائرت کو متلازم ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ ہمہ وقت ذکر رب میں مشغول رہو اور آپ کا دل ہر لحظہ ہماری طرف ذاکر ہو۔ اور بعض نے کہا دوام عرفی مُراد ہے یعنی اپنی ہمت وقوت کے مطابق ذکر کی کثرت کرو۔

(وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝) اور سب سے الگ ہو کر اُسی کے ہو رہو۔

ای وانقطع الیہ تعالیٰ بالعبادۃ وجرد نفسك عما سواہ عزوجل شانہٗ و استغرق فی مراقبتہ سبحانہٗ وکان ھذا امر بما یتعلق بالباطن بعد الامر بما یتعلق بالظاھر۔ یعنی سب سے کٹ کر حق سبحانہ، وتعالیٰ کی عبادت کے لیے ہو جاؤ اور اپنے نفس کریم کو اللہ عزوجل شانہ، کیلئے مجرد رکھو اور اس کے علاوہ کسی اور طرف مشغول نہ ہو اور اسی کے لیے مراقبہ میں مستغرق ہو جاؤ (ڈوب جاؤ) اور اس حکم تعلق اس حکم کے بعد جس کا تعلق ظاہر سے ہے باطن سے ہے یعنی دل کی حالت یہ ہو۔ بتبتیلا کا معنی ہے تعلق توڑ دینا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندوں سے ملاقات ترک کر دو یا ان کے حقوق سے کنارہ کش ہو جاؤ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لیے اخلاص کامل رکھو اور تمہاری زبان دل کے حال کی موافقت کرے اور تم محسوس تعلقات اور امور دنیوی سے دل کی وابستگی نہ رکھو۔ صوفیاء یہی کہتے ہیں ہاتھ کار کی طرف اور دل یار کی طرف۔ کاروبار دنیا حالت قلبی پر اثر انداز نہ ہو۔ اور مخلوق سے ایسے انقطاع کی غرض وغایت اور مقصود وصال الٰہی ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ — وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

(رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ) وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب

ابن عامر، ابو بکر، اور یعقوب نے رَبُّ کو رَبِّ (زیر کے ساتھ) پڑھا ہے تو یہ رَبِّكَ (واذکر اسم ربك) سے بدل ہوگا اور اضمار پر حرف قسم ہوگا اور جواب قسم لا الہ الا ھو ہوگا۔ اور اس میں حرف قسم محذوف ہے۔ اگر رَبِّ کو رَبُّ پڑھا جائے اور یہ قرأت زید بن علی سے منقول ہے تو یہ اختصاص اور مدح کے لیے ہوگا۔ ابن عباس اور عبد اللہ اور ان کے اصحاب نے رب المشارق والمغارب دونوں کی جمع کے ساتھ بھی پڑھا ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اپنے رب کا نام یاد کرو جو مشرق اور مغرب کا رب ہے، اسی کا ملک اور اسی ہی کی حکومت ہے اور ہر شئے اسی ہی کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

(لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس میں غیر کی الوہیت کی مکمل نفی اور حق سبحانہ، وتعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے اور یہ بھی رَبِّكَ کے ضمن میں مدح ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ہے ہی نہیں کہ اس کے نام کا ذکر ہو جب سالک

اللہ کے نام کا ذکر بکا نکلتا ہے اور مخلوق سے انقطاع ہو جاتا ہے [illegible] سے آفاق میں ذاتِ حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور اس کا حال یہی ہوتا ہے لا موجود الا اللہ۔ [illegible] لا مقصود الا اللہ کی طرف مستغرق ہو جاتا ہے اور وہ بہتن اس میں فنا ہو جاتا ہے۔

(فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ای یفوض کل امر الیہ عز وجل یعنی بھروسہ اپنے تمام کام اللہ ہی کے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص اپنے کام حق سبحانہ وتعالیٰ پر اعتماد رکھتے ہوئے اس کے سپرد کر دیتا ہے تو اس کا حال یہ ہو جاتا ہے۔ من رضی باللہ وکیلا وجد الی کل خیر سبیلا کہ اس کے لیے ہر خیر کی راہ موجود ہو جاتی ہے پھر اسے کسی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ترمذی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زہد یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہاتھوں میں موجود چیز سے بڑھ کر حق سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد ہو یعنی اس کے رزاق ہونے پر پورا بھروسہ ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہی کی ذات پر توکل رکھو اور یہ درجہ توکل درجہ تبتل سے بڑھ کر ہے کسی نے اس حدیث نبوی کی پنجابی زبان میں منظوم کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

ے

پہلے خرچ نہ بنھ دے پچھی تے درویش

جنہاں تقویٰ رب دا انہاں رزق ہمیش

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں

هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ اچھی طرح چھوڑ دو

(وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ) اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ

ممایؤلمک من الخرافات کقولھم یفرق بین الحبیب وحبیبہ کفار کی ان خرافات میں سے جو تمہیں دکھ پہنچاتی ہیں صبر فرماؤ جیسے ان کا کہنا ہے کہ آپ دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ کفار کی خرافات جیسے آپ کو کاہن، مجنوں اور شاعر وغیرہ کہتے ہیں ان تکلیف دہ باتوں پر صبر فرمایئے۔

(وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝) اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

بان تجانبھم وتداریھم ولا تکافئھم وتکل امورھم الی ربھم۔ یہ کہ اُن سے الگ رہو اور اُن سے بحث نہ فرماؤ اور نہ ہی اُن سے بدلہ لو اور ان کے سب امور ان کے پروردگار کے سپرد کر دو۔ یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہے۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والے مالداروں
النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ٥ کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔
(وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ) اور مجھ پر چھوڑو ان جھٹلانے والوں کو۔
ای خل بینی وبینھم وکل امرھم الی یعنی ان کے سب معاملات میرے درمیان
اور ان کے درمیان چھوڑ دو مکذبین سے مراد یوم بدر کو کھا جانے والے کفار یا صنادید قریش یا
تمسخر اڑانے والے کفار ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری۔
(أُولِي النَّعْمَةِ) مالداروں
ارباب التنعم وغضارة العیش وکثرة المال والولد۔ دولت مند، آسودہ حال
اور مال اولاد کی کثرت رکھنے والے لوگ، مراد صنادید قریش ہیں۔
(وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ٥) اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔
ای زمانا قلیلا وھو مدة الحیاة الدنیا وقیل المدة الباقیة الی یوم بدر۔
یعنی تھوڑا زمانہ اور وہ دنیاوی زندگی کی مدت تک کے لیے مہلت دو اور ایک قول ہے کہ
یوم بدر تک باقی زمانہ تک ڈھیل دو۔ ایک قول ہے قیامت تک۔
إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ٥ بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں
وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک
أَلِيمًا ٥ عذاب۔
(إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا) بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں
أَنْكَالًا نِكل یا نَكل (ن کے زیر یا زبر کے ساتھ) کی جمع ہے وھو القید الثقیل
وقیل الشدید اور وہ بوجھ یا بھاری پن کے ساتھ مقید ہے اور ایک قول ہے انتہائی
سخت وقال الکلبی الانکال الاغلال اور کلبی نے کہا ہے بیڑیوں طوق ہیں۔
(وَجَحِيمًا ٥) اور بھڑکتی آگ
ای نارا شدیدة الایقاد۔ یعنی شدید بھڑکتی آگ۔
(وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ) اور گلے میں پھنسا کھانا۔
ینشب فی الحلوق ولا یکاد یساغ کالضریع والزقوم وعن ابن عباس شوک
من نار یعترض فی حلوقھم لا یخرج ولا ینزل۔ آخرت میں کفار کے لیے ایسا کھانا ہو

گلوں میں اٹک جائے گا اور اترنے میں سہل نہ ہوگا کانٹوں اور تھوہر کی مانند۔ اور ابن عباس سے مروی ہے
آگ کے کانٹے ہوں گے جو ان (کفار) کے گلوں میں اس طرح پھنس (اٹک) جائیں گے۔ نہ گلے سے
باہر نکلیں اور نہ ہی اندر پیٹ میں اتریں۔

(وَعَذَابًا اَلِيْمًا ○) اور دردناک عذاب۔

(ولونا آخر من العذاب مؤلما لايقادر قدره ولا يعرف كنهه الا الله
عز وجل) اور آخرت میں یہ عذاب کی ایک نوع ہے جو ایسا دکھ دینے والا ہوگا کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا
جا سکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت پہچانی جا سکتی ہے ماسوا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے کہ اسی کو اس کی حقیقت
معلوم ہے۔ امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی داؤد نے "الشریعۃ" میں اور ابن عدی نے الکامل
میں اور بیہقی نے شعب میں حمران بن اعین سے بطریق ابی حرب بن الاسود روایت کی ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو جب اس نے پڑھا ان لدینا
انکالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غش آگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
خود پڑھا تو ایسا ہوا۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ	جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ
وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ○	اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔
(يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ)	جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ

(ای یوم القیامۃ یعنی قیامت کے دن قیل متعلق بذرنی وقیل صفۃ عذابا
ایک قول ہے کہ یہ فذرنی والمکذبین سے متعلق ہے جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عذابا
الیما کی صفت ہے جو روز قیامت ہوگا اور جمہور کا قول ہے انہٗ متعلق بالاستقرار الذی
تعلق بہ لدنیا ای استقر ذلک العذاب لدنیا وظہر یوم تضطرب الارض
والجبال وتتزلزل۔ بلاشبہ یہ استقرار کے ساتھ متعلق جس کا تعلق "انا لدنیا" سے ہے
یعنی ہمارے نزدیک اس عذاب کا وقوع مقرر ہو چکا اور وہ اس دن ظاہر ہوگا جس دن میں زمین اور
پہاڑ تھرتھرائیں گے اور ہم انہیں ہلائیں گے۔

(وَكَانَتِ الْجِبَالُ) اور پہاڑ ہو جائیں گے

(ای مع صلابتھا وارتفاعھا۔ یعنی اپنی سختی اور اپنی بلندیوں کے ساتھ

(كَثِيْبًا) ریتے کا ٹیلہ

رملا مجتمعا جمع شدہ ریت

منثورا من هيل ميلا اذا انثر و أسيل اوپر سے گرتی ہوئی ریت اور ذرے جب وہ بکھریں تو مراد ہے بکھری اور بہتی ہوئی ریت یہ کیفیت روز قیامت ہو گی۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے

(إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا) بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے۔

خطاب لکمانذ بيين او لى النعمة یہ ان مالدار جھٹلانے والوں سے خطاب ہے یعنی اے اہل مکہ میں سے جھٹلانے والو ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ جملہ ندرت سے معمور ہے پہلے ارشاد ہوا تھا واصبر علی مایقولون یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا اور کفار کا ذکر بصیغہ غائب فرمایا اب یہاں کفار سے خطاب ہے اور رسول کا ذکر ہے غائب کی صورت میں ہے۔

(شَاهِدًا عَلَيْكُمْ) کہ تم پر حاضر و ناظر

لشهد يوم القيامه بما صدر عنكم من الكفر و العصيان قیامت کے روز تم پر گواہی دیں گے اس کی جو تم سے کفر و معصیت کے طور صادر ہوا۔ ایک قول ہے کہ تمہارے ایمان و کفر کی گواہی دینے والا۔ ایک قول ہے کہ مومنوں کے ایمان اور کافروں کے کفر کو جانتے ہیں۔

(كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝) جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے۔

هو موسیٰ علیه السلام اور وہ موسیٰ علیہ السلام تھے اور ان کا نام لے کر تعین نہ فرمانا اس لیے ہے کہ تشبیہ میں ان کا دخل نہ ہو مطلب یہ ہے کہ صرف بھیجنے میں مشابہت ہے۔ یا پھر اس لیے نام متعین نہیں لیا کہ وہ لوگوں کو پہلے سے ہی خوب معلوم تھے اور اس کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ الیکم اور الی فرعون میں ایک قرینہ ہے جو کفار مکہ کی فرعونیت کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ شدت تکذیب اور عناد و بغض میں کسی طور کم نہ تھے اور بدر میں ابو جہل کے قتل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مات فرعون هذه الامة

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

(فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ) تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا

ہ مذکور بـذی رسلناه الیـہ یعنی اس رسول مذکور (موسیٰ علیہ السلام) کا جسے ہم نے
دعوت کے لیے بھیجا تو اس نے انہیں جھٹلایا، ورنافرمانی کی اور سرکشی دکھائی۔
(فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ٥) تو ہم نے اُسے سخت گرفت سے پکڑا
وبیـل کے معنی ہیں الاخذ الثقیل سخت گرفت۔ اور اہل عرب بولتے ہیں الوابل المطـر
العظیم سخت زوردار بارش ای ثقیلا ردی العقبی یعنی ہم نے اس کا شدت سے
مواخذہ کیا اور اُسے خوب سخت پکڑا۔ فرعون کو غرقابی سے ہلاک کیا اور جہنم کی آگ میں ڈالا۔ اس میں
مخاطبین (کفار) پر زجر اور تہدید ہے کہ اگر تم نے بھی یہی روش جاری رکھی تو تمہارا انجام بھی
فرعون جیسا ہوگا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۖ ٥ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ٥ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ٥ ع	پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

(فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ) پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو۔
ای فکیف لکم بالتقوی فی یوم القیامة ان کفرتم فی الدنیا۔
یعنی اے کفار مکہ اگر تم دنیاوی زندگی میں اپنے رسول کا انکار کر دو گے تو تمہارے لیے
قیامت کے روز بچت کیونکر ہوگی۔

(يَوْمًا) اس دن
ای عذاب او هول یوم یعنی کے قیامت کے روز عذاب یا اس دن کے خوف (دہم ہولناکی)
سے کیونکر بچو گے۔ (يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ٥) جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ قیـل
حقیقة نتشیب الصبیان وتبیض شعورھم من شدة یوم القیامة ایک
قول ہے کہ روز قیامت کی شدت سے بچے حقیقتاً بوڑھے ہو جائیں گے اور ان کے بال سفید
ہو جائیں گے ایک قول ہے یجعل کی نسبت یوما کی طرف مجازی ہے درحقیقت اس کا فاعل

یومًا نہیں بلکہ اللہ ہے اور اگر یومًا ہی مراد لیا جائے تو مراد یہ ہے قیامت کے شدائد ومصائب
ہیبت وطوالت بلند ہمت نوجوانوں کو بوڑھا بنا دیں گے تو ایسا فرمایا بطور مبالغہ اور اس دن کی شدت
وہولناکیوں کے اظہار کے لیے ہے شِیْبًا اَشْیَبُ کی جمع ہے جیسے بیض کی اَبْیَضُ کی جمع
ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے قیامت کے دن کے عذاب سے کیونکہ بچو گے جس کی ہولناکی اور دہشت
بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔

اِلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِہٖ آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا۔

ای ان السماء علی عظمھا واحکامھا تنفطر بشدۃ ذلک الیوم وھولہ یعنی
بے شک اپنی مضبوطی وبلندی کے باوصف اس دن کی شدت اور ہولناکی کی وجہ سے پھٹ جائے
گا۔ یہ بھی قیامت کے دن کی حالت کا بیان ہے ایک قول ہے کہ متشقق بذلک الیوم
اس روز آسمان ایسی شے ہو گی جو پھٹ جانے والی ہو گی۔

(کَانَ وَعْدُہٗ مَفْعُوْلًا ۝) اللہ کا وعدہ ہو کر رہے گا۔

وَعْدُہٗ میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف سے جس کے معنی یہ ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ
جو "عذابًا الیمًا" سے متعلق ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ سب اس
دن میں ہو کر رہے گا۔

(اِنَّ هٰذِہٖ) بے شک یہ

اشارۃ الی الآیات المنطوقۃ علی القوارع المذکورۃ یہ ان آیات کی طرف
اشارہ ہے جو مذکورہ دہلا دینے والے امور قیامت پر ناطق ہیں۔

(تَذْکِرَۃٌ ج) نصیحت ہے۔

ای موعظۃ یعنی موعظت یا راہ ہدایت کے لیے رضائے الٰہی کے حصول کے لیے یاد
دہانی کرانے والی ہیں۔

(فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۝) تو جو چاہے اپنے رب کی طرف
راہ لے۔

بالتقریب الی اللہ تعالیٰ بالایمان والطاعۃ فانہ المنھاج الموصل الی
مرضاتہ عزوجل یعنی یہ تذکرہ ایمان اور اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ تک رسائی وقرب کا
راستہ اور اس کی رضاؤں کے حصول کا واسطہ ہے۔ (فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ) تو جو کوئی اس

تذکرہ (نصیحت، یادداشت) کو اپنا لے، اختیار کرلے وہی حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرے گا اور اس تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے اور تذکرہ ہی اللہ کی طرف کاشف حجابات ہے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مزمل پ ۲۹

ان۔ بیشک	ربک۔ تیرا رب	یعلم۔ جانتا ہے	انک۔ کہ تو
تقوم۔ کھڑا ہوتا ہے	ادنی۔ کچھ کم	من ثلثی اللیل۔ دو تہائی رات سے	

	نصفہ-آدھی رات	و-اور	ثلثہ-تہائی رات
و-اور	طائفۃ-ایک جماعت	من الذین-ان سے جو	معک-تیرے ساتھ ہیں
و-اور	اللہ-اللہ	یقدر-اندازہ کرتا ہے	اللیل-رات
و-اور	النہار-دن کا	علم-جانتا ہے	ان-یہ کہ
لن-ہرگز نہ	تحصو-شمار کر سکو گے	ہ-اس کا	فتاب-تو پھر آیا
علیکم-تم پر	فاقرءوا-تو پڑھو	ما-جو	تیسر-آسان ہو
من القرآن-قرآن سے	علم-جانتا ہے	ان-یہ کہ	سیکون-جلدی ہونگے
منکم-تم میں سے	مرضی-بیمار	و-اور	آخرون-کچھ اور
یضربون-جو چلیں گے	فی-بیچ	الارض-زمین کے	یبتغون-چاہتے ہونگے
من فضل اللہ-فضل اللہ کا		و-اور	آخرون-کچھ اور
یقاتلون-جو لڑیں گے	فی-بیچ	سبیل-راہ	اللہ-اللہ کے
فاقرءوا-تو پڑھو	ما-جو	تیسر-آسان ہو	منہ-اس سے
و-اور	اقیموا-قائم کرو	الصلوۃ-نماز	و-اور
آتوا-دو	الزکوۃ-زکوۃ	و-اور	اقرضوا-قرض دو
اللہ-اللہ کو	قرضا-قرض	حسنا-اچھا	و-اور
ما-جو	تقدموا-آگے بھیجو گے	لانفسکم-اپنی جانوں کیلئے	من خیر-بھلائی سے
تجدو-پاؤ گے	ہ-اسکو	عند-نزدیک	اللہ-اللہ کے
ھو-وہ	خیرا-بہتر ہے	و-اور	اعظم-بڑا ہے
اجرا-ثواب میں	و-اور	استغفروا-بخشش مانگو	اللہ-اللہ سے
ان-بے شک	اللہ-اللہ	غفور-بخشنے والا	رحیم-مہربان ہے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ مزمل پ ۲۹

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی رات اور ایک جماعت

مَعَكَ ط وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ	تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور
النَّهَارَ ط عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ	دن کا اندازہ فرماتا ہے اُسے معلوم ہے
فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا	کہ اے مسلمانوں تم سے رات کا شمار نہ ہو
تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط عَلِمَ	سکے گا تو اُس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع
اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى	فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان
وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى	ہے اتنا پڑھو اُسے معلوم ہے کہ
الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ	عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں
اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ	گے اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ	کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں
مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا	لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو
الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا	اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ
حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ	کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی
مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ	آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے پاس بہتر اور
هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط	بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ	بخشش مانگو بے شک اللہ بخشنے والا
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	مہربان ہے۔

(اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَىِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ) بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی رات۔

ادنٰی اسم تفضیل ہے دنا سے اور ادنٰی کا معنی ہے اقرب یعنی برتن کے کنارہ کے قریب (زیادہ قریب) کانہٗ قیل یعلم انك تقوم من اللیل اقل من ثلثه ونقوم نصفه وتقوم ثلثه گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ بلاشبہ آپ دو تہائی سے کم قیام کرتے ہیں اور آپ کبھی آدھی رات قیام فرماتے ہیں اور آپ کبھی ایک تہائی رات قیام فرماتے ہیں۔

(وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ط) اور ایک جماعت تمہارے ساتھ سے

ای وتقوم معك طائفة من اصحابك یعنی آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک گروہ آپ کی اتباع میں رات کو قیام کرتا ہے من (حرف جار) تبعیضیہ ہے جس سے واضح ہے کہ صحابہ

کرام کی ساری جماعت نہیں بلکہ بعض اصحاب قیام کرتے تھے۔ اور بغوی کا قول ہے کہ تمام صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرتے تھے واللہ اعلم۔

(وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ط) اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔

ای لا یعلم مقادیر ساعاتھما کما ھی الا اللہ تعالٰی فان تقدیم اسمہ تعالٰی مبتدأ مبنیا علیہ یقدر دال علی الاختصاص علی ما ذھب الیہ الزمخشری۔

یعنی دن اور رات کی واقعی مقدار کو سوائے حق سبحانہٗ و تعالٰی کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ اللہ تعالٰی کے اسم (اللہ) کی تقدیم بمتدا ہے جس پر یقدر (فعل بصورت خبر) مبنی ہے (جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر جملہ فعلیہ ہے) جو اختصاص پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف کا قول ہے اور اس کا مطلب ہے کہ دن اور رات کے اوقات کا واقعی اندازہ حق سبحانہٗ و تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔

(عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ) اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا۔

والمعنی علم ان الشان لن تقدروا علی تقدیر الاوقات ولن تستطیعوا ضبط الساعات۔ اور مراد یہ ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تمہاری حالت یہ ہے کہ تم اوقات کا صحیح اندازہ ہرگز نہ کر سکو گے اور نہ ہی تم سے ہرگز ضبط اوقات (حفاظت اوقات) ہو سکے گی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام قیام شب فرماتے اور کسی کو اندازہ نہ ہوتا کہ تہائی رات یا نصف رات یا دو تہائی رات کب ہوئی اور یونہی ساری رات قیام میں گزر جاتی اس خیال سے کہیں مقدار واجبہ فوت نہ ہو جائے اور یہ امر ان پر شاق تھا۔

(فَتَابَ عَلَيْكُمْ) تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔

ای بالترخیص فی ترک القیام المقدر رفع التبعۃ عنکم فی ترکہ یعنی قیام مقدرہ کے چھوڑنے میں رخصت عطا فرمائی اور سقوط مقدار کے ساتھ تم پر جو شاق و دشوار تھا اسے رفع کر دیا (ہٹا دیا) یعنی قیام شب معاف فرما دیا۔

(فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ) اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو

ای فصلّوا ما تیسر لکم من صلاۃ اللیل عبر عن الصلوۃ بالقراءۃ۔ یعنی تم نماز پڑھو رات کی نمازوں سے جس قدر تمہارے لیے آسان ہو اور قرأت کے لفظ سے نماز کی تعبیر کی گئی

یعنی قرأت سے مراد ہے نماز۔ فاء سببیہ ہے اور جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے جس طرح سورۃ مبارکہ کے آغاز میں قم اللیل کہہ کر نماز ہی مراد تھی۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ قرأت ارکان نماز (فرائض الصلوٰۃ) سے ہے اور قرأت کے رکن نماز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس جملہ سے اوپر جس قیام کا تذکرہ گزرا وہ معاف ہو گیا گویا یہ جملہ قیام سے متعلق آیات کا ناسخ ہے لیکن مطلق نماز شب کا وجوب رہا جب نماز پنجگانہ فرض ہوئیں تو نماز شب (تہجد) کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور نماز شب سب کے لیے نفل ہو گئی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نماز تہجد فرض نہ تھی بلکہ نفل ہی تھی اور یہ آیت ومن اللیل فتھجد نافلۃ لک فی نفسہٖ اس پر دلالت کر رہی ہے اور نفل کے معنی زائد کے ہیں اور اگر واجب ہوتی تو آیت میں " نافلۃ لک " کی بجائے "نافلۃ علیک" ہوتا اور تہجد کے عمومی نفل ہونے کے باوصف حضور اکرم کی اس میں خصوصیت رفعت درجات و مراتب کے لیے ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نماز تہجد سنن الزوائد سے ہے یا سنت مؤکدہ تو جمہور کے نزدیک سنن الزوائد ہی ہے یعنی مستحب ہے البتہ مستحبات میں افضل ترین ہونے کی وجہ سے اس کے ترک کو ناپسندیدہ جانا گیا جیسا کہ بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس شخص کی طرح نہ ہونا جو پہلے نماز تہجد پڑھا کرتا تھا پھر اُس نے اُسے ترک کر دیا۔

اور ترمذی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نماز شب کا التزام کرو کہ یہ گزشتہ امتوں کے صالحین کا طریقہ ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ، خطاؤں سے باز رکھنے والا اور گناہوں کو مٹا دینے والا ہے۔ اس جملہ کی تفسیر میں بعض علماء کا فرمانا ہے کہ مراد پنجگانہ نمازوں میں قرأت ہے اور حسن کا قول ہے کہ مغرب و عشاء کی قرأت مراد ہے اور نماز میں قرأت کی کتنی مقدار واجب ہے امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر فاتحہ (ام القرآن) پڑھو پھر جو کچھ چاہو پڑھو اور امام دارقطنی کی روایت فاتحہ سے پہلے ثنا پڑھنا بھی آیا ہے اور فاتحہ کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں اور جس چیز کے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے یعنی فاقرؤا ماتیسر من القرآن۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی حکم کے تحت نماز میں کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات مثل سورہ کوثر جواز صلوٰۃ کے لیے کافی ہیں یعنی اس قدر قرأت لازم ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے البتہ ان کے

نزدیک فاتحہ کے بعد قرأت سورت مسنون ہے واجب نہیں اور ان کے ساتھ امام شافعی اور امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہونے کے قائل ہیں یعنی فرض قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی سورت کا انضمام واجب ہے کما قیل فی الھدایہ۔ اور امام کے پیچھے سورت الفاتحہ کا پڑھنا اختلافی مسئلہ ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی خواہ سری ہو یا جہری سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ہے اور ان کی دلیل امام احمد اور دار قطنی کی مروی حدیث حجت ہے قرأۃ الامام قرأۃ لہ امام کی قرأت مقتدی کو بھی کافی ہے اور ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے جیسے امام محمد نے مؤطا میں بطریق موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد عن جابر روایت کیا ہے۔ ہم نے یہاں مسلک احناف کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں طویل بحث ترک کر دی ہے جسے شوق ہو وہ کتب فقہ میں نظر کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے کہ قرآن پڑھو جس طرح سے بھی تم پہ آسان ہے اور ایک قول ہے۔ کہ قرأت (فاقرؤا) سے مراد جب نماز ہے تو قرأت یا اس کی مقدار کی بحث تعلق ہی نہیں مقصد یہ ہے کہ آسانی سے جتنی نماز پڑھ سکتے ہو پڑھ لو۔ واللہ اعلم

(عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى) اُسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے۔

استئناف دوسری حکمت کو واضح کرنے کے لیے ہے اس کے سوا جو ضبط اوقات اور اس کے اندازہ نہ کر سکنے کے بارے میں گزرا اس کا تقاضا یہ تھا کہ رخصت اور رعایت ہو تو فرمایا ای علم ان الشان سیکون منکم مرضی یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ حالت یہ بھی ہوگی کہ تم میں جلد کچھ بیمار بھی ہوں گے اور ان پہ یہ امر (قیام شب) دشوار ہوگا۔

(وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ـ) اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے۔

ای یسافرون فیھا للتجارۃ وھو الربح وقد عمم ابتغاء الفضل لتحصیل العلم یعنی زمین تجارت وغیرہ کے لیے سفر کریں گے اور تجارت وکار وبار فضل تلاش کرنے کے معانی میں عام ہے اور فضل اللہ سے مراد تحصیل علم کے لیے نکلنا بھی ہے ایک قول ہے کہ حج وعمرہ کے لیے نکلیں گے۔

(وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے پھرتے ہوں گے۔

یعنی المجاہدین وفی قرن المسافرین لابتغاء فضل اللہ تعالیٰ بھم اشارۃ الیٰ
ہم خوہم فی الاجر یعنی جہاد کرنے والے اور ان کا اپنے لیے حالت سفر میں اللہ کا فضل تلاش
کرنے میں اشارہ ہے کہ ان کے لیے ایک نوع کا ثواب ہوگا۔ ابن مردویہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے شہروں میں سے
کسی شہر میں کوئی مال با امید ثواب فروخت کرنے کے لیے لائے اور اسی روز کے بھاؤ پر بیچ دے تو
اللہ کے نزدیک اس کے لیے منزلت ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا واٰخرون یضربون
فی الارض الخ والمراد انہٗ عزوجل علم ان سیکون من المومنین من یشق
علیہ القیام کما علم سبحانہ عسر احصاء تقدیر الاوقات۔ تاہم مراد یہ ہے کہ
حق سبحانہ وتعالیٰ کو اسی طرح معلوم ہے کہ اہلِ ایمان میں جلد ہی ایسے لوگ ہوں گے جن پر قیام شب
شاق ہوگا جس طرح کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو معلوم ہے کہ لوگوں سے ضبط اوقات نہ ہو سکے گا۔ اور
ان کے احصاء میں تنگی ہوگی۔

(فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ) تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو

ای من القراٰن من غیر تحمل المشاق یعنی قرآن حکیم میں سے جتنا بغیر بوجھ کے پڑھا
جا سکے پڑھو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم میں سے جو آسانی کے ساتھ پڑھ لیا جائے وہ تعمیل
حکم کو کافی ہوگا البتہ قرأت قرآن میں اعتدال پسندیدہ امر ہے اور طاقت سے زیادہ کی قرأت
نامناسب ہے صحیح بخاری میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احب الاعمال
الی اللہ ادومہا وان قل۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ بلحاظ
مقدار تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور پانچوں وقت کی نماز کی فرضیت سے
یہ بھی منسوخ ہو گیا اور قیام شب بطور مستحب باقی رہا۔

(وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ) اور نماز قائم رکھو

ای المفروضۃ یعنی فرض نمازیں۔

(وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ) اور زکوٰۃ دو

ای الزکوٰۃ المفروضۃ یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرو جو فرض ٹھہرائی گئی۔ اس آیت میں اشکال
ہے سورت المزمل مکہ مکرمہ ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور نمازوں کی فرضیت
ہجرت سے پہلے ہوئی اور رہی زکوٰۃ تو وہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اور یہی ایک وجہ

ہے کہ بعض نے ان آیات کو مدنی کہا اور بعض نے کہا کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہوئی تھی البتہ یہ فرضیت جب تعیین نصاب کے ساتھ نہ تھی اور تعیین نصاب مدینہ میں فرض ہوا اور بعض نے علماء نے کہا کہ فرضیت تو نازل ہوگئی ہو مگر حکم کو نزول کے بعد مئوخر فرمایا گیا ہو اگرچہ یہ درست نہیں۔ تاہم مراد زکوٰۃ مفروضہ ہی ہے۔ واللہ اعلم

(وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا) اور اللہ کو اچھا قرض دو۔

ارید بہ الانفاقات فی سبل الخیرات او اداء زکوٰۃ علی احسن الوجوہ وانفعہا للفقراء۔ اس سے مراد نیکی کی راہوں میں خرچ کرنا اور زکوٰۃ کو ایسے انتہائی اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے جو فقراء و مستحقین کے لیے بہت زیادہ سُود مند ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قرض حسنہ سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ اور راہ خدا سے مراد قرابت داروں اور مہمانوں پر خرچ کرنا ہے ایک قول ہے مراد تمام صدقات ہیں خواہ واجبہ ہوں یا مستحبہ۔ اور خوشدلی سے خرچ کرنا ہے۔

(وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ) اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجوگے۔

ای خیر کان مما ذکر وما لم یذکر یعنی وہ نیکی و بھلائی جس کا ذکر پیچھے گزرا اور وہ بھی جس کا ذکر نہیں کیا گیا یہاں "خیر" کا لفظ مطلق ہے جو ہر بھلائی کو شامل ہے خواہ اس کا تعلق مالی و بدنی عبادات سے یا دیگر امور سے۔ اور بعض نے کہا کہ خیر سے مراد مفید مال ہے یعنی وہ مال جو حلال و جائز ذریعہ سے کما کر راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم اور وما تنفقوا من خیر یوف الیکم۔

(تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ) اُسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔

ای من الذی تؤخرونہ الی الوصیۃ عند الموت۔ یعنی اس مال میں سے جو تم مرتے وقت وصیت کے لیے چھوڑتے ہو بہتر ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ مال جو تم نے اپنی زندگی میں راہ خدا میں خرچ کیا ہے وہ اس سے اجر و ثواب میں کہیں بڑھ کر اور بہتر ہے جو تم بوقت خرچ کرنے کی وصیت کر دیا ورثاء کے لیے چھوڑ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ وہی تمہارا مال ہے جو تم نے کھا پی لیا اور راہ خدا میں خرچ کر لیا باقی سب مال وارثوں کا ہے۔

(وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ) اور اللہ سے بخشش مانگو۔

ای فی کافۃ احوالکم فان الانسان قلما یخلو مما یعد تفریطا بالنسبۃ الیہ۔
یعنی اپنے تمام احوال پر حق سبحانہ وتعالیٰ سے بخشش مانگیں کیونکہ انسان اطاعت الٰہی کے تعلق ونسبت سے کبھی بھی نقصان وقصور سے خالی نہیں ہوتا اور صوفیاء کا اسی لیے فرمانا ہے کہ عابد کو اپنی عبادت پر نظر نہ کرنی چاہیے کہ معلوم نہیں اللہ کے ہاں اس کی کیا حیثیت ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ہمیشہ عاجزی کرے، اعمال پر نہ ہی نظر کرے اور نہ ہی ان پر بھروسہ کر بیٹھے بلکہ اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرے اور اطاعت کے جیسا کہ اس کا معنیٰ ہے خود کو کمتر جان کر بخشش مانگتا رہے یہ استغفار اُسے نہ صرف الٰہی کا سزاوار بنادے گا بلکہ اس کے اعمال کے حسن کو نکھار دے گا اور قصور ونقصان طاعت کے باوصف قبولیت اعمال کا سامان بن جائے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور باوجودیکہ آپ ساری مخلوق میں محمود وبزرگ وبرتر ہیں آپ کا ارشاد ہے ماعرفناک حق معرفتک اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ لا احصی ثناء علیک انک انت کما اثنیت علی نفسک۔ اور یہاں نماز وزکوٰۃ اور قرض حسنہ کے امور کے بعد استغفار ذکر اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ ہر حال میں بخشش مانگتے رہو۔

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فیغفر سبحانہ ذنب من استغفرہ ویرحمہ عزوجل۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ گناہ کو بخشش دیتا ہے جو اُس سے اس کی معافی مانگے اور وہ اس پر مہربانی فرما دیتا ہے۔ اور یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی شان ہے کہ وہ پردہ پوشی فرمانے والا اور انتہائی معاف کرنے والا اور غایت درجہ مہربان ہے اور طاعات پر اجر وثواب عطا فرمانے والا ہے وہ چاہے تو معمولی عمل کا عظیم ثواب عطا فرما دے اور بندے کی نجات کا سامان کر دے۔ ہم اس کریم بے مثل سے ایسے ہی کرم کے خواستگار ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے ماں باپ اور تمام مومنوں کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے کرم کی خیرات سے نوازش فرمائے۔

الحمد للہ آج سورۃ المزمل کی تفسیر مکمل ہوئی
۱۴ / صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

سورۃ مدثر مکیۃ

اس سورۃ میں دو رکوع، چھپن آیات، دو سو چھپن کلمات اور ایک ہزار دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ	اے بالا پوش اوڑھنے والے۔
قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ	کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ	اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ	اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ	اور بتوں سے دور رہو
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ	اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو
وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۗ	اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔
فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ	پھر جب صور پھونکا جائے گا۔
فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ	تو وہ دن کڑا دن ہے۔
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ	کافروں پر آسان نہیں۔
ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ	اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔
وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ	اور اسے وسیع مال دیا۔
وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ	اور بیٹے دیے سامنے حاضر رہتے۔
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ	اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں۔
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ	پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔
كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۭ	ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۭ	قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں
اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ	بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝
ثُمَّ نَظَرَ ۝
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝
ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝
فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝
اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝
سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝
لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝
وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ
وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا
يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ
وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ
الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ
كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا
هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝

تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔
پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔
پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔
پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔
پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔
پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا
یہ نہیں مگر آدمی کا کلام
کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں
اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔
نہ چھوڑے نہ لگی رکھے۔
آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔
اس پر انیس داروغہ ہیں۔
اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر فرشتے اور
ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو اس
لیے کہ کتاب والوں کو یقین آجائے اور ایمان
والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں
کو کوئی شک نہ رہے اور دل کے روگی اور کافر
کہیں اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب
ہے یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت
فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں
کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر
آدمی کے لیے نصیحت۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مدثر پ ۲۹

یاایہا اے — المدثر چادر اوڑھنے والے — قم کھڑا ہو — فانذر ڈراؤ

و۔اور	ربک۔اپنے رب کی	فکبر۔بڑائی بیان کر	و۔اور
ثیابک۔اپنے کپڑے	فطھر۔پاک رکھ	و۔اور	الرجز۔بتوں کی پلیدی کو۔
فاھجر۔چھوڑ دے	و۔اور	لا۔نہ	تمنن۔احسان کر
تستکثر۔زیادہ لینے کے لیے	و۔اور	لربک۔اپنے رب کے لیے	فاصبر۔صبر کر
فاذا۔پھر جب	نقر۔پھونکا جائے گا	فی۔بیچ	الناقور۔صور کے
فذلک۔تو یہ	یومئذ۔دن ہوگا	یوم۔دن	عسیر۔مشکل
علی۔اوپر	الکفرین۔کافروں کے	غیر۔نہیں ہوگا	یسیر۔آسان
ذر۔چھوڑ	نی۔مجھ کو	و۔اور	من۔اسکو جسے
خلقت۔میں نے پیدا کیا	وحیدا۔اکیلا	و۔اور	جعلت۔بنایا میں نے
لہ۔اس کے لیے	مالا۔مال	ممدودا۔لمبا	و۔اور
بنین۔بیٹے	شھودا۔حاضر	و۔اور	مھدت۔تیاری کی بینے
لہ۔اس کے لیے	تمھیدا۔پوری تیاری	ثم۔پھر	یطمع۔امید رکھتا ہے
ان۔یہ کہ	ازید۔میں زیادہ دوں	کلا۔ہرگز نہیں	انہ۔بیشک وہ
کان۔تھا	لایتنا۔ہماری آیتوں سے	عنیدا۔عناد رکھنے والا	سارھقہ۔جلدی چڑھاؤنگا اسکو
صعودا۔صعود پر	انہ۔بیشک اس نے	فکر۔سوچا	و۔اور
قدر۔اندازہ کیا	فقتل۔پھر مارا جائے	کیف۔کس طرح	قدر۔اندازہ کیا۔
ثم۔پھر	قتل۔مارا جائے	کیف۔کس طرح	قدر۔اس نے اندازہ کیا
ثم۔پھر	نظر۔دیکھا	ثم۔پھر	عبس۔تیوری چڑھائی
و۔اور	بسر۔منہ بنایا	ثم۔پھر	ادبر۔پیٹھ پھیری
و۔اور	استکبر۔تکبر کیا	فقال۔پھر کہا	ان۔نہیں
ھذا۔یہ	الا۔مگر	سحر۔جادو	یؤثر۔پہلوں سے سیکھا ہوا
ان۔نہیں	ھذا۔یہ	الا۔مگر	قول۔بات
البشر۔آدمی کی	ساصلیہ۔جلدی داخل کرونگا میں اسکو		سقر۔دوزخ میں
و۔اور	ما۔کیا	ادرٰک۔جانے تو	ما۔کیا ہے
سقر۔دوزخ	لا۔نہیں	تبقی۔چھوڑے گی	و۔اور

لا۔ نہیں
علیھا۔ اس پر ہیں
ما۔ نہیں
فتنۃ۔ آزمائش
الذین۔ وہ جو
یزداد۔ زیادہ کرے
و۔ اور
اوتوا۔ دیے گئے
و۔ اور
قلوبھم۔ انکے دلوں کے
ماذا۔ کیا
مثلا۔ مثال سے
من۔ جسے
من۔ جسے
یعلم۔ جانتا
الا۔ مگر
ھی۔ وہ

تذر۔ باقی رکھتی
تسعۃ عشر۔ انیس فرشتے
جعلنا۔ بنائی ہم نے
للذین۔ ان کے لیے جو
اوتوا۔ دیے گئے
الذین۔ انکو جو
لا۔ نہ
الکتب۔ کتاب
یقول۔ تاکہ کہیں
مرض۔ بیماری ہے
اراد۔ ارادہ کیا
کذلک۔ اسی طرح
یشاء۔ چاہے
یشاء۔ چاہے
جنود۔ لشکروں کو
ھو۔ وہی
الا۔ مگر

لواحۃ۔ آثار لیتا ہے
عدتھم۔ انکی گنتی
کفروا۔ کافر ہیں
الکتب۔ کتاب
امنوا۔ ایمان لائے
یرتاب۔ شک کریں
و۔ اور
الذین۔ وہ کہ
و۔ اور
اللہ۔ اللہ نے
یضل۔ گمراہ کرتا ہے
و۔ اور
و۔ اور
ربک۔ تیرے رب کو
و۔ اور
ذکری۔ نصیحت

للبشر۔ بدن
و۔ اور
الا۔ مگر
لیستیقن۔ تاکہ یقین کریں
و۔ اور
ایمانا۔ ایمان میں
الذین۔ وہ جو
المؤمنون۔ مومن
فی۔ بیچ
الکفرون۔ کافر
بھذا۔ اس
اللہ۔ اللہ
یھدی۔ ہدایت دیتا ہے
ما۔ نہیں
الا۔ مگر
ما۔ نہیں
للبشر۔ واسطے آدمی کے

سُورتُ المدّثّر

ابن عطیہ کا قول ہے کہ سورت المدثر کے مکی ہونے پر اجماع ہے اور تحریر میں ہے کہ مقاتل نے کہا کہ سوائے ایک آیت وَمَا جعلنا عدتھم الا فتنۃ۔۔۔۔ الخ کے باقی سورہ مبارکہ بالکلیہ مکی ہیں اس کی کل آیات چھپن اور دو رکوع ہیں اور یہ گزشتہ سورۃ (المزمل) سے تواماں ہے اس لیے کہ دونوں سورتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کے ساتھ خطاب کر کے افتتاح ہوا اور دونوں سورتوں کا شان نزول ایک ہی قصہ میں ہوا جیسا کہ مشہور ہے بزار اور طبرانی نے حضرت جابر سے بسند ضعیف روایت کی ہے

کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی خاص نام رکھ دو کہ
مکہ اور اطراف ملک میں اس نام کی شہرت ہو جائے تو لوگوں نے کہا کہ انہیں کاہن کہو تو ان کے ہی
دوسرے ساتھی بولے کہ وہ کاہن تو ہرگز نہیں پھر بولے کہ مجنون کہو پھر آپس میں کہنے لگے وہ ہرگز مجنون
بھی نہیں پھر کہنے لگے تو ساحر کہو پھر آپس میں بولے کہ وہ ساحر بھی ہرگز نہیں پھر بولے شاعر کہو
پھر خود ہی آپس میں کہنے لگے وہ شاعر بھی نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ان خیالات
کی اطلاع ہوئی تو خاطر اقدس کو ناگوار گزرا تو آپ بالاپوش اوڑھ کر لیٹ گئے تو جبرائیل علیہ السلام
نازل ہوئے اور کہا یا یھا المزمل اور یا یھا المدثر۔ شیخین (بخاری ومسلم) نے حضرت جابر
سے روایت کی ہے میں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فترۃ الوحی (وحی کے قدر رکنے کا زمانہ)
کے بارے میں فرما رہے تھے کہ میں نے راستہ چلتے ہوئے اوپر سے ایک ندا سنی نظر اٹھائی تو وہی فرشتہ جو
میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا دیکھا مجھے اس سے اس قدر
رعب ہوا کہ میں زمین کی طرف جھک گیا پھر میں نے گھر پہنچ کر خدیجہ سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھاؤ تو انہوں
نے اوڑھا دیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا یا یّھا المدثر اور اس کے بعد فحمی
الوحی وحی گرم ہو گئی اور مسلسل آنے لگی۔ یحیٰی بن کثیر نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے سب سے اول
قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ سورت المدثر ہے اُن سے پوچھا گیا کہ اقراء باسم ربک الذی
خلق سے بھی پہلے تو فرمایا ہاں میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے یونہی سنا ہے اور بخاری ومسلم کی اس
روایت میں حراء کی ایک ماہ کی خلوت گزینی کے ذکر کے بعد نزول وحی کا ذکر ہے کہ یا یھا المدثر

کہہ کر وحی نازل ہوئی محقق یہی ہے کہ المدثر کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا اور جو روایت شیخین سے ہم نے اوّل
ذکر کی ہے اس میں فرشتہ وحی کو اس سے قبل غار حراء میں دیکھنے کی صراحت ہے جو اقراء کی اولیت پر دال ہے
اور میں کہتا ہوں کہ ضروری نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول اقراء کے بعد حراء جانا بالکلیہ موقوف کر
دیا ہو لہٰذا بخاری ومسلم کی دوسری روائت میں غار حراء کا ذکر ہمارے توقف کے منافی نہیں۔ اور رہا یہ امر کہ علماء
سے بعض نے المدثر کو ہی باعتبار نزول اول کہا ہے تو اس لحاظ سے اس سورت کے اول ہونے میں شبہ نہیں
لیکن اول قرآن جو نازل ہوا وہ اقراء ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ اقراء کا نزول نبوت کے لیے تھا اور المدثر کا
نزول رسالت کے لیے ہوا۔ اور المدثر کی اولیّت اس لیے بھی کہی گئی ہے کہ یہی وہ سورت مبارکہ سبب متقدم
(یعنی رعب) کے ساتھ نازل ہوئی جب کہ اقراء بدوں سبب نزول کے نازل ہوئی لہٰذا اس حوالے یعنی اسباب

نزول کے لحاظ سے اول سورت ہے جو اتری۔ میں کہتا ہوں کہ "قم فانذر" کے جملے سے انذار کا حکم واضح ہے اور جن علماء نے کہا ہے کہ اقراء نبوت کے لیے اور المدثر رسالت کے لیے اتری درست فرمایا ہے کہ انذار رسالت کے ساتھ خاص ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبوت پر فائز ہوئے پھر رسول بنائے گئے تو واضح ہو گیا کہ اقراء ہی اول قرآن ہے اور حدیث عائشہ جو بخاری و مسلم میں ہے اس پر دلالت کر رہی ہے۔ رہا حدیث جابر تو یہ اجتہادی بات ہے اور وہ ان کی روایت سے متعلق نہیں ہے جیسا کہ متن حدیث سے مترشح ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورۃ مدثر پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝	اے بالاپوش اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ڈر سناؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور بتوں سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کئے رہو۔

(يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝) اے بالاپوش اوڑھنے والے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسیت اور ملاطفت کے طور ندا و خطاب ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ مخاطب کو اس کے نام کی بجائے اس صفت و حالت کے پیش نظر خطاب کرتے ہیں جس پر کہ مخاطب ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا "قم یا ابا تراب"۔ المدثر دراصل المتدثر ہے اور تاء دال میں مدغم ہو گئی ابی کی قرأت یونہی ہے لیس الدثار وہ اوڑھنے والا لباس جو قمیض سے اوپر ہو اور بدن کو ڈھانپنے اور اسے شعار کہتے ہیں اس اتصال کی وجہ سے جو اسے پیشانی اور سر کے بالوں کے ساتھ ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الانصار شعار والناس دثار یعنی انصار شعار اوڑھتے ہیں اور لوگ چادر، داثر بمعنی ستر یعنی ڈھانپنا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے چادر میں لپٹنے والے۔ ایک قول ہے کہ اے رداء کے

اور ایک قول ہے ی یایھا الساتر للحقیقۃ المحمدیۃ بدثار الصورۃ
ہے حقیقت محمدیہ کے صورت انسانی کی چادر میں لپیٹ کر چھپانے والے او یا ایھا
دثار لحقیقتہ یعنی اے وہ جو مخلوقات کی نظروں سے پوشیدہ ہو فلا یعرفہ
تو تمہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی تمہاری کنہ کسی کو معلوم نہیں سوائے ذات
قریش کے اس قول سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ساحر رکھو کہ آپ کی بدولت
رشتہ دار ... سے الگ ہو جاتے ہیں اور ان کی تلاوت قرآن کا اثر اس لیے دل پر ہوتا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین اور آزردہ خاطر ہوئے تو آپ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تو
... مدثر کے خطاب سے ہوا اور والرجز فاھجر تک آیات نازل ہوئیں۔

(قُمْ فَاَنْذِرْ ○) کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔

... ای قم من مضجعک او قم قیام عزم و تصمیم۔ یعنی اپنی خوابگاہ یا
... کھڑے ہوں۔ یا عزم و حوصلہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں۔ (فَاَنْذِرْ) ای فافعل
... حدثہ فلا یقصد منذر مخصوص وقیل یقدر المفعول خاصًا ای
عشیرتک الاقربین لمناسبتہ لابتداء الدعوۃ فی الواقع وقیل یقدر
... فانذر جمیع الناس لقولہ تعالٰی وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا
... ونذیرا ولم یقل ھنا وبشر لانہ کان فی ابتداء النبوۃ والانذار ھو الغالب
... وھو اکتفاء لان الانذار یلزمہ التبشیر وھذا الامر بعد ذلک
... اشارۃ عند بعض السادۃ الی مقام الجلوۃ بعد الخلوۃ فالواو الیھما
... یضًا فی حدیث کنت کنزًا مخفیا فاحببت ان اعرف۔ یعنی ڈر سناؤ یا
... کرو تو یہاں کسی مخصوص کو ڈر سنانا مقصود نہیں اور کہا گیا کہ ممکن ہے کہ مفعول خاص ہو یعنی
... اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (مثل بنی ہاشم و بنو مطلب) جیسا کہ واقع میں ابتداءً
... دعوت کی مناسبت کے لیے تھا۔ اور ایک قول ہے ہو سکتا ہے مفعول (جن کو ڈر سنایا جائے) عام
... آپ سب لوگوں کو ڈرائیں جیسا کہ حق سبحانہ و تعالٰی کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا
... لوگوں کے لیے خوشخبری اور ڈر سنانے والا اور یہاں وَبَشِّرْ نہیں کہا گیا (اور خوشخبری دیجئے)
... لیے کہ ابتدائے نبوت میں یونہی تھا اور جب انذار (ڈر سنانا) ہی غالب و فائق تھا یا پھر

انذار پر اس لیے اکتفا فرمایا گیا کہ انذار (ڈرسنانا) تبشیر (خوشخبری سنانا) کو بھی لازم وشامل ہے اور اس امر میں نذار ولطائف کے بعد بعض اکابر علماء سے منقول ہے کہ اس میں کہ خلوت کے بعد جلوت کے مقام کی طرف اشارہ ہے اور انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں کی طرف جو اشارہ ہے وہ حدیث میں بھی ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو مجھے پسند ہوا کہ میں پہچانا جاؤں الخ واضح مفہوم یہ ہے کہ تمام لوگوں کو ایمان نہ لانے پر عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔

(وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ٥) اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔

واخصص ربك بالتكبير وهو وصفه تعالىٰ بالكبرياء والعظمة اعتقادا وقولا ويروى انه لما نزل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله اكبر فكبرت خديجة وفرحت وايقنت انه الوحي وذلك لان الشيطان لا يأمر بذلك اور اپنے پروردگار کا تکبیر (بڑائی) کے ساتھ بطور خاص ذکر کرو اور وہ تکبیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا دل سے اعتقاد رکھتے ہوئے اور زبان سے کہتے ہوئے اس کی تعریف بیان کرتا ہے۔ اور روایت میں آیا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر (اللہ بڑا ہے) اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اللہ اکبر کہا اور مسرور ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ بلاشبہ یہ وحی ہی آئی ہے اور اس لیے بھی کہ شیطان تکبیر کا حکم نہیں دے سکتا۔ تکبیر کے معنی میں الوہیت در بوبیت رب میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور نہ ہی اس کے سوا کسی کو لائق عبادت جاننا اور اُسے ہر عیب ونقصان سے پاک جاننا اور اس ہی کی برتری تسلیم کرنا۔ ایک قول ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے مراد تکبیر نماز ہو (تکبیر تحریمہ) ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم نماز میں داخل ہوں تو کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" نازل فرمائی تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم نماز کا افتتاح تکبیر سے کریں۔ چونکہ یہ آیت سورت الاقراء کے بعد اتری اور اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی لہٰذا یہ آیت تکبیر تحریمہ سے متعلق نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نز[illegible]

اس آیت کی رُو سے تکبیر تحریمہ فرائض نماز میں سے ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اللہ اکبر کے سوا کو دوسرا لفظ جو مفید تعظیم الٰہی ہو جائز ہے یا نہیں امام شافعیؒ کے نزدیک اللہ اکبر اور اللہ الاکبر کے علاوہ کو دوسرا لفظ درست نہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک الرحمٰن اکبر، اللہ اجل وغیرہ الفا[illegible]

Scanned with CamScanner

ہی درست ہیں اور نماز ہو جائے گی جب کہ قاضی ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر، اللہ الکبیر اور اللہ الاکبر کہنے سے نماز منعقد ہو جائے گی البتہ ان کے علاوہ دوسرا لفظ کہنا درست نہیں امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف اللہ اکبر کہنا ہی درست ہے اور وہ دونوں ظاہرا احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں جن میں اللہ اکبر کے علاوہ اور کچھ منقول نہیں۔ البتہ وہ معذور کے لیے استثنار کرتے ہیں کہ وہ اللہ اکبر اور اللہ الکبیر اگر بآسانی کہہ سکتا ہو تو حرج نہیں ورنہ صرف اللہ اکبر ہی کہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

تطهير الثياب كناية عن تطهير النفس کپڑوں کی پاکیزگی سے نفس کی پاکیزگی کی طرف کنایہ ہے اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ باکردار اور اچھے شخص کو پاکیزہ کپڑوں والا اور بدکردار شخص کو گندے کپڑوں والا کہتے ہیں۔ ایک جماعت نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول الٰہی وثيابك فطهر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا لا تلبسها على غدرة ولا فجرة تم گندگی اور گناہ کی حالت میں لباس نہ پہنو پھر کہا کیا تم نے غیلان بن سلمہ کا شعر نہیں سنا وہ کہتا ہے ؎

فانی بحمد الله لا ثوب فاجر   لبست ولا من غدرة اتقنع

تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے گندگی کا لباس نہیں پہنا اور نہ ہی ناپاکی کی حالت و کیفیت میں کبھی چادر اوپر لی۔

اور قرطبی کا قول ہے ای وخلقك فحسن یعنی تم اپنے اخلاق کو عمدہ بناؤ اور کہا کہ یہ کپڑوں کی پاکیزگی سے مراد نفس کی پاکیزگی ہی ہے اور عنترہ کا شعر پڑھا ؎

فشککت بالرمح الطویل ثیابه   لیس الكريم على القنا بمحرم

تو مجھے اس کے نیزے جیسے لمبے کپڑوں پر شبہ ہوا لیکن وہ شخص ہرگز نہیں۔ جو قابل احترام عورت کو نگاہ اٹھا کر دیکھے یا اس کے بارے میں خبریں تلاش کرے۔

قتادہ کا قول ہے " طهرها من المعاصی گناہوں سے پاک و صاف ہونا مراد ہے اور یہاں طہارت جسمانی بھی مراد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کی نجاست سے پوشاک کو پاک رکھو

اور انہیں لمبا نہ کرو جیسا کہ مشرکین کا چلن ہے کیونکہ درازیٔ پوشاک سے طہارت متاثر ہوتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس و قلب کو پاکیزہ بناؤ اور ظاہری و باطنی نجاستوں سے بچاؤ۔ آلوسی کہتے ہیں کہ نبی

انظف واطہر اور النفس
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق میں بلحاظ لباس وپوشاک اور بلحاظ جسم وبدن
تھے تو یہاں فطہر کے امر سے مراد تواضع اور انکساری کی عادت پہ مداومت اختیار کر لینے کی ہدایت ہے
میں کہتا ہوں کہ الوسی کا قول صواب ہے حدیث قدسی ہے الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری
حق سبحانہ، وتعالیٰ کا ارشاد ہے تکبر میری چادر اور عظمت میرا تہمد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے العجز فخری عاجزی میرا سرمایہ ہے اور نماز کے بارے میں بھی یہی آیا ہے انما
الصلوۃ تمسکن وتواضع نماز نام ہی عاجزی انکساری اور تواضع کا ہے اور متواضع ہونا اعلیٰ ترین
اخلاق سے ہے اور ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق عظیمہ کے اوپر فائز تھے تو یہاں مراد
متواضع ہونا ہی ہے اور عمدہ اخلاق کا مظاہرہ فرمانا ہے یہاں تک کہ تند مزاجی درشت گوئی اور
سخت دلی تک سے پرہیز فرمانا ہے اس آیت سے فقہاء نے نماز کے لیے طہارت لباس وبدن
اور طہارت مصلی کے وجوب پر دلالت کی ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ اور بتوں سے دور رہو۔

قال القتبی الرجز العذاب واصلہ الاضطراب قتبی کا قول ہے "الرجز"
سے مراد عذاب ہے اور اس کی اصل اضطراب ہے وقد اقیم مقام سببہ المؤدی
الیہ من الماٰثم فکانہ قیل اھجر الماٰثم والمعاصی المؤدی الی العذاب
او الکلام بتقدیر مضاف ای اسباب الرجز اور وہ حالت ہوتی ہے جو گناہوں کی وجہ
سے اس کی طرف مددگار ہوتی ہے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ گناہ ومعصیت کے وہ تمام کام چھوڑ دو
جو عذاب کا باعث بنتے ہیں یا بتقدیر مضاف کلام کا مفہوم کہ وہ امور جو عذاب کا سبب ہیں انہیں
ترک کر دو ابن عباس کا قول ہے الرجز السخط رجز سے مراد اللہ کی ناراضگی کے کام ہیں اور
حسن کا قول ہے الرجز بالمعصیۃ رجز سے مراد گناہ ونافرمانی ہے۔ نخعی کا قول ہے رجز سے
مراد (بالاثم) گناہ ہیں چونکہ مخاطب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ان تمام امور سے مبراء ومنزہ
ہیں تو مراد یہ ہے ایاک اعنی واسمعی یعنی مجھی ہی سے مدد چاہو اور میری ہی اطاعت کرو
یا مراد ہے کہ ان امور کے چھوڑنے پر مداومت کرو اور ثابت قدم رہو۔ ایک قول ہے الرجز
اسم لصنمین اساف ونائلہ رجز سے مراد ہے دو بت اساف اور نائلہ اور ایک قول

ہے الاصنام عموماً رجز سے مراد عام طور پر بت ہی ہیں عکرمہ اور زہری کا قول ہے "والرجز فاھجر"

جامع کلام ہے جس کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے کانہ قیل اہجر الجفاء والسفہ وکل شیئ یقبح گویا کہ کہا جا رہا ہے کہ ظلم و زیادتی اور بد اخلاقی اور ہر وہ بات جو مکروہ و قبیح ہے ترک کر دیں۔
رُجْز لغت قریش میں رِجْز (راء کے کسرہ کے ساتھ) ہے جس کے معنی عذاب کے ہیں اور مجاہد کا قول ہے کہ رُجْز (مضموم راء کے ساتھ) کے معنی ہیں القسم یعنی بُت۔ بعض صوفیاء کا قول ہے ای نفسك فخالفہا یعنی اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرو یعنی نفس کی بات نہ مانو۔ واللہ اعلم

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

ای ولا تعط مستکثرًا ای طالبا للکثیر ممن تعطیہ قالہ ابن عباس۔
ابن عباس کا قول ہے کہ زیادہ لینے کے لیے کسی کو عطا نہ کرو یعنی جو کچھ تم نے کسی کو دیا ہے اس سے زیادہ کے طلبگار نہ ہو ابن زید کا قول ہے لاتمنن بما اعطاك اللہ تعالیٰ من النبوۃ والقرآن مستکثرا بہ ای طالبا کثیر الاجر من الناس تم اس کا جو اللہ نے نبوت و قرآن سے تمہیں عطا فرمایا لوگوں پر احسان نہ رکھو کہ تمہیں زیادہ ملے یعنی تم لوگوں سے اس کے عوض زیادہ بدلہ چاہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کسی کو عطا فرمادیں از رہ کرم عطا فرمائیں اُس سے کسی منفعت (فائدہ) یا بدلہ کی نیت نہ رکھیں۔ اور صرف رضائے الٰہی کے لیے خرچ کریں اور کسی اجر و بدلہ کی خواہش نہ رکھیں۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ اور اپنے رب کے لیے صبر کئے رہو۔

قیل علی أذی المشرکین وقیل علی اداء الفرائض وقال ابن زید علی حرب الاحمر والاسود وفیہ بعد اذ لم یکن جہاد یوم نزولہا وعن النخعی علی عطیتك۔ ایک قول ہے کہ مشرکین کی ایذاء رسانیوں پر صبر کریں ایک قول ہے کہ فرائض کی ادائیگی صبر کے ساتھ بجا لائیں۔ ابن زید کا قول ہے سرخ و سیاہ کی جنگ پر صبر کرو اور اس میں بُعد (دوری) ہے کیونکہ اس کے نزول کے دن ابھی جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اور نخعی کا قول ہے کہ اپنے عطا اور نوازشات پر اللہ کی رضا کے لیے صبر کرو اور بدلہ نہ چاہو۔ اور یہاں صبر سے مراد مشرکین کی ایذاؤں پر صبر ہے اور ابن عباس سے منقول ہے کہ قرآن حکیم میں صبر کا حکم تین وجوہ پر کیا ہے اول فرائض کی ادائیگی پر صبر اور اس صبر کا اجر تین سو درجات ہیں اور دوم محارم الٰہیہ (وہ امور جو اللہ نے حرام و ممنوع

ٹھہرائے) پر صبر اور اس صبر کی نوع پر چھ سو درجات کا اجر ہے اور سوم صدمات پر اور مصائب پر صبر اور اس نوع پر تو نو سو درجات کا اجر ہے۔ اور یہ اس لیے کہ نفس پر یہ سب سے زیادہ شدید ہے اور اسے یقین مزید کے ساتھ سکون و وقار سے اس پر قائم ہونا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " أسئالك من اليقين ما تهون به على مصائب الدنيا" اے اللہ میں تم سے اس یقین کا سوال کرتا ہے جس کے ساتھ دنیاوی مصائب کا نرمی اور وقار کے ساتھ بار اٹھا سکوں یا جس سے مصائب دنیا آسان ہو جائیں۔ اور علماء بیان فرماتے ہیں صبر اپنے حکم کے اعتبار سے چار قسم ہیں اول فرض جیسے محظورات اور واجبات اور نوافل کی ادائیگی پر صبر دوم صبر جیسے مکروہات سے بچنے پر صبر سوم مستونات اور مکروہات پر صبر اور چہارم مستونات کی ادائیگی اور مکروہ و حرام امور پر صبر اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا (القرآن) اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی قدر ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میرے بندوں میں سے کوئی بندہ اپنے جسم و بدن یا مال یا اولاد کے بارے میں مبتلائے مصیبت ہوتا ہے اور پھر اس مصیبت کا صبر جمیل کے ساتھ سامنا کرتا ہے تو روز قیامت مجھے حیا مانع ہوگی کہ میں اس شخص کے لیے اعمال کا ترازو تولوں یا اس کے اعمالنامے کو کھولوں۔

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ پھر جب صور پھونکا جائے گا۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ تو وہ دن کڑا دن ہے۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ کافروں پر آسان نہیں۔

(فَاِذَا نُقِرَ) جب پھونکا جائے گا۔

ای نفخ یعنی جب پھونکا جائے گا۔ نقر کے معنی ہیں کسی چیز کو منہ سے اس قدر بجانا یا مارنا کہ اس میں سوراخ ہو جائے پرندے کی چونچ کو منقار کہتے ہیں۔ فَاِذَا میں فاء سببیہ ہے اور تعقیب کے لیے ہے اور سیاق کلام سے مطلب یہ ہوگا کہ وہ وقت جلد آ رہا ہے کہ تمہیں کفار کی ایذا رسانی پر صبر کا عظیم اجر عطا ہوگا جب کہ کفار اپنے کئے پر ایسی دائمی دشواریوں میں پڑیں گے جن سے رہائی نہ ہوگی۔

(فِی النَّاقُوْرِ ۝) صور میں

ای فی الصور یعنی صور (سنکھ) میں فاعول من النقر، نقر سے فاعول ہے بمعنی التصویت یعنی آواز پیدا کرنا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا یعنی جب

نفخہ ثانیہ پھونکا جائے گا جس کو سُن کر سب جی اٹھیں گے اسے نفخۂ بعث بھی کہتے ہیں یہی روز حشر ہے۔ اللہ نے صور کو سفید بلور کی طرح چمکدار موتی سے بنایا اور اس کے پھونکنے پر اسرافیل علیہ السلام مقرر کیے گئے جو پیشانی جھکائے امرِ الٰہی کے منتظر موجود ہیں کہ جونہی حکم ہو تعمیل ارشاد کریں۔

(فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝) تو وہ دن کڑا دن ہے۔

فالمعنی اذا نقر فی الناقور عسر الامر علی الکافرین معنی یہ ہے جب صور پھونکا جائے گا تو کافروں پر معاملہ دشوار ہو جائے گا۔ "ذٰلک" سے صور پھونکنے کے وقت کا اشارہ ہے یعنی یوم النقر ہی یومٌ عسیر ہے۔

(عَلَی الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝) کافروں پر آسان نہیں۔

ای سھل بعد قولہ تعالیٰ عسیر تاکید عسرہ علی الکافرین حق سبحانہٗ کے قول یوم عسیر (دشوار دن) کی تاکید ہے کہ کفار پر دشوار ہو گا اور آسان نہ ہو گا اور اسی کے ساتھ اس امر کی طرف بھی مشیر ہے کہ وہ دن اہل ایمان وطاعت پر بفضلہ تعالیٰ آسان اور سہل ہو گا۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۝ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝

اُسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اُسے وسیع مال دیا۔ اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔ اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے قریب ہے کہ میں اُسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

(ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝) اُسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں اتریں۔ مجاہد کا قول ہے ای ذرنی وحدی معہ فانا اغنیك فی الانتقام عن کل منتقم او من التاء فی خلقت ای خلقتہ وحدی لم یشرکنی فی خلقہ أحد فانا أھلکہ لا أحتاج الی ناصر فی اھلاکہ یعنی مجھے اس کے واسطے

اکیلا ہی چھوڑ دو کہ میں سر انتقام لینے والے کی نسبت اُس سے انتقام میں (نمٹنے میں) خود ہی کافی ہوں یا یہ
خَلَقْتُ کی تا، میں (واحد متکلم کا صیغہ) کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اُسے بغیر کسی شریک کے خود تنہا اکیلے
ہی پیدا کیا تو مجھے اس کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی اس کو
ہلاک کردوں گا۔ ابوحیان کا قول ہے ای ومن خلقته وحید فرید الامال له ولا ولد یعنی
میں نے اُسے ماں کے پیٹ میں اکیلا و تنہا پیدا کیا اس وقت اس کے پاس نہ مال تھا نہ اولاد تھی۔ ایک
قول ہے وحیدا فی الخبث والشرارۃ او وحیدا عن ابیه لانه کان دعیا لم یعرف
نسبه لمغیرۃ حقیقة کما مر فی سورۃ نون۔ یعنی خباثت و شرارت میں فرد تھا یا یہ
اپنے باپ کی طرف سے اکیلا وحید تھا کیونکہ وہ اسی نام سے پکارا جاتا تھا (اور ولید کی قوم اُسے دعیم
کے لقب سے یاد کرتی تھی) اور مغیرہ کی طرف اس کا نسب ہرگز معروف (مستحق نہ تھا) جیسا کہ سورہ
نون میں اس کا ذکر گزرا" عتل بعد ذالك زنیم" بدزبان ہے اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل ہی
خطا۔ اس آیت میں اُسے بطور استخفاف کہا گیا۔

وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ اور اُسے وسیع مال دیا۔

ای مبسوطا کثیرا یعنی بہت زیادہ وسیع اور بکثرت اور ممدودا بالنماء یا ترقی کی وجہ
سے بہت وسیع ہوگیا۔ وقیل کان له الضرع والزرع والتجارۃ اور ایک قول ہے کہ
اس کے لیے باغات، کھیتیاں اور تجارت کا وسیع سلسلہ تھا۔ ابن عباس سے مروی ہے جو کچھ اس
کے پاس تھا وہ مکہ اور طائف کے درمیان) اونٹ، نعمتیں میوے اور باغات اور غلام بکثرت تھے
ابن عباس، مجاہد اور ابن جبیر کا قول کہ اس کے پاس ایک ہزار دینار تھے قتادہ کا قول ہے چھ ہزار
دینار تھے ایک قول ہے نو ہزار دینار تھے اور سفیان ثوری سے دو قول منقول ہیں ایک قول ہے
چار ہزار اور دوسرے قول کے مطابق ایک لاکھ دینار تھے۔ ایک قول ہے کہ اس کا ایک باغ
طائف میں تھا جس کے پھل اور میوے سردیاں گرمیاں ختم نہ ہوتے تھے نعمان بن بشیر کا قول ہے
المال الممدود سے مراد زرعی زمین ہے کیونکہ وہ بہت بڑھ گئی تھی (زیادہ ہوگئی تھی)

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔

حضورا معه بمكة يتمتع بمشاهدتهم لا يفارقونه للتصرف فی
عمل او تجارة لكونهم مكفيين لوفور نعمهم وكثرة خدمهم وعن
مجاهد انهم عشرة وقيل ثلاثة عشر وقيل سبعة كلهم رجال الوليد[۱]

ولید وخالد وھشام وقد اسلم ھؤلاء الثلاثۃ والعاص وقیس وعبد شمس وعمارۃ واختلفت الروایۃ فیہ انہ قتل یوم بدر او قتلہ النجاشی لجنایۃ جنت الیہ فی حرم الملک ۔ اس کے ہمراہ مکہ میں موجود تھے وہ انہیں دیکھ کر مسرور ہوتا وہ بیٹے تجارت یا کسی اور کام کی غرض سے اُس سے جُدا نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ وہ مال و دولت کی کثرت و خدام کی زیادہ تعداد کی وجہ سے ان تمام امور میں خود کفیل تھے اور مجاہد سے مروی ہے کہ وہ دس تھے اور ایک قول ہے کہ تیرہ بیٹے تھے اور ایک قول ہے کہ سات اور سبھی جوانمرد تھے ان میں سے ولید بن ولید، خالد بن ولید اور ہشام بن ولید بھی تھے اور یہ تینوں ہی مشرف باسلام ہوئے اور عاص، قیس، عبد شمس اور عمارۃ باقی چار تھے (جو اسلام نہ لائے) اور اختلاف روایت سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ یوم بدر مقتول ہوا یا اُسے نجاشی شاہ حبشہ نے اس خیانت میں جو بادشاہ کے حرم سے متعلق تھی قتل کرایا۔ تاہم اس پر اتفاق ہے کہ وہ حالت کفر پر قتل ہوا۔

(وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ٥) اور میں نے اس کے لیے طرح طرح کی تیاریاں کیں۔

بسطت لہ الریاسۃ والجاہ العریض فاتممت علیہ نعمتی الجاہ والمال و اجتماعھما ھو الکمال عند اھل الدنیا واصل التمھید التسویۃ والتھیئۃ و تجوز بہ عن بسطۃ المال والجاہ وکان لکثرۃ غناہ ونضارۃ حالہ الرائقۃ فی الاعین منظرا ومخبرا یلقب بریحانۃ قریش وکذا کانوا یلقبونہ بالوحید بمعنی المنفرد باستحقاق الریاسۃ وعن ابن عباس وسعت لہ ما بین الیمن الی الشام وعن مجاھد مھدت لہ المال بعضہ فوق بعض کما یمھد الفراش یعنی میں نے (اللہ نے) اس کے لیے ریاست اور لمبی چوڑی (وسیع) جاہ و حشمت کا معاملہ کشادہ کیا (سجایا) پھر میں نے جاہ و مال کے ساتھ اس پر اپنی نعمت پوری کی اور ان دونوں نعمتوں کا اکٹھے میسر ہونا اہل دنیا کے نزدیک بڑا کمال و برتری ہے اور التمھید کی اصل التسویۃ والتھیئۃ جس کے معنی سامان درست کرنے اور قسم کی تیاری کرنے کے یا طول عمر کے ہیں اور اس سے مال و جاہ کی کشادگی اور طرح طرح کی تیاری (جیسے عیش کی زندگی اور طوالت عمر) مراد ہے اور اس کے مال اور تونگری کی کثرت اور اس کی خوشحالی اور بڑائی (پیشوائی) دیکھنے والوں کو نظر آتی اور معلوم ہوتی تھی لوگ اس کو "ریحانۃ قریش" کے لقب سے یاد کرتے تھے اور یونہی اسے

وحید کے لقب سے پکارتے تھے جس کے معنی منفرد (یکتا) کے ہیں یعنی استحقاق ریاست کے لیے اُسے یکتا جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے لیے جو کچھ بین سے شام کے درمیان ہے وسعت عطا کی گئی تھی۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کے مال دولت میں سے بعض کو بعض پر اس طرح درست کیا جس طرح ہنڈی مل درست ہو کر چھا جاتا ہے یا جس طرح سامان بچھانیوالا درست کرتا یا سجاتا ہے)

(ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ٥) پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں

لانہ مناف لما ھو علیہ من کفران النعم و معاندۃ المنعم اس کی نعمتوں پر ناشکری اور منعم (ذات باری) سے عناد اس بات کے منافی ہے کہ میں اُسے مزید عطا کروں علاوہ ناشکری کے باوجود وہ اس حرص میں مبتلا ہے کہ میں اُسے زیادہ دوں گا۔

(كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ٥) ہرگز نہیں۔ وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔

(كَلَّا) ہرگز نہیں ردع و زجر لہ عن طمعہ الفارغ و قطع لرجائہ الخائب۔ بطور انتباہ اور توبیخ اس پر شدت ہے کہ وہ کیسی حرص لگائے بیٹھا ہے اور کیسی فضول و بےہودہ اُمید رکھتا ہے یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا اگلے جملے میں اس کی علت کا بیان ہے۔

(إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ٥) وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔

ای انہ کان معاند الآیات المنعم وھی دلائل توحیدہ او الآیات القرآنیۃ یعنی وہ تو نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کریم کی آیتوں سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے اور وہ آیات اللہ پاک کی توحید کے دلائل و براہین یا قرآن حکیم کی آیات ہیں مقاتل کا قول ہے ما زال الولید بعد نزول ھذہ الآیۃ فی نقص من مالہ و ولدہ حتی ھلک اس آیت کے نزول کے بعد ولید کے مال و اولاد میں زوالِ کمی آنی شروع ہوئی یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔ یہ جملہ مستانفہ استئناف بیان ہے اور جو کچھ اس سے پہلے کہا گیا ہے اسکی تعلیل ہے۔ اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ مخالفت حق اور نعمتوں کی ناقدری زوال و کمی کا باعث ہے۔

(سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ٥) قریب ہے کہ میں اُسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

ای ساغشیہ عقبۃ شاقۃ المصعد یعنی جلد ہی میں ایسا سخت عذاب جو نا[illegible]

عذابوں سے بڑھ کر شدید ہے اس پر مسلط کروں گا جو اس پر چھا جائے گا۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم وغیرہ نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے الصعود جبل من النار یصعد فیہ سبعین خریفا ثم یھوی فیہ کذالک ابدا۔ صعود دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے کافر ستر برس تک اس پر چڑھتا رہے گا پھر لڑھک کر نیچے گرے گا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا یعنی چڑھتا اور گرتا رہے گا۔

اِنَّہٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدۡبَرَ وَاسۡتَکۡبَرَ ۝ فَقَالَ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ۝ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ ۝	بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔ پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مگر آدمی کا کلام

(اِنَّہٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۝) بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔ آیات الٰہی سے ولید کے عناد کا بیان ہے یا پھر وعید جو اسے سنائی گئی (سارھقہ صعودا) کی علت کا بیان ہے۔ ای انہٗ فکر ما ذا یقول فی شان القرآن و قدر فی نفسہ ما یقول۔ یعنی اس نے سوچا اور قرآن حکیم کے بارے میں یا وہ گوئی کی اور جو کچھ کہا اس نے اس پر اپنے جی میں کچھ ٹھہرایا (رائے قائم کی)

(فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝) تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی

فَقُتِلَ۔ فاء تعقیب ہے کہ اس نے سوچا اور ٹھہرایا ایسے سوچنے اور ٹھہرانے پر اس پر اللہ کا عذاب و پھٹکار ہو یعنی وہ رحمت باری سے محروم ہو گیا۔ قرآن حکیم میں اس کی نظیریں ہیں جیسے قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔ اللہ انہیں ہلاک کرے (عذاب دے) کیا بہتان باندھتے ہیں۔ یا پھر اس کے ایسا ٹھہرانے پر تعجب کے طور پر فرمایا ہے اور اہل عرب کا عرف و عادت ہے احمقوں کی بعد بر سبیل دعا وہ کہتے ہیں قتلہ اللہ ما اشجعہ اللہ اسے ہلاک کرے اس کی کیسی بے باکی ہے۔ (کَیۡفَ قَدَّرَ) کیسی ٹھہرائی۔ کیف استفہام انکاری ہے اور بطور زجر و توبیخ ہے اور اس کی جرأت و بے باکی رائے پر اظہار تعجب ہے اور ایسی نازیبا بات پر استہزاء ہے کہ

دانائی کے ادعا کے باوصف کیسی بودی اور لغو بات بکتا ہے۔ اور محی السنۃ بغوی نے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حٰم ٥ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم الی قولہ تعالیٰ الی المصیر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں ان آیات کی تلاوت کے لیے قیام فرمایا ولید بن مغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی موجود تھا اور آپ کی تلاوت سُن رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی موجودگی اور سننے کا احساس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو دہرایا۔ ولیدان آیات کی تلاوت سُن کر اپنی قوم بنی مخزوم کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا بخدا میں نے ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایسا کلام سُنا ہے کہ نہ تو وہ انسانوں کے کلام سے ہے اور نہ ہی جنوں کے کلام سے بلاشبہ اس میں بڑی حلاوت اور تازگی و دلکشی ہے اس کلام کی بلندی ثمر آفرین اور اس کا زیریں حصّہ خوشہ دار ہے اور بلاشبہ وہ بلند و غالب ہوگا اور ہرگز مغلوب نہ ہوگا تو قریش بولے خدا کی قسم ولید بے دین ہوگیا اور بخدا تمام قریشی بے دین (صابی) ہوجائیں گے تو ابوجہل بولا کہ میں تم سب کی طرف سے اُسے (سمجھانے کے لیے) کافی ہوں تو وہ ولید کے پاس جاکر غمگین صورت بنائے بیٹھ گیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کے بارے میں گفتگو کی تو ولید اٹھا اور ابوجہل کے ساتھ لوگوں کے پاس آیا اور بولا تمہارا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون ہیں تو کیا تم نے اُن سے کوئی دیوانگی کی بات دیکھی ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو کیا تم نے اُن سے کوئی کہانت کی بات دیکھی بھی ہے اور تم گمان کرتے ہو کہ وہ شاعر ہے تو تم نے ان سے کبھی شعرگوئی دیکھی اور تم خیال کرتے ہو کہ وہ جھوٹا ہے تو کیا تمہیں اُن سے کبھی کسی جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے تو سب بولے خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں (قریش آپ کو قبل اظہار نبوت صادق و امین کہتے تھے) پھر بولے تو پھر وہ کیا ہیں تو اُس نے سوچا کہ وہ نہیں ہیں مگر ساحر کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ آدمی اور اس کے گھر والوں اور اس کی اولاد اور اس کے دوستوں بھائیوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے اور یہ کیا ہے اس کے ساحرانہ کلام کی تاثیر ہے۔

(ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ٥) پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔

تکریر للمبالغہ۔ بطور مبالغہ اس جملہ کی تکرار ہے اور ثُمَّ کے عطف کے ساتھ زجر کی ترقی اور اُس کی شدت کا اظہار ہے یعنی ضرور عذاب پر عذاب دیا جائے گا اور اس پر پھٹکار پھٹکار ہوگی کہ اُس نے کیسی بے پر کی ہانکی اور کیا بات گھڑلی۔

(ثُمَّ نَظَرَ ٥) پھر نظر اٹھا کر دیکھا

ای ثم فکر فی امر القرآن مرة بعد اُخری یعنی اس قرآن کے بارے میں دوسری دفعہ کے بعد پھر سوچا۔ ثُمَّ کا عطف فَکَّرَ اور قَدَّرَ پر ہے یعنی اول سوچا پھر ٹھہرایا اور پھر سوچا۔

(ثُمَّ عَبَسَ) پھر تیوری چڑھائی۔

قطب وجهه لما لم يجد فيه مطعنا وضاقت عليه الحيل ولم يدر ما ذا القول وقيل ثم نظر فی وجوه القوم ثم قطب وجهه وقيل نظر الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قطب فی وجهه علیه الصلاة والسلام۔

جب ولید نے کوئی صورت نکتہ چینی اور طعن کی نہ پائی اور اس کے تمام حیلے حربے تنگ ہوگئے اور اسے کچھ نہ سوجھتا تھا کہ وہ کیا کہے تو اپنے چہرے کو بگاڑ لیا اور ایک قول ہے کہ پھر اس نے قوم کے چہروں کو دیکھا تو پھر اپنے منہ کو بگاڑ لیا اور ایک قول ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پھر از راہ عداوت ماتھے پر بل ڈال لیے یعنی سخت ناگواری کا طرزِ عمل اختیار کیا۔

(وَبَسَرَ ۝) اور منہ بگاڑا۔ ای اظهر العبوس

یعنی تیوری ظاہر ہوئی۔ یہ عَبَسَ کی متوکد ہے ایک قول ہے کہ پہلے ماتھے پر بل ڈالے اور سخت ناگواری کے تحت ترش رو ہوا۔ بعض علماء نے بَسَرَ کی تفسیر میں کہا ہے اشد العبوس اذا قبض ما بین عینیه کراهة للشیء واسود وجهه منه سخت تیوری چڑھانا جب کسی چیز سے ناگواری ہو تو دونوں آنکھوں کے درمیانی حصے کو ایسا سخت کر دینا جس سے چہرے پر سیاہی ظاہر ہو۔

(ثُمَّ أَدْبَرَ) پھر پیٹھ پھیری۔

عن الحق او عن رسول الله صلی الله علیه وسلم یعنی حق سے منہ موڑنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخ موڑنا

(وَاسْتَكْبَرَ ۝) اور تکبر کیا۔

عن اتباعه یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی فرماں برداری کا انکار کیا اور غرور کا اظہار کیا۔ یا خود کو صاحب جاہ و حشم جان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) کمتر جانا اور اسی زعم میں آپ کی پیروی کا انکار کیا۔

(فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝) پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں

سے سیکھا۔

فقال میں فاء اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ کلمہ احمقانہ ہے کہ جونہی یہ خیال اس کے دل میں گزرا تو بغیر سوچے سمجھے اُسے کہہ دیا۔ اور بعض نے کہا کہ فاء تعقیب کے لیے ہے ای

یروی ویتعلم من سحرۃ بابل ونحوھم یعنی یہ وہی روایت کیا گیا جادو ہے جو بابل کے جادوگروں وغیرہ سے سیکھا ہوا ہے۔

(اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؀) یہ نہیں مگر آدمی کا کلام

یہ پہلے جملے کی تاکید ہے اس لیے کہ دونوں باتوں سے یعنی سحر یوثر اور قول البشر سے مقصود قرآن حکیم اور کلام الہٰی کی نفی ہے۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ؀ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؀ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ؀ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ؀ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ؀

کوئی دم جاتا ہے کہ میں اُسے دوزخ میں دھنساتا ہوں، اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے، نہ چھوڑے نہ لگی رکھے، آدمی کی کھال اتار لیتی ہے اس پر انیس[۱۹] داروغہ ہیں

(سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ؀) کوئی دم جاتا ہے کہ میں اُسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔ سقر سے مُراد مطلق نار جہنم ہے تاہم جہنم کے متعدد نام ہیں ان میں سے ایک سقر ہے جو شدت عذاب اور حدت و تمازت کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی ہم اُسے (ولید بن مغیرہ) کو مرنے کے ساتھ ہی یا بروز حشر اس میں داخل کریں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طبقات جہنم میں سے ایک سقر ہے۔ شائد صعود (آگ کا پہاڑ) جیسا کہ ابوسعید کی روایت میں ہے اور جس کا پیچھے ذکر گزرا۔ طبقہ سقر ہی میں ہے۔ واللہ اعلم

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؀) اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔

ای ای شئی ھی یعنی تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیسی شئے ہے۔ استفہام سَقَرُ کی شدت و عظمت اور اس کے وصف کو ظاہر کر رہا ہے۔

(لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ؀) نہ چھوڑے نہ لگی رکھے

بیان لوصفہا وحالہا یہ دوزخ (سقر) کے وصف اور اس کی حالت کا بیان ہے ای لاتبقی شیأ یلقی فیہا الا اہلکتہ واذا اہلک لم تذرہ ہالکا حتی یعاد۔ یعنی جو شئے اس کے اندر ڈالی جائے اُسے باقی نہیں چھوڑتی بجز اس کے اسے ہلاک کر دے اور

(جب وہ شئے جسے ہلاک کر دے تو اس کو ہلاکت پر ہی نہ چھوڑے رکھے گی یہاں تک کہ اُسے پھر (بار بار) دہرائے۔ ابن عباس اور ضحاک سے یونہی مروی ہے ایک قول ہے کہ نہ زندہ رکھے اور نہ (ہی) مرنے دے۔

(لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿﴾) آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔

ابن عباس، مجاہد اور ابو رزین اور جمہور علماء کا ارشاد ہے ای مغیرۃ للبشرات مسودۃ للجلود یعنی کھالوں کو بگاڑ و برباد کر دینے والی اور کھالوں کو جلا کر سیاہ بنا دینے والی بعض کا قول ہے بزیادۃ محرقہ سخت جلا دینے والی جس طرح کہ تیل جل کر سیاہ ہو جاتا ہے بَشَرٌ بشرۃ کی جمع ہے اور اس کے ظاہری معنی جلد اور کھال کے ہیں حسن کا قول ہے کہ لَوَّاحَةٌ کا معنی ہے (وہ جہنم کی آگ) سامنے نظر آئے گی۔

(عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿﴾) اس پر انیس[19] داروغہ ہیں۔

الظاهر ملکا۔ ظاہر ہے کہ انیس[19] فرشتے مقرر ہیں یہ سب دوزخ پر مامور ہیں اور یہ داروغہ ہیں ان کے سردار مالک ہیں جو داروغہ جہنم ہیں اور باقی اٹھارہ فرشتے ان کے نائب و معاون ساتھی ہیں۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت "علیہا تسعۃ عشر" نازل ہوئی تو ابو جہل لعین نے قریش کو کہا کہ تم پر تمہاری مائیں روئیں کیا تم نے نہیں سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اطلاع دے رہے ہیں کہ جہنم کے دربان انیس[19] ہیں اور تم اتنے قوی اور بہادر ہو کیا تم میں سے دس شخص بھی اتنی قوت نہیں رکھتے کہ ان میں سے ایک ایک کو قابو کر لیں تو ابو الاشد بن اُسید بن کلدہ جمحی نے جو گرفت و پکڑ میں انتہائی شدید تھا ابو جہل سے بولا کہ سترہ کو تو میں تنہا کافی ہوں اور بقیہ دو سے تم نپٹ لینا اور بیہقی سے مروی ہے کہ اسید بن کلدہ نے کہا کہ اے گروہ قریش خوف نہ کرو میں دس کو دائیں مونڈھے سے اور (نو) کو بائیں مونڈھے سے دھکے دے کر ہٹا دوں گا۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً	اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کیے مگر
وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً	فرشتے اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر
لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ	کافروں کی جانچ کو اس لیے کہ کتاب والوں
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ	کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان
آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ	بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ	شک نہ رہے اور دل کے روگی کافر کہیں

وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ؏

اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تو نہیں مگر آدمی کے لیے نصیحت۔

(وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ص) اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہ کئے مگر فرشتے۔

ای ماجعلناهم رجالا من جنسکم یطاقون یعنی ہم نے جہنم کے داروغے تمہاری جنس کے انسان نہیں بنائے کہ کافر ان کی طاقت رکھیں۔ بلکہ وہ فرشتے ہیں۔ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں اتری جس کی خرابی آگئی کہ اب آئی۔ پھر اس کی خرابی و ہلاکت آگئی اب آگئی اور ظاہراً اصحب النار سے جو انیس ۱۹ ہیں مراد المدبرون لامرها القائمون بتعذیب اهلها امور جہنم کے منتظم وسردار ہیں جو دوزخیوں کے عذاب کے لیے مقرر ومامور ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ ستر ہزار جہنمیوں کو دوزخ میں جہاں چاہے ایک ہی حرکت میں اٹھا کر پھینک دے گا۔ اور کعب سے مروی ہے کہ ہر جہنمی شخص کو جب جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا تو ایک لاکھ فرشتے اس کی گرفتاری کے لیے آگے بڑھیں گے۔

(وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ) اور ہم نے ان کی یہ گنتی نہ رکھی مگر کافروں کی جانچ کو۔

ای وما جعلنا عدد اصحاب النار الا العدد الذی اقتضی فتنة الذین کفروا بالاستقلال والاستهزاء۔ یعنی جہنم کے دربانوں کی تعداد (گنتی) کو ہم نے کفار کے لیے آزمائش بنایا ملائکہ کی تعداد کی کمی کا انہوں نے تمسخر اڑایا اور ان کے مقابلہ میں اپنی قوت وطاقت کا اظہار کیا اور لاف زنی کی۔ یا اس لیے کہ وہ اس مخلت تعداد پر چہ میگوئیاں کریں کہ انیس ۱۹ پر کیوں اکتفاء ہوا اور وہ حکمت الٰہی سے بے خبر رہیں اور بے یقینی کا مظاہرہ کریں۔

(لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ) اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین آئے۔

ای لیکتسبوا الیقین بنبوته صلی اللہ علیہ وسلم وصدق القرآن لاجل

موقعه مذکورین ذکرھم فی القرآن بھذا العدد و فی الکتابھم کذلک یعنی اس لیے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور قرآن عظیم کی صداقت و حقانیت کا یقین حاصل کرلیں کیونکہ قرآن حکیم میں داروغہائے جہنم کی تعداد کا ذکر اس تعداد کے موافق ہے جو توراۃ وانجیل (دونوں کتابوں) میں بیان ومذکور ہے۔

ترمذی اور ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہودیوں سے کچھ لوگوں نے صحابہ رسول سے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی کو داروغہائے جہنم کی تعداد معلوم ہے تو انہوں نے حضور کو اس امر کی اطلاع کی تو ارشاد فرمایا اور ہاتھوں سے ایک مرتبہ دس اور دوسری مرتبہ ۹ کہہ کر کل انیس ۱۹ بتائے اور بیہقی نے بھی اس کے مثل بیان کیا ہے۔

(وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا) اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔

ای یزداد ایمانھم کیفیۃ بما راوا من تسلیم اھل الکتب وتصدیقھم جو پہلے مذکور ہوا اس کی مؤکد ہے تاکہ اس سے ایمان والوں کے ایمان اور یقین واعتماد میں ترقی ہو۔ اور اہل کتاب کی توثیق وتصدیق سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور زیادہ اعتماد واعتقاد ہو کہ ان کا ارشاد وحی الٰہی ہے اور پچھلی کتابوں سے موافق ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی رسول مصدق ہیں اور یونہی آپ کی کتاب قرآن حکیم بھی مصدق ہے۔

(وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ) اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے۔

تاکید لما قبلہ من الاستیقان وازدیاد الایمان۔ یقین وایمان کی ترقی پر مؤکد ہے اور شک نہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ داروغہائے جہنم کی تعداد میں جیسا کہ ذکر گزرا کوئی خلجان نہ رہے۔

(وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ) اور دل کے روگی کہیں

ای شک اونفاق فیکون نبأ علی ان السورۃ بتمامھا مکیۃ والنفاق انما حدث بالمدینۃ اخبارا عما سیحدث من المغیبات بعد الھجرۃ۔

یعنی شک یا نفاق چونکہ ساری کی ساری سورہ مبارکہ مکی ہے اور نفاق کا ظہور مدینہ میں ہوا تو اس بنا پر یہ جملہ غیب کی خبروں میں سے ایک بیان ہے جو ہجرت مدینہ کے بعد منافقوں سے پیش آنے والا تھا۔ اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ قیام مکہ کے دوران کوئی منافق نہ تھا یا نہ سے

کھرے مسلمان تھے یا کھلے پکے کافر، نکرہ "فی قلوبھم مرض" سے نفاق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کے شروع میں ہے منافقین کے ذکر میں مصرح ہے۔

(وَالْكَافِرُوْنَ) اور کافر

ای المصرون علی التکذیب یعنی وہ لوگ جو انکار و تکذیب (جھٹلانے) پر اصرار کرنے والے اور ڈٹے ہوئے ہیں۔

(مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا) اس اچنبھے کی بات میں اللہ کا کیا مطلب ہے۔

ای ای شئ اراد اللہ تعالٰی او ما الذی اراد اللہ تعالٰی بھذا العدد المستغرب استغراب المثل۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالٰی نے کس چیز کو چاہا ہے یا اللہ تبارک وتعالٰی کا اس انوکھے (عجیب وغریب) عدد سے کیا مراد ہے جو غیر مانوس سی بات لگتی ہے یعنی کفار و منافقین نے اس عدد کو حقیقت نہ سمجھا اور عقل کے مطابق نہ جانا۔

(كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ) یونہی اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔

ذلك اشارۃ الی ماقبلہ من معنی الاضلال والھدایۃ۔ ذلك اشارہ ہے جو اس سے ہے یعنی دوزخ کے داروغوں کی تعداد کی طرف۔ یا پھر ذلك کہ اس کا تعلق مابعد سے ہے جس کا مطلب یہ ہے جس طرح دربانان جہنم کی قلت تعداد سے بعض لوگ گمراہ ہوئے اور بعض ہدایت پا گئے یونہی جس کے لیے گمراہ ہونا ہے تو اس کے لیے ایسا ہی کر دیتا ہے اور جسے ہدایت عطا فرماتا ہے اُسے ہدایت دے دیتا ہے۔

(وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ) اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جُنُوْد، جمع جُنْد، بمعنی لشکر ہے جو اپنی شدت وسختی کی وجہ سے مشہور ہو ای وما یعلم جموع خلقہ تعالٰی التی من جملتھا الملائکۃ المذکرون علی ماھم علیہ۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالٰی کی تمام مخلوقات کو جن میں سے مذکورہ فرشتے (خزنۃ جھنم) بھی ہیں ان کی تعداد و کثرت، حقیقت قوت کو سوائے ذاتِ باری کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ ممکنات کا حصر اسی ہی کے لیے ہے اور ان کی تفصیل وحقیقت کا صرف وہی عالم ہے قرطبی کا قول ہے کہ داروغے اور سردار تو انیس ۱۹ ہی ہیں لیکن ان کے ماتحت ومعاونین کی صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔

سلام ہے۔

(وَمَا هِيَ) تو وہ نہیں

اِی سقر یعنی دوزخ ایک قول ہے کہ ھِیَ سے مراد دربانان جہنم ہیں جن کی تعداد کا ذکر گزرا۔

اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ع) مگر آدمی کے لیے نصیحت

اِلَّا تذکرۃ لھم یعنی انسانوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ ہاں ہاں چاند کی قسم۔ اور رات کی جب پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب اجالا ڈالے۔

وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔ آدمیوں کو ڈراؤ۔ اُسے جو تم میں چاہے کہ

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

(كَلَّا) ہاں ہاں

ردع لمن انکرھا وقیل زجر عن قول ابی جھل واصحابہ انھم یقدرون علی مقاومۃ خزنۃ جھنم وقیل ردع عن الاستھزاء بالعدۃ المخصوصۃ وقال الفراء ھی صلۃ للقسم۔

انکار کرنے والوں کے لیے "کلّا" فرما کر باز داشت کی گئی ہے اور بعض نے کہا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے اس قول پر زجر و شدت ہے جس میں انہوں نے داروغہائے جہنم کے پکڑنے پر اپنی قوت و قدرت کی بڑ ہانکی تھی اور بعض نے فرمایا کہ دربانان جہنم کی مخصوص و متعین تعداد پر کفار کے تمسخر و پھبتی کسنے پر شدت و انتباہ ہے اور فراء کا قول ہے کہ یہ قسم کے لیے بطور صلہ ارشاد ہے زمخشری کا قول ہے کہ یہ نصیحت ہے مگر کفار و منکرین کی حالت کا اظہار ہے کہ وہ راہ راست پر نہ آئیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مدثر پ ۲۹

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ ہاں ہاں چاند کی قسم

وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔

وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ ۝ اور صبح کی جب اجالا ڈالے۔

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔

آیت	ترجمہ
نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ ۝	آدمیوں کو ڈراؤ۔
لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ ۝	اسے جو تم میں چاہے آگے آئے یا پیچھے رہے
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ۝	ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔
اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ۝	مگر داہنی طرف والے۔
فِیْ جَنّٰتٍ ﱡ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝	باغوں میں پوچھتے ہیں۔
عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝	مجرموں سے
مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ۝	تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔
قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝	وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ ۝	اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔
وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآىٕضِیْنَ ۝	اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝	اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔
حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ ۝	یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔
فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ ۝	تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِیْنَ ۝	تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔
كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝	گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں
فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝	کہ شیر سے بھاگے ہوں۔
بَلْ یُرِیْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝	بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیے جائیں۔
كَلَّا ؕ بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝	ہرگز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔
كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝	ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝	تو جو چاہے اس سے نصیحت لے
وَمَا یَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝	اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مدثر پ ۲۹

كلا۔ ہرگز نہیں　　و۔ قسم ہے　　القمر چاند کی　　و بعد

الیل۔ رات کی   اذ۔ جب
و۔ اور   ادبر۔ پیٹھ پھیرے
الصبح۔ صبح کی   اذا۔ جب
اسفر۔ روشنی کرے   انھا۔ بیشک وہ
احدی۔ ایک ہے   الکبر۔ بڑی باتوں سے
نذیرا۔ ڈرانے والی ہے   للبشر۔ آدمی کو
من۔ جو   شاء۔ چاہے
منکم۔ تم میں سے   ان۔ یہ کہ
یتقدم۔ آگے بڑھے   او۔ یا
یتاخر۔ پیچھے رہے   کل۔ ہر
نفس۔ آدمی   بما۔ اس میں جو
کسبت۔ اس نے کمایا   رھینۃ۔ گروی ہے
الا۔ مگر   اصحب الیمین۔ دائیں جانب والے
فی۔ بیچ
جنت۔ باغوں کے   یتساءلون۔ پوچھیں گے   عن المجرمین۔ مجرموں سے
ما۔ کیا چیز   سلککم۔ کھینچ لائی تم کو
فی۔ بیچ
سقر۔ دوزخ کے   قالوا۔ کہیں گے   لم۔ نہیں
نک۔ تھے ہم
من المصلین۔ نماز پڑھتے   و۔ اور   لم۔ نہیں
نک۔ تھے ہم   نطعم۔ کھانا کھلاتے   المسکین۔ مسکینوں کو   و۔ اور
کنا۔ تھے ہم   نخوض۔ بحث کرتے   مع۔ ساتھ   الخائضین۔ بحث کرنے والوں کے
و۔ اور   کنا۔ تھے ہم   نکذب۔ جھٹلاتے   بیوم۔ دن
الدین۔ انصاف والے کو   حتی۔ یہاں تک کہ   اتنا۔ آیا ہمارے پاس   الیقین۔ یقین (موت)
فما۔ تو نہ   تنفعھم۔ نفع دیگی انکو   شفاعۃ۔ سفارش   الشافعین۔ سفارش والوں کی
فما۔ تو کیا ہے   لھم۔ ان کو   عن التذکرۃ۔ نصیحت سے
معرضین۔ منہ پھیرتے ہیں   کانھم۔ گویا کہ وہ   حمر۔ گدھے ہیں   مستنفرۃ۔ بدکے ہوئے
فرت۔ بھاگے ہیں   من قسورۃ۔ ببر شیر سے   بل۔ بلکہ
یرید۔ چاہتا ہے   کل۔ ہر   امرئ۔ آدمی   منھم۔ ان میں سے
ان۔ یہ کہ   یؤتی۔ دیا جائے   صحفا۔ صحیفے   منشرۃ۔ کھلے ہوئے
کلا۔ ہرگز نہیں   بل۔ بلکہ   لا۔ نہیں   یخافون۔ ڈرتے
الاخرۃ۔ قیامت سے   کلا۔ ہرگز نہیں   انہ۔ بے شک وہ   تذکرۃ۔ نصیحت ہے
فمن۔ تو جو   شاء۔ چاہے   ذکرہ۔ نصیحت لے   ہ۔ اس سے
و۔ اور   ما۔ نہیں   یذکرون۔ نصیحت لیتے   الا۔ مگر

ھو حی ہے
اھل ۔ لائق

اللہ ۔ ان

نشاہ چاہتے
د ۔ اور روشن ہے

ان بیل
المغوی ڈسنے

اھل الائق
المغفرۃ بخشنے

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ مدثر پ ۲۹

(وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝) چاند کی قسم اور رات کی جب پیٹھ پھیرے۔
ای ولی یعنی جب رات پیٹھ پھیر کر چلی جاتے دَبَرَ دال کی فتحہ کے ساتھ بمعنی اَدْبَرَ ہے
جیسے قَبَلَ سے اَقْبَلَ ہم معنی ہے ابن عباس، ابن زبیر، مجاہد، عطاء، ابن یعمر، ابو جعفر، شیبہ، ابو الزناد
قتادہ اور عمر بن عبد العزیز، حسن اور طلحہ اور نحویوں کی ایک جماعت نے یونہی پڑھا ہے یعنی اِذْ دَبَرَ
البتہ حمزہ اور یعقوب کی قرأت اذا دبر ہے۔ اور ابو عمرو کا قول ہے کہ قریش محاورۃ یوں بولتے
ہیں دَبَرَ اللیل یا اَدْبَرَ اللیل یعنی رات پشت پھیر کر چلی گئی۔

(وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝) اور صبح کی جب اجالا ڈالے
ای اضاء وانکشف یعنی جب روشن ہو جائے اور روشنی کھل جائے (خوب اجیالا ہو جائے)

(اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝) بے شک دوزخ بڑی چیزوں میں کی ایک ہے۔ جواب
للقسم یہ قسم کا جواب ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "کلا" ان انکار کرنے والے لوگوں کے لیے باز داشت
ہو جو جہنم کی بڑائی و عظمت کے منکر ہوں یعنی "کلا" بیان علت کے طور پر ہو۔ اَلْكُبَرُ الکبریٰ کی جمع
ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ الکبر کبیرۃ کی جمع ہے اور الف تانیث کا ہے ای ان
سقر لاحدی الدواھی الکبر علی معنی ان البلایا الکبیرۃ کثیرۃ وسقر
واحدۃ منھا۔ یعنی سقر بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بڑی بلا ہے مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ
بلائیں بہت بڑی بڑی ہیں منجملہ ان میں سے ایک سقر ہے سقر کا دوزخ کا ایک نام ہے۔

(نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝) آدمیوں کو ڈراؤ۔
قیل تمییز لاحدی الکبر علی ان نذیرا مصدر بمعنی انذارا کالنکیر بمعنی
الانکار ای انما لاحدی الکبر انذارا والمعنی ما سمعت عن الزمخشری انما الاعظم
الدواھی انذارا وھو کما تقول ھی احدی النساء عفافا کہا گیا کہ بڑی بلاؤں میں سے ایک
کے لیے نذیرا امتیازی بات ہے اور یہ کہ نذیرا مصدر ہے بمعنی اَنْذَارا (ڈرانے والا) تمیز

طرح نکیر بمعنی انکار ہے یعنی بلاشبہ سقر بڑی بلاؤں میں سے ایک بڑی آفت ہے جو ڈرانیوالی ہے اور علامہ زمخشری سے اس کے معنی میں جو سنا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ عظیم آفتوں میں سے ایک آفت ہے جو ڈرانے والی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ وہ عورت بڑی پاکدامنوں میں سے ایک ہے۔ ڈرانے کے اعتبار سے یہ سقر کی امتیازی خصوصیت ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے میں بطور تسلسل ارشاد ہے یا یھا المدثر اے بالاپوش اوڑھنے والے لوگوں کو عذاب سقر سے ڈراؤ۔

(لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اُسے جو تم میں چاہے کہ آگے آئے
اَوْ يَتَاَخَّرَ ٥) یا پیچھے رہے۔

ای نذیرا للمکنین منکم من السبق الی الخیر والتخلف عنه وقال السدی ان یتقدم الی النار المتقدم ذکرها او یتاخر عنها الی الجنة وقال الزجاج ان یتقدم الی المامورات او یتاخر من المنھیات وفسر بعضھم التقدم بالایمان والتاخر بالکفر۔ یعنی ان لوگوں کے لیے ڈرسنانے والے ہوں جو تم میں سے خیر و بھلائی کی طرف سبقت کرنے والے اور اس پر متمکن و قائم رہنے والے ہوں اور ان کے لیے بھی جو اس سے پیچھے رہنے ہوں اور سُدی کا قول ہے کہ اس کے لیے نذیر ہے جو آگ (سقر) جس کا کہ پہلے ذکر گزرا کی طرف بڑھنے ہوں یا اُس سے ہٹ کر جنت کی طرف بڑھنے والے ہوں اور زجاج کا قول ہے کہ نذیر ہے اس کے لیے جو طاعات الٰہی کی طرف رغبت کرنے والے ہوں یا منہیات شرعیہ کی طرف بڑھنے والے ہوں اور بعض نے اس کی تفسیر میں کہا ہے تقدم سے مُراد ایمان اور تتاخر سے مراد جہنم ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے پس سقر سے ڈر کر یا آپ کے ڈرانے کے بعد جو چاہے ایمان و طاعت کی راہ چلے اور جو کفر و معصیت کی راہ چاہے اس پر چلے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ٥ ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔

الرھن کے معنوں میں الرھینة مصدر ہے جس طرح شتیمة الشتم کے معنی میں مصدر ہے اور در صفت بمعنی مفعول نہیں اور اس پر تائے تانیث داخل نہیں ہوتی اور مذکر و مؤنث کے لیے یکساں ہے اور ایک قول ہے کہ رھینة میں ھاء مبالغہ کے لیے ہے۔ ای مرھونة عند اللہ تعالی بکسبھا یعنی ہر جان اللہ تعالیٰ کے پاس گروی ہے ان کرتوتوں اور کرنیوں (یعنی گناہوں اور بداعمالیوں) کی وجہ سے جو اُس نے کمائی ہیں۔ ایک قول ہے "بما کسبت" سے مُراد کفر و معصیت ہے۔

...مسئولا معاملہ وقوع السئوال منہم بحرا عن وقوعہ علیہم فان صیغۃ
...تفاعل... کے پوچھنے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ان میں سے بعض بعض سے سوال کریں گے بلکہ یہ ہوگا
...سب باہم سائل بھی ہوں گے اور مسئول بھی اور ان سے سوال کا وقوع مجرد ہوگا یعنی سب مل
...دوسروں سے سوال کریں گے اور باب تفاعل کا صیغہ کا لانا بھی واضح کر رہا ہے کہ سوال کرنے
...میں سب مشترک ہوں گے۔

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مجرموں سے

بعض نے فرمایا عن حرف جارزائدہ ہے اور اس تقدیر پر معنی نہ ہوں گے کہ اصحاب الیمین
جو جنتی لوگ ہوں گے مجرموں سے ان کی حالت کے بارے میں پوچھیں گے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی۔

یہ اہل جنت کا سوال ہے ای ای شئ ادخلکم فی سقر یعنی تمہیں دوزخ میں داخل
...کرنے والی شئے کون سی تھی ابن المنذر نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پڑھا یا ایہا الکفار
ما سلککم فی سقر اے گروہ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے جانے والی ہوئی۔

(قَالُوْا) وہ بولے۔

ای المجرمون مجیبین للسائلین یعنی مجرم سوال کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے
...کہیں گے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

...الصلوٰۃ الواجبۃ یعنی ہم فرض نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔

ای نعطیہ ما یجب اعطاؤہ ۝ یعنی جو کچھ مسکینوں کو بطور صدقہ دینا ہم پر واجب تھا
ہم نہیں نہیں دیتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس آیت کے مخاطب
...نمازوں کا اعتقاد رکھنے والے اور ان کی فرضیت کے قائلین ہوں تو ترک اعتقاد پر عذاب ہوگا
...یا یہ کہ مصلین سے مراد بطور کنایہ مومنین ہیں اور وہ مومن جو نمازوں کا التزام نہیں کرتے اس
...آیت کی رو سے ترک صلوٰۃ پر عذاب دیئے جائیں گے واللہ اعلم
...تاہم آیت سے واضح ہے کہ آخرت میں کافروں سے فروع اعمال کے ترک پر خطاب ہوگا اور
...بنیادی عدم ایمان کی وجہ سے جو اعمال کی اصل ہے۔ مخاطب نہیں ہیں البتہ وہ فروع اعمال پر بھی مکلف

ہیں۔

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکریں کرتے تھے۔

ای تشرع فی الباطل مع الشارعین فیہ والخوض فی الاصل ابتداء الدخول فی الماء والمرور فیہ واستعمالہ فی الشروع فی الباطل من المجاز المرسل او الاستعارۃ یعنی ہم بے ہودگی اور جھوٹ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ (ان لغو راہوں میں) داخل ہوتے تھے۔ اور "الخوض" دراصل پہلے پانی میں داخل ہونے (گھسنے) اور پھر اس میں ٹھہرے رہنے کو کہتے ہیں اور "خوض" کے لفظ کا استعمال غلط راہوں بے ہودہ بحثوں اور فکروں میں پڑنے اور تیز گھسنے کے مفہوم میں بطور مجاز مرسل یا استعارہ بولا جاتا ہے۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔

أی بیوم الجزاء یعنی ہم روز جزاء (قیامت کے دن) کا انکار کرتے تھے جس میں اعمال کا حساب ہوگا اور بدلہ دیا جائے گا۔

حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

ای الموت ومقدماتہ کما ذھب الیہ جل المفسرین وقال ابن عطیۃ الیقین عندی صحۃ ما کانوا یکذبون بہ من الرجوع الی اللہ تعالیٰ والدار الآخرۃ و قول المفسرین ھو الموت متعقب عندی لان نفس الموت یقین عند الکافر

یعنی موت اور اس کے مقدمات (علامات واحوال) جیسا کہ بڑے اکابر مفسرین نے یہی مفہوم لیا ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک یقین سے مراد صحت وحقانیت ہے جس کو وہ حق سبحانہ، وتعالیٰ اور آخرت گھر کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھنے کے لیے جھٹلاتے تھے۔ اور مفسرین کا مجموعی قول یہی ہے کہ یقین سے مراد موت ہی ہے اور میرے نزدیک (آلوسی کہتے ہیں) کہ بلاشبہ موت ہی فی نفسہ کافر کے نزدیک یقین ہے۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝ تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

ای لو شفعوا لھم جمیعا یعنی اگر تمام سفارش کرنے والے باہم مل کر بھی ان کی سفارش کریں تو سفارش مقبول نہ ہوگی کسی کا فر ومنافق ومشرک کے لیے شفاعت سود مند نہ ہوگی اور نہ ہی شفاعت کرنے والے ان کی سفارش کریں گے شفاعت کرنے والے انبیاء، شہداء

صالحین اور مومنین ہوں گے اور وہ صرف اہل ایمان کی شفاعت کریں گے اگرچہ وہ کتنے ہی گنہگار کیوں نہ ہوں۔ شفاعت کا منکر حضور کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ اہلِ ایمان کے یہاں تک کہ کچے بچے بھی شفاعت کریں گے اور ارشادِ نبوی ہے شفاعتی لاھل من امتی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کی ہے کہ میری امت کے بدکردار (فساق و فجار) لوگ ہیں اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کیسے ارشاد فرمایا کہ انہیں میری شفاعت حاصل ہوگی اور اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ○ تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔

ترتیب انکار اعراضھم عن القرآن بغیر سبب علی ما قبلھا من موجبات

علیہ۔ استفہام انکاری ہے جو ان کی قرآن حکیم سے بلاوجہ روگردانی اور اس سے متعلق ہے جو اس سے متعلق ہے جو کہ اس سے پہلے بیان ہوا جس کا تسلیم کرنا اور بجالانا ان کفار پر واجب تھا کفار کی تعلیمات قرآنیہ سے روگردانی اور ان کا انکار اس حیات دنیاوی میں کیوں ہے حالانکہ انہیں مثوبات اخروبہ سے محروم کرنے والا اور عذاب دوزخ کا مستحق بنانے والا ہے اور ان کی حالت ایسی کیوں ہے کہ وہ قبول حق سے بلاوجہ اعتراض اعراض کرتے ہیں۔ التذکرہ مصدر بمعنی تذکیر ہے اور اس سے مراد قرآن حکیم اور اس کے مواعظ ہیں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ○ گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ ○ گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں۔

من متکن فی معرضین بطریق التداخل۔ انکار و اعراض کرنے والوں کی مانند حماقت کو بطور تمثیل بیان ہے۔ حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے حمار الوحشی ہے یعنی جنگلی گدھا۔ لانہ مثل بالنفار وشدۃ الفرار کیونکہ کفار اور جنگلی گدھوں میں بھاگنے اور بشدت فرار ہونے کی مماثلت ہے یعنی کفار و مشرکین حماقت و سفاہت میں جنگلی گدھوں کی مانند ہیں جس طرح شیر کو دیکھ کر جنگلی گدھے خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلتے ہیں اور فرار میں جلدی کرتے ہیں کہ شیر کی گرفت سے بچ سکیں بالکل اسی طرح یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے قرآن کی تلاوت یا مواعظ قرآن سن کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ مُسْتَنْفِرَۃٌ کے معنی ہیں فرار ہونے والا یا خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلنے والا یہ حُمُرٌ کا حال ہے۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝) کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

"قَسْوَرَۃٌ" "القسر" سے بروزن فعولہ مشتق ہے وھو القھر والغلبة اور اس کا معنی قہر و غلبہ ہے والمراد بہ اسد اور اس سے مراد اسد یعنی شیر ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ قسورہ سے مراد شکاری ہیں۔ ابن عباس کا قول کہ اہل عرب شیر کو اسد اور اہل حبشہ قسوہ بولتے ہیں۔ یعنی جس طرح گدھے شیر سے خوف زدہ ہو کر بھاگتے ہیں یونہی کفار قبول ہدایت سے بھاگتے ہیں۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ بلکہ ان میں کا ہر شخص چاہتا ہے کہ کھلے صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔

عطف علی مقدر يقتضيه المقام كأنه قيل لا يكتفون بتلك التذكرة ولا يرضون بها بل يريد كل واحد منهم ان يؤتى قراطيس تنشر وتقرأ كالكتب التي تبكاتب بها وجوزان يراد كتبا كتبت في السماء ونزلت بها الملائكة ساعة كتبت منشرة على ايديها غضة رطبة لم تطو بعد وفيه بعد وذلك على الوجهين انهم قالوا الرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان سرك ان نتابعك فأت كل واحد منا بكتب من السماء عنوانها من رب العلمين الى فلان بن فلان نؤمر فيها باتباعك فنزلت ونحوه قوله تعالى لن نؤمن لك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه وقال ولو نزلنا عليك كتابا في قرطاس فلمسوه بايديهم الخ الاية۔ واخرج ابن جرير وابن المنذر عن السدى عن ابى صالح قال قالوا ان كان محمد صادقا فليصبح تحت راس كل رجل منا صحيفة فيها براءة وامنة من النار وقيل كانوا يقولون بلغنا أن الرجل من بني اسرائيل كان يصبح مكتوبا على رأسه ذنبه وكفارته فأتنا بمثل ذلك۔

بل کلام سابق کے مضمون پر عطف ہے جو مقتضائے کلام ہے گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ کفار صرف اس تذکرہ و نصیحت کو کافی نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس پر راضی ہوں گے بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ کھلے صحیفے دیئے جائیں جو کتاب کی طرح پڑھے جا سکیں اور اس میں تحریر ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد نوشتے ہوں جو آسمانوں میں تحریر کیئے گئے ہوں جن کے ساتھ کسی بھی وقت فرشتے اتریں

جوان کے ہاتھوں میں نرم و تازہ کھجور کی طرح رکھ دی جائیں جو جس کے بعد وہ اور ان میں دوری نہ ہو اور ایسا دو وجہوں سے ہے کہ بلاشبہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ کو پسند ہے کہ ہم آپ کی پیروی کریں تو ہم میں سے ہر ایک کے لیے آسمان سے ایک ایک تحریر (نوشتہ) جہانوں کے پروردگار کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام اس عنوان سے لے آؤ جس میں ہمیں آپ کی اتباع کا حکم ہو تو یہ آیت نازل ہوئی اور اسی طرح حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کفار کا قول ذکر کیا ہے کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں جب کہ ہم پر نوشتہ نہ اترے جسے ہم بخوبی پڑھ لیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر ہم آپ پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو اور ابن جریر اور ابن المنذر سے سدی سے بطریق ابی صالح روایت کی ہے کہ کفار نے کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ضرور صبح ہوتے ہی ہم میں سے ہر ایک شخص کے سرہانے صحیفہ موجود ہو جس میں دوزخ سے برأت واماں (لکھی) ہو اور ایک قول یہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے جب کوئی صبح کرتا (صبح کو بیدار ہوتا) تو اس کے سرہانے ایک نوشتہ ہوتا جس میں اس شخص کے گناہ اور ان کے کفارات لکھے ہوتے تو ہمارے لیے بھی اسی کی مانند لائیں۔ اور صحف منشرۃ سے مراد کھلے اور ظاہر نوشتے (تحریریں) مراد ہیں

كَلَّا ۖ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ ہرگز نہیں بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں۔

(کلا) ہرگز نہیں ردع عن ارادتهم تلك وزجر لهم عن اقتراح الآيات۔

کفار کی ان خواہشوں پر ردع یعنی تنبیہ اور آیات الٰہیہ سے روگردانی پر "کلا" بطور زجر ہے (ڈانٹ ہے)

(بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝) بلکہ ان کو آخرت کا ڈر نہیں

فلذلك يعرضون عن التذكرة تو اس خوف و ڈر کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ قرآن حکیم اور اس کے ارشادات سے منہ موڑتے ہیں اگر انہیں خوف ہوتا تو واضح نشانیوں اور معجزات کے بعد بھی یوں سرکشی نہ دکھاتے۔

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ ہاں ہاں بے شک وہ نصیحت ہے۔

(کلا) ہاں ہاں ردع لهم عن اعراضهم کفار کی روگردانی پر "کلا" فرما کر انہیں تنبیہ کی گئی ہے۔

(اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝) بے شک وہ نصیحت ہے۔

کا ذکر پیچھے گزرا یعنی قول باری تعالیٰ ہیں وعن التذکرۃ معرضین۔ مراد قرآن حکیم اور اس کے مواعظ و ارشادات ای القرآن او التذکرۃ السابقۃ۔ یعنی قرآن حکیم یا وہ تذکرہ سے نصیحت لے۔

(فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝) تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس فآء سببیہ ہے ای ان یذکرہ۔ یعنی نصیحت و ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور اس کو پڑھے اور شآءَ سے واضح ہے کہ قبول اور عدم قبول ہدایت کو بندے کے ارادے سے وابستہ کرنا گویا اُسے مختار کرنا ہے کہ جس راہ چاہے چلے لیکن اصل میں یہ بھی معنوی طور پر ڈانٹ و انتباہ ہے۔ اور بعض نے کہا فآء تعقیب کا ہے یعنی روشن دلائل اور واضح معجزات کے بعد بھی اگر کوئی ہدایت قبول نہ کرے اور اطاعت نہ بجالائے تو گویا یہ کھلی سرکشی ہے اور ضلالت کا منشاء بندے کا نفس ہے جس پر چھوڑا جائے تو گمراہ ہی کرتا ہے۔

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ
اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ چاہے وہی ہے ڈرنے کے لائق
اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ اور اسی کی شان ہے مغفرت (بخشش فرمانا)

(وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ) اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر جب اللہ چاہے
وھذا تصریح بان افعال العباد بمشیئۃ اللہ عزوجل بالذات او بالواسطۃ
ففیہ رد المعتزلۃ۔ یعنی بندے اسی وقت نصیحت پذیر ہوں گے مگر جب اللہ چاہے۔
اور یہ آیت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ بندوں کے افعال حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی مشیئت (ارادہ) کے ساتھ بالذات یا واسطے سے وابستہ ہیں اور اس میں معتزلہ کا رد ہے جو بندے کے افعال کو مشیئت الٰہی سے وابستہ نہیں مانتے تھے۔

(هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى) وہی ہے ڈرنے کے لائق
حقیق بان یتقی عذابہ و یومن بہ و یطاع " حقیقت اللہ کی ذات پاک ہے کہ اُس کے عذاب سے ڈرا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔

(وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝) اور اسی کی شان ہے بخشش فرمانا
حقیق بان یغفر جل و علا لمن اٰمن بہ و اطاعہ تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ جو اُس پر ایمان لائے اور اس کی فرمان برداری کرے تو وہ اس کی مغفرت و بخشش فرمائے اور گناہوں کی معافی عطا کرنا اُسی ہی کی صرف اسی کی شان ہے۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے

نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو فرمایا تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ میں ہی اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے تو جو کوئی مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے تو میری شان یہ ہے کہ میں اُسے بخش دوں۔

الحمد للہ آج سورت المدثر کی تفسیر تمام ہوئی
۹ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ
۵، نومبر ۱۹۹۲ء

سورۃ القیامۃ مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع، چالیس آیات، ایک سو ننانوے کلمات اور چھ سو بانوے حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

با محاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ قیامۃ پ ۲۹

آیت	ترجمہ
لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝	روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں
وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝	اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے
اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝	کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔
بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝	کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں
بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝	بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔
يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝	پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝	پھر جس دن آنکھ چندھیائے گی۔
وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝	اور چاند گہے گا۔
وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝	اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔
يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝	اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں
كَلَّا لَا وَزَرَ ۝	ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ ۝	اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔
يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝	اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا
بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝	بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔
وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝	اور اگر اس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے۔
لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝	جب بھی نہ سنا جائے گا تم یاد کرنے کی جلدی میں

قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝	بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔
فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝	تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔
ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝	پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔
كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ	کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم پاؤں تلے کی دوست رکھتے ہو۔
وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝	اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔
وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝	کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے۔
إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝	اپنے رب کو دیکھتے۔
وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝	اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہونگے۔
تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝	سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔
كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝	ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔
وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۝	اور کہیں گے ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔
وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝	اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝	اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝	اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ قیامۃ پ ۲۹

لا۔ نہیں	اقسم۔ قسم کھاتا ہوں	بیوم۔ دن	القیمۃ۔ قیامت کی
و۔ اور	لا۔ نہیں	اقسم۔ قسم کھاتا ہوں	بالنفس۔ نفس
اللوامۃ۔ ملامت کرنیوالے کی	ا۔ کیا	یحسب۔ خیال کرتا ہے	الانسان۔ انسان
الن۔ یہ کہ ہرگز نہ	نجمع۔ جمع کرینگے ہم	عظامہ۔ اس کی ہڈیاں	بلی۔ ہاں ہاں

قادرین۔ ہم قادر ہیں — علی۔ اوپر — ان۔ اس کے یہ کہ — نسوی۔ برابر کریں ہم
بنانہ۔ اسکے پورے — بل۔ بلکہ — یرید۔ چاہتا ہے — الانسان۔ انسان
لیفجر۔ بدی کرے — امامہ۔ اس کے سامنے — یسئل۔ پوچھتا ہے — ایان۔ کب ہوگا
یوم۔ دن — القیامۃ۔ قیامت کا — فاذا۔ تو جب — برق۔ چندھیا جائے
البصر۔ آنکھ — و۔ اور — خسف۔ گہنا جائے — القمر۔ چاند
و۔ اور — جمع۔ جمع کر دیا جائے — الشمس۔ سورج — و۔ اور
القمر۔ چاند کو — یقول۔ کہے گا — الانسان۔ انسان — یومئذ۔ اس دن
این۔ کہاں ہے — المفر۔ بھاگنے کی جگہ — کلا۔ ہرگز نہیں — لا۔ نہیں ہے
وزر۔ کوئی پناہ — الی۔ طرف — ربک۔ تیرے رب کی ہے — یومئذ۔ اس دن
المستقر۔ ٹھہرنا — ینبؤ۔ خبر دیا جائیگا — الانسان۔ انسان — یومئذ۔ اس دن
بما۔ جو — قدم۔ آگے بھیجا — و۔ اور — اخر۔ پیچھے چھوڑا
بل۔ بلکہ — الانسان۔ انسان — علی۔ اوپر — نفسہ۔ اپنے نفس کے
بصیرۃ۔ دیکھنے والا ہے — و۔ اور — لو۔ اگرچہ — القی۔ ڈالے
معاذیرہ۔ عذر — ہ۔ اپنے — لا۔ نہ — تحرک۔ حرکت دے
بہ۔ اسکے ساتھ — لسانک۔ اپنی زبان کو — لتعجل۔ تاکہ تو جلدی کرے — بہ۔ اس کے ساتھ
ان۔ بیشک — علینا۔ ہمارے ذمہ ہے — جمعہ۔ اس کا جمع کرنا — و۔ اور
قرانہ۔ اس کا پڑھانا — فاذا۔ تو جب — قرانہ۔ ہم اسکو پڑھ لیں — فاتبع۔ تو پیچھے لگو
قرانہ۔ اس کے پڑھنے کے — ثم۔ پھر — ان۔ بیشک — علینا۔ ہمارے ذمہ ہے
بیانہ۔ اس کا بیان کرنا — کلا۔ ہرگز نہیں — بل۔ بلکہ — تحبون۔ پسند کرتے ہو تم
العاجلۃ۔ دنیا کو — و۔ اور — تذرون۔ چھوڑتے ہو — الاخرۃ۔ آخرت کو
وجوہ۔ کئی چہرے — یومئذ۔ اس دن — ناضرۃ۔ تروتازہ ہونگے — الی۔ طرف
ربھا۔ اپنے رب کی — ناظرۃ۔ دیکھتے ہونگے — و۔ اور — وجوہ۔ کئی چہرے
یومئذ۔ اس دن — باسرۃ۔ بگڑے ہونگے — تظن۔ خیال کریں گے — ان۔ یہ کہ
یفعل۔ کیا جائے — بھا۔ انکے ساتھ — فاقرۃ۔ کمر توڑنے والی — کلا۔ ہرگز نہیں
اذا۔ جب — بلغت۔ پہنچے گی جان — التراقی۔ ہنسلی کو — و۔ اور
قیل۔ کہا جائیگا — من۔ کون ہے — راق۔ جھاڑ پھونک کرنیوالا — و۔ اور

الفراق۔ اب فراق ہے و۔ اور
بالساق۔ پنڈلی سے الی۔ طرف
المساق۔ ہانکنا
انہ۔ کہ بیشک ظن۔ سمجھ لیگا
الساق۔ پنڈلی التفت۔ لپیٹ جائے گی
یومئذ۔ اس دن ربك۔ تیرے رب کی ہے

سورۃ القیامۃ

سورت القیامۃ مکی ہے اور اسے سورۃ "لا اقسم" بھی کہا جاتا ہے اس میں دو رکوع اور چالیس آیات ہیں قراء کوفہ کے سوا باقی قراء کے نزدیک انتالیس آیات ہیں اور یہ اختلاف لتعجل بہ والی آیت کے بارے میں ہے کہ وہ ملحق ہے یا اگلی آیت میں شامل ہے اور بہٖ پر وقف نام نہیں ہے۔ سورت المدثر کے آخر میں جنت اور دوزخ کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا تھا کلا بل لا یخافون الاخرۃ اور کفار کو آخرت کا خوف نہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ وہ بعث (مرنے کے بعد کی زندگی) کے منکر تھے تو اس سورت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے باتمام وجوہ دلائل آخرت اور قیامت کی خصوصیات اور احوال اور اس کی ہولناکیوں کا اہتمام بالشان ذکر فرمایا ہے پھر ابدان انسانی سے ارواح کے نکلنے پھر ابتدائے خلقت سے قبل کے امور و احوال کا بیان واقعی ترتیب کے خلاف بیان کیا ہے جو پچھلی سورت سے خصوصی تعلق رکھتا ہے اور ربط و مطالب قرآن میں ایک اہم حکیمانہ اور مدلل انداز ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سُورۃ قیامۃ پ ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ٥ روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔ اور
وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ٥ اس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔ کیا آدمی یہ کہتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی
اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ٥ ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔ کیوں نہیں ہم
بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ٥ قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں۔
لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ٥ روز قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں۔

جمہور کی قرأت لَآ اُقْسِمُ ہے اور لا زائد ہے اور بعض کا قول ہے لا کا ادخال نافیہ ہے جو فعل قسم کی ایک صورت الا و تلوم نفسها یوم القیامۃ۔ اچھے اور برے نفسوں میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو روز قیامت خود کو ملامت نہ کرے گا ان عملت خیرا قالت کیف لم ازدمنه

وان عملت شرا قالت لیتنی قصرت اگر اُس نے اچھائیاں کی ہوں گی تو کہے گا کہ میں نے
زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر خرابیوں کا مرتکب ہوگا تو کہے گا کاش یہ کم واقع ہوتیں۔ البتہ بعض علماء نے کہا یہ
تعبیر لام جنسی کے تحت ہر نفس کے لیے کی گئی ہے لیکن صواب یہ ہے کہ مراد وہ نفس ہے جو مطیع و فرماں بردار
ہونے کے باوصف خود کو ملامت کرے۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ جب سے وہ جنت
سے الگ ہوئے وہ پیہم اپنے نفس کو اس فعل پر جو جنت سے علیحدگی کا باعث ہوا ملامت کرتے رہے۔
صوفیاء کرام کا فرمان ہے کہ نفس لوامہ، نفس آمارہ کے اوپر اور نفس مطمئنہ کے نیچے ہے اور نفس امارہ کی
تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ اس نفس کا میلان طبیعت بدنیہ سے ہے اور تامر باللذات والشہوات
الحسیۃ وتجذب القلب الی الجہۃ السفلیۃ" یہ نفس محسوس لذتوں اور شہوتوں (خواہشات ۔
مرغوبات) کا حکم دیتا ہے اور دل کو ان سفلی اطراف کی جانب (کمینہ اور بے ہودہ طور طریقوں میں مشغول
ہونے کی) تحریک پیدا کرتا اور ابھارتا ہے۔ اور صوفیاء کہتے ہیں کہ یہ نفس تمام خباثتوں اور شرارتوں کی
اصل اور گندے فحش اور برے (رزیلہ) اخلاق کا منبع ہے اور نفس لوامہ کی تعریف میں صوفیاء کا کہنا ہے
ھی التی تنورت بنور القلب قدر ما تنبہت عن سنۃ الغفلۃ فکلما صدر عنہا
سیئۃ بحکم جبلتہا الظلمانیۃ اخذت تلوم نفسہا ونفرت عنہا۔ یہ وہ نفس ہے کہ قلبی
نورانیت سے اس قدر روشن ہوتا ہے جس قدر اسے غفلت میں گزری ہوئی عمر پر انتباہ ہوتا ہے (آگاہی
ہوتی ہے) پھر جبلی تاریکیوں کے تقاضوں کے تحت جس قدر گناہ اور برائیاں اس سے سرزد ہوئی ہوتی
ہیں ان پر نگاہ کرکے اس کے نفس کو ملامت پکڑتی ہے اور وہ اپنے ان کرتوتوں پر خود سے نفرت کا
اظہار کرتا ہے یعنی بشدت ندامت وخجالت محسوس کرتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ کی تعریف میں کہتے ہیں کہ یہ وہ
نفس ہے کہ نورانیت قلبی سے مکمل جگمگا اٹھتا ہے یہاں تک کہ اس سے تمام بری عادات چھوٹ
جاتی ہیں اور اس میں اخلاق جلیلہ اور اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ تمام طبیعی منازعات (آلائشوں
جھگڑوں) سے سکون پاتا ہے اور ان کے اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جن اصحاب نے نفس لوامہ
کے بارے میں کہا کہ وہ ہی مطمئنہ ہے جو نفس امارہ کو ملامت کرتا ہے تو ان کی مراد نفس لوامہ سے یہی ہے
یعنی نفس مطمئنہ ہی نفس لوامہ ہے اور تاکید قسم کے لیے کلام عرب میں مشہور ہے امرؤ القیس کا شعر
ہے ؎

لا وابیک ابنۃ العامری — لا یدعی القوم انی افر

(ابنۃ العامری تیرے باپ کی قسم قوم کبھی بھی نہ کہے گی کہ میں بھگوڑا (بھاگ جانے والا)
ہوں۔ جار اللہ زمخشری کے قول کا خلاصہ ہے کہ لفظ "لا" یہاں خلال الکلام میں واقع ہوا اور صورت

کلام اور حسنِ کلام کے طور پر واقعہ ہوا ہے) جس طرح قول باری ہے فلا و ربک لا یؤمنون تو یہ صلہ ہے جو تاکید قسم کو زیادہ کرتا ہے اور اس کی مثل کلام الٰہی میں ہے " لئلا یعلم " اور یہ تاکید علم کے لیے یعنی ضرور جان لے۔ بعض قراء نے لَاُقْسِمُ پڑھا ہے تو اس قرأت پر لام تاکید کے معنی دے گا۔

والمراد انہ لا یعظم بالقسم لانہ فی نفسہ عظیم یعنی قیامت قسم کے ذکر کے ساتھ عظیم و بزرگ نہیں بلکہ قیامت اپنی حیثیت و وقوع ہی کے اعتبار سے بہت شرف و تعظیم والی ہے۔

(وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۞) اور اس جان کی قسم جو اپنے اُوپر بہت ملامت کرے۔

لا زائد ہے اور بیضاوی کا قول ہے کہ " لا " یہاں بھی تاکید قسم کے لیے جیسا کہ فعل قسم پر اہلِ عرب " لا " تاکید کے لیے بولتے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فعل قسم پر نفی کا مطلب ہے کہ آئندہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ روشن، واضح ہے اور اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا النفس اللوامہ میں لام جنسی ہے اور مراد ہے ہر نفس اور اس میں اچھے بُرے اور مومن و کافر کی تخصیص نہیں ہے ایک قول ہے:

" ھی النفس المتقیۃ التی تلوم النفس یوم القیامۃ علی تقصیرھن فی التقوٰی "

یہ وہ نفس ہے جو پرہیزگار ہے اور قیامت کے روز خود کو پرہیزگاری کے امور میں کوتاہیوں اور قصوروں پر خود کو ملامت کرے گا۔

قراء کا قول ہے کہ حشر کے روز اچھے اور بُرے مومن و کافر سبھی اپنے نفس کو ملامت کریں گے یعنی نیک اس لیے کہ اُس نے اچھائیوں میں سعی و مبالغہ کیوں نہ کیا اور بد اپنی برائیوں پر خود کو ملامت کریں گے جس کا قول ہے کہ نفس لوامہ سے مراد نفس مومن اور مقاتل کا قول ہے کہ نفس کافر مراد ہے کہ دونوں اپنے حال کے مطابق جب دیکھیں گے تو خود کو کوتاہیوں قصوروں کے حوالے سے ملامت کریں گے۔ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیس من نفس برۃ ولا فاجرۃ اور علماء تصوف کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ نفس کے سات مرتبے ہیں جن میں سے تین یہ ہیں اور ان کی باتیں منازل سلوک میں انتہائی نفیس ہے تو جسے شوق ہو صوفیاء کی کتب اور ان کے کلام میں غور و فکر کرے۔

(اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۞) کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے۔

والمراد بالانسان الجنس والھمزۃ لانکار الواقع واستقباحہ والتوبیخ علیہ۔ انسان سے مراد جنس انسان ہے اور ہمزۂ استفہام انکاری ہے جو اس پر بطور زجر و توبیخ ہے۔ جنس

الانسان میں ہر وہ شخص داخل ہے جو حیات بعد الموت کا منکر کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ ال عہدی ہے جس سے مراد خاص شخص ہے اور وہ شخص عدی بن ربیعہ ہے جو اخنس بن شریق کا داماد تھا اور یہ دونوں وہ شخص ہیں جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے اللھم اکفنی جاری السوء اے پروردگار مجھے میرے برے پڑوسی سے بچا۔ ایک قول ہے کہ الانسان سے مراد ابوجہل لعین ہے اور مروی ہے کہ وہ بکا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شائد یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیوں کو دوبارہ اکٹھا کرے گا اور دوبارہ زندہ اٹھائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝) کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

(بَلٰى قٰدِرِيْنَ) کیوں نہیں ہم قادر ہیں ای لجمعھا بعد تفرقھا ورجوعھا رمیما فی بطون البحار وفسیحات القفار وحیث ما کانت حال کوننا۔ یعنی ہم ہڈیوں کے بکھرنے کے بعد اور دریاؤں کے اندر اور زمین کے مختلف گوشوں ٹکڑوں (جگہوں) میں ان کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد اور جہاں کہیں بھی وہ ہوں انہیں اس حالت کے باوصف دوبارہ جمع کرنے اور زندہ کرنے پر ضرور قدرت رکھتے ہیں اور کریں گے۔

(عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝) کہ اس کے پور ٹھیک بنادیں۔

(بنانہ) یہ اسم جنس جمع ہے اور اس کا واحد بنانۃ ہے اور امام راغب نے اس کی تفسیر "اصابع" سے کی ہے۔ یعنی انگلیاں ہیں اور قاموس میں ہے البنان الاصابع او اطرافھا بنان سے مراد انگلیاں یا ان کی پوریں ہیں۔ وقیل المعنی بلی نجمعھا ونحن قادرون علی ان نسوی اصابع یدیہ ورجلیہ ان نجعلھا مستویۃ شیأ واحدا کخف البعیر وحافر الحمار ولانفرق بینھا فلا یمکنہ ان یعمل بھا شیأ مما یعمل باصابعہ المفرقۃ ذات المفاصل والاناملل من فنون الاعمال والبسط والقبض والتاتی لما یرید من الحوائج اور ایک قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کو ضرور جوڑیں گے (اکٹھا کریں گے) اور ہم اس پر مکمل قدرت رکھتے ہیں کہ ہم انسان کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو درست بنادیں اور یہ کہ ہم انہیں اونٹ کے پاؤں یا گدھے (کے کھر دپاؤں) کی طرح برابر بنادیں اور اس کے درمیان تفریق نہ کریں تو اس سے کسی بھی کام کا کرنا ممکن نہ رہے جیسے وہ الگ الگ انگلیوں کے ساتھ جو جوڑوں اور پوروں والی ہیں بآسانی کرسکتا ہے اور کام کرتے وقت کھول اور بند کرسکتا ہے اور جس طرح چاہے بوقت ضرورت لاسکتا ہے۔ عکرمہ، ضحاک

قتادہ اور ابن عباس سے یہی مروی ہے اور ایک قول ہے لعل المراد بجمعها ونحن قادرون علی التسویة وقت الجمع شانہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم انہیں جوڑیں گے اور ہم جوڑتے وقت ان کے درست بنا لینے پر خوف قدرت رکھتے ہیں جب معمولی پورے جوڑنے پر ہمیں قدرت ہے تو بڑی بڑی ہڈیوں کا جوڑنا تو اس سے آسان ہے اور ہیں ان پر بڑھ کر قدرت ہے۔

بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ۝

بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے۔ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔

(بَلْ) ایحسب الانسان پر عطف ہے اور اضرابی ہے یعنی سوال سے رخ موڑ کر دوسری بات کا بیان ہے یعنی انسان بعث کا انکار شبہ اور دلیل کے نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کرتا جب کہ نہ ہی شبہ کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی دلائل کی کمی مگر اس کے باوصف وہ سوال بھی کرتا ہے اور اپنی بدی پر ڈٹ کر بطور تمسخر و مذاق پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا (ای حتی یکون) یعنی اندر سے سمجھتا ہے کہ نہیں ہوگا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ آدمی قیامت اور حساب و کتاب (جزا و سزا) کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ ایسا ہونے والا ہے گویا کہ اس کے سامنے ہے اَمَامَہٗ سے مراد پیش آنے والا دن یعنی قیامت ہے اور یفجر کا مطلب ہے یکذب یعنی جھٹلاتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ مراد امیدوں کا باندھنا ہے کہ یوں یوں کروں گا اور اسے موت بھول جاتی ہے۔

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝

پھر جس دن آنکھ چندھیا جائے گی اور چاند گہنائے گا اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

(فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝)

تحیر فزعا واصله من برق الرجل اذا نظر الی البرق فدهش بصره ومنه قول ذی الرمة ؎

ولـو ان لقمان الحکیم تعرضت
لعینیه می سافرا کادیبرق

دہشت زدہ ہو کر گھبرانا اور اس کی اصل یہ ہے کہ جس طرح آدمی بجلی کی چمک دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اس کیفیت کو اہل عرب "برق الرجل" کہتے ہیں کہ

آدمی کا حیران و دہشت زدہ ہونا کہ وہ دیکھ ہی نہ پائے اور اسی عنوان سے ذی الرمۃ کا شعر ہے ؎

اور اگر لقمان حکیم کی دونوں آنکھوں کے سامنے وہ (محبوب)
بے پردہ سامنے آجائے تو قریب ہے کہ وہ حیران و ششدر رہ جائے
(دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائے اور کھو جائے اور معشوق کے حسن و جمال کی چکا چوند اُسے
دیکھنے کے قابل ہی نہ چھوڑے)

واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حقائق منکشف ہوں گے جنہیں کفار دنیا میں جھٹلاتے رہے تو وہ انہیں دیکھتے ہی حیران و دہشت زدہ ہو جائیں گے۔ اور بعض کا قول ہے کہ آدمی کا یہ حال بوقت موت ہوگا اور اس کی آنکھیں موت کا مشاہدہ کرتے ہی بے نور اور متحیر ہو جائیں گی۔

(وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝) اور چاند گہنا جائیگا

ای ذھب ضوءہ یعنی چاند کی روشنی اور چمک زائل ہو جائے گی۔ یا جس طرح گرہن کے وقت سیاہ اور بے نور نظر آتا ہے مکمل اسی طرح تاریک اور بے نور ہو جائے گا۔

(وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝) اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے۔

حیث یطلعھما اللہ تعالیٰ من المغرب علی ما روی عن ابن مسعود۔ جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ دونوں کو مغرب سے طلوع کرے گا۔ ایک قول ہے یجمعان اسودین مکورین کانھما ثوران عقیران فی النار دونوں سیاہ و تاریک ہو کر اکٹھے ہوں گے پیپٹے ہوئے گویا کہ دونوں کٹ کر (ٹوٹ کر) آگ میں بھڑکتے بگولے ہیں۔ اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یجمعان ویجعلان فی نور الحجب دونوں اکٹھے کیے جائیں اور وہ دونوں نور حجاب میں رکھے جائیں گے اور ایک قول ہے کہ دونوں جمع کئے جائیں گے جس کی وجہ سے لوگوں پر شدت کی گرمی اور پسینہ لاحق ہوگا۔ مجاہد کا قول ہے کہ بے نور ہو کر جمع ہوں گے۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے عطاء ابن یسار سے روایت کی ہے یجمعان ثم یقذفان فی البحر فیکون نار اللہ الکبری وتوسعۃ الجراو تصغیرھما مما لا یعجز اللہ عزوجل واحوال القیامۃ علی خلاف النمط الطبیعی وحوادثہ امور وراء الطبیعۃ چاند سورج دونوں جمع ہوں گے پھر سمندر میں پھینکے جائیں گے تو وہ سمندر اللہ کی طرف سے بہت بڑی آگ ہو جائے گا اور سمندر وسیع ہو جائے گا یا دونوں چاند اور سورج چھوٹے ہو جائیں گے اور کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ حق سبحانہ، وتعالیٰ اس پر قادر نہ ہو اور قیامت کے احوال قدرتی اور فطرتی طریقہ پر نہیں اور اس

میں ہونے والے حادثات فطری امور سے ماوراء شئے ہیں۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣ الْمُسْتَقَرُّ ۝

اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔ ہرگز نہیں کوئی پناہ نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جاکر ٹھہرنا ہے۔

(يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ) اس دن آدمی کہے گا۔
يوم اذا تقع هٰذه الامور یعنی اس روز جب یہ سارے امور (جن کا اوپر تذکرہ ہوا) واقع ہوں گے تو انسان کہے گا انسان سے مُراد کافر ہیں۔ اور وہی یہ کہیں گے۔ یوم سے مراد روز قیامت ہے

(اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝) کدھر بھاگ جاؤں۔
ای الفرار يأسا منه۔ یعنی اس حالت سے مایوس ہو کر کہیں گے کہ کدھر بھاگ جائیں۔ کہ اس دہشت وکیفیت سے خلاصی ملے۔

(كَلَّا) ہرگز نہیں۔
ردع عن طلب المفر وتمنيه کفار کی فرار کی خواہش اور اس کی آرزو پر بازداشت اور زجر ہے۔

(لَا وَزَرَ ۝) کوئی پناہ نہیں
ای لا ملجأ یعنی بچنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ وَزَرَ وِزْرٌ سے مشتق ہے وھو الثقل اور اس کے معنیٰ ہیں بوجھ یعنی اس دہشت وحالت سے بچنے کے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی۔

(اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣ الْمُسْتَقَرُّ ۝) اس دن تیرے رب ہی کی طرف جاکر ٹھہرنا ہے۔
ای اليه جل وعلا وحده استقرار العباد ای لا ملجأ ولا منجی لهم غيره عزوجل یعنی بندوں کے لوٹنے اور ٹھہرنے کی جگہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف ہوگی یعنی اللہ کے سوا کوئی پناہ دینے والا اور کوئی خلاصی ورہائی دینے والا ہرگز نہ ہوگا اور ساری مخلوق اسی کے حضور حاضر ہوگی۔ اور جزا وسزا اسی ہی کی مشیئت وحکم سے ہوگی۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝

اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا۔

(يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ) آدمی کو جتا دیا جائے گا۔
ای يخبر یعنی آدمی کو خبر دی جائے گی اور اُسے مطلع کر دیا جائے گا۔

پر حجت اور گواہ ہوں گے۔ اور "بَصِیْرَةٌ" میں تاء مبالغہ کی ہے جس سے مراد ہے اچھی طرح دیکھنے والا۔ اور عطاء، قول ہے کہ اس مفہوم کو یہ آیت قرآن ہی کافی ہے "كفىٰ بنفسك اليوم عليك حسيبا" یہاں نفس سے مراد وجود انسان ہے۔ اس کے اعضاء و جوارح ہیں اور بصیرت نفس کی صفت یا طبیعہ۔

(وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝) اور اگر اپنے سب بہانے لا ڈالے۔

ای ولو جاء بکل معذرة یمکن أن یعتذر بها عن نفسه یعنی اگرچہ وہ سب بہانے معذرتیں جو اس کے پاس ممکن ہوسکیں سبھی لا ڈالے کہ ان کے ذریعہ اپنے نفس کے حق میں اور اعمال چھپانے کے لیے بہانے بنائے یا پردہ ڈالنے کی سعی کرے یا جھگڑے کوئی بات فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی سنے جائیں گے۔ اگر وہ ایسا کرے بھی تو اس کا نفس اسے خود جھٹلا دے گا اور اس کا جھوٹ چھپ نہ سکے گا لہذا کوئی حیلہ سود مند نہ ہوگا قرآن حکیم میں یہی بات دوسری جگہ فرمائی گئی لاتنفع الظلمين معذرتهم۔ کہ اس روز ظالموں کی معذرت انہیں نفع نہ دے گی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے

(لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ) تم قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو

بہ میں ضمیر قرآن پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ سیاق آیت سے ظاہر ہے بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کی شدت کی وجہ سے جلد جلد پڑھتے اور اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو جلد جلد حرکت دیتے اس خوف سے کہ نازل شدہ آیات سے کچھ حصہ یاد سے رہ نہ جاتے تو یہ آیت لاتحرك به الخ نازل ہوئی پھر اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سنتے تھے اور ایک روایت میں اطرق فاذا ذهب قرأ آیا ہے یعنی جبریل علیہ السلام کی قرأت کے بعد خود پڑھتے۔ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے ای لاتحرك بالقرآن لسانك عند القاء الوحی من قبل أن یقضیٰ الیك وحیه یعنی آپ قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے اس وقت اپنی زبان مبارک کو جلد جلد حرکت نہ دیں جب کہ وحی القاء ہو رہی ہو اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کا اترنا تمام ہو جائے تاکہ آپ کو قرأت و یادداشت میں جو دشواری کا

نہ ہو اور آپ پر مشقت کا یہ بار حق سبحانہ' وتعالیٰ کا منظور نہیں ہے امام شعبی کا قول یہی ہے۔

(لِتَعْجَلَ بِہٖ ؁) تاکہ تم یاد کرنے کی جلدی کرو۔

ای لتاخذہ علی عجلۃ مخافۃ ای ینفلت منک یعنی اس لیے کہ آپ وحی کو یاد کرنے کے لیے اس خوف سے عجلت نہ فرمائیں کہ آپ سے حفظ میں اس سے کچھ رہ نہ جائے ابن عباس سے یونہی منقول ہے۔

(اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ) بے شک اس کا محفوظ کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

فی صدرک بحیث لایذھب علیک شیءٌ من معانیہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ پاک میں اس طرح جمع اور محفوظ کرنا کہ اس کے متن و معانی سے آپ سے کچھ چھوٹے ہی نہیں ہمارے ذمہ ہے۔

(وَقُرْاٰنَہٗ) اور اس کا پڑھنا۔

ای اثبات قرأتہٖ فی لسانک بحیث تقرأہ متی شئت فالقرٰن ھنا وکذا فیما بعد مصدر کالرجحان بمعنی القراءۃ یعنی قرآن حکیم کی قرأت کو آپ کی زبان میں جس طرح اور جب بھی آپ سے پڑھیں ثابت کر دینا یعنی اس کا پڑھانا اور جاری و رواں کرانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے تاکہ ادائے رسالت میں آپ کو قوت و مضبوطی حاصل ہو اور بار مشقت نہ ہو۔ اور قرآن یہاں اور اسی طرح اس کے بعد بطور مصدر آیا ہے جس طرح کہ رجحان بمعنی القرأت (پڑھنا پڑھانا) ہے۔ اور ایک قول ہے کہ ای تالیفہ یعنی اس کا پڑھنا آپ کی تالیف موافقت یا (دوستی یا مانوس کرنے) کے لیے ہے۔ اور ایک قول ہے تالیف کا معنی ہے ای حفظہ فی حیاتک یعنی اس کا محفوظ کرنا آپ کی زندگی میں ہوگا و تالیفہ علی لسانک اور اس کی تالیف (موافقت) آپ کی زبان پر جاری ہونا ہمارے ذمہ ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ؁ تو جب ہم اُسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

(فَاِذَا قَرَاْنٰہُ) تو جب ہم اُسے پڑھ چکیں۔

ای اتمنا قرأنہ علیک بلسان جبریل علیہ السلام المبلغ عنا۔ یعنی جب ہم حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے جو ہماری طرف سے پہنچانے والے ہیں آپ پر اس کو پڑھنا پورا کر لیں۔ قرأنا میں نون عظمت کا ہے اور ایک قول ہے کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ کا قرأت جبریل کو اپنی

تھے۔

قرأت قرار دینا مجازاً ہے اس لیے کہ وہ قاصد وحی

کی اتباع کرو۔

رفَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝) تب اس پڑھے ہوئے فاتبع بذهنك حتی یرسخ تو تم

فکن مقفیاله لامبار یا وقیل فاذا قرأنه اور ایک قول ہے پھر اس کا

ہماری اس کی قرأت کے بعد پڑھو اور اس کے دوران نزول نہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ

اتباع کرو تاکہ تمہارے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اور پھر اتمام وحی (قرأت کے پورا

وسلم وحی کی قرأت اطمینان و توجہ کے ساتھ سماعت فرماتے تھے۔ قرأت قرآن سیکھنے میں اب تک یہی معمول ہے کہ

ہونے کے بعد) کے بعد تلاوت فرماتے

پہلے استاد پڑھے جب وہ پڑھ چکے تو پھر متعلم پڑھے اور استاد و شیخ کی قرأت کے دوران نہ پڑھے

قتادہ اور ضحاک کا قول ہے ای فاتبع فی الاوامر والنواهی قرآنه یعنی تلاوت میں

جو اوامر و نواہی پڑھے گئے ان کا اتباع فرمایئے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر

فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

رثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝) پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر کرنا ہمارے

ذمہ ہے۔

ای بیان ما اشکل علیك من معانیه واحکامه

یعنی قرآن حکیم کے معانی اور اس کے احکامات میں سے کچھ اشکال ہو تو اس کا بیان اور وضاحت

بھی ہمارے ذمہ ہے۔ "ثُمَّ" کے لفظ سے واضح ہے کہ نزول آیات یا خطاب کے وقت

اگر وضاحت نہ کی جائے تو کچھ دیر بعد اس سے مراد بیان ہو یا بوقت ضرورت اطلاع ہو تو جائز

ہے۔ قاضی ابو الطیب وغیرہ سے یہی منقول ہے بعض کا قول ہے کہ بیان سے مراد اظہار ہے

اور مجمل بیان نہیں ہے اور بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے

فرمایا ثم ان علینا ان نبینه بلسانك۔ پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اسے (قرآن حکیم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بیان (واضح) فرمائیں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ کوئی نہیں بلکہ اے کافرو تم خواہشات

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ دنیا کو دوست رکھتے ہو۔ اور آخرت کو چھوڑ

بیٹھے ہو۔

رکلا) کوئی نہیں حرف ردع (بازداشت۔ انتباہ) ہے اور طیبی کا قول ہے کہ یہ
قول باری تعالیٰ وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِيْرَهٗ سے متصل ہے اس لیے اس جنس انسان سے خطاب ہے جو
قیامت کا انکار کرتی ہے یا اپنے کرتوتوں پر عذر تراشی کرے گی یعنی کفار۔ تو کفار کو ڈانٹ ہے
آلوسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجلت کے ترک اور آیات الہیٰ کے قرأت و
اتباع کی مزید رغبت و محبت کے لیے ارشاد ہے۔

ربَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ٥) تم دنیا کو دوست رکھتے ہو۔

العاجلۃ کے معنی ہے وہ شئے جو فوراً حاصل ہو، ایک قول ہے کہ اس سے حب
دنیا ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد خواہشات دنیوی کی محبت ہے جن کا نفع جلدی حاصل ہو۔ واضح
مفہوم یہ ہے کہ کفار کو خطاب ہے کہ تمہیں دنیا محبوب ہے ایک قول ہے کہ سب کو عمومی خطاب
ہے گویا کہ فرمایا جارہا ہے بل انتم یابنی آدم لما خلقتم من عجل وجبلتم علیہ
تعجلون فی کل شئی ولذا تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ بلکہ اے اولاد
آدم جب کہ تم عجلت میں پیدا کئے گئے ہو اور تمہاری یہی جبلت و عادت ہو گئی کہ تم ہر ایک چیز میں
جلدی کرتے ہو تو اسی لیے تم جاری امور سے محبت رکھتے ہو اور تم آخرت کو چھوڑتے ہو۔ ایک
قول ہے کہ سید المخاطبین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے مگر مراد عام یعنی سب لوگ ہیں اور دنیا کی
محبت اور ترک آخرت پر بازداشت ہے۔

(وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ٥) اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

تَذَرُوْنَ میں انسانوں کو اسی جنس کو خطاب ہے جو دنیا پسند ہے واضح مفہوم یہی ہے
کہ تم دنیادی رغبتوں میں پڑ کر آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ قیامت و
آخرت حق ہے اور اس روز کوئی عذر تراشی سودمند نہ ہوگی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ٥ کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ٥ رب کو دیکھتے۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ) کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے۔

ای وجوہ کثیرۃ وھی وجوہ المومنین المخلصین یوم اذ تقوم القیامۃ
بھیئۃ متہللۃ من عظیم المسرۃ یشاھد علیھا نضرۃ النعیم۔ یعنی بہت سے
چہرے اور وہ مخلص مومنوں کے چہرے ہوں گے اس دن جب کہ قیامت قائم ہوگی تروتازہ،

ہوں گے۔ وُجُوْہٌ وَجْھَۃٌ کی جمع ہے اور نکرہ وارد ہُوا ہے، ایک قول ہے کہ وُجُوْہٌ مبتدا ہے اور مضاف الیہ محذوف ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے خاص چہرے یا اہلِ ایمان و تقویٰ کے چہرے اور اگر صفت محذوف ہے تو مراد ہوگا بہت سے چہرے اور مبتداء بدون تخصیص کے نہیں ہوتا لہٰذا وُجُوْہٌ مبتدا نہیں اور نہ ہی نَاضِرَۃٌ اس کی خبر ہے، ایک قول ہے کہ کلام سے مُراد دراصل یوں ہے۔ وُجُوْہٌ مِنْھُمْ یعنی لوگوں میں سے بعض چہرے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ مومنین متقین کے چہرے۔ (اللہ کی) ان نعمتوں و مہربانیوں پر کھلیں شگفتہ اور نورانی ہوں گے اور انتہائی بڑی خوشی کے ساتھ

اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ٥) اپنے رب کو دیکھتے۔

انھا تراہ تعالیٰ مستغرقۃ فی مطالعۃ جمالہ بحیث تغفل عما سواہ و تشاھدہ تعالیٰ علی مایلیق بذاتہ سبحانہ۔ وہ چہرے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو دیکھتے ہوں گے اس کے جمال پاک کے مطالعہ میں ماسوائے بالکلیہ غافل ہوکر مستغرق ہوں گے اور مشاہدہ کریں گے ذات کریم کا جس طرح اللہ پاک کی شان کے لائق ہے۔ یہ آئت آخرت میں مومنین کے دیدار الٰہی پر دلالت کر رہی ہے۔ اور یہ دیدار بے کیف اور بدون جہت ہوگا۔ دیدار الٰہی پر تفصیلی بحث سورۃ الاعراف اور سورۃ النجم میں گزر چکی۔ صحیحین میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر فرمایا بلاشبہ تم اپنے پروردگار کا اسی طرح دیدار کرو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔ طبرانی میں حسن اور ابن عباس سے دونوں سے الگ الگ مروی ہے کہ جنتی لوگ ہر جمعہ کو دیدار الٰہی سے سرفراز ہوں گے۔ رویت باری کے ممکن ہونے پر اہلِ سنّت کا اجماع ہے اگرچہ دنیا میں نہ ہو خوارج، اور معتزلہ وغیرہ روایت باری کے منکر ہیں اور وہ دلائل عقلی کی بنا پر نفی کرتے ہیں لیکن ہمارا اہلِ سنّت کا کہنا ہے کہ یہ تمام شرائط (دلائل عقلی جیسے جہت، قرب و بعد، جسم و کثافت وغیرہ) اشیاء مادی سے متعلق ہے اور ذات باری ان امور سے منزہ ہے کہ اس پر امور مادیہ کا اطلاق کیا جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت و اثبات رویت کے بعد یہ عقلبازی عبث اور بے باکی ہے۔ بعض علماء نے اِلٰی رَبِّھَا میں اِلٰی (حرف جار) کی رَبِّھَا (مجرور) پر تقدیم حصر کا فائدہ دے رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ چاہے گا تو اہلِ جنت اس کے دیدار میں مشغول و منہمک ہوں گے۔ اور نعماء جنت وغیرہ یا کسی اور طرف

ملتفت نہ ہوں گے۔ رویت باری لوگوں کے حال و مقام کے موافق ہوگی بعض کے لیے دوامی اور بعض کے لیے کبھی کبھار ہوگا اور ہمہ وقت اس نعمت سے سرفرازی انبیاء، اور مقربین خواص وصالحین کے لیے ہوگی واللہ اعلم۔ اللّٰھم ارزقنا رؤیۃ جمالك الکریم بحرمۃ نبیك الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝	اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔
تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝	سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔

(وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝) اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔

وجوہٌ سے مراد کفار کے چہرے ہیں۔

ای شدیدۃ العبوس و باسل یعنی کفار کے چہرے سخت تیوار ئے (بگڑے) اور سیاہ کالے، غمزدہ مایوس ہوں گے۔

(تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝) سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے۔

ای داھیۃ عظیمۃ تقصم فقار الظھر من فقرہ اصاب فقارہ یعنی ایسی شدید وسخت اور بڑی آفت ہوگی جس کی شدت ضرب سے ان کی ریڑھ کی ہڈی کے مُہرے ٹوٹ جائیں گے اور اس مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ ابن زید کا قول ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور شدت عذاب اور ہولناک مصائب میں مُبتلا ہوں گے۔ اور کلبی کا قول ہے کہ دیدار الٰہی سے محرومی ہوگی اور وہ جان جائیں گے کہ اب ان کے ساتھ وہ ہونے والا ہے جو ان کی کمر توڑ دے گا۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ۝ ع	ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔ اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

(كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝) ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

(كَلَّآ) ہاں ہاں۔ حرف ردع ہے۔

ای ردع عن ایثار العاجلۃ علی الاخرۃ یعنی آخرت پر دنیا کو ترجیح وفوقیت دینے پر انتباہ ہے کانہ قیل ارتدعوا عن ذلک گویا کہ ارشاد ہے کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے باز رہو اور فکر آخرت کرو کہ موت امور دنیا کو قطع کر دے گی اور آخرت کی زندگی دوامی ہے جب کہ دنیا عارضی ہے۔

(اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝) جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔

(اِذَا) جب ای عند الموت یعنی بوقت موت (بَلَغَتِ) پہنچ جائے گی ای النفس او الروح یعنی نفس یا روح مراد جان (التَّرَاقِيَ) گلے کو۔ ای اعالی الصدر وھی العظام المکتنفۃ ثغرۃ النحر عن یمین وشمال جمع ترقوۃ یعنی سینے سے اوپر کی جگہ اور وہ جسم کے دائیں بائیں ٹیڑھی ہڈیاں ہوتی ہیں گلے کے قریب مراد ہنسلی کی ہڈیاں اور گلے کا مقام ہے تراقی ترقوۃ کی جمع ہے درید بن الصمۃ کا شعر ہے ؎

ورب عظیمۃ رافعت عنھم وقد بلغت نفوسھم التراقی

"اور پروردگار کی قسم اُن سے تکبر و بڑائی اس قدر بلند ہوئی کہ ان کی جانیں گلے تک پہنچ گئیں۔"

واضح مفہوم یہ ہے کہ بوقت موت جب کفار کی جان گلے تک پہنچ جائے گی۔

(وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝) اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے۔

ای قال من حضر صاحبھا من یرقیہ وینجیہ

یعنی اس کے (مرنے والے) قریب جو لوگ موجود ہوتے ہیں وہ کہیں گے کہ کوئی اس پر دم پھانڈا کر دے تاکہ اس کی خلاصی ہو۔ قتادہ سے مروی ہے کہ مرنے والا یہ کہتا ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ موت کے فرشتے کہتے ہیں ایکم یرقی بروحہ أملائکۃ الرحمۃ ام ملائکۃ العذاب من الرقی وھو العروج تم میں سے کون اس رُوح کو لے کر عروج کرے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے اور راقی رقی سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں اوپر چڑھنا۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہے کہ ہے کوئی طبیب حاذق جو اس کا خواہ قول سے ہو یا عمل سے علاج کرے تاکہ اس کو شفا حاصل ہو۔

وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کی گھڑی ہے۔

ای وظن الانسان المحتضر أن مانزل به الفراق من حبیبته الدنیا ونعیمها یعنی وہ انسان جو مرنے والا ہوتا ہے (جسے یہ حالت پیش آتی ہے) سمجھ لیتا ہے کہ دنیا کی محبوب اشیاء اور دنیا کی نعمتوں سے جدائی کا وقت آن پہنچا ہے۔ وقیل فراق الروح الجسد ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ روح اور جسم کے فراق (جدائی) کا وقت آگیا ہے۔ اکثر مفسرین نے یہاں ظَنَّ بمعنی یقین لیا ہے۔ کیونکہ انسان کا حال یہ ہے کہ جب تک اس کی روح بدن سے تعلق و علاقہ رکھتی ہے تو دنیا کی زندگی سے جو اُسے شدید محبوب ہوتی ہے اس کی امید بندھی رہتی ہے اور اسی کی طرف لوٹنے کی سعی کرتا رہتا ہے جب اُسے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے تو اُسے موت کا یقین ہوجاتا ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰی اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔
رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ۝ اس دن تیرے رب کی طرف ہانکنا ہے۔

(وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝) اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

ای التفت ساقه بساقه والتوت علیها عند هلع الموت وقلبه کما روی عن الشعبی وقتادة وابی مالك وقال الحسن وابن المسیب هما ساقا المیت عند مالفا فی الکفن۔ یعنی موت کی بے چینی کے وقت مرنے والے کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی اور لڑکھڑائے گی شعبی، قتادہ اور ابومالک سے یہی مروی ہے اور حسن اور ابن المسیب کا قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ دونوں پاؤں کفن میں لپیٹے جائیں گے اور حسن سے یہ بھی مروی ہے التفت شدة فراق الدنیا بشدة اقبال الآخرة کہ شدت پر شدت ہوگی ایک دنیا کے چھٹنے اور جدائی کی شدت اور دوسرے آخرت کے پیش آنے کی شدت۔ ابن عباس کا قول ہے ساق سے مراد ہے دنیا اور آخرت یعنی امر دنیا امر آخرت سے لپٹا ہوگا۔ ابن جریر اور ضحاک کا قول ہے التفت اسوق حاضریه من الانس والملائکة هؤلاء یجهزون بدنه الی القبر وهؤلاء یجهزون روحه الی السماء مرنے والے کے پاس حاضرین فرشتوں اور ملائکہ کا باہم جمع ہونا ہے کہ لوگ تو اس کے بدن کو قبر میں اتارنے کے لیے تیاری کر رہے ہوتے ہیں جب کہ فرشتے

اس کی روح کو آسمانوں کی طرف لے جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور فرشتوں کا لے جانا مرنے والے کے حال و اعمال کے مطابق ہے خواہ علیین کی طرف ہو یا سجین کی طرف ہو کہ مومن روحوں کا مقام الگ اور کفار کا ٹھکانہ الگ ہے۔

اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ؕ اس دن تیرے رب ہی کی طرف ہانکنا ہے۔

مَسَاق مصدر میمی ہے جس طرح مَقَال یعنی ہانکے جانا ای الی اللہ تعالٰی وحکمہ مسوقہ لا الی غیرہ یعنی اللہ تعالٰی ہی کی طرف اور اس کے حکم کی طرف رجوع ہوگا اور اس کے سوا کسی اور طرف ہرگز نہیں۔ اور حکم سے مراد جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ اس دن آدمی اپنے اعمال میں سے خیر یا شر کو پالے گا۔ اور اس پر حقیقت امر روشن و وا شگاف ہو جائے گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ قیامۃ پ ۲۹

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۙ	اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔
وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۙ	ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤی اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰی ؕ	پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔
اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ۙ	تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔
ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ؕ	پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔
اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًی ؕ	کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا
اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰی ۙ	کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۙ	پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ؕ	تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ۠	کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ قیامۃ پ ۲۹

فلا۔ تو نہ   صدق۔ سچ مانا   و۔ اور   لا۔ نہ

صلی۔نماز پڑھی
[illegible]
الی۔طرف
لک۔تیری
لک۔تیری
الانسان۔انسان
الم۔کیا
من منی۔منی کی
علقۃ۔جما ہوا خون
منہ۔اس سے
الانثی۔عورت
بقدر۔قادر
الموتی۔مُردوں کو۔

و۔اور
تولی۔منہ پھیرا
اھلہ۔اپنے گھر کو
فاولی۔پھر تیری خرابی
فاولی۔پھر تیری خرابی
ان۔یہ کہ
لم۔نہیں
یمنی۔جو ڈالی جاتی ہے
فخلق۔پھر پیدا کیا
الزوجین۔دو جوڑے
ا۔کیا
علی۔اوپر

لکن۔لیکن
ثم۔پھر
یتمطی۔اکڑتا ہوا
ثم۔پھر
ا۔کیا
یترک۔چھوڑ دیا جائیگا
یک۔تھا
ثم۔پھر
فسوی۔پھر برابر کیا
الذکر۔مرد
لیس۔نہیں ہے
ان۔اس سے کہ

کذب۔جھٹلایا
ذھب۔گیا
اولی۔خرابی ہے
اولی۔خرابی
یحسب۔سمجھتا ہے
سدی۔آزاد
نطفۃ۔ایک بوند
کان۔تھا
فعل۔پھر بنائے
و۔اور
ذلک۔یہ
یحیی۔زندہ کرے

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝ — اس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ — ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰى ۝ — پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ — تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ — پھر تیری خرابی آ لگی اب آ لگی۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ۝ — کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

(فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝) — اُس نے نہ تو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

(فَلَا صَدَّقَ) ای ما یجب تصدیقہ من اللہ عزوجل والرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والقرآن الذی انزل علیہ (وَلَا صَلّٰی) ما فرض علیہ فلم یصدق ولم یصل۔ یعنی جس کی تصدیق واجب تھی یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن عظیم کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کی تصدیق نہ کی اور نماز جو اس پر یعنی انسان پر واجب تھی صدق وصلی کی ضمیریں الانسان کی طرف راجع ہیں۔ فلاں سے

مراد یا تو جنس انسان ہے یا پھر ابوجہل لعین مراد ہے ۔ اور جو کچھ اس پر فرض تھا یعنی نہ تو زکوٰۃ اداکی اور نہ ہی نماز پڑھی ۔

(وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝) ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا ۔

ای لم یصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتولی عن الطاعتہ یعنی

مختصر تفسیر سورہ قیامۃ رکوع دوم پ۲۹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی بجائے ان کی تکذیب کی (جھٹلایا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑا ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ایمان قبول نہ کیا اور مخالفت کا راستہ اپنایا ۔

(ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝) پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا

یتمطی دراصل یتمطط ہے جس کے معنی اترا کر چلنے کے ہیں ۔ قاموس میں ہے مطی فی سیرہ وہ شخص متکبرانہ چال سے چلا ای یتبختر افتخارا بذلك یعنی ابوجہل نے نہ صرف تکذیب و روگردانی کی بلکہ متکبرانہ انداز سے اکڑتا ہوا گھر کو چل دیا گویا اس کے نزدیک یہ کوئی سنجیدہ امر ہی نہ تھا اور وہ فخر سے سر جھٹک چل دیا کہ مجھے کیا پرواہ ہے ۔

(اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝) تیری خرابی آلگی اب آلگی ۔

جملہ تہدید ہے یا بددعا ہے گویا کہا جا رہا ہے ھلاکا اولی لك بمعنی اھلكك اللہ تعالی ھلاکا اقرب لك من كل شر وھلاك تیری ہلاکت تجھ سے قریب ہوگئی یعنی کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اور تیری ہلاکت تیرے لیے ہر خرابی و شر سے قریب و نزدیک تر ہوگئی ۔ یہاں "لك" ضمیر خطابیہ ہے جبکہ سیاق کلام میں ذکر صیغہ غائب کے ساتھ گزرا جس کا مفہوم یہ ہے کہ تیری بربادی یقینی ہوگی اور ہو کر رہے گی ۔

(ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝) پھر تیری خرابی آلگی اب آلگی ۔ تکرراً للتاکید جملہ مکرر تاکید کے لیے ہے ایک قول ہے کہ پہلے جملہ میں دنیوی تباہی کی اور اس جملہ مکرر میں آخروی ہلاکت کی وعید ہے ۔

نسائی میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اولی لك فاولی لك آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا یا حق سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں یوں فرمانے کا حکم دیا تھا تو ابن عباس نے فرمایا اول حضور نے خود فرمایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں

... ہوا ... سبب یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحا میں ابو جہل کے کپڑے پکڑ
کر فرمایا اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی تو ابو جہل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
... تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں مکہ کے پہاڑوں کے درمیان
... زور آور، طاقتور اور صاحب عزت و جاہ ہوں، اور یہ آیت پیشین گوئی ہے
... قرآن پر مسلم دلیل اور حجت ہے۔ غزوۂ بدر میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور وہ ذلت و
... مارا گیا۔ صدق اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے
... فرمایا: ... فرعون ھذہ الامۃ اس امت کا فرعون مارا گیا۔

(ایحسب الانسان ان یترک سدی ٥) کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔
... ولا یکلف ولا یجزی وقیل ان یترک فی قبرہ فلا یبعث۔ یعنی کیا انسان
... کہ اسے یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا یعنی بیکار یا آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور کسی امر کا مکلف
... اور نہ ہی اس کے لیے کوئی جزا و سزا ہو گی اور ایک قول ہے کہ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے
... اس کی قبر میں یونہی چھوڑ دیا جائے گا پھر اسے نہ اٹھایا جائے گا۔ حالانکہ تخلیق کا بنیادی مقصد
... اوامر و نواہی وغیرہ کی پابندی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون
... نے جن اور آدمی اسی خاطر بنائے کہ میری بندگی (طاعت) کریں۔

الم یک نطفۃ من منی	کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی
یمنی ٥ ثم کان علقۃ فخلق	جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے
فسوی ٥ فجعل منہ الزوجین	پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس سے دو
الذکر والانثی ٥ الیس	جوڑ بنائے مرد اور عورت۔ کیا جس
ذلک بقدر علی ان یحیی	نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔
الموتی ٥	

(الم یک نطفۃ من منی یمنی ٥) کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے۔

استیناف کلام ہے جو آدمی کے مذکورہ حسبان (گھمنڈ یا خیال کہ وہ کیونکر دوبارہ زندہ ہو گا)
کے ابطال کے لیے وارد ہوا ہے حسن نے "الم تک" تاء خطاب کے ساتھ پڑھا ہے جو
بر سبیل التفات ہے اور اکثر قراء نے "تمنی" کو تاء فوقیہ سے پڑھا ہے تو ضمیر نطفہ کی طرف راجع ہے

ای یمنیھا الرجل و یعبھا فی الرحم یعنی آدمی کا ایک بوند منی ہونا اور اس کا رحم میں ٹپکنا

واضح مفہوم یہ ہے کہ آدمی جو رحم میں ایسے گندے پانی (قطرۂ منی) سے بنا تو اس کو خالق کی نافرمانی اور تکبر کا کرنا اور اترانا کیونکر زیب دیتا ہے۔

(ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝) پھر خون کی پھٹک ہوا تو اُس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔

ای بقدرۃ اللہ تعالیٰ کما قال اللہ تعالیٰ سبحانہ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ

یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اس کو نطفہ سے علقہ بنایا یعنی جمے ہوئے خون سے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد باری ہے پھر ہم نے انسان کو نطفہ سے جما ہوا خون پیدا کیا (بنایا) حدیث صحیح میں ہے ہر ایک آدمی کا مادۂ خلقت اس کی ماں کے رحم میں بصورت نطفہ جمع رہتا ہے اور جب چالیس روز گزر جاتے ہیں ثم یکون علقۃ مثل ذلک پھر وہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر جب چالیس روز اور گزر جاتے ہیں ثم یکون مضغۃ مثل ذلک اربعین یوماً پھر لوتھڑا ہو جاتا ہے اور رہتا ہے اسی طرح چالیس روز تک ثم یرسل الیہ الملک فینفخ فیہ الروح پھر اس کی طرف (ایک سو بیس ۱۲۰ روز کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو نطفے سے حالت علقہ میں پیدا کیا پھر اس حالت سے اُسے کامل بنایا۔ اور اس کو بدنی اعضاء وغیرہ کو مکمل کیا اس کی پیدائش میں کمی نہ رکھی اور پھر اس میں روح ڈال دی یہ سب اسی کی قدرت ہے تو پھر اس کی نافرمانی بڑی ہی ڈھٹائی اور حماقت ہے۔

(فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝) تو اس سے دو جوڑ بنائے مرد اور عورت۔

(فَجَعَلَ مِنْهُ) أی من الانسان وقیل من المنی یعنی انسان سے اور ایک قول ہے کہ مادۂ منی سے (الزَّوْجَيْنِ) ای الصنفین یعنی دو اصناف یعنی دو جوڑ پیدا کیں۔

(الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى) زوجین سے بدل ہے۔ یعنی نر اور مادہ اور کبھی دونوں جڑواں رحم میں جمع ہوتی ہیں کبھی ایک ہوتی ہے اور کبھی دوسری۔

(اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى) کیا جس نے یہ کچھ کیا وہ مردے نہ جلا سکے گا۔

(اَلَیۡسَ ذٰلِکَ) العظیم الشان الذی انشاھذا الانشاء البدیع یعنی وہ بڑی عظمت و شان والا ہے جس نے اس طرح سے پیدا کیا اور ان حالتوں سے تخلیق فرمایا۔

(بِقٰدِرٍ) ای قادر او قرأ زید مضارعا یعنی کیا وہ عظمت والا رب قدرت نہیں رکھتا ؟ زید نے مضارع پڑھا ہے یعنی یقادر۔ کیا دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت نہیں رکھے گا۔

(عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ؏) وھواھون من البدء فی قیاس العقل

یعنی وہ ذات باری تعالیٰ جو نطفہ سے علقہ اور علقے سے مضغہ اور مضغہ سے مخلقہ فرماکر تکمیل انسان فرماتا ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہ رکھے عقلی اور قیاسی طور پر انتہائی حماقت اور کور چشمی پر دلالت کرتا ہے کہ وجود انسانی کے ان عجیب مراحل کے ساتھ وجود زندگی میں لائے اور لوگ روزمرہ زندگی میں ان مراحل کا مشاہدہ بھی کریں پھر بھی حشر اور حیات بعد الموت کا انکار کریں تو یہ سوائے کور چشمی اور بغض و عناد کے سوا کوئی اور بات نہیں ہے ۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی تو فرمایا سُبحٰنک اللھم و بلٰی ۔ ابو داؤد اور ترمذی اور بیہقی میں ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تم میں سورۂ قیامۃ کی آخری آیت کو پڑھے فلیقل بلی تو اُسے چاہیے کہ کہے کہ ہاں (ان اللہ علی کل شئ قدیر۔)

الحمد للہ آج ۲۵ شعبان ۱۴۱۳ھ بروز جمعرات
بمطابق ۱۸ ر فروری ۱۹۹۳ء تفسیر سورہ قیامۃ
مکمل ہوئی

سورۃ الدہر مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع۔ اکتیس آیتیں۔ دو سو چالیس کلمے اور ایک ہزار چون حروف ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ دہر پ ۲۹

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا ○
بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ○
بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ○
بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا پھر ناشکری کرتا۔

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغۡلٰلًا وَّ سَعِیۡرًا ○
بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ کَاۡسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوۡرًا ○
بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے۔

عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِیۡرًا ○
وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِیۡرًا ○
اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا ○
اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا ۝

ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانگتے۔

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ۝

تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

وَجَزٰهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ۝

اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیے۔

مُّتَّكِـِٕينَ فِيهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ۝

جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝

اور اس کے سائے اس پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیے گئے ہوں گے۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِاٰنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔

قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝

کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ۝

وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝

اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ۝

اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔

ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قناویز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا۔

ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

حل لغات رکوع اول سورۃ دہر پ ۲۹

ھل۔ بیشک	اتی۔ آیا	علی۔ اوپر	الانسان۔ انسان کے
حین۔ وقت	من الدھر۔ زمانے سے	لم۔ نہیں	یکن۔ تھا
شیئا۔ کوئی چیز	مذکورا۔ ذکر کے قابل	انا۔ بیشک ہم نے	خلقنا۔ پیدا کیا
الانسان۔ انسان کو	من نطفۃ۔ منی	امشاج۔ ملی ہوئی سے	نبتلیہ۔ کہ ہم اسکو آزمائیں
فجعلنہ۔ تو بنایا ہم نے اسکو	سمیعا۔ سننے والا	بصیرا۔ دیکھنے والا	انا۔ بیشک ہم نے
ھدینہ۔ دکھایا اسکو	السبیل۔ رستہ	اما۔ چاہے	شاکرا۔ شکرگزار ہو
و۔ اور	اما۔ چاہے	کفورا۔ ناشکرا	انا۔ بے شک
اعتد۔ تیار کیا	نا۔ ہم نے	للکفرین۔ کافروں کیلئے	سلسلا۔ زنجیر
و۔ اور	اغلالا۔ طوق	و۔ اور	سعیرا۔ بھڑکتی آگ
ان۔ بیشک	الابرار۔ نیک لوگ	یشربون۔ پئیں گے	من کاس۔ پیالے
کان۔ کہ ہوگی	مزاجھا۔ ملونی اسکی	کافورا۔ کافور کی	عینا۔ ایک چشمہ ہے
یشرب۔ کہ پئیں گے	بھا۔ اس سے	عباد۔ بندے	اللہ۔ اللہ کے
یفجرونھا۔ پھاڑ کر لے جائینگے اسکو		تفجیرا۔ پھاڑنا	یوفون۔ پورا کرتے ہیں
بالنذر۔ نذر کو	و۔ اور	یخافون۔ ڈرتے ہیں	یوما۔ اس دن سے کہ
کان۔ ہے	شرہ۔ برائی	ہ۔ اسکی	مستطیرا۔ پھیلی ہوئی
و۔ اور	یطعمون۔ کھلاتے ہیں	الطعام۔ کھانا	علی۔ اوپر

حبہ۔ اسکی محبت کے
و۔ اور
لوجہ۔ واسطے رضامندی
منکم۔ تم سے
شکورا۔ شکرگزاری
یوما۔ ایسے دن سے
اللہ۔ اللہ نے
و۔ اور
سرورا۔ سرور
صبروا۔ صبر کیا انہوں نے
جنۃ۔ جنت
متکئین۔ تکیہ لگائے ہونگے
فیہا۔ اس میں
لا۔ نہ
و۔ اور
دانیۃ۔ قریب ہونگے
ذللت۔ جھکے ہوں گے
یطاف۔ پھیرے جائینگے
قدروا۔ اندازہ کیا انہوں نے
ھا۔ اس کا
یسقون۔ پلائے جائینگے
مزاجہا۔ ملونی اسکی
تسمی جس کا نام
علیہم۔ ان پر
رایتہم۔ تو انکو دیکھے گا
و۔ اور
رأیت۔ دیکھے گا
کبیرا۔ بہت بڑا

مسکینا۔ مسکین
اسیرا۔ قیدی کو
اللہ۔ اللہ کے
جزاء۔ بدلہ
انا۔ بیشک ہم
عبوسا۔ جو ہے تیوری والا
شر۔ برائی
لقہم۔ دی انکو
و۔ اور
یرون۔ دیکھیں گے
لا۔ نہ
علیہم۔ ان پر
قطوفہا۔ انکے گچھے
علیہم۔ ان پر
فیہا۔ اس میں
زنجبیلا۔ ادرک کی
سلسبیلا۔ سلسبیل ہے
ولدان۔ لڑکے
حسبتہم۔ خیال کریگا
اذا۔ جب
نعیما۔ نعمتیں
علیہم۔ ان پر

و۔ اور
انما۔ اسکے سوا نہیں
لا۔ نہیں
و۔ اور
نخاف۔ ڈرتے ہیں
قمطریرا۔ نہایت ترش
ذلک۔ اس
نضرۃ۔ تازگی
جزىہم۔ بدلہ دیا انکو
و۔ اور
علی۔ اوپر
فیہا۔ اس میں
زمہریرا۔ ٹھنڈک
ظللہا۔ اس کے سائے
تذلیلا۔ بڑا جھکنا
بآنیۃ۔ برتن
تقدیرا۔ پورا اندازہ
کاسا۔ پیالہ
عینا۔ ایک چشمہ ہے
و۔ اور
مخلدون۔ ہمیشہ رہنے والے
لؤلؤا۔ موتی
رایت۔ دیکھے گا تو
و۔ اور
ثیاب۔ کپڑے ہونگے

یتیما۔ یتیم
نطعمکم۔ ہم تمہیں کھلاتے ہیں
نرید۔ چاہتے ہم
لا۔ نہ
من ربنا۔ ہم اپنے رب سے
فوقہم۔ تو بچایا ان کو
الیوم۔ اس دن کی سے
و۔ اور
بما۔ بوجہ
حریرا۔ ریشمی کپڑے
الارائک۔ تختوں کے
شمسا۔ دھوپ
و۔ اور
و۔ اور
و۔ اور
من فضۃ۔ چاندی کے
و۔ اور
کانت۔ ہے
فیہا۔ اس میں
یطوف۔ پھریں گے
اذا۔ جب
منثورا۔ بکھرے ہوئے
ثم۔ اس جگہ
ملکا۔ ملک
سندس۔ سبز ریشم

خضر۔ سبز کے	و۔ اور	استبرق۔ قنادیز کے	و۔ اور
حلوا۔ پہنائے جائیں گے	اساور۔ کنگن	من فضۃ۔ چاندی کے	و۔ اور
سقھم۔ پلائے گا ان کو		ربھم۔ انکا رب	شرابا۔ شراب
طھورا۔ پاک	ان۔ بیشک	ھذا۔ یہ	کان۔ ہے
لکم۔ تمہارے لیے	جزاء۔ بدلہ	و۔ اور	کان۔ ہے
سعیکم۔ تمہاری کوشش	مشکورا۔ ٹھکانے لگی۔		

سورۃ الانسان (الدہر)

اس سورۃ مبارکہ کے پانچ نام ہیں (۱) الدھر (۲) الابرار (۳) الامتاج (۴) ھل اُتی اور (۵) الانسان، یہ سورۃ مبارکہ جمہور کے نزدیک مکی ہے جیسا کہ بحر میں ہے جب کہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ ساری سورۃ مبارکہ مدنی ہے حسن، عکرمہ اور کلبی کا کہنا ہے کہ سورۃ مبارکہ مدنی ہے سوائے ایک آیت " ولا تطع منھم آثما أو کفورا" کے جو مکی ہے اور ایک قول ہے ساری مدنی ہے سوائے اس آیت کے فاصبر لحکم ربك الخ جو مکی ہے ابن عادل سے اس کے بالکلیہ مدنی ہونے پر جمہور سے حکایت مروی ہے اور اس میں بلا اختلاف اکتیس آیات ہیں۔ اور اس سورت اور پچھلی سورت مناسبت انتہائی روشن اور واضح ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝

بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

(ھل اتی کیا نہیں گزرا) استفہام تقریری ہے أی الحمل علی الاقرار بما دخلت علیہ والمقر ربہ من ینکر البعث۔ یعنی اقرار پر محتمل ہے جو اس پر داخل ہوا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو بعث کا انکار کرتا ہے اصلہ علی ما قیل أھل علی اس کی اصل جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کیا اس پر نہیں گزرا ہے۔ یا قد کے معنی آیا ہے۔ ای قد مضی علی الانسان حین لم یکن کذلك یعنی بے شک ایسا

وقت آدمی پر گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم ہیں جن پر نفخۂ روح سے پہلے جو زمانہ گزرا یعنی چالیس برس کا زمانہ۔

(عَلَى الْاِنْسَانِ) انسان پر۔

جنس انسان مُراد ہے یا مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن سے نوعِ انسان کا آغاز ہوا۔

(حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ) ایک وقت

والحين طائفة محدودة من الزمان شاملة للكثير والقليل والدهر الزمان الممتد الغير المحدود ويقع على مدة العالم جميعها۔

حین کے معنی زمانے کے ایک محدود یا مقرر حصہ کے ہیں اور اس حصہ کا اطلاق ہر زمانہ پر خواہ طویل اور بڑی مدت ہو یا قلیل و کم مدت ہو دونوں پر ہوتا ہے اور دھر سے مراد طویل اور غیر محدود زمانہ ہے اور یہ دنیا کی کل مدت عمر پر واقع ہوا ہے۔ ایک قول ہے کہ دھر سے مراد لمبا زمانہ ہے یا مراد ایک ہزار برس کا زمانہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی مدت عمر ایک ہزار برس ہی تھی۔

(لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝) کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

انسان کی کیفیت و حالت کا ذکر ہے یعنی جب انسان کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے مُراد ان کا مٹی کے خمیر کی صورت میں ہونا ہے یا وقت مُراد ہے جب اللہ نے ان کے کالبد کو گارے سے بنایا اور مکہ اور طائف کے درمیان جبل نعمان پر ڈال دیا اور وہ چالیس برس یا ایک سو بیس برس جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے بغیر روح کے رہے پھر انہیں زندہ کیا۔ اور اگر انسان سے مراد جنس انسان ہے تو مدت سے مُراد چار ماہ ہے جس کی تقسیم یہ ہے کہ چالیس روز بصورت نُطفہ، پھر چالیس روز بصورت علقہ پھر چالیس روز بصورت مضغہ۔ پھر اُس میں روح پھونکی گئی۔ قیوم زمانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تشریح میں کہا بلاشبہ انسان پر ایسا زمانہ گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا نہ اُس کی ذات تھی نہ اس کا نشان اور نہ ہی شہود اور نہ ہی وجود پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا تو وہ اس کی حیات سے زندہ اور اس کی بقاء سے باقی ہوا اور نشان اور نہ ہی شہود اور نہ ہی وجود پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا تو وہ اس کی حیات سے زندہ اور اس کی بقاء سے باقی ہوا

اور اخلاق الٰہیہ سے ہی متصف با لخلق ہو جاتا ہے اور یہ سب حالت وکیفیت خواہ حقائق کونیہ ہو یا درجۂ شہود وجود سب یا فنا و بقاء اللہ کا فضل و کرم اور اس کی ہی قدرت و مشیت ہے ۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ وہ اُسے جانچیں تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا ۔

(اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ) بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ۔

انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا جنس انسان مراد ہے اور بعض کا قول ہے کہ آدم و ذریت آدم ہی مراد ہے ۔

(مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ) ملی ہوئی منی سے کہ وہ اُسے جانچیں ۔

اَمْشَاج جمع ہے مَشَج" کی جس کے معنی ہے مخلوط یعنی ملا ہوا اَمْشَاج" نطفۃ کی صفت ہے اس لیے کہ نطفہ میں مرد اور عورت کا پانی مخلوط ہوتا ہے ۔ قتادہ کا قول ہے کہ امشاج کے معنی اطوار کے ہیں اور نطفہ یا تو مختلف اطوار سے گزرتا ہے جیسے علقہ مضغہ وغیرہ یا پھر رقت و قوام منی وغیرہ کے لحاظ سے مختلف الاطوار ہوتا ہے نبتلیہ فاعل خلقنا سے حال ہے والمراد مریدین ابتلاءہ واختبارہ بالتکلیف فیما بعد علی ان الحال مقدرہ یعنی ہم نے انسان کو ملی ہوئی (مرد و عورت کی منی) منی سے اُس کی حالت کی تبدیلی منتقلی با حالت مقدرہ کا اندازہ کرتے ہوئے پیدا کیا ۔ یا مراد ہے کہ ہم نے اپنے امر و نہی سے اُسے مکلف کر دیا ۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ تو اُسے سنتا دیکھتا کر دیا ۔

یہ جملہ نئے سرے سے ہے اور تعلیل ہے ای فَجَعَلْنٰهُ سمیعًا بَصِيْرًا لنبتلیہ یعنی ہم نے اُسے پھر سنتا دیکھتا کر دیا تاکہ اُسے اس کے ساتھ آزمائیں ای ینظر الآیات الآفاقیۃ والانفسیۃ ویسمع الادلۃ السمعیۃ ۔ تاکہ وہ دنیا بھر کی نشانیوں اور دلائل وجود و ہستی کو دیکھے ان کا مشاہدہ کرے اور دلائل سمعیہ کو سُنے اور سمجھے اور ان پر غور و فکر کرے ۔ گویا امتحان علت اور سمیع و بصیر کرنا نتیجہ ہے اسی لیے فَ خلقنا پر عطف ہے ۔

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا ۝ بے شک ہم نے اُسے راہ بتائی یا حق ماننا یا ناشکری کرتا۔

(اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ) بے شک ہم نے اُسے راہ بتائی۔

جملہ مُستانفہ تعلیلیہ ہے معنی یہ ہیں لانا ھدیناہ ای دللناہ علی ما یوصلہ من الدلائل السمعیۃ کالآیات التنزیلیۃ والعقلیۃ کالآیات الآفاقیۃ والانفسیۃ یعنی ہم نے اس کے لیے (انسان) دلائل قائم کیے جو اُسے دلائل سمعیہ جیسے آسمانی کتب اور رسولوں کا آنا اور دلائل عقلیہ جیسے دنیا بھر کی نشانیوں اور وجود وہستی کے دلائل وغیرہ سے نظر آتے دکھائی دیتے اور سُننے سمجھنے میں آتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر وہی راستہ اختیار کرے۔ جو مقصود ہے اور راستہ دیکھنے کے بعد اس کا عُذر نہ رہے۔ السبیل سے مراد راستہ ہے اور راستہ کی دو صورتیں ہیں سچا اور سیدھا راستہ اور باطل و غلط راستہ تو اللہ نے راہ دکھا دی اور راہ کا انتخاب بندے پر چھوڑ دیا۔

(اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا ۝) یا حق ماننا یا ناشکری کرتا۔

شاکرًا اور کفورًا دونوں السّبیل کا حال ہیں اور سبیل کو شکر وکفر سے منسوب کرنا مجازاً ہے یعنی بندے کو دونوں راہیں جدا جدا دکھا دیں یہ نہیں کہ صرف ایک ہی راہ دکھائی اور لفظ اِمَّا میں ان شرطیہ ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ انسان خواہ شکر گزار ہو یا ناشکر گزار ہم نے راہ دکھا دی۔ کامیابی اور ہلاکت کی راہیں دکھا دیں اب بندہ جو راہ چاہے اختیار کرے اللہ پر اس کا کوئی عذر باقی نہ رہا۔

اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغۡلٰلًا وَّسَعِیۡرًا ۝ بے شک ہم نے کافروں کے لیے تیار رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ۔

(اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا) بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے ھیانا۔

جملہ مستانفہ ہے اور کفار کی سزا کا ذکر شاکروں کی جزا سے مقدم فرمایا ہے جب کہ پچھلی آیت میں کفار کا تذکرہ شاکرین کے بعد تھا اور مقصود ترغیب و نصیحت ہے یعنی ہم نے بنا رکھی ہیں۔

(لِلۡكٰفِرِیۡنَ) کفار کے لیے من افراد الانسان الذی ھدیناہ السبیل۔ یعنی بنی نوع انسان کے ان افراد کے لیے جن کو ہم نے راہ دکھا دی۔

(سَلَاسِلَ) زنجیریں۔ بِهَا يُقَادُوْنَ۔ جن کے ساتھ باندھ کر کفار جہنم کی طرف ہانکے یا گھسیٹے یا کھینچے جائیں گے۔

(وَاَغْلٰلًا) اور طوق

بِهَا يُقَيَّدُوْنَ جس کے ساتھ قید کئے جائیں گے یا بطور مجرم ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے۔

(وَسَعِيْرًا ۝) اور بھڑکتی آگ۔

بِهَا يُحْرَقُوْنَ جس میں جلائے جائیں گے۔ مُراد یہ ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلائے جائیں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے راہ دکھا دی اور انہوں نے شکر گزاری کی بجائے سرکشی و بغاوت کا راستہ اختیار کیا تو ان کی سزا یہ ہے جو ہم نے تیار کر رکھی ہے۔ اور وہ اس طرح زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ بندھے دوزخ کی طرف کھینچے جائیں گے اور ذلت کے ساتھ بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملائی جانیوالی چیز کافور ہے۔ وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لیجائیں گے۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ) بے شک نیک

جملہ مستانفہ ہے اور کفار کی سزا کے بعد شکر گزاروں (مومنین) کی جزا کا ذکر ہے اور اسی ذکر حسن سے کلام کا آغاز ہے ابرار۔ "بَرٌّ" کی جمع ہے جس کے معنی نیک یا بھلے کے ہیں مُراد فرمانبردار اور مومن لوگ ہیں ایک قول ہے کہ اَبْرَار سے مراد من يؤدی حق اللہ تعالیٰ ویوفی بالنذر وہ لوگ ہیں جو حقوق الٰہیہ ادا کرتے ہیں اور اپنی نذریں پوری کرتے ہیں۔ اور حسن کا قول ہے ھو الذی لا یؤذی الذر ولا یرضی الشر ابرار وہ ہیں جو دوسروں کو ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچائیں اور کسی شر کی بات پر راضی نہ ہوں۔

(يَشْرَبُوْنَ) پئیں گے۔

فی الاٰخرۃ۔ یعنی آخرت میں جب جنت میں داخل ہوں گے۔

(مِنْ كَاْسٍ) اُس جام میں سے۔

هی کما قال الزجاج الاناء اذا کان فیہ الشراب فاذا لم یکن فیہ لم یسم کاسًا۔ یہاں زجاج کا قول ہے کہ کاسٍ سے مراد وہ برتن ہے جب کہ اس میں پینے کی چیز موجود ہو اور جب اس میں پینے کی کوئی شئے موجود نہ ہو تو ایسے برتن کو کاس نہیں من ابتدائیہ ہے اور اس تقدیر پر معنی ہوں گے مشروب سے بھرا ہوا جام اور ابرار مشروبات جنت برتنوں کے ساتھ پئیں گے اور بعض کے نزدیک کاس سے مراد شیشے کا وہ جام ہے جس میں شراب بھری ہوتی ہے۔

(کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا ۵) جس کی ملونی کافور ہے۔

مِزَاجُهَا کی ضمیر کاس کی طرف راجع ہے اور مزاج کے معنی ہیں ملائی یا ملی ہوئی شئے تو مطلب یہ ہے کہ جام میں مشروب مخلوط ہوگا قتادہ کا قول یہی ہے کہ جنتی لوگوں کے لیے مشروب میں کافور مخلوط ہوگا کلبی کا قول ہے کہ اس آیت کی مثل قرآن حکیم میں وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ہے اور چشمہ ہے یونہی عُیُوْنِ جنت میں سے ایک چشمہ کافور نامی بھی ہے یعنی چشمہ کافور سے پئیں گے ایک قول ہے کہ اُس کی خوشبو کافور کی طرح ہوگی واللہ اعلم۔ اور کلبی کا قول قوی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں عینًا کے لفظ سے جو کافور کا بدل ہے واضح ہے۔

(عَیْنًا) ایک چشمہ ہے۔

بدل من کافور وقال قتادۃ یمزج لهم بالکافور ویختم لهم بالمسك لبرودۃ الکافور وبیاضه وطیب رائحته یعنا المعروف۔

یہ کافور سے بدل ہے جبکہ کافور کو چشمہ ہی سمجھا جائے اور قتادہ کا قول ہے کہ جنتی لوگوں کے لیے مشروف میں کافور کی آمیزش ہوگی اور ان کے لیے مشک کے ساتھ مُہر بند ہوگی اور یہ کافور کی ٹھنڈک اور اس کی سفیدی (سفید رنگ) اور پاکیزہ خوشبو کے اظہار کے لیے ہوگا اور کافور کی یہ خاصیت معروف و مشہور ہے۔

(یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ) جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے۔

ای یشرب ماء عین یعنی چشمے کا پانی پئیں گے ایک قول ہے ای یشرب الخمر ممزوجة بها یعنی وہ شراب جو کافور سے ملی ہوگی اُسے چشمے سے پئیں گے یا مخلوط و آمیختہ جام پئیں گے۔ عباد اللہ سے مراد المومنون اهل الجنته ہے یعنی مومن جنتی لوگ آیت کے شروع میں ابرار آیا ہے جس سے مراد نیکوکار لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری

خلوص کے ساتھ ہوگی۔

(يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝) اپنے محلوں میں اُسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔ ای یجرونھا حیث شاؤا من منازلھم اجراء سھلا لا یمتنع علیھم یہ ابرار اپنے مکانوں میں جہاں چاہیں گے بسہولت اس چشمہ کو بہا کر لے جائیں گے اور ان پہ کوئی روک دشواری نہ ہوگی بعض کتب آثار میں منقول ہے کہ یہ چشمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی گھر میں ہوگا اور وہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے مقامات جنت کے دورہ کے لیے بہتا ہوگا یا بہے گا جس سے وہ بسہولت جہاں چاہیں گے پئیں گے۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ	اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن
يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝	سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

(يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں

یہ جملہ مستانفہ ہے مسوق لبیان مالاجلہ یرزقون ھذا النعیم جو اس امر کو واضح کرتا ہے کہ وہ لوگ (ابرار) کس وجہ سے یہ نعمتیں بطور رزق دیے جائیں گے یا پھر گزشتہ کلام کے لیے بطور علت بیان ہے کہ ان کو جنت میں ان انعامات کے حاصل ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ نذریں پوری کرتے تھے آلوسی کہتے ہیں کانہ قیل ماذا یفعلون حتی نیالوا تلك المرتبة العالیة گویا کہ فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا کی زندگانی میں جو کچھ کرتے رہے تھے اس کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ اس عالی مرتبہ پر فائز ہوئے فقیل یوفون تو فرمایا گیا پوری کیا کرتے تھے اور یہ استحضار استمرار پر دلالت کر رہا ہے۔ والوفاء بالنذر کنایۃ عن اداء الواجبات کلھا اور نذر کو پورا کرنے سے اشارہ ہے کہ وہ لوگ سب واجبات بخوبی ادا کرتے تھے لغت میں نذر کا معنی یہ ہے کہ جو شئے آدمی پر واجب نہیں ہے وہ کسی شرط سے خود پر واجب کرے جیسے کہ نذر مانے کہ بیمار تندرست ہو جائے تو میں اتنی رکعات پڑھوں گا یا اس قدر صدقہ کروں گا اور نذر کا ایفاء (پورا کرنا) واجب ہے قتادہ، عکرمہ اور مجاہد سے مروی ہے ای اذا نذروا طاعۃ فعلوھا یعنی جب فرائض واجبات کے علاوہ بھی کوئی مستحب امر بطور نذر مانتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

(وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝) اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

ای یخافون عذاب یوم القیامۃ یعنی قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو شدت وسختی کا دن ہے مُسْتَطِیْرًا کے معنی ہیں خوب پھیلی ہوئی جس طرح کہ اہلِ عرب بولتے ہیں استطار الفجر صبح کی روشنی خوب پھیل گئی اور شر کے معنی برائی اور ایسی شے کے ہیں جو ناپسند ہو اور قیامت کا شر اور اس کا پھیلاؤ یہ ہے کہ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور چاند اور سورج بے نور ہو جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ اس آیت میں ابرار کے حسن عمل اور تقویٰ کا بیان واضح ہے۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو اُن سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلا یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

(وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ) اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر ای کائنین علی حب الطعام ای مع اشتہائہ والی جۃ الیہ فھو من باب التتمیم ویجاوبہ من القرآن قولہ تعالٰی لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون یعنی کھانے کی بھوک وطلب اور اُس کی حاجت وضرورت کے باوجود بھی کھلا نا کھلانے کی خوب رغبت رکھتے ہیں اور ان کا ایسا کرنا از رہ لطف وکرم اور حصول رضاء الٰہی کے لیے ہے اور قرآن کے ارشاد کی تعمیل میں ہے کہ حق تعالٰی فرماتا ہے کہ تم ہرگز نیکی کی حقیقت تک رسائی نہ پاؤ گے جب تک کہ تم اپنے اس میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں خود محبوب ومرغوب ہو۔ ابن عباس اور مجاہد سے مروی ہے حب الاطعام بان یکون ذلک بطیب نفس وعدم تکلف کہ کھانا کھلانے کی محبت یہ ہے کہ وہ نفس کی خوشی وطمانیت کے ساتھ اور تکلف وغیرہ کے بغیر ہو ابوسلیمان اور فضیل بن عیاض کا قول ہے کائنین علی حب اللہ تعالٰی ولوجہہ سبحانہ وابتغاء مرضاتہ عزوجل کہ اللہ کی محبت میں کھلائیں اور محض حق سبحانہ وتعالٰی ہی رضاء وخوشنودی کی خاطر ایسا کریں اور ایک قول ہے ھو کنایۃ عن الاحسان الی المحتاجین والمواساۃ معھم کہ ابلار کی یہ صفت محتاجوں کے ساتھ احسان اور ان کے ساتھ ایثار وہمدردی بطور سے کنایہ بیان کی گئی ہے۔

(مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا) مسکین اور یتیم اور اسیر کو

مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ اس آیت کا نزول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہوا کہ انہوں نے ایک یہودی کے ہاں مزدوری سے کچھ جو حاصل کئے اور ان میں سے ایک تہائی حصہ پکائے تو ایک مسکین نے سوال کیا تو آپ نے اسے دے دیئے پھر پکائے اور تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک یتیم نے آ سوال کیا تو یہ اسے دے دیئے پھر باقی ایک تہائی پکوائے اور جونہی وہ کھانے کے لیے تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک اسیر (قیدی) نے آ سوال کیا تو یہ اسے عطا کر دیئے اور آپ اور آپ کے اہل خانہ اس روز بغیر کھانے کے ہی رہے۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوع کہا جبکہ حکیم ترمذی کے نزدیک یہ قصہ ہی بے اصل ہے سورۂ مبارکہ مکی ہے اور یہودی کی مزدوری مکہ میں کہاں ہو سکتی تھی کیونکہ وہاں یہودی تھے ہی نہیں دوسرے مکہ میں جب جہاد شروع نہ ہوا تھا تو اسیر (قیدی) کیونکر ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں بعض علماء کے نزدیک "اسیر" سے مراد غلام ولونڈی اور عورت ہیں ابن عساکر سے مروی کہ دو کمزوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہے مملوک (غلام لونڈی) اور عورت اور بغوی کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔ لہٰذا یہاں اسیر کے معنی قیدی کی بجائے غلام اور عورت کے ہی درست ہیں واللہ اعلم واضح مفہوم یہ ہے کہ ابرار کی صفت یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے لیے اور ذاتی رغبت وضرورت کے باوصف مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اسلام کی کونسی بات زیادہ فضیلت والی ہے تو ارشاد فرمایا تقرئ السلام علی من عرفت وعلی من لم تعرف وتطعم الطعام۔ شناسا وغیر شناسا مسلمان بھائی کو سلام کرنا اور کھانا کھلانا۔

(اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ) اُن سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں

ای قائلین ذلک بلسان الحال لما یظھر علیھم من امارات الاخلاص یعنی وہ بزبان حال کہتے ہیں اگر بلحاظ خلوص اُن سے یہ کلام ظاہراً بحالت قول صادر نہ ہوا۔ اور مجاہد سے مروی ہے اما انھم ما تکلموا بہ ولکن علمہ اللہ تعالٰی منھم فاثنی سبحانہ بہ علیھم لیرغب فیہ راغب اگرچہ ابرار نے اس طرح کلام نہ کیا تاہم اللہ کو ان کی حالت قلبی معلوم تھی تو حق سبحانہٗ وتعالٰی نے ان کے اس اندرونی حال کی تعریف فرمائی تاکہ جو کوئی اس طرح کی رغبت رکھنے والا اس میں رغبت رکھے۔ واضح مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے یا بزبان حال یہ کہتے ہیں کہ

ہم تمہیں اللہ کی رضا اور ثواب آخرت کے لیے کھانا دیتے ہیں۔

(لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً) تم سے نہیں چاہتے کوئی بدلہ

ای بالافعال یعنی ہم اپنے اس عمل کا کوئی بھی بدلہ تم سے بالفعل نہیں مانگتے۔

(وَّلَا شُكُوْرًا ۝) اور نہ ہی شکر گزاری

ای ولا شکرا وثناء بالاقوال تقریر وتاکید لما قبله، گذشتہ کلام کو مؤکد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم شکریہ کا اظہار قولی و عملی طور پر کرو اور نہ ہی بات چیت کے ذریعہ ہماری تعریف و توصیف بیان کرو اور خالصتہ" للہ کھانا کھلانے یا خیرات وصدقات کا حال یہی ہے کہ دینے والا لینے والے سے نہ شکریہ چاہے اور نہ ہی کوئی تعریف کلمہ و دعا تک نہ چاہے اور صرف آخرت کے لیے اس کو باقی رکھے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ — بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔

(اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا) بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے۔

ای عذاب یوم او ان خوفه یعنی قیامت کے روز ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور یہ کھانا کھلانا اس لیے ہے کہ اس روز ہم امن میں رہیں اور ہم پر عذاب کا خوف نہ ہو۔

(عَبُوْسًا) بہت ترش یہ یوم کی صفت اول ہے عبوس کے معنی ہیں تعبس فیه الوجوه وہ امر جس سے پیشانی پر بل پڑیں یا ناگواری کی حالت یعنی وہ دن سب لوگوں کے لیے بہت ناگوار ہوگا۔

(قَمْطَرِيْرًا ۝) نہایت سخت۔

قاموس میں قمطریر کے معنی ہیں انتہائی سخت۔ ایک قول ہے سخت اور لمبا دن یا ایسا دن جس میں شدت ہی شدت ہے۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ — تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی

(فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ) تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا

بسبب خوفهم وتحفظهم عنه۔ فاء سببیہ ہے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے (ابرار)

ڈرنے (یوم قیامت کے عذاب سے ڈرنے) کی وجہ سے انہیں اس دن کی برائی سے محفوظ کر دیا۔
(وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۚ) اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔
ای اعطاھم بدل عبوس الفجار وحزنھم نضرۃ فی الوجوہ وسرورا فی القلوب یعنی اس دن فساق و فجار تو رنج و غم کی وجہ سے تیورائے اور ترشرو ہوں گے جب کہ ان کے برعکس ابرار کو ترشروئی کی جگہ چہروں کی شگفتگی و شادابی حسن و تازگی اور فرحت دی جائے گی اور ان کے دل مسرور و شادکام ہوں گے۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی
وَّحَرِيْرًا ۙ کپڑے صلہ میں دیئے۔

(وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا) اور انہیں صلہ میں دیئے ان کے صبر پر۔
بصبرھم علی مشاق الطاعات ومھاجرۃ ھوی النفس فی اجتناب المحرمات وایثار الاموال ماکلا وملبسا۔
یعنی ابرار کو طاعاتِ الٰہیہ کی مشقت پر صبر کرنے اور حرام و ممنوع امور سے باز رہنے اور خواہشات نفس کے ترک کرنے پر اور راہِ خدا میں خوراک و پوشاک صدقہ و خیرات کرنے پر یہ صلہ دیا۔
(جَنَّةً) بستانا عظیما یاکلون منه ماشاءوا بہت بڑے اور وسیع باغات جس سے جس طرح چاہیں گے کھائیں گے۔
(وَّحَرِيْرًا ۙ) اور ریشمی کپڑے
یلبسونہ ویتزینونہ جنہیں وہ پہنیں گے اور ان سے خود کو زینت دیں گے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے
يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ نہ اُس میں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔

(مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ) جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔
ارائک اریکۃ کی جمع ہے وھی السریر فی الجملۃ اور مُراد آراستہ کمرے کی مسہری ہے اور ایک قول ہے کہ ہر وہ شئے مُراد ہے جس پر تکیہ لگایا جا سکے خواہ مسہری ہو یا فرش وغیرہ۔ جزا کا تذکرہ اس حالت کے ساتھ خاص ہے جو کہ انعام پانے والوں کے کامل و مکمل حالت و کیفیت ہے اور ایک قول ہے کہ یہ جنّت کی صفت ہے اگر چہ اس کے ساتھ ضمیر ہرگز

مقابل نہیں جبکہ ایک قول ہے کہ صبروا کی ضمیر سے حال مقدر ہے ۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ابرار جنت میں آراستہ مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے ۔

(لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ۝) نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی ۔

یہ دوسری حالت ہے ای ھواءھا معتدل لاحر شمس یحمی ولا شدۃ برد یؤذی یعنی جنت کی ہوا (موسم) معتدل ہوگا نہ تو سورج کی تپش سے گرمی لگے اور نہ ہی سخت سردی جو تکلیف دے ۔ حدیث شریف میں ہے ھواء الجنۃ سجسج لاحر ولا قر جنت کا موسم معتدل اور راحت بخش ہے نہ گرمی اور نہ ہی سردی ۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ — اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے

ذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ — اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے ۔

(وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا) اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے ۔

گذشتہ آیت میں متکئین پر عطف ہے یا پر جنّت پر عطف ہے اور موصوف محذوف ہے ای وجنۃ اُخری دانیۃ علیہم ظلالہا علی انہم وعدوا جنتین کما فی قولہ سبحانہ وتعالیٰ ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی ابرار کو اللہ تعالیٰ ایک اور جنت عطا فرمائیں گے جس کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے یا قریب ہوں گے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد کے موجب وہ لوگ دو جنتوں کا وعدہ دیئے گئے تھے سورۂ رحمٰن میں ہے اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں یا یک قول ہے والمراد ان ظلال اشجار الجنۃ قریبۃ من الابرار مظلۃ علیہم زیادۃ فی نعیمہم مراد یہ ہے کہ جنت کے درختوں کے سائے ابرار کے خوب قریب ہوں گے اور ان پر سایہ کئے ہوں گے اور ایسا ان پر زیادتی نعمت کے لیے ہوگا ۔

(وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝) اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے (ای سخرت ثمارھا لمتناولہا وسہل اخذھا من الذل ۔ یعنی اس کے پھل (گچھے) جھکائے گئے ہیں اس لیے کہ وہ (ابرار) کی پہنچ میں رہیں اور ان سے توڑنا یا لینا انتہائی سہولت وآسانی سے ہو ۔ قتادہ ، مجاہد اور سفیان کا قول ہے کہ آدمی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں جس طرح چاہے کھانے کے لیے توڑ سکے گا ۔ اور تذلیلاً کا مطلب ہے لایرد الید عنہا بعد ولا شوک

کہ طلبگار ہاتھ اس سے خالی نہ لوٹے گا اور نہ ہی وہ پہنچ سے دور ہوں گے اور نہ ہی کانٹے ہوں گے کہ ہاتھ زخمی ہو اور قطوف سے مُراد پھل یا میوے ہیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝

اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔ کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

(وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ) اور ان پر دور ہوگا برتنوں کے ساتھ۔

(اٰنِيَةٌ) جمع اناء جس طرح کساء واکسیۃ وھو مایوضع فیہ الشئ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ برتن جس میں کوئی شئے رکھی جائے یعنی برتن اور "الاوانی" جمع الجمع ہے۔

(مِنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ) چاندی کے اور کوزے۔

من فضۃ۔ برتن چاندی کے ہوں گے۔ اکواب کوب کی جمع جس کے معنی قدح یعنی پیالے کے ہیں لا عروۃ لہ جس کا دستہ نہ ہو راغب کا یہی قول ہے اور قاموس میں ہے کوز لا عروۃ لہ او لا خرطوم لہ ایسا پیالہ (کوزہ) جس کا پکڑنے والا دستہ نہ ہو اور نہ ہی اس کے ٹونٹی ہو اور ایک قول ہے کہ بغیر دستے اور ٹونٹی کے بڑا پیالہ۔

(كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝) جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے۔

(كَانَتْ) ای تلک الاکواب یعنی وہ کوزے یا پیالے (قَوَارِيْرَا) جمع قارورۃ وھی اناء رقیق من الزجاج یوضع فیہ الاشربۃ قواریر قارورہ کی جمع ہے اور مراد اس سے وہ نازک پتلے شیشے کے برتن ہیں جن میں مشروبات ڈالے جاتے ہیں اگر کانت کو فعل ناقص قرار دیں تو اس تقدیر پر قواریر اس کی خبر ہوگی اور معنی ہوں گے کہ وہ برتن صفائی و چمک میں شیشے کے مثل ہوں گے۔

(قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ) کیسے شیشے چاندی کے

کانت قواریرا سے بدل ہے اور کلام میں تشبیہ بلیغ ہے فالمراد تکونت جامعۃ بین صفاء الزجاجۃ وشفیفھا ولین الفضۃ وبیاضھا تو اس سے مُراد ہے کہ وہ برتن گو چاندی کے ہوں گے مگر صفائی اور چمک میں شیشے کی طرح ہوں گے اور ان کا چاندی ہونا سفیدی و ملائمت والا ہوگا یعنی دونوں امور کے جامع ہوں گے اور چاندی کے یہ برتن سفیدی

میں چاندی کی طرح اور چمک وصفائی میں شیشے کی طرح ہوں گے۔ اور ان میں مشروب باہر سے نظر آئیگا۔

(قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝) ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا۔

ای قدروا تلک الاواني في انفسهم فجاءت حسب ما قدروا لا مزید على ذلک ولا یمکن ان یقع زیادة علیه۔

یعنی وہ ان پیالوں کو اپنی دلی خواہش وطلب کے اندازہ پر رکھیں گے تو اسی اندازہ ورائے کے مطابق وہ جام بھرے لائے جائیں گے۔ اور ان کی طلب رغبت سے زیادہ ہوگا ہی نہیں اور نہ ہی ممکن ہوگا کہ اس پر زیادتی واقع ہو۔ قدروھا کی ضمیر ابرار کی طرف راجع ہے یا پھر اس سے مراد خدام جنت ہیں جو ساقی کا کام کریں گے یعنی خواہ خود لیں یا خدام لائیں اندازہ کے موافق ہی ہوگا۔ اور مقدار مطلوبہ میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝

اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی وہ ادرک (سونٹھ) کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

(وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَأْسًا) اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے۔

گذشتہ آیت میں یطاف علیهم پر عطف ہے یعنی جنت میں ابرار پلائے جائیں گے۔ کاسا سے مراد جام ہے یا مشروب اور قوی یہی ہے کہ کاسا کہہ کر مشروب مراد لیا گیا ہے اور کاسا مجازا بولا گیا ہے مراد ہے شراب طہور۔

(كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝) جس کی ملونی ادرک ہوگی

یہ کاسا (مشروب) کی صفت ہے ایسی شراب جس کی آمیزش ادرک (سونٹھ ہوگی) اس آمیزش سے لذت زیادہ ہوگی۔ ایک قول ہے کہ زنجبیل عیون جنت میں سے ایک چشمہ ہے جس کے پانی میں ادرک کا ذائقہ ومزہ ہے۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے مقربین کے علاوہ جملہ اہل جنت جنتی چشموں سے آمیزہ شدہ پانی دیے جائیں گے اور صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ زنجبیل کافور وغیرہ کی آمیزش کا ذکر لوگوں کے مزاج وحال طبیعت کے موافق کہا گیا ہے کہ حسب ذوق وطبیعت پلائے جائیں گے۔

(عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝) وہ ادرک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔

عَیْنًا زنجبیل سے بدل ہے یا پھر کاسًا سے بدل ہے یعنی وہ ادرک جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے یا مطلب ہے کہ ادرک کی بوٹی سے بھرپور جام ہوں گے جو آسانی سے پئیں گے اور نہیں پسند ہوگا۔ زجاج کا قول ہے کہ سلسبیل کے معنی کسی مشروب کے حلق سے بآسانی اور خوشگواری سے اترنے کے ہیں عکرمہ کا قول ہے عین سلسل ماؤحا وہ ایک چشمہ ہے اہلِ جنت اپنی مرضی کے موافق اس کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے قتادہ کا قول ہے عین تنبع من تحت العرش من جنة عدن تسلسل الی الجنان سلسبیل ایک چشمہ ہے جو عرش کے نیچے سے جنت عدن میں سے پھوٹتا ہے اور وہ بسہولت وآسانی تمام اہلِ جنت تک پہنچے گا جہاں بھی وہ اُسے چاہیں گے اس کا بہاؤ ان کی مرضی کے موافق ہوگا۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝

اور ان کے پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

(وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ) ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔

ای دائمون علی ما هم فيه من الطراوة والبهاء وقيل مقرطون بخلدة وجاء فی حديث اخرجه ابن مردويه عن انس مرفوعا انهم الف خادم وفی بعض الآثار اضعاف ذلك والجود اعظم والمواهب اوسع ويختلف ذلك قلة وكثرة باختلاف أعمال المخدومين۔ یعنی ان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہیں گے اور ان کی تروتازگی اور چمک ہمیشہ رہے گی یعنی نہ مریں گے نہ بوڑھے ہوں گے اور ایک قول ہے کہ وہ چمک میں ہمیشہ ایک حال پر رہیں گے اور حدیث میں وارد ہے جسے ابن مردویہ سے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ وہ خادم ایک ہزار ہوں گے اور بعض روائتوں میں تعداد کی کمی بیشی آئی ہے ابن ابی الدنیا سے خدام کی تعداد دس ہزار تک منقول ہے واللہ اعلم اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم اور عطا بہت بڑی ہے اور لطف عنایت انتہائی وسیع ہے اور خدام کی قلت وکثرت مخدومین کے حسب مراتب اور ان کے اعمال حسنہ کے کم وبیش کے مطابق ہے۔

(إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝) جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے

کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

لحسنهم وصفاء الوانهم واشراق وجوههم وانبثاثهم فی مجالسهم ومنازلهم ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ یا وہ لوگ جو اس پر واقف ہیں جب انہیں دیکھیں گے تو ان کے حُسن و خوبصورتی، ان کی رنگتوں کی شفافی و صفائی (چمک) اور ان کے چہروں کی آب و تاب اس طرح ہو گی گویا صاف فرش پر موتی (مروارید) بکھرے ہوں اور وہ اہلِ جنت کی مجلسوں اور منزلوں میں پھیلے ہوں گے۔

وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا ۝ — اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت

(وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ) اور جب تو ادھر نظر اٹھائے

ای هناك یعنی فی الجنته یعنی وہاں جنت ہیں

(رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا ۝) ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔ا

ای عظیم القدر لا تحیط به مبارة یعنی بڑی اور عظیم سلطنت کہ اس کا وصف بیان میں نہ آ سکے عبداللہ بن عمرو الکلبی کا قول ہے کہ وہ سلطنت اتنی وسیع و عریض ہو گی کہ ہزار برس کی مسافت کو جنتی اپنے مکان و مجلس میں ہوتے ہوئے انتہائی قریب دیکھے گا۔ اور وہ حد نظر تک سلطنت عطا کیا جائے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ فرشتے بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہوں گے۔

عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ — ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ اُن سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

(عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ) ان کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے۔

کہا گیا ہے کہ "عالیهم" ظرف بمعنی فوقهم ہے کیونکہ یہ خبر مقدم ہے اور ثیاب

مبتدا مؤخر ہے اور جملہ حال ہے ضمیر درسے جو " عالیھم " میں ہے فعی شرح لحال الابرار المطوف علیھم اور یہ ابرار کے حال کی تشریح ہے جن کے لیے خدام خدمت کو پھریں گے۔
خُضْرٌ (سبز رنگ) ثیاب (لباس۔ کپڑے) کی صفت ہے اور سُندس اور استبرق لباس کی نوعیں (اقسام ہیں) سندس اور استبرق کے بارے میں ثعلب کا قول ہے مارق من الدیباج ایسا کپڑا جو زر بفت سے تیار ہو اور ایک قول ہے مارق من ثیاب الحس یں جو باریک ریشمی کپڑا سے تیار ہو ایک قول ہے استبرق سے مُراد دریائی ریشمی کپڑا ہوتا ہے نسائی شریف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ جنتیوں کے لباس کا کپڑا جنت میں ایک پھل ہے جس سے پھوٹ کر نکلے گا اور بیہقی نے جابر سے روایت کی ہے کہ وہ جنت میں ایک درخت ہو گا جس سے اہلِ جنت کے ملبوسات تیار ہوں گے۔
(وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ) اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔
اَسَاوِرَ جمع سوار یعنی کنگن۔ فِضَّةٍ (چاندی) من بیانیہ ہے جس کا مطلب ہے کہ جنتی لوگ چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے سورہ الحج میں ارشاد ہوا ہے یحلون فیھا من اساور من ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وہ جنت میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی۔ تو دونوں آیتوں میں تطبیق ہو گی کہ پہلے موتی یا چاندی کے پھر سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے یا پھر حسب مراتب پہناوا ہو گا کسی کو چاندی کے اور کسی کو سونے کے ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر ایک جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے ایک چاندی کا ایک سونے کا اور ایک موتی کا۔ گذشتہ ادوار میں جب کسی کو سرداری ملتی تو اُس کے سونے کنگن پہنانے کا دستور تھا جس کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ سردار واجب الاطاعت ہے شاید جنت میں اس لیے ہو کہ ہر جنتی شخص واجب الاطاعت ہو گا اور اس کے خدام جنت میں اس کے حکم و خدمت کے لیے چشم براہ ہوں گے۔
(وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝) اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

هُو نوع اخر یفوق النوعین السابقین وهما ما مزجہ بالکافور وما مامزج بالزنجبیل کما یرشد الیہ اسناد سقیہ الی رب العلمین ووصفہٗ بالطھوریۃ قال ابو قلابۃ یؤتون بالطعام والشراب فاذا کان

آخر ذلك اتوا بالشراب الطهور فيطهر بذلك قلوبهم وبطونهم ويفيض عرقا من جلودهم مثل ريح المسك وعن مقاتل هو ماء عين على باب الجنة من ساق شجرة من شرب منه نزع الله تعالى ما كان فی قلبه من غش وغل وحسد وما كان فی جوفه من قذر واذی۔ وہ تہری شراب ایک دوسری قسم کی ہوگی ان دو قسموں سے جن کا ذکر گزرا اور وہ دونوں شرابیں کافور سے آمیزش اور زنجبیل سے ملی ہوئی ہوں گی جیسا کہ اس کے بندے اور اس کی عطا کی نسبت جانوں کے پروردگار کی طرف ہے اور اس کی توصیف طہارت کے ساتھ کی گئی ہے ابو قلابہ کا قول ہے اہلِ جنت طعام کے ساتھ دیئے جائیں اور مشروبات بھی پھر ان سب کے بعد شراب طہور دیئے جائیں گے جس سے ان کے دل اور بدن متطہر ہو جائیں گے اور ان کے اجسام کی جلدوں سے پسینہ مشک کی خوشبو کی مانند بہے گا اور مقاتل سے مروی ہے کہ وہ یعنی شراب طہور ایک چشمے کا پانی ہے جو جنت کے دروازے پر ہے اور ایک درخت کے تنے سے نکلتا ہے جو اس سے پئے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں سے جو دھوکہ کینہ اور حسد وغیرہ ہوگا اور اس کے بدن میں جو گندگی اور نجاست ہوگی وہ نکال دے گا اور اُسے پاکیزہ بنا دے گا۔ ایک قول ہے کہ وہ شراب نہایت پاک و صاف ہوگی نہ کسی ہاتھ سے مس ہوئی ہوگی اور نہ وہ شراب دنیا جیسی ہوگی کہ اُس سے بدن میں گندگی بنے بلکہ اس کے پینے سے ان کے اجسام سے مشک کی مانند خوشبو نکلے گی اور ان کی رغبتیں تازہ یا زیادہ ہو جائیں گی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ؏	ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

(اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً) اُن سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے۔

الذی ذکر من فنون الکرامات الجلیلة الشأن بمقابلة اعمالکم الصالحة التی اقتضاها حسن استعدادکم واختیارکم یعنی جو نعماتِ جنت اور فضل و عطاء ربانیہ کا ذکر ہوا یہ تمہارے ان اعمال کا صلہ و بدلہ ہے جو تمہاری استعداد و قوت کے مطابق اچھی کارکردگی اور فرمان برداری کا مقتضیٰ تھا۔

(وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ؀) اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

ای مرضیا مقبولا یعنی تمہارا پروردگار راضی ہوا اور اُس نے تمہاری محنت قبول فرمائی

ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ اس وقت فرمایا جائے گا جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل جنت کی خوشی و سرور میں زیادتی و اضافہ ہو۔ اور یہ سب اللہ کا فضل و مہربانی ہو گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ دہر پ ۲۹

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝	بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝	تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝	اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔
وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝	اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔
إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝	بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔
نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۝	ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔
إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝	بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔
وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝	اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک وہ علم و حکمت والا ہے۔
يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝	اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ دہر پ ۲۹

انا۔ بیشک	نحن۔ ہم نے	نزلنا۔ اتارا	علیک۔ تجھ پر
القرآن۔ قرآن	تنزیلا۔ بتدریج	فاصبر۔ تو صبر کر	لحکم۔ واسطے حکم

ربک۔ اپنے رب کے
منہم۔ ان میں سے
و۔ اور
بکرۃ۔ صبح
من الیل۔ رات میں
سبحہ۔ پاکی بول اسکی
ھؤلاء۔ یہ
یذرون۔ چھوڑتے ہیں
ثقیلا۔ بھاری کو
شددنا۔ سخت کیے
اذا۔ جب
تبدیلا۔ بدلنا
فمن۔ تو جو
ربہ۔ اپنے رب کی
تشاءون۔ چاہو تم
اللہ۔ اللہ
علیما۔ جاننے والا
یشاء۔ چاہے
الظلمین۔ ظالم
الیما۔ دردناک

و۔ اور
اثما۔ گنہگار
اذکر۔ یاد کر
و۔ اور
فاسجد۔ سجدہ کر
لیلا۔ رات
یحبون۔ پسند کرتے ہیں
وراء۔ پیچھے
نحن۔ ہم نے
اسرھم۔ جوڑ
نشئنا۔ چاہیں
ان۔ بیشک
شاء۔ چاہے
سبیلا۔ رستہ
الا۔ مگر
ان۔ بیشک
حکیما۔ حکمت والا
فی۔ بیچ
اعد۔ تیار کیا

لا۔ نہ
او۔ یا
اسم۔ نام
اصیلا۔ شام
لہ۔ اسکو
طویلا۔ لمبی تک
العاجلۃ۔ دنیا کو
ھم۔ اپنے
خلقنھم۔ انکو پیدا کیا
ھم۔ ان کے
بدلنا۔ بدل دینگے
ھذہ۔ یہ
اتخذ۔ پکڑے
و۔ اور
ان۔ یہ کہ
اللہ۔ اللہ
یدخل۔ داخل کرتا ہے
رحمتہ۔ اپنی رحمت کے
لھم۔ انکے لیے

تطع۔ کہا مان
کفورا۔ ناشکرے کا
ربک۔ اپنے رب کا
و۔ اور
و۔ اور
ان۔ بیشک
و۔ اور
یوما۔ دن
و۔ اور
و۔ اور
امثالھم۔ مثل انکی
تذکرۃ۔ نصیحت ہے
الی۔ طرف
ما۔ کیا
یشاء۔ چاہے
کان۔ ہے
من۔ جسے
و۔ اور
عذابا۔ عذاب

مختصر تفسیر سورہ دھر رکوع دوم پ ۲۹

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝

بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ

(نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝) بے شک ہم نے تم پر قرآن تدریج

نزلنا مفرقا منجما فی نحو ثلاث وعشرین سنة لحکمة بالغة

لا غیرنا یعنی ہمارے غیر نے نہیں بلکہ صرف ہم ہی نے قرآن حکیم کو تئیس ۲۳ سال کے

عرصے میں اپنی حکمۃ کے تحت جو اس کی مقتضی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جستہ جستہ اور تھوڑا تھوڑا کر

کے نازل کیا۔ اور یہ ہمارا ہی فعل ہے جو حکمت و مصلحت سے بھرپور ہے۔

(فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ) تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو

بتاخیر نصرك علی الکفار فان له عاقبة حمیدة کفار پر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی فتح و نصرت میں جو وقتی دیر ہو رہی ہے اس سے آپ دل گرفتہ نہ ہوں اور صبر کریں

بے شبہ انجام کار آپ ہی کے حق میں محمود ہوگا ایک قول ہے کہ تبلیغ رسالت کے ضمن میں آپ

کو جو اذیت و تکالیف پہنچی ہیں تو آپ انہیں برداشت کریں اور صابر رہیں اور حکم الٰہی (فیصلہ)

کا انتظار فرمائیں اور عجلت نہ چاہیں کیونکہ ابرار و اشرار کی عاقبت کی تفصیل آپ کو معلوم ہو

چکی ہے ان کی گرفت کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے لیے منتظر رہیں۔

(وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝) اور ان میں سے کسی گناہ گار ناشکرے

کی بات نہ سنو۔

(وَلَا تُطِعْ) قلة صبر منك علی اذاهم وضجرا من تاخر نصرك

یعنی کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور اُن پر غلبہ و نصرت میں تاخیر کی وجہ سے آپ صبر و تحمل میں کمی

نہ کریں اور ان کی طرف سے فوری عذاب کے مطالبہ یا ان کی بے ہودہ باتوں پر آزردہ نہ ہوں اور حق

سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کا انتظار فرمائیں۔ اٰثمًا سے مراد عتبہ بن ربیعہ اور کفورًا سے مراد ولید بن

مغیرہ ہے یہ قول مقاتل کا ہے جبکہ بعض کا قول ہے کہ دونوں (اٰثمًا او کفورًا) سے مراد ابوجہل

معین ہے ان کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ تبلیغ دین سے باز آجائیں تو عتبہ

آپ کو اپنی بیٹی بیاہ دے گا اور ولید آپ کو آپ کی حسب رضا مال دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل

ہوئی یک شبہ وارد ہوتا ہے کہ تطع اثما او کفورا ای واحدا منهما کہ تم ان دونوں میں سے

کسی گناہ گار اور ناشکرے) ایک کی پیروی نہ کرو اور ایک کی کرو تو جاننا چاہیے کہ لا تطع میں

نفی ممانعت عمومی ہے اور اثمًا اور کفورًا دونوں نکرہ ہیں جو اس کے مؤید ہیں تو مفہوم یہ

ہواکہ دعوت گناہ ہو یا کفر و ناشکری کی دعوت ہو آپ کسی کی بھی بات نہ سنیں اور آثمًا اوکفورًا میں اَوْ بمعنی واؤ ہرگز نہیں جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے جن کا خیال ہے کہ یہ دونوں صفات ذمیمہ ابو جہل ہی کی تھیں اور اس سے مراد وہی لعین ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا اور دھمکیاں دیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو۔

اودم على صلوٰة الفجر والظهر والعصر فان الاصيل قد يطلق على ما بعد الزوال المغرب فينتظمهما. اور تمام اوقات میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر پر مداومت فرمائیں یا مراد ودا و م على ذكره سبحانه وتعالى فى جميع الاوقات

اور عصر کی نمازوں کی مداومت وحفاظت کریں کیونکہ "اصیل" (شام) کا اطلاق اس وقت پر ہوتا ہے جو زوال کے بعد مغرب تک ہوتا ہے لہٰذا اس وقت میں دونوں نمازوں یعنی ظہر وعصر کا خوب اہتمام کریں. اور بکرۃ سے مراد دن کا شروع حصہ یعنی نماز فجر مراد ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔
وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝

(وَمِنَ الَّيْلِ) اى بعضہ یعنی رات کے بعض حصے میں (فَاسْجُدْ لَهٗ) اى لله عزوجل على ان السجود مجاز عن الصلوة بذكر الجزء وارادة الكل وحمل ذلك على صلوٰة المغرب والعشاء وتقديم الظرف للاعتناء والاهتمام لما فى صلوٰة الليل من مزيد كلفة وخلوص یعنی رات میں حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرو اور سجود سے مراد نماز ہے کہ جزء بول کر کل مراد کیا جاتا ہے اور اس کو نماز مغرب اور نماز عشاء پر محمول کیا ہے اور ظرف کی تقدیم (رات کی۔ من الليل) توجہ اور اہتمام کے لیے ہے کہ رات کی نمازوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور خلوص بھی ہوتا ہے۔ ان دونوں آیات میں (گزشتہ اور موجودہ) پانچوں نمازوں کا ذکر واضح ہے۔

(وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝) اور بڑی رات گئے تک اس کی پاکی بولو

وتهجد له تعالىٰ قطعا من الليل. اور اللہ کے لیے نماز تہجد رات بعض حصہ میں بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں تہجد کا حکم ہے لیلًا کی تنوین تبعیض کے لیے ہے اور تسبیح کی اصل تنزیہہ ہے اور وہ مطلق عبادت قولی اور فعلی پر اطلاق کرتی ہے اور ابن زید دیگر علماء سے مروی

[illegible] فرض تھی پھر منسوخ ہو گئی تو اب فرض نہیں سوائے پنجگانہ کے [illegible] قول ہے کہ انعدتا خیر ظرف سے دلالت کر رہی ہے کہ نماز تہجد اس طرح [illegible] کہ پہلے جو اکرتی تھی بلکہ اب یہ حکم مندوب ہے ایک گروہ کا قول ہے کہ [illegible] نماز نہیں بلکہ ذکر لسانی وغیرہ ہے کہ روز و شب ذکر الٰہی میں دل و زبان سے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ بے شک یہ لوگ پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ) بے شک یہ لوگ ای الکفرۃ یعنی کفار و مشرکین مکہ۔

يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ) پاؤں تلے کی عزیز رکھتے ہیں۔

[illegible] فی لذاتھا الفانیۃ اور دنیاوی زندگی کی فنا ہو جانے والی لذات [illegible] مشغول ہو کر فنا ہیں۔

وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ) اور اپنے پیچھے چھوڑ بیٹھے ہیں۔

[illegible] امامھم یعنی اپنے آگے

يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝) ایک بھاری دن

[illegible] یوم القیامۃ۔ اور وہ قیامت کا دن ہے جس کے شدائد کا نزول پر بہت بوجھل [illegible] ہوں گے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کفار مکہ تو حب دنیا میں اسیر ہیں اور صرف دنیا ہی کے طلبگار [illegible] نہیں کوئی فکر آخرت ہے اور نہ ہی ان میں اس کی تیاری کے لیے کوئی رغبت ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں اور اپنے کام میں معروف رہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ) ہم نے انہیں پیدا کیا۔

ای لاغیرنا یعنی ہمارے غیر نے نہیں بلکہ ہم نے ہی انہیں (کفار) کو پیدا کیا اور ہم ہی ان کے خالق ہیں اس فرمان میں کفار کی مذمت اور ناشکری کا ذکر ہے۔

(وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ) اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔

ای احکمنا ربط مفاصلھم بالاعصاب والعروق یعنی ہم نے ان کے جوڑ جوڑ، پٹھے اور رگیں مضبوط و مربوط بنائیں اور انہیں قوت و طاقت عطا کی۔ اسر کے معنی شدت و مضبوط بنانے کے ہیں۔

(وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝) اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔

ای اھلکناھم وبدلنا امثالھم فی شدۃ الخلق۔ یعنی ہم اگر چاہیں تو انہیں ہلاک کردیں اور ان کی جگہ ان جیسے ہی مضبوط و قوی لوگ لے آئیں جو اطاعت شعار ہوں اور ہمارے احکام کے فرمان بردار ہوں۔ ذکر مشیت فرضی ہے یعنی "اِذَا" حرف شرط ہے بمعنی اِنْ ہے اگر ہم چاہیں یا اگر ہماری مرضی ہوئی تو ہم ان کی جگہ دوسرے لوگ لے آئیں گے اور وقت مبہم ہے یعنی خواہ دنیا ہی میں یا آخرت میں، ہم جب بھی چاہیں گے ایسا کریں گے۔ اس آیت میں کفار کی ہلاکت کی خبر دی گئی جو بدر کے دن پوری ہوئی۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے

(اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ) بے شک یہ نصیحت ہے۔

اشارۃ الی السورۃ او الآیات القرانیہ سورۂ مبارکہ (الدھر) یا آیات قرآنیہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن حکیم مخلوق کے لیے نصیحت اور اس کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

(فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝) تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے

ای فمن شاء ان یتخذ الیہ تعالیٰ سبیلا ای وسیلۃ توصلہ الی ثوابہ اتخذہ ای تقرب الیہ بالطاعۃ فھو توصل ایضا السبیل للمقاصد۔

یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف راہ لے تو اس کی طرف وہ وسیلہ (رسول اللہ کی پیروی و اتباع کرے) اختیار کرے جو اس کو اللہ کی طرف سے ثواب کے حصول کا مستحق بنا دے یا پھر اطاعت و فرمان برداری کے ذریعے اُس کا قرب چاہے تو وہ بھی اسے اس تک پہنچا دے گا اور راستہ لینے کا مقصود یہی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرب اور اس کی

بندوں اور اس کی طرف کامیابی و کامرانی حاصل ہو۔

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ — اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے

ان اللہ کان علیما حکیما ○ — بے شک وہ علم و حکمت والا ہے

یدخل من یشاء فی رحمتہ — اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے

والظلمین اعد لہم عذابا الیما ○ — اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(وما تشاؤن) اور تم کیا چاہو

(ای شیئا او اتخاذ السبیل یعنی تمہارا چاہنا یا حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف راہ پکڑنا

(الا ان یشاء اللہ) مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

(ای الا وقت مشیئۃ اللہ تعالیٰ لمشیئتکم یعنی اسی وقت تمہاری مشیت کا وجود ہوگا جب حق سبحانہ و تعالیٰ کی مشیئت ہو کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے اس ہی کی مشیئت سے ہوتا ہے۔

(ان اللہ کان علیما حکیما) بے شک وہ علم والا حکمت والا ہے۔

(مبالغا فی العلم فیعلم مشیئات العباد المتعلقۃ بالافعال التی یاتونہا بالسنۃ استعداداتہم) حق سبحانہ و تعالیٰ بخوبی علم والا ہے اور وہ بندوں کی مشیئت کو جو ان کے افعال سے متعلق ہے اور ان کی استعداد و قابلیت کو خوب جانتا ہے

(حکیما) نہایت درجہ حکمت والا ہے اور وہی چاہتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کے موافق ہے

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندوں میں خیر و شر کی استعداد و قابلیت پہلے سے بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم حق سبحانہ و تعالیٰ "ہادی" "تعین مومن کا مبدا ہے چونکہ اس کی مشیئت مومنوں کو ہدایت دینے کی تھی تو مومنوں اس کی مشیئت کے مطابق راہ ہدایت پہ چلے اور تعین کفار کا مبدا مضل ہے تو اس کی مشیئت نہ تھی لہٰذا اس نے کفار کا راہ حق پر چلنا نہ چاہا تو وہ نہ چلے

(یدخل من یشاء فی رحمتہ) اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے۔

(ای الی دخول الجنۃ من الایمان والطاعۃ۔ یعنی اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے ایمان و طاعت کی توفیق دے کر اپنی رحمت میں لیتا ہے یعنی جنت میں داخل فرماتا ہے کہ جنت نہایت لطف و کرم اور رحمت ہے۔

(وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝۳۱) اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظالموں سے مراد کفار ہیں اور یہ دخل پر عطف ہے اور ان کے لیے دوزخ کا عذاب اس لیے ہو گا کہ ان کے لیے مشیتِ رحمت نہ ہوئی اور وہ اپنے کفر و معصیت کی محبت اور حق سے سرکشی کے سبب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

الحمد للہ آج سورۃ الدھر مکمل ہوئی ۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ [illegible]

سورۃ المرسلات مکیۃ

اس میں دو رکوع۔ پچاس آیات۔ ایک سو اسی کلمات اور آٹھ سو سولہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورہ مرسلات پ ۲۹

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝	قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔
فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝	پھر زور سے جھونکا دینے والیاں۔
وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝	پھر ابھار کر اٹھانے والیاں
فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝	پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں
فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝	پھر ان کی قسم جو ذکر کا القا کرتی ہیں۔
عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝	حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔
اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝	بیشک جس بات کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔
فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝	پھر جب تارے محو کر دیے جائیں
وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝	اور جب آسمان میں رخنے پڑیں۔
وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝	اور جب پہاڑ غبار بنا کر اڑا دیے جائیں
وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝	اور جب رسولوں کا وقت آئے۔
لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ	کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝	روز فیصلہ کے لیے
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝	اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی۔
اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝	کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ۝
پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۝
مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝
کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا

فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝
پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝
ایک معلوم اندازہ تک۔

فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝
پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝
کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔

اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝
تمہارے زندوں اور مردوں کی۔

وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝
اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں خوب میٹھا پانی پلایا۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝
چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝
چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں

لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ۝
نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے۔

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝
بیشک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے اونچے اونچے محل۔

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝
گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝
یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔

وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ۝
اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ۝
یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۔ اب اگر تمہارا کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چل لو۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

حل لغات رکوع اول سورۃ مرسلات پ ۲۹

المرسلت ۔ ان کی جو بھیجی جاتی ہیں ۔ عرفا ۔ لگاتار

فالعصفت ۔ پھر جھونکا دینے والیاں ۔ عصفا ۔ زور سے ۔ و ۔ اور

والنشرت ۔ اٹھانے والیاں ۔ نشرا ۔ ابھار کر ۔ فالفرقت ۔ پھر جدا کرنے والیاں ۔ فرقا ۔ اچھی طرح

فالملقیت ۔ پھر القا کرنے والیاں ۔ ذکرا ۔ ذکر کا ۔ عذرا ۔ عذر دور کرنے کو

نذرا ۔ ڈر سنانے کو ۔ انما ۔ بیشک جو ۔ توعدون ۔ تم وعدہ دیئے

لواقع ۔ واقع ہونے والا ہے ۔ فاذا ۔ پھر جب ۔ النجوم ۔ ستارے

طمست ۔ بے نور ہو جائیں ۔ و ۔ اور ۔ اذا ۔ جب ۔ السماء ۔ آسمان

فرجت ۔ کھول دیے جائیں ۔ و ۔ اور ۔ اذا ۔ جب ۔ الجبال ۔ پہاڑ

نسفت ۔ اڑا دیے جائیں ۔ و ۔ اور ۔ اذا ۔ جب ۔ الرسل ۔ رسول

اقتت ۔ وقت پر آئیں ۔ لای ۔ کس ۔ یوم ۔ دن کے لیے ۔ اجلت ۔ ٹھہرائے گئے

یوم ۔ دن ۔ الفصل ۔ فیصلے کے لیے ۔ و ۔ اور ۔ ما ۔ کیا

ادرٰک ۔ جانے تو ۔ ما ۔ کیا ہے ۔ یوم ۔ دن ۔ الفصل ۔ فیصلے کا

ویل ۔ خرابی ہے ۔ یومئذ ۔ اس دن ۔ للمکذبین ۔ جھٹلانے والوں کے لیے

الم ۔ کیا ۔ لم ۔ نہیں ۔ نھلک ۔ ہلاک کیا ہم نے ۔ الاولین ۔ پہلوں کو

ثم ۔ پھر ۔ نتبعھم ۔ پیچھے لگایا ہم نے ان کے ۔ الاخرین ۔ پچھلوں کو

کذلک ۔ اسی طرح ۔ نفعل ۔ کرتے ہیں ہم ۔ بالمجرمین ۔ مجرموں کے ساتھ ۔ ویل ۔ خرابی ہے

یومئذ ۔ اس دن ۔ للمکذبین ۔ جھٹلانے والوں کے لیے ۔ ا ۔ کیا

لم ۔ نہیں ۔ نخلقکم ۔ پیدا کیا ہم نے تم کو ۔ من ماء ۔ پانی ۔ مھین ۔ ذلیل سے

فجعلنہ ۔ تو رکھا اسکو ۔ فی ۔ بیچ ۔ قرار ۔ جگہ ۔ مکین ۔ محفوظ کے

الی ۔ تک ۔ قدر ۔ مدت ۔ معلوم ۔ مقرر کے ۔ فقدرنا ۔ تو اندازہ کیا ہم نے

فنتم تو ہم ہیں — القدرون۔اندازہ کرنے والے — ویل خرابی ہے — یومئذ۔اس دن

للمکذبین جھٹلانے والوں کی — ا۔کیا — لم نہیں

نجعل بنایا ہم نے — الارض۔زمین کو — کفاتا۔جمع کرنے والی — احیاء۔زندوں

و۔اور — امواتا۔مردوں کو — و۔اور — جعلنا۔بنائے ہم نے

فیہا۔اس میں — رواسی۔پہاڑ — شمخت۔بلند — و۔اور

اسقینکم۔پلایا ہم نے تم کو — ماء۔پانی — فراتا۔میٹھا

ویل خرابی ہے — یومئذ۔اس دن — للمکذبین۔جھٹلانے والوں کے لیے

انطلقوا چلو — الی۔طرف — ما۔اسکی — کنتم۔کہ تھے تم

بہ۔اسکو — تکذبون جھٹلاتے — انطلقوا۔چلو — الی طرف

ظل۔سائے — ذی ثلث۔تین — شعب۔شاخوں والے کی — لا۔نہ

ظلیل۔سایہ دے — و۔اور — لا۔نہ — یغنی۔بچائے

من اللہب شعلے سے — انہا۔بیشک وہ — ترمی۔پھینکتی ہے — بشرر۔چنگاڑے

کالقصر جیسے محل — کانہ۔گویا کہ وہ — جملت۔اونٹ ہیں — صفر۔زرد رنگ کے

ویل خرابی ہے — یومئذ۔اسدن — للمکذبین جھٹلانے والوں کے لیے

ھذا۔یہ — یوم۔دن ہے کہ — لا۔نہ — ینطقون بولیں

و۔اور — لا۔نہ — یوذن۔اجازت دیجائیگی — لہم۔ان کو

فیعتذرون۔کہ عذر کریں — ویل۔خرابی ہے — یومئذ۔اس دن — للمکذبین جھٹلا

ھذا۔یہ — یوم۔دن ہے — الفصل فیصلے کا — جمعنکم۔ہم اکٹھا کریں

و۔اور — الاولین پہلوں کو — فان۔پھر اگر — کان۔ہو

لکم۔تمہارے لیے — کید۔کوئی داؤں — فکیدون۔تو مجھ پر چلاؤ — ویل۔خرابی ہے

یومئذ۔اس دن — للمکذبین جھٹلانے والوں کی۔

سورة المرسلات

سورت المرسلات مکی ہے اور اس میں دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں اور اس سورہ مبارکہ ایک نام سورت العرف بھی ہے بخاری و مسلم، نسائی اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم منیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غار میں تھے جب کہ یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور ہم حضور سے اُس کو پڑھ کر یاد کر رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ نکل آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا تو ہم اس کے مارنے کے لیے لپکے تو وہ جلدی سے بھاگ کر ایک سوراخ میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " وقیت شرکم کما وقیتم شرّھا" تم اُس کے شر سے بچائے گئے اسی طرح جس طرح کہ وہ تمہاری برائی سے بچایا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ لیلۃ الجن میں منیٰ میں اُتری اور منیٰ میں یہ غار "والمرسلات" کے نام سے مشہور ہے حاکم اور ترمذی شریف میں مروی ہے کہ اصحاب نے بارگاہ عالی جناب میں گذارش کی کہ جناب والا پر پیری کے آثار ظاہر ہو گئے تو ارشاد فرمایا مجھے سورۂ ہود، واقعہ المرسلات اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا غالباً اس وجہ سے کہ ان میں قیامت و بعث، حساب اور جنت دوزخ کا تذکرہ ہے ابن عباس، قتادہ اور مقاتل سے مروی ہے کہ اس سورۂ مبارکہ میں آیت " وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارکعوا لا یرکعون " ۵ مدنی ہے لیکن ابن مسعود سے اس کا استثنیٰ مروی نہیں ہے جیسا کہ نزول کے بارے میں حدیث سے واضح ہے۔ سورۃ الدھر کے آخر میں رحمت و مہربانی کا ذکر فرمایا " یدخل من یشاء فی رحمتہ " اور اس سورۂ مبارکہ کا آغاز چند اقسام سے کیا ہے جو وقوع قیامت کے وقت اور علامات سے متعلق ہیں اور کفار و فجار کو جو وعید سورۃ الدھر میں سنائی گئی تھی اور ابرار کو جو وعدۂ نعمت فرمایا گیا تھا اس کی تحقیق و تفصیل اس سورۂ مبارکہ میں ہے گویا یہ سورۂ مبارکہ بھی اُسی مضمون کی پیش رفت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝

قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگا تار۔ پھر زور سے جھوکا دینے والیاں۔ پھر ابھار کر اٹھانے والیاں۔ پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں۔ پھر ان کی قسم جو ذکر کا القا کرتی ہیں۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو۔ بے شک جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ضرور ہونی ہے۔

(وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝) قسم ان کی جو بھیجی جاتی ہیں لگا تار

قیل اقسم سبحانہ بمن اختارہ من الملائکۃ علیہم السلام ایک قول ہے کہ قسمیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں اس سے مُراد فرشتے ہیں المرسلات سے مراد ہے ارسلن بامرہ تعالیٰ یعنی وہ فرشتے جو احکامِ الٰہی کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں عُرْفًا والمرسلت کا حال ہے جس کے معنی ہیں لگا تار مسلسل پیہم اہل کلام عرب میں ہے عَرَفَ الفَرَس گھوڑا مسلسل دوڑا۔ مجاہد کا قول ہے المرسلات والعاصفات ملائکہ کا ایک طائفہ ہے (گروہ ہے) قتادہ کا قول ہے کہ مُراد ہوائیں ہیں۔ یعنی ان ہواؤں کی قسم جو لگا تار چلتی ہیں۔

(فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝) پھر زور سے جھوکا دینے والیاں

عصف الریاح ہوا کا تیز چلنا یا آندھی چلنا۔ یعنی تیز چلنے والی ہواؤں کی قسم جس سے جھونکے اٹھتے ہیں ایک قول ہے کہ مراد فرشتوں کی جماعتیں مراد ہیں جو اللہ کے احکام کی تعمیل وبجاآوری میں سرعت وتیزی کے ساتھ چلتے ہیں ایک قول ہے العاصفات سے مُراد آیات قرآن ہیں جنہوں نے کتب سابقہ اور ملل ماضیہ کو منسوخ کر دیا یعنی اڑا دیا۔

(وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝) پھر ابھار کر اٹھانے والیاں

ایک قول ہے الناشرات سے مُراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور فضا میں بلند کرتی ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ مُراد وہ فرشتے ہیں جو احکام الٰہی لاتے اور پھیلاتے ہیں یا مُراد وہ آیات قرآن ہیں جو مردہ قلوب کو انوار قدسیہ سے زندہ کر دیتی ہیں اور ہدایت دیتی ہیں۔

(فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝) پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والیاں

مُراد وہ ملائکہ ہیں جو احکام الٰہی کے ذریعہ حق و باطل میں تفریق کر دیتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جو بارش برسنے کے بعد بادلوں کو جدا کر دیتی ہیں۔ یا مُراد آیات قرآن ہیں جو حق کو باطل سے ممتاز کرتی ہیں۔

(فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝) پھر ان کی قسم جو ذکر کا القاء کرتی ہیں۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو انبیاء کے دلوں میں وحی کا القاء کرتے ہیں یا اہلِ ایمان کے قلوب میں ذکر کی تحریک کر کے یقین و تسکین کا سامان کرتے ہیں مجاہد کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں ہیں جن کے چلنے سے قلوب میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور ذکر ربانی پر اکساتی ہیں یا میلان ذکر پر دواعی ہیں۔ یا مراد آیات قرآن ہیں جو قلب میں ذکر اُبھارتی ہیں اور ان کی تلاوت سے یا مفہوم سے جب دل میں رقت پیدا ہوتی ہے تو وہ ذکر پر رغبت کرتا ہے۔

علماء تفسیر نے انہی امور پر زیادہ انحصار کیا ہے چونکہ اور بیان کردہ پانچوں صفات کے موصوف مذکور نہیں لہٰذا بعض نے اسے فرشتوں سے تعبیر کیا اور بعض نے انہیں ہواؤں سے اور بعض نے آیات قرآن سے۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ فارقات اور ملقیات سے ملائکہ کی جماعتیں ہونے پر اجماع ہے اور پہلی تینوں صفات ہواؤں سے متعلق ہیں۔ خازن میں ہے کہ مُراد نفوس کاملہ جو حصول کمال کے لیے بدنوں کی طرف بھیجے گئے پھر مجاہدات و ریاضات کے پر زور عمل (جھوکوں) سے ان نفوس قدسیہ نے حق کے سوا کو محو کر دیا اور ابدان کے اعضاء و جوارح میں مجاہدات کے اثر و نفوذ کو خوب پھیلا یا کہ ان پر معرفت حق کھل گئی اور باطل کی اصلی صورت واضح ہو گئی اور انہوں نے بخوبی امتیاز کر لیا اور ان پر دنیا کی حقیقت روشن ہو گئی اور وہ فانی سے جدا ہو کر واصل بالباقی ہو گئے اور ادراک حقیقت پر ان کی زبانوں اور دلوں پر ذکر حق طاری و جاری ہو گیا۔

(عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝) حجت تمام کرنے یا ڈرانے کو

عُذْرًا اور نُذْرًا مصدر ہیں عذرًا بمعنی معذرت، عذر خواہی اور نُذْرًا بمعنی انذار یعنی ڈرانا اور گذشتہ پانچوں صفات کی علت ہیں یعنی مقصد یہ ہے کہ مومن اپنی خطاؤں اور گناہوں کی عذر خواہی کر کے معافی چاہیں اور کفار کو عذاب آخرت سے ڈرائیں اور انہیں خوف واضح مراد ترغیب و ترہیب کے لیے وعظ و نصیحت اور تذکیر ہے۔

(اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝) بلاشبہ جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ضرور ہوتی ہے۔

وان کتبت موصولة وانما ... فاذا فصلت ...
جواب للقسم و ما موصولة کائن لا محالة یہ قسم کا جواب ہے جیسا کہ
ان الذی توعدونه من مجئ القیامة ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ با شبہ وہ چیز جس کا
ہے اور جب موصولہ لکھا جائے اور عائد محذوف ہو تو وہ بعث و عذاب وغیرہ تو وہ ضرور بالضرور ہو کر
تم وعدہ دیئے گئے ہو یعنی قیامت کا وقوع، بعث و عذاب وغیرہ تو وہ ضرور بالضرور ہو کر
رہے گا۔ اور جب پورا ہو گا تو اس کے ہونے میں کسی کو گنجائش نہ ہوگی کہ انکار کر سکے کہ اب
نہیں مان رہا اور شک و شبہ میں پڑا ہوا ہے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝

پھر جب تارے محو کر دیئے جائیں اور جب آسمان میں رخنے پڑیں اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے روز فیصلہ کے لیے اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے۔ جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی۔

(فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝) پھر جب تارے محو کر دیئے جائیں
ازیل اثرها بازالة نورها یعنی جب تارے روز قیامت کے اثر سے اپنی
روشنی کھو دیں گے او باعدام ذاتها واذهابها بالکلیة یا بالکلیہ ہی مٹا دیئے جائیں
گے یعنی ان کا وجود اور ان کا روشنی و چمک معدوم ہو جائے گی۔
(وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝) اور جب آسمان میں رخنے پڑیں۔
شقت کما قال سبحانه اذا السماء انشقت وقیل فتحت کما قال
سبحانه وفتحت السماء فکانت ابوابا۔
شق ہو جائے گا (پھٹ جائے گا) جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "جب آسمان
پھٹ جائے گا" اور ایک قول ہے کھل جائے گا جیسا کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے "اور
آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا۔" ایک قول ہے کہ آسمان پھٹ جائے
گا اور اس میں دراڑیں پڑ جائیں گی۔
(وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝) اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں۔

فی البحر فرقتها الریاح وذلك بعد التسییر ونحوہ بست الجبال بسا

فکانت ھَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۝ بحر میں ہے ہوائیں انھیں بکھیر دیں گی اور ایسا جب ہوگا جب وہ ریت کے ڈھیر ہوجائیں گے اور اس کی مثل ارشاد ہے اور پہاڑ چور ہوکر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذروں کی طرح ہو جائیں گے۔

(وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ۝) اور جب رسولوں کا وقت آئے

عبداللہ بن حسن اور ابوجعفر نے وُقِتَتۡ پڑھا ہے ای الوقت الذی تحضر فیہ للشھادۃ علی الامم یعنی جب وہ وقت آپہنچے جب رسول امتوں کے لیے شہادت دینے کے لیے حاضر ہوں گے۔

(لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ۝) کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے۔

الاستفھام للتعظیم والتعجیب من ھول ذلك الیوم۔ استفہام "لای" تعظیم و تعجیب کے لیے ہے کہ قیامت کے دن ہولناکی کا اظہار ہو اور اس دن کی شوکت و عظمت واضح ہو۔ یعنی یہی تو وہ دن ہے جس کے لیے تمہیں ڈرایا جاتا تھا اور تم اس روز کے وقوع اور وقت کے منکر تھے۔

(لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ۝) روز فیصلہ کے لیے۔

لِاَیِّ یَوۡمٍ سے بدل ہے یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کے لیے یہی دن مقرر ہے اور اس حوادث مذکورہ کی تاخیر اسی دن کے لیے ہے۔ جس کا واقع ہونا حق اور جس میں فیصلہ کا ہونا قطعی ہے۔

(وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۝) اور تو کیا جانے وہ روز فیصلہ کیا ہے

ای لایقادر قدرہ ولایکتنہ کنھہ۔ یعنی اس امر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ قیامت کے ہول و شدت کا کیا عالم ہوگا اور نہ ہی تمہیں اس کی کنہہ و حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

(وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ۝) جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی

وَیۡلٌ اصل میں مصدر ہے بمعنی ہلاک یعنی تباہی و بربادی اور یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں مبتدا مرفوع ہے جو اس بربادی و ہلاکت کے دوام پر دلالت کر رہا ہے۔ مکذبین سے مُراد کفار و مشرکین و منکرین ہیں۔ بیہقی میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ویل" جہنم کے اندر ایک وادی ہے جس میں دوزخیوں کا کچا لہو اور پیپ بہے گی اللہ نے کفار و منکرین کے لیے اس وادی کو مقرر فرمایا ہے اور یہ وادی ایسی ہے کہ اس کی گرمی سے پہاڑ بھی پگھل جائیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس دن (روز قیامت) جھٹلانے والوں کی بربادی و ہلاکت دائمی ہوگی۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ	کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا پھر
نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ	پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَيْلٌ	مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝) کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا۔

کقوم نوح وعاد وثمود۔ استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہے کہ یوم قیامت کو جھٹلانے والوں کو ہم نے ضرور ہلاک کیا جس طرح کہ قوم نوح طوفان عذاب سے اور عاد و ثمود آندھی اور چنگھاڑ سے ہلاک کئے گئے۔

وهو وعيد لاهل مكة واخبار عما يقع بعد الهجرة كبدر كانه قيل ثم نحن نفعل بامثالهم من الآخرين مثل ما فعلنا بالاولين ونسلك بهم سبيلهم لانهم كذبوا مثل تكذيبهم

اور اس میں اہل مکہ کے لیے وعید اور پیش گوئی ہے جو ہجرت مدینہ کے بعد واقع ہوئی جیسے مشاہدہ بدر، گویا کہ فرمایا جارہا ہے کہ پھر ہم پچھلوں کے ساتھ بھی ویسا ہی کریں گے جس طرح کہ اولین (پہلوں) کے ساتھ کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اسی روش کو اپنائیں گے جس پر کہ وہ چل رہے ہیں کیونکہ انہوں نے بھی پہلوں ہی کی طرح ہماری آیات کو جھٹلایا۔ اور ہم ان پر بھی اسی طرح عذاب مسلط کریں گے۔

(كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝) مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

والمراد أن سُنَّتَنَا جارية على ذلك۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے وطیرہ پہ ہماری سنت یونہی جاری ہے کہ ہم مجرموں کو ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

ای یوم اذا اهلكناهم یعنی اس دن جب ہم انہیں ہلاک و برباد کریں گے۔

کیونکہ وہ آیاتِ الٰہیہ اور حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کا انکار کرتے رہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا ایک معلوم اندازہ تک۔ پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝) کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔

من نطفه قذرة مهينة وليس فيه دليل نجاسة المنى، استفهام تقریری ہے یعنی کیا ہم نے تمہیں بے وقعت، حقیر اور گندے نطفہ سے پیدا نہیں فرمایا اور اس میں منی کے نجاست ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ قاموس میں مھین کے معنی غلیظ، اور گندے کے ہیں۔

(فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝) پھر اُسے محفوظ جگہ میں رکھا۔

هو الرحم۔ وہ محفوظ جگہ ہے جہاں اُس گندے نطفے کو رکھا گیا۔ فا تعقیبی ہے اور جملہ الم نخلقکم پر عطف ہے جس کا مطلب ہے پہلے نطفہ قرار پکڑتا ہے پھر تخلیق کا عمل شروع ہوتا ہے۔

(اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝) پھر اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

اى مقدار معلوم عند الله تعالىٰ من الوقت قدره سبحانه وتعالىٰ للولادة تسعة أشهرا واقل منها أو اكثر.

یعنی اللہ کے نزدیک ایک معلوم اندازہ تک وقت جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی ولادت و پیدائش کے لیے مقرر فرما رکھا ہے نو مہینے یا کبھی اس مدت سے زیادہ اور لوگوں کو بالعموم اس مدت کا علم ہے اور علماء کے نزدیک یہ مدت معلومہ کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہے۔

(فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝) پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر۔

یعنی ہم نے اس کے لیے ایک اندازہ یا
(فقدرنا) ای فقدرنا ذلک تقدیرا
تقدیر مقرر کر دی کسائی نے فقدّرنا پڑھا ہے جس کا مطلب ہے کہ ہم نے شکم مادر میں بچے
کاوقت اور پیدائش کے بعد زندگی کا وقت وغیرہ کا ایک اندازہ مقرر فرما دیا ہے۔
(فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ٥) ای فنحن المقدرون له یعنی اس کے لیے
ہم اندازہ فرمانے پر کیا ہی خوب اندازہ فرمانے والے ہیں لاریب فیه وهی علی الاطلاق
قادر ہے اور اس کی کوئی مثل اور یہ حمد صرف اسی کو لائق ہے۔

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ٥ اس دن خرابی جھٹلانے والوں کی

ای بقدرتنا علی ذلک او الاعادة۔ یعنی تخلیق انسانی پر ہماری قدرت یا پھر اس
کے مرنے کے بعد اس کے دوبارہ زندہ اٹھانے پر ہماری قدرت کے منکروں کے لیے اس دن
یعنی بروز حشر ہلاک و بربادی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ٥ اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ٥ وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا ٥ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ٥

کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا تمہارے زندوں اور مردوں کی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر ڈالے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ٥) کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔
الکفات اسم جنس او اسم آلة لما یکفت ای لضم ویجمع "الکفات"
اسم جنس ہے یا پھر اسم آلہ ہے جس کے معنی ہیں سمیٹنے والا یعنی کھپا لینے والا اور بعض نے کہا ہے
کَفْتٌ کی جمع ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں ابو عبیدہ سے اس کی تفسیر بالوعاء سے کی
ہے یعنی تھیلا یا بوری جس میں اشیاء ڈالی جائیں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے زمین کو کفاتت کرنے
والی بنایا ہے یعنی یہ سب کچھ سمیٹ لیتی ہے۔
(اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ٥) تمہارے زندوں اور مُردوں کی۔ ای تجمع أحیاء کثیرة
علی ظهرها وامواتا غیر محصورة فی بطنها
فراء کا قول ہے کہ مفعول محذوف ہے اس لیے کہ معلوم تھا اور مفعول محذوف سے مراد
زندہ اور مُردہ لوگ ہیں کہ زندہ لوگ زمین کی پیٹھ پر جمع رہتے ہیں اور مردہ لوگ زمین میں جمع ہیں مفعول

محذوف کی صورت میں کفاتاً الارض کی صفت ہوگی۔

(وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ) اور ہم نے اس میں لنگر ڈالے
ای جبالاً ثوابت یعنی خوب جمائے گئے پہاڑ
(شٰمِخٰتٍ) اونچے اونچے
ای مرتفعات یعنی بلندو بالا اور زمین پر خوب ابھرے ہوئے اور اونچے
(وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝) اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا
ای عذبا وذلك بان خلقنا ۝ فی اصولها واجرينا ۝ لکم منها فی انهار
یعنی میٹھا اور اسے ہم نے زمین کی گہرائیوں میں پیدا کیا۔ اور تمہارے لیے اس سے نہریں جاری کیں ایک قول ہے کہ ہم نے تمہارے آسمان سے شیریں اور ستھرا پانی اتارا۔
(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی
بامثال هذه النعم العظيمة ان عظیم نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لیے اس دن ہلاکت و بربادی ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے چلو دھوئیں کے اس سائے کی طرف جس کی تین شاخیں نہ سایہ دے اور نہ لپیٹ سے بچائے بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے جیسے اونچے محل گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝) چلو اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے
(اِنْطَلِقُوْٓا) چلو
ای یقال لهم یومئذ للتوبیخ والتقریع قیامت کے روز تکذبین (جھٹلانے والوں) سے کہا جائے گا ان کی ذلت وخواری اور رسوائی کے لیے
(اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝) اس کی طرف جسے جھٹلاتے تھے
فی الدنیا من العذاب یعنی تم دنیا کی زندگی میں عذاب آخرت کے منکر تھے

سو اب اُس عذاب کی طرف چلو
(اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝) چلو دھوئیں کے اس سائے کی طرف جس کی تین شاخیں۔

(اِنْطَلِقُوْا) چلو ای یقال لھم خصوصا منکرین سے بطور خاص کہا جائے گا چلو اور یہ پہلے قول (انطلقوا) کے تکرار کے طور نہ ہوگا جب کہ بعض کا قول ہے کہ مجرموں کی تذلیل کے لیے تحکیمانہ طور مکرر ارشاد ہوگا "چلو"

(اِلٰى ظِلٍّ) دھوئیں کے سائے کی طرف۔ ھُوَظل دخان جھنم کما قالہ جمھور المفسرین یہ سایہ جہنم کے دھوئیں کا ہوگا جیسا کہ جمہور مفسرین کا ارشاد ہے۔

(ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝) جس کی تین شاخیں

جہنم کے دھوئیں کی تین شاخیں ہوں گی کما ھو شان الدخان العظیم تراہ یتفرق تفرق الذوائب جس طرح کہ بڑے دھوئیں کی حالت ہوتی ہے کہ تم اسے بٹا بٹایا متفرق دیکھتے ہو اور بعض آثار میں مروی ہے یخرج لسان من النار فیحیط بالکفار کالسرادق ویتشعب من دخانھا ثلاث شعب فتظلھم حتی یفرغ من حسابھم والمومنون فی ظل العرش دوزخ کی آگ سے ایک شعلہ برآمد ہوگا جو کفار کو اونچے دھوئیں یا شامیانے کی طرح گھیر لے گا اور اس شعلہ کے دھوئیں کے تین حصے ہو جائیں گے اور وہ کفار پر مستولی و مسلط رہے گا یہاں تک کہ وہ اپنے حساب سے فارغ ہوں اور اہلِ ایمان عرش کے سایہ میں مامون ہوں گے۔ تین شاخوں والی آگ کی طرف چلنے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ کی طرف چلو کہ اس میں داخلے کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ اوّل اللہ اور اس کے رسول کا انکار اور آیات الیہ کی تکذیب دوم منافقت یا احکام شرعیہ کی مخالفت یا بعبادت بدعقیدگی کا راہ چلنا۔ سوم گناہوں کا ارتکاب اور خواہشات نفس کا اتباع و پیروی۔

(لَّا ظَلِيْلٍ) نہ سایہ دے

ای لامظلل وھو صفۃ ثانیہ لظل لیس فیہ راحۃ لھم یعنی وہ دھواں سایہ نہ دے گا کہ گرمی سے بچاؤ ہو اور یہ "ظل" کی دوسری صفت ہے اور اس دھوئیں کے سایہ کا کفار کے لیے ہرگز راحت دینے والا نہ ہوگا جس طرح کہ مومنوں کے لیے عرش کا

سایہ تسکین دینے والا اور راحت بخش ہوگا۔

(وَلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ۝) نہ لپٹ سے بچائے

"ظَلِيْلٍ" پر عطف ہے اور یہ "ظلٍ" کی تیسری صفت ہے کہ تین شاخوں والا دھواں سایہ تو رکھے گا مگر غیر مفید ہوگا اور وہ دوزخ کی گرمی اور شعلوں کی لپٹ سے بچانے والا نہ ہوگا۔

(إِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝) بے شک دوزخ چنگاریاں اڑاتی ہے۔

(إِنَّهَا) ای النار یعنی جہنم کہ ضمیر "ظل" کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد جہنم ہے۔

(تَرْمِىْ بِشَرَرٍ) شرر "شررة" کی جمع ہے، مطلب ہے چنگاریاں هو ما تطایر من النار یعنی جہنم کی جو آگ سے بلند ہو کر اٹھیں گی۔ (کالقصر) ای کالدار الکبیرۃ یعنی بڑے مکان یا محل یا قلعہ کی طرح بڑی اور موٹی ہوں گی۔ ایک قول ہے کہ "قَصْر" قصرۃ کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں بڑا پھیلا ہوا درخت یا کھجور کا بڑا درخت تو گویا یہ چنگاریاں کھجور کے بڑے درختوں کی مانند بڑی اور موٹی ہوں گی اور دوزخ سے اڑ کر نکلیں گی۔

(كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝) گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

(كَأَنَّهُ) ای الشرر یعنی وہ اڑنے والی چنگاریاں (جِمٰلَتٌ) جِمَال کی جمع ہے اور جمال جمع ہے جمل کی جس کے معنی اونٹ کے ہیں اور بحر میں جمل کی جمع ہے اور تاءِ تانیث الجمع ہے اور تنوین کثرت کے لیے یعنی وہ چنگاریاں اتنی بڑی موٹی اور بکثرت ہوں گی "صُفْرٌ" کے معنی زرد کے ہیں اور اونٹوں کے رنگ سے تشبیہ ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

عذاب جہنم کے منکروں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ اور نہ انھیں اجازت ملے کہ عذر کریں

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝) یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے۔

الاشارة الی وقت دخولهم النار ای هذا الیوم لاینطقون فیه لشیءٍ لعظم الدهشة وفرط الحیرة۔

کفار کے جہنم میں داخل ہونے کے وقت کی طرف اشارہ ہے یعنی اس دن کی عظیم دہشت

وہیبت اور فرط حیرت سے کچھ بھی گفتگو نہ کر سکیں گے ایک قول ہے کہ روز قیامت میں بہت سے مواقع ہوں گے بعض جگہ بولیں گے اور بعض جگہ کچھ نہ بول سکیں گے اور مراد یہ ہے یوم لا ینطقون بشیء ینفعھم یعنی ایسی گفتگو نہ کر سکیں گے جو ان کے لیے سود مند ہو۔

(وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝) اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں قیل فی النطق مطلقا او فی الاعتذار ایک قول ہے کہ کفار کو مطلقاً بولنے کی اجازت ہوگی یا پھر ان کو عذر خواہی کی اجازت نہ ملے گی فیعتذرون کا عطف واؤ یُؤْذَنُ پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ ہی ان کو اجازت ملے گی اور نہ ہی وہ معذرت کریں گے۔ درحقیقت ان کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف دنیاوی زندگی کے دوران تمام حجتیں پوری ہو چکیں اور حیلے بہانے عذر نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ اس کی اجازت کیونکر ہوگی اور ایسی معذرت کا کیا فائدہ ہوگا۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔ نعمتوں کے عطا کرنے والے رب کریم کے انعامات اور احسانات کا انکار کرنے والے اور اُس سے بغاوت کرنے والوں کے لیے اس روز ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ	یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں جمع
وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ	کیا اور سب اگلوں کو۔ اب اگر تمہارا
لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ وَيْلٌ	کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چلا لو۔ اس
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ع	دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ) یہ ہے فیصلہ کا دن بین المحق والمبطل یعنی حق تسلیم کرنے والوں اور حق کو جھٹلانے والوں کے درمیان یا مراد ہے جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان علیحدگی کا دن

(جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝) ہم نے تمہیں جمع کیا اور سب اگلوں کو۔ کلام تقریری ہے اور بیان فصل کے لیے ہے۔

ای من تقدمکم من الامم یعنی ان لوگوں کو جو تم سے پہلے جو گذشتہ امتوں سے ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والے تھے اور تمہیں بھی ان کے ہمراہ ہی جمع

(اکٹھا) کیا جائے گا تاکہ تمہیں انہیں سب کو عذاب کیا جائے۔

(فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝) اب اگر تمہارا کوئی داؤں ہو تو مجھ پر چلالو۔
فان جمیع من کنتم تقلدونهم و تقتدون بهم حاضرون وهذا
لتقريع لهم على كيدهم للمومنين فى الدنيا واظهار لعجزهم۔
تو اب تم سب اور وہ جن کی تم پیروی کرتے تھے اور ان کے ساتھ متفق تھے جمع ہوں تو تمہارے پاس اگر کوئی حربہ ہے تو ہم پر آزمالو اس میں ان مکذبین کے لیے جو دنیاوی زندگی میں مومنوں کا مقابلہ کرتے تھے بطور زجر ارشاد ہے اور ان کے عجز کا اظہار مقصود ہے۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔
عذاب الہی کے جھٹلانے والوں کے لیے اس روز بربادی اور ہلاکت ہے اور ان کی کوئی تدبیر نہ کارگر ہوگی اور نہ ہی انہیں عذاب الہی سے بچا سکے گی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ مرسلات پ۲۹

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝	بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں۔
وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝	اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝	کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝	بیشک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔
كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝	کچھ دن کھالو اور برت لو ضرور تم مجرم ہو۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝	اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝	پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ مرسلات پ۲۹

ان بیشک — المتقین پرہیزگار — فی بیچ — ظلل سایوں

و۔ اور	عیون۔ چشموں کے ہونگے	و۔ اور	فواکہ۔ میوے ہیں
مما۔ جو	یشتہون۔ وہ چاہیں	کلوا۔ کھاؤ	و۔ اور
اشربوا۔ پیو	ھنیئا۔ خوش ہضم	بما۔ بدلہ اسکا کہ	کنتم۔ تم
تعملون۔ عمل کیا کرتے تھے	انا۔ ہم	کذلک۔ ایسا ہی	نجزی۔ بدلہ دیتے ہیں
المحسنین۔ نیکوں کو	ویل۔ خرابی ہے	یومئذ۔ اس دن	للمکذبین جھٹلانے
والوں کے لیے	کلوا۔ کھاؤ	و۔ اور	تمتعوا۔ فائدہ اٹھاؤ
قلیلا۔ تھوڑا سا	انکم۔ بیشک تم	مجرمون۔ مجرم ہو	ویل۔ خرابی ہے
یومئذ۔ اس دن	للمکذبین۔ جھٹلانے والوں کے لیے		و۔ اور
اذا۔ جب	قیل۔ کہا جاتا ہے	لھم۔ ان کو	ارکعوا۔ نماز پڑھو
لا۔ تو نہیں	یرکعون۔ نماز پڑھتے	ویل۔ خرابی ہے	یومئذ۔ اس دن
للمکذبین جھٹلانے والوں کی	فبای حدیث۔ تو کونسی بات پر	بعدہ۔ اسکے بعد	یؤمنون۔ ایمان لائیں گے

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۔

بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے اعمال کا صلہ۔ بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

(اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۝) بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں

(اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ) بے شک ڈر والے۔

من الکفر والتکذیب بوقوعه فی مقابلة المکذبین بیوم الدین فیشمل عصاة المومنین۔

روز قیامت کے واقع ہونے اور جھٹلانے والوں کے مقابلے میں کفر و شرک اور حق کو جھٹلانے سے بچنے والے یا گناہوں سے بچنے والے اور اس میں گناہ گار لوگ بھی شامل ہیں یعنی گناہ گار مومن بھی زمرۂ متقین میں شامل ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی سے خوف رکھتے اور بخشش کی امید رکھتے ہیں جب کہ کفار نہ ایمان رکھتے ہیں

اور نہ خوف الٰہی بلکہ یوم الدین کو برملا جھٹلاتے اور اس کے انکاری ہیں۔

(فی ظلٰل) سایوں میں

ظلال، ظل کی جمع ہے ضد الضح دھوپ یا دھوپ لگنے کی ضد ہے وھو اعم من
فئی اور وہ سایہ سے زیادہ عام یا بڑا ہے یہاں سایہ کا حقیقی معنی مراد نہیں کہ جنت میں
دھوپ کہاں ہوگا بلکہ مراد ہے جنتی درختوں کے سائے یا ان کی چھاؤں۔

(وَعُيُوْنٍ ۝) اور چشموں میں

عُيُوْن عین کی جمع ہے مراد ہے جاری چشمے جو دودھ، شہد، شراب طہور اور سفید و
شیریں ٹھنڈے پانی کے ہوں گے جو ہر خرابی سے مبرا ہوں گے اور سرور و فرحت اور لذت
کا سامان ہوں گے۔

(وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝) اور میووں میں جو ان کا جی چاہے۔

انہم مستقرون فی فنون الترفۃ وانواع النعم جنت میں وہ
مختلف قسم کی نعمتوں اور راحت و آرام اور عیش کے ماحول میں ہمیشہ رہیں گے اور انہیں ان کی
مرضی کے موافق ملے گا۔ اور میووں وغیرہ کی لذت و مزہ ان کی طلب و اشتہاء کے مطابق
ہوگا۔

(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝) کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اپنے
اعمال کا صلہ۔

ای یقال لھم کلوا واشربوا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فی الدنیا
من العمل الصالح بالایمان وغیر ذلک۔ جملہ مستانفہ ہے اور متقین کا حال ہے
یعنی متقین سے جو جنت کے درختوں کے سایوں وغیرہ میں عیش میں ہوں گے تو ان سے کہا جائے
گا کھاؤ اور پیو رچتا ہوا اور کھاؤ بغیر مشقت و تکلیف کے اور یہ سب انعامات تمہارے ایمان و
اعمال صالح کا بدلہ ہے اور کمالات کا جو تم دنیاوی زندگی میں کرتے رہے۔

(اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝) بے شک نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

ای مثل ذٰلِكَ الجزاء العظیم یعنی حسن ایمان عمل کا مظاہرہ کرنے والے
لوگوں کو ہم یونہی بہت بڑا اچھا بدلہ اور ثواب دیتے ہیں۔ محسنین سے مراد متقین ہی ہیں اور
احسان کے معنی حسن عمل کے ہیں اچھا بدلہ کے ہیں۔ ارشاد ہے ھل جزاء الاحسان
الا الاحسان ۝ حسن عمل کا بدلہ اچھی جزا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

حیث نال اعداؤھم ھذا الثواب العظیم وھم بقوا فی العذاب الالیم۔

تکذیب کرنے والے دشمنان خدا و رسول اس ثواب عظیم اور نعماء جنت کو کیونکر پا سکتے ہیں ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اور وہ دردناک عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝	کچھ دن کھالو اور برت لو، ضرور تم مجرم ہو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

(كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا) کچھ دن کھالو اور برت لو

کفار و مکذبین کو بطور زجر و یاد دہانی خطاب ہوگا جس طرح کہ دنیاوی زندگی میں ان کو کہا گیا تھا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں کھا پی لو اور جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھالو۔ قلیلا قلیلا مصدر محذوف کی صفت ہے اور کہنے میں اشارہ ہے کہ اخروی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کا فائدہ انتہائی حقیر و معمول ہے اور دنیاوی منفعت موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی جبکہ نعماء جنت کبھی نہ ہوں گی اور ہمیشہ ہمیشہ ملیں گی۔

(اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝) ضرور تم مجرم ہو

یہ جملہ پچھلے جملۂ زجر و تہدید کی علت کا بیان ہے کہ بلا شبہ تم مجرم ہو یعنی کافر ہو اور کافر ہونے کی وجہ سے دائمی عذاب کے مستحق ہو۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی

ای یبقی فی عذاب وھلاک ابداً۔ یعنی مجرموں کی اس دن ہلاکت دائمی عذاب میں داخل ہوں گے۔

(وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝) اور جب ان سے کہا جائے پڑھو تو نہیں پڑھتے۔

ای اطیعوا اللہ تعالیٰ واخشعوا وتواضعوا لہ عز وجل بقبول وحیہ تعالیٰ واتباع دینہ سبحانہ وارفضوا ھذا الاستکبار والنخوۃ لا یخشعون ولا یقبلون ذلک ویصرون علی ما ھم علیہ من الاستکبار وقیل اذا امروا بالصلوٰۃ اور بالرکوع فیھا لا یفعلون ۔ مکذبین یا مجرمین پر عطف ہے ۔ یعنی جب کفار و مکذبین سے کہا جاتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی فرماں برداری کرو اور اس کے حضور عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے حق تعالیٰ کی وحی کو قبول کرلو اور اس شریعت و دین کی پیروی بجالاؤ اور فخر و غرور و تکبر و نخوت کا راستہ چھوڑ دو تو وہ نہ تو عاجزی کرتے ہیں اور نہ ہی اُسے تسلیم و قبول کرتے ہیں اور اپنے متکبرانہ طور طریقوں پر مُصر رہتے ہیں (اکڑے رہتے ہیں) ایک قول ہے کہ جب انہیں نماز کا یا رکوع (جھکنے) کا حکم کیا جاتا ہے تو وہ ایسا نہیں کرتے جبکہ مقاتل سے مروی ہے کہ یہ آیت بنو ثقیف کے حق میں اتری جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم سے نمازوں کا بوجھ اتار دیجئے کہ ہم اسے قبول نہیں کرتے اور یہ کہ ہمارے لیے یہ بے عزتی اور باعث عار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نہ رکوع ہو اور نہ ہی سجود ہوں (نماز نہ ہو) ابو داؤد اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایسا روز حشر ہوگا جب کفار و مکذبین کو سجدہ کا حکم ہوگا تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے اس وجہ سے کہ وہ حیات دنیوی میں سجدہ نہیں کرتے تھے ۔ زمخشری کا قول ہے کہ مجرموں کے لیے یہ جملہ بھی تہدید کی علت ہے ۔ واللہ اعلم

(وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ۔

یعنی دنیا کے عارضی فائدے کے لالچ میں عقبیٰ و آخرت کا انکار اور احکام الٰہیہ کی مخالفت کرنے والوں کے اس روز ہلاکت و بربادی ہے ۔

(فَبِاَيِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝) پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے ۔

ای بعد القرآن الناطق باحادیث الدارین واخبار النشاتین علی نمط بدیع معجز مؤسس علی حجج قاطعۃ وبراھین ساطعۃ ۔

یعنی قرآن حکیم کے بعد جو ایسی کتاب ہے کہ دونوں جہانوں کے واقعات کا ذکر کرنے

پارہ ــــ ۳۰

سورۃ نبا مکیہ

اس سورت میں دو رکوع. اکتالیس آیات ایک سو تہتر کلمات اور نو سو ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ نبا پ ۳۰

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝	یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔
عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝	بڑی خبر کی۔
الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝	جس میں وہ کئی راہ ہیں۔
كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝	ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔
ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝	پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝	کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔
وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝	اور پہاڑوں کو میخیں۔
وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝	اور تمہیں جوڑے بنایا۔
وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝	اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔
وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝	اور رات کو پردہ پوش کیا۔
وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝	اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔
وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝	اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔
وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝	اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔
وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝	اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا۔
لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝	کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ۔
وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝	اور گھنے باغ۔
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝	بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔
يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝	جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں

	کی نوجیں۔
وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝	اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا۔
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝	اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکہ دیتا ہے۔
اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝	بے شک جہنم تاک میں ہے۔
لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝	سرکشوں کا ٹھکانا۔
لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝	اس میں قرنوں رہیں گے۔
لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝	اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو۔
اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝	مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ۔
جَزَآءً وِّفَاقًا ۝	جیسے کو تیسا بدلہ۔
اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝	بیشک انہیں حساب کا خوف نہ تھا۔
وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝	اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں۔
وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝	اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝	اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب

حل لغات رکوع اول سورۂ نبا پ ۳۰

عم۔ کس چیز سے — یتساءلون۔ آپس میں سوال کرتے ہیں — عن النبا۔ خبر
العظیم۔ بڑی سے — الذی۔ وہ کہ — هم۔ وہ — فیہ۔ اس میں
مختلفون۔ اختلاف کرتے ہیں — کلا۔ ہرگز نہیں — سیعلمون۔ جلدی جانینگے — ثم۔ پھر
کلا۔ ہرگز نہیں — سیعلمون۔ جلدی جانینگے — ا۔ کیا — لم۔ نہیں
نجعل۔ بنایا ہم نے — الارض۔ زمین کو — مھدا۔ بچھونا — و۔ اور
الجبال۔ پہاڑوں کو — اوتادا۔ میخیں — و۔ اور — خلقنکم۔ بنایا ہم نے تم کو
ازواجا۔ جوڑے جوڑے — و۔ اور — جعلنا۔ بنایا ہم نے — نومکم۔ تمہاری نیند کو

سباتا۔ آرام کا سبب و۔ اور
لباسا۔ پردہ پوش و۔ اور
معاشا۔ روزگار کا وقت و۔ اور
سبعا۔ سات آسمان شدادا۔ مضبوط
سراجا۔ چراغ وھاجا۔ روشن
من المعصرٰت۔ بادلوں سے
لنخرج۔ تاکہ ہم نکالیں بہ۔ اس کے ساتھ
نباتا۔ سبزی و۔ اور
ان۔ بیشک یوم۔ دن
میقاتا۔ مقرر وقت یوم۔ جس دن
الصور۔ صور کے فتاتون۔ تو آؤ گے تم
فتحت۔ کھولا جائے گا السماء۔ آسمان
و۔ اور سیرت۔ چلائے جائیں گے
سرابا۔ جیسے چمکتا ریتا کہ دور سے پانی نظر آئے
کانت۔ ہے مرصادا۔ گھات میں
لبثین۔ رہیں گے فیھا۔ اس میں
یذوقون۔ چکھیں فیھا۔ اس میں
لا۔ نہ شرابا۔ کچھ پینا
و۔ اور غساقا۔ پیپ
انھم۔ بیشک وہ کانوا۔ تھے
حسابا۔ حساب کی و۔ اور
کذابا۔ حد تک جھٹلانا و۔ اور
احصینہ۔ گن رکھا ہے کتبا۔ لکھ کر
نزیدکم۔ زیادہ کریں گے ہم کم۔ تم کو

جعلنا۔ بنایا ہم نے
جعلنا۔ بنایا ہم نے
بنینا۔ بنائے ہم نے
و۔ اور
و۔ اور
ماء۔ پانی
حبا۔ اناج
جنت۔ باغ
الفصل۔ فیصلے کا
ینفخ۔ پھونکا جائے گا
افواجا۔ فوج در فوج
فکانت۔ تو ہو جائیگا
الجبال۔ پہاڑ
ان۔ بیشک
للطغین۔ سرکشوں کا
احقابا۔ کئی قرن
بردا۔ ٹھنڈک
الا۔ مگر
جزاء۔ بدلہ ہے
لا۔ نہ
کذبوا۔ جھٹلایا انہوں نے
کل۔ ہر
فذوقوا۔ تو چکھو
الا۔ مگر

الیل۔ رات کو
النھار۔ دن کو
فوقکم۔ تمہارے اوپر
جعلنا۔ بنایا ہم نے
انزلنا۔ اتارا ہم نے
ثجاجا۔ زور سے گرنے والا
و۔ اور
الفافا۔ گھنے
کان۔ ہے
فی۔ بیچ
و۔ اور
ابوابا۔ دروازے دروازے
فکانت۔ تو ہو جائیں گے
جھنم۔ جہنم
مابا۔ ٹھکانا
لا۔ نہ
و۔ اور
حمیما۔ گرم پانی
وفاقا۔ پورا پورا
یرجون۔ امید رکھتے
بایتنا۔ ہماری آیتوں کو
شیء۔ چیز کو
فلن۔ تو ہر گز نہ
عذابا۔ عذاب

سورۃ النباء

سورۃ النباء مکی ہے اس میں دو رکوع اور چالیس آیات ہیں یہ سورت مختلف ناموں سے بھی
موسوم ہے جیسے سورت عم، سورت عم یتساءلون، سورت التساؤل اور سورت المعصرات بیہقی
مکی ہے اور قراء مکہ وبصرہ کے نزدیک اس کی آیات اکتالیس ہیں اور اس سورہ مبارکہ کی پچھلی سورت
سے مناسبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت علی البعث کے اثبات و بیان سے ہے جبکہ ایک قول
ہے کہ پچھلی سورت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قول فبای حدیث بعدہٗ یومنون پر ختم ہوئی
اور اس آیت میں "حدیث" سے مراد قرآن حکیم ہے جبکہ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز اہل مکہ کے
باہمی سوال کہ کیا مرنے کے بعد بھی اٹھنا ہے؟ جو انہوں نے بطور استہزاء کیا اس سوال کے جواب
سے ہے قتادہ کا قول ہے کہ النباء العظیم سے مراد قرآن ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک مراد بعث
(آخرت کی زندگی) ہی ہے اور یہی متحقق ہے جیسا کہ سورۂ مبارکہ سے ظاہر ہے۔ اس سورہ مبارکہ
کا مضمون تخویف وتہدید ہے حاکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے سورت ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس
کورت نے بوڑھا کر دیا۔

مختصر تفسیر سورۃ نباء پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ○ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ○ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ○

یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ بڑی خبر کی جس میں وہ کئی راہ ہیں۔ ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔ پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

(عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ○) یہ آپس میں کاہے کی پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔

(عَمَّ) اصله عَمَّا ملی انہٗ حرف جر دخل ملی ما الاستفهامية محذف الالف و ملل بالتخفیف قلۃ بینها و بین الخبریۃ۔ اس کی اصل عَنْ مَا ہے کیونکہ یہ حرف جار ہے جو مَا استفہامیہ پر داخل ہو کر مَا کے الف کو حذف کر دیتا ہے اور اس کی علت وسبب مَا استفہامیہ کا مَا موصولہ سے فرق کا اظہار ہے الف کے محذوف کے ساتھ عَنْ کا ن مَا کی م میں مدغم ہو جاتا ہے جیسے من ما سے مِمَّ۔ والاستفهام لا ایذان بفخامة شان المسئول عنه۔ ای عن ای شئ عظیم الشان۔ اور بطور و بطریق استفہام ہے کہ جس چیز کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اس کی عظمت و شان کیلئے ہے یعنی وہ کس عظیم الشان چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔

(يَتَسَآءَلُوْنَ) عن ای شئ یسأل هؤلاء القوم الرسول صلی الله علیه وسلم والمومنین۔ الضمیر لاهل مکة۔

ضمیر اہلِ مکہ کی طرف راجع ہے یعنی یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سے کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں یعنی بطور استہزاء پوچھتے ہیں۔ ابن جریر سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کو دعوت توحید دی اور حیات بعد الموت کے بارے میں خبر دی اور اس ضمن میں آیات قرآن تلاوت فرمائیں تو وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے اور باہم پوچھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسا دین لائے ہیں اور بطور استہزاء کہنے لگے کہ یہ کیسی بڑی ہولناک بات کی خبر دیتے ہیں۔

(عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝) بڑی خبر کی

أيتساءلون عن النبا العظیم و وصف النبا و هو الخبر الذی له شان بالعظیم لتاکید خطره۔ یعنی وہ بڑی خبر کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور عظیم النبا کی صفت ہے اور وہ خبر ہے جس سے اُس کی عظمت و فخامت شان ظاہر ہے اور اس کی ہولناکی مؤکد ہے استفہام ثانی استفہام اول کو مؤکد ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک "النبا العظیم" سے مراد حشر و قیامت ہے جبکہ مجاہد اور ان سے متفق اصحاب کا قول ہے کہ مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ قرآن حکیم میں قرآن حکیم کو نباء عظیم فرمایا گیا ہے سورۂ ص پ۲۳ میں ہے قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ جب کہ بعض علماء کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُنذر ہونا مراد ہے۔

(الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝) جس میں وہ کئی راہ ہیں۔

الذی موصولہ اور ھم کی ضمیر جمع اہلِ مکہ کی طرف راجع ہے یہ اس لیے کہ کفار کا پوچھنا بطور استہزاء ہی تو تھا یعنی کفارِ مکہ میں سے بعض تو قطعی انکار کرتے ہیں جیسا کہ ان کا قول قرآن حکیم میں ہے ماندری ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستقنین ہم کو نہیں معلوم کہ قیامت کیا چیز ہے ہمیں تو یونہی گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں جبکہ بعض شک وشبہ میں تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ان کا قول ہے وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون ۵ وہ کہتے ہیں وہ تو نہیں مگر یہی ہماری زندگی دنیا کی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں اور بعض علماء نے کہا کہ اگر قرآن مراد ہے تو جب بھی کفار مختلف سوچ پر تھے بعض قرآن حکیم کو سحر اور بعض شعر اور بعض کہانت کہتے ہیں اور یونہی اگر مراد ذات نبوی ہے جو منذر ہیں تو کفار ان کے بارے میں کبھی کہتے کہ شاعر ہیں کبھی ساحر کہتے اور کبھی کاہن جیسا کہ آیات قرآن حکیم سے واضح ہے۔

(كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۵) ہاں ہاں اب جان جائیں گے۔

کلّا حرف ردع ہے اور سیعلمون وعید لاولئك المتسائلین المستھزئین جملہ "جلد جان جائیں گے"۔ بطور استہزاء سوال کرنے والے منکروں کافروں کے لیے وعید ہے کہ اس بڑی خبر کی صداقت ان پر جلد ہی روشن ہو جائے گی اور مرنے کے ساتھ ہی قبر میں پتہ چل جائے گا یا مراد ہے دنیا ہی کی زندگی میں ان پر حقیقت کھل جائے گی خواہ وہ مبتلا کے عذاب ہوں یا ان پر بوقت نزع شدت اور ملائکہ موت کا زجر ہو وغیرہ اور تمہیں تکذیب وانکار کا نتیجہ مل جائے گا۔

(ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۵) پھر ہاں ہاں جان جائیں گے۔

تکرار مبالغہ اور شدت کے لیے ہے اور اس سے منکرین کو وعید دو مرتبہ ہو گئی پہلے جملہ سے عذاب قبر اور اس سے عذاب قیامت کی اور حرف عطف ثم شدت وسطوت عذاب کو جو بروز قیامت ہو گا واضح کر رہا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۵ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۵ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۵ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۵

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ اور تمہیں جوڑے بنایا اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

استفہام تقریری اور جملہ مستانفہ ہے اور مسئولہ خبر کی تحقیق کے طور پر بعض شواہد ناطقہ (منہ بولتی ثبوت) کے ساتھ مخاطب کو اقرار پر آمادہ کرنے کے لیے ہے گویا کہا جا رہا ہے کل کیف تنکرون او تشکون فی البعث تم فرماؤ کہ تم بعث کا کیونکر انکار کرتے ہو اور کیا شک و شبے میں مبتلا ہو وقد عاینتم مایدل علیہ من القدرۃ التامۃ والعلم المحیط والحکمۃ الباھرۃ المقتضیۃ ان لایکون ماخلق عَبَثاً۔ حالانکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور مشاہدہ کرتے ہو ان امور کا جو دلالت کرتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت کاملہ، علم محیط اور اُس کی روشن حکمتوں پر اور جن کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو عبث فضول اور بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ کیا تم میں ان شواہد حقیقی کے انکار کی کوئی گنجائش ہے ظاہر ہے ہرگز نہیں اور یہی ثبوت و دلیل کے طور پر کافی ہے المہاد کا مطلب ہے الفراش الموطا خوب ہموار کیا ہوا بستر یا بچھونا اور قاموس میں ہے المھد الموضع الذی یھیأ للصبی۔ مہد سے مراد وہ جگہ ہے (بچھونا ہے) جہاں چھوٹے بچوں کو ڈالتے ہیں یعنی پنگھوڑا۔ اور یہ بطور تشبیہ فرمایا ہے۔

(وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝) اور پہاڑوں کو میخیں

ای کالاوتاد ففیہ تشبیہ بلیغ ایضاً والمراد أرسینا الارض بالجبال کما یرسی البیت بالاوتاد۔ یعنی میخوں کی مانند اور اس میں بھی بڑی روشن تشبیہ ہے اور مراد یہ ہے کہ کیا ہم نے زمین کو پہاڑوں کے ساتھ نہیں جما دیا (ثابت ٹھہرا دیا) جس طرح گھر کو ستونوں سے مضبوط بناتے ہیں تاکہ وہ جنبش و حرکت نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ کریم نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ تھرتھرانے (کانپنے) لگی تو اللہ نے اس پر پہاڑ جمائے تو وہ ساکن ٹھہر گئی (خوب جم گئی) تو فرشتوں نے عرض کیا ربنا ھل خلقت خلقا اشد من الجبال اے ہمارے پروردگار کیا تو نے پہاڑوں سے بڑھ کر کوئی قوی و مضبوط شئے پیدا کی ارشاد ہوا ہاں "لوہا" فرشتوں نے عرض کیا ہمارے پروردگار کیا تو نے لوہے سے بڑھ کر بھی کسی چیز کو قوی پیدا فرمایا ہاں آگ فرشتوں نے پھر عرض کیا کہ ہمارے پروردگار کیا تو نے آگ سے بھی بڑھ کر کسی شئے کو پیدا کیا ارشاد فرمایا ہاں "پانی" فرشتوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار کیا تو نے "پانی" سے بھی بڑھ کر کوئی شدید شئے پیدا کی ارشاد فرمایا "ھوا" فرشتوں نے عرض کیا ہمارے پروردگار کیا آپ نے ھوا سے شدید بھی کوئی شئے پیدا فرمائی ارشاد فرمایا ہاں آدم کا بیٹا (انسان) کہ دائیں ہاتھ چھپا کر ہاتھ سے یوں صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی۔ آیت سے ظاہر ہو رہا ہے

کہ پہاڑوں کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہوئی اور اسی پر علماء متقدمین اور علماء محدثین کا اتفاق ہے البتہ ان کے حدوث کے متقدم و متاخر ہونے میں فرق کرتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے جسے حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلا پہاڑ جبل ابوقبیس ہے۔

(وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝) اور تمہیں جوڑے بنایا۔

قال الزجاج وغیرہ مزدوجین ذکرا و انثی یتسنی التناسل وینتظم المراد المعاش وقیل أصنافا فی اللون والصورۃ واللسان وقیل أن یکون المراد من الخلق ازواجا الخلق من منیین منی الرجل ومنی المرأۃ والمعنی خلقنا کل واحد منکم ازواجا باعتبار مادۃ التی ھی عبارۃ من منیین۔ زجاج وغیرہ کا قول ہے کہ تمہیں نر اور مادہ پیدا کیا تاکہ افزائش نسل ہو اور امور معاش کا انتظام ہو اور ایک قول یہ ہے کہ تمہیں رنگ اور شکل اور بولی کے لحاظ سے جدا جدا صنف پیدا فرمایا۔ ایک اور قول ہے کہ تمہیں جوڑا جوڑا پیدا فرمانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تمہیں دو پانیوں (منی) سے مرد کے پانی اور عورت کے پانی سے پیدا فرمایا اور مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اس مادہ کے اعتبار سے جو دونوں پانیوں سے عبارت ہے جوڑے جوڑے بنایا۔

(وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝) اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

والمراد بالسبات الموت یعنی تمہاری نیند کو موت سے آرام کا باعث کیا موت سے مراد نیند ہے ایک قول ہے کہ سبت کے معنی قطع کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ان اللہ تعالٰی ابتداء بخلق السمٰوت والارض یوم الاحد فخلقھا فی ستۃ ایام فقطع عملہ سبحانہ یوم السبت فسمی بذلک۔ کہ حق سبحانہ و تعالٰی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ابتدا اتوار سے فرمائی پھر اسے چھ روز میں مکمل فرمایا پھر حق سبحانہ و تعالٰی نے ہفتہ کے روز عمل تخلیق کو قطع کیا تو اس لیے سبت نام ہوا۔ یعنی ہم نے تمہارے جاگتے وقت کے کاموں کو قطع کر دینے والا بنایا تاکہ تمہارے جسموں کو سکون و آرام حاصل ہو۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝

اور رات کو پردہ پوش کیا۔ اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں۔ اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔

(وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ٥) اور رات کو پردہ پوشی کیا۔

(وَجَعَلْنَا الَّيْلَ) الذی یقع فیه النوم غالباً یعنی رات کے وقت غلبہ کرنے والی نیند واقعہ ہوتی ہے (لِبَاسًا) یسترکم بظلامه کما یسترکم اللباس ولعل المراد اللباس المشبه به مایستر به عند النوم من اللحاف۔ رات کو لباس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی تاریکی کے ساتھ تمہیں اسی طرح چھپا لیتی ہے جس طرح تمہیں لباس ڈھانپ لیتا ہے اور ممکن ہے کہ اسے لباس کہنے سے مراد اس حالت سے تشبیہ ہے جو نیند کے وقت لحاف اوڑھنے سے چھپا لیتی ہے۔ ایک قول ہے جعلنا ٥ ساترا لکم عن العیون اذا اردتم هربا من عدو او بیاتا له او نحفاء مالا تحبون الاطلاع علیه من کثیر الامور ہم نے رات کو تمہارے لیے نظروں سے چھپانے والا بنایا جب تم دشمن سے بچاؤ یا اس پر شب خون مارنا چاہو یا تم بہت سی ایسی باتیں چھپانا چاہو جن کی خبر و اطلاع ہونا تمہیں پسند نہ ہو۔

(وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ٥) اور دن کو روزگار کے لیے بنایا۔

مَعَاشًا مصدر میمی ہے بمعنی العیش یعنی زندگانی اور مطلب یہ ہے وجعلنا النهار وقت معاش ای حیاۃ تبعثون فیه من نومکم الذی اخو الموت یعنی ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا یعنی زندگی جس میں تم اپنی نیندوں سے بیدار ہو کر اٹھتے ہو اور نیند (موت کی بہن) موت سے ہی متعلق ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ دن کو محنت مزدوری اور کاروبار کے لیے بنایا ہے تاکہ تم ضروریات زندگی حاصل کر سکو۔

(وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ٥) اور تمہارے اوپر سات مضبوط چنائیاں چنیں ای سَبْعَ سمٰوٰت یعنی سات آسمان مضبوط بنائے جن پر حوادث زمانہ کا اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ خستہ و بوسیدہ ہوتے ہیں۔

(وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ٥) اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ رکھا۔

ای اُنشانا و أبدعنا مشرقا متلالئا من وهجت اذا اضاءت او بالغا فی حرارۃ من الوهج والمراد به الشمس۔

یعنی ہم نے اسے روشن اور چمکدار بنایا جب وہ روشن ہوتا ہے تو جگمگاتا ہے یا اس کے جگمگانے سے حدت و حرارت پہنچتی ہے (حاصل ہوتی ہے) اور اس سے مراد سورج ہے

جو نور و حرارت کا مجموعہ ہے مقاتل کا قول ہے وھج کے معنی ہیں بھڑکتی ہوئی روشنی۔

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۙ

اور پھر بدلیوں سے زور کا پانی اتارا کہ اس سے پیدا فرمائیں اناج اور سبزہ اور گھنے باغ۔

(وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ) اور ہم نے اتارا بدلیوں سے۔

ھی السحائب علی ماروی عن ابن عباس وغیرہ جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے مراد بدلیاں ہیں مقاتل کا قول ہے کہ معصرات سے مراد آسمان ہے کلبی کا قول ہے کہ مراد وہ ہوائیں جو بادل سے پانی نچوڑ کر برساتی ہیں۔

(مَآءً ثَجَّاجًا) زور کا پانی

ای منصبا بکثرۃ یقال ثج الماء اذا سال بکثرۃ یعنی بہت زیادہ برسنے والا پانی جیسا کہ اہل عرب ثج الماء کہتے ہیں پانی خوب برسا مراد موسلا دھار بارش کا پانی ہے کہ زور سے برسے اور بہت زیادہ برسے۔

(لِنُخْرِجَ بِهٖ) کہ اس سے پیدا فرمائیں۔

ای بذلک الماء یعنی اس زوردار بارش کے پانی کے ساتھ (ذریعہ)

(حَبًّا وَّنَبَاتًا) اناج اور سبزہ

کالحنطۃ والشعیر جیسے دانے (گیہوں) اور جو، حَبًّا کی تقدیم غلہ کے اخراج کی اصالت و شرف کے طور پر ہے کیونکہ وہی انسانوں کی حقیقی غذا ہے اور نباتا سے مراد چارہ اور جانوروں کے لیے سبزہ گھاس اور چارہ وغیرہ ہے۔

(وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا) اور گھنے باغ

جنّٰتٍ جَنَّۃٌ کی جمع ہے فراء کا قول ہے الجنۃ ما فیہ النخیل والفردوس ما فیہ الکرم وقد تسمی الاشجار الساترۃ جنۃ۔ جنت (باغ) وہ ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہوں اور فردوس (باغ) وہ ہے جس میں انگوروں کی بیلیں ہوں اور جو درخت چھپا لینے والے ہوں انہیں جنت کہا جاتا ہے ایک قول ہے کہ ہر وہ بستان جو درختوں سے بھرا ہوں اور اس کے درخت زمین کو ڈھانپ لیں اسے باغ کہتے ہے۔

(اَلْفَافًا) کسائی کا قول ہے کہ اَلْفَافًا، لفیف کی جمع ہے جس کے معنی ملفوف کے ہیں

بے بلند ہوتے یا خوب گھنے یا جھنڈ کے جھنڈ۔ ان سب کا ذکر کر کے بتانا یہ ہے کہ جس ذات
رب حق نے یہ سب کچھ معدوم سے موجود کیا تو تمہیں (انسانوں) موت کے بعد زندگی میں کیوں تعجب
ہوتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور بے مقصد سمجھتے ہو ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز
نہیں لہذا مرنے کے بعد زندگی اور جزا و سزا ضرور ہوگی۔ گویا یہ بھی کفار کے سوال کا جواب ہے
جیسا کہ شروع سورت مبارکہ میں گزرا۔

نَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝
يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ
اَفْوَاجًا ۝ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ
اَبْوَابًا ۝ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ
فَكَانَتْ سَرَابًا ۝

بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت
ہے جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے
آؤ گے فوجوں کی فوجیں اور آسمان کھولا
جائے گا کہ دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ
چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے
چمکتا ریتا دور سے پانی کا دھوکا دیتا۔

(اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝) بے شک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے۔
یعنی متوقت و متعین سورۂ مبارکہ کے آغاز میں منکرین کے سوال کا ذکر گزرا اور کفار
اس امر میں جلدی کرتے تھے کہ وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم وقوع قیامت کے بارے میں
سچ کہتے ہو تو یہ بطور جواب ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک فیصلے کا دن اور وقت متعین و مقرر
ہے اور اس کے وقوع کی کیفیت و تفصیل کا پھر ذکر فرمایا۔

(يوم يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ) جس دن صور پھونکا جائے گا۔

ای النفخة الثانية ويوم بدل من يوم الفصل۔

یوم، یوم الفصل سے بدل ہے مراد ہے روز قیامت یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا
جائے گا، نفخے دو ہیں اولیٰ جس سے سب کچھ فنا ہو جائے گا اور ثانیہ یا اخیرہ جب لوگ قبروں
سے اٹھیں گے۔

(فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝) تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں۔

ای فَتَحْيَوْن فتبعثون من قبوركم فتاتون الی الموقف عقيب ذلك من
غير لبث امما۔ اس روز جونہی صور پھونکا جائے گا تو تم زندہ ہو جاؤ گے اور اپنی قبروں سے
نکل کھڑے ہو گے (نکلو گے) پھر اس کے ساتھ ہی فوراً حساب کے لیے موقف قیامت کی

طرف (ج در فوج (گروہ در گروہ) چلے آؤ گے۔ نسائی اور بیہقی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر لوگ تین گروہ ہوں گے ایک وہ گروہ پڑ بالباس اور سواریوں پر سوار ہوں گے اور دوسرا گروہ پیدل چلنے والوں کا ہوگا اور تیسرا گروہ منہ کے بل گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

(وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ٥) اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے سے ہو جائے گا۔

وفسر الفتح بالشق لقوله تعالیٰ اذا السماء انشقت وقوله سبحانه اذا السماء انفطرت الی غیر ذلك والقرآن يفسر بعضه بعضاً اور علماء نے فتح کی تفسیر شق (پھٹنے) سے کی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے "جب آسمان پھٹ جائے" اور ارشاد مزید ہے "جب آسمان پھٹ پڑے" اور قرآن حکیم اپنے بعض حصوں کی بعض حصوں سے خود تفسیر فرمایا ہے اور شاید اس میں کمال قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عظیم جرم اس طرح سے جلد اور بآسانی پھٹ پڑے گا جس طرح سے کہ دروازہ کھل جاتا ہے اور کَانَ بمعنی صَار ہے (ہو جائے گا) ای فصارت ذات ابواب یعنی دروازوں والا ہو جائے گا۔ او فصارت کان کلها ابواب یا یوں ہو جائے گا کہ سارے کا سارا دروازے ہی ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ اس میں راہیں بن جائیں گی جن سے فرشتے اتریں گے۔ یہ روز قیامت ہوگا۔

(وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ٥) اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے سراب۔

(وَّسُيِّرَتِ الجبال) ای فی الجو علی هيئتها بعد تفتتها و بعد قلعها من مقارها یعنی پہاڑ فنا ہونے کے بعد اور اپنے مقامات سے اکھڑنے کے بعد فضا میں بے وقعت ہلکے ہو جائیں گے۔

(فَكَانَتْ سَرَابًا) لغت میں سرب کے معنی ہیں چلتا ہوا راستہ اور ریت جو دھوپ میں پانی جیسی نظر آتی ہے اُسے سراب کہتے ہیں اور اُسْرُب پگھلی ہوئی چاندی کو کہتے ہیں ای فصارت بعد تسیرها مثل سراب تو پہاڑ اکھڑنے کے بعد اس طرح نظر آئیں گے جس طرح چمکتا ریتا جو دور سے پانی ہونے کا دھوکہ دے یعنی ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں ذرات کی طرح پھیل جائیں گے اور بے حقیقت ہو جائیں گے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ — بے شک جہنم تاک میں ہے سرکشوں کا ٹھکانا۔ اس میں قرنوں رہیں گے۔

(اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝) بے شک جہنم تاک میں ہے۔

مرصاد اسم ظرف مکان ہے جیسے مضاد (گھوڑوں کے سدھانے اور انہیں چھریرا بدن بنانے کا میدان) المرصاد کے معنی معلق الطریق یعنی راستے کے ہیں اور ایک قول ہے ای موضع مد یبحث سوھم کہ اس جگہ دوزخ کے داروغے کفار کو عذاب میں دھکیلنے کے لیے گھات میں ہوں گے اور ایک قول ہے کہ ایسی جگہ یا مقام جس میں جنت کے دربان مومنوں کو جہنم سے بچائیں گے لیکن یہ تفسیر زیادہ صحیح ہے کہ مرصاد سے مراد کفار کے لیے تیار شدہ راستہ ہے اور للطاغین کے لفظ سے اس کی توثیق ہو رہی ہے۔ رہا پلصراط کا ذکر تو وہ آیت وان منکم الا وار دھا میں گزر چکا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں بھی پُل ہی مُراد ہے۔

(لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ۝) سرکشوں کا ٹھکانا۔

(لِّلطَّاغِيْنَ) ای المتجاوزین الحد فی الطغیان یعنی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کرنے والے یعنی کفار (مَاٰبًا) لوٹنے کی جگہ یہ كَانَتْ سے متعلق یا اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ جہنم سرکش کافروں کی گھات میں ہے اور ان کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ جس میں وہ مدتوں رہیں گے۔

(لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝) اس میں قرنوں رہیں گے۔

ای مقیمین فی جھنم ابداً یعنی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے احقاب، حقب کی جمع ہے مقاتل کا قول ہے کہ حقب سترہ ہزار سال کا ہوگا۔ حسن کا قول ہے کہ احقاب کا سلسلہ لا متناہی ہے ایک حقب گزرے گا تو دوسرا آ جائے گا اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کفار کے لیے خلود عذاب یعنی دائمی عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے خالدین فیہا ابداً۔ وما ھم بخارجین منہا ولھم عذاب مقیم۔ دوزخ میں کفار قرنوں صدیوں رہیں گے اور ان قرنوں کی نہایت نہیں اور وہ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ — اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا ہوا پیپ جیسے کو تیسا بدلا۔

(لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝) اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے

اور نہ کچھ پینے کو۔ یہ لٰبِثِيْنَ کا حال ہے اول یا پھر لاحقابا۔ کا حال لاثين۔ المستكن فى لابثين اور صفة لاحقابا۔

اَحْقَابًا کی صفت ہے یا حالت ثانی۔ یعنی طاغین دوزخ میں اس حال پر رہیں گے یا دوزخ میں جو قرن در قرن رہیں گے تو وہاں یہ حال ہوگا کہ نہ کوئی شئے کھانے کو ملے گی اور نہ ہی پینے کو پانی کہ جس سے ٹھنڈک کا مزہ پاسکیں۔ والمراد بالبرد مايبرد وجههم وينفس عنهم حرالنار فلاينافى انهم قد يعذبون بالزمهرير اور بَرْد (ٹھنڈک) سے مُراد وہ شئے ہے جو انہیں راحت و آرام (تسکین) دے اور ان کے نفس کو آگ کی حرارت و گرمی سے دور کرے یعنی انہیں ایسی کوئی شئے نہ ملے گی اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ وہ انہیں ٹھنڈ و سردی کا عذاب نہ ہوگا۔ اور شراب سے مُراد پینے کا معروف پانی ہے اور انہیں یہ بھی ہرگز نہ ملے گا۔

(اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝) مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا ہوا پیپ

والحميم الماء الشديد الحرارة والغساق مايقطر من جلود اهل النار اور حمیم سے مراد ہے بہت ہی زیادہ گرم پانی اور غساق سے مُراد وہ سڑا ہوا گندہ پیپ ہے جو دوزخیوں کی جلدوں سے بہے گا پینے کی چیزوں میں سے ان دونوں کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی ان دونوں چیزوں کے سوا انہیں جہنم میں پینے کو کچھ نہ ملے گا۔ ترمذی میں ابو درداء سے مروی ہے کہ جب جہنمیوں کو حمیم پیش کیا جائے گا۔ تو اُس سے ان کے منہ جل کر سیاہ ہوجائیں گے اور پیٹ کے اندر جاتے ہی ان کی آنتیں کٹ کر بہہ جائیں گی۔

(جَزَآءً وِّفَاقًا ۝) جیسے کو تیسا بدلا۔

ای جوزوا بذلك جزاء فجزاء موافقا لاعمالهم۔ یعنی وہ اس کے ساتھ بدلہ دیئے جائیں گے اور یہ جزا ان کے کرتوتوں کے موافق ہوگی یا ان کے گناہوں کے مطابق ہوگا۔ جیسے کام ویسا بدلہ اور کفر و شرک بدترین جرم ہے اور اس کے مطابق ہی وہ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا	بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے اب

فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ؕ چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۙ) بے شک انہیں حساب کا خوف نہ تھا۔

تعلیل لاستحقاق العذاب المذکور ای کانوا لا یخافون ان یحاسبوا باعمالھم۔

جس عذاب شدید کا پیچھے ذکر گزرا یہ اس سزا کی علت کا بیان ہے کہ یہ عذاب اس لیے ہو
گا کہ وہ اس امر کا ڈر (خوف) ہی نہیں رکھتے تھے کہ انہیں ان کے اعمال کا حساب دینا پڑے
گا۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ کفار تو جزا و سزا پر ایمان
ہی نہیں رکھتے لیکن اہلِ ایمان میں سے کچھ بدعتی یا گمراہ فرقے بھی ایسے ہیں جو حساب (جزا و سزا)
کے منکر ہیں جیسے مرجئہ اور روافض۔ مرجئہ کا کہنا ہے کہ بُرے اعمال ضرر رساں نہ ہوں گے کہ ایمان
کے ہوتے ہوئے یہ سب معاف ہیں وہ اعمال کو اہمیت نہیں دیتے اور صرف عقیدہ کی درستگی
پر زور دیتے ہیں جبکہ روافض کا عقیدہ ہے کہ محبان و شیعان علی کو کسی گناہ پر عذاب نہ ہوگا۔

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۙ) اور انہوں نے ہماری آیتیں حد بھر جھٹلائیں۔

ای تکذیبا مفرطا یعنی اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی پوری پوری
تکذیب کی (جھٹلاتے رہے)۔

یہ آیت کفار کے علاوہ اہل بدعت کو بھی شامل ہے اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے
کہ بعض جو ان قرآنی آیتوں کے منکر ہیں جو مناقب و مدح اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد
ہیں جیسے آیت رضوان (سورۃ الفتح) اور کنتم خیر امۃ الخ وہ بھی اس وعید سے ہرگز خارج
نہیں۔ کِذَّابًا یا تو مصدر ہے جو تکذیب (جھٹلانے) کے معنوں میں یا پھر مبالغہ کا صیغہ ہے
ای کانوا مبالغین فی تکذیب مبالغۃ المغالبین۔ یعنی کفار دیگر مکذبین کی طرح
بہت بڑے جھوٹے ہیں یا جھٹلانے میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۙ) اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ) اور ہر چیز

من الاشیاء التی من جملتھا اعمالھم وقال ابوحیان ای کل شی مما یقع
علیہ الثواب والعقاب۔ یعنی ان کے تمام اعمال وغیرہ میں سے ہر ایک چیز اور ابوحیان کا قول
ہے ہر وہ شے جس پر ثواب یا عذاب (سزا) واقع ہوتا ہے۔

اَحْصَيْنٰهُ) ہم نے اسے شمار کر رکھا ہے۔

ای حفظناہ وضبطناہ یعنی ہم نے محفوظ کر رکھا ہے اور تحریر کر رکھا ہے۔

(کِتٰبًا ؕ) لکھ کر

مصدر ہے اَحْصَیْنٰہُ کو مؤکد کرنے کے لیے کیونکہ شمار کرنا اور لکھنا ضبط (حفاظت وتحریر) کے معنوں میں مشترک ہیں یا پھر حال ہے بمعنی مکتوبًا فی اللوح او صحف الحفظۃ، لوح میں لکھا ہوا یا کراما کاتبین کے نوشتوں میں لکھا ہوا کے معنوں میں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کے تمام اچھے اور برے اعمال ہمارے علم میں ہیں ہم ان پر ہی بدلہ دیں گے۔

(فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا ؕ) اب چکھو کہ ہم تمہیں نہ بڑھائیں گے مگر عذاب۔

مسبب عن کفرھم بالحساب وتکذیبھم بالاٰیات۔ فا و سببیہ ہے ان سے یعنی طاغین سے آخرت میں وقت عذاب کہا جائے گا کہ تم عذاب کا مزہ چکھو اپنے اُن اعمال کے باعث جن کا ہم نے حساب کر رکھا اور تمہارے آیات الٰہی کو جھٹلانے کی وجہ سے۔ اب جیسے تم دوزخ میں ہو تو ہم تمہارے لیے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے طبرانی میں حسن سے مروی ہے کہ میں نے ابو برزۃ الاسلمی سے کتاب الٰہی میں شدید ترین آیت کے بارے میں پوچھا جو دوزخیوں کے بارے میں ہو تو انہوں نے یہی آیت پڑھی۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ نبا پ۳۰

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ؕ	بیشک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے۔
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ؕ	باغ ہیں اور انگور۔
وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ؕ	اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔
وَّكَاْسًا دِهَاقًا ؕ	اور چھلکتا جام۔
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ؕ	جس میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں اور نہ جھٹلانا۔
جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ؕ	صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ؕ	وہ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے کا

ڈرکھیں گے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرباندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا

وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۖۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا

ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آگیا جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ نبا پ ۳۰

ان بے شک	للمتقین پرہیزگاروں کے لیے		مفازا۔ کامیابی ہے
حدائق۔ باغ	و۔ اور	اعنابا۔ انگور	و۔ اور
کواعب جوان	اترابا۔ ہم عمر عورتیں	و۔ اور	کاسا۔ پیالے
دھاقا۔ بھرے ہوئے	لا۔ نہ	یسمعون سنیں گے	فیھا۔ اس میں
لغوا۔ بیہودہ	و۔ اور	لا۔ نہ	کذّٰبا۔ جھوٹ
جزاء۔ بدلہ ہے	من ربک تیرے رب سے	عطاء عطار	حسابا۔ نہایت کافی
رب۔ جو رب ہے	السموت آسمانوں کا	و۔ اور	الارض۔ زمین کا
و۔ اور	ماجو	بینھما انکے درمیان ہے	الرحمن۔ رحمن
لا۔ نہیں	یملکون۔ اختیار رکھیں گے منہ۔ اس سے		خطابا۔ بات کرنے کا۔
یوم جس دن	یقوم۔ کھڑا ہوگا	الروح۔ روح	و۔ اور
الملئکۃ۔ فرشتے	صفا۔ صف باندھ کر	لا۔ نہ	یتکلمون۔ بولیں گے

الا - مگر	من - جسے	اذن - اجازت دی	لہ - اسکے لیے
الرحمٰن - رحمٰن نے	و - اور	قال - کہا اس نے	صوابا - درست
ذلک - یہ	الیوم - دن	الحق - حق ہے	فمن - تو جو
شاء - چاہے	اتخذ - پکڑے	الی - طرف	ربہ - اپنے رب کی
مابا - ٹھکانا	انا - بیشک ہم نے	انذرنٰکم - ڈرایا ہم نے تم کو	
عذابا - عذاب	قریبا - قریب - سے	یوم - جس دن	ینظر - دیکھے گا
المرء - آدمی	ما - جو	قدمت - آگے بھیجا	یداہ - ہاتھوں
ہ - اس کے نے	و - اور	یقول - کہے گا	الکافر - کافر
یلیتنی - ہائے میں	کنت - ہو جاتا	ترابا - مٹی	

مختصر تفسیر اردو رکوع دوم سورہ نبا پ ۳۰

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۙ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ وَّکَاْسًا دِهَاقًا ۙ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰبًا ۙ

بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام۔ جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا۔

(اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۙ) بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے:

کفار کے برے احوال کے تذکرہ کے بعد مومنین کے احوال کی خوبیوں کے بیان کا آغاز ہے۔ مفازاً مصدر میمی ہے یا اسم مکان ہے ای للذین یتقون عمل الکفر فوزا وظفرا بمساعیھم او موضع فوزا و موضع نجاۃ۔ یعنی ان لوگوں کے لیے جو کفر سرکشی کے کاموں سے بچتے اور پرہیز کرتے تھے کامران ہوں گے اور اپنی مساعی اور کاوشوں کے نتیجہ میں کامیابی پائیں گے یا کامرانی کے مقام میں ہوں گے یا ایسی جگہ ہوں گے جہاں ہر شے سے نجات ہوگی اور وہ ہر مراد پائیں گے۔ مقام سے مراد جنت ہے۔

(حَدَآئِقَ) باغ میں

جمع حدیقۃ وھی بستان فیھا انواع الشجر المثمر زاد بعضھم والریاحین والزھر وقال راغب قطعۃ من الارض ذات ماء۔

حدیقہ (باغ) کی جمع ہے اور وہ باغ ہے جس میں مختلف قسم کے پھل دار درخت ہوں اور بعض نے اس پر زیادہ کہا ہے کہ اس میں پھولدار پودے اور گلاب وغیرہ بھی ہوں جبکہ راغب کا قول ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو پانی والا ہو اور اسی وجہ سے اسے حدقۃ العین سے باعتبار ہیئت تشبیہ بھی دیتے ہیں۔

(وَّاَعۡنَابًا) اور انگور

جمع عنب۔ عنب کی (انگور) کی جمع ہے۔

(وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ۝) اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔

(کواعب) جمع کاعب وھی المرأۃ التی تکعب ثدیاھا واستدارمع ارتفاع یسیر ویکون ذلک فی سن البلوغ واحسن التسویۃ۔

کاعب (دوشیزہ) کی جمع ہے اور وہ عورت ہوتی ہے جس کے پستان ٹخنے کی طرح اٹھ رہے ہوں اور معمولی بلندی کے ساتھ ہی گولائی میں ہوں اور ایسی حالت عورتوں میں بلوغ اور اٹھان کی عمر میں بخوبی ہوتی ہے۔

(اَتۡرَابًا) ہم عمر

بعض مفسرین نے لکھا ہے جنت کی عورتیں سب کی سب سولہ[۱۶] برس عمر کی اور جنتی مرد سبھی تینتیس[۳۳] سالہ عمر کے ہوں گے۔

(وَّكَاۡسًا دِهَاقًا ۝) اور چھلکتا جام

ای مترعۃ یقال دھق فلان الحوض وادھقہ ای ملأہ یعنی لبالب بھرے اور جیسے کہ اہل عرب کہتے ہیں کہ فلاں حوض لبریز ہو گیا اور ادھقۃ کا معنی ہے خوب بھر جانا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ دھاقًا کا مطلب ہے صافیۃ ولا یخلوعن کدر یعنی صاف ہو اور وہ تلچھٹ سے خالی نہ ہو۔

(لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝) جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں نہ جھٹلانا۔

ای فی الجنۃ وقیل ف الکاس یعنی جنت میں اور ایک قول ہے جام چھلکتے وقت کوئی قبیح کلام اور نہ ہی جھوٹی بات یا جھٹلانا سنیں گے۔ اور جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے اور نہ ہی کوئی کسی کو جھٹلائے گا۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ — صلہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا

جَزَآءً اور عَطَآءً دونوں مصدر ہیں اور مؤکد منصوب ہیں یعنی ان للمتقین مفازاً یعنی متقین کو ان کے اعمال کا مکمل اور پورا بدلہ ملے گا اور ان پر یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عطا ہوگی اور یہ بطور تفضیل و احسان ہوگا حساباً کے معنی ہیں ایسی عطا جو ملنے والے کے لیے کافی ہو اور بعض کا قول ہے کہ جنتیوں کے اعمال کے موافق ہوگی اور بعض کا قول ہے کہ فضل الٰہی کے موافق ہوگی کیونکہ اعمال فی نفسہٖ جزاء کے موجب نہیں۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ — وہ جو رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے رحمٰن کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

(رَبِّ السَّمٰوٰتِ والارض وَمَا بَیْنَهُمَا) وہ جو رب ہے آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے۔

بدل من لفظہ ربک وفی ابدالہ تعظیم " لفظ ربک (جزاء من ربک) سے بدل ہے اور اس ابدال تعظیم و عظمت کا اظہار ہے۔

(الرَّحْمٰنِ) رحمٰن

عاصم نے رَبِّ السَّمٰوٰتِ میں رَبِّ جر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ رَبِّكَ کی دوسری صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔

(لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۚ) کہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔

اہل کوفہ کے سوا رَبِّ کو رَبُّ (رفع) کے ساتھ پڑھا ہے اس تقدیر پر رب السمٰوٰت مبتدا اور الرحمٰن صفت اور لایملکون خبر ہوگی۔

ای لایملکون ان یخاطبوہ عزوجل بشیٔ من نقص العذاب او زیادۃ الثواب من غیر اذنہ تعالیٰ۔

یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے کہ ان کے

عذاب میں کمی کرے یا ثواب میں زیادتی فرمائے۔ واضح مفہوم یہ ہے ایسا تو یا بسبب خوف اور جلال الٰہی کے ہوگا یا یہ کہ انہیں کسی امر پر خواہ وہ عذاب سے متعلق ہو یا ثواب سے انہیں اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا کیونکہ مومن ہوں یا کفار سبھی اس کے مملوک وغلام ہیں۔ اور کسی کو دعویٰ استحقاق نہیں۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۗ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝	جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

(يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا) جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پرا باندھے۔

(يَوْمَ) لا يملكون سے متعلق ہے جس کا مطلب ہے کہ جس دن روح اور فرشتوں کا قیام ہوگا اس دن حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا۔ مراد یوم قیامت ہے۔ رُوح کے بارے میں ابوالشیخ نے ضحاک سے اور انہوں نے بحوالہ ابن عباس نقل کیا ہے انّہٗ جبریل علیہ السلام کہ اس سے مراد بلاشبہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ روح کے بارے میں علماء تفسیر سے جو منقول ہے ان میں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ قیل الروح خلق اعظم من الملائكة وأشرف منهم واقرب من رب العالمين
رُوح فرشتوں میں سے سب سے بڑی مخلوق اور ان میں سے سب سے زیادہ بزرگ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقرب ہے۔

۲۔ قیل هو ملك ما خلق الله عزوجل بعد العرش خلقا أعظم منه عن ابن عباس انهٗ اذا كان يوم القيامة قام هو وحده صفا والملائكة صفا۔ وہ ایک فرشتہ ہے جسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عرش کی تخلیق کے بعد اس سے (عرش سے) بڑی مخلوق پیدا فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو روح (وہ فرشتہ) ایک صف میں ہوگا جبکہ دوسرے تمام فرشتے دوسری صف میں ہوں گے۔

۳۔ عن الضحاك انهٗ لو فتح فاه لوسع جميع الملائكة عليهم السلام۔ ضحاک سے مروی ہے کہ وہ (روح فرشتہ) اتنا بڑا ہے کہ اگر وہ اپنا منہ کھول دے تو تمام ملائکہ علیہم السلام اس میں سما جائیں۔

۴۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" الروح جند من جنود اللہ تعالیٰ لیسوا ملائکۃ لھم رؤس وایدٍ وارجل" وفی روایۃ یاکلون الطعام ثم قرأ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا و قال ھؤلاء جند وھؤلاء جند۔ روح اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور وہ فرشتے ہرگز نہیں ان کے سر، ہاتھ اور پاؤں بھی ہیں اور ایک روایت میں (یہ اضافی ہے) کہ وہ کھانا کھاتے ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا اور فرمایا یہ ایک لشکر ہیں اور وہ ایک لشکر ہیں۔

۵۔ ھم حفظۃ الملائکۃ وہ نگہبان فرشتے ہیں۔

۶۔ قیل ملك موکل علی الارواح وہ ارواح پر متوکل فرشتہ ہے۔

۷۔ الملك الذی یقال لہ الروح ھو الذی یولج الارواح فی الاجسام فانہ یتنفس فیکون فی کل نفس من انفاسہ روح فی جسم وھو حق یشاھدہ ارباب القلوب بیصائرھم۔ ایک فرشتہ ہے جسے روح کہا جاتا ہے اور وہ اجسام میں روحیں ڈالنے پر مامور ہے جب وہ سانس لیتا ہے تو اس کی سانسوں میں ہر ایک سانس جسم میں روح ہو جاتی ہے اور یہ حق ہے اور اہل حق (اولیاء کرام) نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

۸۔ امام بیہقی سے مروی ہے المراد بہ ارواح الناس وان قیامہ مع الملائکۃ فیما بین النفختین قبل ان ترد الی الاجساد اس سے مراد انسانوں کی روحیں ہیں اور فرشتوں کے ساتھ ان کا قیام دونوں پھونکوں (نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ) کے درمیان اس سے پہلے ہو گا کہ وہ اپنے اجسام کی طرف لوٹائی جائیں۔

۹۔ ابن عباس سے مروی ہے ان جبریل علیہ السلام یوم القیامۃ لقائم بین یدی الجبار ترعد فرائصہ فرقا من عذاب اللہ تعالیٰ یقول سبحٰنك لا الٰہ الا انت ما عبدناك حق عبادتك وان ما بین منکبیہ کما بین المشرق والمغرب اما سمعت قول اللہ تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ بلاشبہ جبریل علیہ السلام قیامت کے دن اللہ جبار و قہار کے حضور اس طرح کھڑے ہوں گے اور خوف حق سبحانہ و تعالیٰ سے ان کے دونوں کندھے کانپ رہے ہوں گے اور عرض کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور ہم نے جو تیری عبادت کا حق ہے حق ادا

نہیں کیا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مشرق اور مغرب جتنا فاصلہ ہوگا اور آیت یوم
یقوم الروح الخ کا مطلب یہی ہے۔

ابونعیم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ روح انسانی شکل کی ایک مخلوق ہے اگرچہ آدمی نہیں۔

ابوالشیخ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے
ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان پر ستر ہزار کلمے
ہیں جب وہ ذکر کرتا ہے تو اس کی ہر تسبیح یا کلمے کے عوض ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔

(لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ) کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا۔

بدل من ضمیر لا یتکلمون وھو عائد الی اھل السمٰوٰت والارض الذین من جملتھم الروح والملائکۃ وذکر قیامھم مصطفین لتحقیق عظمۃ سلطانہ تعالٰی وکبریاء ربوبیتہ عزوجل وتھویل یوم البعث الذی علیہ مدار الکلام من مطلع السورۃ الی مقطعھا والجملۃ استئناف مقرر لمضمون قولہ تعالٰی لا یملکون الخ ومؤکد لہ علی معنی ان اھل السمٰوٰت والارض اذا لم یقدروا حینئذ ان یتکلموا بشیٔ من جنس الکلام الا من اذن اللہ تعالٰی منھم فی التکلم مطلقا۔

حق سبحانہٗ وتعالٰی کے قول لا یتکلمون کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ سب آسمانوں اور زمین والوں کی طرف عائد ہے جن میں سے روح اور فرشتے بھی ہیں اور ان کے صف بستہ کھڑے ہونے کے بیان کا مطلب اللہ تعالٰی کی عظمت اور اس کے رعب وجلال اور اس کی ربوبیت وکبریائی کے اظہار سے ہے اور روز قیامت کی ہولناکی وہیبت کی حالت ہے جس پر سورت کے آغاز سے آخر تک کلام کا مدار ہے اور اب یہ جملہ نئے سرے سے اسی مضمون کی تقریر ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے۔ یعنی لا یملکون منہ خطابا کی تاکید ہے جس کا مطلب ہے کہ جب روح اور فرشتے جو تمام مخلوق میں افضل ہیں اور مقربین بارگاہ ہیں وہ نہ بول سکیں گے تو دیگر آسمانوں اور زمین والوں کا ذکر ہی کیا سوائے اس کے جس کو مطلق ان میں سے اللہ نے بولنے کی یا شفاعت کی اجازت عطا فرمائے۔

وَقَالَ صَوَابًا ۝ اور اس نے ٹھیک بات کہی

ای حقا ھو التوحید و قول لا الٰہ الا اللہ کما روی عن ابن عباس
یعنی حق بات کہی اور اس مراد توحید اور لا الٰہ الا اللہ کا اقرار یا کلمہ طیبہ کا پڑھنا ہے جیسا کہ

ابن عباس سے مروی ہے جبکہ بعض کا قول ہے کہ دنیا کی زندگی میں حق بات یعنی توحید باری تعالیٰ کا اعتقاد رکھا اور اس کا اعتراف کیا اور کفر سے بچتا رہا۔ اور کفار کو اجازت ہی نہ ہوگی کہ وہ معذرت کر سکیں۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ وہ سچا دن ہے اب جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔

(ذٰلِكَ الْيَوْمُ) وہ دن

اشارۃ الی یوم قیامھم اس دن کی طرف اشارہ ہے جس میں وہ سب کھڑے ہوں گے۔

(الْحَقُّ) سچا۔

الخبر والمراد بالحق ای ذلك الیوم الثابت الکائن لامحالۃ حق دن کی خبر ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ یقیناً قیامت کا دن ہی حق و ثابت ہے اور وہ لامحالہ ہوگا۔

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝

ای اذا کان الامر کما ذکر من تحقق الامر المذکور لامحالۃ فمن شاء ان یتخذ مرجعا الی ثواب ربه الذی ذکر شانه العظیم فعل ذلك بالایمان والطاعة یعنی جب امر قیامت جس کا کہ تفصیل سے بیان گزرا حق و ثابت ہے اور ضرور بالضرور واقع ہونا ہے تو جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے مذکورہ بڑے ثواب و انعام کی طرف رجوع کرے یعنی راستہ اختیار کرے اور ایمان و طاعت کے ذریعہ اس کا قرب چاہے۔ ابن المنذر نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ "مآباً" سے مراد ہے "سبیلا" یعنی راستہ۔ یعنی اہل ہدایت کا راستہ اپنائے اور عمل صالح کرے تاکہ عذاب الٰہی سے مامون و محفوظ ہو۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آگیا جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

(اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ) ہم تمہیں ڈراتے ہیں۔

ای بما ذکر فی السورۃ من الآیات الناطقۃ بالبعث بما فیہ۔

یعنی جیسا کہ سورۂ مبارکہ میں بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھنے) اور جو کچھ یوم البعث میں ہو گا کے بارے میں آیات میں واضح بیان گزرا اور اَنْذَرْنٰکُمْ کی ضمیر میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافرو ہم تمہیں یوم بعث اور اس میں ہونے والے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

(عَذَابًا قَرِيْبًا ۝) عذاب سے کہ نزدیک آگیا۔

ھو عذاب الآخرۃ وقربہ لتحقق اتیانہ اور وہ عذاب آخرت ہے اور اس کا نزدیک ہونا یا آجانا تحقیق ہے یعنی یقینی وقطعی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مراد برزخی (قبر) عذاب ہے کہ اس کی ابتداء موت سے ہو جاتی ہے اور وہ حقیقتاً قریب ہی تو ہے۔

قتادہ کا قول ہے کہ عذاباً قریبًا سے مراد عقوبۃ الذنب لانہ اقرب العذابین۔ گناہوں (کفر و شرک) کی سزا ہے اس لیے کہ وہ دونوں عذابوں سے زیادہ قریب ہے (دونوں عذابوں سے مراد برزخ اور روز حشر کا عذاب ہے) جبکہ مقاتل فرماتے ہیں کہ آیت میں ضمیر مخاطبین یعنی کفار قریش کی طرف راجع ہے (کہ ضمیر حاضر ہے) تو عذاب قریب سے مراد یوم بدر میں قریش کے سرکردہ لوگوں کا مقتول و ہلاک ہونا ہے تو گویا اس آیت میں ہلاکت کفار قریش کی وعید و خبر ہے واللہ اعلم۔

(يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ) جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔

اَلْمَرْءُ کا اَلْمُرُءُ بھی پڑھا گیا ہے ابن ابی اسحٰق کی قرأت یونہی ہے جبکہ جمہور قراء نے اَلْمَرْءُ ہی پڑھا ہے جو قرأت متواترہ ہے اور اس سے مراد عام مومن اور کافر ہیں اور یَنْظُرُ کے ساتھ مَا موصولہ منصوبہ ہے اور عائد محذوف ہے والمراد یوم یشاھد المکلف المومن والکافر ماقدمہ من خیر او شر اور اس سے مراد وہ دن ہے (روز قیامت) جب ہر مکلف مومن اور کافر اس کا مشاہدہ کرلے گا (اپنا اعمالنامہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا) جو کچھ اس نے بھلائی اور برائی میں سے آگے (آخرت کے لیے) بھیجا ہوگا۔ ہاتھوں کی نسبت کنایہ ہے کہ امور خیر ہوں یا شر بالعموم ہاتھوں سے ہی ہوتے ہیں۔

(وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝) اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔

پچھلے جملہ میں "المرء" گزرا جو مومن وکافر سب کے لیے عام تھا اب لفظ الکافر کی تخصیص کی گئی اس کے قول کی اور مومن کو الگ کر دیا گیا اور یہ دلالت کر رہا ہے اہل ایمان کے لیے انتہائی فرحت و سرور اور کامرانی پر جبکہ کفار کے لیے اس میں مکمل نامرادی اور انتہائی حسرت ہے جب کفار مومنین پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے انعامات اور فضل و مہربانی دیکھیں گے تو بطور حسرت کہیں گے یلتنی کنت ترابا فی الدنیا فلم اخلق ولم اکلف او یلتنی کنت ترابا فی ھذا الیوم فلم ابعث اے کاش میں دنیا میں مٹی ہوتا اور پیدا نہ کیا گیا ہوتا اور نہ ہی ایمان واعمال کا مکلف ہوتا یا پھر میں آج کے دن (روز قیامت) خاک ہو جاتا (ہوا رہتا) اور اس دوبارہ اٹھایا جاتا کہ عذاب سے محفوظ رہتا۔ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ بعد قیامت بہائم زندہ کئے جائیں گے اور ان کا باہمی بدلہ دینے کے بعد ان سب کو خاک کر دیا جائے گا تو وہ کافر تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی یونہی خاک ہو جاتے اور عذاب آخرت سے بچ جاتے اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ "الکافر" سے مراد ابلیس (شیطان) ہے جس نے کہا تھا کہ خلقتنی من طین اور کہا تھا انا خیر منہ اور آدم علیہ السلام کو خود سے کمتر جانتا تھا جب روز حشر آدم واولاد آدم پر انعام الٰہی دیکھے گا اور اپنے عذاب و سزا کو دیکھے گا تو کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا اور عذاب سے محفوظ رہتا۔

الحمد للہ آج سورۃ النباء کی تفسیر مکمل ہوئی

۵ رفروری ۱۹۹۴ء

سورۃ النازعات مکیۃ

اس سورت میں دو رکوع چھیالیس آیات ایک سو ستانوے کلمات اور سات سو ترپن حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ رکوع اول سورۃ النازعات پ ۳۰

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ	قسم ہے ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔
وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ	اور نرمی سے بند کھولیں۔
وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ	اور آسانی سے پیریں۔
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ	پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔
فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ	پھر کام کی تدبیر کریں۔ کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا۔
يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ	جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ	اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔
قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ	کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔
اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ	آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔
يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ؕ	کافر کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے۔
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ	کیا جب ہم گلی ہڈیاں ہوجائیں گے۔
قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ	بولے یوں تو یہ پلٹنا نرا نقصان ہے۔
فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ	تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔
فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ	جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ	کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔
اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ	جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۘ	کہ فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا۔
فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۙ	اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔
وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ	اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔
فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۘ	پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔
فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۘ	اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔
ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۘ	پھر پیٹھ دی اور اپنی کوشش میں لگا۔
فَحَشَرَ فَنَادٰى ۘ	تو لوگوں کو جمع کیا اور پکارا۔
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۘ	پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں
فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۘ	تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت کے دونوں کے عذاب میں پکڑا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۘ	بے شک اس میں سیکھ ملتا ہے اسے جو ڈرے۔

حل لغات رکوع اول سورۃ النازعات پ۳۰

و۔ قسم ہے ان کی جو	النزعت۔ کھینچتے ہیں جان	غرقا۔ ڈوبی ہوئی کو	و۔ اور انکی جو
النشطت۔ بند کھولتے ہیں	نشطا۔ نرمی سے	و۔ اور انکی جو	السبحت۔ پیرتے ہیں
سبحا۔ آسانی سے	فالسبقت۔ پھر آگے بڑھنے والونکی	سبقا۔ جلدی سے	فالمدبرات۔ پھر تدبیر کرنے والونکی
امرا۔ کام میں	یوم۔ جس دن	ترجف۔ کانپے گی	الراجفة۔ کانپنے والی
تتبعها۔ پیچھے آئیگی اسکے	الرادفة۔ پیچھے آنے والی	قلوب۔ کتنے دل	یومئذ۔ اس دن
واجفة۔ دھڑکتے ہونگے	ابصار۔ آنکھیں	ها۔ ان کی	خاشعة۔ نیچی ہونگی
یقولون۔ کہتے ہیں	ء۔ کیا	انا۔ ہم	لمردودون۔ پھیرے جائینگے
فی۔ بیچ	الحافرة۔ میدان کے	ء۔ کیا	اذا۔ جب

كنا۔ ہوجائینگے ہم
تلك ۔ یہ
فانما۔ اس کے سوا نہیں
فاذا۔ تو اچانک
اتىك۔ آئی تیرے پاس
نادىه۔ پکارا اسکو
طوى۔ طوی میں
انه۔ اس نے
لك۔ تجھ کو ضرورت
و۔ اور
فتخشى۔ کہ تو ڈرے
فكذب۔ تو اسنے جھٹلایا
ادبر۔ پیٹھ پھیری
فقال۔ پھر کہا
فاخذه۔ پھر پکڑا
الاخرة۔ آخرت
في۔ بیچ
يخشى۔ ڈرے۔

عظاما۔ ہڈیاں
اذا۔ اس وقت
هي۔ وہ
هو۔ وہ
حديث۔ بات
ربه۔ اسکے رب نے
اذهب۔ جا
طغى۔ سرکشی کی ہے
الى۔ اس کی
اهديك۔ راہ دکھاؤں تجھے
فارىه۔ پھر دکھائی اسکو
و۔ اور
يسعى۔ کوشش کی
انا۔ میں
ه۔ اس کو
و۔ اور
ذلك۔ اس کے

نخرة۔ بوسیدہ
كرة۔ لوٹنا ہے
زجرة۔ ڈانٹ ہے
بالساهرة۔ میدان میں ہونگے
موسى۔ موسیٰ کی
بالوادي۔ وادی
الى۔ طرف
فقل۔ تو کہہ
ان۔ یہ کہ
الى۔ طرف
الاية۔ نشانی
عصى۔ نافرمانی کی
فحشر۔ پھر اکٹھا کیا
ربكم۔ تمہارا رب ہوں
الله۔ اللہ نے
الاولى۔ دنیا میں
لعبرة۔ عبرت ہے

قالوا۔ کہتے ہیں
خاسرة۔ خسارے کا۔
واحدة۔ ایک
هل۔ کیا۔
اذ۔ جب
المقدس۔ پاک
فرعون۔ فرعون کی
هل۔ کیا ہے
تزكى۔ تو پاک ہو
ربك۔ تیرے رب کی
الكبرى۔ بڑی
ثم۔ پھر
فنادى۔ اور پکارا
الاعلى۔ سب سے بلند
نكال۔ عذاب
ان۔ بیشک
لمن۔ اسکے لیے جو

سورۃ النازعات

سورۃ النازعات مکی ہے اور اس میں دو رکوع اور چھیالیس آیات ہیں اس سورت کے نام سورۃ الساہرہ اور سورت الطامۃ بھی ہیں اور اس کے بالکلیہ مکی ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ یہ سورت سورت النباء کے بعد نازل ہوئی اور اس سورت کا حصہ (ابتدائی آیات) سورت النباء سے متشابہ ہے کیونکہ جو کچھ سورت النباء کے آخر میں ہے یہ اسی کی تحقیق کے لیے بطور قسم سے یاد دہانی ہے یا اسی کے سارے مضمون کی متضمن ہے اور ذکر کیا ہے کہ پہلی سورت (النباء) کے آخر میں روز قیامت عذاب سے انذار (ڈرانا) ہے اور اس روز میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس روز میں (یوم قیامت) بعث (دوبارہ زندہ اٹھنے) کے بارے میں قسمیں یاد فرمائی ہیں اور مضمون سابق کو متوکد فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ نازعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ

قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں۔ اور آسانی سے پیریں پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔ پھر کام کی تدبیر کریں۔ کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا جس دن تھرتھرائیگی تھرتھرانے والی اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

(وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ) قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں۔

واؤ قسمیہ ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی قسم ہے نازعات کی اور نازعات سے مراد

فرشتوں کے وہ گروہ ہیں الــذین ینزعون الارواح من الاجساد علی الاطلاق کمافی روایۃ ابن عباس ومجاھد اوارواح الکفرۃ کما اخرجہ ابن المنذر عن علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو علی الاطلاق روحوں کے اجسام سے نکالنے پر مقرر ہیں یا نکال لیتے ہیں جیسا کہ ابن عباس سے اور مجاہد سے مروی ہے یا پھر کفار کی روحیں کھینچتے (نکال لیتے) ہیں جیسا کہ ابن المنذر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ اور بعض علماء نے نازعات سے مراد ملائکہ عذاب لیے ہیں جو کفار کی ارواح کھینچتے ہیں نَزْعٌ کے معنی چھیننے اور کھینچنے کے ہیں غرقًا زوائد کے حذف کے ساتھ مصدر متوکد ہے۔ ای اغراقا فی النزع من اقاصی الاجساد یعنی خوب شدت سے جسموں کے خوب اندر سے جان کھینچنے والے۔ اور ایک قول ہے کہ یہ فرشتوں کی ایک نوع ہے اور النزع جنس یعنی اس محل میں اور یہ کفار کے ساتھ زیادہ قریب ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فرشتے کافر کی روح کو اس کے جسم میں سے ہر بال اور ہر ناخن دونوں پاؤں کے جوڑوں (تلووں) کے نیچے تک سے کھینچتے ہیں پھر اس کے جسم میں اُسے لوٹاتے ہیں پھر اُسے بشدت کھینچتے ہیں یہاں تک کہ وہ نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ تو پھر اُسے لوٹا دیتے ہیں اور ایسا بار بار ہوتا ہے اور کفار کے ساتھ معاملہ یونہی ہوتا ہے۔

(وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝) اور قسم ان کی جو نرمی سے بند کھولیں۔

والنشط الاخراج برفق اور نشط کے معنی ہیں نرمی اور ملائمت کے ساتھ نکالنا اہل عرب محاورۃً بولتے ہیں نَشَطَ الـدَّلْوَ اس نے ڈول کو بہت آسانی سے نکال لیا۔ یہ بھی فرشتوں کی ایک نوع ہے جو اہل ایمان کی روحیں بڑی نرمی اور آسانی سے قبض کرتے ہیں مومن کے لیے یہ دنیا قید خانہ کی مثل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے الــدنیا سجن المومنین، بوقت موت فرشتے اُسے اس قید و بندش سے آزاد و رہا کرتے ہیں۔ ایک قول ہے والنّٰشِطٰت سے مُراد ملائکہ رحمت ہیں۔

(وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ سابحات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مومنین کے جسموں میں وقت موت پیرتے ہیں یا مومنوں کی ارواح کے ساتھ زمین و آسمان کے درمیان پرواز کرتے ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ مراد تیزی و سرعت رفتار کے ساتھ اترنے والے فرشتے ہیں عطاء کا قول ہے کہ مُراد کشتیاں ہیں جو دریا میں چلتی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مُراد بادل ہیں اور بعض نے

کہا دریائی جانور مراد ہیں جو پانی کے اندر تیرتے ہیں۔

(فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝) پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے مراد وہ فرشتے ہیں جو امور طاعت و اعمال صالحہ میں انسانوں سے افضل ہیں یا بڑھے ہوتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مراد وہ نفوس مومنین ہیں جو لقاء الٰہی کے شوق و محبت میں ارواح کے قبض کرنے والے فرشتوں کا بڑھ کر استقبال کرتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے کہ مراد وہ ملائکہ ہیں جو کفار کی ارواح کی طرف سبقت کرتے ہیں کہ انہیں جلد عذاب کی طرف لے جائیں۔

(فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝) پھر کام کی تدبیر کریں۔

مراد وہ فرشتے ہیں جو امور دنیویہ کے انتظام پر مقرر ہیں یعنی جبریل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مجملاً یونہی مروی ہے۔ ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد وہ فرشتے ہیں جو ملک الموت کے ساتھ اترتے ہیں۔ یا اس کے معاون ہیں یہ قسم اسی نوع پر ہے۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

(کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

(یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔

منصوب بالجواب المضمر۔ یوم ظرف زمان ہے۔ مراد روز حشر ہے اور یہ قسم کے جواب سے متعلق ہے جو محذوف ہے۔ والمراد بالراجفة الواقعة أو النفخة التی ترجف الاجرام عندها اور راجفۃ سے مراد حشر کا واقع ہوتا ہے یا مراد ہے نفخہ اولیٰ صور (اسرافیل کی پہلی پھونک) جس کے ساتھ زمین اور پہاڑ اور تمام سیارے ہل جائیں گے اور مضطرب و منتشر ہو جائیں گے۔ راجفۃ کی تفسیر المحرکۃ سے کی گئی ہے یعنی ہلا، لرزا، تھرتھرا دینے والی۔ یا زلزلہ حشر مراد ہے۔

(تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝) اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔

ای الواقعة او النفخة التی ترجف وتتبعها الاولیٰ وھی النفخة الثانیة۔ یعنی قیامت یا حشر یا مراد وہ پھونک ہے جو پہلی پھونک کے بعد واقع ہوگی اور اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے نفخۂ اولیٰ پر سب کچھ فنا ہو جائے گا اور ساری مخلوق مر جائے گی جبکہ نفخۂ ثانیہ پر سبھی باذن باری تعالیٰ پھر سے زندہ کر دی جائے گی اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا جیسا کہ احادیث میں متواتر ہے۔

(قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ٥) کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے

ای یوم ترجف وجفت القلوب ای اضطربت من شدۃ الفزع یعنی اس روز جب نفخۂ ثانیہ کے بعد لوگ زندہ ہو کر محشور ہوں گے (لیوم محشر) تو دل دھڑکتے ہوں گے یعنی گھبراہٹ اور خوف وغم کی شدت کی وجہ سے مضطرب ہوں گے۔ ابن عباس سے مروی ہے ان واجفۃ بمعنی خائفۃ واجفۃ کے معنی خوف زدہ کے ہیں اور یہ دلوں کی حالت ہوگی کہ ہول ودہشت زدہ ہوں گے۔

(اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ٥) آنکھ اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔

یہ حالت کفار ومشرکین اور حشر ومعاد کے منکرین کی ہوگی۔ ای ابصار اھلھا ذلیلۃ من الخوف یعنی ان اہل حشر کی آنکھیں خوف کی شدت کی وجہ سے نیچی وجھکی ہوں گی۔ یہ معلول ہے اس کی علت کا تذکرہ آگے ہے کہ نگاہوں کی پستی کی وجہ کیا ہوگی۔ اور کلام کا رخ کفار کی طرف دائر ہے جو آخرت کے منکر تھے اور اسے سچا نہیں سمجھتے تھے اور طرح طرح کی باتیں بناتے تھے۔

یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ٥ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ٥ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ٥ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ٥ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ٥

کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے کیا جب گلی ہڈیاں ہو جائیں گے۔ بولے یوں تو یہ پلٹنا تو نرا نقصان ہے۔ تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔ جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

(یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ٥) کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے

کلام سابق۔ ابصارھا خاشعۃ کی علت ہے اس لیے کہ کفار حیات بعد الموت کے منکر تھے اور جب انہیں کہا جاتا تھا کہ تم مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جاؤ گے تو وہ یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہمیں واقعی دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا اَاِنّا میں استفہام انکاری ہے اور وہ بطور

تعجب کہا کرتے أإنا لمردودون بعد موتنا فی الحافرۃ ای فی الحالۃ الاولی یعنون الحیوۃ کما قال ابن عباس وغیرہ کیا ہمیں ہمارے مرنے کے بعد پہلی زندگی یعنی پہلی حالت (زندگی) کی طرف لوٹایا جائے گا جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے مجاہد کا قول ہے الحافرۃ القبور المحفورۃ حافرۃ سے مراد قبر کا گڑھا ہے یعنی کیا ہم قبروں میں سے دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ ایک قول ہے الحافرۃ الحافر کی جمع بمعنی القدم (پاؤں) ہے۔

(ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝) کیا جب گلی ہڈیاں ہو جائیں گے

کفار کے انکار بعث کے بعد انکار مزید تاکید کے لیے ہے ایک قول ہے کہ ءَاِذَا کنا استفہام انکاری کے بعد خبر ہے اور بطور استہزاء کفار کا قول ہے ای أئنا کنا عظاما بالیۃ نردو نبعث یعنی کیا جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ بکھری ہوئی ہو جائیں گی تو کیا پھر بھی ہمیں پہلی حالت یعنی زندگی کی طرف دوبارہ لوٹایا جائے گا۔

(قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝) بولے یوں تو یہ پلٹنا تو نرا نقصان ہے۔

محمد بن کعب سے منقول ہے کہ جب آیت یقولون أانا لمردودون فی الحافرۃ نازل ہوئی تو کفار مکہ نے کہا کہ اگر ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا پھر تو ہم بڑے خسارے میں رہیں گے اس پر اس آیت کا نزول ہے جس میں ان کا قول مذکور ہے یہ یَقُوْلُوْنَ پر عطف ہے۔ ای اذا صحت تلك الرجعۃ فنحن خاسرون لتکذ یبنا بھا یعنی جب مرنے کے بعد اگر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنا صحیح ہے تو یہ رجعت (واپسی) ہمارے لئے بڑے ہی گھاٹے کا باعث ہوگی کہ ہم اس ہی کو تو جھٹلاتے رہے ہیں کفار کا یہ کلام بطور استہزاء تھا اس پر انہیں انتباہ کیا گیا کہ ایسا ضرور ہوگا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے کچھ دشوار نہیں اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔

(فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝) تو وہ نہیں مگر ایک جھڑکی۔

ھی راجع الی الرادفۃ۔ یہ رادفۃ (پیچھے آنے والی) کی طرف راجع ہے بیہقی سے منقول ہے کہ الرادفۃ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے اور یہ نفخہ تو بس ایک جھڑکی ہے جس سے لوگ قبور سے نکل پڑیں گے۔ اِذْ زَجَرَ کے معنی ہیں اس نے جھڑکا یا ڈانٹا اور زَجْر کے معنی آواز سے نکالنے کے ہیں تو گویا زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ایک ہی جھڑکی سے قبروں سے باہر نکل پڑیں گے یہ نفخہ ثانیہ کے وقت ہوگا ای حاصلۃ واحدہ گویا یہ سب کچھ ایک ہی آواز یا چنگھاڑ یا جھڑکی سے حاصل ہو جائے گا جس کے کفار منکر ہیں۔

فَاِذَا ھُمْ بِالسَّاھِرَۃِ ○ جبھی وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

حینئذ بیان لترتب الکرۃ علی الزجرۃ مفاجاۃ ای فاذا ھم احیاء علی وجہ
[زمین] بعد ما کانوا امواتا فی بطنھا۔ اب ترتیب کے ساتھ ذکر ہے جھڑکی سے پہلے
[زندگی] کا پھر جھڑکی کے بعد اچانک یوں ہو جائے گا یعنی جب وہ زندہ ہو کر روئے زمین پر آ
[جائیں] گے اس کے بعد کہ وہ زمین کے پیٹ میں مردہ تھے تو گویا فانما ھی زجرۃ واحدۃ جملہ
[معترضہ] ہے جو واضح کر رہا ہے کہ جس چیز کا کفار انکار کر رہے اور اس کے وقوع پر استہزاء کرتے
[تھے اللہ تعالیٰ] کے لیے اس کا لانا دشوار نہیں اور وہ ضرور ہو گا اور اللہ تعالیٰ بالکلیہ قادر ہے۔ ساھرہ
[سے مراد] روئے زمین، کشاف میں ہے الارض البیضاء ای التی لا نبات فیھا مراد
[سفید (چونا گچ)] زمین ہے یعنی جس میں پیداوار نہ ہو۔ (روئیدگی نہ ہو) ضحاک نے ابن عباس سے
[روایت کی] ہے ان الساھرۃ ارض من فضۃ لم یعص اللہ تعالیٰ علیہ قط یخلقھا
[عز وجل] حینئذ بے شک ساہرہ سے مراد چاندی کی زمین ہے کہ جب سے حق سبحانہ وتعالیٰ
[نے] خلق فرمایا اُس پر اللہ کی نافرمانی نہ ہوئی۔ اور ابن عباس کا قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد
[ملک] شام (کی زمین) ہے ایک قول ہے کہ یہ ساتویں زمین ہے جسے اللہ لوگوں کے محاسبہ
[کے] لیے لائے گا اور قرآن حکیم میں اسی طرف اشارہ ہے حین تبدل الارض غیر الارض۔
جب زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔ وہب بن منبہ کا قول ہے کہ ساہرہ سے مراد
[شام] کا ایک پہاڑ ہے جسے بروز قیامت لوگوں کے حشر کے لیے پھیلا دے گا، ابو العالیہ اور
[سفیان] کا قول ہے ارض قریبۃ من بیت المقدس بیت المقدس سے کے قریب
[کی] زمین مراد ہے ایک قول ہے کہ ساہرہ سے مراد صحرا ہے جو جہنم کی وادی ہو گا یا جہنم کی جڑ یا
[کنارے] پر ہو گا۔ قتادہ کا قول ہے مراد جہنم ہی ہے کہ جو کوئی اس میں ہو گا اس کو نیند نہ ہو گی۔

ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ○ اِذْ نَادٰہُ رَبُّہٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ○ اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ○ فَقُلْ ھَلْ لَّکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی ○ وَاَھْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی ○	کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی جب اُسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جا اُس نے سر اٹھایا اس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔

(هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ٥) کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔

کلام مستانف وارد لتسلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکذیب قومہ وتھدید لھم علیہ بان یصیبھم مثل ما اصاب من کان اقوی منھم واعظم۔

نئے سرے سے کلام ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ قوم کے جھٹلانے پر تسلی و دلجوئی کے لیے وارد ہوا ہے کہ افسردہ خاطر نہ ہوں اور صبر فرمائیں اور کفار کے لیے دھمکی ہے کہ انہیں بھی ویسی بربادی و ہلاکت سے دوچار نہ ہونا پڑے جو قوم فرعون کو پہنچی جو ان سے بہت زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے۔ (ھَلْ) استفہام تقریری ہے یعنی تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آچکی جنہوں نے راہ حق میں اپنی قوم سے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔

(اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ٥) جب اُسے اس کے رب نے پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی۔

ظرف للحدیث موسیٰ، اذ ظرفیہ ہے اور اس کا خبر موسیٰ سے تعلق ہے جو آچکی طویٰ ایک وادی ہے جو ملک شام میں طور پہاڑ کے قریب ہے اور مقدس وادی کی صفت ہے جو اس کی بزرگی پر دلالت کر رہا ہے۔ اُس پاک وادی میں حضرت موسیٰ کو ندا فرمائی اور خلعت نبوت و رسالت پہنایا اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا اور دعوت ارشاد کے لیے فرعون کے پاس بھیجا۔

(اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ٥) کہ فرعون کے پاس جا اُس نے سر اٹھایا۔

ای وقال لہ اِذْهَبْ الخ وقیل ھو تفسیر للندا ای ناداہُ اذھب۔ یعنی اس سے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ ایک قول ہے کہ اِذْهَبْ، افنادہٗ کی تفسیر و بیان ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ (اِنَّهٗ طَغٰى) یہ امر کے لیے تعلیل ہے یعنی وہ حد سے تجاوز کر چکا ہے اور سرکش ہو گیا ہے۔

(فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ٥) اُس سے کہہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو (فقل) اس سے کہہ۔ بعد ما اتتہ یعنی اس کے بعد کہ تو اُس کے پاس پہنچے (ھَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى) کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو۔ ای ھل لك میل الی ان تزکی یعنی فرعون سے کہو کہ تمہیں اس طرف میل و رغبت (خواہش) ہے کہ ستھرا (پاک) ہو جائے ابن عباس سے مروی ہے کہ تو شرک و کفر کی آلودگی سے اور معصیت نافرمانی سے ستھرا ہو اور اس امر

۲ اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔
(وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى o) تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں کہ تو ڈرے۔
(وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ) تجھے تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں
ای ارشدك الی معرفتہ عزوجل نتعرفہ یعنی میں تجھے معرفت الہی کی طرف ہدایت کروں تاکہ تو اسے پہچانے۔
(فَتَخْشٰى) کہ تو ڈرے۔ اذا الخشیۃ لاتکون الا بعد معرفتہ قال اللہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وجعل الخشیۃ غایۃ للهدایۃ لانها ملاک الامور خشی اللہ تعالی اتی منہ کل خیر ومن امن اجترأ علی کل شر۔ یعنی جب معرفت الہی حاصل ہو تو جب ڈرنے لگے کیونکہ خشیت نہ ہوگی مگر حصول معرفت کے بعد ارشاد حق تعالی ہے اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں یعنی جتنا علم ومعرفت زیادہ ہوتا ہے اتنا خوف زیادہ ہوتا ہے اور خشیت کو ہدایت کے لیے غائت (غرض وسبب) قرار دیا اس لیے کہ وہ حکم کا مقصود ومطلوب ہے (نتیجہ ہے) جو اللہ سے ڈر گیا اسے اللہ کی طرف ہر بھلائی میسر آگئی اور وہ حو ایمان لایا وہ ہر خرابی سے مامون ومحفوظ ہوگیا۔ ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل جو ڈرا گیا وہ راہ پر چل پڑا اور جو راہ پر چل پڑا وہ منزل پر پہنچ گیا۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى o	پھر موسیٰ نے اُسے بہت بڑی نشانی دکھائی
فَكَذَّبَ وَعَصٰى o ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى o	اس پر اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پیٹھ دی اپنی کوشش میں لگا تو لوگوں کو
فَحَشَرَ فَنَادٰى o فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى o	جمع کیا پھر پکارا۔ پھر بولا میں تمہارا سب سے اُونچا رب ہوں
فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى o	تو اللہ نے اُسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ع	بے شک اُس میں سیکھ ملتا ہے اُسے جو ڈرے

(فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى o) پھر موسیٰ نے اُسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔
والمراد علی ما روی عن الحبر قلب العصا حیۃ فانها کانت المقدمۃ والاصل والاخری کالتبع لها وعلی ما روی عن مجاهد ذلك والید البیضاء فانها باعتبار الدلالۃ

کالآیۃ الواحدہ ۔

اور جیسا کہ جرالامت ابن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آیۃ الکبریٰ سے مراد عصاءِ کلیم کا اژدھا صورت میں پھرتا ہے کیونکہ یہ نشانات قدرت کا مقدمہ اور اصل تھا اور دوسرے نشانات گویا اس کے متبنع میں تھے اور مجاہد سے اس کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ ید بیضا بھی مراد ہے اور یہ اشیہ دلالت کے اعتبار سے بھی ایک عظیم نشانی کی طرح تھے کہ مقصد وحید صداقت رسول علیہ السلام کا اظہار تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ثبوت کے طور پر یہ دونوں معجزات دکھائے۔

(فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝) اس پر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ۔

(فَكَذَّبَ) اس پر اس نے جھٹلایا ۔ بموسیٰ علیہ السلام وسمی معجزات سحراً یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا انکار کیا اور آپ کے معجزات عظیمہ کو جادو کہا (وَعَصٰى) اور نافرمانی کی ۔ یعنی اللہ کی نافرمانی کی بلکہ باوجود جاننے کے کہ حضرت موسیٰ نبی برحق ہیں تو نہ صرف اطاعت سے منہ موڑا بلکہ اس سے بھی قبیح بات کہ وجود باری کا کھلا انکار کیا ۔ جو عصیان ہی نہیں طغیان شدید ہے ۔

(ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى ۝) پھر پیٹھ دی، اپنی کوشش میں لگا ۔

(ثُمَّ أَدْبَرَ) پھر پیٹھ دی ای تولی عن الطاعۃ یعنی اطاعت سے منہ موڑا اور ایمان نہ لایا ۔

(يَسْعٰى) اپنی کوشش میں لگا ۔ ای ساعیا مجتہدا فی ابطال امرہ علیہ السلام و معارضۃ الآیۃ یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو باطل کرنے میں اور آیات الٰہیہ (معجزات) کے رد کرنے میں بہت زیادہ شدید دوڑ دھوپ کی ۔ ایک قول ہے کہ عصاءِ کلیم جب صورت اژدھا میں اس کی طرف لپکا تو پیٹھ موڑ کر تیزی سے بھاگا ۔

(فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝) تو لوگوں کو جمع کیا پھر پکارا ۔

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى) پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں ۔

(فَحَشَرَ) لوگوں کو جمع کیا ۔ ای فجمع السحرۃ یعنی جادوگروں کا اکٹھا کیا ایک قول ہے جمع جنودہ او اھل مملکتہ، اس نے اپنے لشکروں (فوجوں) کو جمع کیا یا اپنی حکومت کے اعوان و انصار و سرداروں کو اکٹھا کیا ۔

(فَنَادٰى) پھر پکارا ۔ ای فی المجمع نفسہ او بواسطۃ المنادی یعنی لوگوں میں خود کہا پھر منادی کے ذریعہ کہلوایا لیکن پہلا قول قوی ہے کہ ارشاد باری ہے (فقال انا ربکم الاعلیٰ

اس نے بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ یعنی میرے اوپر اور کوئی رب نہیں۔
(فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ؕ) تو اللہ نے اُسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔

النکال بمعنی تنکیل کالسلام بمعنی التسلیم وھو التعذیب الذی ینکل من رآہ او سمعہ ویمنعہ من تعاطی ما یفضی الیہ نکال تنکیل کے معنی میں ہے جیسے سلام تسلیم کے معنوں میں اور اس سے مراد سبق سکھانے والا عذاب و سزا ہے جو اس کے دیکھنے اور سننے والوں کو اس طرح کی جسارت و جرم کرنے سے روک دے۔

ای نکل اللّٰہ تعالیٰ بہ نکال الاخرۃ والاولیٰ وھو الاحراق فی الاخرۃ والاغراق والاذلال فی الدنیا۔ یعنی اللہ نے اُسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا اور وہ آخرت میں دوزخ میں جلنا اور دنیا میں غرق کیا اور ذلیل و رسوا ہوا۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ؕ بے شک اس میں سیکھ ملتا ہے اُسے جو ڈرے۔

ای فیما ذکر من قصۃ فرعون۔ بعبرۃ عظیمۃ لمن شانہ ان یخشی۔ یعنی فرعون کے واقعہ و قصہ میں جو تذکرہ گزرا اس میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے جو نصیحت پکڑنے یا حاصل کرنے والے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ رکوع دوم سورۃ النازعات پ۳۰

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۙ	کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اسے بنایا
رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ	اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا۔
وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۙ	اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ	اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۙ	اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۙ	اور پہاڑوں کو جمایا۔
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ	تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے فائدہ کو۔
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۙ	پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت سب سے بڑی

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰىۙ	اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی،
وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى	اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی،
فَاَمَّا مَنْ طَغٰىۙ	تو وہ جس نے سرکشی کی۔
وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ	اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔
فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ	تو بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔
وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ	اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ	تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔
یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ	تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔
فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَاؕ	تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق
اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَاؕ	تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔
اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَاؕ	تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے
كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا	گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

حل لغات رکوع دوم سورۃ النازعات پ ۳۰

ء-کیا	انتم-تم	اشد-سخت ہو	خلقا-پیدائش میں
ام-یا	السماء-آسمان	بنہا-بنایا اسکو	رفع-بلند کیا
سمکہا-اسکی چھت کو	فسوٰہا-پھر اسے درست کیا	و-اور	اغطش-اندھیری کی
لیلہا-اس کی رات	و-اور	اخرج-نکالا	ضحٰہا-اسکی روشنی کو
و-اور	الارض-زمین کو	بعد-بعد	ذلک-اس کے
دحٰہا-بچھایا	اخرج-نکالا	منہا-اس سے	ماءھا-اس کا پانی
و-اور	مرعٰہا-چارہ اس کا	و-اور	الجبال-پہاڑوں کو
ارسٰہا-جمایا	متاعا-فائدہ ہے	لکم-تمہارے لیے	و-اور
لانعامکم-تمہارے چارپایوں کیلئے	فاذا-تو جب	جاءت-آئیگی	الطامۃ-مصیبت

الکبری۔ بڑی
ما۔ جو
الجحیم۔ جہنم
من۔ جس نے
الحیوۃ۔ زندگی
ھی۔ وہی ہے
من۔ جو
و۔ اور
فان۔ تو بیشک
یسئلونک۔ پوچھتے ہیں آپ سے
ایان۔ کب ہے
من ذکرٰھا۔ اسکے بیان سے
انما۔ صرف
یخشٰھا۔ اس سے ڈرے
لم۔ نہیں
او۔ یا

یوم۔ جس دن
سعی۔ کوشش کی
لمن۔ اسکے لیے جو
طغی۔ سرکشی کی
الدنیا۔ دنیا کو
الماوی۔ ٹھکانہ
خاف۔ ڈرا
نہی۔ روکا
الجنۃ۔ جنت
مرسٰھا۔ اس کا قائم ہونا
الی۔ طرف
انت۔ آپ
کانھم۔ گویا کہ وہ
یلبثوا۔ ٹھہرے وہ
ضحٰھا۔ اسکے دن چڑھے۔

یتذکر۔ یاد کریگا
و۔ اور
یری۔ سو دیکھے
و۔ اور
فان۔ تو بیشک
و۔ اور
مقام۔ کھڑا ہونے سے
النفس۔ نفس کو
ھی۔ وہی ہے
عن الساعۃ۔ قیامت کے متعلق
فیم۔ کیا تعلق ہے
ربک۔ تیرے رب کی ہے
منذر۔ ڈرانے والے ہیں
یوم۔ جس دن
الا۔ مگر

الانسان۔ انسان
برزت۔ ظاہر کی جائیگی
فاما۔ تو
اثر۔ پسند کیا
الجحیم۔ جہنم
اما۔ وہ
ربہ۔ اپنے رب کے سامنے
عن الھوی۔ خواہش سے
الماوی۔ ٹھکانہ
انت۔ تمہارا
منتھٰھا۔ اسکی انتہا۔
من۔ اسکو جو
یرونھا۔ دیکھیں گے اسکو
عشیۃ۔ ایک شام

مختصر تفسیر اُردو رکوع دوم سورہ النازعات پ ۳۰

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ — کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل
بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَ — یا آسمان کا اللہ نے اُسے بنایا۔ اس
اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ — کی چھت اونچی کی پھر اُسے ٹھیک کیا۔ اس
وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ — کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۝ — اور اس کے بعد زمین پھیلائی اُس میں سے
وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ — اس کا پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں
وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝ فَاِذَا جَآءَتِ — کو جمایا۔ تمہارے اور تمہارے چوپاؤں
الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ — کے فائدہ کو۔ پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت

اَلْاِنْسَانُ مَاسَعٰی ہ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ہ سب سے بڑی اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔

(ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا ہ) کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اُسے بنایا۔

(ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا) منکرین بعث کو خطاب ہے ای اخلقکم بعد موتکم اشد ای اشق واصعب فی تقدیرکم یعنی کیا تمہیں تمہارے خیال کے مطابق تمہارے مرنے کے بعد (دوبارہ) پیدا کرنا زیادہ سخت یا بوجھل یا بھاری ہے (ام السماء) ای ام خلق السماء یا آسمان کا بنانا ان تمام اشیاء کے ساتھ جو اس میں ہیں (بَنٰھَا) اللہ نے اُسے (آسمان کو بنایا) اور موصول (التی۔ جیسے) محذوف ہے۔ یعنی اللہ اس پر مکمل قادر ہے کہ جو شئے تخلیق میں آسمان سے کمزور ہے حالانکہ تمہارا وجود اسی کائنات سماوی کا ایک معمولی حصہ ہے۔

(رَفَعَ سَمْکَھَا فَسَوّٰھَا ہ) اس کی چھت اُونچی کی پھر اُسے ٹھیک کیا۔

ای جعل ثخنہا مرتفعاً فی جھۃ العلو یعنی آسمان کی (موٹائی) بلندی کو اونچائی کی جہت میں خوب ایک اندازے تک اونچا کیا۔ ایک قول ہے کہ بغیر ستونوں کے خوب اونچا بلند کیا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آسمان دنیا کی زمین سے بلندی پانچسو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی بلندی دوسرے آسمان سے پانچسو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی اپنی موٹائی (وثخن کل ذالک) بھی یونہی ہے یعنی پانچسو سال کی مسافت ہے (فسوّٰھا) ای جعلہا سواء فیما اقتضتہ الحکمۃ یعنی اُسے درست بنایا جس طرح کی اس کی حکمت کا مقتضیٰ تھا فلم یخل عزوجل قطعۃ منہا اور ایسا درست بنایا کہ اس میں کہیں بھی کوئی خلل یا رخنہ نہیں۔

(واغطش لَیْلَھَا) اس کی رات اندھیری کی۔

ای جعلہ مظلما یقال غطش اللیل واغطشہ اللہ تعالیٰ کما یقال ظلم واظلمہ۔ یعنی اُسے تاریک بنایا اہل عرب کہتے ہیں غَطَشَ اللَّیْلُ رات اندھیری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پیدا ہونے والی رات کو اندھیری بنادیا جیسے ظلم سے اظلمہ بولتے ہیں یعنی اس پر زیادتی کی۔

(وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۝) اور اس کی روشنی چمکائی۔
ای ابرز نهارها یعنی نورِ آفتاب کے ساتھ اس کی روشنی کو چمکدار کر دیا (خوب روشن و اجالا کر دیا)
(وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝) اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔
بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی تخلیق اور رات کا تاریک ہونا اور اس کی روشنی کا چمکانا تخلیق زمین سے مقدم ہے لیکن بعض علماء کا قول ہے ذٰلِكَ سے مُراد مع ذلك ہے یعنی ساتھ ہی پیدا فرمایا جبکہ بیضاوی کا قول ہے کہ "بعد" اظہارِ مرتبہ کے لیے کہ آسمان اعلیٰ و بلند ہے جبکہ ایک قول ہے کہ تخلیق ارضی پہلے ہی ہوئی تھی مگر اُسے بعد میں پھیلایا گیا اور "دحٰها" کا معنی یہی ہے ای بسطها ومدها لسکنی اهلها یعنی اُسے بچھایا اور خوب پھیلایا تاکہ اس پر اہل زمین سکونت رکھ سکیں۔
اور حسن سے یونہی مروی ہے انها کانت یوم خلقت قبل الدحو کهیئة الفهر بلاشبہ زمین پھیلانے سے پہلے اول روز چٹان کی صورت پر پیدا کی گئی۔ اور اللہ نے فرمایا ہے خلق الارض فی یومین کہ اللہ نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اور اس کے علاوہ دو دنوں میں اس میں اہل زمین کے لیے برکت و روزی وغیرہ مقدر فرمائی۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ (ثم استوی الی السماء) تو یہاں بظاہر آسمان کی تخلیق مؤخر نظر آتی ہے لیکن "ثم" بعد کے معنوں میں نہیں بلکہ اظہارِ رفعت و مرتبہ کے لیے جو آسمان کے لیے بہ نسبت زمین کے خوب ظاہر ہے۔
(اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۝) اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا
بان فجر منها عیونا واجری انهارا۔ یعنی اس میں سے چشمے نکالے پھوٹے اور نہروں (دریاؤں) کو جاری کیا۔ اَلْمَرْعٰی زبر کے ساتھ مصدر ہے اور مرعٰی اسم ظرف مکان ہے یا مفعول یعنی چراگاہ یا سبزے اور ایک قول ہے انه خاص ما یاکله الحیوان غیر الانسان کہ مراد اس سے خاص چارہ ہے انسانوں کو چھوڑ کر صرف مویشی اور جانور وغیرہ کھاتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس سے مراد مطلق الماکول للانسان وغیرہ یعنی انسانوں اور دوسروں جانداروں کے لیے کھانے کی چیزیں ہوں۔
(وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ۝) اور پہاڑوں کو جمایا
ای اثبتها۔ یعنی پہاڑوں کو زمین پر جمایا تاکہ اُسے سکون ہو اور لرزتی نہ رہے۔
(مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝) تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے فائدہ کو۔
قیل مفعول له ای فعل ذٰلك تمیتعا لکم ولانعامکم لان فائدة ما ذکر من

الدحو و اخراج الماء والمرعی و اصلاح البھم ولذلک اضافات المرعی کما سمیت
مجازعما یاکل الانسان وغیرہ۔ ایک قول ہے کہ متاعاً اس کے لیے مفعول ہے یعنی ایسا اس
لیے کیا کہ تمہیں فائدہ ہو اور تمہارے چوپاؤں کو اس لیے کہ فائدہ جب کا ذکر دحو (بچھانے)،
اخراج الماء (پانی کا نکالنا) اور المرعی (چارہ) وغیرہ سے ہوا ان کی طرف ہے۔
کے چوپاؤں کے لیے کیونکہ چارہ یا سبزیاں مہیا ہوا کیا ہے کہ انسان ... مرعی
ہیں۔ یعنی پانی اور سبزہ سب جانداروں کے لیے مفید ہے۔

(فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی ۝) پھر جب آئے گی وہ عام مصیبت جو بڑی
الطامۃ الکبری سے مراد قیامت ہے اور حسن سے مروی ہے انھا النفخۃ الثانیۃ
اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے جس میں پردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے ابن ابی حاتم اور
ابن المنذر نے قاسم بن ولید الہمدانی سے روایت کی ہے انما الساعۃ التی یساق فیھا
اھل الجنۃ الی الجنۃ واھل النار الی النار مراد قیامت کا وہ وقت ہے جس میں
جنتی لوگ جنت کی طرف اور جہنمی لوگ جہنم کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ
وقت ہے کہ جب لوگ مالک داروغہ جہنم کی طرف لوٹائے جائیں گے الکبری الطامۃ کی
صفت ہے اور الطامۃ کے معنی میں بڑا حادثہ اور ایک قول ہے مغلوب کر دینے والی ناقابل
برداشت مصیبت۔ یعنی جب وہ مصیبت عامہ آئے گی جو بہت بڑی ہوگی۔

(یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝) اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔
"یَوْمَ" الطامۃ الکبری سے بدل کل ہے یا اذا جاءت سے بدل بعض ہے اس
یہ ہے ای یتذکر فیہ یعنی اس دن یاد کرے گا جو کوشش کی تھی۔ والمراد یوم
یتذکر کل احد ما عملہ من خیر او شر بان یشاھدہ مدونا فی صحیفتہ وکان
نسیہ من فرط الغفلۃ او طول الامد اور مطلب یہ ہے کہ اس دن ہر ایک شخص یاد
کرے گا جو اس نے بھلائی یا برائی کے کام کئے تھے اس لیے کہ وہ اسے اپنے صحیفہ اعمال
میں لکھا ہوا درج دیکھے گا اور اس سے پہلے وہ انہیں غفلت و سستی کی وجہ سے یا طویل
زمانے کی وجہ سے بھلائے ہوئے تھا۔

(وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝) اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی
ای اظھرت اظھارا بینا لا یخفی علی احد۔ "جاءت" یا "یتذکر" پر عطف

جب کہ ایک قول ہے کہ "الانسان" سے حال ہے یعنی ہر دیکھنے والے پر جہنم خوب ظاہر ہو جائے گی (وہ اُسے اچھی طرح دیکھ لے گا) اور کسی پر چھپی نہ رہے گی اور نمایاں ہو جائے گی۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝ وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۝ تو وہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

(فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝) تو وہ جس نے سرکشی کی ای فاما من عتا و تمرد عن الطاعة وجاوز الحد فی العصیان حتی کفر۔ یعنی جس کسی نے نافرمانی شعار کی اور اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑا اور گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے تجاوز کیا (بڑھ گیا) یہاں تک کفر اختیار کیا۔

(وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔

ای اختار الحیوۃ الدنیا۔ الفانیة التی ھی علی جناح الفوات فانھمك فیما متع به فیھا ولم یستعد للحیوۃ الآخرۃ الابدیة بالایمان والطاعة۔ یعنی دنیا کی زندگی کو اختیار کیا جو فنا ہونے والی ہے اور گناہوں اور خواہشات کی طرف خوب مائل کرنے والی ہے اس میں ان امور سے فائدہ اٹھانے میں جو اس میں ہیں معروف و مشغول ہو گیا اور آخرت کی زندگی کے لیے جو دائمی زندگی ہے ایمان و طاعت کے ذریعہ اس کے لیے ہرگز کوئی تیاری نہ کی۔

(فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۝) تو بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

ای الماوی له یعنی اس شخص کے لیے جس نے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی اور ایمان نہ لایا اور نہ ہی فرماں برداری کی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

(وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا

ای مقامه بین یدی مالك امره یوم الطامة الکبری۔ یعنی جو قیامت کے دن جو بڑی مصیبت کا دن ہے اپنے پروردگار کے حضور جو اس دن کا مالک و حاکم ہے حساب

کے لیے کھڑے ہونے سے (پیشی) سے ڈر گیا۔

(وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝) اور نفس کو خواہش سے روکا۔

ای زجرها وکفها عن الهوی المردی وهو المیل الی الشهوات وضبطها بالصبر

یعنی اپنی نفس کو دھمکایا (ڈرایا) اور ذلیل و بری خواہشات سے روکا اور ھوٰی سے مراد نفسانی خواہشات کی محبت و طلب ہے اور اس نے صبر کے ساتھ ان خواہشات سے ضبط کیا ایک قول ہے کہ حرام اشیاء سے بچا اور نفس کی مخالفت کی حضرت ابن عباس اور مقاتل سے مروی ہے انه الرجل یهم بالمعصیة فیذکر مقامه للحساب بین یدی ربه سبحانه فیخاف فیترکها۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی گناہ کا ارادہ کرے پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور حساب بھی اُسے یاد آئے تو وہ اللہ کے خوف سے ڈر جائے اور اسے چھوڑ دے

(فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝) تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

ای له لا غیرها۔ یعنی ایسے شخص (جس کا ذکر اوپر گزرا) کا ٹھکانا جنت ہے اور اس کے علاوہ کا نہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۝ ع

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔ تم تو فقط اُسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔ گویا جس دن وہ اُسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

(يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝) تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔

ای متی ارساؤها ای اقامتها یریدون متی یقیمها الله تعالیٰ ویکونها و

یعنی قیامت کب برپا ہو گی یعنی کب قائم ہو گی وہ چاہتے ہیں (کفار) کہ اللہ تعالیٰ کب قائم کرے گا اور وہ کیونکر ہو گی اور اس کی انتہا کیا ہو گی۔ ابن عباس سے منقول کہ کفار مکہ بطور تمسخر و استہزا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع قیامت کا سوال کر

تھے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ سے خطاب فرما کر کہا گیا۔ مرسیٰ مصدر میمی ہے من سارہا یعنی ثبت یہ کب واقعہ ہوگی۔

(فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ۝) تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔ حاکم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے قیامت کے متعلق عرض کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فیم خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس سوال سے کیا غرض ہے اور اس کا کیا فائدہ اور انت من ذکرٰھا جملہ مستانفہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود آثار قیامت سے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے بعثت انا والساعۃ کھاتین کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں۔ ایک قول ہے ای فی ای شئی انت من ان تذکرھم فیھا کہ مراد کہ آپ ان کفار کے لیے قیامت کے وقت کے ذکر میں کیوں پڑے ہیں ہماری حکمت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس کے وقت وتعین کو پوشیدہ رکھیں۔

(إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝) تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔

ای الیہ تعالیٰ یرجع علمھا ای علمھا بکنھھا وتفاصیل اُمرھا ووقت وقوعھا لا الی احد غیرہ سبحانہ وتعالیٰ۔ یعنی اس کا علم (قیامت کا علم) اللہ ہی کو معلوم ہے یعنی اُس کی کنہ وکیفیت اور اس کے امور کی پوری تفصیل اور اس کے واقعہ ہونے کا قطعی وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور کفار جو اس مطالبے پر لگے ہوئے ہیں کہ قیامت کیوں کر اور کب واقع ہوگی تو وہ جان چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی علامات قیامت میں سے اہم اور اقرب ترین علامت ہے تو اس سوال سے انہیں کیا غرض ہے۔

(إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ۝) تم تو فقط اُسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے

ای تعیین وقتھا الذی لم یفوض الیک فما لھم یسئلونک عما لم تبعث لہ۔ یعنی قیامت کے وقت کا تعین جو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ لوگوں کو قیامت کا وقت بتائیں تو ان کفار کو کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کریں جس کے لیے آپ مبعوث ہی نہیں ہوئے رہا یہ کہ آپ مُنذِر ہیں اس شخص کے لیے جو ڈرنے والا ہے تو مقصد یہ ہے کہ آپ کے

انذار کا نفع اُسے ہی حاصل ہوتا ہے جو اس دن سختی کے خوف سے ڈر گیا اور ہدایت کو قبول کر لیا
وگرنہ آپ کی بعثت تو عام ہے یعنی سب کے لیے ہے۔
(کَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا) گویا جس دن وہ اسے
دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔
والمعنی کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا بعد الوعید بھا الا عشیۃ او ضحھا۔
اور کفار جو قیامت کے منکر ہیں جب وہ واقع ہو جائے گی تو اس کے اھوال و خطرات کو
دیکھ کر دنیا کی زندگانی اور قیام برزخ کی موت بھول جائیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا ہم وہاں
ایک روز اور شاید اس دن کے پہلے یا پچھلے حصہ میں رہے تھے یعنی بہت تھوڑی دیر سے
تھے یہ کفار کے سوال کا جواب ہے۔

الحمد للہ آج ۵ ذیقعدۃ ۱۴۱۴ھ
۱۷ اپریل ۹۴ء سورت النازعات کی تفسیر پوری ہوئی۔

سورۃ عبس مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، بیالیس آیات، ایک سو تیس کلمات اور پانچ سو تینتیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ عبس پ ۳۰

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝	تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔
اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝	اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝	اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔
اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝	یا نصیحت لے تو اسے نصیحت فائدہ دے۔
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝	وہ جو بے راہ بنتا ہے۔
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝	تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو۔
وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝	اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝	اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا۔
وَهُوَ يَخْشٰى ۝	اور وہ ڈر رہا ہے۔
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝	تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔
كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝	یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے۔
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝	تو جو چاہے اسے یاد کرے۔
فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝	ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝	بلندی والے پاکی والے۔
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝	ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے
كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝	ہیں۔
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝	آدمی مارا جائیو کیا ناشکرا ہے۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ؕ
اسے کاہے سے بنایا۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ
پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح
کے اندازوں پر رکھا۔

ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۙ
پھر اسے راستہ آسان کیا۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ
پھر اسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ؕ
پھر جب چاہا اسے باہر نکالا۔

كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ؕ
کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اسے
حکم ہوا تھا۔

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ۙ
تو آدمی کو چاہیے اپنے کھانوں کو دیکھے

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ
کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ
پھر زمین کو خوب چیرا۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۙ
تو اس میں اگایا اناج

وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ۙ
اور انگور اور چارہ۔

وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ۙ
اور زیتون اور کھجور

وَّ حَدَآىٕقَ غُلْبًا ۙ
اور گھنے باغیچے

وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ۙ
اور میوے اور دوب

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ؕ
تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپایوں کے

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۫
پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۙ
اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی۔

وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ۙ
اور ماں اور باپ۔

وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ؕ
اور جورو اور بیٹوں سے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ؕ
ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر
وہی اسے بس ہے۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ
کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ
ہنستے خوشیاں مناتے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝
أُولٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔
ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔
یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

حل لغات سورۃ عبس پ ۳۰

عبس۔ تیوری چڑھائی	و۔ اور	تولی۔ منہ پھیرا	ان۔ یہ کہ
جاء۔ آیا	ہ۔ اسکے پاس	الاعمی۔ ایک نابینا	و۔ اور
ما۔ کیا	یدریک۔ جانے تو	لعلہ۔ شاید وہ	یزکی۔ پاک ہو جائے
او۔ یا	یذکر۔ نصیحت لے	فتنفعہ۔ تو نفع دے اسے	الذکری۔ نصیحت
اما۔ وہ	من۔ جو	استغنی۔ بے پرواہ بنتا ہے	فانت۔ تو
لہ۔ اسکی طرف	تصدی۔ توجہ کرتا ہے	و۔ اور	ما۔ نہیں
علیک۔ تجھ پر کوئی اعتراض	الا۔ یہ کہ نہ	یزکی۔ پاک ہو	و۔ اور
اما۔ وہ	من۔ جو	جاء۔ آیا	ک۔ تیرے پاس
یسعی۔ دوڑتا ہوا	و۔ اور	ھو۔ وہ	یخشی۔ ڈرتا ہے
فانت۔ تو تو	عنہ۔ اس سے	تلھی۔ بے پرواہی کرتا ہے	کلا۔ ہرگز نہیں
انہا۔ بیشک وہ	تذکرۃ۔ نصیحت ہے	فمن۔ جو	شاء۔ چاہے
ذکرہ۔ یاد کرے	ہ۔ اس کو	فی۔ بیچ	صحف۔ صحیفوں کے
مکرمۃ۔ جو عزت والے	مرفوعۃ۔ بلند	مطھرۃ۔ پاک ہیں	بایدی۔ ساتھ ہاتھ
سفرۃ۔ ایلچیوں	کرام۔ بزرگ	بررۃ۔ اور نیک کے	قتل۔ مارا جائے
الانسان۔ انسان	ما اکفرہ۔ کس قدر وہ ناشکرا ہے		من ای۔ کس
شیء۔ چیز سے	خلقہ۔ اسے پیدا کیا	من نطفۃ۔ نطفہ سے	خلقہ۔ اسے پیدا کیا
فقدر۔ پھر اندازہ کیا	ہ۔ اس کا	ثم۔ پھر	السبیل۔ رستہ
یسر۔ آسان کیا	ہ۔ اس کا	ثم۔ پھر	اماتہ۔ مارا اسکو
فاقبر۔ پھر قبر دی	ہ۔ اس کو	ثم۔ پھر	اذا۔ جب

شاء۔ چاہے گا
لما۔ ابھی نہیں
ہ۔ اس کو
طعامہ۔ اپنے کھانے کی
صبا۔ اچھی طرح
شقا۔ خوب پھاڑنا
و۔ اور
و۔ اور
و۔ اور
فاکھۃ۔ میوے
لکم۔ تمہارے لیے
فاذا۔ تو جب
یفر۔ بھاگے گا
امہ۔ اپنی ماں سے
صاحبتہ۔ اپنی بیوی
امرئ۔ آدمی کے لیے
وجوہ۔ کئی منہ
مستبشرۃ۔ خوش
علیہا۔ ان پر
اولئک۔ یہ لوگ

انشرہ۔ اٹھالے گا
یقض۔ پورا کیا
فلینظر۔ تو چاہئے دیکھے
انا۔ بیشک ہم نے
ثم۔ پھر
فانبتنا۔ تو اگائے ہم نے
عنبا۔ انگور
زیتونا۔ زیتون
حدائق۔ باغ
و۔ اور
و۔ اور
جاءت۔ آجائے گی
للمرء۔ آدمی
و۔ اور
و۔ اور
منہم۔ ان میں سے
یومئذ۔ اس دن
و۔ اور
غبرۃ۔ غبار ہوگا
ھم۔ وہی ہیں

ہ۔ اسکو
ما۔ جو
الانسان۔ انسان
صببنا۔ گرایا
شققنا۔ پھاڑا ہم نے
فیہا۔ اس میں
و۔ اور
و۔ اور
غلبا۔ گھنے
ابا۔ گھاس
لانعامکم۔ تمہارے چارپایوں کے لیے۔
الصاخۃ۔ کان پھاڑنے والی یوم۔ جس دن
من اخیہ۔ اپنے بھائی سے
ابیہ۔ اپنے باپ سے
بنیہ۔ اپنے بیٹے سے
شان۔ ایک فکر ہے
مسفرۃ۔ سفید ہونگے
وجوہ۔ کئی چہرے
ترھقہا۔ چڑھی ہوگی اس پر
الکفرۃ۔ کافر

کلا۔ ہرگز نہیں
امرہ۔ حکم دیا
الی۔ طرف
الماء۔ پانی
الارض۔ زمین کو
حبا۔ اناج
قضبا۔ چارہ
نخلا۔ کھجور
و۔ اور
متاعا۔ فائدہ ہے
و۔ اور
و۔ اور
لکل۔ ہر
یغنیہ۔ کہ اسکو کافی ہے
ضاحکۃ۔ ہنستے
یومئذ۔ اس دن
قترۃ۔ سیاہی
الفجرۃ۔ فاجر

سُورَةُ عَبَسَ

سورت عَبَسَ مکی ہے اور سورہ مبارکہ کے نام سورت الصاخۃ اور سورت السفرۃ بھی ہیں اور اسے سورت الاعمیٰ بھی کہا گیا ہے اس کی ۴۲ (بیالیس) آیات ہیں اور ایک رکوع ہے۔ اس سورت کا تعلق پچھلی سورت کی آیت انما انت منذر من یخشٰھا کے مضمون سے ہے اور اسی مضمون کا تذکرہ اس سورت میں ہے کہ انذار کا نفع صرف ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ عَبَسَ پ۳۰

بسم الله الرحمٰن الرحيم ۝

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝

تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہُوا۔

جامع الاصول میں ہے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد تھے ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا اور وہ عامر بن لوئ القرشی کی اولاد سے تھے ایک قول ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن عمرو تھا اور ایک اور قول کے مطابق عبداللہ بن شریح بن مالک ہے اُم مکتوم ان کی والدہ کی کنیت تھی اور ان کا نام عاتکہ بنت عبداللہ المخزومیہ تھا زمخشری نے کہا کہ یہ ان کی والدہ نہیں بلکہ دادی تھیں اور عبداللہ نابینا تھے جب کہ ایک قول ہے کہ مادرزاد اندھے تھے اور اسی وجہ سے ان کی والدہ کی کنیت اُم مکتوم مشہور ہُوئی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صنادید قریش میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ کو دعوت اسلام دے رہے تھے اور آپ امید کر رہے تھے کہ وہ اسلام قبول کرلیں گے عبداللہ نابینا تھے اور وہ کچھ دیکھ نہ سکتے تھے اپنی دُھن میں بار بار عرض کرتے رہے کہ یارسول اللہ جو کچھ اللہ نے آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی تعلیم فرمایئے انہیں معلوم و محسوس ہی نہ ہُوا کہ حضور مصروف

دعوت ہیں اور قطع کلامی کا ارتکاب ہو رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے بالکلیہ قطع کلامی پر ناگواری ہوئی اور چہرہ اقدس پر اس ناگواری کے اثرات ظاہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے رُخ موڑ لیا اور صنادید قریش کے ساتھ گفتگو میں متوجہ رہے۔ تو ان آیات کا نزول ہوا۔ ترمذی غریب میں ہے کہ ابن ام مکتوم نے گذارش کی کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری بات اچھی نہیں لگ رہی تو ارشاد فرمایا نہیں۔ الاعمیٰ کہنے میں ابن ام مکتوم کی معذوری کا اظہار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حوالے سے ان کے لیے نرمی و شفقت کی نصیحت ہے کہ ان کی بلا قطع کلامی پر چشم پوشی فرمائیں اور ان کی اخلاص نیت کا لحاظ فرمائیں۔ وہ سابقون الاولون من المہاجرین سے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متعدد مرتبہ اپنی غیبت میں اہل مدینہ پر امام مقرر کیا۔ ان آیات کے نزول کے بعد ان کا اکرام کرتے اور انہیں دیکھتے تو فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی ویقول ھل لک من حاجۃ "خوش آمدید اس مرد کے لیے جس کے معاملے میں مجھے میرے پروردگار نے عتاب فرمایا اور فرماتے کیا تمہارا کوئی کام ہے۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ۝ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔

استفہام انکاری نفی کے معنوں میں ہے مطلب یہ ہے آپ کو اس کے حال پر کون آگاہ کرے۔ ذلک لما فیہ من الایناس بعد الایحاش والاقبال بعد الاعراض والتعبیر عن ابن ام مکتوم بالاعمی للاشعار بعذرہ فی الاقدام علی قطع کلام الرسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولشاغلہ بالقوم۔

اس میں مانوس نہ ہونے کے بعد (کراہت کے بعد) انسیت (مانوسیت) ہے اور اعراض کے بعد اقبال ہے اور ابن ام مکتوم کو اعمیٰ کہنے کے ساتھ ان کی طرف سے عذر کا اظہار ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے قطع کلامی کے مرتکب ہوئے جبکہ آپ قوم کے ساتھ دعوت ارشاد میں مشغول تھے۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کا پہلو بھی روشن ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم کے حال کی طرف متوجہ نہ تھے (ان کے خلوص باطنی اور رغبت حق کی طرف کامل متوجہ نہ تھے) اور اس وقت آپ کی پوری توجہ صنادید قریش کی طرف مبذول تھی اور آپ ان کی طرف سے قبول حق کی خوب رغبت و توقع رکھتے تھے اگر یہ حال نہ ہوتا تو ابن ام مکتوم سے رخ انور نہ موڑتے سورت کے شروع میں خطابیہ انداز نہیں اور ماضی غائب کے صیغے میں جس کا مطلب ہے کہ آپ کی نیت اور منشا یوں تو نہ تھا اگرچہ ظاہراً ایسا ہوا تو وہ اس وجہ سے ہوا کہ ابن ام مکتوم تمہارے

فرماں برداری اور دعا، تو تھے ہی، لیکن آپ کی رغبت، دعوت صنادید قریش کے ایمان کے لیے غالب ہو گئی اور یہ آپ کے فرائض نبوت ورسالت کا مقتضیٰ بھی تھا اور آپ نے انہیں ابن ام مکتوم سے مقدم رکھا اور کفار قریش سے اعراض میں خطرہ محسوس کیا کہ وہ اسے اچھا نہ جانیں گے اور عدم قبول کا بہانہ پالیں گے۔ حالانکہ آپ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ آپ سے عدم التفات کا ظہور ہو تو "وما یدریك" کہہ کر آپ کو بھی معذور قرار دیا ہے اور آپ کے ملال کو جو اس غیر ارادی ظاہری فعل سے ہوا مانوس بنا کر دور کیا ہے، سبحان اللہ کیا شان محبوبیت ہے۔ "لعلہ یزکی" سے مراد ہے کہ شاید وہ آپ کے ارشاد سن کر گناہوں اور معصیت کے کاموں سے بچ جائے اور نور ہدایت صاف ستھرا، پاکیزہ ہو جائے۔ اور یہ کہ وہ اسی فیضان کے لیے ہی تو آیا تھا۔

اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ۝ یا نصیحت لے تو اُسے نصیحت فائدہ دے۔

(اَوْ یَذَّکَّرُ) ای یتعظ یعنی آپ کی نصیحت قبول کرے اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جائے (فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ۝) ای ذکراك وموعظتك یعنی اُسے (ابن ام مکتوم) کو آپ کی یاد دہانی، وعظ ونصیحت فائدہ دیتی ہے اور وہ مکمل طور پر پاکیزہ ہو جاتا اور نفسانی خرابیوں سے بھی ستھرا ہو جاتا اور اس حالت وخشیت قلبی ترقی کرتی۔ اس میں اشارہ ہے کہ ابن ام مکتوم صنادید قریش سے بڑھ کر حقدار تھے اور وہ نہ صرف سمجھ رہے تھے بلکہ پوری طرح سمجھنا چاہ رہے تھے جبکہ کفار سن ضرور رہے تھے مگر درحقیقت کچھ نہیں سمجھنا چاہتے تھے اور نہ سمجھنے کے قابل تھے۔ الا ماشاء اللہ۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّکّٰی ۝ وہ جو بے پرواہ بنتا ہے تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو اور تمہارا کچھ زیان (نقصان) اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

(اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝) وہ جو بے پرواہ بنتا ہے۔

ای عن الایمان وعما عندك من العلوم والمعارف التی ینطوی علیها القرآن یعنی ایمان سے اور اس سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان علوم ومعارف میں سے ہے جس پر قرآن حکیم دائر ہے ایک قول ہے استغنی بکفرہ وعما یهدیه یعنی اپنی سرکشی اور کفر پر بے پرواہ ہے اور اس سے بھی جو آپ اُسے ہدایت فرماتے ہیں۔ ایک قول ہے ای واما من کان ذا ثروۃ یعنی وہ جو اپنے مال ودولت کی وجہ سے قبول ہدایت سے

بے پرواہ بنا ہوا ہے ابن عباس سے یہی مروی ہے مراد اس سے ولید بن مغیرہ یا ابوجہل یہی ہے۔

(فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝) تم اس کے تو پیچھے پڑتے ہو۔

اہل حرم نے تصّدّٰی۔ ص کی تشدید سے پڑھا ہے کہ اصل میں تتصدّٰی ہے اور تا دوسری صاد میں مدغم ہو گئی۔ ابوجعفر نے تُصُدّٰی پڑھا ہے ای تعرض یعنی اعراض کرتے ہو رخ نہ پھیرتے ہو) بحر میں ہے تصدد صدد سے ہے جس کے معنی منہ موڑ کر پھیرنے کے ہیں یہ قول ہے کہ الصدی وھو العطش الصدی سے مراد بڑی پیاس یا طلب ہے ای تتصدی وتتعرض بالاقبال علیہ والاھتمام بارشادہ واستصلاحہ وفیہ مزید تنفیر لہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مصاحبتھم۔ یعنی آپ منہ پھیر کر اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام کے ساتھ دعوت ہدایت فرماتے ہیں اور اس کی اصلاح و بھلائی چاہتے ہیں تو گویا اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مصاحبت سے الگ اور دور رہنے کا حکم ہے اس لیے کہ یہ امر سرے سے آپ کی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ آپ کا کام صرف پہنچانا ہے مانیں یا نہ مانیں آپ کو اس سے غرض نہیں۔

(وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝) اور تمہارا کچھ نقصان نہیں اس میں کہ وہ ستھرا نہ ہو۔

ولیس عَلَيْكَ بأس فی ان یتزکی بالاسلام حتی یبعثك الحرص علی اسلامہ الی الاعراض عمن اسلم۔ اور آپ کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ قبول اسلام کے ساتھ پاکیزہ نہ بنے اگر واقعہ آپ کا کوئی نقصان ہوتا پھر تو ضرور اس کے قبول اسلام کی خواہش و رغبت (طمع) آپ کے لیے ایک اسلام قبول کرنے سے اعراض کے لیے عذر ہوتی جبکہ آپ کا کام صرف دعوت کا پہنچانا ہے اور کسی کا ایمان لانا یا نہ لانا آپ کے ذمے نہیں جو ایمان لائے گا تو اپنے لیے اور نہ لائے تو اس کا وہ ذمہ دار ہے اور آپ کے لیے اس میں کوئی نقصان نہیں کہ آپ اپنا فریضہ ادا کر چکے۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝

اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو۔

(وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝) اور وہ جو تمہارے حضور ملکتا آیا

ای ابن ام مکتوم جاءک مسرعا طالبا لما عندک من احکام الرشد وخصال
الخیر ۔ یعنی عبداللہ بن ام مکتوم جو آپ کے حضور خوب کوشش کرکے یعنی نابینا ہونے کے
باوصف لڑکھڑاتا، ٹھوکریں کھاتا، گرتا پڑتا لپکتا ہوا آیا ۔ اور وہ طلبگار تھا اس کا جو تمہارے پاس
احکام ہدایت اور نیک خصلتوں وبھلائیوں میں سے ہے یہ ابن ام مکتوم کی حالت وکیفیت
کا بیان ہے ۔

(وَهُوَ يَخْشٰى ۝) اور وہ ڈر رہا ہے ۔

ای یخاف اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے ایک قول ہے کہ کفار سے ڈر
رہا ہے کہ آپ کے پاس آنے کی وجہ سے اسے اذیت دیں گے ۔ وقیل العثار والکبوۃ
اذ لم یکن معہ قائد اور ایک قول ہے کہ ٹھوکریں کھاتا گرتا پڑتا لڑکھڑاتا اور چہرے کے
بل جھکتا گرتا جبکہ اس کے لیے کوئی راہنمائی کرنے والا نہیں ۔ یہ یخشیٰ کے فاعل (ابن ام مکتوم)
کا حال ہے ۔

(فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝) تو اُسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہوتے ہو

ای یشغلک الحرص علی دعاء الکافر للاسلام ۔

یعنی کافر کو دعوت اسلام پر حرص نے آپ کو مشغول کیا اور آپ نے سچے طلبگار کو ترجیح نہ
دی یہ عتاب کی علت ہے کہ اس کا عکس چاہیے تھا کہ آپ ابن ام مکتوم کو توجہ عطا فرماتے
اور کفار کو چھوڑ دیتے اور ان کے لیے اہتمام ورغبت نہ رکھتی کیونکہ یہ امر آپ کے ذمہ فرض
ہی نہیں تھا ۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

یوں نہیں، یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اسے یاد کرے ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی (نیکی) والے ۔

(كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝) یوں نہیں، یہ تو سمجھانا ہے ۔

(کَلَّا) یوں نہیں مبالغۃ فی ارشادہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عدم معاودۃ
ما عوتب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

تاکید ہے کہ جس امر پر عتاب ہوا ہے پھر ویسا نہ فرمائیں اور اس میں لوگوں کے لیے آداب حسنہ کی تعلیم بھی ہے حدیث شریف میں ہے کہ اس امر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر کسی فقیر کے لیے نہ کبھی تیوری ظاہر ہوئی اور نہ ہی کسی امیر کے لیے خصوصی رغبت توجہ یا اہتمام کا ظہور ہوا حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان الفقراء کانوا فی مجلسہ امراء و بلاشبہ آپ کی مجلس شریفہ میں فقراء کی جماعت ہی حقیقتاً امراء تھی۔

(اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ) یہ تو سمجھانا ہے۔

(اِنَّھَا) للقرآن العظیم والتانیث لتانیث الخبر۔ ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے اور تانیث خبر کے لیے جو مؤنث ہے۔

(تَذْکِرَۃٌ) ای موعظۃ یجب ان یتعظ بھا و یعمل بموجبھا۔ یعنی قرآن حکیم نصیحت و یاد دہانی ہے اور ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ہی وعظ و نصیحت کی جائے اور اس کے موجبات کے مطابق عمل کیا جائے یعنی آیات قرآن حکیم مخلوق کے لیے پند و موعظت اور نصیحت ہیں۔

(فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ ۝) تو جو چاہے اسے یاد کرے۔

یعنی ہر شخص کو اختیار ہے چاہے نصیحت قبول کرے اور یاد الٰہی میں مصروف ہو اور چاہے تو نہ کرے مگر ظاہر ہے کہ نہ کرنے والوں پر ناراضگی کا اظہار ہے اور کرنے والوں کی ستائش ہے اور یہ جملہ گویا پچھلے مضمون کو مؤکد کر رہا ہے۔

(فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۝) ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں۔

یہ تَذْکِرَۃٌ کی صفت ہے کہ وہ تذکرہ صُحُفِ انبیاء میں لکھا ہوا ہے یا مراد لوح محفوظ ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد وہ نوشتے ہیں جو اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر تحریراً محفوظ کر رکھے تھے اور مکۃ المکرمہ میں تدوین قرآن کی یہی صورت تھی کہ لکھے ہوئے کہ منتشر اجزاء کی صورت میں محفوظ تھا پھر عہد صدیقی میں بصورت مصحف جمع کیا گیا۔

(مُکَرَّمَۃٌ) عند اللہ عزوجل یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک وہ صحیفے عزت والے ہیں یہ صُحُف کی صفت ہے۔

(مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَهَّرَۃٍ ۝) بلندی والے پاکی والے

(مَّرْفُوْعَۃٍ) ای فی السماء السابعۃ کما قال یحیٰ بن سلام او مرفوعۃ القدر

یعنی ساتویں آسمان جیسا کہ یحیٰ بن سلام سے مروی ہے یا مراد ہے اللہ کے عزت و شان

والے۔

(مُّطَهَّرَةٍ) متنزهة عن مساس ایدی الشیاطین او عن کل دنس علی ما روی عن الحسن و قیل عن الشبه والتناقض۔ یعنی شیاطین کے ہاتھوں کے مساس (چھونے) سے پاک ہے اور جنبی و بے وضو کے چھونے سے پاک ہے جیسا کہ حسن سے مروی ہے اور ایک قول ہے کہ ہر قسم کے شک و شبہ اور تناقض (اختلاف) سے مبراء و پاک ہے۔ یعنی انہیں پاکوں کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

(بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝) ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے۔

ای کتبة من الملائکة علیھم السلام کما قال مجاھد و جماعة فانھم ینسخون الکتب من اللوح و ھو جمع سافر ای کاتب والمصدر السفر کالضرب و عن ابن عباس ھم الملائکة المتوسطون بین اللہ تعالٰی و انبیائه علیھم السلام علی انه جمع سافر ایضاً بمعنی سفیر ای رسول و واسطة۔ یعنی حضرات ملائکہ (فرشتے) علیہم السلام کے لکھے ہوئے جیسا کہ مجاہد اور ایک علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ فرشتے لوح محفوظ سے کتب (قرآن) کو نقل کرتے ہیں اور سَفَرَۃٌ سَافِرٌ کی جمع ہے یعنی لکھنے والا اور اَلسَّفْرُ اَلضَّرْبُ کی طرح مصدر ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ مراد اُس سے وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالٰی اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر و واسطہ ہیں۔ کہ سَفَرَۃٌ سَافِرٌ کی جمع بھی ہے جس کے معنی سفیر کے ہیں یعنی فرستادہ اور واسطہ۔ ایک قول ہے کہ مُراد انبیاء علیہم السلام ہیں کہ وہ حق سبحانہ و تعالٰی اور اُمت (لوگوں) کے درمیان اللہ کے سفیر ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ وحی لکھتے ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ وحی کی تلاوت ہے اور کتابت و تحریر نہیں جبکہ ان پر وحی کی جائے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام قرآن حکیم کی کتابت نہیں کرتے تھے بلکہ اصلاً لکھتے ہی نہ تھے جیسا کہ احادیث و اخبار میں مشہور ہے (آپ نبی امی تھے) اور آپ کا وظیفہ امت کو اوامر و نواہی اور شرائع و احکام کی تعلیم تھی اور صرف سفارت ہی نہ تھی ابن المنذر نے وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ مُراد اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری امت کے درمیان سفراء و واسطہ و رابطہ ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مراد علماء اُمت ہیں جو اسی طرح رسول اور امت

کے درمیان سفیر ہیں۔

(کِرَامٍۭ) الکرام ملا بمعنی توقیر و عزت کے ہیں الکرم اللؤم کی ضد ہے ای اعزاز علی اللہ تعالیٰ معظمین عندہ عزوجل یعنی اللہ کے نزدیک معزز اور عزت و توقیر والے ہیں۔ او متعطفین علی المومنین یستغفرون لھم ویرشدونھم الی ما فیہ الخیر بالالہام ویبینون بما فیہ تکمیلھم من الشرائع۔ یا مومنوں پر مہربانی کرنے والے ان کے لیے بخشش طلب کرنے والے اور اس جانب الہام کے ذریعہ راہ نمائی اور ہدایت کرنے والے جس میں خیر و بھلائی ہے اور ان پر شرائع (امور شریعت) کی تکمیل اترنے والے یہ سفرۃ کی صفت کی پہلی صفت ہے جبکہ بَرَرَةٍ دوسری صفت ہے بَرَرَةٍ کے معنی ہیں نیک متقی ایک قول ہے مطیعین للہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار۔ ایک قول سے مراد ہے صادقین سچے۔ صفات کمال سے متصف، حدیث شریف میں ماہر علماء قرآن کے لیے ارشاد نبوی ہے الذی یقراء القرآن وھو ماھر بہ مع السفرۃ الکرام البررۃ یعنی وہ معزز و متقی سفیروں کے ساتھ ہوں گے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ○ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ○ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ○ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ○ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ○ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ○	آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے اُسے کس چیز سے بنایا پانی کی بوند سے اُسے پیدا فرمایا پھر اُسے طرح طرح کی اندازوں پر رکھا پھر اُسے راستہ آسان کیا پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اُسے باہر نکالا۔

(قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ○) آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے۔

(قُتِلَ الْاِنْسَانُ) آدمی مارا جائیو۔

دعا علیہ باشنع الدعوات وافظعھا انسان کے لیے انتہائی بری اور ہلاکت انگیز دعا ہے۔ مقصود مذمت ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عجز سے پاک ہے اور بددعا کا صدور اس سے ہوتا ہے جو بدلہ لینے پر قادر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بالکلیہ قادر ہے مراد یہ ہے کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ اللہ کی ان گنت نعمتوں اور احسانوں کے باوجود سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ مذمت اور غضب کے اظہار کے لیے ارشاد ہے۔

(مَاۤ اَكْفَرَهٗ) كيا ناشكرا ہے۔ تعجيب من افراطه فى الكفران ۔
انسان کی سرکشی کے حوالے سے تعجب کا اظہار ہے کہ حقیقت کی معرفت اور اسباب معرفت
کے باوصف کفر کرتا ہے ۔

(مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝) اُسے کا ہے سے بنایا ۔
شروع فى بيان افراطه فى الكفران بتفصيل ما افاض عز وجل عليه من مبدأ فطرته الى منتهى عمره من فنون النعم الموجبة لأن تقابل بالشكر والطاعة مع اخلاله بذلك والاستفهام قيل للتحقير ۔ انسان کی سرکشی اور کفر کے بیان سے شروع کر کے سب سے اول انسان کی تخلیق کے آغاز سے ذکر کیا ہے جو اس کے زندگی کے اختتام تک نعمتوں اور احسانوں کا ذریعہ و زمانہ ہے کیونکہ یہ امر یعنی انسان کا بڑائی کے دعویٰ کے ساتھ کفر کرنا گویا اللہ کے حضور شکر گزار اور فرمان برداری کے عین مقابل ہے اور استفہام تقریری ہے کہ انسان جواب دے کہ وہ کس شئ سے وجود میں آیا ہے گویا اس حقیر پیدائشی حالت کا مقتضیٰ ہے کہ وہ بڑائی اور سرکشی نہ کرے ۔

(مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ) پانی کی بوند سے اُسے پیدا فرمایا ۔
حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قول من اى شئ خلقه سے بدل ہے اى من اى شئ حقير مهين خلقه من نطفة مذرة خلقه یعنی کس حقیر بے قدر پانی کی بوند سے اُسے پیدا کیا یعنی اس کو نطفہ کے قطرہ سے خلق کیا گویا یہ من اى شئ خلقه کی وضاحت و تشریح ہے ۔

(فَقَدَّرَهٗ ۝) پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا ۔
اى فقدره اطوارًا الى ان اتم خلقه یعنی اسے مختلف اطوار (شکلوں) پر رکھا یہاں تک کہ اُسکی پیدائش مکمل ہوئی ۔ یعنی ایک مدت معینہ تک (چالیس روز تک) شکم مادر میں صورت نطفہ پھر چالیس روز تک علقہ (جما ہوا خون) پھر چالیس روز تک مضغہ (لوتھڑا) رکھا پھر فرشتہ بھیج کر اس میں روح ڈالدی اور اس فرشتے کو اس کے لیے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا اس کا عمل اس کی عمر اس کا رزق اور یہ کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت
(كذا فى رواية البخارى ومسلم عن ابن مسعود)

(ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝) پھر اُس کا راستہ آسان کیا ۔

ای ثم سہل مخرجہ من البطن یعنی پھر اللہ نے ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے کا رستہ اس کے لیے آسان فرمادیا۔ ایک قول ہے اللہ نے رسولوں کے ذریعہ اس کے لیے راہ حق تک پہنچنا آسان کر دیا ہے۔

(ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝) پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا۔

ای جعلہ ذا قبر توارى فيه جيفته تكرمة له ولم يجعله مطروحا على الارض یعنی اس کو قبر والا بنایا کہ اُس میں اس کی لاش عزت کے ساتھ رکھی جائے اور اُسے زمین پر پڑا رہنے والا نہ بنایا اس لیے کہ مرنے کے بعد اس کی میت کی بے حرمتی و بے عزتی نہ ہو۔ ایک قول ہے ای امر عزوجل بد فنه یعنی اللہ نے اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دفن کا حکم دیا اور یہ انسان کی تکریم کے لیے کہ درندے چوپائے اس کی میت کی بے حرمتی نہ کریں۔ یہ آیت مُردوں کے دفن کی شرعیت پر مشیر ہے۔

(ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝) پھر جب چاہا اُسے باہر نکالا

ای اذا شاء انشاره یعنی جب اللہ کی مشیت ہوگی اُسے قبر سے زندہ اٹھائے گا کہ وہ بالکلیہ ہر امر پر قادر ہے۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا تو آدمی کو چاہیئے اپنے کھانوں کو دیکھے۔ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔ پھر زمین کو خوب چیرا۔ تو اس میں اگایا اناج اور انگور اور چارہ اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغیچے اور میوے دوب تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپاؤں کے۔

(كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝) کوئی نہیں اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا۔

(كَلَّا) کوئی نہیں ردع للانسان عما هو عليه من كفران النعم البالغ نهايته۔ انسان (کافر) کے لیے تنبیہ ہے یعنی اسے ایسا ہرگز نہ چاہیئے کہ واضح دلائل اور کمال نعمتوں کی موجودگی کے باوجود انکار و ناشکری کرتا ہے۔

(لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ؀) اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اُسے حکم ہوا تھا۔ تنبیہ کے سبب کا بیان ہے۔ جس کا قول ہے کہ یہاں کلا بمعنی حقاً ہے اور وہ اس کے بعد کے جملہ سے متعلق ہے ای حقا لم یعمل بما امرہ۔ یعنی کافر کو جس چیز کے ساتھ (ایمان کے ساتھ) حکم دیا گیا تھا وہ اس حکم کو نہ سنبھالا پایا۔ اور نہ ہی اللہ کی نعمتوں کی قدر جانی جو عظمت وجودِ مُنعم پر دلالت کر رہی ہیں۔

(فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ؀) تو آدمی کو چاہیئے اپنے کھانوں کو دیکھے۔

علی معنی اذا کان ھذا حال الانسان وھوانہ الی الآن لم یقض ما امرہ مع أن مقتضی النعم السابقۃ القضاء فلینظر الی طعامہ۔ یعنی جب انسان کی یہ حالت ہے جیسا کہ ذکر گزرا اور وہ ابھی تک اپنے پروردگار کے حکم کو بھی پورا نہ کر پایا حالانکہ اللہ کی نعمتوں کا مقتضیٰ (تقاضا) تو یہ تھا کہ وہ نعمتوں کی قدر کرتا اور ایمان لاتا تو اُسی کے لیے مزید یہ ہے کہ وہ اپنے کھانوں کو دیکھے اور یہ عام نعمتیں ہیں اور اس کا تعلق انسان کی اپنی ذات اور لذات نفس اور اس کے لوازم سے ہے اور یہ اس کے مقابل خارجی نعمتیں جن کا بیان ہے کہ یہ کھانے اس کی زندگانی کا سبب ہیں کیونکہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ کیونکر جزو بدن بنتے ہیں اور ان کے کیا کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں یہ پورا نظام عظمت وحکمت ربانیہ پر روشن دلیل ہے پھر اُسے ایمان لانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ آگے مزید اسباب کا بیان ہے۔

(اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ؀) کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

ای فلینظر الانسان الی انعامنا فی طعامہ انا صببنا الماء صبًّا یہ انسان کو چاہیے کہ اس کے کھانوں کے بارے میں ہمارے انعام کا بنظر غائر مطالعہ کرے کہ ہم نے ہی آسمان سے بادلوں کے ذریعہ خوب پانی برسایا جو نباتات کی اصل ہے اور جس کے بغیر پیداوار ہو ہی نہیں سکتی تو کیسا ہے ہمارا پانی برسانا۔

(ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا) پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا

ای بالنبات کما قال ابن عباس یعنی نباتات کے ساتھ جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے وقیل شقھا بالکراب زمین کو بیل وغیرہ سے پھاڑا "شققنا" میں جمع متکلم کا صیغہ ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ نے زمین کے شق کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے کہ فاعل حقیقی وہی ہے اور تمام مسببات کا خالق بھی وہی ہے۔ ایک قول ہے شقھا بالعیون ہم نے زمین کو چشموں کے ساتھ

پھاڑا۔

(فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا ٥) تو اس میں اگایا اناج

فان المراد بالنبات ما نبت من الارض الی أن یتکامل النمو وینعقد الحب والمراد بالحب جنس الحبوب التی یتقوت بها وتدخر کالحنطة والشعیر والذرة ونحوها

نباتات سے مراد وہ پیداوار ہے جو زمین سے ہوتی ہے (اگتی ہے) یہاں تک کہ اپنی شکل (نمو) یا بناوٹ میں مکمل ہوتی ہے اور اناج کی صورت قائم ہوتی ہے۔ اور اناج (دانہ) سے مراد اجناس کی وہ قسمیں ہیں جو اس کے ساتھ روزی بنتی ہیں اور ذخیرہ کی جاتی ہیں جیسے گیہوں جو اور باجرہ یا مکئی وغیرہ

(وَّعِنَبًا وَّقَضۡبًا ٥) اور انگور اور چارہ

اور انگور (عنب معروف انگور کو کہتے ہیں) قَضۡبًا سے مراد سبزیاں یا چارہ ہے ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے قَضۡبًا سے مراد الفصفصة یعنی گھاس ہے قاموس میں ہے کہ قَضۡبًا سے مراد درخت ہے خوب پھیلا ہوا اور خلیل نے اسے کھجور کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی کھجور کا درخت۔ اور بحر میں ابن عباس سے مروی ہے انه الرطب بلا شبہ وہ کھجور ہے۔

(وَّزَيۡتُوۡنًا وَّنَخۡلًا ٥) اور زیتون اور کھجور

یعنی زیتون اور کھجور کے درخت

(وَّحَدَآئِقَ غُلۡبًا ٥) اور گھنے باغیچے

(حَدَآئِقَ) ای ریاضا یعنی باغ (غُلۡبًا) ای عظاما یعنی غیر معمولی بڑے اور پھیلے ہوئے۔

(وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ٥) اور میوے اور دوب (چارہ)

(وَّفَاكِهَةً) قیل هی الثمار کلها ایک قول ہے کہ مراد سبھی پھل ہیں ایک قول ہے کہ انگور اور انار کو چھوڑ کر باقی سبھی پھل مراد ہیں کہ یہ دونوں پھل صرف لذت کے لیے نہیں بلکہ حصول قوت کے لیے کھائے جاتے ہیں۔

(وَّاَبًّا ٥) اور دوب

ابن عباس اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ "اَبًّا" سے مراد السکلاء وللبهائم گھاس اور چارہ اور بعض کا قول ہے کہ جسے آدمی کھائیں اُسے حصید کہتے ہیں اور جوان کے

(جانور چرا ئے وغیرہ) کھائیں وہ" اَبًّا" ہے حصبہ سے مراد ساگ سبزیاں ہیں جو کاٹی جاتی ہیں جبکہ اَبًّا سے مراد گھاس یا چارہ ہے۔ ایک قول ہے انہ التبن یعنی وہ بھوسہ ہے (توڑی ہے) صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پہ کھڑے اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا" فما الاب قریہ " اَبًّا " کیا ہے پھر بولے ما کلفنا اوما امرنا بھذا ہم اس امر کی نہ تو تکلیف دیئے گئے ہیں اور نہ ہی اس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے یعنی کہ ہم " اَبًّا " کی حقیقت کے درپے ہوں کہ وہ کیا ہے تو تم اس کتاب کے مطابق عمل کرو اور جس چیز کو تم نہیں پہچانتے تو اسے اپنے پروردگار کے لیے کھا دو۔

(مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ٥) تمہارے فائدے کو اور تمہارے چوپاؤں کے

ای فعل ذلک تمتیعا لکم ولمواشیکم فان بعض النعم المعدۃ طعام لھم وبعضھا علف لدوابھم یعنی ہم نے ان سب چیزوں کو تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لیے اگایا تو اس میں بعض کثیر نعمتیں تمہارے کھانے کو بنائیں اور بعض تمہارے چوپایوں اور مویشیوں کے لیے خوراک بنائیں۔ یہ علت کا بیان ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ٥ پھر جب آئے گی وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ

والمراد بھا النفخۃ الثانیۃ ای تعمھا لشدۃ اور اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے قیامت کی یہ ہولناک آواز سننے والوں کو بہرا کر دے گی صَاخَّةُ کے معنی ہیں شدید چنگھاڑ اور مراد صور پھونکنی کی آواز ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ٥ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ٥ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ٥

اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی۔ اور ماں اور باپ۔ اور جورو اور بیٹوں سے۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی چھوٹ جائے۔

(يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ٥ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ٥) اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹوں سے۔

ای یوم یعرض عنھم ولا یصاحبھم ولا یسأل عن حالھم کما فی الدنیا لاشتغالہ بحال نفسہ۔ یعنی قیامت کے روز آدمی ان (رشتہ داروں) سے بے رخی کرے گا اور نہ ہی ان کی مصاحبت اختیار کرے گا اور نہ ہی ان کے حالات پوچھے گا جس طرح کہ دنیا میں ہوتا اس

لیے کہ اس لڑائی ہی پڑی ہوگی۔ ایک قول ہے کہ رشتہ داروں کے کثرت کی وجہ سے آدمی کو ان سے نفرت ہو جائے گی ایک قول ہے یعنی منہم لا یغنون عنہ شیئاً آدمی ان سے اس لیے بھاگے گا کہ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے کچھ کام کا نہیں۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝) ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہے کہ وہی خلاصی پاتے۔

آدمی کے یہ فرار کے سبب کا بیان ہے کہ ہر آدمی اپنے حال میں اس قدر مستغرق ہوگا کہ اسے دوسروں کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہوگی اور اسی وجہ سے اُن سے وہ بے رخی کرے گا اور ان سے لاپرواہ ہوگا۔ طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی اور حاکم نے ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز لوگ ننگے بدن ننگے پاؤں ختنہ اٹھیں گے اور کانوں کی لو تک پسینہ میں غرق ہوں گے تو میں نے عرض کیا کہ کیا وہ ایک دوسرے کی برہنگی دیکھیں گے ارشاد فرمایا شغل الناس عن ذلک وتلا یوم یفر المرء لوگوں کو اس کا ہوش ہی نہ ہوگا پھر یہ آیت یوم یفر المرء پڑھی۔ طبرانی نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ قیامت کے روز لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ ارشاد فرمایا اعمالنامے کھولے جائیں گے جس میں ذرہ بھر اور برائی کے برابر بھی ہر بات درج ہوگی۔ ایک قول ہے یفر منہم حذرا من مطالبتھم بالتبعات کہ آدمی رشتہ داروں اور لوگوں کے مطالبات اس کے خلاف کے دعوؤں کی وجہ سے بھی ڈر کر بھاگے گا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝	کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے خوشیاں مناتے۔ اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔ یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝) کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے، ہنستے خوشیاں مناتے۔

وُجُوْهٌ وَجْهٌ کی جمع ہے تنوین یا تو کثرت پر دلالت کر رہی ہے یا بعض پر یعنی بہت سے

چہرے (یَوْمَئِذٍ) اس دن یعنی بروز حشر، وُجُوْہٌ مبتدا ہے اور مُسْفِرَۃٌ اس کی خبر ہے مُسْفِرَۃٌ۔ ای مضیئۃ متھللۃ۔ من اسفر الصبح اذا اضاء یعنی روشن دمکتے تروتازہ جیسے صبح کا اجالا اور روشن ہونا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ شگفتگی چہروں میں راتوں کے قیام و عبادت کی وجہ سے ہوگی جبکہ ضحاک کا قول ہے۔ من آثار الوضوء فیختص ذلک بھذہ الامۃ ای لان الوضوء من خواصھم کہ یہ فرحت و تازگی چہروں میں وضو کے اثر سے ہوگی جس کے ساتھ یہ امت خاص کی گئی ہے کیونکہ اعضاء وضو (وضو) اس امت کے خصائص میں سے ہے۔

(ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ) ای مسرورۃ بما تشاھد من النعیم والبھجۃ الدائمۃ۔ یعنی جب اللہ کی طرف سے ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور دائمی رونقوں کا نظارہ و مشاہدہ کریں گے تو انہیں فرحت و مسرت ہوگی اور وہ خوش ہوں گے۔ یہ مومنوں کا حال ہوگا جن کا تعلق نیک بختوں کے گروہ سے ہوگا کہ دو ہی گروہ ہوں گے یا سعادت مند یا بد بخت واشقیاء۔ چہروں کی تازگی نور ایمان پر بھی دلالت کر رہی ہوگی۔

(وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْھَا غَبَرَۃٌ ٥) اور کتنے مونہوں پر گرد پڑی ہوگی۔

ای غبار و کدورۃ یعنی کفار کے چہروں پر دھول اور خاک پڑی ہوگی یا کدورت ہوگی۔ وُجُوْہٌ کی تنوین تکثیر پر دلالت کر رہی ہے اور قسم دوم (اشقیاء) سے متعلق ہے کہ بہت سے یا سبھی کافروں کا ایسا حال ہوگا۔

(تَرْھَقُھَا قَتَرَۃٌ ٥) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہے۔

(تَرْھَقُھَا) ای تعلوھا و تغشاھا یعنی ان چہروں پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی یا سیاہی خوب چھا رہی ہوگی (قَتَرَۃٌ) ای سواد و ظلمۃ یعنی سیاہی اور تاریکی ایک قول ہے حالت کی ذلت چھا رہی ہوگی اور وحشت برس رہی ہوگی۔

(اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَفَرَۃُ الْفَجَرَۃُ ٥) یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

اولئک میں ان سیاہ چہروں والے اصحاب کی طرف اشارہ ہے اور یہی لوگ کفار فجار ہوں گے ای الجامعون بین الکفر والفجور یعنی کفر و سرکشی اور فسق و فجور (گناہوں اور برائیوں) کے جامع ہوں گے اور اللہ کریم نے اسی لیے ان کے واسطے الغبرۃ والقترۃ کو اکٹھے بیان فرمایا ہے کہ غبار (دھول و خاک) تو فاجروں (بدکاروں) کے لیے ہوگا اور سیاہی کفار کیلئے ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

الحمد للہ آج سورت عبس کی تفسیر کا کام مکمل ہوا۔ ۱۰ مئی ۱۹۹۲ء / ۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

سورۃ التکویر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، انتیس آیات ایک سو چار کلمات اور پانچ سو تیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

با محاورہ ترجمہ سورۃ تکویر پ ۳۰

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝	جب دھوپ لپیٹی جائے۔
وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۝	اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔
وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝	اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔
وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝	اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔
وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝	اور جب سمندر سلگائے جائیں۔
وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝	اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔
وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝	اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے
بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝	کس خطا پر ماری گئی۔
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝	اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں۔
وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝	اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔
وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝	اور جب جہنم بھڑکایا جائے۔
وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝	اور جب جنت پاس لائی جائے
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝	ہر جان کو معلوم ہو جائیگا جو حاضر لائی
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝	تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝	سیدھے چلیں، تھم رہیں۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝
اور رات کی جب پیٹھ دے۔

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝
اور صبح کی جب دم لے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝
بیشک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝
جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝
وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانتدار ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝
اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝
اور بیشک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝
اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝
اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝
پھر کدھر جاتے ہو۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کے لیے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝
اس کے لیے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب۔

حل لغات سورۂ تکویر پ ۳۰

اذا۔ جب	الشمس۔ سورج	کورت۔ لپیٹ لیا جائے	و۔ اور
اذا۔ جب	النجوم۔ ستارے	انکدرت۔ بے نور ہو جائیں	و۔ اور
اذا۔ جب	الجبال۔ پہاڑ	سیرت۔ چلائے جائیں	و۔ اور
اذا۔ جب	العشار۔ تھلکی اونٹنیاں	عطلت۔ چھوٹی پھریں	و۔ اور
اذا۔ جب	الوحوش۔ وحشی جانور	حشرت۔ اکٹھے کیے جائیں	و۔ اور
اذا۔ جب	البحار۔ سمندر	سجرت۔ سلگائے جائیں	و۔ اور
اذا۔ جب	النفوس۔ جانوں کے	زوجت۔ جوڑ بنیں	و۔ اور
اذا۔ جب	الموءودۃ۔ زندہ دبائی ہوئی	سئلت۔ پوچھی جائے	بای۔ کس

اذا۔جب

ذنب۔ گناہ میں   قتلت۔ ماری گئی   و۔ اور   اذا۔جب

الصحف۔ اعمالنامے   نشرت۔ بکھرے جائیں   و۔ اور   اذا۔جب

السماء۔ آسمان   کشطت۔ جگہ سے کھینچ لیا جائے   و۔ اور   اذا۔جب

الجحیم۔ جہنم   سعرت۔ بھڑکائی جائے   و۔ اور   اذا۔جب

الجنۃ۔ جنت   ازلفت۔ قریب کی جائے   علمت۔ جان لیگا   نفس۔ ہر آدمی

ما۔ جو   احضرت۔ حاضر لایا   فلا۔ تو نہیں   اقسم۔ قسم کھاتا ہوں

بالخنس۔ الٹے پھرنے والے   الجوار۔ سیدھے چلنے والے   الکنس۔ تھم رہنے والے ستاروں کی   و۔ اور

الیل۔ رات کی   اذا۔جب   عسعس۔ پیٹھ دے   و۔اور

الصبح۔ صبح کی   اذا۔جب   تنفس۔ دم لے   انہ۔ بیشک یہ

لقول۔ بات ہے   رسول۔ رسول   کریم۔ عزت والے کی   ذی قوۃ۔ جو قوت والا

عند۔ نزدیک   ذی العرش۔ عرش والے کے   مکین۔ عزت والا   مطاع۔ تابعداری کیا گیا

ثم۔ اس جگہ   امین۔ امانتدار ہے   و۔اور   ما۔ نہیں

صاحبکم۔ تمہارا ساتھی   بمجنون۔ دیوانہ   و۔اور   لقد۔ بیشک

رآہ۔ دیکھا اس نے   ہ۔ اس کو   بالافق۔ کنارہ   المبین۔ روشن میں

و۔اور   ما۔ نہیں   ھو۔ وہ   علی۔ اوپر

الغیب۔ غیب کے   بضنین۔ بخل کرنے والا   و۔اور   ما۔ نہیں

ھو۔ وہ   بقول۔ بات   شیطن۔ شیطان   رجیم۔ مردود کی

فاین۔ تو کہاں   تذھبون۔ جاتے ہو تم   ان۔ نہیں   ھو۔ وہ

الا۔ مگر   ذکر۔ نصیحت ہے   للعلمین۔ جہان والوں کیلئے   لمن۔ اسکے لیے جو

شاء۔ چاہے   منکم۔ تم میں سے   ان۔ یہ کہ   یستقیم۔ سیدھا ہو

و۔اور   ما۔ نہیں   تشاءون۔ چاہتے تم   الا۔ مگر

ان۔ یہ کہ   یشاء۔ چاہے   اللہ۔ اللہ   رب۔ رب

العلمین۔ سارے جہانوں کا۔

سُورَۃُ التَّکوِیر

سورت التکویر مکی ہے اور اسی پر اتفاق ہے اس کی انتیس آیات اور ایک رکوع ہے اس کو سورت کورت اور سورت اذا الشمس کورت بھی کہتے ہیں احمد و ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من سرہ ان ینظر الی یوم القیامۃ کانہ رأی عین فلیقرأ اذا الشمس کورت و اذا السماء انفطرت و اذا السماء انشقت جس شخص کو قیامت کا نظارہ آنکھوں سے کرنا پسند ہو تو اسے چاہیئے کہ سورت التکویر، سورت الانفطار اور سورت الانشقاق پڑھے۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے مجھے سورت ہود، الواقعۃ، المرسلات، عم یتساءلون (النباء) اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ اس سورت میں بھی تخویف و تہدید کا مضمون مکرر ہے اور وقوع قیامت کی تفصیل ہے اور پچھلی سورت کی آیت فَاِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّۃُ سے اس کی مناسبت ہے اور اس سورت میں وقوع قیامت کی منظر کشی ہے اور بیان میں بہت زور فصاحت و سلاست ہے جیسا کہ مکی سورتوں کے اسلوب کا ایک امتیازی وصف ہے۔

مختصر تفسیر اُردو رکوع اوّل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝	جب دھوپ لپیٹی جائے۔
وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝	اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝) جب دھوپ لپیٹی جائے۔

ان الشمس مجاز عن الضوء بلاشبہ شمس (سورج) ضوء (روشنی یا دھوپ) سے مجاز ہے جیسا کہ معروف و شائع ہے تو اس سے مراد ہے اذھاب ضوئھا یعنی اس کی

روشنی یا دھوپ زائل ہوجائے گی حسن وقتادہ اور مجاہد سے یہی مروی ہے۔ ابن عباس سے کورت کی تفسیر ای ظلمت منقول ہے یعنی سیاہ ہوجائے گا (تاریک ہوجائے گا) ایک قول ہے املیکورت " القیت من فلکھا وطرحت " کہ کورت سے مراد ہے کہ اپنے فلک سے ٹوٹ پڑے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز چاند اور سورج بے نور کردیئے جائیں گے۔

(وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ٥) اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

ای انقضت وسقطت۔ یعنی ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اور کوئی تارا بھی اپنی جگہ پر باقی نہ رہے گا جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے لایبقی یومئذ نجم الا سقط فی الارض۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ تارے نوری قندیلیں ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہیں اور نوری فرشتوں کے ہاتھوں میں نور کی زنجیروں میں ہیں جب سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مرجائیں گے تساقطت من ایدیھم تو وہ ان کے ہاتھوں سے گر پڑیں گے۔ کلبی کا قول ہے کہ بارش کی طرح آسمان سے زمین پر برسیں گے۔

(وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ٥) اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔

أی أزیلت عن اماکنها من الارض بالرجفة یعنی زمین میں سے زلزلہ کے ساتھ اپنے مقامات سے ہٹا دیئے جائیں گے یا بکھیر دیئے جائیں گے وقیل سیرت بعد رفعها فی الجو ایک قول ہے کہ فضا میں بلند ہونے کے بعد غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے اور ایسا نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا۔

(وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ٥) اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پھریں۔

جمع عشراء کنفاس جمع نفساء وھی الناقة۔ عشار جمع ہے عشراء واحد کی جیسے نفساء جمع ہے نفاس واحد کی۔ اور وہ وہ اونٹنی ہے التی اتی علیها من یوم ارسل فیها الفحل عشرة اشهر ثم لا یزال ذلک اسمها حتی تضع جس کو گابھن ہوئے دس مہینے گزر چکے ہوں اور جننے کے قریب ہو پھر وہ اسی نام سے (عشراء سے) پکارتے رہتے یہاں تک کہ وہ جن لیتی۔ ایک قول ہے [illegible] اونٹنی قیمتی سمجھی جاتی تھی اور اہل عرب اُن کی خوب نگہداشت کرتے تھے۔ (عُطِّلَتْ) ترکت مھملة لا راعی لها ولا طالب یعنی یوں ہی چھوڑی گئی ہوں گی گویا نہ ان کا کوئی چرواہا

ہو گا اور نہ ہی کوئی اُن کی رغبت وطلب کرنے والا ہو گا سب کو اپنی ہی پڑی ہو گی۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں

جمع وحش وھو حیوان البر الذی لیس فی طبعہ التانس ببنی آدم والمراد بہ مایعم ایبھائم مطلقا۔ وحوش کی جمع ہے اور وہ خشکی کے وہ جانور ہیں جن کی طبیعت وسرشت میں انسانوں کے ساتھ ہرگز انسیت (مانوسیت) نہیں اور اس سے مراد مطلقاً عام چوپائے درندے ہیں۔ (حُشِرَتْ) ای جمعت من کل جانب یعنی ہر سمت وطرف سے جمع کئے جائیں گے مجاہد کا قول ہے حشرھا موتھا جانوروں کا حشر ان کی موت ہو گی اور ابن عباس سے حشر کی تفسیر جمع کئے جائیں گے منقول ہے مگر اُن سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے کہ انہوں نے (ابن عباس) نے یہ بھی کہا "جمعت بالموت فلا تبعث ولا یحضر فی القیامۃ غیر الثقلین" درندے چوپائے موت کے لیے (مرنے یا فنا ہونے کے لیے) جمع کیئے جائیں گے پھر زندہ نہ اٹھائے جائیں گے اور نہ ہی قیامت میں موجود ہوں گے۔ سوئے ثقلین یعنی انسانوں اور جنوں کے۔ ایک قول ہے بعثت للقصاص کہ باہمی قصاص کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ جب وہ مکلف ہی نہ تھے تو بعثت نہ ہو گی۔ اور بعض علماء نے مسلم وترمذی کی اس روایت سے جسے حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجماء من الشاۃ القرناء و زاد احمد بن حنبل وحتی الذرۃ من الذرۃ۔ قیامت کے روز حقداروں کو ان کے حقوق ضرور دلائے جائیں گے (بدلہ ضرور دلایا جائے گا) یہاں تک کہ مینڈھی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ دلایا جائے گا اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اتنا مزید منقول ہے یہاں تک کہ دانت سے کاٹنے کے بدلے میں دانت سے کاٹنا۔ یہ استدلال کیا ہے کہ جانوروں کا حشر قصاص باہمی کے لیے ہو گا۔ پھر خاک ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ اور جب سمندر سلگائے جائیں۔

بحر میں ہے سُجِّرَتْ بمعنی جمعت بلغۃ خثعم ولعل جمعھا علیہ بالتفجیر

سُجِّرَتْ کے معنی ہیں کہ سمندر خوب بھر دیئے جائیں گے اور شاید سمندروں کو اس سے پہلے
جمع کیا جائے گا کہ ایک سمندر لبالب بھر جائے پھر اس میں سورج کو ڈالا جائے گا جس سے وہ
آگ بن جائے گا اور پانی بھاپ کی صورت بن کر اڑ جائے گا اور سارا پانی سوکھ جائے گا۔ ایک
قول ہے احمیت بان تغیض میاھا وتظھر النار فی مکانھا کہ گرم کیے جائیں گے یہاں
تک کہ ان کا پانی خشک ہو جائے گا اور ان کی جگہ آگ ظاہر ہو گی (بن جائے گی)۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ اور جب جانوں کے جوڑ بنیں۔

قال عکرمہ والضحاک والشعبی تقرن النفوس باو ذٰلِکَ عند البعث والنفس
علیہ بمعنی الروح۔ عکرمہ ضحاک اور شعبی کا قول ہے کہ جانیں اپنے جسموں کے ساتھ جوڑی
جائیں گی اور ایسا بعث کے وقت ہوگا اور نفس سے مراد یہاں رُوح ہے۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جوڑوں سے مراد اشباہ و امثال ہیں "ای قرنت کل
نفس بشکلھا" یعنی ہر شخص اپنی ہی قسم کے ساتھ جوڑا جائے گا۔ کفار کفار کے ساتھ اور
یوں ہی مومنین مومنین کے ساتھ۔ ایک قول ہے تقرن کل نفس بکتابھا وقیل بعملھا
ہر جان اپنے اعمال نامے کے ساتھ ملائی جائیگی اور ایک قول ہے کہ اپنے عمل کے مطابق جوڑی جائے گی۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

(وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝) اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پُوچھا جائے۔
اَلْمَوْءٗدَةُ اسم مفعول ہے یعنی زندہ گاڑی یا دبائی ہوئی لڑکی۔ بعض اہل عرب لڑکیوں کی
پیدائش تنگ و عار سمجھتے تھے یا افلاس کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ دبا دیتے تھے۔ وَاْد کے معنی
بوجھ کے ہیں جس کا مطلب ہے کہ لڑکیوں کو بوجھ جانتے تھے یا ان پر اتنا بوجھ ڈال کر دبا دیتے
وہ مر جاتی اور وھی البنت التی تدفن حیۃ من الواد وھو الثقل سے مراد یہی
ره دبائی ہوئی لڑکی ہے مَوْءٗدَةُ کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے یا مفعول بول کر فاعل
ہے یعنی زندہ دبانے والے سے پُوچھا جائے گا اور انسانیت کی تذلیل ہے۔
ود نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
دۃ والموءدۃ فی النار زندہ دبانے والی اور جس کے لیے زندہ دبائی گئی دونوں
ہیں۔ اس آیت سے عزل کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد ہے ذلك الواذ الخفی کہ یہ پوشیدہ زندہ دبانا ہے۔ عزل کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت ضروری ہے جبکہ باندی سے ضروری نہیں اور باوجود یکہ عزل کرنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

(بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ٥) کس خطا پر ماری گئی۔

وفی الوائد ما مع ان الذنب له وحدہ نغا تعلیتھا والمهار کمال الغیظ والسخط لوائدھا واسقاطہ عن درجة الخطاب۔

یعنی زندہ دبانے والی پر زندہ دبانے کا گناہ تو ہے ہی لیکن جس کے لیے اس نے لڑکی کو زندہ دبایا تو یہ مزید اعانت جرم ہے اس سے اس کی پرستش ہوگی اور سوال کی نسبت مقتول کی طرف ہے جس سے گویا دبانے والی کے لیے انتہائی غیظ و غضب اور ناراضگی کا اظہار ہے اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ایسے خطاب کے درجہ سے گرادیا ہے اس کے لیے صد درجہ توبیخ و تذلیل ہے اور مَوْءُدَةُ کی طرف نسبت سوال مجازی ہے، یا یہ لڑکی بولے کہ وہ بے گناہ ماری گئی۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ٥ اور جب اعمالنامے کھولے جائیں

"اُی صحف الاعمال" یعنی اعمالنامے حساب کے لیے کھولے جائیں ابن المنذر نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا صحیفہ (دفتر عمل) لپیٹ دیا جاتا ہے پھر قیامت کے روز کھولا جائے گا اور اس کے مطابق حساب لیا جائے گا۔

ایک قول ہے نُشِرَتْ ای فرقت بین اصحابھا نُشِرَتْ سے مراد ہے کہ ان کے مالکین کے درمیان بانٹ دیئے جائیں گے یا ان کے ذریعہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے یعنی جنتی ایک طرف اور جہنمی ایک طرف۔ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے صحیفے اڑتے آئیں گے اور مومن کو اس کا صحیفہ اس کے دائیں ہاتھ میں آجائے گا جس سے وہ جان لے گا کہ وہ جنتی ہے اور کافر کا صحیفہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے وہ جان لے گا کہ وہ جہنمی ہے۔

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ٥ اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔

تلعت وازیلت کما یکشف الاھاب عن الذبیحة۔

لپیٹ یا اکھاڑ دیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا جس طرح سے ذبح کئے ہوئے جانور کی

کمال کھینچی جاتی ہے۔

وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝ اور جب جہنم بھڑکایا جائے۔

ای اوقدت ایقاداً شدیداً یعنی جب دوزخ کو بہت ہی زیادہ بھڑکایا جائے گا۔ قتادہ کا قول ہے کہ دوزخ کا بھڑکنا بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا یا پھر اس کا شدید بھڑکنا اللہ تعالٰی کی ناراضگی اور غضب سے کنایہ ہے اور یہ دشمنان خدا کے لیے ہوگا۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ اور جب جنت پاس لائی جائے۔

ای قربت من المتقین۔ یعنی جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی ایک قول ہے کہ عرش کے داہنی طرف لائی جائے گی جہاں سے اہل موقف (قیامت کے روز) اُسے دیکھیں گے۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی۔

والمراد بما احضرت اعمالها من الخیر والشر اور مَاۤ اَحْضَرَتْ سے مراد ہر شخص کے اعمال ہیں اچھے اور برُے جنہیں وہ اس وقت جان لے گا یہ جملہ اذا سے شروع ہونے والے جملوں کی جزا ہے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۝ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ۝

تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔ سیدھے چلیں تھم رہیں۔ اور رات کی جب پیٹھ دے۔ اور صبح کی جب دم لے بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار۔

(فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝) تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں۔

فَ تفریعی ہے اور لام زائد برائے تاکید قسم ہے جمع خانس کی جمع ہے خنوس سے وھو الانقباض والاستخفاء اور اس کے معنی کسی کام میں توقف کرنا، سمٹنا یا سکڑنا ہے یا پیچھے کرنا اور چھپا دینا ہیں یہاں مراد خمسہ متحیرہ ہیں جیسا کہ حاکم نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ھی خمسة انجم زحل وعطارد والمشتری وبھرام یعنی المریخ والزھرة یہ پانچ ستارے ہیں جن کے نام زحل، عطارد، مشتری، بہرام

یا مریخ اور زہرہ ہیں یہ اپنی چال کی وجہ سے متحیرہ کہلاتے ہیں کہ کبھی چلتے لوٹتے اور کبھی ٹھہرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں علماء کے نزدیک ان کی رفتار و چال حکم الٰہی کے بموجب ہے کہ کبھی سست رو ہوتے ہیں اور کبھی سریع اور کبھی متحرک بجانب مشرق یا غرب۔ ایک قول ہے تخنس بالنهار فتغيب عن العيون و تكنس بالليل اى تطلع فی اماكنها كالوحش فی کنسها۔ کہ یہ تارے دن کے وقت چھپ جاتے ہیں یعنی آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں اور رات کو نظر آتے ہیں یعنی اپنے اماکن (مقامات) میں طلوع ہوتے ہیں جس طرح جانور اپنے مساکن (جھاڑیوں اور کھوؤں وغیرہ) میں قرار پکڑتے ہیں۔

(الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝) سیدھے چلیں تھم رہیں۔

کُنّس کانس کی جمع ہے اور کنس الوحش جانوروں کے نشیمن کو کہتے ہیں خواہ درختوں میں ہو یا جھاڑیوں میں۔ جواری جاریۃ کی جمع ہے جری سے اور اس کا معنی ہے المر السریع کہ تیزی سے گزرنا یا چلنا۔ یعنی خمسہ متحیرہ جو اپنے دائرے میں چلتے ہیں اور بوقت غروب افق کے اوپر اپنے اماکن میں تھم رہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ دن کے وقت چھپے رہتے ہیں اور اپنے طلوع کے ساتھ ہی افق کے اوپر نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔

(وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝) اور رات کی جب پیٹھ دے۔

ای ادبر ظلامه او اقبل یعنی شب کی قسم جب وہ اپنی تاریکی لے کر سامنے آتی ہے یا تاریکی کے ساتھ پلٹتی ہے راغب کا قول ہے العسعسة والعساس رقة الظلام و ذلك فی الليل فهو من المشترك المعنوی۔ عسعسة اور عساس سے مُراد تاریکی کا پھیلنا یا تاریکی کی چادر کا پھیلا ہوا یا پتلا ہونا یا تاریکی کی گیرائی جو رات کے کناروں یعنی آغاز اور آخر کے دونوں وقتوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا معنوی طور پر سامنے آنا یا پیٹھ پھرنا دونوں معنوں میں مشترک ہے۔ فراء کا قول ہے کہ جمہور مفسرین کا عسعس کے بارے میں تحقیقی قول یہی ہے۔ کہ مُراد اَدْبَرَ ہے یعنی جب رات پیٹھ دے (آخر ہو)

(وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝) اور صبح کی جب دم لے

فانه اول النهار اس سے مُراد دن کا اول وقت ہے والمراد من تنفس الصبح علی ماذکر غیر واحد اضاءته و تبلجه اور صبح کے دم لینے سے مُراد جیسا کہ بہت

سے ملا ء سے مروی ہے دن کا خوب روشن ہونا اور اُجالا ہونا ہے۔

(اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝) بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(انہ) ای القرآن الجلیل الناطق بما ذکر من الغیب واحوال الآخرة یعنی عظمت والا قرآن جو بیان کرتا ہے ان عظیم واقعات کو جن کا ذکر گزرا۔ (لقول رسول) ای جبریل علیہ السلام و نسبتہ الیہ علیہ السلام لانہ واسطة فیہ وناقل لہ من مرسلہ وھو اللہ عزوجل یعنی جبریل علیہ السلام کا پڑھنا ہے اور اس (قول) کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ بلاشبہ وہ اس قرآن کے نزول کا واسطہ ہیں اور قرآن کے مرسل (بھیجنے والے) یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے ناقل (منتقل کرنے والے) ہیں۔ یا پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اور قاصد کی حیثیت سے اس کا قول ہے انہوں نے خود بنا کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر دیا بلکہ وہ اس امر پر مامور ہیں اور ان کا قول اللہ کا قول ہے اور اللہ ہی کے قول کو انہوں نے پہنچایا ہے اور جس طرح قول پیغام دیا گیا ہے من وعن اسی طرح رسول نے ادا کر دیا ہے پہنچا دیا ہے۔

(كَرِيْمٍ ۝) عزت والے ای عزیز علی اللہ سبحانہٗ

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و اکرام والے۔ یہ رسول کی صفت ہے مراد جبریل علیہ السلام یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(ذِيْ قُوَّةٍ) قوت والا

"ای شدید" یعنی طاقتور کما قال سبحانہٗ شدید القویٰ جیسا کہ سورت النجم میں ارشاد باری ہے "سخت قوت والا" ایک قول ہے۔ کہ مراد قوت حفظ ہے اور نسیان و غلط سے بُعد (دوری) ہے اگر مراد جبریل علیہ السلام ہیں تو ان کی قوت کا یہ عالم ہے کہ قوم ثمود پر ایسی چنگھاڑ (چیخ) ماری کہ سب ڈھیر ہو گئے۔ قوم لوط کی چاروں بستیوں کو جن میں سے ہر بستی میں چار چار لاکھ افراد تھے اور دیگر مخلوق اس کے علاوہ تو انہوں نے انہیں ارض سفلی سے اپنے ایک پر کی نوک پر یوں اٹھایا کہ کسی گھڑے کا ڈھکنا تک نہ ہلا اور ان بستیوں کے پرندوں چرندوں وغیرہ کی آوازیں اہل سماء نے سنیں پھر انہیں بلندی سے الٹ دیا۔ اور اگر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو حجتہ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار جان نثار صحابہ آپ

کے ہمراہ تھے اور شب معراج ایک آن میں مکان سے لامکان تک گئے آئے اور دیدار سے نوازے گئے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی ربانی پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

(عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ٥) مالک عرش کے حضور عزت والا

ای ذی مکانۃ رفیعۃ وشرف عند اللہ العظیم جل جلالہ، یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ عزت وعظمت اور بزرگی والا

(مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ٥) وہاں اُس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار

(مُّطَاعٍ) فیما بین الملائکۃ المقربین علیہم السلام یصدرون عن امرہ ویرجعون الی رایہ۔ یعنی ملائکۃ المقربین میں ان کا حکم مانا جاتا ہے اور سب فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے فرمان کی طرف رجوع کرتے ہیں مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

(ثَمَّ اَمِیْنٍ ٥) امانت دار

والاشارۃ بحالہا وامانتہ علی الوحی۔ ثَمَّ ظرف مکان ہے بعید کے لیے اور احتمال ہے کہ پہلے جملہ کے لیے ظرف ہو یعنی مطاع سے بھی اور امین سے بھی یعنی آسمانوں میں اس کی اطاعت ہوتی ہے اور اسی حالت کے ساتھ امین کہنے میں اشارہ ہے کہ وہ وہاں بھی اور یہاں بھی وحی کا امین ہے۔ زمخشری نے ان فضائل کے حوالے سے حضرت جبریل علیہ السلام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دی ہے جو انصاف سے دور ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جب قاصد اس شان کا ہے تو مرسل الیہ کی شان کیا ہوگی اور فرمان نبوی کے ہوتے ہوئے وضاحت کی مزید ضرورت نہیں کہ میرے دو وزیر آسمانوں میں اور دو زمین میں جبریل و میکائیل علیہما السلام اور زمین میں شیخین کریمین صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما لہٰذا مطاع حقیقی حضور ہیں اور جبریل آپ کے نائب و وزیر ہیں اور آپ کے بغیر جبریل کا مطاع ہونا حضور کے وسیلہ سے ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ٥	اور تمہارے صاحب مجنون نہیں
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ٥	اور بے شک انہوں نے اُسے روشن کنارہ پر دیکھا
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ٥	اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ٥	اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں

(وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝) اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

كما تبهته الكفرة فاتلهم الله تعالىٰ۔ جیسا کہ کفار اللہ انہیں ہلاک کرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ مجنون کہتے تھے صَاحِبُكُمْ سے مُراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس پر انتباہ اور کفار کے قول کی تردید ہے کہ تم میں چالیس برس گزار چکے وحی سے قبل تم انہیں صادق وامین کہتے تھے اور بعد وحی مجنون کہتے ہو تو یہ محض ہٹ دھرمی اور تعصب وضد ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوصاف جلیلہ کا مل اکمل اور عقل میں اتم و اکمل تھے تو ان کی طرف جنون کی نسبت کھلا مکابرہ ہے۔

(وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝) اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔

ای واللہ تعالیٰ لقد رأی صاحبکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرسول الکریم جبریل علیہ السلام علی کرسی بین السماء والارض بالصورۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیہا لہ ستمائۃ جناح وھو بالافق الاعلی من ناحیۃ المشرق کما روی عن الحسن وقال ابن عباس راٰہ فی صورتہ عند سدرۃ المنتہی۔

یعنی بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت باری کے ساتھ رسول کریم جبرائیل علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر تھے جو زمین و آسمان کے درمیان تھی ان کی صورت میں دیکھا جس پر انہیں اللہ نے پیدا فرمایا ان کے چھ سو پر ہیں اور ان کو مشرق کی طرف روشن کنارے پر دیکھا جیسا کہ حسن سے مروی ہے جب کہ ابن عباس سے مروی ہے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا۔ رَاٰی کی ضمیر حضور کی طرف راجع ہے اور ہُ کی ضمیر یا تو رسول کریم یا پھر ذی العرش کی طرف راجع ہے رویت پر تفصیلی بحث سورت النجم میں گزر چکی۔ افق المبین سے مراد ساتوں آسمان کے آخر [illegible] کنارا مراد ہے جب آپ نے دیکھا۔

(وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝) اور وہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

ضنین الضن سے ہے ضاد کے کرہ فتحہ (زیر و زبر دونوں) کے ساتھ جس کے معنی بخل کے ہیں اور ھُوَ سے مُراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور علی الغیب

سے مراد ما یخبر من الوحی الیہ وغیرہ من الغیوب جو آپ کی طرف غیوب وغیرہ سے اخبار وحی کی جاتی ہیں۔ ای لا یبخل بالوحی ولا یقصر فی التبلیغ والتعلیم یعنی آپ وحی کی باتیں پہنچانے میں بخل نہیں کرتے اور نہ ہی تبلیغ وتعلیم دین میں کوئی کمی یا کوتاہی کرتے ہیں۔

(وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ۝) اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

(وَمَا هُوَ) ای القرآن یعنی قرآن حکیم (بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ۝) ای بقول بعض المسترقۃ للسمع لا نما ھی الکتی مرجبو و ھو نفی لقولھم انہ کہانۃ۔

یعنی یہ قرآن حکیم کسی مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں کہ چوری چھپے سن کر کسی کاہن کے دل میں ڈال دیا ہو اور اس میں کفار کے اس قول کی تردید و مذمت ہے کہ یہ کہانت ہے یعنی قرآن کاہنوں کا قول ہے یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) کاہن ہیں۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

پھر کدھر جاتے ہو وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے اس کے لیے جو تم میں سیدھی راہ پر ہونا چاہے اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہاں کا رب۔

(فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝) پھر کہاں جاتے ہو

استضلال لھم فیما یسلکونہ فی امر القرآن العظیم۔ کفار سے خطاب ہے کہ تم قرآن عظیم کے واضح اور روشن طریق کو چھوڑ کر کیوں گمراہی اختیار کرتے ہو اور قرآن حکیم سے کیوں روگردانی کرتے اور تم کس راہ پر باطل چل نکلے ہو۔

(اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝) وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہانوں کے لیے۔

(اِنْ هُوَ) ای ما ھو یعنی وہ کیا ہے یہ سوال محذوف کا جواب ہے (اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝) موعظۃ و تذکیر عظیم لمن یعلم یعنی نصیحت اور ذکر عظیم ہے اس کے لیے جو جانے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم ورد بھی ہے اور شرف انسانیت بھی، پند و موعظت بھی ہے اور سارے جہانوں کے لیے ہدایت کا منشور بھی ہے اور جو شخص اس میں غور کرے گا اس پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔

(لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝) جو تم میں سے سیدھی راہ پر ہونا چاہے۔

ای لمن شاء منکم الاستقامة
یہ عالمین سے بدل ہے اور کل سے بدل البعض ہے ای من العالمین لانهم المنتفعون بالتذکیر
بتحری الحق وملازمة الصواب وابدالہ من العالمین
یعنی جو کوئی تم میں سے حق وصداقت کی پیروی کرے اور استقامت کے ساتھ سیدھی
راہ چلنا چاہے تو قرآن حکیم اس کے لیے نصیحت ہے اور اس کی تذکیر انہی [illegible]
یقیناً نفع بخش اور سودمند ہے۔ عالمین سے بدل کا معنی یہی ہے کہ قرآن کی اتباع سے
وہ ضرور فائدہ پائیں گے۔ (وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ٥) اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے
اللہ سارے جہانوں کا رب۔

(وَمَا تَشَآءُوْنَ) اور تم کیا چاہو ای الاستقامة بسبب من الاسباب یعنی اسباب
میں سے سبب کے ساتھ استقامت۔ جب یہ آیت "لمن شاء منکم ان یستقیم"
اتری تو ابوجہل نے کہا جعل الامر الینا ان شئنا استقمنا وان شئنا لم نستقم
فانزل اللہ تعالیٰ وَمَا تَشَآءُوْنَ الخ (ابن المنذر عن سلیمان بن موسیٰ) کہ ہمیں
اس امر میں اختیار دیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو استقامت رکھیں اور اگر چاہیں تو استقامت
نہ رکھیں تو یہ آیت وَمَا تَشَآءُوْنَ الخ نازل ہوئی۔ (اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ) مگر یہ کہ اللہ
چاہے ای الا ان یشاء اللہ تعالیٰ مشیئتکم فمشیئتکم بسبب مشیئة اللہ تعالیٰ
یعنی مگر یہ کہ اللہ چاہے کہ تم حق پر استقامت رکھو اس لیے کہ تمہاری مشیئت اللہ تعالیٰ
کی مشیئت کے سبب کے ساتھ ہے یعنی اگر اللہ چاہے تو تم چاہو گے کہ اسباب و افعال
کا خالق بھی اللہ ہی ہے اگر وہ سبب پیدا نہ کرے تو تم کیونکر چاہو۔ تو جس کے لیے اللہ
چاہے تو یہ اس پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ (رب العالمین) جو جہانوں
کا پروردگار ہے ای مالک الخلق ومربیهم اجمعین۔ یعنی تمام مخلوقات کا مالک
و بادشاہ اور سب کو پالنے والے اور درجہ کمال کو پہنچانے والا اور نفع عطا فرمانے والا
تو جو استقامت کا طلب گار ہو تو وہ اللہ ہی کی طرف رجوع لائے کہ اس کے فضل کے
بغیر استقامت حاصل نہیں ہوتی۔

الحمد للہ آج ۳ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ سورۂ کورت کی تفسیر ہوئی
بمطابق ۱۳ جون ۱۹۹۴ء

سورۃ الانفطار مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ انیس آیات۔ اسی کلمات اور تین سو تیئس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ انفطار پ ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝	جب آسمان پھٹ پڑے
وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝	اور جب تارے جھڑ پڑیں۔
وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝	اور جب سمندر بہا دیے جائیں
وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝	اور جب قبریں کریدی جائیں۔
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝	ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝	اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔
الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝	جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار بنایا۔
فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝	جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔
كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝	کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔
وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝	اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔
كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝	معزز لکھنے والے۔
يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝	جانتے ہیں جو کچھ تم کرو
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝	بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔
وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝	اور بیشک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔
يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝	انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔
وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝	اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔
وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝	اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۔

پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔ جس دن کوئی جان کسی جان کا اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

حل لغات سورۃ انفطار پ ۳۰

اذا۔جب	السماء۔آسمان	انفطرت۔پھٹ جائیگا	و۔اور
اذا۔جب	الکواکب۔ستارے	انتثرت۔جھڑ پڑیں گے	و۔اور
اذا۔جب	البحار۔سمندر	فجرت۔بہادیے جائیں گے	و۔اور
اذا۔جب	القبور۔قبریں	بعثرت۔کریدی جائیں	علمت۔جان لے گا
نفس۔ہر آدمی	ما۔جو اس نے	قدمت۔آگے بھیجا	و۔اور
اخرت۔پیچھے چھوڑا	یاایہا۔اے	الانسان۔انسان	ما۔کس چیز نے
غر۔دھوکہ دیا	ک۔تجھ کو	بربک۔تیرے رب	الکریم۔کریم کے متعلق
الذی۔جس نے	خلقک۔پیدا کیا تجھ کو	فسوٰئک۔پھر درست کیا	فعدلک۔پھر برابر کیا
فی۔بیچ	ای۔جس	صورۃ۔صورت کے	ما۔جو
شاء۔چاہا	رکبک۔تجھ کو بنادیا	کلا۔ہرگز نہیں	بل۔بلکہ
تکذبون۔تم جھٹلاتے ہو	بالدین۔قیامت کو	و۔اور	ان۔بیشک
علیکم۔تم پر	لحفظین۔کچھ محافظ ہیں	کراما۔بزرگ	کاتبین۔لکھنے والے
یعلمون۔جانتے ہیں	ما۔جو	تفعلون۔تم کرتے ہو	ان۔بیشک
الابرار۔نیک لوگ	لفی۔یقینا	نعیم۔نعمتوں میں ہیں	و۔اور
ان۔بیشک	الفجار۔بدکار	لفی۔یقینا	جحیم۔جہنم میں ہیں
یصلونہا۔داخل ہوں گے اس میں		یوم۔دن	الدین۔انصاف کے
و۔اور	ما۔نہیں	ھو۔وہ	عنہا۔اس سے
بغائبین۔غائب ہونیوالے	و۔اور	ما۔کیا	ادرٰک۔جانے تو
ما۔کیا ہے	یوم۔دن	الدین۔انصاف کا	ثم۔پھر
ما۔کیا	ادرٰک۔جانے تو	ما۔کیا ہے	یوم۔دن
الدین۔انصاف کا	یومئذ۔دن	لا۔نہ	تملک۔اختیار رکھے گا

نفس کوئی آدمی لنفس کسی کا ہوسکے لیے شیئا کچھ بھی و الامر
الامر حکم یومئذ اس دن للہ اللہ کا ہوگا۔

سورۃ الانفطار

سورت الانفطار بالاتفاق مکی ہے اس میں ایک رکوع اور انیس ۱۹ آیات ہیں اس کا نام سورت انفطرت اور سورۃ المنفطرۃ بھی ہے اور پچھلی سورت کے مضمون سے اس کی مناسبت خود بخود واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اول سورہ انفطار پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۰ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۰ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۰ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۰ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۰

جب آسمان پھٹ پڑے۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب سمندر بہا دیئے جائیں اور جب قبریں کریدی جائیں ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

(اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۰) جب آسمان پھٹ پڑے

ای انشقت لنزول الملائکۃ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا تاکہ وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے یوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ تنزیلا۔ جس روز آسمان پھٹ جائے گا بادلوں سے اور فرشتے اتارے جائیں گے پوری طرح۔

(واذا الکواکب انتثرت ۰) اور جب تارے جھڑ پڑیں۔

أی تساقطت متفرقۃ وھو استعارۃ لازالتھا حیث شبھت بجواھر قطع سلکھا۔ یعنی بکھر کر گر پڑیں گے اور اس میں استعارہ (تشبیہ) ہے کہ وہ زائل ہو جائیں گے اس ہار کی ڈوری کے ٹوٹنے سے موتی بکھر جاتے ہیں۔

بہا دیئے جائیں۔

(وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ٥) اور جب سمندر بہا دیئے جائیں۔ ای فتحت وشققت جوانبها فزال مابينهما من البرزخ واختلط العذب بالاجاج وصارت بحرا واحدا۔ یعنی ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے اطراف پھٹ جائیں گے (پھاڑ دیئے جائیں گے) تو ان کے درمیان جو برزخ (پردہ، اوٹ۔ فاصلہ) ہے وہ زائل ہو جائے گا اور شیریں پانی شور (کڑوے) پانی سے مل جائے گا اور ایک سمندر رہی ہو جائے گا۔

(وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ٥) اور جب قبریں کریدی جائیں۔ قلب ترابها الذی حثی علی موتاها وانیل واخرج من دفن فیها۔ یعنی جب قبروں کی مٹی الٹ پلٹ کی جائے گی جو مردوں پر پڑی ہو گی۔ اسے دور کر کے اس میں جو دفن کئے گئے تھے نکالے جائیں گے۔ ایک قول ہے قبروں میں مردے جو پیوند خاک ہو چکے ہوں گے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ بعثرت کے معنی ہیں تبدیل التراب مٹی کا الٹ پلٹ کرنا یا کریدنا اکھاڑنے یا نکالنے کے لیے۔ اس شئے کو جو اس کے اندر یا نیچے ہو۔

(عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ٥) ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے۔

یہ جواب "اِذَا" ہے لیکن یہ علم بوقت بعث نہیں بلکہ صحیفوں کے نشر ہونے پر ہو گا۔ اگرچہ ایک ہی زمانہ ہے جس کی ابتدا نفخۂ اولیٰ سے ہو گی والمراد ما اسلف من عمل خیر او شر واخر من سنة حسنة او سیئة یعمل بها بعده قاله ابن عباس وابن مسعود اور اس سے مُراد ہے جو بھلائی اور برائی کے کام اس نے پہلے کیے اور جو اچھا طریقہ (سنت نبوی سے) یا بُرا طریقہ (بدعت سیئہ) اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا یہ ابن عباس اور ابو مسعود سے مروی ہے۔ قتادہ سے منقول ہے ما قدم من معصیة واخر من طاعة یعنی جو کچھ گناہوں اور نافرمانیوں کا ارتکاب پہلے کیا۔ اور فرمان برادی کے کام پیچھے چھوڑے ایک قول ہے جو آگے بھیجا سے اس سے مراد زکوٰۃ وصدقات وغیرہ ہیں اور جو پیچھے چھوڑا اُس سے مُراد میراث وترکہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ	اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا
الْكَرِيْمِ ٥ الَّذِیْ خَلَقَكَ	اپنے کرم والے رب سے جس نے تجھے

فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔ اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

(یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝) اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

کلبی کا قول ہے کہ یہ آیت اسید بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے ہودگی اور گستاخی کی اور اللہ نے اس کی فوری گرفت نہ فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ کس چیز نے تمہیں اس کی خلاف ورزی پر فریب دیا اور جرأت دلائی کیا اس کی کریمی یا اس کے عفو و درگزر نے۔ ای شیء خدعك وجراك علی عصیانه تعالٰی وارتکاب ما لا یلیق بشانه عز شانه۔ یعنی تمہیں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا اور تجھے دیدہ دلیر کیا کہ تو حق سبحانہٗ وتعالٰی کی نافرمانی و معصیت کرے اور ان امور کا ارتکاب کرے جو حق سبحانہٗ وتعالٰی کی شان کے لائق نہیں۔

الکریم صفت باری تعالٰی ہے اور اس سے کفر و ناشکری کی تردید ہو رہی ہے تو اللہ کے کرم کے پیش نظر لازم تو شکر گزاری اور نافرمانی سے پرہیز ہے اور اس کا حق پہچاننا ہے نہ یہ کہ اس کی نرمی پر تکیہ کرلے اور معصیت کے کاموں میں دیدہ دلیر ہو جائے اگرچہ اس کی سنت تو یہی ہے کہ فوری پکڑ نہیں فرماتا اور ڈھیل دیتا ہے لیکن جب پکڑ فرماتا ہے تو اس کی پکڑ بڑی شدید ہے جیسا کہ ارشاد عالی ہے ان بطش ربك لشدید۔ علماء کا قول ہے کہ اے انسان تجھے کس امر نے اللہ سے دور کر دیا اور کس شئے نے تجھے فریب نفس میں مبتلا کر دیا۔ بعض صالحین اور عارفین کا قول ہے کہ اس میں گناہ گاروں کے لیے جواب کی صورت ہے کہ جب اللہ ایسا فرمائے گا تو ہم کہہ دیں گے غَرَّنَا كَرَمُ الْكَرِیْمِ کہ کریم کے کرم نے ہمیں فریب میں ڈال دیا۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۝) جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک بنایا

پھر ہموار فرمایا۔ ای الذی خلق الانسان من تراب اوّلا

یہ ربک کی دوسری صفت کا بیان ہے ثم خلق من نطفۃ یعنی اللہ نے انسان کو پہلے مٹی سے پھر نطفہ سے تخلیق کیا ثم جعل الاعضاء سویۃ سلیمۃ پھر آدمی کو سالم الاعضا بنایا یعنی اس کے اعضا کو درست بنایا تاکہ وہ ان سے کام لے سکے۔ ثم میزلہ معتدلا پھر تمہاری بدنی بناوٹ کو معتدل اور متوازن بنایا اور ان میں مناسبت و موافقت پیدا کی۔

(فِیْۤ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؀) جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

یہ ربک کی تیسری صفت کا بیان ہے ای رکبک و وضعک فی ای صورۃ اقتضتھا مشیتہ تعالیٰ وحکمتہ جل وعلا من الصور المختلفۃ فی الطول والقصر ومراتب الحسن یعنی تجھے ترکیب دیا اور تجھے جس صورت پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت وحکمت کا اقتضاء ہوا مختلف صورتوں میں سے لمبائی اور ٹھگنا پن اور حسن وجمال کے مراتب کے اعتبار سے خوبرو یا کم رو، گورا چٹا یا کالا و سیاہ بنایا۔

(كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ؀) کوئی نہیں بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو۔

ردع عن الاغترار بکرم اللہ تعالیٰ یہ حرف ردع (کلا) حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان کریمی سے دھوکہ میں مبتلا ہونے پر انتباہ ہے۔

ای لیس الامر کما تزعمون نفی البعث والنشور ثم قیل لا تتبینون بھذا البیان بل تکذبون۔ یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح کہ بعث ونشور (قیامت میں جی اٹھنے وغیرہ) کا انکار کر کے تم گمان رکھتے ہو پھر ارشاد ہے کہ کیا تمہیں اس بیان سے وضاحت نہیں ہوتی بلکہ تم الٹا جھٹلاتے ہو۔ یعنی معصیت کے ساتھ تکذیب بھی کرتے ہو تو تمہیں کرم ربانی پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔

(وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ؀) اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں۔

ای تکذبون بالجزاء والحال ان علیکم من قبلنا لحافظین لاعمالکم یعنی تم جزاء وسزا (روز انصاف) کو جھٹلاتے ہو حالانکہ ہم نے پہلے ہی سے تمہارے اعمال کی نگہبانی کرنے والے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔

(كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ؀) معزز لکھنے والے

ای لدینا یعنی وہ فرشتے ہمارے نزدیک عزت واکرام والے ہیں اور تمہارے ہر اعمال واقوال وافعال کے لکھنے پر مقرر ہیں۔

(یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝) معزز لکھنے والے

من الافعال قلیلا کان او کثیرا ویضبطونہ نقیرا وقطمیرا افعال و اعمال ہیں سے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ خوب جانتے ہیں اور اسے ضبط تحریر میں (محفوظ) رکھتے ہیں خواہ تل بھر ہو یا تنکا چھلکا جتنا۔ یعنی ان فرشتوں (کراماً کاتبین) سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ خواہ نیکی ہو یا برائی و بدی۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَاِنَّ	بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں
الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَّصْلَوْنَهَا	اور بے شک بدکار ضرور دوزخ
یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا	میں جائیں گے اور اس سے کہیں
بِغَآئِبِیْنَ ۝	چھپ نہ سکیں گے۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝) بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

ای فی الجنۃ یعنی جنت میں ہوں گے۔ ابرار اس لیے فرمایا کہ نیکوکار تھے اور اخلاق رزیلہ اور عقائدِ باطلہ سے بچتے رہے۔

(وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝) اور بے شک بدکار دوزخ میں ہیں۔

فُجَّار ابرار کے مقابل یا ضد ہے اور فجور کے معنی ہیں پھاڑنا اور مفہوم یہ ہے کہ کفر و معصیت اور گناہ کے کام کرنا تو ایسے لوگ یعنی کفار ضرور جہنم میں داخل ہوں گے یہ اور اوپر والی آیت دونوں "علمت نفس ما قدمت واخرت" کی صراحت ہے یعنی ہر شخص سزا و جزا سے اپنے بارے میں خوب جان لے گا۔

(یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝) انصاف کے دن اس میں جائیں گے۔

ای یوم الجزاء الذی کانوا یکذبون بہ استقلالا۔ یعنی وہ لوگ جو یوم الدین کے مستقل منکر تھے اور جزاء و سزا پر کوئی ایمان نہیں رکھتے تھے وہ اس روز جہنم میں داخل ہوں گے مراد کفار ہیں۔ اور یہ داخلہ ان کے کفر و معصیت کا نتیجہ ہوگا۔

(وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ۝) اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

طرفۃ عین فان المراد استمرار النفی لا نفی الاستمرار وھو

الدلالة على سرمدية العذاب كقوله تعالى وما هم بخارجين منها في الدلالة على سرمدية العذاب وما كانوا غائبين عنها قبل ذلك بالكلية بل كانوا يجدون سمومها في قبورهم حسبما قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار على ان غائبين من حكاية الحال الماضية۔

ایک آن کے لیے بھی کیونکہ نفی سے مراد استمرار کی نفی نہیں بلکہ استمرار سے ہے اور جیساکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قول ہے کہ وہ (کفار) دوزخ سے ہرگز نہ نکلیں گے۔ (کبھی بھی نہ نکلیں گے) اور یہ سرمدی (دوامی) عذاب پر دلالت کرتا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ کے حصار ودائرہ سے کبھی بھی نہ نکل سکیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے دوزخ سے بالکلیہ چھپے ہوئے نہ تھے بلکہ اپنی قبروں میں دوزخ کی گرم لو انہیں پہنچتی تھی جیساکہ اس کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں ایک گڑھا تو ان کا دوزخ سے چھپا ہوا نہ ہونا گویا ان کفار کے ماضی کے حال کی حکایت ہے۔

(وَمَا أَدْرٰىكَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝) اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن

تفخیم شان یوم الدین الذی یکذبون به یوم الدین (یعنی بدلے یا انصاف کا دن) کی عظمت وہیبت کا اظہار ہے جس کو کافر لوگ جھٹلاتے تھے۔ یعنی تمہیں اس دن کی شدت وہیبت، عسرت ومصیبت کا ادراک نہیں۔ درحقیقت یہ خطاب کفار سے ہے گو مخاطب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(ثُمَّ مَا أَدْرٰىكَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝) پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن
یہ جملہ مکرر یوم الدین کی فخامت وعظمت کے لیے مؤکد ہے۔

(يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ) جس دن کوئی جان کسی جان کا کچھ اختیار نہ رکھے گی۔

يَوْمُ يصلونها يوم الدين میں یوم الدین سے بدل ہے اور یوم الدین

کی اجمالی شان کا بیان ہے یعنی وہ دن جس دن کوئی کافر کسی کافر کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ مقاتل کا قول ہے کہ "نفس" سے مراد کافر ہے جبکہ اللہ کی مہربانی سے مومن مومنوں کے شفیع مددگار ہوں گے جیسا کہ احادیث میں بکثرت وارد ہے اور شفاعت کی اجازت صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور شفاعت کا اذن تملیک نہیں بلکہ اعزاز و کرم شرف و عزت ہے۔

(وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾) اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے۔

ای الامر لہ تعالیٰ لا لغیرہ سبحانہ یعنی اس دن بھی اللہ ہی کا ملک ہے (بادشاہی ہے) اور اسی وحدہٗ لاشریک الملک المطاع کا حکم ہوگا اور کسی دوسرے کا حکم نہ ہوگا برخلاف دنیا کے کہ لوگ عارضی مالک بنائے گئے تھے اور ان کا حکم چلتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا ہو یا آخرت حکم صرف اسی حاکم حقیقی ہی کا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ الملک الحق اجمعین ۝ قتادہ کا قول ہے ای لیس ثم احد یقضی شیئا ولا یصنع شیئا غیر رب العالمین۔ یعنی پھر کوئی ایسا نہ ہوگا کہ کسی شئے کا فیصلہ کر سکے اور نہ ہی کوئی شئے بنا سکے سوائے جہانوں کے پروردگار جو وحدہٗ لاشریک ہے۔

الحمد للہ آج سورت الانفطار کی تفسیر مکمل ہوئی

۶، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۶، جون ۱۹۹۴ء

سورۃ التطفیف مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع چھتیس آیات ایک سو انہتر کلمات اور سات سو تیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ تطفیف پ ۳۰

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝	کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔
الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝	وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں تو پورا لیں۔
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝	اور جب انہیں ماپ تول کر دیں تو کم دیں۔
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝	کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝	ایک عظمت والے دن کے لیے۔
يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝	جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝	بیشک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝	اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝	وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝	جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝	اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گنہگار
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝	جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔
كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝	کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝	ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝
پھر بیشک انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝
پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے

كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝
ہاں ہاں بیشک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝
اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝
وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝
کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝
بیشک نکوکار ضرور چین میں ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝
تختوں پر دیکھتے ہیں۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝
تو ان کے چہروں پر چین کی تازگی پہچانے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝
نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ۝
اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝
اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝
وہ چشمہ جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝
بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝
اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝
اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝
اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

وَمَاۤ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝
اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ
تو آج ایمان والے کافروں سے ہنستے ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ — تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ — کیوں کچھ بدلہ ملا کافروں کو اپنے کیے کا۔

حل لغات سورۃ تطفیف پ ۳۰

ویل۔ خرابی ہے — للمطففین۔ واسطے کم تولنے والوں کے — الذین۔ وہ کہ
اذا۔ جب — اکتالوا۔ ماپ کر لیتے ہیں — علی۔ اوپر — الناس۔ لوگوں کے
یستوفون۔ تو پورا لیتے ہیں — و۔ اور — اذا۔ جب — کالو۔ ماپ کر دیتے ہیں
ھم۔ ان کو — او۔ یا — وزنو۔ تول کر دیتے ہیں — ھم۔ ان کو
یخسرون۔ تو کم دیتے ہیں — الا۔ کیا نہیں — یظن۔ یقین رکھتے — اولئک۔ یہ لوگ
انھم۔ کہ وہ — مبعوثون۔ اٹھائے جائینگے — لیوم۔ واسطے دن — عظیم۔ بڑے کے
یوم۔ جس دن — یقوم۔ کھڑے ہونگے — الناس۔ لوگ — لرب۔ واسطے رب
العلمین۔ جہانوں کے — کلا۔ ہرگز نہیں — ان۔ بیشک — کتب۔ لکھت
الفجار۔ بدکاروں کی — لفی۔ یقینا بیچ — سجین۔ سجین کے ہے — و۔ اور
ما۔ کیا — ادراک۔ جانے — لک۔ تو — ما۔ کیا ہے
سجین۔ سجین — کتب۔ لکھت ہے — مرقوم۔ مہر شدہ — ویل۔ خرابی ہے
یومئذ۔ اس دن — للمکذبین۔ جھٹلانے والوں کے لیے — الذین۔ وہ جو
یکذبون۔ جھٹلاتے ہیں — بیوم۔ دن — الدین۔ قیامت کو — و۔ اور
ما۔ نہیں — یکذب۔ جھٹلائیگا — بہ۔ اس کو — الا۔ مگر
کل۔ ہر ایک — معتد۔ حد سے گزرنے والا — اثیم۔ گنہگار — اذا۔ جب
تتلی۔ پڑھی جاتی ہیں — علیہ۔ اس پر — ایتنا۔ ہماری آیتیں — قال۔ کہتا ہے
اساطیر۔ کہانیاں ہیں — الاولین۔ پہلوں کی — کلا۔ ہرگز نہیں — بل۔ بلکہ
ران۔ زنگ ہے — علی۔ اوپر — قلوبھم۔ انکے دلوں پر — ما۔ جو
کانوا۔ تھے وہ — یکسبون۔ کماتے — کلا۔ ہرگز نہیں — انھم۔ بیشک وہ
عن ربھم۔ اپنے رب سے — یومئذ۔ اس دن — لمحجوبون۔ پردہ کر دیئے جائینگے — ثم۔ پھر
انھم۔ بیشک وہ — لصالوا۔ داخل ہونیوالے ہیں — الجحیم۔ دوزخ میں — ثم۔ پھر

یقال۔ کہا جائیگا	ھذا۔ یہ	الذی۔ وہ ہے	کنتم۔ تم
بہ۔ اسکو	تکذبون۔ جھٹلاتے	کلا۔ ہرگز نہیں	ان۔ بیشک
کتب۔ نوشتہ	الابرار۔ نیکوں کی	لفی۔ بیچ	علیین۔ علیین کے ہے
و۔ اور	ما۔ کیا	ادرا۔ جانے	ک۔ تو
ما۔ کیا ہے	علیون۔ علیین	کتب۔ کتاب ہے	مرقوم۔ مہر شدہ
یشھدہ۔ حاضر ہونگے	ہ۔ اسکو	المقربون۔ مقرب لوگ	ان۔ بیشک
الابرار۔ نیک لوگ	لفی۔ بیچ	نعیم۔ نعمتوں کے ہونگے	علی۔ اوپر
الارائک۔ تختوں کے	ینظرون۔ دیکھتے ہونگے	تعرف۔ پہچانے گا تو	فی۔ بیچ
وجوھھم۔ انکے چہروں کے	نضرۃ۔ تازگی ہوگی	النعیم۔ نعمتوں کی	یسقون۔ پلائے جائینگے
من رحیق۔ صاف شراب	مختوم۔ مہر کی گئی	ختمہ۔ اسکی مہر	مسک۔ کستوری ہوگی
و۔ اور	فی۔ بیچ	ذلک۔ اس کے	فلیتنافس۔ چاہیئے کہ
لالچ کریں	المتنافسون۔ لالچ کرنے والے		و۔ اور
مزاجہ۔ ملونی اسکی	من تسنیم۔ تسنیم کی ہوگی	عینا۔ ایک چشمہ ہے	یشرب۔ پئیں گے
بہا۔ اس سے	المقربون۔ مقرب لوگ	ان۔ بیشک	الذین۔ وہ جو
اجرموا۔ مجرم ہیں	کانوا۔ وہ تھے	من الذین۔ ان سے	آمنوا۔ جو مومن ہیں
یضحکون۔ ہنستے	و۔ اور	اذا۔ جب	مروا۔ گذرتے ہیں
بہم۔ ان کے پاس سے تو	یتغامزون۔ اشارہ کرتے	و۔ اور	اذا۔ جب
انقلبوا۔ پھرتے	الی۔ طرف	اھلھم۔ اپنے گھر والوں کی	انقلبوا۔ پھرتے ہیں
فکھین۔ خوش ہوکر	و۔ اور	اذا۔ جب	راو۔ دیکھتے ہیں
ھم۔ ان کو	قالوا۔ کہتے ہیں	ان۔ بیشک	ھؤلاء۔ یہ لوگ
لضالون۔ گمراہ ہیں	و۔ اور	ما۔ نہ	ارسلوا۔ بھیجے گئے
علیھم۔ ان پر	حفظین۔ نگران	فالیوم۔ تو آج	الذین۔ وہ جو
آمنوا۔ مومن ہیں	من الکفار۔ کفار سے	یضحکون۔ ہنسیں گے	علی۔ اوپر
الارائک۔ تختوں کے	ینظرون۔ دیکھتے ہونگے	ھل۔ کیا	ثوب۔ بدلہ دیے گئے
الکفار۔ کافر	ما۔ جو	کانوا۔ تھے وہ	یفعلون۔ کرتے۔

سورت التطفیف

اس سورہ مبارکہ کو سورۃ المطففین بھی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی عبداللہ ابن مسعود اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مکی ہے جبکہ حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے اور سدی کا بھی یہی قول ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کی کنیت ابا جہینہ تھی اس کے پاس دو پیمانے تھے وہ پورے پیمانے سے خریدتا یا لیتا تھا اور ناقص پیمانے سے بیچتا یا دیتا تھا تو یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی اور ابن عباس سے جو روایات منقول ہیں تو ان میں سے ابن الضریس کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مکی سورتوں کے آخر میں جو سورت اتری وہ سورۃ المطففین ہے۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے ان سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں جو سورت سب سے اول نازل ہوئی وہ "ویل للمطففین" ہے اور اس کی اس روایت سے تائید ہوتی ہے جیسے نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ اور دیگر اصحاب نے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ ناپ تول میں بہت ہی کمی کرتے تھے تو اللہ نے "ویل للمطففین" نازل فرمائی فاحسنوا الکیل تو اس کے بعد انہوں نے اپنا ناپ تول خوب درست کر لیا۔ اور ابن عباس ہی سے اور قتادہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے سوائے ان آٹھ آیتوں کے جو سورت کے آخر میں ہیں ان الذین اجرموا الخ اور ایک قول ہے کہ یہ سوائے ابتدائی سات آیات کے یہ سورت مدنی ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی اور نہ ہی مکی ہے اور نہ ہی مدنی ہے اور یہ دونوں کے درمیان واسطہ ہے اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل مدینہ کی اصلاح فرما دے پیشتر اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوں اس کی آیات چھتیس ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اس سورت اور اس سے پہلی سورت میں مناسبت یہ ہے کہ اُس میں حق بیان

وتعالیٰ نے سعداء اور اشقیاء کے ذکر سے قبل یوم الجزاء کا ذکر کیا ہے اور اس کی لمنا مست عظمت وہیبت کا بیان ہے اور اس سورت میں بعض نافرمانوں کی بدعملیوں پر دھمکی ہے جو ان سے صادر ہوئیں جیسے ماپ تول میں کمی اور یونہی مذکورہ مکذبین اور اشقیاء کے حال کی تشریح ہے امام سیوطی کے نزدیک ان سورتوں میں احوال قیامت کا ذکر بالترتیب ہے سورت الانفطار کے آخر میں موقف اور کراما کاتبین کے اور اس سورت میں اس کے قیام کی مناسبت اس آیت سے واضح ہے یوم یقوم الناس لرب العلمین۔ اور اس کے بعد اہل نعیم و اہل جحیم کے ٹھکانوں وغیرہ کی تفصیل ہے جو وحدت مناسبت مضمون پر دلالت کر رہی ہے۔ اہل اور نعیم وجحیم کا تذکرہ ہے

مختصر تفسیر سورہ التطفیف رکوع اوّل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔ وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں۔ کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اُٹھنا ہے۔ ایک عظمت والے دن کے لیے جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

(وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝) کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔

ویل کے بارے میں مختلف اقوال یہ ہیں۔

۱۔ الویل شدت الشر ویل کا مطلب سخت خرابی

۲۔ الحزن والھلاک پریشانی اور ہلاکت

۳۔ العذاب الالیم دردناک عذاب

۴۔ انہ واد فی جھنم ویل جہنم میں ایک وادی ہے

۵۔ انه جبل فی جهنم ویل جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔

۶۔ ویل جہنم کا ایک کنواں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ویل ہے یعنی خرابی ہلاکت ہے اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور تطفیف کے معنی ہیں البخس فی الکیل والوزن ماپ تول میں گھٹانا۔

(اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝) وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں۔

صفة مخصصة للمطففین الذین نزلت فیهم الآیة او صفة کاشفة لحالهم۔ الذین موصولہ ہے یعنی وہ تولنے والے۔ جس کے بارے میں یہ آیت اُتری ان کی خصوصی صفت یہ ہے یا یہ صفت کہ جب دوسروں سے ماپ لیں تو پورا لیں ان کے کیفیت حالت کو کھولنے والی ہے۔ ای اذا اخذوا من الناس اخذوا بحکم الشراء و نحوہ کیلا یاخذونه وافیا وافرا یعنی جب دوسرے لوگوں سے لیں جیسا کہ خرید و فروخت کے ضابطہ وغیرہ کا مقتضیٰ ہے تو ان سے پورا اور زیادہ تول لیں اور وصول کریں۔

(وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝) اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں۔

ای اذا کالوا لهم او وزنوا لهم للبیع ینقصون یعنی جب لوگوں کو ماپ تول کر دیں تو گھٹائیں۔ یُخْسِرُوْنَ کے معنی ہیں خسر الوزن وزن کا کم کر دینا یعنی ماپ تول میں کمی بیشی کرنا ہی تطفیف ہے اور یہی موجب عذاب ہے جس پر ویل کی وعید ہے۔ یہ مطففین کی دوسری صفت و حالت ہے۔

(اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝) کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے۔

ای الا یظن اولئك الموصوفون بذلك الوصف الشنیع الهائل انهم مبعوثون۔ یعنی کیا وہ لوگ جو بری اور برباد و ہلاک کرنے والی صفت و حالت کے ساتھ متصف ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ نہ اٹھائے جائیں گے

استفہام انکاری ہے اور استئناف کلام وارد ہے اور مطففین کی حالت پر تعجب اور زجر ہے کہ اگر وہ یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے روز باز پرس ہوگی تو وہ تطفیف کا ارتکاب نہ کرتے۔

لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝) ایک عظمت والے دن کے لیے

عظیم (بڑائی عظمت) یوم (دن) کی صفت ہے اور لام تعلیل کا ہے جس کا مطلب ہے ای لحساب یعنی حساب کے لیے مراد روز قیامت ہے جس میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ جس دن سب لوگ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

ای لحکمه تعالیٰ وقضائہ عزوجل۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ کے لیے یَوْمَ يَقُومُ سے بدل ہے یعنی جب لوگ موقف میں ہوں گے۔ اور یقوم الناس رب العلمین کا مطلب ہے روز قیامت قبروں سے اٹھیں گے اور پیشی ہوگی۔ امام بیہقی نے اس آئت کے تحت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز لوگ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حشر کے روز لوگوں اس قدر پسینہ آئے گا۔ کہ زمین کے اندر ستر گز (ہاتھ) تک پہنچے گا اور کانوں تک پسینہ کی لگام ہوگی۔ یہ حالت کفار کی ہوگی۔ لیکن مومن اس حال میں مبتلا نہ ہوں گے ان کے لیے یہ طویل دن نماز عصر سے نماز مغرب کے درمیانی وقت کے برابر ہوگا اور وہ ابر کے سایہ تلے سونے کی کرسیوں پر ہوں گے اور اہل ایمان نہ ہی بے پردہ ہوں گے اور نہ ہی سورج کی گرمی سے متاثر ہوں گے ابن المبارک نے حضرت سلمان فارسی سے یہی نقل کیا ہے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ جب وہ کسی خرید و فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے اتق اللہ تعالیٰ واوف الکیل فان المطففین یوقفون یوم القیامۃ لعظمۃ الرحمٰن حتی ان العرق لیلجمھم۔ اللہ سے ڈرو اور پورا پورا تولو بے شک کم ناپ تول کرنے والے قیامت کے روز حساب فہمی کے لیے عزت وعظمت والے پروردگار کے حضور پیشی کے لیے کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ انہیں لگام دے گا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا صفت ربوبیت سے ذکر فرمانا (لرب العلمین) اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ تطفیف (کم ناپ تول) بہت بڑا گناہ اور ہلاکت آفرین برائی ہے اور عدل کے قانون

سے کھلا مار رہا ہے کہ جس کے ساتھ زمین و آسمان قائم ہیں۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔ وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اُسے نہ جھٹلائے گا مگر ہر سرکش گناہ گار۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

(كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝) بے شک کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین ہے۔

(كَلَّآ) بے شک۔ ردع عما كانوا عليه من التطفيف والغفلة من البعث والحساب: کم ناپ تول کرنے والوں اور بعثت وحساب کی فکر سے غافلوں کے لیے تنبیہ اور بازداشت ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ پچھلے آنے والے کلام کا ابتدائیہ اور رابطہ ہے اور حقاً کے معنوں میں ہے یعنی جو کچھ اس سے آگے کہا جا رہا ہے وہ بلا شبہ حق ہے۔

(اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝) کافروں کی لکھت سب سے نیچی جگہ سجین ہے۔ یہ حرف ردع (كَلَّآ) کی تعلیل ہے۔ اور کتاب بمعنی مکتوب ہے اى ما يكتب من الاعمال الفجار لفى سجين یعنی جو کچھ برے اعمال میں سے لکھا گیا ہے وہ تحریر یا اعمالنامے وہ سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور ایک قول ہے کہ کتاب مصدر ہے اور الکتابت (تحریر) کے معنوں میں ہے (یعنی نوشتے) اور فُجّار سے مُراد یہاں کفار ہیں جیسا کہ ابو حیان سے منقول ہے لیکن اکثر کے نزدیک مُراد مطففین (کم ناپ تول کرنے والے) ہیں اگر عمومی معنی فسق یعنی برائیوں کے مرتکب کے ہیں۔ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک جگہ ہے جو ابلیس اور اس کے لشکروں کا ٹھکانہ ہے۔

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ؁) اور تو کیا جانے سجین کیسی ہے۔

استفہام سجین کی ہیبت و ہولناکی کے اظہار کے لیے ہے زجاج کا قول ہے کہ سجین کو نہ تم جانتے ہو اور نہ ہی تمہاری قوم۔ سِجِّيْن سِجْنٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سخت قید و بند قاموس میں ہے کہ سجین اس جگہ کا نام ہے جہاں کفار کے اعمال نامہ کی کتاب ہے۔ حکیم ترمذی کا قول ہے کہ کافروں کی روحوں کا مقام سجین ہے۔ بغوی کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجین سات زمینوں کے نیچے ہیں۔ کلبی نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ ساتویں زمین کے نیچے ایک سبز پتھر ہے اس کے نیچے کفار کے اعمالنامے کی کتاب رکھی ہوئی ہے اس جگہ کو سجین کہتے ہیں بغوی کا ایک قول ہے کہ سجین جہنم میں ہے اور جہنم ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔

(كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؁) وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔

یا تو یہ کتاب الفجار کی توضیح ہے یا سجین کی تشریح ہے۔ ابن عباس اور ضحاک کا قول ہے مرقوم مختوم بلغۃ حمیر کہ یمن کے قبائیل حمیر کی لغت میں مرقوم کے معنی مہر زدہ واضح مفہوم یہ ہے ای مثبت کالرقوم مہر کی مانند ثبت تحریر ہے لا یبلی ولا یمحی جو نہ مٹ سکتی ہے اور نہ ہی بدل سکتی ہے۔ بیضاوی کا قول ہے کہ یہ سجین کی تشریح ہے اس لیے کہ کتاب سخت قید و بند (سجین) کی علت و سبب ہے اور جملہ اصل میں یوں ہے ما کتاب سجین اور اس میں کتاب کا لفظ محذوف ہے لیکن معنی دے رہا ہے کہ وہ کتاب سجین کتابٌ مَّرْقُوْمٌ ہے۔

(وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ؁) اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

یہ قول باری تعالیٰ یوم یقوم الناس لرب العلمین کے متصل ہے یعنی اس روز حق کو جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

(الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ؁) جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔

یہ مکذبین کی صفت ذمیمہ ہے یا پھر مکذبین سے بدل ہے اور ان کی مذمت ہے یعنی وہ لوگ جو روز جزا کے منکر ہیں ان کے لیے اس روز ویل (ہلاکت ہے)

(وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ؁) اور اسے نہ جھٹلائے گا مگر

سرکش گنہگار۔

[illegible] من الاعتداء [illegible]

ای وما یکذب به [illegible] اور اس حد سے بڑھنے والا

عال فی التقلید [illegible] محسوس ہو نظری سے [illegible] کر حقائق نظری کے [illegible]

کے دن کو نہیں جھٹلاتا مگر ہر منکر لے والا ہو یہاں تک کہ [illegible]

کی کورانہ تقلید و پیروی ہیں منکر [illegible] لے پر قادر نہ جانے اور انکار [illegible]

باوصف حق سبحانہ و تعالیٰ کو دوبارہ زندہ اٹھا لے [illegible] ہے اور اثیم کے معنی ہیں ایک کثیر

میں حدوں کو پھلانگ جانے [illegible] ہے مراد ہے الفانیۃ یعنی بکثرت بدی و گناہ

الآثام منہمک فی الشہوات المخدجۃ الفانیۃ لنفسانیہ میں ڈوبا ہوا ہو جن کی

ارتکاب کرنے والا جو ان فنا ہونے والی خواہشات نفسانیہ میں ڈوبا ہوا ہو جن کی تکمیل نہ ہو اور اس میں قبول خیر کی رغبت ہی مفقود ہو جائے اور وہ انکار پر اتر کر

اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

(اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا) الناطقۃ بذلک یعنی قرآن حکیم کی آیات جو حقیقت کا بیان ہیں۔

(قال) من فرط جهله واعراضه عن الحق الذی لا محید منه تو اپنی انتہائی جہالت اور دیدہ دانستہ ہٹ دھرمی اور حق سے انتہائی بے رو گردانی کی وجہ سے کہتا ہے۔

(اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝) ای هی حکایات الاولین یعنی پچھلے لوگوں کی کہانیاں۔ قاموس میں ہے اساطیر جمع اسطر کا ہے جس کے معنی ہیں بے ربط باتیں یا گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں یا قصے۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری جبکہ کلبی کا قول ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری جو معاندین حق کا سرغنہ تھا۔ اور اُسے مخالفت حق نے اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ کوئی دلیل اُسے قائل نہ کر سکتی۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

(کَلَّا) کوئی نہیں

ردع للمعتدی الاثیم من ذلک القول الباطل وتکذیب له فیہ
حد سے بڑھنے والے سخت گناہ گار کے لیے بازداشت ہے ان کے اس قول سے
کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں اور یہ قیامت کے دن کو سچا نہیں جانتے اور جھٹلاتے ہیں۔
بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ بلکہ ان کے دلوں پہ زنگ چڑھا دیا
ہے، ان کی کمائیوں نے۔

ران کے معنی ہیں زنگ یا کسی چیز کا غالب ہو جانا یا غلبہ کے ہیں اہل عرب بولتے ہیں
ران فیہ النوم ای رسخ فیہ اس میں نیند غالب آگئی یعنی اس میں چھا گئی۔ یا کہتے
ہیں رانت الخمر علی عقل شاربھا ای غلبت وان الغشی علی عقل المریض ای
غلب شراب نوش کی عقل پر شراب چڑھ گئی۔ ابو زید کا قول ہے یقال رین بالرجل برانت
بہ رینا اذا وقع فیما لا یستطیع منہ الخروج کسی آدمی کے ساتھ رین بولا کر مراد یہ
ہوتا ہے کہ اس پر یوں زنگ غالب آگیا کہ اب اس میں سے نکلنے (رہائی) کی اس میں
استطاعت نہیں۔ اور اس سے مراد گناہوں کی غالب محبت ہوتی ہے جس طرح شیشے پہ
سیاہی یا زنگ غالب آجاتا ہے کہ بدوں صیقل کے وہ اجلا ہی نہیں ہوتا۔ احمد، ترمذی،
حاکم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء
فان تاب ونزع واستغفر صقل قلبہ وان عاد زادت حتی تعلو قلبہ
فذلک الران الذی ذکر اللہ تعالیٰ فی القران کلا بل ران علی قلوبھم
ما کانوا یکسبون۔ بلاشبہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک
سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے (گناہ کے
کاموں سے الگ ہو جاتا ہے) اور بخشش کی التجا کرتا ہے تو اس کا دل روشن ہو جاتا
ہے) تو یہی وہ رین ہے (زنگ ہے) جس کا حق سبحانہ وتعالیٰ نے آیت کلا بل
ران علی قلوبھم الخ میں ذکر فرمایا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے ای غلب علیھا
ما استمروا علی اکتسابہ من الکفر والمعاصی حتی صار کالصدا فی المرآۃ۔ بکفر و
معاصی (بداعمالیاں) کی سیاہی ان لوگوں کے دلوں پر اس طرح غالب آگئی کہ وہ زنگ آلود

یا اندھے شیشے کی مانند ہو گئی یَکْسِبُوْنَ سے مراد کفار مکذبین کی بداعمالیاں اور سرکشی ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے محروم ہیں۔

(کَلَّا) ہاں ہاں ردع وزجر عن الکسب الرائن او بمعنی حقا زنگ چڑھانے والے گناہوں کے کرنے پر انتباہ اور سرزنش ہے یا یہ حرف ردع حَقًّا کے معنوں میں ہے مقاتل کا قول ہے کہ لایصدقون وہ تصدیق نہیں کرتے۔

(اِنَّهُمْ) بے شک وہ

ای ھؤلاء المکذبین یعنی یہ جھٹلانے والے کفار و فساق

(عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝) اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

لا یرونه سبحانه وھو عزوجل حاضر ناظر لھم بخلاف المومنین فالحجاب مجاز عن عدم الرؤیة لان المحجوب لایری ما حجب او الحجب المنع والکلام علی حذف مضاف ای عن رویة ربھم لممنوعون فلا یرونه سبحانه

وہ جھٹلانے والے کفار و فساق اس روز یعنی قیامت کے دن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو نہ دیکھیں گے حالانکہ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان کے لیے حاضر و ناظر ہوگا۔ برعکس اہل ایمان کے کہ وہ دیدار باری سے مشرف ہوں گے اور عدم رویت (محرومیٔ دیدار) سے مجاز ہے کیونکہ محجوب اسے نہیں دیکھتا جو حجاب ہو یا پھر حجاب مانع ہوگا اور کلام میں مضاف حذف ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ رویت باری سے ضرور روک دیئے جائیں گے تو وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو نہ دیکھیں گے جس طرح دنیا میں واضح اور روشن دلائل توحید کے باوصف توحید پر ایمان سے محروم رہے ایک قول ہے کہ ان کے کفر و معاصی حجاب بن جائیں گے اور وہ اسی وجہ سے محروم دیدار ہوں گے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لما حجب سبحانه قوما بالسخط دل علی ان قوما یرونه بالرضا جب وہ قوم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے ساتھ کفر و سرکشی کی وجہ سے دیدار باری سے محروم ہو گئی تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ جس قوم سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ راضی ہو گا وہ ضرور دیدار سے مشرف ہو گی۔ ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ رحمت باری سے محروم ہوں گے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ٥ پھر کہا جائے گا یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔

(ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ٥) پھر بے شک انہیں جہنم میں داخل ہونا
ای داخلون فیھا یعنی محرومی دیدار کے بعد وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے
(ثُمَّ يُقَالُ) پھر کہا جائے گا۔
تقریعا وتوبیخا من جھۃ الخزنۃ او اھل الجنۃ۔ کفار کے لیے زجر د توبیخ اور تہدید کے طور ارشاد ہے اور جہنم کے داروغے یا اہل جنت ان سے کہیں گے کہ یہی وہ عذاب جس کے تم دنیاوی زندگی میں منکر تھے۔
(هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تكذبون ٥) یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے۔
فذوقوا عذابہ تو اس عذاب کو چکھو

كَلَّا إِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّيْنَ ٥ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ٥ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ٥ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ٥

ہاں ہاں بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں

(كَلَّا) ہاں ہاں
ردع عن التکذیب تکذیب کرنے والوں کے لیے باز داشت اور تہدید ہے۔
(اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّيْنَ ٥) بے شک نیکوں کی لکھت سب سے اونچی محل علیین میں ہے۔
فراء کا قول ہے کہ علیین اسم ظرف مکان ہے جبکہ بعض کا قول ہے کہ یہ علو سے مشتق ہے اور صیغہ جمع ہے عِلّیٌ سے بر وزن فعیل جیسے سجین سجن سے علیین سے مراد سچے مومنین کے اعمال نامے یا ان کے اعمال کی تحریر و نوشتہ۔
ابو داؤد نے ابن عباس سے روائت کی ہے علیین سبز رنگ کے زمرد کی ایک لوح ہے جو عرش کے نیچے رکھی ہے۔ ایک قول ہے کہ علیین ایک نوشتہ ہے جس میں انسانوں اور جنوں کے اعمال مکتوب و مندرج ہوتے ہیں۔ عطاء کا قول ہے کہ علیین سے مراد سدرۃ المنتہٰی ہے ایک قول ہے کہ جنت کے اعلیٰ درجات میں سے ایک ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں

کے اوپر بلند ہے قتادہ کا قول ہے عرش کے داہنے پایہ کے نزدیک ہے جہاں ملائکہ اللہ میں
اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

(وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا عِلِّيُّوۡنَ ۝) اور تو کیا جانے علیین کیسی ہے
استفہام اظہار عظمت کے لیے ہے یعنی علیین بڑا ہی عظمت والا مقام ہے۔

(كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۝) وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے۔
ای موضع کتاب یعنی جہاں وہ نوشتہ ہے یا یہ علیین کی صفت ہے اور مرقوم
بمعنی مختوم (مہر زدہ) ہے۔

(يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۝) کہ مقرب جس کی زیارت کرتے ہیں۔
یہ کتاب (لکھت) کی دوسری صفت ہے ای یحضرونه علی أن یشهد من
الشهود بمعنی الحضور وحضوره کنایة عن حفظه فی الخارج او یشهدون
بما فیه یوم القیامة والمراد بالمقربین الملائکة علیهم السلام۔
یعنی وہاں حاضر ہوتے ہیں کیونکہ یَشۡهَدُ شہود سے حضور (موجود ہونے یا زیارت
کرنے) کے معنوں میں ہے اور حضور (حاضری) سے کنایہ خارج میں اس کی حفاظت و
نگہبانی سے ہے یا یہ مراد ہے کہ روز قیامت اس کا مشاہدہ کریں گے جو اس میں (علیین
کتاب) میں ہے اور مقربین سے مراد فرشتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مقربین سے مراد
انبیاء، صدیقین، شہداء اور سابقون الاولون بھی ہیں کہ یہ سب وہاں ہوں گے کہ شہداء
کی روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور پھر عرش کے نیچے معلق نوری قندیلوں میں
آجاتی ہیں۔ شعبی کا قول ہے کہ ارواح چار حال پر ہیں انبیاء و رسل کی ارواح بدن سے نکل
کر مشکی اور کافوری صورتوں میں متمثل ہوتی ہیں اور جنت میں عیش و تنعم کے مزے لوٹتی ہیں
اور پھر عرش کے پاس قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں اور شہداء کی ارواح بدنوں سے نکل کر سبز پرندوں
کے پوٹوں میں رہ کر جنت میں کھاتی پیتی ہیں اور پھر عرش سے آویزاں قندیلوں میں قرار پکڑتی
ہیں اور صالحین کی ارواح جنت میں روک لی جاتی ہیں لیکن وہ جنت کی نعمتوں سے
محظوظ نہیں ہوتیں اور گناہ گار مؤمنین کی ارواح زمین و آسمان کے درمیان رہتی ہیں۔
اور کفار کی ارواح سجین میں مقید ہوتی ہیں۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍۙ ۝ بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ

تختوں پر دیکھتے ہیں تو اُن کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے نتھری شراب پلائے جائیں گے جو مُہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہیئے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربانِ بارگاہ پیتے ہیں۔

(اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝) بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں۔
جملہ مستانفہ ہے اور ابرار کی کتاب کے حال اور ان کے محاسن کے بیان کا آغاز ہے ای انھم لفی نعیم عظیم یعنی بلاشبہ وہ ضرور بہت بڑی نعمتوں سے مشرف ہوں گے۔

(عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝) تختوں پر دیکھتے ہیں
(عَلَى الْاَرَآئِكِ) ای علی الاسرۃ فی الحجال یعنی باپردہ چارپائیوں پر نشستہ ہوں گے۔

(يَنْظُرُوْنَ ۝) دیکھتے ہیں۔ ای الی ماشاؤا من رغائب مناظر الجنۃ یعنی جنت کے لبھانے والے مرغوب و دلکش مناظر میں سے جس کا چاہیں گے نظارہ کریں گے۔ ایک قول ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے عطا کردہ اعزاز و اکرام اور نعمتوں کا نظارہ کریں گے۔ یہ ابن عباس، عکرمہ اور مجاہد سے منقول ہے۔ مقاتل کا قول ہے الی اھل النار اعداءھم کہ اپنے دشمنوں پر دوزخ میں عذاب کا منظر دیکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ جنتی باہم ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور دوستوں کو۔ دوستوں سے کوئی حجاب نہ ہوگا۔ ایک قول ہے کہ نظر عدم نوم (نیند کے نہ ہونے) سے کنایہ ہے کہ جنت میں نہ سوئیں گے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری کا قول ہے اور بہت ہی خوب ہے دیدار باری سے محظوظ ہوں گے۔

(تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝) تو اُن کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے۔

ان کے چہرے چمکتے دمکتے
ای بهجة النعیم یعنی نعمتوں کی رونقوں کی وجہ سے ان کے چہروں سے واضح ہو گی جس کا قول ہے تازگی کا اثر
ہوں گے اور قلبی مسرت ان کے چہروں سے واضح ہو گی جس کا اثر دل میں ہوتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ
چہرے پر ہوتا ہے اور فرحت و سرور کا اثر دل میں ہوتا ہے
اہل جنت کی خوشی ظاہر ہو گی۔

(یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ) ستھری شراب پلائے جائیں گے۔
قال الاخفش والزجاج الشراب الذی لاغش فیہ۔ اخفش اور زجاج کا
قول ہے کہ پاکیزہ شراب جس سے نہ خمار ہو (نشہ) اور نہ اس سے ان کا سر پھرے۔
خلیل کا قول ہے ھو اجود الخمر وہ اعلیٰ ترین ستھری سفید شراب ہے۔ وقیل
ان الرحیق یمزج بالکافور ویختم مزاجہ بالمسک اور ایک قول ہے کہ رحیق
سے مراد ہے کافور کی ملونی والی شراب اور جس کا آخری مزہ مشکی ہو گا۔

(مَّخْتُوْمٍ o) جو مہر کی ہوئی رکھی ہے۔
ای مختوم ادانیہ واکوابہ شراب کی مراحیاں اور کوزے مہر زدہ ہوں گے
اور ابرار ہی اُن کی مہر توڑیں گے۔

(خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ط) اس کی مہر مشک پر ہے۔
مجاہد کا قول ہے ان طین الجنة مسك معجون بلاشبہ جنت کی مٹی مشک کی
طرح ہے یا مشک ملی ہوئی (مشکی) ہے والظاھر ان الختام ما یختم بہ اور ظاہر
ہے کہ مُہر سے مراد ہے کہ جس کے ساتھ مہر کی گئی ہو گی یعنی مشکی مہر لگی ہو گی۔ واظھار
تکرامة شاربہ اور یہ مشکی مہر پینے والوں کے اعزاز و اکرام کے اظہار کے لیے ہو گی کہ
بڑی ہی پاکیزہ اور نفیس ہے اور غبار و مکھی یا ملاوٹ سے قطعاً پاک ہے

(وَفِیْ ذٰلِكَ اور اسی پر چاہیئے۔
اشارة الی الرحیق یعنی یہ ستھری صاف ستھری کافور ملی شراب جس کا آخری چسکا مشکی ہو گا

(فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ o) کہ للچائیں للچانے والے
ولیرغب فیہ اور چاہیئے کہ اس میں رغبت کریں ای الراغبون فی المبادرة الی
طاعة اللہ تعالیٰ یعنی رغبت کرنے والے لوگ جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں
خوب کوشش کریں۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اس شراب کے حصول کے لیے رغبت کرنے

والے خوب حرص کریں ظاہر ہے کہ حرص نعیم آخرت کے لیے ہے نہ کہ دنیاوی لذات کے لیے
لہذا یہ طلب اور حرص آخرت ابرار کی خصوصیت ہے کہ اللہ کو وہ پسند ہیں اور اس کریم و رحیم
نے ان کے لیے ان نعمتوں کا تذکرہ اپنی پسند ہی کے لیے فرمایا ہے اور ابرار اس کی پسند ہی
کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ کلام حرف شرط کی تقدیر پر ہے اور فاء اس کے جواب میں واقعہ ہے
جس سے مقصود نعیم جنت کی طرف رغبت دلانا ہے۔ تاکہ اہل طاعت برائیوں سے بچنے
میں خوب سعی کریں۔

(وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ٥) اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے۔
"خِتٰمُهٗ مِسْكٌ" پر عطف ہے اور رَحِيْق کی دوسری صفت ہے۔ ابن مسعود اور
حذیفۃ الیمان سے مروی ہے کہ عین من عدن بالتسنیم ہے جس کا مفہوم بلندی یا
اونچائی ہے سنام کے معنی اونچی چیز کے ہیں اونٹ کے کوہان کو بھی سنام کہتے ہیں ابن
عباس سے مروی ہے لان شرابها ارفع شراب فی الجنۃ کہ بلاشبہ یہ جنت کی
تمام شرابوں میں اعلیٰ وارفع ہے۔ کلبی کا قول لانها تاتیهم من فوق کہ یہ اہل جنت
پر اوپر سے برسائی جائے گی جس سے اہل جنت کے جام حسب طلب بھر جائیں گے۔

(عَيْنًا) وہ چشمہ ہے۔
زجاج کا قول ہے عَيْنًا تسنیم سے حال ہے اور ایک قول ہے کہ تسنیم کی وضاحت
ہے۔

(يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ٥) جس سے مقربانِ بارگاہ پئیں گے
ای یشرب منها یعنی اس میں سے پئیں گے ایک قول ہے ای یشرب ملتذا
بها یعنی اس کے پینے کے ساتھ لذت پائیں گے۔ ایک قول ہے ای یشرب الرحیق
ممتزجا بها یعنی نتھری ستھری پاک شراب پئیں گے جس کی ملونی تسنیم ہوگی۔ ابن مسعود، ابن
عباس، حسن اور ابوصالح کا قول ہے یشرب بها المقربون صرفا وتمزج للابرار
مقربین اس شراب کو خالص پئیں گے جبکہ ابرار کے لیے ملونی والی ہوگی۔ اور جمہور کا مذہب یہ
ہے۔ ان الابرار هم اصحاب الیمین وان المقربین هم السابقون۔ بلاشبہ
دائیں طرف والے ہی ابرار ہیں اور مقربین وہ ہیں جو اسلام میں سبقت کرنے والے یا نیکیوں
میں سبقت کرنے والے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظہری میں لکھتے ہیں مراد

وہ لوگ ہیں جو کمالات نبوت کے حامل ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَكُوۡنَ ؁ بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

(اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا) بے شک مجرم لوگ

حکایۃ بعض قبائح مشرکی قریش ابی جہل والولید بن المغیرۃ والعاص بن وائل واشیاعھم مشرکین مکہ کی بے ہودگیوں کی حکایت کے طور پر مثل ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور دوسرے سرکردہ سرداراں کفار قریش جو اہل ایمان کا تمسخر اڑاتے تھے۔

(کانوا) تھے ای فی الدنیا کما قال قتادۃ یعنی مذکورہ صنادید قریش دنیاوی زندگی میں مزاق اڑاتے تھے جیسا کہ قتادہ کا قول ہے۔

(مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَكُوۡنَ ؁) ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

کانوا یستھزؤن بفقراءھم کعمار وصھیب وخباب وبلال وغیرھم من الفقراء مذکورہ کفار اہل ایمان کے فقراء مثل عمار، صہیب، خباب، بلال اور ان کے علاوہ غرباء مومنین پر پھبتی کسا کرتے تھے اور ان پر ہنسی کرتے تھے۔ بحر میں مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اہل ایمان کی ایک جماعت کے ہمراہ کفار مکہ کے ایک مجمع کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کا تمسخر اڑایا اور ان کی تحقیر و تذلیل کی تو یہ آیت اتری جبکہ حضرت علی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملے تھے۔

وَاِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ یَتَغَامَزُوۡنَ ؁ اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارہ کرتے۔

(وَاِذَا مَرُّوۡا) اور جب وہ گزرتے

ای المومنون یعنی ایمان والے

(بِهِمۡ) ان پر

ای بالذین اجرموا وھم فی اندیتھم یعنی جب ایمان والے کافروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ان کی مخالفت میں بطریق طعن یہ حرکات کرتے۔

(یَتَغَامَزُوۡنَ ؁) تو یہ ان پر آنکھوں سے اشارہ کرتے۔

ای یغمز بعضهم بعضاً ویشیرون باعینهم استهزاءً بالمؤمنین
یعنی مسلمانوں کو دیکھ کر ان کفار میں سے بعض اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ آنکھوں میں اور ابرو سے اشارے کرنے لگے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ اور جب اپنے گھر پلٹتے تو شادماں کرتے پلٹتے

(وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا) اور جب پلٹتے۔

ای المجرمون ورجعوا من مجالسهم۔ یعنی مجرمین (کفار) جب وہ اپنی مجلسوں سے واپس ہوتے۔

(اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝) اپنے گھروں کو خوش ہاں کرتے پلٹتے۔

ای ملتذین باستخفافهم بالمؤمنین یعنی مومنوں کو برا کہہ کر، ان کا مذاق اڑا کر، ان کے حق میں بے ہودہ گوئی کرکے خوشی و لذت پاتے ہوئے گھروں کو لوٹتے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ اور جب مسلمانوں کو دیکھتے کہتے بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں

(وَاِذَا رَاَوْهُمْ) اور جب انہیں دیکھتے۔

واذا راوا المؤمنین اینما کانوا۔ اور جب وہ کفار اہلِ ایمان کو جہاں کہیں دیکھتے

(قَالُوْٓا) وہ کہتے ای الکفار یعنی کفار کہتے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ بے شک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔

یعنون جنس المؤمنین مطلقاً لاخصوص المرئیین منهم مراد اہلِ ایمان مطلقاً ہیں خاص طور پر ان میں سے وہ لوگ مراد نہیں جنہیں کفار دیکھتے تھے۔ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ (مومنین) اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر بہک گئے ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر لذاتِ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے طلبگار بن گئے ہیں۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

قالوا کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے ای قالوا ذلك والحال انهم ما ارسلوا من جهة الله تعالیٰ علی المؤمنین موکلین بهم یحفظون علیهم احوالهم یعنی کفار

کا یہ کہنا کہ "یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں" اور حالت یہ ہے کہ یہ لوگ (کفار) اللہ کی جانب سے مومنین پر موکل بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ ان کے اعمال کی نگرانی کریں یا ان پر گرفت نہ کریں بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنی اصلاح کرتے مگر وہ تو دوسروں کا تمسخر اڑاتے ہیں جو فضول و بے ہودہ بات ہے اور کوئی ذی شعور اس کی تائید نہیں کرسکتا۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا تو آج ایمان والے کافروں سے
مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ ہنستے ہیں۔

(فَالْيَوْمَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا) تو آج ایمان والے

یوم سے مراد روز قیامت اور جب مومن جنت میں ہوں گے۔ ای المحمودون من الفقراء یعنی فقراء مسلمانوں میں سے جن سے نعائے جنت کا وعدہ ہے مثل عمار وخباب وصہیب و بلال رضی اللہ عنہم۔ اور یونہی دیگر مومنین۔

(مِنَ الْكُفَّارِ) کافروں سے۔

ای من المحمودین یعنی وہ کفار قریش میں سے جن کو عذاب جہنم کی وعید ہے مثل ابوجہل ولید کے۔ اور یونہی دیگر کفار بھی

(يَضْحَكُوْنَ ۝) ہنستے ہیں۔

حین یرونھم اذلاء مغلولین جب انہیں (کفار کو) دوزخ میں ذلیل و رسوا اور زنجیروں میں بندھا دیکھیں گے تو مومن بھی اسی طرح ان کا تمسخر اڑائیں گے جس طرح کفار دنیاوی زندگی میں مومنوں کا تمسخر اڑاتے تھے امام بیہقی نے حسن سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومنین کا تمسخر اڑانے والوں میں سے بعض کے لیے جنت کا کوئی دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آجاؤ تو وہ دوزخ کے عذاب کے مارے ہوئے جب دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ بند ہوجائے گا اور ایسا بار بار ہوگا تو یہ وہ استہزاء مومنین کی طرف سے جو کفار کے لیے ہوگا۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔

ای یضحکون ناظرین الیھم والی ماھم من سوء الحال یضحکون کے فاعل کا حال ہے یعنی اہل ایمان اپنی مسہریوں پر بیٹھے ہوئے جہنم کے اندر کفار کی ذلت

رسوائی اور شدت عذاب کی حالت کو دیکھتے ہوں گے اور ان پر ہنستے ہوں گے۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کیوں کچھ بدلا ملا کافروں کو اپنے کیے کا۔

ترجمہ: یہ ہے استفہام تقریری ہے اہل ایمان کے لیے اور معنی یہ ہیں قد جوزی الکفار ما کانوا یفعلون بلاشبہ یہ بدلہ ہے کفار کے اس استہزاء کا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ اور یہاں ثواب بمعنی جزاء (بدلہ) ہے۔ ان ضحک المومنین منہم جزاء لضحکہم منہم فی الدنیا بلاشبہ مومنین کا ہنسنا کفار پر ان کے اس استہزاء و استخفاف کا بدلہ ہے جو وہ اہل ایمان کے ساتھ دنیاوی زندگی میں کرتے رہتے تھے۔

الحمد للہ آج سورۃ التطفیف کی تفسیر کا کام مکمل ہوا

۲۲، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ - ۲ جولائی ۱۹۹۴ء

سورۃ الانشقاق مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع پچیس آیات ایک سو سات کلمات اور چار سو تیس حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الانشقاق پ ۳۰

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝	جب آسمان شق ہو۔
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝	اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی ہے
وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝	اور جب زمین دراز کی جائے۔
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝	اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے،
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝	اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی ہے۔
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝	اے آدمی بیشک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝	تو وہ جو اپنا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝	اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔
وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝	اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝	اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے
فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝	وہ عنقریب موت مانگے گا۔
وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝	اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔
اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝	بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝	وہ سمجھا کہ اسے پھرنا نہیں۔
بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝	ہاں کیوں نہیں بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ اور چاند کی جب پورا ہو۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ ضرور تم منزل بمنزل چڑھوگے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے۔

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حل لغات سورۃ الانشقاق پ۳۰

اذا۔جب	السماء۔آسمان	انشقت۔پھٹے	و۔اور
اذنت۔کان رکھے	لربہا۔اپنے رب کیلئے	و۔اور	حقت۔اسی لائق ہے
و۔اور	اذا۔جب	الارض۔زمین	مدت۔دراز ہو
و۔اور	القت۔ڈالے	ما۔جو	فیہا۔اس میں ہے
و۔اور	تخلت۔خالی ہو جائے	و۔اور	اذنت۔کان رکھے
لربہا۔اپنے رب کیلئے	و۔اور	حقت۔اسی لائق ہے	یاایہا۔اے
الانسان۔انسان	انک۔بیشک تو	کادح۔محنت کرنے والا ہے	الی۔طرف
ربک۔اپنے رب کی	کدحا۔محنت کرنا	فملقیہ۔تو پھر تو ملنے والا ہے اسکو	
فاما۔پھر	من۔جو	اوتی۔دیا گیا	کتبہ۔اپنا نامہ اعمال
بیمینہ۔دائیں ہاتھ میں	فسوف۔تو جلدی	یحاسب۔حساب لیا جائیگا	حسابا۔حساب
یسیرا۔آسان	و۔اور	ینقلب۔پھریگا	الی۔طرف

اھلہ۔ اپنے گھر والوں کی
من۔ جو
ظھرہ۔ پیٹھ
ثبورا۔ موت کو
انہ۔ بیشک وہ
مسرورا۔ بڑا خوش
لن۔ ہرگز نہ
ربہ۔ اس کا رب
فلا۔ ہیں
الیل۔ رات
و۔ اور
لترکبن۔ تم ضرور چڑھو گے
لہم۔ ان کو کہ
اذا۔ جب
لا۔ تو نہیں
کفروا۔ کافر ہیں
اعلم۔ خوب جانتا ہے
ھم۔ ان کو
الذین۔ وہ جو
الصلحت۔ اچھے
ممنون۔ ختم ہونے والا۔

مسرورا۔ خوش ہوکر
اوتی۔ دیا گیا
ہ۔ اپنی کے
و۔ اور
کان۔ تھا
انہ۔ بیشک اس نے
یحور۔ پلٹے گا
کان۔ تھا
اقسم۔ قسم کھاتا ہوں
و۔ اور
القمر۔ چاند کی
طبقا۔ منزل
لا۔ نہیں
قرئ۔ پڑھا جاتا ہے
یسجدون۔ سجدہ کرتے
یکذبون۔ جھٹلاتے ہیں
بما۔ جو وہ
بعذاب۔ عذاب
امنوا۔ ایمان لائے
لہم۔ ان کے لیے

و۔ اور
کتبہ۔ اپنا نامہ اعمال
فسوف۔ تو جلدی
یصلی۔ داخل ہوگا
فی۔ بیچ
ظن۔ خیال کیا
بلی۔ کیوں نہیں
بہ۔ اس کو
بالشفق۔ شام کے اجالے کی
ما۔ جو
اذا۔ جب
عن طبق۔ بمنزل
یومنون۔ ایمان لاتے
علیہم۔ ان پر
بل۔ بلکہ
و۔ اور
یوعون۔ دل میں رکھتے ہیں
الیم۔ دردناک کی
و۔ اور
اجر۔ اجر ہے

اما۔ پھر
وراء۔ پیچھے
یدعوا۔ پکارے گا
سعیرا۔ دوزخ میں
اھلہ۔ اپنے اہل کے
ان۔ یہ کہ
ان۔ بیشک
بصیرا۔ دیکھنے والا
و۔ اور
وسق۔ اسمیں جمع ہو
اتسق۔ پورا ہو
فما۔ تو کیا ہے
و۔ اور
القرآن۔ قرآن
الذین۔ وہ جو
اللہ۔ اللہ
فبشرھم۔ تو بشارت دو
الا۔ مگر
عملوا۔ کام کیے
غیر۔ نہ

سورت الانشقاق

سورت الانشقاق بلااختلاف مکی ہے اور اس کی ۲۵ پچیس آیات ہیں اسے سورۃ انشقت بھی کہتے ہیں پچھلی سورت سے اس کی مناسبت کے بارے میں ہم سیوطی کا قول پیچھے نقل کر آئے ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ تین سورتوں الانفطار، المطففین اور الانشقاق میں باہمی ربط و تعلق یہ ہے کہ الانفطار میں کاتبین کی حفاظت وضبط کی تعریف ہے جب کہ المطففین میں ان کی کتاب کا حال واقرار ہے اور اس میں روز قیامت ان نوشتوں کی پیشی کا ذکر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝

جب آسمان شق ہو اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے اور جب زمین دراز کی جائے۔ اور جو کچھ اُس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ انشقاق رکوع اوّل پ ۳۰

(اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝) جب آسمان شق ہو۔

ای بالغمام کما روی عن ابن عباس وذھب الیہ الفراء والزجاج کما فی البحر ویشھد لہ قولہ تعالیٰ یوم تشقق السماء بالغمام فالقرآن یفسر بعضہ بعضا وقیل تنشق لھول یوم القیمۃ۔ یعنی بادلوں سے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور فراء اور زجاج بھی اسی طرف گئے ہیں جیسا کہ بحر میں ہے اور اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے قول سے شہادت ملتی یوم تشقق الخ یعنی روز آسمان بادلوں کے ساتھ

پھٹ جائے گا اور قرآن حکیم کا بعض اپنے بعض کی خود تفسیر کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے قیامت کے روز کی ہولناکی سے پھٹ جائے گا۔

(وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝) اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے

(وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا) اور اپنے رب کا حکم سُنے۔

ای انقادت لتاثیر قدرتہ عزوجل حین تعلقت ارادتہ سبحانہ بانشقاقہا۔ یعنی حق سُبحانہٗ وتعالیٰ جب آسمان کے پھٹنے کا ارادہ فرمائیں گے تو آسمان اس سے متعلق حکم سُنتے ہی اطاعت کرے گا۔ یعنی مشیئت الٰہیہ کی اطاعت کرے گا اور اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

(وَحُقَّتْ ۝) اور اسے سزاوار ہی یہ ہے۔

ای جعلت حقیقۃ بالاستماع یعنی حکم سُننے کے ساتھ ہی حقیقتاً ایسا بن جانے گا (پھٹ جائے گا) اور ایک قول ہے وحق لہا ان تنشق لشدت الھول اور اس کے لیے حق یہی ہے کہ قیامت کی ہولناکی کی شدت سے پھٹ جائے۔

(وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝) اور جب زمین دراز کی جائے۔

قال الضحاک بسطت باندکاک جبالہا واکامہا وتسویتہا فصارت قاعاً صفصفاً لاتری فیہا عوجا ولا امتا۔ ضحاک کا قول ہے کہ زمین پھیلا دی جائے گی کہ اس کے پہاڑ اور عمارتیں باقی نہ رہیں گے اور اُسے برابر کر دیا جائے گا تو وہ اس طرح کی ہموار ہو جائے گی کہ تم اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھو گے۔ اور بعض کا قول ہے زیدت سعۃ اس کی وسعت بڑھا دی جائے گی حاکم نے جید سند سے جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمد الارض یوم القیامۃ مد الادیم ثم لا یکون لابن آدم منہا الا موضع قدمیہ۔ قیامت کے روز زمین کو اس طرح پھیلا دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے پھر آدم کے بیٹے کے لیے اس میں صرف قدم ٹکانے کی جگہ ہو گی۔

(وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝) اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے اور خالی ہو جائے

(وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا) اور جو کچھ اس میں ہے ڈال دے۔

ای رمت مافی جوفہا من الموتی والکنوز یعنی جو کچھ زمین کے پیٹ میں مردوں

اور خزانوں وغیرہ سے ہے اُسے باہر پھینک دے۔ (وتخلّت) اور خالی ہوجائے۔ ای وخلت مما فیھا غایۃ الخلو حتی لم یبق فیھا شیٔ من ذلک یعنی جو کچھ اس کے اندر ہے اُسے نکال باہر کر دے یہاں تک کہ اس میں کوئی شے بھی باقی نہ رہے اور وہ بالکلیہ خالی ہوجائے۔

(واذنت لربھا وحقت ٥) اور اپنے رب کا حکم سنے اور اُسے سزاوار ہی یہ ہے ای انقادت اذا ورد علیہ امر الا مر المطاع یعنی جب حکم کے چلانے والے حاکم کا حکم ہو تو سنتے ہی اطاعت بجالائے اور زمین پر حق یہی ہے کہ حکم کی اطاعت کرے۔

یاایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیہ ٥ اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔

(یاایھا الانسان انک کادح) اے آدمی بے شک تجھے دوڑنا ہے۔ انسانوں کو عام خطاب ہے ای جاھد و مجد جدا فی عملک من خیر و شر یعنی اے انسان اپنے اچھے اور بُرے اعمال میں سخت محنت اور کوشش کرنے والے کہ اس کے اثرات تجھ میں نمایاں ہوجائیں۔ والکدح جھد النفس فی العمل حتی یؤثر فیھا اور کدح نفس کی کوشش بلیغ کا نام ہے یہاں تک وہ اس میں اثر آفرینی کرے۔

(الی ربک کدحا) ضرور دوڑنا ہے اپنے رب کی طرف ای طول حیاتک الی لقاء ربک ای الی الموت و ما بعدہٗ یعنی اپنی مدت عمر سے اپنی پروردگار کی ملاقات تک یعنی موت تک اور جو کچھ اس کے بعد ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے انسان تو زندگانی کے خاتمہ تک اچھے اور بُرے کاموں میں سعی و کوشش کرتا رہتا ہے پھر تجھے اللہ کے حضور ضرور حاضر ہونا ہے یعنی مرنے کے بعد پھر اس وقت تو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے گا۔

(فملقیہ ٥) پھر اُس سے ملنا۔

ای فملاقی جزائہ تعالیٰ یعنی اللہ سے اپنے اعمال کی جزا پانے کے لیے۔

فاما من اوتی کتبہ بیمینہ ٥ تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝

اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

(فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ) تو وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے والمراد به المؤمنين - اور اس سے مراد مومنین کرام ہیں۔ اہل ایمان کو ان کے نوشتے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ بحر میں ابن عطیہ کا قول ہے کہ گناہ گار مومنین کو اعمالنامہ دوزخ سے خروج پر دیا جائے گا یا پھر متقی و صالحین مومنین سے پہلے حساب کے لیے دیا جائے گا واللہ اعلم۔

(فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝) اُس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا والحساب اليسير السهل الذى لا مناقشة فيه اور حساب کے آسان ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسا سہل کہ اُس میں مناقشت (پوچھ گچھ) نہ ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی تفسیر منقول ہے۔ بخاری و مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس احد يحاسب الا هلك کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ اس کا حساب نہ ہو اگر وہ ہلاک ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اللہ مجھے حضور کے صدقے کرے کیا حق سبحانہ و تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے تو وہ جو اپنا اعمالنامہ داہنے ہاتھ دیا گیا تو اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا ذلك العرض يعرضون ومن نوقش الحساب هلك - یہ ایک پیشی ہو گی اور جس سے پوچھ گچھ میں مناقشہ ہوا ہلاک ہو گیا۔ امام احمد، عبد بن حمید، ابن مردویہ نے روائت کی جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں (دعاؤں) میں کہتے ہوئے سُنا اللهم حاسبنى حسابا يسيرا اے پروردگار میرا آسان حساب لینا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا ما الحساب اليسير آسان حساب کیا ہے ارشاد فرمایا ان ينظر فى كتابه فيتجاوز له عنه صرف اس کے نوشتے میں نظر ڈال کر چھوڑ دیا گیا۔

(وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝) اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا۔

ای عشیرتہ المومنین مبتهجا بحالہ قائلا هاؤم اقرؤا کتابیہ یعنی اپنے مومن عزیز و اقرباء کے پاس جو اس کی اس حالت پر مسرور شادمان ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے تو اس کے اعمالنامے کو پڑھو۔ وقیل ای فریق المومنین مطلقاً ایک قول ہے یعنی مطلقاً مومنوں کے گروہ کے پاس آئے گا کیونکہ اگر اس کے رشتہ دار (عزیز و اقرباء) نہ ہوں گے تو تمام مومنین ہر مومن کے رشتہ ایمان کے اشتراک کی وجہ اہل گھر والے (خاندان) ہیں۔ ایک قول ہے کہ جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جنت میں حوروں اور غلمان (جنتی کنیز) کی طرف شادمان و مسرور لوٹے گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۝

اور وہ جس کا اعمالنامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔ وہ عنقریب موت مانگے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں جائے گا۔ بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔ وہ سمجھا کہ اُسے پھرنا نہیں۔ ہاں کیوں نہیں بے شک اس کا رب اُسے دیکھ رہا ہے۔

(وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝) اور وہ جس کا اعمالنامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے۔

ای یؤتاہ بشمالہ من وراء ظهرہ قیل تغل یمناہ الی عنقہ وتجعل شمالہ وراء ظهرہ فیؤتی کتابہ بشمالہ یعنی اُسے اعمالنامہ اس کی پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ایک قول ہے کہ اس کا داہنا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوگا اور اس کا بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے نکالا جائے گا پھر اس بائیں ہاتھ میں اُسے اعمالنامہ دیا جائے گا۔ مراد ایسوں سے کفار و مشرکین و مکذبین ہیں۔

(فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝) وہ عنقریب موت مانگے گا۔

ثبور کے معنی موت مانگنے یا ہلاکت چاہنے کے ہیں ای یطلبہ وینادیہ یعنی موت و ہلاکت مانگے گا اور اُسے کے لیے پکارے گا یا ثبوراہ کاش موت آجائے۔

جائے گا
(وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ٥) اور بھڑکتی آگ میں جائے گا یا اس میں داخل ہوگا
یقاسی حرھا او یدخلھا بھڑکتی آگ میں جلے گا۔
(اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ٥) بے شک وہ اپنے گھر میں خوش تھا۔
ای فی الدنیا یعنی دنیا میں فرحا بطرا مترفا لا یخطر بباله امور الآخرۃ ولا یتفکر فی العواقب ولم یکن حزینا متفکرا فی حاله ومآله کسنۃ الصلحاء والمتقین۔
یعنی دنیاوی زندگی میں خوش وخرم مغرور اور (متفاخر) اتراتے تھے اور آخرت کے امور سے ان کے دل بے خطر تھے اور نہ ہی انہیں نتائج و انجام کی کوئی فکر دامن گیر تھی اور نہ ہی وہ اپنے احوال و اعمال میں غمگین و فکر مند تھے جس طرح کہ نیکو کاروں اور پرہیز گاروں کا طریقہ ہے کہ وہ فکر آخرت میں پریشان و متفکر رہتے ہیں۔
(اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ٥) وہ سمجھا کہ اُسے پھرنا نہیں۔
یہ دنیاوی زندگی میں سرور لذت کی تعلیل کا بیان ہے کہ اس وجہ سے وہ دنیاوی زندگی میں مغرور و متکبر اور خوش تھا ای ظن ان لن یرجع الی اللہ تعالٰی تکذیبا للمعاد یعنی آخرت کو جھٹلاتے ہوئے اس نے گمان کیا تھا کہ وہ ہرگز اللہ کی طرف نہ لوٹے گا ایک قول ہے ظن ان لن یرجع الی العدم اس نے سمجھا تھا کہ وہ آخرت کی طرف ہرگز نہ پلٹے گا ایک قول ہے ظن انه لا یموت وکان غافلا عن الموت اس نے گمان کر لیا کہ وہ نہیں مرے گا اور وہ موت سے غافل تھا۔ "الحور" کے معنی رجوع مطلقا (مرنے کے بعد زندہ اٹھنے) کے ہیں۔
(بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ٥) بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے
(بلٰی) ہاں کیوں نہیں ایجاب لما بعد ای لن یحور یہ نفی کا ایجاب ہے کافر سمجھا تھا کہ اُسے ہرگز نہیں پھرنا مگر اللہ کی طرف واپسی یقینی ہے۔
(اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ٥) بے شک اس کا رب اُسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ثبوت رجوع ہے ان ربه عزوجل الذی خلقه کان به وباعماله الموجبۃ للجزاء بصیرا بحیث لا تخفی علیه سبحانه منھا خافیۃ فلا بد من رجعه وحسابه ومجازاته۔ بلاشبہ اس کے پروردگار جل سبحانہ وتعالٰی نے اُسے پیدا

والمراد به مایجتمع باللیل ویأتی الی مکانه من الدواب وغیرها

اوراس سے مُراد ہے وہ چیزیں جو رات میں جمع ہوں اور وہ مویشی وغیرہ جو رات کو اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوں ایک قول ہے کہ مُراد تاریکی اور ستارے ہیں جنہیں رات پیٹ لیتی ہے سعید بن جبیر کا قول ہے کہ رات میں جو کچھ اعمال وغیرہ مثل نوافل و تہجد جو کچھ بھی کیا جائے سب ماوسق میں شامل ہے۔

(وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝) اور چاند، جب پورا ہو

ای اجتمع نورہ وصار بدرا

یعنی اس کا نور (روشنی) کامل ہو جائے اور وہ بدر (ماہ کامل) ہو جائے۔ اِتَّسَقَ وَسَقَ سے باب افتعال سے ہے جس کے معنی جمع یا اکٹھے کرنے کے ہیں۔

(لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝) ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے

لَتَرْكَبُنَّ صیغۂ جمع مخاطب ہے اور باعتبار لفظ و شمول جنس انسان سے خطاب ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اے انسانو کہ تم ایک حالت و کیفیت کے بعد دوسری کیفیت و حالت پر ہو گے۔

(i) ابن عباس کا قول ہے کہ طبق عن طبق سے مُراد دنیاوی زندگی کی تکالیف، پھر موت کی مصیبت، پھر حشر و قیامت پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حضور پیشی۔

(ii) مقاتل کا قول ہے زندگی کے بعد موت پھر موت کے بعد کی زندگی ہے۔

(iii) عکرمہ کا قول ہے کہ مراد انسانی زندگی کے مراحل ہیں بچپن، لڑکپن، شباب اور بڑھاپا ہے۔

(iv) ابو عبیدہ کا قول ہے کہ تمہاری حالت امم سابقہ کی حالت بحالت منطبق ہو گی یعنی تم بھی ان کی طرح قدم بقدم چلو گے۔

(v) عطاء کا قول ہے کہ مراد ہے کبھی تنگی کبھی کشادگی، کبھی فقیر کبھی غنی۔

لَتَرْكَبَنَّ کو اگر صیغۂ واحد مذکر مخاطب مانا جائے جیسا کہ حمزہ و کسائی کی قرأت ہے اور بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اے محبوب تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے جیسا کہ قول باری ہے "خلق سبع سمٰوٰت طباقا ۝" تو طبق عن طبق سے مراد آسمان کے اوپر آسمان تو گویا اس میں معراج النبی کی طرف اشارہ ہے اور سورت ہذا کا مکی ہونا

والمراد به مایجتمع باللیل ویأتی الی مکانه من الدواب وغیرها

اور اس سے مُراد ہے وہ چیزیں جو رات میں جمع ہوں اور وہ مویشی وغیرہ جو رات کو اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوں ایک قول ہے کہ مُراد تاریکی اور ستارے ہیں جنہیں رات پیٹ لیتی ہے سعید بن جبیر کا قول ہے کہ رات میں جو کچھ اعمال وغیرہ مثل نوافل و تہجد جو کچھ بھی کیا جائے سب مادسق میں شامل ہے۔

(وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝) اور چاند، جب پورا ہو

ای اجتمع نورہ وصار بدرًا

یعنی اس کا نور (روشنی) کامل ہوجائے اور وہ بدر (ماہ کامل) ہوجائے۔ اِتَّسَقَ وَسَقٌ باب افتعال سے ہے جس کے معنی جمع یا اکٹھے کرنے کے ہیں۔

(لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝) ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے

لَتَرْكَبُنَّ صیغہ جمع مخاطب ہے اور باعتبار لفظ و شمول جنس انسان سے خطاب ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اے انسانو کہ تم ایک حالت وکیفیت کے بعد دوسری کیفیت حالت پر ہوگے۔

(i) ابن عباس کا قول ہے کہ طبق عن طبق سے مُراد دنیاوی زندگی کی تکالیف، پھر موت کی مصیبت، پھر حشر و قیامت پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور پیشی۔

(ii) مقاتل کا قول ہے زندگی کے بعد موت پھر موت کے بعد کی زندگی ہے۔

(iii) عکرمہ کا قول ہے کہ مراد انسانی زندگی کے مراحل ہیں بچپن، لڑکپن، شباب اور بڑھاپا۔

(iv) ابو عبیدہ کا قول ہے کہ تمہاری حالت امم سابقہ کی حالت بحالت منطبق ہوگی یعنی تم ان کی طرح قدم بقدم چلو گے۔

(v) عطاء کا قول ہے کہ مراد ہے کبھی تنگی کبھی کشادگی، کبھی فقیر کبھی غنی۔

لَتَرْكَبَنَّ کو اگر صیغہ واحد مذکر مخاطب مانا جائے جیسا کہ حمزہ وکسائی کی قرأت ہے اور بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلا شبہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اے محبوب تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے جیسا کہ قول باری ہے "خلق سبع سمٰوٰت طباقا ۝" تو طبق عن طبق سے آسمان کے اوپر آسمان تو گویا اس میں معراج النبی کی طرف اشارہ ہے اور سورت ہذا مکی

اس رائے کو مزید تقویت کرتا ہے۔ مگر سورت الاسریٰ کے نزول کا مقدم ہونا واضح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات میں پیہم ترقی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ سورت الضحیٰ میں بھی ارشاد ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ اور یہ سابق کی نسبت زیادہ صحیح ہے۔ ایک قول ہے لترکبن صیغہ واحد مؤنث غائب ہے اور ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے وقت آسمان کی مختلف حالتیں ہوں گی پہلے اس کا رنگ وردۃ کدھان ہوگا پھر جول جائے گا پھر بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا۔ ہمارے زمانے میں تسخیر قمر کا ادعاء ہوا ہے اور اس کی تصاویر یہاں تک کہ چاند گاڑی کے ذرائع قمری پتھر بھی لائے گئے ہیں اور اس کی شہرت بھی بہت ہوئی لیکن یہ دعویٰ کہاں تک سچا ہے اور امریکی سائنسدانوں نے خلائی تحقیق میں جو پیش رفت کی ہے اس کی حقیقت پر ٹھوس شواہد کی ضرورت مکمل طور پر باقی ہے تاہم بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو اس آیت میں اس کی دلیل موجود ہے اور لفظ "انسان" میں اہل ایمان کی کوئی قید نہیں۔ لیکن لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کے پیش نظر جیسا کہ ابن جریج کا قول ہے کہ آسمان کے دروازے کفار کی ارواح اور ان کے اعمال کے لیے ہرگز نہ کھولے جائیں گے نہ حیات و زندگانی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد ایسا ہوگا۔ یہ دعویٰ حقیقت نہیں ہے۔ رہا چاند تو وہ سماء میں داخل ہے یا نہیں تو اس میں دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ بلاشبہ وہ سماء میں داخل ہے کذا فی سورت الفرقان وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا ۰ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک یہ دعویٰ محل نظر ہے اور ہمیں اس کے ماننے میں کلام ہے ہاں اگر اہل ایمان سے ایسا صادر ہوتا تو کوئی امر مانع نہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تاہم مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ کفار کی یہ کارروائیاں اور پھرتیاں انسانیت کی کوئی خدمت نہیں مال و وقت کا کھلا ضیاع ہے اور اپنی استعداد کا فضول خرچ ہے جب کہ اس وقت بھوک و ننگ افلاس جہالت پوری دنیا کے لیے اولین مسئلہ ہیں اور اقوام متحدہ ابھی تک صرف ایک ملک صومالیہ کے قحط زدگان کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکی اندریں حالات ایسی اڑانیں شیطانی فطرت کی عکاس ہیں اور یہ ترقی و تسخیر کے نام پر مقاصد فطرت سے کھلی بغاوت اور انسانیت دشمنی ہے اور ان کی فلاح کے منافی لیے مقصد مہم ہے

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

(فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝) تو کیا ہوا انہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔
ای ای شئی یمنعھم من الایمان باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اب کونسی شئی یا عذر ہے جو انہیں اللہ کریم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں رکاوٹ ہے حالانکہ دلائل و براہین سے اختفاق حق ہو چکا۔ اور تبدیل احوال علویہ و سفلیہ سے اس ذات کریم کی عظمت روشن ہو گئی جس کے حکم سے احوال تبدیل ہو رہے ہیں۔

(وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝) اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔
ای فائی مانع لھم حال عدم سجودھم عند قراءۃ القرآن والسجود مجاز عن الخضوع یعنی انہیں کونسا عذر مانع ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت دل سے عاجزی کا اظہار نہیں کرتے اور سجدہ یہاں مجازاً خضوع (انکساری، عاجزی) کے معنوں میں ہے۔ بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآن سننے پر سجدہ واجب ہے کیونکہ عدم سجدہ کی مذمت ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ نہیں کہ ہر آیت قرآن کے سماع پر سجدہ واجب ہو لہذا آیت سجدہ پر ہی سجدہ واجب ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک لَا يَسْجُدُوْنَ سے مراد ہی یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔ جمہور فقہا کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنّت ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے اور ان کی دلیل یہی آیت ہے جو وجوب سجدہ پر دلالت کر رہی ہے اور

آیت میں سامع قرآن پر سجدہ کا حکم مطلق ہے اور تالی (تلاوت کرنے والے) کے سجدہ کرنے کو مقید نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تالی سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب خواہ وہ قصداً سنے یا بغیر قصد کے سننے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ سجدہ کے ترک پر مذمت میں کوئی قید نہیں اور سجدہ کا وجود مطلق ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اس پر سجدہ نہیں۔ قرآن حکیم میں آیات سجدہ چودہ ہیں اور سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔

امام نے آیت سجدہ پڑھی تو مقتدی اور غیر مقتدی (بشرطیکہ اس نے سُنا) سب پر سجدہ واجب ہے، ایک ہی آیت سجدہ کے تکرار پر ایک دفعہ کا سجدہ کافی ہے بشرطیکہ مجلس واحد ہو اور جتنی آیات سجدہ پڑھے اتنے ہی سجود واجب ہوں گے سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہے (نہ رفع یدین کرے اور نہ ہاتھ باندھے) اور سیدھا سجدہ میں جائے اور تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھانے کے بعد کھڑا ہو جائے (اور سلام وغیرہ پھیرنے کی ضرورت نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے۔ جب کہ امام شافعی کے نزدیک وہ سجدہ ہے۔ بخاری و مسلم نے ابو نافع سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشا پڑھی تو انہوں نے سورت الانشقاق میں سجدہ کیا اور پوچھنے پر کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہ سجدہ کیا تھا۔ اور تاحیات اس پر سجدہ کرتا رہوں گا۔

(بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ ۝) بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔

ای بالقرآن وھو انتقال عن کونھم لا یسجدون عند قراءتہ الی کونھم تکذبون بہ صریحًا۔

یعنی کفار صرف اتنا ہی نہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت سجدہ نہیں کرتے بلکہ علانیہ اور کھلے طور پر قرآن حکیم ہی کو جھٹلاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ قرآن کے ساتھ بعث بعد الموت کے بھی کھلے منکر ہیں۔

(وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝) اور اللہ خوب جانتا ہے جو اپنے جی میں رکھتے ہیں۔

ای بالذی یضمرون فی صدورھم من الکفر والحسد والبغضاء والبغی۔

یعنی جو کچھ کفر و حسد اور عداوت و سرکشی اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ کو خوب معلوم ہے ایک قول ہے کہ اللہ کو ان کے اعمالناموں میں جمع و مندرج بداعمالیوں

اور سرکشیوں کا بخوبی علم ہے۔

(فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝) تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو
ای علی تکذیبھم۔ یعنی کفر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی وجہ سے
فاء سببی ہے اور بَشِّرْهُمْ میں اَبْشَاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف و تطییب قلبی کے
لیے استعارہ ہے کہ انہیں عذاب کی خوش خبری دیدو اور مراد اس سے الانذار ہے یعنی انہیں
ڈراؤ اور وعید سنادیں۔

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے
کام کیے۔

استثناء منقطع ہے کہ مومن صالحین کے لیے بشارت نہیں یعنی انہیں عذاب کی خوشخبری
نہیں جیسا کہ کفار سے فبشرھم بعذاب الیم فرمایا ہے یعنی مومن صالحین اس بشارت
سے مستثنیٰ ہیں۔

(لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝) ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔
لان الاجر المذکور لا یختص المومنین منھم بل المومنین کافۃ۔ کیونکہ
مذکورہ اجر ان میں سے ایمان والوں کے لیے خاص نہیں بلکہ سبھی موجود اور آنے والے مومنین
سب کے لیے ہے۔ اور اَجْرٌ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے اور غَیْرُ مَمْنُوْنٍ سے مراد
ہے غیر مقطوع کبھی ختم نہ ہونے والا یعنی دائمی اور نہ ختم ہونے والا لازوال ثواب ہے گویا
یہ استثناء کی علت کا بیان ہے۔

الحمد للہ آج سورت الانشقاق پوری ہوئی۔

---

۳ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء

الفوز الکبیر ۝ — یہی بڑی کامیابی ہے

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ — بیشک تمہارے رب کی گرفت بہت سخت ہے

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ۝ — بیشک وہ پہلے کرے اور پھر کرے

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ — اور وہی ہے بخشنے والا اپنے نیک بندوں پر پیارا

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ — عزت والے عرش کا مالک

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ — ہمیشہ جو چاہے کرلینے والا

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ — کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ — وہ لشکر کون فرعون اور ثمود

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ — بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ — اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ — بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ — لوح محفوظ میں۔

حل لغات سورۃ البروج پ ۳۰

و۔ قسم ہے — السماء۔ آسمان — ذات البروج۔ برجوں والے کی

و۔ اور — الیوم۔ دن — الموعود۔ وعدہ دیے گئے کی — و۔ اور

شاھد۔ حاضر ہونے والے کی — و۔ اور — مشھود۔ حاضر کیے گئے کی — قتل۔ لعنت ہو

اصحب الاخدود۔ کھائی والوں پر — النار۔ آگ — ذات الوقود۔ بھڑکنے والی پر

اذ۔ جبکہ — ھم۔ وہ — علیھا۔ اس پر

قعود۔ بیٹھے تھے — و۔ اور — ھم۔ وہ — علی۔ اوپر

ما۔ اس کے جو — یفعلون۔ کرتے تھے — بالمؤمنین۔ مومنوں کے ساتھ — شھود۔ گواہ تھے

و۔ اور — ما۔ نہ — نقموا۔ عیب پکڑا — منھم۔ ان سے

الا۔ مگر — ان۔ یہ کہ — یؤمنوا۔ وہ ایمان لائے — باللہ۔ اللہ

العزیز۔ غالب — الحمید۔ سراہے گئے پر — الذی۔ وہ کہ — لہ۔ اسی کا ہے

ملک۔ملک ہے　السموت۔آسمانوں　و۔اور　الارض۔زمین کا

و۔اور　اللہ۔اللہ　علی۔اوپر　کل۔ہر

شئ۔چیز کے　شہید۔گواہ ہے　ان۔بیشک　الذین۔وہ جنہوں نے

فتنوا۔تکلیف دی　المؤمنین۔مومن مردوں کو　و۔اور　للمؤمنت۔مومن عورتوں کو

ثم۔پھر　لم۔نہ　یتوبوا۔توبہ کی　فلھم۔تو انکے لیے

عذاب۔عذاب ہے　جھنم۔جہنم کا　و۔اور　لھم۔ان کے لیے

عذاب۔عذاب　الحریق۔جلنے کا　ان۔بیشک　الذین۔وہ جو

امنوا۔ایمان لائے　و۔اور　عملوا۔عمل کیے　الصلحت۔اچھے

لھم۔ان کے لیے　جنت۔باغ ہیں　تجری۔چلتی ہیں　من تحتھا۔ان کے نیچے

الانھر۔نہریں　ذلک۔یہ ہے　الفوز۔کامیابی　الکبیر۔بڑی

ان۔بیشک　بطش۔پکڑ　ربک۔تیرے رب کی　لشدید۔بڑی سخت ہے

انہ۔بیشک　ھو۔وہی　یبدئ۔پہلے کرے　و۔اور

یعید۔پھر کرے　و۔اور　ھو۔وہ ہے　الغفور۔بخشنے والا

الودود۔پیار کرنے والا　ذوالعرش۔عرش والا　المجید۔بزرگ　فعال۔کرنے والا

لما۔جو　یرید۔چاہے　ھل۔کیا　اتنک۔آئی تیرے پاس

حدیث۔بات　الجنود۔لشکروں کی　فرعون۔فرعون　و۔اور

ثمود۔ثمود کی　بل۔بلکہ　الذین۔وہ جو　کفروا۔کافر ہیں

فی۔بیچ　تکذیب۔جھٹلانے کے ہیں　و۔اور　اللہ۔اللہ

من ورآئھم۔ان کے پیچھے سے　محیط۔گھیرنے والا ہے　بل۔بلکہ

ھو۔وہ　قرآن۔قرآن ہے　مجید۔بزرگ　فی۔بیچ

لوح۔لوح　محفوظ۔محفوظ کے۔

سُورت البروج

سورت البروج مکی ہے اس میں ایک رکوع اور بائیس آیات ہیں پچھلی سورت سے اس کی مناسبت اہل ایمان کے ساتھ وعدے اور کفار کو جہنم کی وعید سے متعلق ہے اور تلاوت قرآن پر کفار کا سجدہ نہ کرنا ہے یعنی انکساری کا اظہار نہ کرنا ہے بلکہ تواضع تو الگ طرف سرے سے کتاب اللہ (قرآن) ہی کے منکر تھے اور اس کی برملا تکذیب کے مرتکب تھے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کے اندرونی منصوبوں کا ذکر فرمایا واللہ اعلم بما یوعون تو اس سورت میں کفار قریش کے لیے نصیحت ہے کفار قریش مومنین کو ایذائیں دیتے تھے اور انہیں حق سے برگشتہ کرتے میں جو بھاگ دوڑ کرتے تھے تو اس سورت میں اصحاب الاخدود کے حوالے سے انہیں انتباہ ہے کہ اگر انہوں نے اپنی خو نہ بدلی تو ان کا انجام بھی مختلف نہ ہوگا۔

مختصر تفسیر اردو رکوع اوّل سورہ البروج پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝	قسم آسمان کی جس میں بُرج ہیں۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔

(وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝) قسم آسمان کی جس میں بُرج ہیں۔

ای القصور کما قال ابن عباس وغیرہ یعنی محلات (زینت والے مکان) یا قلعے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ ہی سے منقول ہے لغت میں برُج کے معنی اظہار زینت کے ہیں سورت الاحزاب میں ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ اور عورتیں اپنے

بناؤ سنگھار (زینت) کا اظہار نہ کریں اہل عرب بولتے ہیں تبرّجت المرأۃ عورت نمایاں ظاہر ہو گئی یا عورت بن سنور کر نکل آئی عطیہ عوفی کا قول ہے کہ وہ برج (قلعے) جہاں نگہبان مقرر ہوں۔ وقیل هی ابواب السماء ایک قول ہے کہ مراد آسمان کے دروازے ہیں وسمیت بذالك لان النوازل تخرج من الملائکۃ علیهم السلام فجعلت مشبهة بقصور العظماء النازلۃ اور ان کا نام (بروج) اسی وجہ سے ہو گیا کیونکہ حضرت ملائکہ علیہم السلام سے اترنے والے ان دروازوں سے ہی نکلتے اور ظاہر ہوتے ہیں تو اس مشابہت کی وجہ سے ان عظیم اترنے والوں کے محل کہلائے۔ فلاسفہ کہتے ہیں آسمان میں بارہ برج ہیں جس میں غیر متحرک تارے جنہیں وہ ثوابت کہتے ہیں رہتے ہیں اور متحرک سیارے بھی آتے اور جمع ہوتے رہتے ہیں اور وہ آسمان کی حرکت دوامی کے قائل ہیں اور ثوابت وسیارگان کے اجتماع سے جو شکل موہوم ظاہر ہوئی۔ اس کے نام رکھے ہوئے ہیں جیسے ثور (بیل) جوزا (جڑواں بچے) حمل (بزغالہ) اسد (شیر) عقرب (بچھو) حوت (مچھلی) سنبلہ، میزان، قوس جدی، دلو اور سرطان وغیرہ۔ مگر یہ سبھی فلاسفہ کی اصطلاحات ہیں اور کلام الٰہی کی تفسیر میں ان فضول باتوں کا ذکر لغو، باطل ہے اور فلاسفہ کی یہ موشگافیاں کتب وسنت کے خلاف ہیں۔ ارشادِ باری ہے كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ اور ہر ایک ایک گھیرے میں پھیر رہا ہے۔

یعنی تیر رہا ہے تو آسمان میں ثوابت کہاں ہیں لہٰذا فلاسفہ کی یہ باتیں واہمہ کے سوا کچھ نہیں اور نہ ہی آسمانوں کو اس حوالے سے برجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حسن کا قول ہے کہ بروج سے مراد بہت بڑے ستارے ہیں کہ آسمان پر نمایاں ہیں اور آسمان کی سجاوٹ اور آراستگی ہیں۔ اور بعض متاخرین کا قول ہے کہ یہ کواکب سیارہ کے منازل ہیں اور ان کی سیر ان میں معین انداز سے بپا ہے اور حکمت الٰہی کے عجائبات ان میں نمایاں ہیں واللہ اعلم۔

(وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝) اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔

ای الموعود به وهو یوم القیامة باتفاق المفسرین یعنی جس دن کا وعدہ ہے تو وہ دن یوم قیامت ہے اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ وہ دن مراد ہے جس میں لوگ قبروں سے اٹھیں گے کہ ارشاد باری ہے۔ یوم یخرجون من الاجداث کانو یوعدون (ق) لیکن یہ بھی تو روز قیامت میں ہی داخل ہے۔

(وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ ۝) اور اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتی ہیں ترمذی اور ایک جماعت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے الشاهد یوم الجمعة

شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے والمشھود یوم عرفہ اور مشہود سے مراد یوم عرفہ (حج والا) ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے جیسے حاکم نے صحیح کہا کہ شاہد سے مراد یوم عرفہ اور
یوم جمعہ ہے اور مشہود سے مراد یوم قیامت ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے شاہد سے مراد حق سبحانہ
وتعالیٰ ہے اور مشہود سے مراد یوم قیامت ہے اسے عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے نقل
کیا۔ مجاہد اور عکرمہ اور عطاء کا قول ہے شاہد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت
اور مشہود سے مراد یوم قیامت ہے ابن عباس کا ایک قول ہے کہ شاہد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ہیں اور مشہود سے مراد روز قیامت ہے۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝	کھائی والوں پر لعنت ہو۔
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝	اس بھڑکتی آگ والے
اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝	جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے
وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝	اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

(قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝) کھائی والوں پر لعنت ہو۔
حسن اور ابن مقسم نے قُتِّلَ کو تشدید کے ساتھ یعنی قُتِّلَ پڑھا ہے اور وہ کھائی والوں پر
لعنت کرنے میں بطور مبالغہ ہے ایک قول ہے کہ اصل میں تھا لَقَدْ قُتِلَ بلاشبہ وہ ملعون تھے
بعض کا قول ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہے جبکہ بعض محققین کا قول ہے کہ جملہ دعائیہ ہے اور جواب قسم پر دلالت
کر رہا ہے ایسا لام کے بغیر بہت کم آتا ہے لہٰذا جواب قسم محذوف مانا جائے گا اور آئندہ کلام
سے اس کا تعین ہو رہی ہے گویا کہ کہا جا رہا ہے اُقسم بھذہ الاشیاء ان کفار قریش
لملعونون یعنی میں قسم کھاتا ہوں کہ کفار قریش ضرور ملعون ہیں اسی طرح قتل ہوں گے
جس طرح کھائی والے ملعون تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ بلاشبہ کفار وصنادید قریش اس طرح
قتل ہوں گے جس طرح کھائی والے ہلاک ہوئے۔ گویا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار
قریش کے قتل وہلاک کا وعدہ ہے جو بعد میں غزوہ بدر میں پورا ہوا۔

(اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ) کھائی والے۔
مسلم، ترمذی اور نسائی نے صہیب سے روایت کی ہے کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس
کے پاس ایک کاہن یا جادوگر تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں لہٰذا تم کوئی لڑکا

میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُسے کہانت یا سحر سکھا دوں بادشاہ نے ایک لڑکا اس غرض سے بھیج دیا راستے میں ایک راہب (درویش) رہتا تھا لڑکا آتے جاتے اس کے پاس بھی بیٹھنے لگا اور اسے درویش کی صحبت اچھی لگی ایک روز لڑکے نے راستے میں ایک خوفناک درندے کو لوگوں کا راستہ روکے دیکھا اس نے راہب اور ساحر میں سے اللہ کے نزدیک محبوب وبہتر جاننے کے لیے اس درندے کو یہ کہہ کر پتھر مارا کہ اے اللہ اگر درویش حق ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے اس دعا کے ساتھ ہی وہ درندہ ہلاک ہو گیا لڑکے نے درویش سے یہ بات کہی تو اس نے کہا اب تم مجھ سے صاحب فضیلت ہو اور تم جلد بلاء میں مبتلا ہو گے لیکن ابتلاء میں میرا نام ظاہر نہ کرنا پھر وہ لڑکا مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں وغیرہ کا علاج کرتا اور وہ شفایاب ہو جاتے اور اس کی شہرت ہو گئی بادشاہ کے ایک درباری نے اس سے علاج کرایا اور صحت مند ہو گیا اور اللہ رب العلمین پر ایمان لے آیا بادشاہ نے اُس تندرست دیکھا تو پوچھا کہ وہ کیونکر شفایاب ہوا تو اُس نے کہا میرے اللہ نے مجھے شفا دی بادشاہ نے کہا میرے سوا کون سا رب ہے اس نے کہا میرا رب تیرا بھی رب ہے بادشاہ نے اسے قید و بند میں ڈال دیا اور اس قدر دکھ دیا کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتایا جب لڑکا لایا گیا تو بادشاہ نے کہا لڑکے کے جادو کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں کو شفا دیتا ہے لڑکے نے کہا کہ میں کچھ نہیں کرتا سب کو اللہ ہی شفا دیتا ہے بادشاہ نے لڑکے کو بہت دکھ دیا یہاں تک کہ لڑکے نے اس راہب کا پتہ بتا دیا۔ اس نے درویش کو اپنے مذہب سے باز آنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا تو اس بادشاہ نے اُسے اور اپنے مصاحب کو آرے کے نیچے چروا دیا پھر لڑکے کو بھی اپنے دین ومذہب سے باز آنے کو کہا تو بادشاہ نے لڑکے کو اولاً قلہ کوہ سے گرانے کا حکم دیا مگر لڑکا محفوظ رہا پھر دوبارہ لڑکے کو ڈبونے کا حکم دیا مگر لڑکا محفوظ رہا اور بادشاہ کے سپاہی ڈوب گئے لڑکا صحیح وسلامت بادشاہ کے پاس پہنچ گیا بادشاہ نے پوچھا کہ میرے آدمی کیا ہوئے کہا سب کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور لڑکے نے بادشاہ پر واضح کیا کہ وہ اس کے قتل پر قادر نہ ہو گا جب تک میری بات نہ مانے اور وہ یہ ہے کہ ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کر اور مجھے کھجور کے درخت کے ڈھنڈ پر سولی دے اور میرے ترکش سے ایک تیر نکال کر بسم اللہ رب العلام کہہ کر مار تو مجھے قتل کر سکے گا بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور واصل باللہ ہو گیا لوگ یہ دیکھ کر ایمان لے آئے اس پر بادشاہ کو اور غصہ آیا تو اس نے ایک خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا جو لڑکے کے دین سے برگشتہ نہ ہو

اُس آگ میں ڈال دو لوگ ڈالے گئے یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کی گود میں بچہ تھا خوفزدہ ہوئی
تو بچے نے ماں سے کہا صبر کر اور نہ گھبرا تو حق پر ہے تو دونوں ماں بچہ آگ میں ڈال دیئے گئے صحیح مسلم
میں واقعہ تفصیل سے ہے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے) کلبی نے بادشاہ کا نام ذونواس اور لڑکے کا نام
عبداللہ بن تامر بیان کیا ہے۔

(النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝) اس بھڑکتی آگ والے
وصف لها بغاية العظمة وارتفاع اللهب یہ آگ کی صفت ہے اور اس کی عظمت اور
شعلہ ولپیٹ کی بلندی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ کلبی اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ یہ ختم اللہ نے مومنوں کے
ہوا یعنی جس سے ان کی روحیں قبض کر لی گئیں اور آگ بھڑک کر کھائیوں سے باہر نکل آئی تو منکرین جو اوپر
پر بیٹھے تھے آگ نے جلا ڈالے بعض نے النار کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہیں قتلتهم
النار انہیں آگ نے جلا ڈالا یعنی کفار کو جو کناروں پر بیٹھے تھے) جبکہ مومن جلنے سے محفوظ رہے
اور اللہ نے ان کی روحیں پہلے ہی قبض کر لیں۔

(اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝) جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔
ای لعنوا حین احدقوا بالنار قاعدین حولها یعنی اس وقت ہلاک کیے گئے جب وہ
کھائیوں میں بھڑکتی ہوئی آگ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ او علی حافاتها یا پھر ان خندقوں کے
کناروں پر بیٹھے تھے مجاہد کا قول ہے کہ خندقوں کے کنارے لگی نشستوں پر بیٹھے تھے

(وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝) اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے
ساتھ کر رہے تھے۔
ای یشهد بعضهم لبعض عند الملك بأن احدا لم یقصر فیما امر به
یعنی بادشاہ کے پاس جا کر ان میں سے بعض بعض کی شہادت دیتے تھے کہ جس طرح انہیں حکم دیا
گیا تھا اس کی بجا آوری میں ان میں سے کسی ایک نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ایک قول ہے کہ روز قیامت
خود مومنوں پر اس عذاب کے گواہ ہوں گے۔ ایک اور قول ہے کہ وہ یہ عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ
رہے تھے اور وہاں موجود تھے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ
ایمان لائے اللہ عزت والے خوبیوں سراہے
پر کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝ ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

(وَمَا نَقَمُوْا مِنْہُمْ) اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا۔

امام راغب کا قول ہے یقال نقمت الشئ اذا انکرتہ بلسانک او بعقوبۃ اہل عرب اس وقت بولتے ہیں شئ خراب ہوگئی جب تو کسی جب تو کسی شئ کو زبان سے برا یا مکروہ کہے یا ناگواری کا اظہار کرے۔ ای ما انکروا منہم وما عابوا یعنی کفار کو مومنین سے ناگواری کی کیا وجہ تھی اور کیا برائی تھی جس کا ان سے صدور ہوا۔

(اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝)

استثناء مفصح عن براءتھم عما یعاب دینکہ بالکلیۃ۔ استثناء "نقموا" کی وضاحت کے لیے ہے کہ کفار کو اہل ایمان میں اس کے سوا کوئی عیب و برائی نظر نہ آتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے یا انہیں مومنوں کا ایمان رکھنا بس یہی امر ناگوار تھا۔ حالانکہ انہیں اس کا کوئی حق نہ تھا کہ انہیں عذاب دیتے۔ مومن اللہ پر ایمان لائے تھے جو العزیز ہے یعنی غالب ہے اور اس کی عقوبت سے ڈرنا لازم ہے اور الحمید ہے یعنی قابل تعریف ہے اور ایسا انعام دینے والا ہے کہ اس سے ثواب کی امید رکھی جائے۔

(اَلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) کہ اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

للاشعار بمناط ایمانھم۔ اللہ کی حکومت اور اس کی عظمت کا بیان اسی لیے ہے کہ اہل ایمان کے لیے ایمان لانے کی صداقت وعظمت کا اظہار ہو اور ان کے لیے اس وجہ سے نعمت و ثواب کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

(وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝) اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

وعد لھم و وعید لمعذبیھم فان علم اللہ جل شانہ الجامع لصفات الجلال والجمال بجمیع الاشیاء التی من جملتھا اعمال الفریقین لیستدعی توفیر جزاء کل منھما۔

اہل ایمان کے لیے وعدہ ثواب ہے اور کفار کے لیے (جنہوں نے مومنوں کو ایذا دی تھی) عذاب کی وعید ہے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو جو تمام صفات جلالیہ وجمالیہ کا جامع ہے اور تمام اشیاء کا علم رکھنے والا ہے اور دونوں گروہوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے جن کی وجہ سے ان دونوں میں سے

ہر ایک کو اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ کافروں کو عذاب اور مومنوں کو ثواب دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

(إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

ای محنوھم فی دینھم لیرجعوا عنہ یعنی جن لوگوں نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے انہیں آگ میں جلایا۔ ایذا دینے والوں میں اصحاب الاخدود کے علاوہ دوسرے لوگ بھی تھے۔ واضح مفہوم یہی ہے کہ جن لوگوں نے اہلِ ایمان کو ایذا دی یا اُن کے مددگار ہوئے۔ ایک قول ہے کہ کفار قریش بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہیں جنہوں نے اس امت کے مومنوں اور مومنات کو مختلف قسم کے دکھ دیئے اور ایذائیں پہنچائیں۔

(ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا) پھر توبہ نہ کی۔

ای لم یتوبوا من فتنتھم یعنی پھر مسلمانوں کو ایذا دینے سے توبہ نہ کی ایک قول ہے کہ اپنی کفر سے باز نہ آئے۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ "جملہ" قریش کے حق میں ہے اور لَمْ يَتُوبُوا کا ارشاد ان کے بارے میں واضح کرتا ہے کیونکہ اصحاب الاخدود تو ہلاک ہو ہی چکے تھے لہٰذا ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا کے مصداق وہ کیونکر ہوئے اور کفار قریش کو اس حقیقت کا علم تھا کہ روئے سخن انہی کی طرف ہے جو بوقت نزولِ آیت موجود تھے۔ اور اصحاب الاخدود پر لعنت سے یہ واضح ہے کہ وہ سب کفر پر ہی مرے لہٰذا نہ وہ کفر سے باز آئے اور نہ ہی توبہ کی۔

(فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ) تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

ای بسبب فتنتھم ذلک۔ یعنی مسلمانوں کو ایذا دینے اور آگ میں جلانے کی وجہ سے یا آخرت میں ان کے کفر و سرکشی کا بدلہ

(وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝) اور ان کے لیے آگ کا عذاب۔

ای فَلَهُمْ جھنم فی الاٰخرۃ ولھم عذاب الحریق فی الدنیا یعنی اصحاب الاخدود کے لیے آخرت میں جہنم ہے اور ان کے لیے دنیا میں آگ کا عذاب کیونکہ انہیں اسی آگ نے جلا ڈالا

انہوں نے اہل ایمان کے لیے جلائی تھی۔ بعض کا قول ہے اگر عطف خاص کو عطف عام پر مبالغہ کے لیے قرار دیا جائے تو جہنم کا عذاب سردی اور گرمی (آگ سے جلنا) دونوں حال کے ساتھ ہے تو مراد شاید یہی ہے کہ جلوں کے تسلسل کا بیان ہے یا پھر عقوبت عظمی (بہت بڑی سزا) مراد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ○ — بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

علی الاطلاق من المفتونین وغیرھم یعنی وہ لوگ جنہیں ایذا دی گئی اور ان کے علاوہ

(لَهُمْ) ان کے لیے

بسبب ماذکر من الایمان والعمل الصالح۔ یعنی ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب جس کا ذکر گزرا۔

(جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں

یعنی ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ مومنوں کو یہ نعمت و شرف حاصل ہوگا۔

(ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ○) یہی بڑی کامیابی ہے۔

الذی یصغر عندہ الفوز بالدنیا ایسی عظیم کامیابی ہے جس کے سامنے دنیا کی سب کامیابیاں ہیچ ہیں اور الفوز کے معنی ہیں ہر شر سے خلاصی اور خیر و بھلائی کے ساتھ کامیابی۔ کبیر الفوز کی صفت ہے مراد بہت بڑی۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ○ — بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

جملہ مستانفہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اے محبوب جب ہم ظالموں کو عذاب میں پکڑتے ہیں تو پھر خوب سخت پکڑتے ہیں جس سے بچنا ممکن نہیں اس میں مومنین کو صبر و انتظار کی ترغیب ہے کہ کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر و برداشت کریں اگر یہ کفار باز نہ آئے تو پھر ان کا انجام بھی اصحاب الاخدود سے مختلف نہ ہوگا۔ البطش کے معنی ہیں الاخذ بصولۃ و عنف یعنی زور اور سختی یا شدت کے ساتھ پکڑنا۔ اور شدید لبطش کی صفت ہے جس کا مطلب ہے انتہائی سخت پکڑ جس کا نہ تدارک ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سے رہائی ممکن ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ○ — بے شک وہ پہلے کرے اور پھر کرے

ای انہ عزوجل ھو یبدئ الخلق بالانشاء وھو سبحانہ یعیدہ بالحشر یوم القیامۃ

یعنی بلاشبہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی نے مخلوقات کی پیدائش وآفرینش کا آغاز فرمایا اور بلاشبہ وہی

ذات پاک حشر کے ساتھ بروز قیامت دوبارہ زندہ اٹھائے گی۔ کہ وہی خالق ہے اور اس کے سوا کوئی

الٰہ نہیں۔ بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ دنیوی عذاب کی ابتدا بھی اسی کی طرف سے ہے اور اخروی عذاب

کے لیے بھی وہی پکڑنے والا ہے اور اس کی پکڑ انتہائی شدید ہے اور وہ اپنے امر پر خوب قادر

ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ اور وہی ہے بخشنے والا اپنے بندوں پر پیارا

(وَهُوَ الْغَفُوْرُ) لمن یشاء من المومنین وقیل لمن تاب وامن

وہی ذات کریم ہے جو مومنوں میں سے جس کے لیے چاہے اس کے گناہ معاف فرمائے ایک

قول ہے کہ انہیں بخشنے والا جو توبہ کریں۔ اور ایمان لائیں۔

(الْوَدُوْدُ) المحب کثیر المن اطاع۔ اطاعت گزار مومنوں سے بہت زیادہ محبت

فرمانے والا۔ فعول کے وزن پر صیغہ مبالغہ بمعنی فاعل ہے ایک قول ہے کہ فعول بمعنی مفعول ہے

جس طرح رَکُوْب تو معنی یہ ہوں گے ای یودہ ویحبہ سبحانہٗ عبادہ الصالحون یعنی

اللہ تعالیٰ کو اس کے نیکوکار بندے پیارا اور محبوب رکھتے ہیں قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول ہے

"ان الودود ھو الذی لا ولد لہ" ودود وہ ہوتا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو۔ ابن بحر

کا قول ہے ای المتودد الی عبادہ تعالیٰ شانہٗ بالمغفرۃ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے

نزدیک سب سے بڑھ کر محبوب ہے اور وہ ان کے لیے بخشش کے ساتھ پیار فرمانے والا۔ ایک

قول ہے کہ الودود کے معنی ہیں کثیر الاحسان کثرت سے نوازش و مہربانی فرمانے والا۔

(ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝) عزت والے عرش کا مالک

(ذُو الْعَرْشِ) ای صاحبہ والمراد مالکہ او خالقہ وھو اعظم المخلوقات

یعنی اس کا صاحب اور مراد ہے عرش کا مالک یا عرش کا پیدا کرنے والا اور عرش تمام مخلوقات

میں سب سے بہت بڑا ہے۔

(الْمَجِيْدُ) العظیم فی ذاتہ عزوجل وصفاتہ سبحانہٗ وتعالیٰ شانہٗ واجب الوجود

تام القدرۃ کامل الحکمۃ

یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو اپنی ذات وصفات بہت میں بزرگ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ واجب

اوجود ہے (اور اس کے سوا باقی سب ممکن ہے) وہی واجب بالذات ہے پوری طرح مکمل قدرت رکھتا ہے اور حکمت میں کامل واکمل ہے المجید اس کی صفات علیلہ سے ہے حمزہ اور کسائی کی قرأت میں مجید کی دال کسرہ کے ساتھ آئی ہے تو اس صورت میں یہ عرش کی صفت ہوگی کہ عرش عظمت و بزرگی والا اور انوار ربانیہ کا محل خاص ہے۔

(فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ٥) ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔

بمعنٰی لا یتخلف عن ارادتہٗ تعالٰی من افعالہ سبحانہٗ

یعنی جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے ارادہ کے خلاف نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی کوئی روک ہے یا روک سکتا ہے۔

(هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ٥) کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی

استفہام تقریری ہے اور جملہ مستانفہ ہے جس میں حق سبحانہٗ وتعالٰی کے فعال لما یرید ہونے کی توضیح ہے کہ کس طرح کفار انبیاء کے مقابل جمعیتیں اکٹھی کر کے لائے اور اللہ نے انہیں کس طرح ان کے کفر وعصیان اور معاصی وطغیان پر شدید گرفت کی۔ اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے تسلی ودلجوئی ہے الجنود جمع جُند کی ہے یعنی لشکر، جماعتیں جتھے۔ والمراد ھنا الجماعات الذین تجندوا علی انبیاء اللہ تعالٰی علیھم السلام واجتمعوا علی اذیتھم اور یہاں مُراد وہ جتھے ہیں جو کفار انبیاء علیہم السلام کے خلاف اکٹھے کر کے لاتے رہے اور ان کو ایذاء دُکھ پہنچانے کے لیے اکٹھے ہوتے رہے اور حضور کے لیے دلجوئی ہے سیصیبت کفرۃ قومہ ما اصاب الجنود کہ جلد ان کی قوم کے کفار کو بھی وہی پیش آئے گا جو کفار کے لشکروں کو پیش آیا یعنی جلد عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوں گے۔

(فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ٥) وہ لشکر کون فرعون اور ثمود

بدل من الجنود۔ جنود سے بدل ہے مُراد لشکروں سے فرعون اور ثمود ہیں والمعنی قد اتاک حدیثھم وعرفت ما فعلوا وما فعل بھم فذکر قومک بایام اللہ تعالٰی وشؤنہ سبحانہٗ وتعالٰی وانذرھم ان یصیبھم مثل ما اصاب امثالھم اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس ان کے قصے آچکے اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا اور ان کے ساتھ کیا کچھ کیا گیا تو اپنی قوم کو تذکیر بایام اللہ کے ساتھ اور اس کے انتقام سے ڈرائیں کہ اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں بھی اسی طرح ہلاکت وعذاب پہنچے گا جس طرح کہ پہلوں کی مثالیں ہیں۔ فرعون اور اس کے ساتھی بڑا

کراور قوم ثمود چیخ سے ہلاک کئے گئے۔

(بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ○) بلکہ کافر جھٹلانے میں ہیں۔

ای من قومك یعنی تمہاری قوم کے کافر (کفار قریش) بھی پچھلی قوموں کی ہلاکت کے تفصیلی قصے سن کر بھی کتاب اللہ کی تکذیب اور تمہاری نبوت ورسالت کے جھٹلانے میں منہمک ہیں۔ تکذیب کی تنوین کافروں کی بہت بڑی تکذیب کی نشاندہی کر رہی ہے اور یہی بڑی تکذیب انہیں سابقہ امتوں کے مقابلے میں عذاب کا زیادہ مستحق قرار دیتی ہے۔

(وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ) اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

یہ کفار کی توبیخ کے لیے ارشاد ہے اور کلام بطور تمثیل ہے لعدم نجاتهم من بأس الله تعالى بعدم فوت المحاط المحيط کہ کفار کو کوئی شے اللہ سے بچا نہیں سکتی اور نہ ہی انہیں کوئی بچانے والا ہے۔ محیط ہونا ذاتیہ اور بلاکیف ہے اور محیط کا محاط پر قرب وقبضہ اور قابو اس احاطہ کے لیے ضرور ہے اور وہ لوگ اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ اور وہ اپنے امر پر بالکلیہ قادر ہے۔

(بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ○) بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے۔

رد لكفرهم وابطال لتكذيبهم وتحقيق للحق اى بل هو كتاب شريف عالى الطبقة فيما بين الكتب الالهية فى النظم والمعنى لا يحق تكذيبه والكفر به۔

اس میں کفار کی سرکشی وانکار کارد اور کفار کے جھٹلانے کی مذمت ہے اور حق کی حقانیت کا واضح بیان ہے کہ یہ وہ بزرگ وعظیم اور عالیشان اور یگانہ کتاب ہے جو تمام کتب الٰہیہ میں سے اپنے نظم و معانی کے حوالے ممتاز ومنفرد اور بے مثل ہے اور اس عظیم کتاب کا انکار کھلا مکابرہ اور کور چشمی ہے جس شخص کو عبارت اور معانی میں معمولی درک بھی ہے وہ اس کی حقانیت کا منکر نہیں ہو سکتا قرآن کی عبارت بھی معجزہ ہے اور اس کے معانی بھی معجزہ ہیں جب کہ گزشتہ کتب کی یہ شان نہ تھی۔

(فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ○) لوح محفوظ میں

(فِيْ لَوْحٍ) لوح میں ای کائن فی لوح یعنی لوح (تختی) میں لکھا ہوا ہے (درج ہے)

(مَّحْفُوْظٍ ○) محفوظ

ای ذلك اللوح من وصول الشاطين اليه یعنی یہ لوح (تختی) شیطانوں کی رسائی اور دسترس سے محفوظ ہے۔ لوح محفوظ مشہور ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ لوح سفید موتی

سے بنی ہے اور اس کی لمبائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ جتنی ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اور اس کے اول و آخر کے حصے سرخ یاقوت کے ہیں اور اس کا قلم نوری ہے اور وہ عرش سے بندھا ہے، اور اس کی جڑ ایک فرشتے کی گود میں ہے جسے ساطریون کہتے ہیں۔ مقاتل کا قول ہے ان اللوح المحفوظ عن یمین العرش کہ بلاشبہ لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے نافع کی قرأت میں محفوظ" آیا ہے تو اس قرأت کے موجب یہ قرآن کی صفت ہوگی اور ارشاد باری وانا لہ لحفظون کہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو اس میں الحاق، ردو بدل، حذف و اضافہ ناممکن ہے۔ اور جو کوئی قرآن میں کسی طور بھی ملاوٹ کا قائل ہو جیسے روافض تو وہ اس آئت کی رُو سے جھوٹے اور نامراد ہیں اور قرآن کے منکر اور قرآن کا انکار مومن نہیں کر سکتا۔ خواہ عبارت ہو یا معانی اور وہی فساد کرے گا جس میں کفر و نفاق کا بیج ہے۔

الحمد للہ آج سورت البروج کی تفسیر کا کام پورا ہوا
۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ بمطابق ۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

سورۃ الطارق مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، سترہ آیتیں، اکسٹھ کلمے اور دو سو انتالیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الطارق پ۳۰

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝	آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝	اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے،
النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝	خوب چمکتا تارا۔
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝	کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝	تو چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝	جست کرتے پانی سے۔
يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝	جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔
اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝	بیشک اللہ اس کے واپس کردینے پر قادر ہے،
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝	جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝	تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝	آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝	اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝	بیشک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝	اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝	بیشک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں۔
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝	اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝	تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت

حل لغات سورۃ الطارق پ ۳۰

وَ ۔ قسم ہے	السماء ۔ آسمان کی	و ۔ اور	الطارق ۔ رات کو آنیوالے کی
و ۔ اور	ما ۔ کیا	ادرٰک ۔ جانے	کَ ۔ تو
ما ۔ کیا ہے	الطارق ۔ رات کو آنیوالا	النجم ۔ ستارہ ہے	الثاقب ۔ چمکتا ہوا
ان ۔ نہیں	کل ۔ کوئی	نفس ۔ جان	لما ۔ مگر
علیہا ۔ اس پر ہے	حافظ ۔ نگہبان	فلینظر ۔ تو چاہیے دیکھے	الانسان ۔ انسان
مم ۔ کس چیز سے	خلق ۔ پیدا کیا گیا	خلق ۔ پیدا کیا گیا	من ماء ۔ پانی
دافق ۔ اچھلنے والے سے	یخرج ۔ نکلتا ہے	من بین الصلب ۔ درمیان پشت	
و ۔ اور	الترائب ۔ سینے سے	انہ ۔ بیشک وہ	علی ۔ اوپر
رجعہ ۔ اسکے لوٹانے کے	لقادر ۔ ضرور قادر ہے	یوم ۔ جبدن	تبلی ۔ جانچ ہو
السرائر ۔ پوشیدہ باتوں کی	فما ۔ تو نہیں	لہ ۔ اس کے لیے	من قوۃ ۔ کوئی قوت
و ۔ اور	لا ۔ نہ	ناصر ۔ مددگار	و ۔ قسم ہے
السماء ۔ آسمان	ذات ۔ پھرنے	الرجع ۔ والے کی	و ۔ اور
الارض ۔ زمین	ذات الصدع ۔ پھٹنے والی کی		انہ ۔ بیشک وہ
لقول ۔ بات ہے	فصل ۔ فیصلہ کن	و ۔ اور	ما ۔ نہیں
ھو ۔ وہ	بالھزل ۔ مذاق	انہم ۔ بیشک وہ	یکیدون ۔ داؤ چلتے ہیں
کیدا ۔ اپنا داؤ	و ۔ اور	اکید ۔ میں داؤ چلتا ہوں	کیدا ۔ اپنا داؤ
فمہل ۔ تو ڈھیل دو	الکفرین ۔ کافروں کو	امہلہم ۔ مہلت دینا	رویدا ۔ تھوڑا سا

سورت الطارق

سورت الطارق بلا خلاف مکیہ ہے اور اس میں ایک رکوع اور سترہ آیات ہیں پچھلی سورت میں کفار کی تکذیب، قرآن کا انکار اور مومنوں کے ساتھ ان کی معاندانہ روش اور دشمنی و ایذا رسانی کا تذکرہ ہوا اس سورت میں انسان کی تخلیقی حالت اور دوبارہ زندگی کا بیان ہے تاکہ انسان کو حیات بعد الموت پر ایمان لانے میں کوئی حجت نہ رہے اور قرآن حکیم کے فرمودات کو ماننے میں سہولت ہو اور وہ ان حقائق کو ہنسی کھیل نہ سمجھیں اور اسی حوالے سے انہیں کچھ مہلت دینے کا ذکر ہے تاکہ جس گرفت شدید کا تذکرہ پچھلی سورت میں ہوا اس کا بیان اور مؤکد ہو جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ غضب الٰہی کی پکڑ قریب ہے اور وہ اصلاح احوال کی رغبت کریں تاکہ عذاب سے بچ سکیں۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الطارق پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ	آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔
مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝	اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا
اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝	کیا ہے۔ خوب چمکتا تارا۔ کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

(وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝) آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔
(وَالسَّمَآءِ) جمہور کے نزدیک مراد آسمان ہے جس کی قسم یاد فرمائی ہے جبکہ ایک قول ہے کہ یہاں مراد المطر (بارش) ہے (وَالطَّارِقِ) یہ الطرق سے اسم فاعل بمعنی اضرب راستہ چلنے والا یا نمودار ہونے والا اور اسی سے الطریق (سڑک۔ راستہ) بھی ہے اتصف بالآتی لیلا اور اس کے معنوں کو مخصوص کیا گیا ہے "رات کو آنے والا" یعنی قسم اس تارے کی جو رات کو چمکتا ہے۔

(وَمَا اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ٥) اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے

استفہام اظہار عظمت کے لیے ہے ای ای شئی اعلمك ما الطارق یعنی آپ نے کچھ جانا کہ وہ رات کو آنے والا کیا چیز ہے۔ کلام مجمل ہے اور اگلی آیت میں اس کی تفصیل ہے۔

(اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ٥) خوب چمکتا تارا۔ یہ جواب استفہام ہے ھو النجم یعنی وہ ایک تارا ہے الف لام اور مراد ثریا ہے اہل عرب ثریا کو النجم کہتے ہیں کہ جس کے معنی بہت بلند کے ہیں والثاقب فی الاصل لخارق ثم صار بمعنی المضئ لتصور انہ یثقب۔ اور ثاقب دراصل پھاڑنے یا سوراخ کرنے کے معنوں میں ہے پھر چمکدار روشن کے معنوں میں ہوگیا اس تصور کے ساتھ کہ وہ تاریکیوں میں جگمگا کر سوراخ کر دیتا ہے یا تاریکی کو روشنی کے ساتھ پھاڑ کر نکل جاتا ہے فراء کا قول ہے الثاقب المرتفع یقال ثقب الطائر ای ارتفع بہت بلندی سے جگمگا کر ٹوٹنی والا۔ جیسا کہ کہتے ہیں پرندہ بہت ہی اونچا ہو گیا یعنی اونچا چلا گیا یا بلند ہو گیا حسن کے نزدیک النجم الثاقب سے مراد جنس ہے کہ ہر تارا بلندی سے جگمگا تا روشنی دیتا ہے ابن عباس کا قول ہے کہ النجم الثاقب سے مراد جدی ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ایک تارا ہے جسے کوکب الصبح کہتے ہیں علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ وہ ایک تارا ہے ساتویں آسمان میں کلبی نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھے تو ایک تارا ٹوٹا جس کے نور سے وہاں کی ہر ایک شئی روشن ہو گئی تو ابو طالب نے گھبرا کر پوچھا یہ کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ایک تارا تھا جو کسی شیطان پر مارا گیا (ٹوٹ کر گرا) اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تو ابو طالب کو اس پر تعجب ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

(اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ٥) کوئی جان نہیں جس پر نگہبان نہ ہو۔

ای ما کل نفس کائنۃ فی حال من الاحوال الا فی حال ان یکون علیہا حافظ ای مھین ورقیب وھو اللہ عزوجل کما فی قولہ تعالیٰ وکان اللہ علی کل شئی رقیبا۔

یعنی کوئی جان بھی خواہ حالتوں میں سے کسی بھی حالت میں ہو مگر یہ کہ اس پر نگہبان موجود ہوتا ہے یعنی حفاظت کرنے والے اور دیکھنے والا اور جیسا کہ ارشاد حق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے اور بلاشبہ اللہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے ایک قول ہے ھو من یحفظ علیہا من الملائکۃ علیہم السلام ویحصی علیہا ما تکسب من خیر او شر جو کسی جان کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے تو وہ فرشتے ہیں جو اس کی نیکی بدی میں سے ہر بات کا حساب و شمار رکھتے

ہیں جو دہ کرتا ہے۔ ابن عباس کا قول بھی یہی ہے بعض کا قول ہے حافظ سے مراد نگران و اسعد
واحد نہیں بلکہ جنسی ہے خواہ ایک حافظ ہو یا متعدد لہٰذا حافظ سے مراد یا تو ذلت سیدی ہے یا یہ
فرشتے ہیں کہ بحکم خدا نگران ہیں اور آیت کریمہ ان علیکم لحافظین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے
ہے کہ تم پر ملائکہ نگران ہیں اور یہاں حافظ کی جمع حافظین وارد ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا۔

فاء سببیہ ہے یَنْظُرُ سے مراد المعرف لذلك یعنی انسان اس بات کو بخوبی جان لے کہ
اس کی ہر بات پر نگران مقرر ہے اور یہ کہ اپنی پیدائش کے حوالے سے غور و فکر کرے کیونکہ
فلینظر بعقلہ ولیتفکر بہ فی بعد خلقہ انسان کو چاہیے کہ اپنی عقل کے ساتھ دیکھے اور
اس کے ساتھ اپنی تخلیق پیدائش کے آغاز و احوال پر غور و فکر کرے تاکہ ایمان لانے میں
ہو اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔ مِمَّ خُلِقَ استفہام ہے اور اگلی آیت میں اس کا جواب ہے
اور یہ جملہ فلینظر کا مفعول ہے یعنی بطور خاص اپنی خلقت پر غور کرے۔

خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ بنایا گیا جست کرتے پانی سے۔

جملہ مستانفہ جواب استفہام "مم خلق" ہے، ای خلق من ماء یعنی انسان کو اچھلتے پانی
سے پیدا کیا گیا ای ماء الرجل و ماء المرأۃ یعنی مرد اور عورت کے مخلوط پانی (منی) سے
دَافِقٍ اگرچہ مَاءٍ کی حالت ہے لیکن اسم فاعل ہے اور ماء کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے
ایک قول ہے کہ مفعول ہے بمعنی مدفوق اور دفق کے معنی ہیں صب فیہ و سیلان بسرعۃ
اچھل کر نکلنے والا یا تیزی کے ساتھ ڈالنا یا بسرعت بہنے والا۔ ابن عطیہ کا قول ہے الدفق
دفع الماء بعضہ ببعض دفق سے مراد پانی کا بعض کے ساتھ جست کرنا یا ملنا یاد رکھیں
کہتے ہیں تدفق الوادی والسیل اذا جاء یرکب بعضہ بعضاً ولوی بہ نکل ہو یا ندی بہہ
آیا تو بعض کے ساتھ بعض پر اچھل پڑا یا مل گیا یا چڑھ گیا۔

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے

(يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ) جو نکلتا ہے پیٹھ سے ای من بین اجزاء صلب کل
رجل ای ظہرہ۔

یعنی ہر شخص (مرد) کے اجزاء صلبی سے یعنی اس کی پیٹھ سے۔ صلب کے معنی پیٹھ یا مضبوط

وَالتَّرَائِبِ ○) اور سینوں کے بیچ سے

ای عظام صدرها جمع تریبة وفسرت بموضع القلادة من الصدر وروی عن ابن عباس. یعنی عورت کے سینے کی ہڈیوں سے ترائب تریبۃ کی جمع ہے جس کے معنی چھاتیوں اور ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان کی جگہ کے ہیں اور ابن عباس سے مروی سینے کی وہ جگہ جہاں ہار پہنایا جاتا ہے بیضاوی نے لکھا ہے کہ منی انسان کے تمام اعضا سے نکلتی ہے اور اس کا زیادہ حصہ دماغ سے مرد کی پشت میں آتا ہے اور نطفہ کی پیدائش کا بڑا مددگار دماغ ہے اور اس کے علاوہ حرام مغز ہے جو پیٹھ کے مہروں میں ہوتا ہے اور اسی سے سینہ کی ہڈیوں کی طرف پھیلتا ہے اور عورت کے سینے کے اگلے حصہ کی بہت سی رگوں میں بھی پیدا ہوتا ہے یا کھینچتا ہے اسی لیے بطور خاص ان دونوں کا ذکر فرمایا ہے

(اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ○) بے شک اللہ اس کے واپس کر دینے پر قادر ہے۔

الضمیر الاول للخالق تعالی۔ انہٗ کی ضمیر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف راجع ہے کما فہم اولاً تبرک الفاعل فی قوله تعالیٰ مِمَّ خُلِقَ جیسا کہ گزشتہ آیت (مِمَّ خُلِقَ) سے معنی معلوم ہو رہے ہے کہ اس میں فاعل (اللہ) کا ذکر نہیں یعنی انسان کو اللہ نے جست کرتے پانی سے خلق کیا تو معنی یہ ہوں گے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے اور ضمیر ثانی (رجعہ) انسان کی طرف راجع ہے ای ان ذلك الذی خلقه ابتداء مما ذکر علی اعادته بعد موته لبین القدرة یعنی جب ایسا ہے کہ وہ ذات جس نے انسان کو پیدا کیا جیسا کہ ذکر گزرا تو بلاشبہ وہ اس کی موت کے بعد اس کو دوبارہ زندہ لوٹانے پر واضح طور پہ قدرت رکھتا ہے۔ یہ قول قتادہ کا ہے جب کہ مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے رجعہ کی ضمیر مآء کی طرف راجع ہے یعنی انہٗ تعالیٰ علی رد الماء فی الاحلیل او فی الصلب لقادر بلاشبہ اللہ تعالیٰ منی کے پانی کو احلیل یا صلب (پیٹھ) میں لوٹانے پر ضرور قادر ہے ضحاک کا قول ہے انہٗ عزوجل علی رده من الکبر الی الشباب ضمیر اگر انسان کی طرف راجع ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ انسان کو بڑھاپے سے شباب (جوانی) کی طرف لوٹانے پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی کی طرف لوٹا دینے پر قادر ہے اور پہلی تخلیق کے ہوتے ہوئے دوسری تخلیق کا انکار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ○ جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔ تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

(یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ ۝) جس دن چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔

ای یتعرف و یتصفح ما أسر فی القلوب من العقائد و النیات وغیرھا وسائر

من الاعمال و یمیز بین ما طاب منھا و ما خبث۔

یعنی اس روز (قیامت کے دن) معلوم و ظاہر ہو جائے جو کچھ دلوں میں عقائد اور نیتوں اللعین

وغیرہ میں سے چھپا ہوگا اور وہ اعمال بھی جنہیں انسان چھپاتا ہے انہیں اور ان میں سے جو اچھے ہوں گے

پھر برا ہوگا ممتاز ہو جائے گا۔ یعنی نیکی و بدی الگ الگ واضح ہو جائے۔ ابن المنذر نے علاوہ اور

بن کثیر سے روایت کی ہے کہ جن چھپی باتوں کی پڑتال ہوگی وہ روزہ، نماز اور غسل جنابت ہیں بیہقی نے

شعب الایمان میں ابی الدرداء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ضمن اللہ تعالیٰ خلقہ اربعا الصلوۃ والزکاۃ وصوم رمضان والغسل من الجنابۃ وھن

السرائر التی قال اللہ تعالیٰ یوم تبلی السرائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چار باتوں کی ضمانت

چاہی ہے وہ نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور غسل جنابت ہیں اور یہی وہ پوشیدہ باتیں

جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس روز چھپی باتوں کی جانچ ہوگی۔ اور بحر میں پانچویں

توحید بھی ذکر کی گئی ہے سرائر کے حوالے سے ان امور کا بیان ان کی عظمت و فخامت کی وجہ سے

بر سبیل مبالغہ ہے ورنہ ان چار باتوں میں ہی حصر مراد نہیں ہے۔ اور اگر اس امر کا وہم کو قدرت

اس دن (روز حشر) کے ساتھ مخصوص ہے اور باقی دنوں میں نہیں تو بلا شبہ حق سبحانہ ہر

ہمہ وقت قادر ہے اور قیامت کا ذکر اس لیے کہ یہ دن اللہ ہی نے جزاء و سزا کے لیے مقرر فرمایا

ہے اور یہ زندگی دار العمل ہے اور کفار کو حیات دنیوی میں مہلت دی گئی ہے۔

(فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝) تو آدمی کے پاس نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار

(فَمَا لَهٗ) ای الانسان یعنی انسان مراد وہ شخص جو منکر بعث تھا یا کافر تھا۔

(مِنۡ قُوَّةٍ) فی نفسہ یمتنع بھا یعنی اس کے پاس نہ کوئی زور ہوگا جس سے اللہ

عذاب کو اپنے نفس سے روک سکے۔

(وَّلَا نَاصِرٍ) ینتصر بہ اور نہ ہی کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اس کی مدد کرے اور اسے

سے بچا سکے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۝ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۝

آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے بے شک

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔ اور کوئی ہنسی کی بات نہیں۔

(وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝) آسمان کی قسم جس سے مینہ اترتا ہے۔

(والسماء) وھی المظلۃ فی قول الجمھور جمہور کے قول کے مطابق اس سے مراد ہے بارش والا آسمان۔ ابن عباس اور مجاہد کا قول سماء سے مراد سحاب ہے اور یہ آسمان فلک کے سوا ہے جو نہ گردش کرتا ہے اور نہ ہی حرکت کرتا ہے۔

(ذَاتِ الرَّجْعِ ۝) ای المطر یعنی بارش اس کا مصدر خاص رجوع ہے سموا بہ المطر جسے بارش سے موسوم کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مینہ والے آسمان کی قسم جس سے مینہ برستا ہے اور زمین کی پیداوار، نباتات واشجار کے لیے یہ باپ کی طرح مربی ہے۔ بارش کو رجع (ذات الرجع) کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مینہ لوٹ لوٹ کر اور بار بار برستا رہتا ہے۔ اور ایک وجہ ذات الرجع کہنے کی یہ بھی ہے کہ فرشتے بندوں کے اعمال کے ساتھ اس کی طرف لوٹتے رہتے ہیں۔

(وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝) اور زمین کی جو اس سے کھلتی ہے۔

ھو ما تتصدع عنہ الارض من النبات واصلہ الشق سمی بہ النبات مجازاً اور وہ جو زمین سے کھلتا ہے (پھٹ کر نکلتا ہے) پیداوار ہیں سے اور اس کی (صدع) اصل "شق" ہے اور نبات (پیداوار) اسے مجازاً موسوم ہے یعنی پھٹنے والی زمین کی قسم، سبزہ اور پیداوار اور چشموں، خندقوں اور کھیتی باڑی کی وجہ سے زمین کھلتی ہے اس میں شگاف پیدا ہوتے ہیں جبکہ ایک قول یہ ہے کہ زمین پیداوار وغیرہ کے لیے ماں کی مانند مربی ہے اور سماء وارض دونوں حق سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں اور قدرت الٰہیہ کے آثار، عجائب وغرائب ان میں بکثرت ہیں اور بہار و خزاں وغیرہ کے حوالے سے حیات بعد الموت پر بہت سے دلائل ملتے ہیں۔

(اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝) بے شک قرآن ضرور فیصلہ کی بات ہے۔

(انہ) ای القرآن الذی من جملتہ ھذہ ایات الناطقۃ بمبدأ احوال الانسان ومعادہ۔

یعنی قرآن حکیم اور اس کی وہ آیات جو انسان کی تخلیق وآفرینش اور اس کی آخرت کے بارے ناطق ہیں یا مراد وہ آیات ہیں جن کا پہلے ذکر گزرا اور جن میں تمہیں تمہاری زندگی کے بارے میں سے اپنی قدرت کی تمہیں خبر دی ہے۔

(لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝) والمراد بقول فاصل بين الحق والباطل

اور قول سے مراد ہے کہ ایسی کتاب کریم ہے اور ایسا کلام عظیم ہے جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہے فرق و امتیاز کر دیتا ہے ایک قول ہے ہزل کے مقابل فصل یعنی دل لگی اور کھیل مزاح نہیں بلکہ فیصلہ کی بات ہے اور شک و شبہ سے پاک واقعی ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار یا تردید ممکن ہی نہیں۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ؑ

بے شک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

(اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝) بے شک کافر اپنا سا داؤں چلتے ہیں

(اِنَّهُمْ) ای کفار مکۃ یعنی کفارِ مکہ

(يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝) یعملون المکاید فی ابطال امرہ واطفاء نورہ ای ابطال امر اللہ تعالٰی واطفاء نور الحق۔

یعنی کفار مکہ اللہ کے حکم کو باطل کرنے کے لیے اور اس کے نور کو بجھانے یا امر الٰہی مٹانے اور حق کے نور کو گل کرنے کے لیے مکر و فریب سے کام لے رہے ہیں۔ ایک تو کہ رسول اللہ کی دعوت کو ناکام کرنے اور کلام الٰہی کی مخالفت میں طرح طرح کے ہتھکنڈے ہیں اور اس کے مقابل کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کر رہے ہیں اور ہر طرح کا داؤں کھیل رہے ہیں۔

(وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝) اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔

ای افابلھم متین لا یمکن ردہ یعنی میں وہاں سے ان کا توڑ فرماتا ہوں ایسی ٹھوس (مؤثر و محکم) تدبیر کے ساتھ جس کا رد (روکنا یا لوٹانا) ممکن ہی نہیں۔ اور جس کی خبر ہی نہیں۔

(فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝) تو تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں کچھ مہلت دو۔

(فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ) فلا تشتغل بالانتقام منھم ولا تدع علیھم ولا تستعجل۔

تو اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم (آپ سے خطاب ہے) ان کفار کو چند روز کی مہلت دیجئے یعنی ان سے بدلہ لینے میں مشغول نہ ہوں اور نہ ہی ان کی ہلاکت و بربادی کے لیے دعا کریں اور نہ ہی اس سلسلے میں جلدی کریں۔

(اَمْهِلْهُمْ) یہ بمعنی مَهِّل۔ یہ مَهِّلْ سے بدل ہے اس کا مادہ رَوْدٌ سے ہے جس کے معنی ہیں آہستہ آہستہ حرکت کرنا یا چلنا۔ اور مہلت کی تاکید کے لیے ہے یعنی تھوڑی مدت کے لیے انہیں مہلت ضرور دو۔

(رُوَيْدًا ۝) ای قلیلا یعنی تھوڑی ابن عباس سے یہی مروی ہے ابن المنذر نے سدی سے نقل کیا ہے ای امهلهم حتی اٰمر بالقتال یعنی انہیں تھوڑی مہلت دو یہاں تک کہ میں قتال کا حکم دوں۔ بعض کا قول ہے کہ انہیں چند روز (قریب کے تھوڑے سے عرصہ کے لیے) مہلت دو جب کہ دوسرا قول ہے کہ قیامت تک کے لیے مہلت دو۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت میں کفار کو زمانۂ قریب میں گرفت کی وعید ہے اور غزوہ بدر میں کفار پر گرفت واقع ہوگئی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت آیت سیف (قتال) سے منسوخ ہے کہ جب قتال کا حکم نازل ہوا مہلت (ڈھیل) کا حکم باقی نہ رہا۔

الحمد للہ آج سورت الطارق کی تفسیر کا کام مکمل ہوا۔
۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الاعلیٰ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع انیس آیات . بہتر کلمات اور دو سو اکانوے حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۝
اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے

الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝
جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝
اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔

وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝
اور جس نے چارا نکالا۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ۝
پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۝
اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا یَخۡفٰی ۝
مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔

وَنُیَسِّرُكَ لِلۡیُسۡرٰی ۝
اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے

فَذَكِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰی ۝
تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے۔

سَیَذَّكَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ۝
عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔

وَیَتَجَنَّبُهَا الۡاَشۡقَی ۝
اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔

الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡكُبۡرٰی ۝
جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا

ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی ۝
پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰی ۝
بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔

وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ۝
اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا ۝
بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

وَالۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ۝
اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ — بیشک یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ۝ — ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

حل لغات سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰

سبح۔ پاکی بول	اسم۔ نام	ربک۔ رب اپنے	الاعلیٰ۔ بلندی
الذی جس نے	خلق۔ پیدا کیا	فسوی۔ پھر درست کیا	و۔ اور
الذی۔ وہ جس نے	قدر۔ اندازہ کیا	فھدی۔ پھر راہ دکھائی	و۔ اور
الذی۔ وہ جس نے	اخرج۔ نکالا	المرعی۔ چارہ	فجعلہ۔ پھر کیا اس کو
غثاء۔ چورا	احوی۔ سیاہ	سنقرئک۔ جلدی پڑھائیں گے ہم تم کو	
فلا۔ تو نہ	تنسی۔ بھولے گا تو	الا۔ مگر	ما۔ جو
شاء۔ چاہے	اللہ۔ اللہ	انہ۔ بیشک وہ	یعلم۔ جانتا ہے
الجھر۔ ظاہر کو	و۔ اور	ما۔ جو	یخفی۔ چھپا ہو
و۔ اور	نیسر۔ آسان کریں گے ہم	لک۔ تیرے لیے	للیسری۔ آسانی کو
فذکر۔ تو نصیحت کر	ان۔ اگر	نفعت۔ نفع دے	الذکری۔ نصیحت کرنا
سیذکر۔ جلدی نصیحت لے گا		من۔ جو	یخشی۔ ڈرتا ہے
و۔ اور	یتجنبھا۔ الگ رہے گا اس سے		الاشقی۔ بڑا بدبخت
الذی۔ وہ جو	یصلی۔ داخل ہوگا	النار۔ آگ	الکبری۔ بڑی میں
ثم۔ پھر	لا۔ نہ	یموت۔ مرے گا	فیھا۔ اس میں
و۔ اور	لا۔ نہ	یحیی۔ جیے گا	قد۔ بیشک
افلح۔ کامیاب ہوا	من۔ جو	تزکی۔ پاک ہوا	و۔ اور
ذکر۔ یاد کیا	اسم۔ نام	ربہ۔ اپنے رب کا	فصلی۔ پھر نماز پڑھی
بل۔ بلکہ	تؤثرون۔ پسند کرتے ہو تم	الحیوۃ۔ زندگی	الدنیا۔ دنیا کو
و۔ اور	الاخرۃ۔ آخرت	خیر۔ بہتر ہے	و۔ اور
ابقی۔ باقی رہنے والی	ان۔ بیشک	ھذا۔ یہ	لفی۔ بیچ
الصحف۔ صحیفوں	الاولیٰ۔ پہلے میں ہے	صحف۔ صحیفوں	ابراھیم۔ ابراہیم
و۔ اور	موسی۔ موسیٰ میں		

سُورت الاعلیٰ

سُورت الاعلیٰ مکی ہے اس میں ایک رکوع اور اُنیس ۱۹ آیات ہیں اس سورت مبارکہ کا نام سورۃ سبح بھی ہے ابن الفرس نے بعض علماء تفسیر سے بیان کیا ہے کہ یہ مدنی ہے اس لیے کہ اس میں نماز عید اور زکوٰۃ الفطر وغیرہ کا ذکر ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اس قول کی تردید کی ہے جیسا کہ بخاری نے ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو لوگ آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم تھے انہوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر عمار، سعد اور بلال آئے پھر عمر بن خطاب بیس اصحاب کے ہمراہ آئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اہلِ مدینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جس قدر فرحت وخوشی ہوئی کسی چیز سے اس قدر وہ خوش نہ دیکھے گئے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں پکارتے تھے یہ جو تشریف لائے ہیں اللہ کے رسول ہیں پھر جب آپ کے رونق افروز ہونے سے پہلے ہی میں نے سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اس کی مثل چھوٹی سورتیں سیکھ لی تھیں یعنی حفظ کر لی تھیں۔ لہٰذا جمہور کے نزدیک یہ مکی ہی ہے سورت الطارق میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے اور پیداوار کی طرف مشیر ہے اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں تمام مخلوقات کی تخلیق کی درستی اور چارا وغیرہ کی طرح پیداوار کے نکالنے کا ذکر ہے اور اسی سے دونوں کی مناسبت واضح ہے۔ امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۂ مبارکہ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ ابوعبید نے ابی تمیم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو افضل المسبحات کے نام سے یاد فرمایا۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم (بہ تصحیح) اور بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری رکعت میں قل یایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے جب کہ ترمذی نے معوذتین کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد، ترمذی، نسائی، ابوداؤد ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور نماز جمعہ میں

سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے۔ طبرانی نے عبداللہ بن الحرث سے روایت کی ہے کہ آخری نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی نماز مغرب تھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سورت الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورت الکافرون تلاوت فرمائی۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ اعلیٰ رکوع اوّل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	
سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝	اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔ اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی۔ اور جس نے چارہ نکالا۔ پھر اُسے خشک سیاہ کر دیا۔

(سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى) اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے۔

سَبِّحِ فعل امر ہے یعنی پاکی بولو، اسم ربک اپنے رب کے نام کی ای نَزِّهْ اسماءہ عزوجل عما یلیق فلا تؤول مما ورد منھا اسما من غیر مقتض ولا تبقہ علی ظاھرہ اذا کان ما وضع لہ مما لایصح لہ تعالیٰ ولا تطلقہ علی غیرہ سبحانہ اصلا۔ یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نام کو تعظیم واحترام کے ساتھ لو اور وہ نام نہ بولو جو اس کی شان کے لائق نہیں اور نہ ہی ان میں ناموں میں سے اس پر کسی نام کا اصلاً اطلاق کرو جو ملحدین وکفار نے مقرر کر رکھے ہیں اور نہ ہی خود وضع کرو اور نہ ہی ان ناموں کو ان کے اس ظاہر پر باقی رہنے دو جو اللہ پاک کے لیے بولنا صحیح نہ ہو البتہ اللہ کو ان ہی ناموں سے یاد کرو جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور سورت الاعراف میں اس کی خوب وضاحت ہے ارشاد ربانی ہے وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام (اللہ، رحمٰن، رحیم) تو اُسے ان ناموں سے پکارو وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں (یعنی ناموں میں الحاد نہ کرو)۔ ایک قول ہے اسم سے یہاں مراد مسمّیٰ (ذات باری) ہے یعنی اپنے بلند و برتر پروردگار کی پاکی بولو۔ اور ایک قول ہے کہ "اسم" کا لفظ زائد ہے یعنی اپنی زبان سے اپنے رب کی پاکی بولو۔ بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ سبح باسم

ربك الاعلی سے مُراد نماز کا حکم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد نماز میں تسبیح پڑھنا ہے امام احمد، ابوداؤد، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سُنن میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربك الاعلی پڑھی تو ارشاد فرمایا سبحان ربی الاعلی اور عبد بن حمید اور ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب یہ سورت پڑھی تو کہا سبحان ربی الاعلی اور وہ نماز میں تھے تو آپ سے کہا گیا کیا آپ اللہ کی کتاب پر زیادتی کرتے ہیں فرمایا ہرگز نہیں انما أمرنا بشئی ففعلته ہمیں تو ایک بات کا حکم دیا گیا سو میں نے اس کی تعمیل کی۔ امام احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے عقبۃ بن عامر الجہنی سے روایت کی ہے کہ جب سورۂ واقعہ کی آیت فسبح باسم ربك العظیم اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا اجعلوھا فی رکوعکم اسے اپنے رکوع میں اختیار کرو پھر جب سبح اسم ربك الاعلی نازل ہوئی ارشاد فرمایا اسے اپنے سجدوں میں اختیار کرو (پڑھو) اَلْاَعْلٰی رب کی صفت ہے یعنی بلند و برتر شان والا ہو اللہ کی بزرگی و عظمت عقل و فہم ادراک سے بالا ہے لہٰذا اس کی پاکیزگی بولنے کے لیے اسی کے فرمائے ہوئے ناموں سے یاد کرنا ہی درست ہے اور ملحدوں کے رکھے ہوئے ناموں سے بچنا اور اللہ کو ان کے بیان کردہ اوصاف سے پاک جاننا ضروری ہے۔ جیسے ہنود رام، پرماتما کہتے ہیں اور ایرانی یزداں و اہرمن کہتے ہیں یزدان خدائے خیر اور اہرمن خدائے شر کو کہتے ہیں اور اللہ خیر و شر کا خالق اور یہ دونوں لفظ اللہ کے لیے بولنا سخت ناجائز ہیں اور فرنگی اور یونانی اللہ کے لیے GOD (گاڈ) کا لفظ بولتے ہیں جبکہ گاڈ کی مؤنث GODESS ہے اور اللہ اس سے پاک ہے لہٰذا ان الفاظ کا بولنا اور اللہ مُراد لینا الحاد ہے۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝) جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔

(اَلَّذِیْ خَلَقَ) خَلَقَ کا مفعول محذوف ہے ای الذی خلق کل شئ یعنی وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔

(فَسَوّٰی ۝) والمراد فجعل خلقه کما تقتضیه حکمته سبحانه اور مطلب یہ ہے کہ اپنی مخلوقات کو بنایا جس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کی حکمت کا مُقتضیٰ ہوا ایک قول ہے کہ نظم کائنات کا جو تقاضا تھا ولیسا ہی انتظام فرما دیا۔

(وَالَّذِیْ قَدَّرَ) اور جس نے اندازہ پر رکھا

ای جعل الاشیاء علی مقادیر مخصوصة فی اجناسها وانواعها وافرادها وصفاتها

افعالہا وآجالہا۔

یعنی اللہ نے تمام اشیاء کو ان کی اجناس، انواع، افراد، صفات، افعال اور مدت میں ان کی مخصوص قدروں پر بنایا۔

(فَهَدٰى ۝) پھر راہ دی

ای قدر اقواتھم وھداھم بطلبھا یعنی ان کی (مخلوقات) روزیاں مقرر کیں اور انہیں ان کے حصول وطلب کا راستہ بتایا۔ کلبی کا قول ہے قدر ھم ذکرانا واناثا وھدی الذکر کیف یأتی الانثی مذکر اور مؤنث (نر اور مادہ) مقرر کیا (پیدا فرمایا) اور نر کو مادہ سے جفتی کا طریقہ بتایا سدی کا قول ہے قدر الولد فی البطن تسعۃ اشھر او اقل او اکثر وھداہ للخروج منہ للتمام بچے کو رحم میں ٹھہرنے کے لیے نو ماہ یا اس سے کم یا زیادہ مدت مقرر فرمائی اور اس مدت کے پورا ہونے پر وہاں سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ مجاہد کا قول ہے قدر الانسان والبھائم وھدی الانسان للخیر والشر والبھائم للمراتع اللہ نے انسان اور چوپائیوں کو پیدا کیا اور انسانوں کو خیر اور شر کی ہدایت کر دی (راستہ بتادیا) اور چوپائیوں حیوانوں کو چراگاہوں کا راستہ بتادیا۔ (جبلی الہام کردیا) واضح مفہوم یہ ہے ہر چیز جو مقدر فرمائی اسے راستہ بتادیا۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ ہر چیز مقدر کر دی گئی ہے یہاں تک کہ نادانی اور سمجھداری اور اللہ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار قبل ساری مخلوقات کی تقدیریں مقرر فرمائیں اور جب اس کا عرش پانی پر تھا۔

(وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝) اور جس نے چارا نکالا

ای أنبت ما ترعاہ الدواب یعنی وہ سبزہ یا گھاس اگائی جس کو چوپائے چرتے ہیں۔

(فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝) پھر اسے خشک سیاہ کر دیا۔

(فَجَعَلَهٗ غُثَآءً) ای فجعلہ بعد ذلك یابسًا یعنی پھر ہم نے اس سبزے چارے وغیرہ کو اگانے کے بعد سوکھا بنادیا (سکھادیا یا خشک کر دیا)

(احوٰی) اس سے مراد ہے اسود او اسمر والنبات اذا یبس اسود أو اسمر سیاہ کر دیا یا چورا چورا کر دیا کہ سبزے (چارہ و پیداوار) جب سوکھ جاتی ہے تو کالی ہو جاتی ہے

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰى ۝ وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰى ۝	اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے، بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔ اور ہم تمہارے لیے

آسانی کا سامان کر دیں گے۔

(سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝) اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔

ای سنجعلك قارئا بالهام القراءة ای فی الکتاب من دون تعلیم احد کما هو العادة فقد روی عن جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنه انه علیه الصلوة کان یقرأ الکتابة ولا یکتب۔

یعنی جلد ہی ہم آپ کو پڑھنے والا بنائیں گے قرأت کے الہام کے ساتھ یعنی بغیر کسی کی تعلیم کے جیسا کہ عرف و عادت ہے تو جو اہل بیت امام کریم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا پڑھتے تھے اور لکھتے نہیں تھے۔ اور سین (سَنُقْرِئُكَ) تاکید کے لیے وهی هدایته علیه الصلوة والسلام لتلقی الوحی وحفظ القرآن الذی هو هدی للعلمین وتو نیفه صلی اللہ علیه وسلم لهدایته الناس اجمعین ۝ اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوش خبری ہے کہ ان کی طرف وحی بھیجی جائے گی اور انہیں قرآن حکیم حفظ ہو گا جو کہ سارے جہانوں کے لیے ہدایت ہے اور یہ کہ آپ کو یہ توفیق حاصل ہو گی تاکہ تمام انسانوں کی ہدایت کا فریضہ ادا کریں۔ جمل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی کہ آپ کو قرآن حکیم بغیر محنت و مشقت کے حفظ ہو جائے گا اور آپ نہ بھولیں گے فَلَا تَنْسٰٓى نفی النسیان مطلقا عنه علیه الصلوة والسلام امتنانا علیه صلی اللہ علیه وسلم بانه اوتی قوة الحفظ۔

فَلَا تَنْسٰٓى میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقا نسیان (بھول) کی نفی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتنان (تسلی و تسکین) کے لیے ہے کہ بلا شبہ آپ اس کے ساتھ قوت حفظ عطا کی گئی۔

(اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ) مگر جو اللہ چاہے۔

بعض مفسرین کا ارشاد ہے کہ اگر چہ اِلَّا استثناء کے لیے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا واقعہ نہ ہوا اور اللہ نے نہ چاہا کہ آپ کچھ بھولیں۔ ایک قول یہ ہے۔ ای لا ینسی اصلا ما سنقرئك شیئا من الاشیاء الا ما شاء اللہ ان تنساه یعنی آپ اصلاً اس میں سے جو ہم اشیاء میں سے جو شیئ اب آپ کو پڑھوائیں گے کچھ نہ بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ چاہے کہ بھلایا جائے اور جمہور کے نزدیک "ان تنساه" سے مراد وہ آیات ہیں جو "منسوخ التلاوت ومنسوخ الحکم" ہیں اور نسیان اگر چہ فطری امر ہے جو انسان کے لیے مقدر ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محفوظ ہیں مگر جو مشیئت الٰہیہ نسخ قرآن سے متعلق ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم معذور

ہیں اور آپ کی عظمت حفظ اور جلالت شان پر کوئی غبار نہیں آتا بعض علماء نے فلا تنسٰی کو منفی فعل مانا ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اس امر کی پہلے ہی خبر دے دی گئی ہے کہ آیات میں نسخ ہوگا اور یہ سورت مکی ہے اور نسخ احکام میں خاص ہے اور احکام کا نزول ہجرت ہی کے بعد بکثرت ہوا۔ اور قیام مکہ کے دوران نسخ وقوع نادر ہی ہے۔ اور اگر لا تنسٰی کو فعل نہی قرار دیا جائے اور الف زائد جس کو بعض علماء نے فواصل آیات کی رعایت قرار دیا ہے تو اس تقدیر پر معنی نہ ہوں گے کہ قرآن کا حفظ حسب قوت واستطاعت واجب ہے شیخین نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قرآن کی نگہداشت کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس طرح اونٹ اپنے زانو بند سے چھڑا کر بھاگتا ہے قرآن (بصورت غفلت) اس سے بھی زیادہ تیزی سے نکل جانے والا ہے۔

(اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ) بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو

ای انہ تعالیٰ یعلم ما ظھر و ما بطن یعنی بلا شبہ حق سبحانہ و تعالیٰ جو ظاہر ہے اور جو باطن ہے اُسے خوب جانتا ہے ایک قول ہے کہ یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے قول سنقرئك فلا تنسٰی کی تاکید کے لیے ہے کہ جَھْر وہ ہے جو اقوال سے ظاہر ہے ای یعلم سبحانہ جھرك بالقرآۃ مع جبریل علیہ السلام و ما دعاك الیہ من مخافۃ النسیان فلا تخف فانی اکفیك ما تخاف یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کو آپ کا جبریل علیہ السلام کے لیے بلند آواز سے پڑھنا اور وہ شئے جو آپ کو بھولنے کے خوف و اندیشہ کی طرف خطرہ دلاتی ہے۔ خوب معلوم ہے پس آپ خوف نہ کیجئے (پرواہ نہ کیجئے) بلاشبہ میں آپ کو جس شئے کا خوف ہے اُس سے محفوظ کرنے کے لیے کافی ہوں۔

(وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝) اور ہم تمہارے لیے آسانی کا سامان کر دیں گے۔

ای نوفقك توفیقا مستمرا للطریقۃ الیسری فی کل باب من ابواب الدین علما و تعلیما۔ یعنی ہم آپ کو دین کے تمام علمی و تعلیمی ابواب میں سے ہر ایک باب میں سہل و آسان طریق و راستے کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائیں گے۔ ایک قول ہے "المراد بالیسری الطریقۃ التی ھی ایسر واسھل فی حفظ الوحی" یُسریٰ سے مراد وہ طریقہ ہے۔ جو وحی کی یادداشت اور حفظ کے لیے نہایت آسان اور سہل ہے ایک قول ہے ھی الشریعۃ الحنیفیۃ السھلۃ یُسریٰ سے مراد آسان اور سہل اور صحیح و راست وشریعت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے یُسریٰ سے مُراد نیک عمل ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم

تمہاری خاطر سے آسانی پیدا کردیں گے جیسا کہ اس آیت کی ساخت کا مقتضیٰ ہے (کذا فی روح المعانی)

فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیئے۔

(فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى) تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے۔

ای فذکر الناس حسبما یسرناك بما یوحی الیك واھدھم الی ما فی تضاعیفه من الاحکام الشرعیة کما کنت تفعله۔ یعنی اس کے مطابق جیسا کہ ہم نے آپ کے لیے آسان بنایا اس امر کو وحی کہ آپکی طرف اور لوگوں کو نصیحت فرمائیے۔ اور ان کو اس کی طرف بار بار ہدایت فرمایئے جس سے احکام شرعیہ کی طرف زیادہ راغب ہوں جیسا کہ آپ پہلے کرتے ہیں خواہ کچھ لوگوں کو ہی اس سے فائدہ پہنچے۔

(سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝) عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔

ای سیذکر بتذکیرك من شانه أن یخشی اللہ تعالیٰ حق خشیته

یعنی آپ کے وعظ و نصیحت سے وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو حقیقتاً حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور عذاب الٰہی کے خوف سے امور خیر کی طرف راغب ہوتا ہے۔

(وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝) اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔

ای ویتجنب الذکر ویتحاماھا۔

یعنی وہ شخص جو نصیحت و فائدہ سے دور رہے اور اُس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرے یا خدا کی دشمنی و مخالفت میں غلو کرے اور الاشقی سے مُراد مطلقاً ایسا کافر ہے ایک قول ہے کہ الاشقی کا مطلب ہے بڑا بدنصیب۔ الاشقی میں الف لام عہدی ہے اور اس سے مُراد خاص کافر ہے یعنی ولید بن مغیرہ یا عُتبہ بن ربیعہ۔

(الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝) جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔

ای الطبقة السفلی من اطباق النار کما قال الفراء

یعنی طبقات جہنم میں سے سب سے نچلے طبقہ میں داخل ہوگا جیسا کہ فرّاء کا قول ہے۔ حسن کا قول ہے

الکبریٰ نار الآخرۃ والصغریٰ نار الدنیا کبریٰ سے مراد آخرت کی آگ ہے جبکہ صغریٰ سے مراد دنیا کی آگ ہے صحیحین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے نارکم ھذہ جزء من سبعین جزاء من نار جھنم تمہاری یہ آگ (دنیا کی آگ) جہنم کی آگ کا سترہواں حصہ ہے یعنی دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا شدید و گرم ہے جب کہ امام احمد کی ایک روایت میں سو گنا آیا ہے۔

(ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا) پھر نہ اس میں مرے

ای فیستریح یعنی مر کر ہی عذاب سے رہائی پائے اور دوزخ میں موت نہ ہوگی اور عذاب دائمی اور ہر لحظہ عذاب و دکھ میں اضافہ۔

(وَلَا یَحْیٰی ﴿۰﴾) اور نہ جیئے

ای حیاۃ تنفعہ یعنی نہ ہی زندگی کہ اس سے کچھ آرام پائے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۰﴾ بے شک مُراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا

وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۰﴾ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۰﴾ بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو

وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۰﴾ اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی

(قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۰﴾) بے شک مراد کو پہونچا جو ستھرا ہُوا۔

(قَدْ اَفْلَحَ) ای نجا المکروہ وظفر بما یرجوہ۔

یعنی مکروہات سے خلاصی حاصل کی اور اس چیز کے ساتھ کامیابی پائی جس سے اللہ کی طرف رجوع ہو۔ (مَنْ تَزَکّٰی) ای تطھر من الشرک بتذکرہ و اتعاظہ یعنی شرک سے پاک ہُوا اللہ کے ذکر کے ساتھ اور نصیحت قبول کی۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ اس سے مُراد ہے کہ ایمان لا کر ستھرا ہُوا اور کفر کی پلیدی سے نجات حاصل کی یا یہ مطلب ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے طہارت کا اہتمام کیا یعنی غسل و وضو کیا اور ایک قول ہے کہ زکوٰۃ (صدقات) دی۔ ایک قول یہ ہے کہ شرک کی نجاست سے خود کو پاک کیا اور ظاہری گندگیوں سے بچا اور زکوٰۃ ادا کی اور یاد الٰہی سے غافل نہ ہوا اور اپنے اعضاء کو گناہوں کی آلودگی سے دور رکھا اور نفسانیت کے عیوب سے اپنے باطن کو محفوظ رکھا وہ یقیناً کامیاب ہُوا۔ البزار اور ابن مردویہ سے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور مشرکانہ امور کو نکال باہر کیا اور میرے

اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دی وہ مراد کو پہنچا۔ ایک قول ہے کہ تزکی سے مراد ہے کہ جس نے تقویٰ کی کثرت کی اور جو ستھرا ہونے کو اللہ سے ڈرتا رہا اور نفسانی گندگیوں سے بچتا رہا۔

(وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ٥) اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

(وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ) ای بلسانہ وقلبہ لا بلسانہ مع غفلة القلب یعنی اپنی زبان اور دل سے اللہ کا ذکر کیا اور یوں نہیں کہ زبان سے ذکر تو کیا مگر دل غفلت میں رہا اذ مثل ذلک لا ثواب فیہ جب یوں ذکر کیا تو اس میں کوئی ثواب نہیں (پورا فائدہ نہیں ملتا) اور قلبی ذکر سے دل میں اللہ کے اسم کا خیال سامنے رکھ کر یاد کرنا ہے یعنی اللہ اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ بعض علماء حنفیہ نے ذکر سے مراد یہاں نماز کی افتتاحی تکبیر لی ہے گویا کہ ارشاد ہے وکبر للافتتاح یعنی نماز کا تکبیر تحریمہ سے افتتاح (شروع) کرو (فَصَلَّىٰ) ای الصلوات الخمس کما اخرجہ ابن المنذر وغیرہ عن ابن عباس یعنی پانچوں فرض نمازیں جیسا کہ ابن المنذر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حدیث مرفوع میں بھی یہی روایت ہے کہ مراد فرض نمازیں ہیں فَصَلَّىٰ میں فاء عطف ہے اور تعقیب کے لیے ہے اور عطف تعقیبی کے تحت معطوف اور معطوف الیہ الگ الگ ہوں گے اور معطوف الیہ مؤخر ہوا اور اس تقدیر پر جزء کل سے الگ نہیں ہوتا۔ جبکہ شوافع کا قول ہے عام خاص کو شامل ہوتا ہے اور عام پر خاص کا عطف صحیح ہے اور یوں کل جزو کو شامل ہوتا ہے اور کل کا عطف جزو پر ہو سکتا ہے لہذا تکبیر تحریمہ جزو نماز ہے احناف کہتے ہیں کہ ایسا عطف خاص کی اہمیت و مرتبہ کے لیے ہوتا ہے اور یہاں ایسا کوئی امر ہے ہی نہیں۔ لہذا حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہرگز نہیں اور آیت کی رو سے امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ نماز کا افتتاح اللہ کے کسی نام سے بھی ہو سکتا ہے جیسے الرحمٰن اکبر۔ جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور صرف اللہ اکبر یا اللہ الکبیر یا اللہ الاکبر سے درست ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ جزو نماز ہے۔ تفسیرات احمدی اور مدارک میں ہے کہ بعض علماء کے نزدیک صدقۂ فطر اور تکبیرات عید اور نماز عید مراد ہیں ابن مسعود سے تزکیٰ کے معنوں میں "تصدق" مروی ہے اور آپ نے کہا ہے کہ جس نے صدقہ دیا اور نماز پڑھی پھر یہی آیت تلاوت کی۔ لیکن ایسا اس صورت میں ہے جب سورت ہذا کا مدنی ہونا ثابت ہو کہ مکہ میں یہ امور (صدقۂ فطر و نماز عید وغیرہ) نہ تھے۔ البتہ تکبیر تحریمہ کے شرائط نماز میں ہونے پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ فَصَلَّىٰ سے مراد دعا ہے اور دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اول و آخر اللہ کا ذکر و ثنا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

درود وسلام پڑھے۔

(بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ٥) بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

کانہ قیل اثر بیان ما یودی الی الفلاح لاتفعلون بذلک بل تؤثرون الخ دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے کا فرما کر گویا کہا جا رہا ہے کہ تم وہ امور سرانجام نہیں دیتے جو فلاح و کامیابی کی طرف لے جانے والے ہیں (جیسے تزکیہ نفس اور یادِ الٰہی) بلکہ تم دنیاوی زندگانی ہی کو ترجیح دیتے ہو جو فانی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب اہلِ مکہ کے کفار و اشقیاء سے ہے کہ وہ دنیا کی زندگی پر بچھے ہوئے ہیں اور اسی پر راضی ہو بیٹھے ہیں اور آخرت کی طرف سے بالکلیہ روگرداں ہیں جیسا کہ سورۂ یونس میں ان کی اس حالت کا تذکرہ گزرا۔ ان الذین لایرجون لقاءنا ورضوا بالحیٰوة الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن اٰیٰتنا غٰفلون ٥ اولٰئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون ٥ بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔ ایک قول ہے کہ مسلمانوں کو خطاب ہے کہ آخرت کی طرف التفات کریں اور فانی دنیا اور اس کی لذت کی طلب میں نہ پڑیں۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ٥) اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی۔

فاعل تؤثرون سے حال ہے اور توبیخ وعتاب کے لیے مؤکد ہے ای تؤثرونھا علی الاخرة والحال ان الاٰخرة خیر فی نفسھا لما ان نعیمھا مع کونہ فی غایة ما یکون اللذة خالص عن شائبة الغائلة ابدی لاانصرام لہ وعدم التعرض لبیان تکدر نعیم الدنیا بالمنغصات وانقطاعہ عما قلیل لغایة الظھوری۔ یعنی تم دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح (فوقیت) دیتے ہو جب کہ حال یہ ہے کہ بلاشبہ آخرت اپنے وجود میں خیر (بہتر ہے) اور اس کی نعمتیں بڑی بڑی اور فنا و معدوم ہونے کے خطرہ سے محفوظ اور دائمی رہنے والی ہیں اور اس کی لذتیں خالص و پاکیزہ اور لازوال ہیں اور آخرت سے عدم دنیا کا ذکر اس لیے ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک وقت کے بعد مکدر ہو جاتی ہیں اور ان کی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اپنی نمائش ظہور کے اعتبار سے قلیل ہیں کہ ارشاد باری ہے قل متاع الدنیا قلیل۔ محبوب فرماؤ کہ دنیاوی نفع قلیل ہے اور ارشاد باری ہے ماعندکم ینفد وما عنداللہ باق۔ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے

والا ہے یعنی نعمت واسباب وسامان دنیا سب فنا ہو جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے اور اللہ
رحمت، ثواب اور نعمتیں جو آخرت میں ہیں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی زائل و فنا نہ ہوں گی۔

انّ ھٰذا لفی الصحف الاولٰی ۝ بے شک یہ اگلے صحیفوں میں ہے۔

صحف ابراھیم وموسٰی ۝ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

(انّ ھٰذا) ان ھٰذا میں گذشتہ مضمون والاٰخرۃ خیر وابقٰی کی طرف اشارہ ہے
جیسا کہ ابن جریر اور ابن حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے ضحاک کا قول ہے کہ قرآن حکیم کی طرف
اشارہ ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے وانہ لفی زبر الاولین ۝ ابن عباس عکرمہ اور سدی کا قول
ہے کہ سورۂ مبارکہ کے پورے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

(لفی الصحف الاولٰی) ای ثابت فیما معناہ یعنی اس کے معانی و مضمون ان اگلے صحیفوں
میں ثابت ہیں یعنی ان میں یہی مضمون بالتصریح مذکور تھا۔ صحف ابراھیم وموسٰی۔ الصحف
الاولٰی سے بدل ہے اور حضرت ابراہیم کو جو صحیفے عطا ہوئے وہ دس تھے اور یونہی صحف
موسیٰ ہیں اور ان صحائف سے مراد تورات کے علاوہ ہے یعنی یہ مضمون ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام
کے صحیفوں میں تھا۔ عبد بن حمید ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کہ اللہ کریم نے کتب
وصحائف میں سے (کس قدر) کتنے نازل فرمائے ارشاد فرمایا ایک سو صحیفے اور چار کتابیں
حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے اور ابراہیم
علیہ السلام پر دس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول سے قبل دس صحیفے نازل ہوئے
اور کتب میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم نازل ہوا، ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا
صحف ابراہیم میں کیا تھا ارشاد فرمایا وہ سب امثال تھے اور میں نے پوچھا صحیفہ موسیٰ میں کیا تھا
ارشاد فرمایا کانت عبرا کلھا وہ سب کے سب عبرت و نصیحت تھے اور میں نے عرض کیا کہ
ابراہیم وموسیٰ کے صحیفوں میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کچھ نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا
اے ابوذر ہاں۔

قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہ فصلّی بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا
والاٰخرۃ خیر وابقٰی۔

اس حدیث کی صحت میں علماء کو کلام ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ پر مقدم فرمانا زمانہ و نسب کے اعتبار سے ہے اور ابراہیم عجمی نام ہے اور عربی منصرفات سے ہے ابوموسیٰ الاشعری اور ابن الزبیر نے پورے قرآن میں ابراھام (بالفین) پڑھا جبکہ مالک بن دینار نے ابراہیم کو الف کے ساتھ اور ھاء کی فتح اور یاء کے بغیر پڑھا کرمانی نے عجائب میں نقل کیا ہے کہ یہ عربی نام ہے اور البرھمۃ سے مشتق ہے۔ واللہ اعلم

الحمد للہ آج سورت الاعلیٰ کی تفسیر پوری ہوئی
۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ الغاشیہ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع چھبیس آیات۔ بانوے کلمات اور تین سو اکیاسی حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

با محاورہ ترجمہ سورۃ الغاشیہ پ ۳۰

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝
بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خ[illegible] جو چھا جائے گی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝
کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝
کام کریں مشقت جھیلیں۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝
جائیں بھڑکتی آگ میں۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝
نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝
ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝
کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝
کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝
اپنی کوشش پر راضی۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝
بلند باغ میں۔

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝
کہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝
اس میں رواں چشمہ ہے۔

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝
اس میں بلند تخت ہیں۔

وَّاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝	اور چنے ہوئے کوزے۔
وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝	اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔
وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝	اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔
اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝	تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔
وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝	اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا۔
وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝	اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیے گئے
وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝	اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔
فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ۝	تو تم نصیحت سناؤ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔
لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۝	تم کچھ ان پر کروڑا نہیں۔
اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ ۝	ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔
فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ ۝	تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔
اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ۝	بیشک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے۔
ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ۝	پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

حل لغات سورۃ الغاشیہ پ۳۰

هل۔ یقیناً	اتٰک۔ آئی تیرے پاس	حدیث۔ بات	الغاشیۃ۔ چھا جانے والی کی
وجوہ۔ کتنے منہ	یومئذ۔ اس دن	خاشعۃ۔ جھکے ہونگے	عاملۃ۔ کام کرنے والے
ناصبۃ۔ مشقت والے	تصلی۔ داخل ہونگے	نارا۔ آگ	حامیۃ۔ بھڑکتی میں
تسقی۔ پلائے جائینگے	من عین۔ چشمہ	آنیۃ۔ گرم سے	لیس۔ نہیں ہے
لہم۔ ان کے لیے	طعام۔ کھانا	الا۔ مگر	من ضریع۔ آگ کے کانٹے
لا۔ نہ	یسمن۔ موٹا کرے	و۔ اور	لا۔ نہ
یغنی۔ کام دے	من جوع۔ بھوک سے	وجوہ۔ کتنے منہ	یومئذ۔ اس دن
ناعمۃ۔ تروتازہ ہونگے	لسعیہا۔ اپنی کوشش پر	راضیۃ۔ خوش ہونگے	فی۔ بیچ
جنۃ۔ جنت	عالیۃ۔ بلند کے	لا۔ نہ	تسمع۔ سنیں گے

فیہا۔ اس میں
جاریۃ۔ جاری
و۔ اور
نمارق۔ قالین
مبثوثۃ۔ بچھی ہوئی
الابل۔ اونٹ کی
الی۔ طرف
و۔ اور
نصبت۔ گاڑے گئے
کیف۔ کیسے
انت۔ تو
بمصیطر۔ نگران
و۔ اور
العذاب۔ عذاب
ایابہم۔ انکا لوٹنا
حسابہم۔ ان سے حساب لینا

لاغیۃ۔ کوئی بیہودہ
فیہا۔ اس میں
اکواب۔ آبخورے
مصفوفۃ۔ صف بستہ
افلا۔ کیا نہیں
کیف۔ کیسے
السماء۔ آسمان کی
الی۔ طرف
و۔ اور
سطحت۔ بچھائی گئی
مذکر۔ نصیحت کرنے والا ہے
الا۔ مگر
کفر۔ کفر کیا
الاکبر۔ بہت بڑا
ثم۔ پھر

فیہا۔ اس میں
سرر۔ تخت ہیں
موضوعۃ۔ چنے ہوئے
و۔ اور
ینظرون۔ دیکھتے
خلقت۔ پیدا کیا گیا
کیف۔ کیسے
الجبال۔ پہاڑوں کی
الی۔ طرف
فذکر۔ تو نصیحت کر
لست۔ نہیں تو
من۔ جس نے
فیعذبہ۔ تو عذاب کریگا اسکو
ان۔ بیشک
ان۔ بیشک

عین۔ چشمے ہیں
مرفوعۃ۔ بلند
و۔ اور
زرابی۔ چاندنیاں
الی۔ طرف
و۔ اور
رفعت۔ بلند کیا گیا
کیف۔ کیسے
الارض۔ زمین کی
انما۔ صرف
علیہم۔ ان پر
تولی۔ منہ پھیرا
اللہ۔ اللہ
الینا۔ ہماری طرف ہے
علینا۔ ہم پر ہے

سورت الغاشیہ

سورت الغاشیہ باتفاق مکی ہے۔ اس میں ایک رکوع اور چھبیس آیات ہیں۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں دوسری سورتوں کے ساتھ اکثر تلاوت فرماتے تھے۔ پچھلی سورتوں میں [illegible] جنت اور نار کا ذکر اجمالی تھا تو اس سورت میں اس کی تفصیل ہے۔ [illegible] کلام [illegible] ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الغاشیہ پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝	خبر آئی جو چھا جائے گی کتنے ہی منہ اس دن
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ	ذلیل ہوں گے کام کریں مشقت جھیلیں جائیں
نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى	بھڑکتی آگ میں نہایت جلتے چشمہ کا پانی
مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ	پلائے جائیں۔ ان کے لیے کچھ کھانا نہیں
طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ	مگر آگ کے کانٹے۔ کہ نہ فربہی لائیں اور
وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝	نہ بھوک میں کام دیں۔

(هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝) بے شک تمہارے پاس اس مصیبت کی خبر آئی جو چھا جائے گی۔

هل بمعنی قد ہے ای قد جاءك یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حدیث الغاشیہ یعنی بلاشبہ آپ کے پاس اس چھا جانے والی مصیبت کی خبر آ چکی۔ اور ایک قول ہے کہ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کے پاس خبر آ گئی۔ اس استفہام سے تعجب کا اظہار ہے اور اس بات کے سننے کے لیے شوق و رغبت دلائی گئی ہے۔ ابن ابی حاتم نے عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جو هَلْ اَتٰىكَ حدیث الغاشیہ پڑھ رہی تھی تو آپ وہاں ٹھہرے اور سنا اور ارشاد فرمایا نعم قد جاءنی۔

یا بلا شبہ میرے پاس خبر پہنچ گئی۔ اور الغاشیۃ سے مُراد القیامۃ ہے جیسا کہ سفیان سے منقول ہے
محمد بن کعب اور ابن جبیر کا قول ہے ھی النار یہ آگ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے تغشی وجوھھم
النار۔ آگ ان کے چہرہ پر چھا جائے گی (چڑھ دوڑے گی) الغاشیۃ سے مُراد قیامت ہی
زیادہ صحیح ہے جس کے شدائد و احوال ہر شخص پر چھا جائیں گے۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝) کتنے ہی منہ اس دن ذلیل ہوں گے۔
(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ) ایک قول ہے کہ تقدیر کلام پر وجوہ سے مُراد ہے اصحاب وجوہ
اور اس کے بعد جو ہے وہ خبر ہے اور مبتدا مرفوع ہے اور اس سے ابتداء جائز ہے اگرچہ وقع نکرہ
بین نکرہ واقع ہو۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ چہروں والے۔ تنوین کثرت کو واضح کر رہی ہے یعنی بہت سے
چہرے مُراد کفار ہیں يَوْمَئِذٍ سے مراد ہے قیامت کے دن
(خَاشِعَةٌ) والمراد نجاشعۃ ذلیلۃ۔ اور خَاشِعَةٌ سے مُراد ہے ذلیل ہوں گے
واضح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز کفار کے چہرے ذلت سے دوچار ہوں گے اور رسوائی ان
کے چہروں سے واضح ہو گی۔

(عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝) کام کریں، مشقت جھیلیں ای عاملۃ فی ذلک الیوم تعبۃ
فیہ وذلک فی النار علی ما روی عن ابن عباس والحسن وابن جبیر وقتادہ وعملھا
فیھا علی ما قیل جر السلاسل والاغلال والخوض فیھا خوض الابل فی الوحل والصعود
والھبوط فی تلالھا و وھادھا وذلک جزاء التکبر عن العمل وطاعۃ اللہ فی الدنیا۔
یعنی اس روز (قیامت کے دن) کام کریں اور اس میں مشقت و رنج جھیلیں اور ایسا آگ (دوزخ)
میں کریں گے جس طرح کہ ابن عباس، حسن، ابن جبیر اور قتادہ سے مروی ہے اور دوزخ میں کام لیا جائے
گا جیسا کہ مروی ہے طوق و زنجیر کے بوجھ کھینچیں گے اور اس میں دھنسیں گے جس طرح کہ اونٹ
دلدل میں دھنس جاتا ہے اور دوزخ کے ٹیلوں اور گڑھوں میں چڑھیں اتریں گے اور ایسا ان
کے اس تکبر کا بدلہ ہو گا جس نے انہیں دنیاوی زندگی میں اعمال صالحہ اور اطاعت الٰہی سے باز رکھا
زید بن اسلم سے مروی ہے کہ کافروں نے دنیا میں کام کیے مشقتیں اٹھائیں کیونکہ وہ ہدایت پر نہ
تھے اس لئے اُن کی مشقت کا انہیں کوئی پھل نہ ملا سوائے تھکن کے اور اس کا انجام دوزخ ہے۔
ابن عباس سے منقول ہے مُراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر نہ تھے بت پرست تھے یا اہل کتاب
کے کافر راہب اور پجاری کہ انہوں نے محنتیں بھی کیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں لیکن جہنم میں

پڑے اور انہیں ان کی محنت نے کوئی نفع نہ دیا بجز ہلاکت کے۔

(تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ۝) جائیں بھڑکتی آگ میں

متناهية فی الحر من حميت النار اذا اشتد حرها۔

انتہائی گرم اور بھڑکتی ہوئی یا تپائی ہوئی ایسی آگ میں داخل ہوں گے جب وہ خوب تپ کر بھڑک اٹھے۔ واضح مفہوم یہ ہے خوب گرم بھڑکتی آگ میں پڑیں گے۔

(تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ۝) نہایت جلتے چشمہ کا پانی پلائے جائیں گے۔

بلغت اناها ای غایتها فی الحر فھی متناهية فیہ کما فی قولہ تعالیٰ وبین حمیم ان۔

اس چشمے کا کھولنا آخری حد تک گرمی کو پہنچا ہوا ہے اور وہ اُس میں غیر محدود ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں۔ (الرحمٰن) جب نار جہنم سے جل کر پانی کی طلب کے لیے فریاد کریں گے تو انہیں یہ جلتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ارشاد باری اس پر ناطق ہے سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَھُمْ ۝ (محمد) بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس کھولتے پانی کا قطرہ دنیا کے کسی پہاڑ پر گر جائے تو وہ پہاڑ رال بن جائے۔

(لَیْسَ لَھُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۝) ان کے لیے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے۔

جہنم میں کفار کے پینے کے ذکر کے بعد ان کے کھانے کا تذکرہ ہے اور الضریع سے مراد جیسا کہ عبد بن حمید نے ابن عباس سے نقل کیا ہے الشبرق الیابس (خاردار خشک گھاس) اور یہ جیسا کہ عکرمہ سے منقول ہے شجرة ذات شوك لاطئة بالارض یہ ایک پودا ہے کانٹوں والا زمین کے ساتھ بچھا ہوا۔ ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ضریع سے مراد تھوہر ہے (زقوم) چونکہ یہ (ضریع) دوزخ کا درخت ہے اس لیے دنیا میں اُس سے مشابہ جو بھی پودا ہوگا علماء تفہیم کے لیے اسے مُراد لیتے ہیں اور ضریع کا ذکر ولا طعام الا من غسلین کے علاوہ ہے اور منافی نہیں یعنی دوزخیوں کا کچا لہو اور پیپ غرضیکہ کفار کے لیے عذاب طرح طرح کا ہوگا۔ کوئی خشک شبرق (گھاس خاردار) دیئے جائیں گے اور کوئی دوزخیوں کا پیپ کھلائے پلائے جائیں گے اور یہ ان کے مختلف طبقات کے حالات کے موافق ہوگا۔ یا ہو سکتا ہے کہ "غسلین" ضریع و زقوم کی ہیئت پر انہیں دیا جائے۔ واللہ اعلم

(لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝) کہ نہ فربہی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

جب آیت " لیس لھم طعام الا من ضریع " نازل ہوئی تو کفار قریش نے کہا ان ضریعا لتسمن علیہ ابلنا " بلاشبہ ضریع کے کھانے سے ہمارے اونٹ فربہ ہوتے ہیں تو یہ آیت اتری " لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جوع "۔ ای ان طعامھم من ضریع لیس من جنس ضریعکم انما ھو غیر مسمن ولا مغن من جوع یعنی دوزخیوں کا کھانا ضریع تمہارے دنیا کے پورے ضریع کی جنس سے نہیں ہے بلکہ وہ (جو کہ دوزخی پودا ہی) نہ ہی فربہی لانے والا ہے اور نہ ہی بھوک مٹانے والا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ ضریع سے غذا کا نفع اور قوت حاصل نہ ہوگی اور غذا کے دو ہی فائدے ہیں کہ فربہی (موٹا تازہ کرے یا قوت دے) لائے اور بھوک رفع کرے اور یہ دونوں فائدے جہنمیوں کے طعام میں اصلاً ہی نہ ہوں گے بلکہ یہ عرفاً طعام ہے اور دراصل عذاب در عذاب ہوگا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝

کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔ اپنی کوشش پر راضی۔ بلند باغ میں۔ کہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے اس میں رواں چشمہ ہے۔ اس میں بلند تخت ہیں۔ اور چنے ہوئے کوزے۔ اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین۔ اور پھیلی ہوئی چاندنیاں۔

(وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝) کتنے ہی منہ اس دن چین میں ہیں۔

اس سے قبل دوزخیوں کا اور ان کے برے حال کا ذکر گزرا اب اہل جنت اور ان کے حسن حال کا ذکر ہے والناعمة اما من النعومة وکنی بھا عن البھجة وحسن المنظر ای وجوہ یومئذ ذات بھجة وحسن کقولہ تعالیٰ تعرف فی وجوھھم نضرة النعیم او من النعیم ای وجوہ یومئذ متنعمة۔ اور ناعمة نعومة سے بھی ہے اور اس سے مراد تروتازگی اور حسن منظر (کسی دکھائی دینے والی شے کا خوبصورت نظارہ) مراد لیا جاتا ہے یعنی بہت سے چہرے اس روز تروتازہ پر رونق اور حسین (خوبصورت) ہوں گے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے قرآن کریم میں چین (ظاہر کرنے والی) تازگی پہچانے گا یا نعمتوں کے ملنے پر ان چہروں کو تازہ اور پر رونق

دیکھے گا یعنی اس روز بہت سے چہرے نعمتوں کے ملنے پر عیش و خوشی میں ہوں گے اور مسرور ہوں گے۔ وُجُوہٌ کی تنوین تکثیر کو ظاہر کر رہی ہے مراد ہے اہلِ ایمان کے چہرے۔

(لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ٥) اپنی کوشش پر راضی

ای لثواب سعیها فی دار الدنیا راضیۃ۔

یعنی دنیا کے گھر میں اپنی کوشش جو انہوں نے اطاعت الٰہی میں صرف کی آخرت میں اس کے محمود و مقبول ہونے اور اس کے ثواب پر راضی ہوں گے۔ اور اس ثواب پر خوشی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی۔

(فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ٥) بلند باغ میں

مرتفعۃ المحل او علیۃ القدر

بلند او نچے مقام یا عالی مرتبہ مکان ہیں۔ مقام سے مراد جنت ہیں یہ بلندی کا ذکر (علو) یا تو حسّی ہے یا معنوی ہے اور ابو حیان کا قول ہے کہ دونوں ہی مراد ہیں۔

(لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ٥) کہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔

لا تسمع کی ضمیر مخاطب کی طرف راجع ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں یا مخاطب غیر معین ہے یا پھر وجوہٌ کی طرف راجع ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد ہے اصحابها یعنی اہل جنت۔ لاغیۃ کلمۂ محذوفہ کی صفت ہے کیونکہ ایسا نسب کے لیے ہے ای کلمۃ ذات لغو یعنی کوئی ایسا کلمہ (بات) بھی نہ سنیں گے جو فضول یا بے ہودہ ہو۔

(فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ٥) اس میں رواں چشمہ ہے

قیل یجری ماؤها ولا ینقطع وعدم الانقطاع اما من وصف العین لانها الماء الجاری فوصفها بالجریان یدل علی المبالغۃ۔

علماء نے فرمایا اس چشمے کا پانی جاری ہوگا (بہتا ہوگا) اور اس کا بہنا موقوف نہ ہوگا (ختم نہ ہوگا) اور اس بہنے کا منقطع نہ ہونا چشمہ کے وصف (صفت) کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس کا پانی ہمیشہ جاری رہے گا تو اس کا دائمی بہتے ہونے کے لحاظ سے توصیف کی گئی یا چشمہ اس صفت جریان سے متصف ہوا اور جاری و ساری ہونا جریان صفت مبالغہ پر دلالت کر رہی ہے یعنی بہت ہی خوب رواں ہوگا۔ بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کے عیون و انہار مشک کے پہاڑ سے پھوٹتے اور نکلتے ہیں۔ عینٌ کی تنوین چشمے کی عظمت پر مشیر ہے۔

(فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ) اس میں بلند تخت

رفیعۃ السمک او المقدار یعنی اونچی و بلند چھت والے یا عالی مرتبہ تخت۔ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ تخت سونے کے پتلوں سے بنے ہوں گے اور ان کے اوپر موتی اور یاقوت مزین جڑے ہوں گے اور وہ بلند ہوں گے اور نشست کے لیے خود بخود نیچے ہو جائیں گے اور اٹھنے پر پھر بلند ہو جائیں گے۔

(وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝) اور چنے ہوئے کوزے

(وَّاَكْوَابٌ) وقداح لاعرا لها اور پیالے یا جام جن کے پکڑنے والے دستے نہ ہوں

(مَّوْضُوْعَةٌ) ای بین ایدیھم یعنی اہل جنت کے ہاتھوں کے درمیان رہا سائی تک) وقیل حافات العیون ایک قول ہے کہ چشمے کے کناروں پر ترتیب سے چنے ہوں گے کہ جنہیں دیکھ کر فرحت ملے اور جب پینے کا ارادہ کریں تو وہ حسب طلب بھرے ملیں اور سامان لئے ہوں۔

(وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝) اور برابر برابر بچھے ہوئے قالین

(وَّنَمَارِقُ) وسائد اور قالین۔ زہیر کا شعر ہے۔

کہولا وشبانا حسانا وجوھھم ۔۔۔ علی سرر مصفوفۃ ونمارق

طویل سرو قامت ہوں اور جوان جن کے چہرے خوبصورت ہیں۔ برابر برابر بچھے ہوئے غالیچوں پر (گدیلوں پر)

نَمَارِقُ نُمْرُقَۃ کی جمع ہے جس کے معنی گویلے، تکیے یا قالین غالیچے وغیرہ کے ہیں۔

(مصفوفۃ) صف بعضها الی جنب بعض للاستناد الیها والاتکاء علیها ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے یا اس پر تکیہ لگانے کے لیے ترتیب سے چنے ہوئے۔ ایک قول ہے کہ نمارق الزرابی ہے یعنی مَسْنَدْ یا غالیچہ یا تکیہ زہیر کا شعر ہے

نحن بنات طارق ۔۔۔ نمشی علی النمارق

ہم عالی نسب اور اونچے خاندان کی بیٹیاں ہیں ۔۔۔ اور ہم مسندوں یا غالیچوں پر چلتی ہیں (قدم رکھتی ہیں)

(وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝ؕ) اور پھیلی ہوئی چاندنیاں

اکثر علماء کا قول ہے "وبسط فاخرۃ" اور خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ بچھائے ہوئے فرش یا مسندیں یا تکیے گدے۔

اَفَلَا يَنظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ o وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ o وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ o وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ o فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ o	تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا اور آسمان کو کیسا اُونچا کیا گیا! اور پہاڑوں کو کیسے قائم کیے گئے اور زمین کو کیسے بچھائی گئی تو تم نصیحت سناؤ، تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

(اَفَلَا يَنظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ o) تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

عبد بن حمید وغیرہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ جنت کے اوصاف احوال کا بیان فرمایا تو اہل ضلالت (کفار و مشرکین) کو اس پر حیرت ہوئی اور انہوں نے اس بیان کی تکذیب کی تو اللہ نے افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت الخ آیات نازل فرمائیں۔ اَفَلَا ینظرون میں استفہام زجر کے لیے ہے اور فاء عطف کے لیے ہے مطلب یہ ہے کیا یہ منکرین و مکذبین دیکھتے نہیں کہ ہم نے اونٹ کو کیسا بنایا کہ اتنا بڑا اور لمبا جانور جب لادیں تو دو زانو بیٹھ جاتا ہے پھر اپنے مالک کے اشارہ پر بوجھ کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے طویل گردن کے ذریعہ درختوں کے پتے چر لیتا ہے اور یونہی گھاس بھی کھا لیتا ہے اور ریگستان و صحرا میں بلا تکلف اور بغیر پانی کے سفر کرتا ہے کیا یہ سب اللہ کی قدرت کا اظہار و دلیل نہیں پھر نعماء جنت اور ان کی کیفیت کا انکار کیوں؟ ابو جعفر اور کسائی کا قول ہے انما السحاب کہ ابل سے مُراد ابر ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہو یعنی تم ابر کو نہیں دیکھتے ہم اسے کیونکر اٹھاتے ہیں اور بلندیوں پر تیراتے ہیں کہ پہاڑوں کی طرح ابر پھیلتا بڑھتا ہے پھٹتا ہے اور پھر باہم مل کر برستا ہے اور اس میں سارے احوال ہی قدرت ربانیہ کے مظہر ہیں پھر جنت میں تختوں کی بلندی، مسندوں کی چوڑائی اور کوزوں کی کثرت کا انکار کیوں کر کرتے ہو۔

(وَاِلَى السَّمَآءِ) اور آسمان کو

التی یشاھدونھا لیلا و نھارا جسے وہ دن اور رات دیکھتے ہیں۔

(كَيْفَ رُفِعَتْ o) کیسا اونچا بنایا۔

رفعھا سحیق المدی بلاعماد والامساك بحیث لا ینالہ الفھم والادراك

اُسے یعنی آسمان کو لمبا اونچا چھایا ہوا بنایا بغیر ستونوں کے اور ٹھہرا ہوا مضبوط اور اس حیثیت کے ساتھ کہ اُس تک فہم و ادراک کی رسائی نہیں۔

(وَاِلَى الْجِبَالِ) اور پہاڑوں کو

التی ینزلون فی أقطار وینتفعون بمائها وأشجارها۔

جو کہ قطاروں کی طرح (سلسلہ وار) جمے اور پھیلے ہوئے ہیں جن سے وہ پانی اور اس درختوں وغیرہ کا فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی باوجود اپنی طوالت کے ادھر ادھر نہیں ہوتے تو جنت میں تختوں کی بلندی وغیرہ کی حالت بھی ایسی ہوگی۔

(كَيْفَ نُصِبَتْ ○) کیسے قائم کئے گئے۔

ای وضعت وضعا ثابتا مع ارتفاعها یعنی اپنے طول و بلندی کے ساتھ جامد حالت پر بنائے گئے ہیں فلا تمیل ولا تمید کہ ادھر ادھر نہیں ہوتے یعنی اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں جھکتے۔

(وَاِلَى الْاَرْضِ) اور زمین کو

التی یضربون فیها ویتقلبون علیها

جس میں کہ وہ چلتے پھرتے ہیں اور جس پر واپس لوٹتے ہیں یا زندگی گزارتے ہیں۔

(كَيْفَ سُطِحَتْ ○) کیسے بچھائی گئی۔

سطحا بتوطئة وتمهید وتسویة وتوطید حسبما یقتضیه صلاح امور اهلها ہمواری کے ساتھ بچھائی گئی اور درست کی گئی اور رہائش کے لیے پائیدار و مضبوط بنائی گئی (تہہ بتہہ بنائی یا) اس طرح اس کے رہنے والوں کی بہتری اور حالت کے لائق اور مقتضی ہے یہ سب امور قدرت الٰہیہ پر دلالت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بعثت و نشور واضح ثبوت ہیں تو اے منکرین و مکذبین ان دلائل و نشانات قدرت پر غور کیوں نہیں کرتے اور رسول برحق پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور اپنی آخرت کو کیوں نہیں سنوارتے۔

(فَذَكِّرْ ط) تو تم نصیحت سناؤ

ای فاقتصر علی التذکیر ولا تلح علیهم ولا یهمنك انهم لا ینظرون ولا یتذکرون۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نصیحت کے بیان پر ہی اقتصار فرمائیں یعنی تعالیٰ کے بانہ کے تذکرہ اور قدرت الٰہی کے دلائل کے مؤثر بیان کے ساتھ ان کو نصیحت فرمائیں اور ان پر اصرار نہ فرمائیں اور آپ خود کو اس پر ناخوشگوار (رنجیدہ خاطر) نہ فرمائیں کہ وہ دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے

اور یہ کہ نصیحت نہیں پکڑتے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ تم تو یہی نصیحت سنانے والے ہو۔

یہ تعلیل امر کے لیے ہے کہ آپ کا منصب اور ذمہ نصیحت کا پہنچا دینا ہے وہاں ان کا عدم غور و فکر اور حق و نصیحت کا قبول نہ کرنا تو آپ کے ذمے یہ امر ہی نہیں۔ اسی کی نظیر سورہ ق میں گزری وما انت علیھم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید ۝ اور آپ کچھ ان (کفار) پر جبر کرنے والے نہیں تو قرآن سے نصیحت کرو اُسے جو میری دھمکی (عذاب) سے ڈرے یعنی آپ کا کام دعوت دینا اور سمجھا دینا ہے اور علماء فرماتے ہیں یہ حکم قتال بالکفار کے حکم کے نزول سے پہلے کا ہے اور یہ آیت بھی آیت قتال سے منسوخ ہے۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ تم کچھ ان پر جبر کے ساتھ مسلط نہیں۔

ای لست بمتسلط علیھم تجبرھم علی ماترید

یعنی آپ کفار پر یوں مسلط نہیں ہیں کہ آپ جبراً چاہیں کہ وہ ضرور ہدایت قبول کرلیں اور نہ ہی ایسا چاہنا آپ کے ذمہ ہے جمہور کی قرأت "بمصیطر" ص کے ساتھ ہے اور طا مکسور ہے جبکہ اصل س سے ہے اور ص اس سے بدل ہے اور وہ السطر سے ہے جس کے معنی التسلط (غلبہ، نگران) ہیں اہلِ عرب بولتے ہیں سطر علیہ اذا تسلط وہ اس پر غالب ہوا جب مسلط ہوا۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔

اِلَّا استثناء منقطع ہے اور لٰکن کے معنی ہیں اور مَنْ موصولہ ہے اور اس کے بعد جو ہے وہ صلہ ہے یعنی جس شخص نے بھی حق اور قبول ایمان سے منہ پھیرا اور توحید باری تعالیٰ کا انکار کیا تو اللہ اس پر غالب و قوی ہے کہ اُسے اس پر پکڑ لے اور عذاب دے جس طرح سے چاہے خواہ آخرت میں خواہ دنیا اور آخرت دونوں میں وہ اپنے امر پر بالکلیہ قادر ہے۔

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ تو اسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔

ای لٰکن مَنْ اَعْرَضَ وَاَقَامَ عَلَى الْكُفْرِ مِنْهُمْ يُعَذِّبُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى العذاب الاکبر وھذا عذاب الآخرۃ فی النار، فانہ الاکبر وعذاب الدنیا بالنسبۃ الیہ اصغر۔

یعنی ہاں جس کسی نے روگردانی کی (ہدایت کے قبول کرنے سے) اور ان میں سے کفر و سرکشی پر ڈٹا رہا تو ایسے شخص کو اللہ بڑے عذاب میں ڈالے گا اور بڑے عذاب سے مراد آخرت کا عذاب یعنی دخول جہنم ہے کیونکہ آخرت کا عذاب ہی بڑا ہے اور اس کی نسبت دنیا کا عذاب کم تر ہے۔ القرآن

اور سورہ نون میں ارشاد باری ہے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ — اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۙ — بے شک ہماری ہی طرف ان کا پھرنا ہے۔

یہ کفار کی تعذیب کے لیے تعلیل ہے ایاب مصدر ہے اور آب بمعنی رجع ہے یعنی لوٹنا پلٹنا، پھرنا۔ ای ان الینا رجوعھم بالموت والبعث لا الی احد سوانا یعنی موت کے ساتھ اور قیامت کے دن انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اور ہمارے سوا کسی اور کی طرف ہرگز نہیں۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۧ — پھر بے شک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔

فی المحشر لا علی غیرنا یعنی حشر کے دن ہم ان کا حساب لیں گے اور ہمارے سوا یہ حساب کسی کے ذمے نہیں۔ بظاہر حرف جار علیٰ لزوم پر دلالت کر رہا ہے لیکن اللہ کریم پر کوئی بات لازم نہیں کہ لزوم عجز کو مستلزم اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے پاک ہے لہٰذا اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کفار کو ضرور عذاب کرے گا تو وہ اپنے وعدے کے خلاف نہ فرمائے گا یعنی کفار کو ضرور عذاب کرے گا۔ اور حرف عطف ثم تراخی و شدت کے لیے ہے۔ اس آیت میں شیعہ و روافض کا رد بھی ہے جو یہ زعم رکھتی ہیں کہ مخلوقات کا حساب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذمہ ہو گا اور وہ اس کے لیے آپ اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم پر افترا باندھتے ہیں جیسا کہ روافض سے منقول ہے اور جناب امیر کا ارشاد ہے انا قسیم الجنۃ والنار میں ہی جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں اگر یہ حدیث ہے تو اس امت میں دو گروہ ہیں ایک راہ ہدایت پر جبکہ دوسرا راہ ضلالت پر تو ظاہر ہے پہلا گروہ ان کے ساتھ (جناب امیر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جنت میں ہو گا اور دوسرا جہنم میں۔ شاید شیعہ و روافض کا گمان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مخلوق کا حساب بامر الٰہی فرمائیں

تو یہ معنی مُراد اس آیت کے حصر کا جو تقاضا ہے اس کے منافی نہیں تاہم الساہر گز ثابت نہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکۃ المقربین سلام اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اور ان کی موجودگی میں حشر کے روز جناب امیر کرم وجہہ الکریم کے لیے بطور خاص یہ خصوصیت ہو اور نہ ہی ہم اس قول کی نفی سے آپ کی علو شان کے انکار کا وہم رکھتے ہیں البتہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم عظمت و شرف کے اظہار کے لیے یہی امر کافی ہے کہ روز حشر وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان جنت کی طرف بعجلت لے جائیں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔
واللہ اعلم

الحمد للہ آج سورت الغاشیہ کا تفسیری کام پورا ہوا

سورۃ الفجر مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع تیس آیات۔ ایک سو انتالیس کلمے اور پانچ سو ستانوے حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفجر ۳۰ پ

وَالْفَجْرِ ۝ — اس صبح کی قسم

وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ — اور دس راتوں کی۔

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ — اور جفت اور طاق کی۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ — اور رات کی جب چل دے۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ — کیوں اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ — کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسے کیا۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ — وہ ارم حد سے زیادہ طول والے۔

الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ — کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ — اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ — اور فرعون کہ چومیخا کرتا۔

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ — جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ — پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ — تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ — بیشک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ ۝

لیکن آدمی تو جب اسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ ۝

اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝

یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

وَلَا تَحٰضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝

اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝

اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝

ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝

اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار۔

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝

اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝

کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ ۝

تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ ۝

اور اس کا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝

اے اطمینان والی جان۔

ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝

پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

اور میری جنت میں آ۔

حل لغات سورۃ الفجر پ ۳۰

و۔قسم ہے	الفجر۔فجر کی	و۔اور	لیال۔راتوں
عشر۔دس کی	و۔اور	الشفع۔جفت	و۔اور
الوتر۔طاق کی	و۔اور	الیل۔رات کی	اذا۔جب
یسر۔چلے	ھل۔کیوں	فی۔بیچ	ذلک۔اس کے
قسم۔قسم ہے	لذی۔صاحب	حجر۔عقل کے لیے	ا۔کیا
لم۔نہ	تر۔دیکھا تونے	کیف۔کیسے	فعل۔کیا
ربک۔تیرے رب نے	بعاد۔عاد سے	ارم۔ارم	ذات العماد۔تھمبے
قدوقامت والے	التی۔وہ کہ	لم۔نہ	یخلق۔بنائی گئی
مثلها۔انکی مثال	فی۔بیچ	البلاد۔شہروں کے	و۔اور
ثمود۔ثمود	الذین۔وہ جنہوں نے	جابوا۔پھاڑا	الصخر۔پتھروں کو
بالواد۔وادی میں	و۔اور	فرعون۔فرعون	ذی الاوتاد۔چومیخ
کرنے والا	الذین۔وہ جنہوں نے	طغوا۔سرکشی کی	فی۔بیچ
البلاد۔شہروں کے	فاکثروا۔تو زیادہ کیا انہوں نے	فیها۔اس میں	الفساد۔فساد
فصب۔تو گرایا	علیهم۔ان پر	ربک۔تیرے رب نے	سوط۔کوڑا
عذاب۔عذاب کا	ان۔بیشک	ربک۔تیرا رب	بالمرصاد۔گھات میں ہے
فاما۔پھر	الانسان۔انسان	اذا۔جب	ما۔کہ
ابتلٰه۔آزماتا ہے اسکو	ربه۔اس کا رب	فاکرمه۔تو عزت دیتا ہے	و۔اور
نعمه۔نعمت دیتا ہے اسکو	فیقول۔تو کہتا ہے	ربی۔میرے رب نے	اکرمن۔میری عزت کی
و۔اور	اما۔پھر	اذا۔جب	ما۔کہ
ابتلٰه۔اسکو آزماتا ہے	فقدر۔تو تنگ کرتا ہے	علیه۔اس پر	رزقه۔اس کا رزق

فیقول۔تو کہتا ہے	ربی۔میرے رب نے	اہانن۔میری ذلت کی	کلا۔ہرگز نہیں
بل۔بلکہ	لا۔نہیں	تکرمون۔عزت کرتے تم	الیتیم۔یتیم کی
و۔اور	لا۔نہیں	تحضون۔رغبت دلاتے	علی۔اوپر
طعام۔کھانے	المسکین۔مسکین کے	و۔اور	تاکلون۔کھاتے ہو تم
التراث۔وراثت کو	اکلا۔کھانا	لما۔سارا	و۔اور
تحبون۔پسند کرتے ہو	المال۔مال کو	حبا۔پسند کرنا	جما۔بہت زیادہ
کلا۔ہرگز نہیں	اذا۔جب	دکت۔ریزہ ریزہ ہو جائیگی	الارض۔زمین
دکا۔بڑی	دکا۔اچھی طرح	و۔اور	جاء۔آئے گا
ربک۔تیرا رب	و۔اور	الملک۔فرشتے	صفا۔صف
صفا۔درصف	و۔اور	جایٓء۔لایا جائے گا	یومئذ۔اس دن
بجھنم۔دوزخ کو	یومئذ۔اس دن	یتذکر۔سوچے گا	الانسان۔آدمی
و۔اور	انی۔کہاں ہوگا	لہ۔اسے	الذکری۔سوچنے کا وقت
یقول۔کہیگا	یلیتنی۔ہائے افسوس	قدمت۔میں آگے بھیجتا	لحیاتی۔اپنی زندگی کے لیے
فیومئذ۔تو اس دن	لا۔نہ	یعذب۔عذاب کریگا	عذابہ۔اس جیسا عذاب
احد۔کوئی بھی	و۔اور	لا۔نہ	یوثق۔قید کریگا۔
وثاقہ۔اسکی قید جیسی	احد۔کوئی	یایتہا۔اے	النفس۔جان
المطمئنۃ۔اطمینان والی	ارجعی۔واپس ہو	الی۔طرف	ربک۔اپنے رب کی
راضیۃ۔راضی ہو کر	مرضیۃ۔راضی کر کے	فادخلی۔سو داخل ہو	فی۔بیچ
عباد۔بندوں	ی۔میرے کے	و۔اور	ادخلی۔داخل ہو
جنتی۔میری جنت میں			

سُورت الفجر

جمہور کے قول کے مطابق سورت الفجر مکیہ ہے جب کہ علی بن ابی طلحہ کے نزدیک یہ مدنی ہے
اس سورۃ مبارکہ میں ایک رکوع اور تیس آیات ہیں پچھلی سورت میں رُسوا چہروں والے اصحاب اور ترو تازہ
چہروں والے اصحاب کا تذکرہ گزرا اور اس سورت کے آخر میں نفوس مطمئنہ کا ذکر ہے جو وجوہٌ یومئذ
ناعمۃ (ترو تازہ چہروں والوں) ہی کے احوال کی تفصیل ہے اور یہی مناسبت کو مُشیر ہے اور اس کے
علاوہ الغاشیہ کے بارے میں جو گزرا اس میں اسی سے متعلق مزید تفصیل ہے علاوہ سیوطی کے نزدیک
الغاشیہ کی آخری آیات سے اس سورت کے مضامین کا گہرا ربط ہے اور اس کے آخری حصے میں اسی
مضمون کی صراحت سے نیز آیت الم تر کیف فعل ربک بعاد پچھلی سورت کی آیت افلا ینظرون
الی ابل کیف خلقت سے بھی خوب مشابہت رکھتی ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ الفجر پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝	اس صبح کی قسم۔ اور دس راتوں کی۔ اور جُفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب چل دے۔ کیوں اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی۔

(وَالْفَجْرِ ۝)
اقسم سبحانہ وتعالیٰ بالفجر کما اقسم عز وجل بالصبح فی قولہ تعالیٰ والصبح اذا
تنفس فالمراد بہ الفجر المعروف کما روی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ وابن عباس
وابن زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم۔
حق سبحانہٗ وتعالیٰ فجر کے وقت کے ساتھ اسی طرح قسم یاد فرمائی ہے جس طرح صبح کے وقت

کی قسم یاد فرمائی اور قول الٰہی ہے اور قسم صبح کی جب دم (اس کی روشنی خوب پھیلے) اور فجر سے مراد معروف یعنی پو پھٹنے کے بعد کا وقت (صبح کا وقت) ہی ہے جیسا کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ اور ابن عباس اور ابن زبیر اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد صبح کے وقت کا پھیلنا اور اس کی ضیاء و روشنی کا پھیلنا ہے اور فجر کی اصل یعنی معنی یہ ہیں شق الشیئ شقًا واسعا کسی شے کا پھٹنا وسعت کے ساتھ اور اسی لیے اسے فجر کہا جاتا ہے کہ یہ رات کی تاریکی کو پھاڑ دیتی ہے اور فجر دو حال پر ہے فجر کاذب اور فجر صادق اور شاید فجر صادق ہی مراد ہے مجاہد سے مروی ہے کہ فجر سے مراد قربانی کا دن ہے (عید الاضحیٰ کی صبح) جبکہ عکرمہ کا قول ہے کہ فجر سے مراد یوم الجمعہ ہے ضحاک کے نزدیک یکم ذی الحجۃ کی فجر مراد ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ لیلۃ الجمع کی فجر (صبح) مُراد ہے۔ بیہقی نے شعب میں ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا محرم کی فجر یعنی سال کی پہلی صبح مراد ہے اور قتادہ وغیرہ سے منقول ہے کہ ہر دن کی صبح مُراد ہے۔ ابن جریر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مُراد صلوٰۃ الفجر ہے۔

(وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۝) اور دس راتوں کی

حاکم نے تصحیح اور ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مراد العشر الاول من الاضحیٰ ذوالحجۃ کے مہینہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ احمد نسائی، حاکم، البزار، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا اور احمد اور بخاری نے ابن عباس سے مرفوعًا روایت کی ہے۔

مامن ایام فیھن العمل احب الی اللہ عزوجل وافضل من ایام العشر قیل یارسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الارجل جاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذلک بشیئ ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماہ ذوالحجۃ کے دس دنوں میں اللہ کو عبادت سے زیادہ اور کسی دن کا کوئی عمل وبندگی محبوب نہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ اور کیا راہِ خدا میں جہاد بھی نہیں ارشاد فرمایا اور راہ خدا میں جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جس نے اپنی جان اور مال سے راہِ خدا میں جہاد کیا اور اس سے کسی شئے کے ساتھ واپس نہ لوٹا (شہید ہوگیا) ابن المنذر اور ابن حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھن العشر الاواخر من رمضان ان راتوں سے مراد ماہِ رمضان کی آخری دس راتیں ہیں اور اس قول میں کسی کو اختلاف نہیں اور حدیث صحیح سے اس پر دلالت ہے جیسا کہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ رمضان کے اخیر عشرہ میں داخل ہوجاتے تو اپنا تہبند مضبوط باندھتے اور اس کی راتوں میں عبادت کے لیے خوب بیدار رہتے اور آپ کے گھر والے سوتے۔ بعض علماء نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ شاید آپ لیلۃ القدر سے رغبت وخط کے پیش نظر ایسا اہتمام کرتے کہ وہ ان دس راتوں ہی میں سے کسی میں ہے۔ اللہ ابن جریر سے منقول ہے کہ مراد رمضان کی پہلی دس راتیں ہیں۔ بیان اور ایک جماعت کا قول ہے کہ مراد ماہ محرم کی ابتدائی دس راتیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہوئے تو یہود یوم عاشورا کو روزہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو تو یہود نے کہا یہ بہت بڑا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات بخشی اور فرعون کو غرق کیا۔ تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کا روزہ رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم سے بڑھ کر موسیٰ (علیہ السلام) کے حق دار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

صحیح مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان کے بعد افضل روزے ماہ محرم کے ہیں۔

(وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝) اور جفت اور طاق کی

طیبی کا قول ہے کہ ہم سے امام احمد نے اور ترمذی نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شفع اور وتر سے کیا مراد ہے تو ارشاد فرمایا الصلوٰۃ بعضہا شفع و بعضہا وتر۔ نماز یں ہے کہ ان میں سے بعض شفع (جفت) ہیں اور بعض وتر مقابل بولے گئے ہیں۔ عبد بن حمید نے حسن سے روایت کی ہے کہ ہمارے پروردگار نے عدد کے ساتھ قسم یاد فرمائی ہے اور تمام اعداد شفع (جُفت) اور وتر (طاق) ہیں۔ عبدالرزاق نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا الخلق کلمہ شفع و وتر فاقسم سبحانہ بخلقہ مُراد ساری مخلوق ہے جو جفت وطاق ہے تو اللہ نے اپنی مخلوق کے ساتھ قسم یاد فرمائی ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ نے ہر ایک چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جیسے ایمان و کفر، سعادت و شقاوت نر مادہ لیکن اللہ تعالیٰ وتر ہے کذا فی الحدیث ان اللہ تعالیٰ وتر یحب الوتر اللہ تعالیٰ وتر ہے اور اللہ وتر کو محبوب رکھتا ہے۔ ایک قول ہے کہ شفع سے

[illegible] ہیں اور آٹھ ہیں) اور وتر سے مراد [illegible] ہیں [illegible] ان کی مسواد ہے

(واللیل اذا یسر) اور رات کی جب چل دے

(اذا یسر) یعنی جب گزر رہا ہو یہ اس طرح کہا ہے جیسے کہا ہے واللیل اذا ادبر اور رات کی قسم جب پیٹھ پھیرے واللیل اذا عسعس اور قسم رات کی جب اس کی تاریکی ہلکی پڑ جائے. مجاہد اور کلبی کا قول ہے المراد [illegible] وھی یسری الحاج فیہا الی المزدلفۃ [illegible] اس سے مراد قربانی والی رات (ذوالحجہ کی دسویں رات) ہے اور اس میں حجاج کرام عرفات سے اکٹھے کوچ کرنے کے بعد مزدلفہ کی طرف چل دیتے ہیں. ایک قول ہے کہ مراد شب قدر ہے جس میں رحمتیں اترتی ہیں اور وہ ثواب کی کثرت کے لیے خاص ہے رات کا پیٹھ پھیرنا قدرت الٰہیہ پر دلالت کرتا ہے کہ لوگ سورج کی حدت وحرارت اور تمازت سے محفوظ ہوتے ہیں اور یونہی ذاکروں کے لیے بشر بہتے ہیں. اخفش سے پوچھا گیا کہ کیسے یسری یا کے سقوط کی علت کیا ہے تو انہوں نے کہا اللیل لا یسری ولکن یسری فیہ کہ رات نہیں چل دیتی بلکہ اس میں مخلوق آتی جاتی ہے لہٰذا سیر کی نسبت رات کی طرف مجازاً ہے اور لیل سے مراد جنس ہے یعنی ہر ایک رات

(ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ ○) کیونکہ اس میں عقلمند کے لیے قسم ہوئی.

(ھل فی ذلک) تحقیق و تقریر لفخامۃ الاشیاء المذکورۃ المقسم بھا.

استفہام تقریری ہے یعنی بلاشبہ یہ امر تحقیق ہے کہ جن اشیاء کا ذکر اوپر قسم کے ساتھ گزرا وہ بڑی عظمت شان والی ہیں اور قدرت وحکمت ربانیہ کا ان سے اظہار ہوتا ہے (قسمٌ) تنوین تعظیم ہیں ای مقسم بہ یعنی وہ اشیاء جن کا ذکر قسم کے ساتھ ہوا.

(لِّذِیْ حِجْرٍ) عقلمند کے لیے

والحجر العقل لانہ یحجر صاحبہ ای یمنعہ من التہافت اور حجر سے مراد عقل ہے اس لیے کہ عقل اپنی صاحب کو ناروا اور بری باتوں سے منع کرتی ہے جواب قسم (مقسم علیہ) محذوف ہے اور مطلب یہ ہے وھو لیعذبن کما ینبئ عنہ قولہ تعالیٰ کہ ہم کفار ومنکرین ومکذبین کو ضرور عذاب دیں گے جیسا کہ قول الٰہی میں خبر دی گئی جس کا ذکر آگے آرہا ہے یعنی ہم انہیں عاد وثمود وغیرہ کی طرح عذاب دیں گے یا ہلاک کر دیں گے. ابن مسعود سے منقول ہے کہ مقسم علیہ ان ربک لبالمرصاد ہے.

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ کیا تم نے دیکھا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔

استفہام نفی کے انکار کے لیے ہے جو اثبات کو لازم ہے اور رویت بمعنی یقین کے ہے یعنی … رسول تمہیں اس بات کا شعور نہیں ہے کہ تمہارے پروردگار نے عاد کا کیا حشر کیا۔ یہ [illegible] کی قوم تھی جسے طوفان و آندھی سے ہلاک کیا گیا۔ اس میں کفار مکہ کے لیے تہدید ہے۔

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وہ ارم حد سے زیادہ طول والے۔ کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

(اِرَمَ) یہ عاد سے بدل ہے اور یہ ایک قبیلہ ہے جو اپنے باپ کے نام پر موسوم … جیسے بنو ہاشم اور عاد، عاد بن عاص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ قبیلہ ارم … کے نام سے مشہور رہا۔ اس قوم کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے ایک قول … کہ اس قوم کے شروع کے لوگ عاد الاولیٰ اور بعد کے عاد الآخرۃ کہلاتے ہیں عماد الدین … کا قول ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی عاد کے بارے میں خبر وارد ہوئی ہے تو وہاں عاد سے … عاد الاولیٰ ہیں سوائے سورت الاحقاف کے اور انہیں بھی ان کے جد (دادا) کی مناسبت … ارم کہا جاتا ہے اور یہ نام دادا کی نسبت سے مشہور ہو گیا اور یہ نام عاد الاولیٰ کے ساتھ خا… ہے اور اس پر ابن الرقیات کا شعر ہے ؎

مجدا تليدا بناه اوله ادرك عادا وقبلها ارما

اول موروثی شرافت و سخاوت، شان و شوکت کو جس نے اپنایا وہ عاد تھے اور ان … پہلے ارم۔

(ذَاتِ الْعِمَادِ ۝) حد سے زیادہ طول والے۔

صفة لارم نفسها والمراد ذات القد والطوال على تشبيه قاماتهم بالا…

یہ قوم ارم کی صفت کا بیان ہے اور مراد یہ ہے کہ بہت لمبے قدوں والے اور ان کو … عماد سے (ستونوں) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی ان کے قدوں کی لمبائی ستونوں کی … تھی۔ ابن عباس اور مجاہد سے منقول کہ ان لوگوں کے قد بارہ ہاتھ یا بارہ گز لمبے تھے تفسیر … میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ طویل القامت کا قد چالیس ہاتھ یا (چار سو) گز تھا اور ان … سے کوئی ایک بہت بڑی چٹان کو راستے پر بآسانی الٹ پلٹ کر دیتا تو اللہ نے انہیں …

... ابن عباس سے عطا نے روایت کی ہے کہ ذات العماد سے مراد خیموں اور ستونوں والے اور وہ بہار کے موسم میں نکلتے تھے پھر جب سبزہ و پیداوار ختم ہو جاتی تو پھر وہ اپنی منزلوں کی طرف لوٹ آتے۔ سعید بن مسیب سے منقول ہے ارم ذات العماد ایک شہر کا نام ہے اب اسے دمشق کہتے ہیں ارم شہر کا نام ہے اور ذات العماد اس کی صفت ہے۔

(الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ) کہ اُن جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔ یہ ارم کی دوسری صفت ہے ای لم یخلق مثلھم فی عظم الاجرام والقوۃ فی بلاد الدنیا یعنی قوم ارم جیسی دراز قد اور نہایت قوی و توانا کوئی دوسری قوم دنیا کے شہروں میں پیدا نہ ہوئی۔ ایک قول ہے کہ اگر ارم سے مراد دمشق کا شہر ہے جیسا کہ ابن مسیب اور المقبری سے منقول ہے اور محمد بن کعب (قرطبی) کا قول ہے کہ اسکندریہ کا شہر ہی ارم ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ بلند و بالا یا بڑے بڑے ستونوں والی عمارات اور خوبصورت گھروں اور باغوں والا کوئی شہر مثل شہر ارم دنیا کے شہروں میں وجود میں نہ آیا۔ اور جنت ارم کا ایک قصہ جو کتب تفسیر میں شداد بن اوس کے حوالے سے منقول ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے موضوع کہا ہے اور اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ ارم مصدر ہے اَرَمَ یَأْرِمُ اذا هلك فارم جب وہ ہلاک کیے گئے تو وہ رمیم یعنی تیز آندھی کے ساتھ انہیں بوسیدہ اور گلا سڑا بنا دیا گیا۔

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ اور فرعون کو چومیخا کرتا۔ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی پھر ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا۔ بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

(وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝) اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔

(وثمود) عطف على عاد وهي قبيلة مشهورة سميت باسم جدهم ثمود اخي جديس وهما ابنا عابر ابن ارم بن سام بن نوح عليه السلام كانوا عربا من

ارم بہ بسکون المیم بین الحجاز وتبوا ... وکانوا یعبدون الاصنام ۔

وادی عاد پر بصیغہ جبار ہر ایک مشہور قبیلہ ہے جو اپنے دادا کے نام پر موسوم ہے

اور ثمود جدیس کا بھائی تھا اور یہ دونوں عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یہ

عرب مستعربہ تھے اور حجاز و تبوک کے درمیانی علاقہ حجر میں بستے تھے اور یہ لوگ بت پرست تھے

(والذین جابوا الصخر) ای قطعوا اصخر الجبال واتخذوا فیہا بیوتا منحوتا

من الصخر کقولہ تعالٰی وتنحتون من الجبال بیوتا اول من نحت الحجارۃ والصخور

والرخام ثمود وبنوا الف وسبعمائۃ مدینۃ کلہا بالحجارۃ ۔ یعنی انہوں نے پہاڑوں

کی چٹانوں کو کاٹا اور اس میں چٹانوں کو تراش کر گھر بنائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور

تم پہاڑوں میں سے مکان تراشتے ہو (الاعراف) سب سے پہلے مکانیت کے لیے جنہوں نے

بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں اور سنگ مرمر کو تراشا کاٹا وہ ثمود تھے اور انہوں نے ایک ہزار

سات سو بستیاں بنائیں سب پتھروں کی بنی ہوئی تھیں لیکن بستیوں کی یہ تعداد محل نظر ہے اور یہ بھی

نہیں ہو سکتا اس قدر عمارتیں بنی ہوں واللہ اعلم۔

(بالواد) ھو وادی القری مراد اس سے وادی القریٰ ہے جو حجاز و تبوک کے درمیانی

علاقہ ہے۔

(وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ٥) اور فرعون کہ چومیخا کرتا۔

وصف بذلک لکثرۃ جنودہ وخیامہم التی یضربون اوتادہا فی منازلہم

او لانہ کان یدق للمعذب اربعۃ اوتاد ویشدہ بہا مبطوحا علی الارض فیعذبہ

بما یریدہ من ضرب او احراق او غیرہ ۔

(ذی الاوتاد) اس صفت کے ساتھ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کے پاس

لشکروں کی کثرت تھی اور ان کے خیمے بھی بکثرت جنہیں وہ اپنی منزلوں پر میخوں کے ساتھ گاڑتے

تھے یا پھر اس لیے کہ جس پر غضب ناک ہوتا تو اس کو عذاب و سزا کے لیے زمین پر چت لٹا کر

چومیخا کروا کے دف کے ساتھ خوب گڑھوا تا ۔ پھر اس کو جس طرح چاہتا عذاب دیتا خواہ مار کر یا جلا

کر یا اس کے علاوہ۔ ابن عباس کا قول ہے کہ ذی الاوتاد سے مُراد مضبوط عمارتیں ہیں۔ بعض کا

قول ہے کہ مُراد مضبوط و مستحکم حکومت اور شوکت ہے۔ بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے

کہ فرعون ذی الاوتاد اس وجہ سے مشہور ہُوا کہ اُس نے حزقیل کی بیوی کو (جو شخص اس کا

خازن تھا) چومیخا کر کے پھانسی لگوایا تھا کہ وہ مومنہ صادقہ تھی اور اس نے فرعون کے سامنے اس کی الوہیت کا انکار اور رب ذوالجلال کی ربوبیت والوہیت کا برملا اقرار کیا تھا جس پر وہ غضبناک ہوگیا۔ اور یونہی اس نے اپنی بیوی آسیہ بنت کو چومیخا کروایا جس کا ذکر سورۃ التحریم کے آخر میں گزر چکا۔

(اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ٥) جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔

ای طغی کل طاغیۃ منھم فی البلاد

یعنی ان میں سے جنہوں نے تمام شہروں میں سرکشی کی اور معصیت و نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے اور رسولوں کو جھٹلایا اور دائرہ آدمیت و عبدیت کی حدود کو پھلانگ گئے

(فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ٥) پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔

ای بالکفر والمعاصی

یعنی کفر و سرکشی اور گناہوں اور نافرمانیوں کے ساتھ بستیوں آبادیوں اور شہروں میں اندھیر گردی کی۔

(فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ٥) تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا بقوت مارا۔

(فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ) ای انزل سبحانہ انزال الشدید علی طائفۃ من اولئک الطوائف عقیب ما فعلت من الطغیان والعصیان والفساد۔

یعنی جو کچھ کفار نے حد سے بڑھی ہوتی سرکشی کی، معصیت و گناہوں کے کام کیے اور فساد پھیلایا تو اس کے تعاقب میں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے کفار کے ان گروہوں میں سے ہر ایک گروہ پر یکدم سخت عذاب اتارا۔

(سَوْطَ عَذَابٍ) ای سوطا من العذاب

یعنی ملا جلا عذاب، مراد ہے کہ مختلف انواع کے عذابوں میں بشدت مبتلا کیے گئے سوط کے معنی ہیں مخلوط کر دینا اور کوڑے کو بھی سوط کہتے ہیں عذاب کے کوڑے سے مراد سخت و شدید ترین عذاب ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اضافت ینقد یر من ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوڑا مارا جو عذاب سے بنا ہوا تھا۔

(اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

حسن کا قول ہے ای یرصد سبحانہ وتعالیٰ اعمال بنی آدم یعنی اللہ تعالیٰ بنی آدم کے اعمال
پرنگاہ رکھتا ہے اور اس سے بندوں کا کوئی کام چھپا نہیں اور اسے ہر چیز کا بخوبی علم ہے۔ والمرصاد
المکان الذی یقوم بہ الرصد ویترقبون فیہ اور مرصاد سے مراد وہ مکان ہے جگہ
میں بیٹھ کر کوئی شخص کسی کی گھات میں لگا ہوتا ہے اور اس کے انتظار میں ہوتا ہے اور المرصاد
کا اللہ پر اطلاق کرنے میں مفسرین کا اختلاف ہے ابن عطیہ کا قول ہے کہ ہو سکتا ہے المرصاد
(صیغہ مبالغہ ہو جیسے المطعام اور المطعان۔ بعض کا قول ہے کہ کلام میں استعارہ وتمثیل ہے
جس سے شاید یہ مراد ہے حافظ لاعمال العصاۃ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نافرمانوں اور گناہ گاروں کے
اعمال پر نگران ہے (اسے ہر بات کا علم ہے) واضح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح گھات لگانے والا
کمین گاہ میں گزرنے والے کو خوب دیکھ رہا ہوتا ہے بلا تشبیہ وتمثیل اللہ بھی بندوں کے اعمال
کو خوب دیکھ رہا ہے اور جس طرح گزرنے والا گھات لگانے والے سے بے خبر ہوتا ہے یونہی
انسان بھی حق سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہے اور اپنے کاموں میں آخرت سے بے خبر مشغول ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَكْرَمَنِ ؕ وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ؕ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ۔

لیکن آدمی تو جب اُسے اس کا رب آزمائے کہ اس کو جاہ اور نعمت دے جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور اگر آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

(فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ) لیکن آدمی تو جب اُسے اس کا رب آزمائے
ای عاملہ معاملۃ من یبتلیہ بالغنی والیسار لیری ھل یشکر أم لا
یعنی جب انسان کو اس پروردگار دولت وتونگری آسانی وفراخی دے کر آزمائش میں ڈالتا
ہے تاکہ دیکھے آیا وہ شکر گزاری کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔
(فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ) کہ اس کو جاہ اور نعمت دے۔
فاء تفسیریہ ہے اور ابتلاء کی تفصیل ہے فان الاکرام والتنعیم عین المـ
بالابتلاء تو اُسے جاہ وعزت اور نعمت دولت کے ساتھ آزماتا ہے اور ابتلاء سے مـ
یہی امور ہیں جو دنیاوی زندگی میں انسان کی خواہش وآرزو ہیں۔

(فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ ہ) جب تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

یہ مبتدا جو کہ انسان ہے اس کی خبر ہے اکرام و تنعیم (رجاہ حشمت، نعمت و دولت) دراصل ایک ہی شئ کے حکم میں ہیں اس لیے اس جملہ میں اکرمن پر اکتفاء ہے اور نعمت کو اس کے ساتھ ملا کر ذکر نہ فرمایا۔ یعنی جب انسان کو عزت و دولت حاصل ہوتی ہے جب تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے مال و اولاد اور عزت و عظمت بخشی یعنی راحت میں تو مانتا ہے۔

(وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰـهُ) اور اگر آزمائے اُسے

عامله - معاملة من يبتليه ويختبره بالحاجة والفقير ليرى هل يصبر ام لا

یعنی جب اللہ کو حاجت و غربت میں مبتلا کر کے اس کا امتحان لیتا ہے (جانچتا ہے) کہ ان کے ذریعہ دیکھے آیا وہ صبر و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے یا بے صبری و بے قراری کا اظہار کرتا ہے۔

(فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ) اور اس کا رزق اس پر تنگ کرے۔

ابوجعفر نے فَقَدَرَ کو تشدید کے لیے مبالغۃً پڑھا ہے یعنی فَقَدَّرَ تو معنی یہ ہوں گے کہ قلاش کر دیا اور قرأت متواترہ فَقَدَرَ سے مُراد ہے نپا تلا رزق دیا یا تنگدست بنا دیا۔ یہ انسان (مبتدا) کی آزمائش کی خبر ہے یعنی رزق کی تنگی سے آزمایا جو انسان کو ناگوار ہے۔

(فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ ہ) تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے خوار کیا۔

يدل على قصور نظره وسوء فكره حيث حسب ان تضيق الرزاق اهانة۔

یہ انسان کی کوتاہ نظری اور فکر کی خرابی پر دلالت کرتا ہے کہ جب رزق کی تنگی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ذلت و خواری قرار دیتا ہے جو اللہ کی ناشکری ہے پچھلی آیت میں اکرمہ و نعمہ دونوں امور کا ذکر ہوا لیکن اس آیت میں نعمہ کی جگہ قدر علیہ رزقہ فرمایا مگر اکرمہ کے مقابل اَهَانَهٗ نہ فرمایا اس لیے کہ بعض صورتوں میں رزق کی تنگی آخرت میں باعث تکریم ہوگی اور دنیا میں رزق کی وسعت موجب شکر ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ہ	یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ہ	اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دیتے۔ اور
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ہ	میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔ اور
وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ہ	

مال کی نہائت محبت رکھتے ہو۔
(كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ٥) یوں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔
(كَلَّا) یوں نہیں
ردع للانسان انسان کے لیے یاز داشت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ المعنی لم ابتله بالغنی لكرامته علی ولم ابتله بالفقر لهوانه علی بل ذلك لمحض القضاء والقدر۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے اُسے (انسان) دولت وعزت دے کر اس کی عزت افزائی کے لیے نہیں نوازا اور نہ ہی فقر و تنگی میں مبتلا کر کے اسے ذلت سے دوچار نہیں کیا بلکہ ایسا محض قضا و قدر کے تحت ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ عزت و دولت فقر و غنا پر منحصر نہیں بلکہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی اپنے دشمنوں کو عزت و دولت دیتا ہے اور دوستوں کو فقر و الم میں مبتلا کرتا ہے درحقیقت عزت و ذلت طاعت و معصیت پر ہے اور منکرین و کفار اس بات کو نہیں سمجھتے۔
(بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ٥) بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔
ای حیث یکرمکم الله تعالی بکثرة المال فلا تؤدون ما یلزمکم فیه من اکرام الیتیم بالمبرة به والاحسان الیه۔
یعنی جب تمہیں اللہ نے مال و دولت کی کثرت کے ساتھ عزت بخشی تو تم انہیں کیوں نہیں دیتے جو تم پر یتیموں کے ساتھ عزت کا سلوک کرنے اور نیکی کرنے اور احسان کا رویہ اپنانے کے لحاظ سے لازم تھا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ تم یتیم کو کیوں نہیں دیتے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کیوں نہیں کرتے حالانکہ تم صاحب ثروت ہو۔ مقاتل کا قول ہے کہ قدامہ بن مظعون یتیم تھے اور اپنے والد کے وارث تھے لیکن اُمیہ بن خلف انہیں پاس رکھ کر اس کے حق کو دبائے ہوئے تھا۔ حدیث شریف میں ہے "احب البیوت الی الله تعالی بیت فیه یتیم مکرم" اللہ تعالیٰ کے نزدیک گھروں میں سے وہ گھر سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جس گھر میں یتیم کی عزت و تکریم ہو۔
(وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ٥) اور آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے۔
عبداللہ، علقمہ، زید بن علی، عبداللہ بن مبارک اور الشیرزی نے کسائی سے پڑھا ہے

تحٰضون من المحاضۃ۔ اس قرأت پر معنی یوں ہوں گے ای ولا یحض و یحث بعضکم بعضا۔ یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے جبکہ دیگر قراء نے وَلَا تَحُضُّوْنَ پڑھا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ تم اوروں کو رغبت نہیں دلاتے۔ ای علی اطعامہ یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دلاتے، طعام مصدر ہے بمعنی الاطعام (کھانا) جیسے عطاء بمعنی الاعطاء (عطا کرنا) اور مسکین سے عام فقیر مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ تم عام فقیروں کو کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتے۔ جب تمہارا یہ حال ہے تو تم اپنے ذاتی مال سے کیوں کر کھلاؤ گے۔

(وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝) اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو۔

(وتاکلون التراث) ای المیراث یعنی وراثت کا مال

(اَكْلًا لَّمًّا) أی ذالم یعنی جو ہاتھ لگے چن چن کر کھا جائے اور مطلب یہ ہے الجمع بین الحلال والحرام و ما یحمد و مالا یحمد کہ حلال و حرام کے درمیان تفریق نہ کرے اور خواہ جائز ہو یا ناجائز سب چٹ کر جائے اور مروی ہے کہ وہ لوگ (مخاطب کفار مکہ وغیرہ) اپنی عورتوں اور اپنی چھوٹی اولاد کو ورثہ نہیں دیتے تھے اور ان کا حصہ ہڑپ کر جاتے تھے۔

(وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝) اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

ای کثیرا کما قال ابن عباس یعنی بہت کثرت کے ساتھ مال کی حرص رکھتے ہو۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ انکو تحبونہ مع حرص و شرہ بلاشبہ تم مال کے شر کے باوجود اس کے لیے بڑی حرص و طمع رکھتے ہو۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۝ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝	ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے اور تمہارے رب کا حکم آئے اور فرشتے قطار قطار اور اس دن جہنم لائی جائے اس دن آدمی سوچے گا اور اب سوچنے کا وقت کہاں سے کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔ تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔ اور اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھتا۔

(كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ٥) ہاں ہاں جب زمین ٹکرا ٹکرا پاش پاش کر دی جائے۔

(كَلَّآ) ہاں ہاں

ردع لهم کفار کے لیے بطریق وعید باز داشت ہے ان کاموں سے جن کا ذکر گزرا۔

(اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ٥) جب زمین ٹکرا ٹکرا پاش پاش کر دی جائے۔

والدك قال الخليل كسر الحائط والجبل ونحوهما وتكريره للدلالة على الاستيعاب

اور "دك" خلیل کا قول ہے کہ دیواروں اور پہاڑیوں وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے یا توڑنے کو کہتے ہیں اور اس کی تکرار اس کے پیہم اور مسلسل ہونے پر دلالت کے لیے ہے

ای اذا دكت الارض دكا متتابعا حتى انكسر و ذهب كل ما على وجهها من جبال و ابنية وقصور وغيرها حين زلزلت المرة بعد المرة وصارت هباء منثورا

یعنی جب زمین بار بار ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی یہاں تک کہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس پر پہاڑوں، عمارات اور محلات وغیرہ میں سے جو کچھ ہے سب مٹ جائے گا۔ اس وقت زمین بار بار ہلائی جائے گی اور بکھرے ہوئے ذراتی غبار کی طرح ہو جائے گا

(وَجَآءَ رَبُّكَ) اور تمہارے رب کا حکم آئے

قال منذر بن سعيد معناه ظهر سبحانه للخلق هنالك وليس ذلك بمجئ نقلة وكذلك مجئ الطامة والصاخة اس کے معانی میں منذر بن سعید کا قول ہے کہ اس وقت حق سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کے لیے ظاہر ہوگا (تجلی فرمائے گا) لیکن اس قول پر کوئی نقل و سند نہیں اور یونہی بڑی مصیبت (نفخۂ ثانیہ کے وقت جو ہوگا) اور ہولناک ہنگامہ زور مراد لینا بھی صحیح نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ کلام تہویل کے لیے ہے اور مضاف محذوف ہے

ای وجاء امر ربك وقضاؤه سبحانه یعنی تیرے پروردگار کا حکم آئے گا اور حق سبحانہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور سلف و خلف اس میں زیادہ گفتگو نہیں کرتے اور اس کی مراد حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف ہی تفویض کرتے ہیں۔

(وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ٥) اور فرشتے قطار قطار

(والملك) ای جنس الملك فيشمل جمع ملائكة السموٰت عليهم السلام

یہ فرشتوں کی جنس تو یہ تمام ملائکہ آسمانی علیہم السلام کو شامل ہے۔

(صَفًّا صَفًّا) ذوی صفوف فانه قیل ینزل یوم القیامة ملائکة کل سماء فیصلفون صفا بعد صفا بحسب منازلھم و مراتبھم محدقین بالجن والانس
یعنی صف در صف اور کہا گیا ہے کہ ایسا یوم قیامت ہوگا اور سب آسمان کے فرشتے اپنے منازل اور مراتب کے مناسب ولائق قطاروں کی صورت اتریں گے اور جن وانس کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔
ایک قول ہے صفاصفا سے مُراد ہے آسمانوں کے حساب سے جیسے پہلا دوسرا اتریں اور صف بستہ ہوتے جائیں گے۔

(وَجِاىْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ) اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔

قیل ھو کقولہ تعالیٰ وبرزت الجحیم لمن یری علی ان یکون مجیئھا متجوزا بہ عن اظھارھا واخبر انہ علی حقیقتہ فقد اخرج مسلم والترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بجھنم یومئذ لھا سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ بھی اس قول الٰہی کی طرح ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى اور جہنم ہر دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی (النازعات) اس لئے کہ اس کا لانا اس کے ظاہر کرنے کی نسبت اُس کے نافذ کرنے کے لیے ہوگا اور اس کا لایا جانا اور بھڑکنا حقیقتاً ہوگا۔ مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُس روز جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اُسے کھینچتے (ہانکتے) ہوں گے۔ اور ایک روائت میں اتنا زیادہ ہے کہ پھر اس عرش کے بائیں جانب رکھا جائے گا اور وہ جوش وغضب میں ہوگی۔

(يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ) اس دن آدمی سوچے گا۔

اذا دکت الارض سے بدل ہے مُراد اس دن جب زمین ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوگی اور یتذکر بمعنی یتعظ ہے ای یتعظ بما یری من آثار قدرۃ اللہ عزوجل وعظیم عظمتہ تعالیٰ شانہ، یعنی اپنے گناہوں، تقصیروں اور نافرمانیوں کو خوب سمجھ لے گا جبکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت عظیمہ اور کمال شان اور اس کی قدرت کے نشانات عظمت کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا ایک قول ہے کہ اس روز معافی چاہے گا اور توبہ کرے گا۔

(وَاَنّٰی لَہُ الذِّکْرٰی ٥) اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں

ای ومن این تکون لہ الذکری وقد فات أوانہا

یعنی اور اب اس کے سوچنے کے لیے وقت کہاں سے ہوگا کہ وہ سوچنا جس کا کوئی فائدہ ہو وہ وقت وزمانہ تو گزر چکا یعنی سوچنے سمجھنے کا وقت تو دنیا کی زندگی تھی اور توبہ کرنے کا محل بھی وہی زندگی تھی اب جب وہ وقت گزر چکا اور قیامت قائم ہوگئی اور اب حقائق سے پردہ اٹھ چکا اور ہر شے سامنے نظر آرہی ہے تو ماننا اور توبہ کرنا عبث ہے کہ یہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔ اور ایمان بالغیب کا موقع ختم ہوگیا۔ اور اب کفار کی کوئی معذرت مفید نہیں۔

(یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ٥) کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی بھیجی ہوتی۔

ای یالیتنی قدمت وعملت اعمالا صالحۃ وقت حیاتی فی الدنیا لانتفع بہا الیوم

یعنی اے کاش میں اپنی دنیاوی زندگی کے وقت میں آخرت کے لیے نیک کام آگے بھیجتا تاکہ آج کے دن اس کا فائدہ پہنچتا۔

(فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗٓ اَحَدٌ ٥) تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا۔

(فَیَوْمَئِذٍ) تو اُس دن

ای یوم اذ یکون ماذکر من الاحوال والاقوال یعنی اس روز جب ایسا ہوگا جیسا کہ احوال و اقوال کا ذکر گزرا۔

(لَا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗٓ اَحَدٌ ٥) اس کا سا عذاب کوئی نہیں کرتا

ای لا یعذب احد مثل عذابہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کوئی کسی کو اس روز (قیامت کے دن) عذاب نہیں دے گا۔

(وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَہٗٓ اَحَدٌ ٥) اور اس کا سا باندھنا کوئی نہیں باندھنا

ای لا یعذب ولا یوثق احد من الزبانیۃ احدا من اہل النار مثل ما یعذبونہ ویوثقونہ کانہ اشدھم عذابا ووثاقا۔ یعنی کوئی ایسا عذاب نہ کرے گا اور نہ ہی کوئی ایسا باندھنا باندھے گا جیسا کہ زبانیہ (عذاب کے فرشتے) اہل دوزخ (دوزخیوں) کو باندھیں اور عذاب کریں گے کیونکہ عذاب وبندش میں کوئی ان سے بڑھ کر شدید نہیں۔ کسائی اور یعقوب نے لا یعذب اور لا یوثق کے صیغہ مجہول پڑھا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اس روز عام کفار کو یا کسی کافر کو جیسا عذاب دیا جائے گا کسی اور کو نہ دیا ہوگا اور نہ ہی دیا جائے گا۔ مخصوص کافر سے مراد بعض

علماء کے نزدیک امیہ بن خلف ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

(يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝) اے اطمینان والی جان

نفس بمعنی ذات اور اطمینان کے ساتھ موصوف ہے یعنی مطمئنہ اس کی صفت ہے۔ مراد یہ ہے من اطمأن بالـدنیا وسکن الیھا و ذکر جو دنیا کی زندگی میں ایمان و اطمینان کے ساتھ ٹھہرا رہا اور اس کے ذکر و طاعت میں مشغول رہا اس سے کہا جائے گا۔ گویا یُقال محذوف ہے اور مومن کی حالت کے بیان کے لیے جملہ مستانفہ بصورت جواب ہے۔ ایک قول ہے کہ بوقت موت مومن سے یوں کہا جائے گا۔ ابی سے یا ایتھا النفس الآمنۃ المطمئنۃ پڑھنا منقول ہے جس سے اس مطلب کی توثیق ہوتی ہے جب صفات رذیلہ اور کدورات بشریہ کا ازالہ ہو جائے اور نفس تجلی صفات حسنہ سے متجلی ہو جائے اور ذکر الٰہی کے بغیر سکون نہ ملے تو یہی حلاوت و حقیقت ایمان ہے اور یہی نفس مطمئنہ آمنہ ہے۔

(ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ) اپنے رب کی طرف لوٹ۔

ای الی محل عنایۃ تعالٰی و موقف کرامتہ عزوجل لک اولا وھذا الآن للسعداء قبل الحساب کما یفھم من الاخبار موقفا فی المحشر مخصوصا یکرمھم اللہ تعالٰی بہ لا یجدون فیہ ما یجدہ غیرھم فی موافقھم من النصب ومنہ ینادی الواحد بعد الواحد للحساب فمتی کان ھذا القول عند تمام الحساب اقتضی ان یکون المعنی اذکر۔

یعنی حق سبحانہٗ و تعالٰی کی عنایت و مہربانی کے مقام کی طرف اور پہلے اس موقف (ٹھہرنے کی جگہ) عزت و کرامت کی طرف جو تیرے لئے اللہ کریم نے بنایا ہے اور یہ اس لیے کہ سعادت مند لوگوں کے لیے حساب سے پہلے جیسا کہ اخبار و احادیث سے معلوم ہوتا ہے (سمجھ میں آتا ہے) محشر میں ایک خاص موقف ہو گا جس کے ساتھ اللہ ان نیک بختوں کی عزت و تکریم سے نوازے گا وہ اس میں وہ کچھ پائیں گے جو ان کے علاوہ کسی کو ان کے ٹھہرنے کے مقامات پر ٹھہرنے میں نہ ملے گا اور ان میں سے ایک ایک کر کے حساب کے لیے بلائے جائیں گے۔ تو یہ قول جب کہا جائے گا جب

کا ذکر گزرا۔
ختم ہو جائے گا اور یہی اقتضاء ہے ان معانی کا جن
(رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۝) یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی
(رَاضِیَۃً) ای بما تؤتینہ من النعم التی لا تتناھی
یعنی ان نہ ختم ہونے والی نعمتوں کے ساتھ جو اللہ نے تمہیں عطا فرمائیں موت کے ساتھ عالم قدس کی طرف اپنے پروردگار کے پاس لوٹ آ۔ دراصل یہ ارجعی ربک کی حالت کا بیان ہے اور ایک قول ہے کہ کہا جائے گا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اور راضی ہو حساب کی خفت سے بچنے پر اور اعمال کی قبولیت پر۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کہا رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا و بالاسلام دینا و محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبیا و رسولا و بالقرآن حکما و اماما تو اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔
(مَّرْضِیَّۃً ۝) ای عند اللہ عزوجل
یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کے پاس اور ایک قول ہے المراد راضیۃ عن ربک مرضیۃ عندہ مراد یہ ہے کہ اپنی پروردگار سے راضی اور اس کے پاس اس حال میں کہ اللہ تجھ سے راضی یہ بیان و حالت ترقی کے لیے ہے کہ ارشاد باری ہے و رضوان من اللہ اکبر یعنی سب سے اعلیٰ نعمت اللہ ہی کی رضا ہے اور مردان حق کا مقصود تو بس یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ بھی اسے ملاقات محبوب رکھتا ہے جو اللہ کی لقاء کو محبوب رکھتا ہے۔ اور موت لقاء الٰہی سے پہلے آئے گی بایں وجہ اکثر علماء کا قول ہے کہ الیا ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ) اہل ایمان کو بوقت قبض روح (موت) کہا جائے گا۔
(فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝) پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو
ای فی زمرۃ عبادی الصالحین المخلصین لی و انتظمی فی سلکھم وکونی فی جملتھم۔
یعنی میرے مخلص اور نیکوکار بندوں کے گروہ میں داخل ہو جنہوں نے اپنی راہوں میں میری فرماں برداری کا اہتمام رکھا تو ان پرہیزگاروں میں شامل ہو جاؤ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ روز قیامت مومن روحوں سے انہیں ان کے اجسام میں لوٹتے وقت فرمایا جائے گا۔
(وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝) اور میری جنت میں آ

سورۃ البلد مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع، بیس آیتیں، بیاسی کلمات اور تین سو بیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ البلد پ ٣٠

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝	مجھے اس شہر کی قسم۔
وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝	کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو
وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝	اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس [illegible] کی کہ تم ہو۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝	بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا [illegible]
اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝	کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قد[illegible] نہ پائے گا۔
يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝	کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا۔
اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝	کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا۔
اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝	کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔
وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝	اور زبان اور دو ہونٹ۔
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝	اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی۔
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝	پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔
وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝	اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔
فَكُّ رَقَبَةٍ ۝	کسی بندے کی گردن چھڑانا۔
اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝	یا بھوک کے دن کھانا دینا۔
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝	رشتہ دار یتیم کو۔
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝	یا خاک نشین مسکین کو۔
ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝	پھر ہو ان سے جو ایمان لائے اور ان[illegible] میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس [illegible] کیں۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝	یہ داہنی طرف والے ہیں۔
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝	اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ بائیں طرف والے۔
عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ۝	ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی گئی ہے۔

حل لغات سورۃ البلد پ ۳۰

لا۔ نہیں	اقسم۔ قسم کھاتا ہوں	بہذا۔ اس	البلد۔ شہر کی
و۔ اور	انت۔ تو	حل۔ اترا ہے	بہذا۔ اس
البلد۔ شہر میں	و۔ اور قسم ہے	والد۔ باپ کی	و۔ اور
ما جنکو	ولد۔ جنا	لقد۔ بیشک	خلقنا۔ پیدا کیا ہم نے
الانسان۔ انسان کو	فی۔ بیچ	کبد۔ مشقت کے	ا۔ کیا
یحسب۔ خیال کرتا ہے	ان۔ یہ کہ	لن۔ ہرگز نہ	یقدر۔ قادر ہوگا
علیہ۔ اس پر	احد۔ کوئی بھی	یقول۔ کہتا ہے	اھلکت۔ ہلاک کیا میں نے
مالا۔ مال	لبدا۔ ڈھیروں	ا۔ کیا	یحسب۔ سمجھتا ہے
ان۔ یہ کہ	لم۔ نہیں	یر۔ دیکھا	ہ۔ اس کو
احد۔ کسی نے	ا۔ کیا	لم۔ نہ	نجعل۔ بنائیں ہم نے
لہ۔ اسکی	عینین۔ دو آنکھیں	و۔ اور	لسانا۔ زبان
و۔ اور	شفتین۔ دو ہونٹ	و۔ اور	ھدینہ۔ راہ دکھائی اسکو ہم نے
النجدین۔ دو ابھری چیزوں کی	فلا۔ تو نہ	اقتحم۔ گھسا	العقبۃ۔ گھاٹی میں
و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰک۔ جانے تو	ما۔ کیا ہے
العقبۃ۔ گھاٹی	فک۔ آزاد کرنا ہے	رقبۃ۔ گردن کا	او۔ یا
اطعام۔ کھانا کھلانا	فی۔ بیچ	یوم۔ دن	ذی مسغبۃ۔ بھوک
والے کے	یتیما۔ یتیم	ذا مقربۃ۔ رشتہ دار کو	
او۔ یا	مسکینا۔ مسکین	ذا متربۃ۔ خاک آلودہ کو	
ثم۔ پھر	کان۔ ہوا	من الذین۔ ان سے جو	اٰمنوا۔ ایمان لائے
و۔ اور	تواصوا۔ وصیت کی	بالصبر۔ صبر کی	و۔ اور

تواصوا۔ وصیت کی بالمرحمة۔ مہربانی کی اولئک۔ یہ لوگ ہیں اصحب المیمنة۔ دائیں

جانب والے و۔ اور الذین۔ وہ جنہوں نے کفروا۔ کفر کیا

بآیتنا۔ ہماری آیتوں کا ھم۔ یہی ہیں اصحب المشئمة۔ بائیں جانب والے

علیہم۔ ان پر نار۔ آگ ہے موصدة۔ بند کی گئی

سورت البلد

جمہور کے قول کے مطابق ساری سورۃ البلد مکیہ ہے اور بعض نے کہا ساری مدینہ ہے جب کہ بعض کا قول ہے کہ ابتدائی چار آیات چھوڑ کر بقیہ سورت مکی ہے اور مؤخر الذکر دونوں اقوال پر علماء نے "بھذا البلد" کے پیشِ نظر اس کے مدنی یا بعض مدنی ہونے کو تسلیم نہیں کیا اور زمخشری کا قول ہے کہ اس سورت کے مکی ہونے پر اجماع ہے اس سورت کی بیس آیات اور ایک ہے پچھلی سورت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے مال کی حب، میراث کا مال ہڑپ کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی رغبت تک نہ دلانے کا ذکر فرما کر کفار کی مذمت کی ہے جب کہ اس سورت میں صاحب مال لوگوں کے لیے مطلوب خصائیل کا ذکر فرمایا ہے جیسے فَكُّ رَقَبَة (گردن چھڑانا) اور اطعام فی یوم ذی مسغبة (بھوک کے دن کھانا دینا) اور پچھلی سورت میں نفس مطمئنہ کا تذکرہ ہے اور اس میں ان امور کا ذکر کیا ہے (جیسے صبر اور باہمی شفقت و مہربانی) جن سے اطمینان کا حصول ہوتا ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ بلد پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝	مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم
وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝	اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے
وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝	باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝) مجھے اس شہر کی قسم

اقسم سبحانه بالبلد الحرام اعنی مکة فانه المراد بالمشار الیه۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے بلد الحرام یعنی مکۃ المکرمہ کی قسم یاد فرمائی ہے اور ھٰذا کے اشارہ سے واضح طور پر مکہ ہی مراد ہے۔ "لا" گو لفظاً زائد ہے لیکن قسم کو مؤکد کرنے کے لیے ہے۔

(وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝) کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

"اَنْتَ" سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور یہ جملہ ھذا البلد کا حال ہے اور قسم مقید ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ مکان بھی معظم ہے اور مکین بھی معظم ہے لہٰذا مکہ کو وہ بڑی عظمت اصل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں رہائش پذیر ہونا مکہ کی فضیلت میں زیادتی کا باعث ہے تو واضح ہو گیا کہ گو مکہ بالذات فضیلت والا ہے لیکن قسم مقید ہے تو معنی یہ ہوئے کہ مکین کی رونق افروزی نے مکہ کی عظمت بڑھادی۔ حلٌ بمعنی مُسْتَحِلٌّ ہے یعنی تمہارا اس شہر سے نکالنا حلال جانا جائے گا۔ کما یستحل الصید فی غیر الحرم جیسے بیرون حرم شکار حلال سمجھا جاتا ہے شرجیل بن سعد سے تفسیر میں مروی ہے یحرمون ان یقتلوا به صیداً او یعضد وا شجرہ ویستحلون اخراجك۔ وہ حرام ٹھہرائیں گے کہ مکہ میں کسی کا شکار کو مارا جائے اور وہاں کا کوئی پیڑ کاٹا جائے لیکن محبوب تمہارا نکالنا حلال جانیں گے تو گویا یہ پیشگی خبر بھی ہے ابنِ عباس سے مروی ہے وانت یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یحل لك ان تقاتل به اور اے محبوب آپ کے لیے اس شہر میں قتال حلال کیا جاتے گا۔ یہ بھی آئندہ کی خبر ہے اور فتح مکہ کے روز مکہ کی حرمت حلال کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کے روز ہی سے مکہ کو حرم قرار دیا تو وہ حرمت کی وجہ سے تا قیامت حرم ہے اور مجھ سے قبل یہاں کسی کے لیے قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے بھی صرف آج کے دن کی ایک ساعت اور اب یہ قیامت تک اللہ کے حکم کے مطابق حرم ہے اور یہاں کے شکار کو تو نکالا جائے اور نہ ہی اس شہر کے درخت جھاڑیاں وغیرہ کاٹی جائیں۔ اور نہ ہی یہاں کی گھاس کاٹی جائے البتہ اصحاب نے اذخر (گھاس کی ایک قسم) کا استثنیٰ کرا لیا۔ ترمذی نے عبداللہ بن عدی سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے مکہ بخدا تو سب سے برتر زمین ہے اور اللہ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھے تجھ سے نہ نکالتے تو میں یہاں سے ہرگز نہ نکلتا۔

(وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝) اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔

ھذا البلد المقسم به (مکہ مکرمہ) پر عطف ہے اور "وَالِدٍ" سے مراد آدم علیہ السلام اور "وَلَدَ" سے مراد آدم علیہ السلام کی جمیع اولاد ہے جیسا کہ حاکم نے تخریج کی ہے اور اس کی بطریق مجاہد جو ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں تصحیح کی ہے۔ ایک قول ہے المراد آدم علیہ السلام والصالحون من ذریته آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے صالحین لوگ مراد ہیں۔

ایک قول ہے کہ مراد نوح علیہ السلام اور ان کی ذریت ہے ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ابی عمران سے روایت کی ہے ؛ انما ابراھیم علیہ السلام و جمیع ولدہ ان دونوں " والد اور ولد " سے مراد ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد ہے ۔ ایک قول ہے مراد والد سے ابراہیم علیہ السلام اور ولد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۔ ماوردی کا قول ہے کہ احتمال ہے کہ والد سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ولد سے مراد آپ کی امت ہو ۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا ۔

ای فی تعب و مشقۃ فانہ لایزال یقاسی فنون الشدائد من وقت نفخ الروح الی حین نزعھا و ما وراءہ ۔ یعنی ہم نے ہر انسان کو دکھ تکلیف اور مشقت میں پیدا کیا اور اس کی یہ تکلیفیں، دکھ اور دشواریاں شکم مادر میں روح کے پڑنے کے وقت سے لے کر روح کے نکلنے تک بلکہ اس سے آگے تک بھی ختم نہیں ہوتیں ۔ کَبَدٌ کے معنی دکھ اور دشواری کے ہیں اور الانسان میں لام جنسی ہے یعنی ہر انسان، ابن عباس اور قتادہ سے یہی تفسیر منقول ہے ایک قول یہ ہے کَبَدٌ سے مراد ہے شکم مادر کی تاریکی میں بصورت حمل رہے، بوقت ولادت تکلیف سے دوچار ہو اور شیر خوارگی اور اس کے چھوڑنے کی مشقت جیلے، کسب معاش اور زندگی ذریعہ کی کشمکش اور مشقت سے گزرے ۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہ پائے گا ۔

(اَیَحْسَبُ) کیا آدمی یہ سمجھتا ہے ۔

اَیَحْسَبُ کا فاعل الانسان ہے یا جنس انسان مراد ہے اور ضمیر اسی کی طرف راجع ہے اور الانسان سے مراد ابو الاشد اسید بن کلدۃ الجمحی یا ولید بن مغیرہ یا ابوجہل بن ہشام یا حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ہے جب کہ ایک قول ہے کہ مراد عمرو بن عبدود ہے یا مراد اسی قماش کے سبھی کفار ہیں اور آیت کے اسباب نزول میں ہے کہ اسید بن کلدہ کے حق میں اتری جو بڑا قوی اور زور آور تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ چمڑا اپنے پاؤں کے نیچے دبا لیتا تھا اور دس دس آدمی اس کو مل کر کھینچتے چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا لیکن جس ٹکڑے پر لنگر ڈالتا وہ ہرگز نہ نکال سکتے ۔ استفہام زجر کے لیے ہے کہ یہ شخص یا مذکورہ سارے کفار اپنی قوت پر مغرور ہو کر اہل ایمان

کو کمزور و ضعیف اور بے اثر گمان رکھتے ہیں۔

اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ؕ کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت حاصل نہ پائے گا۔

ای علی الانتقام منہ یعنی اس کا گمان ہے کہ کوئی بھی اس سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں رکھتا اور وہ لشۂ قوت میں مدہوش قدرت الٰہی سے بے خبر ہے اُس کو ایسا خیال نہ رکھنا چاہیئے کیا تنبیہ ہے احد نکرہ ہے اور نفی کے بعد اس کا ذکر مفید عموم ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ شائد اسی پر عذاب کے فرشتے قابو نہ پاسکیں گے یا معاذ اللہ بھی اس سے بدلہ کی قوت نہیں رکھتا اور وہ کس قدر بے خبر اور قیامت کا کس شدت سے منکر ہے۔

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال فنا کر دیا۔

مذکورہ شخص کی حالت کا بیان ہے لُبَدٌ جمع ہے لُبْدَةٌ کی جس کے معنی کثیر مال کے ہیں ای کثیرا من تلبد الشی اذا اجتمع یعنی کسی شے کا جوڑ جوڑ کر جمع ہو کر بہت زیادہ ہونا ای یقول ذلك وقت الاغترار فخرا و مباهاة و تعظما علی المومنین و اراد بذلك ما انفقہ ریاء یعنی ایسا کہتا ہے فخر و بڑائی اور دکھاوے کے اظہار کے لیے اور مومنین کی مخالفت میں کفار پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے اور اس خرچ سے اس کی نیت ریا اور دکھلاوا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ وہ کفار پر برتری جتلانے کے لیے کہتا ہے کہ میں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و مخالفت میں لوگوں پر بہت مال خرچ کیا ہے کہ وہ اس مال کے بدلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچائیں اور دکھ دیں۔ ایک قول ہے کہ اس کا یہ قول اس وقت یعنی روزِ قیامت کے روز بوقت انتقام دہرایا جائے گا اور انفاق (خرچ) کو اہلاک سے تعبیر کرنے سے مُراد یہ ہے انہ لم ینفعہ یومئذ کہ اس روز اُسے یہ خرچ ہرگز نفع نہ دے گا بلکہ ہلاکت کا باعث ہوگا۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے یہ دیکھا۔

ای حین کان ینفق ما ینفق رئاء الناس او حرصا علی معاداتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی ان اللہ تعالیٰ کان یراہ۔ یعنی جب وہ مال خرچ کرتا تھا اور جو کچھ لوگوں کے دکھلاوے کے لیے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور مخالفت کی طمع میں خرچ کرتا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُسے ضرور دیکھتا تھا اور وہ اس سے ضرور باز پرس کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے

لاتزول قدم العبد یوم القیامۃ حتی یسئال عن اربع عن عمرہ فیما افناہ وعن
مالہ من جمعہ وفیما انفقہ وعن علمہ ماذا عمل بہ بروز قیامت کوئی شخص بھی
دونوں قدم نہ اٹھا سکے گا یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اس
نے اپنی عمر کس طرح بسر کی اور اس نے مال کہاں کہاں سے جمع کیا اور کس طرح اور کہاں خرچ کیا اور اس
نے جو علم حاصل کیا اس کے مطابق کیونکر عمل کیا۔ کلبی کا قول ہے ان ھذا القائل کان کاذبا لم
ینفق شیئا فقال تعالیٰ انیظن ان اللہ تعالیٰ ما رأی ذلک منہ فعل او لم یفعل انفق
او لم ینفق۔ اس قول کا قائل اسید بن کلدہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور اس نے کچھ خرچ نہ کیا تھا
تو حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل اور
نہیں دیکھا کہ اس نے ایسا کیا تھا یا نہ کیا تھا خرچ کیا تھا نہ ہرگز خرچ نہ کیا تھا۔ اس میں مزید زجر و
تہدید ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ — کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں
وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ — اور زبان اور دو ہونٹ
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ — اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ — پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۗ — اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

(اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ) کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں۔
یبصر بھما۔ یعنی کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے
یہ نعمتوں کا ذکر قدرت الٰہیہ کے ثبوت و اظہار کے لیے ہے تاکہ منکروں کو اقرار کی رغبت
ہو اور عبرت بھی حاصل ہو۔

(وَلِسَانًا) اور زبان
یفصح بہ عما فی ضمیرہ
جس سے وہ اپنے ضمیر کی بات کا اظہار کرتا ہے یا دل کی بات بیان کرتا ہے یا بولتا
(وَّشَفَتَيْنِ ۙ) اور دو ہونٹ
یستر بھما فاہ ویستعین بھما علی النطق والاکل والشرب والنفخ
یعنی ان دونوں ہونٹوں کے ساتھ اپنے منہ کو ڈھانپتا ہے اور ان دونوں کے ساتھ ب

اور کملے پینے اور پھونکنے وغیرہ میں مدد لیتا ہے۔

(وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ٥) اور اُسے دو اُبھری چیزوں کی راہ بتائی۔

ای طریق الخیر والشر کما اخرجہ الحاکم وصححہ والطبرانی وغیرھما عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

یعنی اچھائی اور برائی کا راستہ جیسا کہ حاکم نے تخریج وتصحیح کی اور طبرانی کے علاوہ دیگر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ اور النجد مفرد ہے اور اس کے معنی الطریق المرتفع مشہور ہیں یعنی ابھرا ہوا اور اونچا یا بلند) راستہ امراؤالقیس کہتا ہے ؎

فریقان منھم جازع بطن نخلۃ   واٰخر منھم قاطع نجد کبکب

دو گروہ ہیں اُن میں سے ایک نے بطن نخلہ (کھجوروں والی وادی) کے ایک حصہ کو چھوڑ دیا اور ان میں سے دوسرا بلند راستہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گیا۔

اور نجد کا نام بھی اس کی سطح مرتفع کے لحاظ سے ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے انسان کے لیے نجات کا راستہ اور ہلاک کا راستہ واضح کر دیا ابن جریر نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے انھما الثدیان کہ دونوں ابھری ہوئی چیزوں سے مُراد ماں کی چھاتیاں ہیں جن سے بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ پیتا ہے۔

(فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ٥) پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا

الاقتحام الدخول لسرعۃ وضغط وشدۃ۔ اقتحام کے معنی ہیں کہ تیزی کے ساتھ داخل ہونا دباؤ اور سختی، والعقبۃ الطریق الوعر فی الجبل اور عقبہ پہاڑ میں ناہموار اور دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں بطور استعارہ ہے اور اس کی تفسیر اعمال شاقہ اور اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ و درجہ کاموں سے کی گئی ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ اس نے (ابوالاشد) اپنا مال اطاعت الٰہی میں کیوں نہ خرچ کیا کہ اُس کے ذریعہ اوامر ونواہی اور اطاعت کی دشوار گزار گھاٹی طے کر لیتا اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا اور یہ امر اس کے لیے باعث خیر و نجات ہوتا اور اقتحام العقبہ فرمانے میں اشارہ ہے کہ اطاعت کا راستہ بہت دشوار اور نفس پر انتہائی شاق ہے۔ اسی لیے اُسے عقبہ سے تعبیر فرمایا۔ ابنِ زید کا قول ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے پھر وہ کیوں نجات و کامرانی کے راستہ پر نہیں چلتا اور ناشکری کیوں کرتا ہے اور اپنی خواہش نفس کا اتباع کیوں کرتا ہے۔

(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَۃُ ٥)   اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔

المفسرة ۔

ای ای شی ما ملمك ماهی تعظیم لشان العقبة

یعنی تمہیں کیا معلوم کہ کونسی شئے عقبہ جس کی تفسیر اور پر گزری کی عظمت شان کے لائق ہے یعنی اللہ بحکمہ کی صعوبتیں سختیاں اور دشواریاں کیا ہیں اور پھر ان کے ثواب و ثمرات کیا ہیں ۔ پھر آگے خود ہی ارشاد ہوا میں صراحت ہے ۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ — کسی بندے کی گردن چھڑانا

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ — یا بھوک کے دن کھانا دینا

يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ — رشتہ دار یتیم کو

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ — یا خاک نشین مسکین کو

(فَكُّ رَقَبَةٍ ۝) کسی بندے کی گردن چھڑانا

فَكُّ مصدر ہے والفك تخلیص شئ من شئ اور فک کے معنی ہیں کسی چیز کا کسی چیز سے چھڑانا یا خلاصی کرانا ایک قول ہے کہ فک رقبۃ سے مراد ہے الاعتاق کسی غلام کو آزاد کرنا ہے ۔ امام احمد ، ابن حبان ، ابن مردویہ اور بیہقی نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں داخل کرے ارشاد فرمایا اعتق النسمة وفك الرقبة غلام آزاد کر دیا کسی کی گلو خلاصی کرا دو اس نے عرض کیا یہ دونوں باتیں تو ایک ہی ہیں ارشاد فرمایا غلام آزاد کرنا یہ ہے کہ تم خود اکیلے غلام آزاد کرو اور فك الرقبة (گلو خلاصی) سے مراد ہے کہ کسی غلام کی آزادی میں مدد کرو ۔ ایک قول ہے کہ فك الرقبة سے مراد اعطاء المكاتب مايصرفه فی جهة فكاك نفسه ۔ یعنی مکاتب غلام کو اتنا مال دینا جس سے وہ اپنے نفس کے لیے آزادی حاصل کر سکے ۔

ایک قول ہے کہ توبہ اور اعمال صالحہ اختیار کر کے ان کے ذریعہ خود کو عذاب آخرت سے چھڑائے کذا فی روح البیان ۔ ایک قول ہے کہ کسی قیدی یا مقروض کو قرض یا قید سے رہائی دلانے کے لیے خرچ کرنا یا مدد کرنا ۔ بخاری و مسلم ، احمد اور ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من اعتق رقبة مؤمنة اعتق الله بكل عضو منها عضوا منه من النار حتى الفرج بالفرج جس شخص نے مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ ۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

غلام کی آزادی (فک الرقبۃ) صدقہ سے افضل ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک صدقہ افضل ہے جب کہ زیرِ نظر آیت امام کے قول کی مؤید ہے اس لیے کہ فک الرقبۃ کو الاطعام پر تقدیم ہے اور امام شعبی رضی اللہ عنہ سے بھی یونہی منقول ہے۔

(اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ٥) یا بھوک کے دن کھانا دینا

مَسْغَبَۃٍ مصدر میمی بمعنی السغب ہے (بھوکا ہونا) اور ابو حیان کا قول ہے وھو الجوع العام اور وہ عام طور پر بھوکا ہونا ہے اور اہلِ عرب بولتے ہیں سغب الرجل اذا جاع آدمی محتاج ہو گیا جب وہ بھوکا ہوا راغب کا قول ہے ھو الجوع مع التعب مراد بھوک ہے تنگی کے ساتھ (سخت بھوک) جبکہ ابنِ عباس سے مروی ہے کہ بلاقید بھوک ہی مراد ہے۔ اور فی یوم سے مراد وہ وقت ہے جس میں ایسی حالت (بھوک کی شدت) ہو اور یوم کی طرف نسبت مجازی ہے وگرنہ دن بھوکا نہیں ہوتا اور فی ظرفیہ ہے اور اس کیفیت کو کسی بھی وقت کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے جب کہ یوم نکرہ ہے اور عام حالت بھوک کی طرف مشیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ قحط اور گرانی کے وقت یا جب کوئی شخص سخت بھوکا ہو اور سخت محتاجی کی حالت میں ہو تو اسے کھانا کھلایئے۔ اور ان حالات میں کھلانا نفس پر خاص دشوار ہوتا ہے کھانا کھلانا بہترین اعمال میں سے ہے شیخین نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ای الاسلام خیر اسلام کی کون سی بات (فضل و شرف، ثواب و برکت اور قربِ الٰہی کے لحاظ سے) خیر ہے تو ارشاد فرمایا تطعم الطعام وتقرئ السلام علی من عرفت وعلی من لم تعرف۔ کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کہے اس پر جسے جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے۔ اور شیخین سے ایک اور روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی بھوکوں کو کھلاؤ، مریضوں کی عیادت کرو اور غلاموں یا اسیروں یا مقروضوں کی گردنیں چھڑاؤ۔

(یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ٥) رشتہ دار یتیم کو

ای قرابۃ فھو مصدر میمی ایضا من قرب فی النسب

یعنی رشتہ دار اور مَقْرَبَۃٍ مصدر میمی بھی ہے اور اس کے معنی ہیں وہ شخص جو نسب میں قریب ہو۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں اگر یتیم ہو تو اسے کھانا کھلائے یا اس کی مدد کرے۔ ایک قول ہے کہ قرابت نسبی خاص نہیں بلکہ یہ اس کو بھی شامل جو قراب و جوار میں رہتا ہو۔

(اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○) یا خاک نشین مسکین کو۔

"مَتْرَبَۃ" مصدر میمی ہے اسی افتقار یعنی محتاج ہوا۔ ابن عباس سے مروی ہے هو الذی یخرج من بیته ثم یقلب وجهه الیه مستیقنا انه لیس فیه الا التراب مراد وہ مسکین شخص ہے جو اپنے گھر سے نکلے پھر اس کی طرف لوٹ آئے اس یقین کے ساتھ کہ اس کے لیے وہاں بجز فقیری و محتاجی کے کچھ نہیں۔ ایک قول ہے کہ ایسا شخص جو نہایت تنگدست اور درماندہ ہو نہ اس کے پاس اوڑھنے کو ہو نہ بچھانے اور محتاجی کی وجہ سے خاک نشین ہو۔ حدیث شریف میں ہے یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے اور قائم اللیل اور صائم الدھر کی مانند ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	پھر ہو اُن سے جو ایمان لائے اور انہوں نے
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا	آپس میں صبر کی وصیتیں کیں اور آپس میں مہربانی
بِالْمَرْحَمَةِ ○	کی وصیتیں کیں۔

(ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) پھر ہو اُن سے جو ایمان لائے۔

فانه عطف علی المنفی اعنی اقتحم فكانه قيل فلا اقتحم ولا امن ولا يلزم منه كون الايمان غير داخل فی مفهوم العقبة لانه يكفی فی صحة العطف والتكرار كونه جزا اشرف تخص بالذكر عطفا فجاءت صورة التكرار ضرورة اذا الحمل علی غير ذالك مفسد للمعنی۔

ثُمَّ نفی کے تحت "اقتحم" پر عطف ہے تو گویا یہ کہا جا رہا ہے پھر بے تامل گھاٹی میں کودا اور نہ ہی ایمان لایا اور اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایمان "العقبة" کے مفہوم میں داخل نہ ہو کیونکہ عطف کی صحت کے لیے یہی کافی ہے اور تکرار ہو سکتا ہے اس کا جزو ہو جو عطف کے ذکر کے ساتھ تخصیص شرف کے لیے ہو اور عطف ضرورتاً بصورت تکرار آیا ہو کیونکہ جب اس کا حمل اس کے علاوہ پر ہو تو معنی کے لیے مفسد ہوتا ہے اور واضح مفہوم یہ ہے کہ فك رقبة، او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیما ذا مقربة او مسکینا ذا متربة" یہ سارے اعمال جب ہی قبول ہوں گے کہ ان کا کرنے والا دولت ایمان سے مالا مال ہو اور ایمان کے بغیر سب اچھی باتیں اور اچھے اعمال مفید نہیں اور نہ ہی آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ہوں گے بلکہ محض بیکار ہیں اور سعی لاحاصل ہیں۔ اور تمام اطاعتوں کا نفع ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ سوال

پیدا ہوتا ہے" ثم" کا عطف تراخی زمانی کے لیے آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان بنیاد ہے اور عمل پر فوقیت رکھتا ہے اور اس پر تعمیر اور جب بنا ہی مفقود ہو تو عمل کی کیا حیثیت ہے اور ایمان سے کیونکہ مقدم ہوگا اور عمل کے ذکر میں ایمان داخل ہے اور سبب ہے نجات اخروی اور قبول اعمال کا۔ لہٰذا ایمان کے بغیر نیک اعمال سعی لاحاصل اور آخرت میں ان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو اعمال کا ایمان سے قبل ذکر کرنا عطف علی المنفی کے طور پر ہے یا پھر استفہام محذوف ہے جیسے کہا جائے افلا اقتحم اور ابن زید سے یونہی منقول ہے ایک قول یہ ہے لا تخفیف ہے شائد لا تخصیص کے لیے جیسے کہا گویا کہا جا رہا ہے فلا اقتحم العقبۃ۔

(وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) اور انہوں نے آپس میں صبر کی وصیتیں کیں۔

"اٰمَنُوْا" پر عطف ہے ای اوصی بعضهم بعضا بالصبر علی الایمان والثبات علیه او بذلك والصبر علی الطاعات او بدو الصبر عن المعاصی وعلی المحن التی یبتلی بها الانسان۔

یعنی انہوں (مومنین نے) میں سے بعض کو ایمان پر صبر اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین و وصیت کی یا پھر اس کے ساتھ اللہ کی فرمان برداری کے کاموں کی نصیحت کی یا گناہوں سے باز رہنے کی پابندی پر صبر یا پھر اُن مصیبتوں اور تکلیفوں پر جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے برداشت و صبر کی ہدایت کی۔

(وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝) اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

ای بالرحمة علی عباده عزوجل ومن ذلك الامر بالمعروف والنهی عن المنكر او تواصوا باسباب رحمة الله تعالیٰ و مایؤدی الیها من الخیرات علی ان المرحمة مجاز عن سببها او الكلام علی تقدیر مضاف وذكر ان تواصوا بالصبر اشارة الی تعظیم امر الله تعالیٰ و تواصوا بالمرحمه اشارة الی الشفقة علی خلق الله تعالیٰ وهما اصلان علیهما مدار الطاعة وهو الذی قاله بعض المحققین الاصل فی التصوف امران صدق مع الحق وخلق مع الخلق۔

یعنی حق سبحانہ، وتعالیٰ کے بندوں پر رحم کرنے کی وصیت کی اور اسی میں سے ایک امر بالمعروف (بھلائی حکم) اور نھی عن المنکر (برائیوں سے روکنا ہے) یا پھر ان اسباب کی وصیت کی جو رحمت الٰہیہ کے حصول کا باعث ہیں اور جن کے ذریعہ بھلائی و نیکی کے کاموں پر تائید ہوتی ہے

کیونکہ "رحمت" ان کے اسباب سے مجاز ہے یا پھر کلام بر تقدیر مضاف ہے اور "تواصوا بالصبر" کے ذکر سے امر الٰہی کی تعظیم پر اشارہ ہے اور "تواصوا بالمرحمۃ" سے اللہ کی مخلوق پر شفقت و رحمت کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں امور اصل ہیں جن پر طاعت کا مدار ہے (انحصار ہے) اور یہی وہ امر ہے جس کی طرف بعض محققین کا ارشاد ہے کہ تصوف کی اصل دو امر ہیں (چیزیں ہیں) حق کے ساتھ سچائی اور مخلوق کے ساتھ نیک برتاؤ۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ٥ یہی داہنی طرف والے ہیں۔

ای اولئک الموصوفون بالنعوت الجلیلۃ المذکورۃ وھو الی جھۃ الیمین التی فیھا السعداء۔ اولئک ارشاد ہے یعنی یہ وہی لوگ ہیں جو اوپر ذکر کی گئی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ متصف ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو داہنی جانب والے سعادت مندوں میں سے ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اعمالنامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ اور یہ لوگ عرش کی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا وہ

أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ٥ بائیں طرف والے

(وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا) اور جنہوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا۔

بما نصبناہ دلیلا علی الحق من کتاب وحجۃ او بالقرآن۔

اور جن لوگوں نے کتاب اور حق پر مبنی ہمارے دلائل کو اور حجت عقلیہ کو نہ مانا یا قرآن کا انکار کیا حق و صداقت کے دلائل کا مخزن ہے۔

(هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ٥) وہ بائیں طرف والے۔

ای جھۃ الشمال التی فیھا الاشقیاء

یعنی بائیں طرف ہوں گے جس میں بدبخت اور فساق و فجار ہوں گے یا وہ لوگ جنہیں ان کے اعمالنامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کی بائیں جانب سے دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ٥ ان پر آگ ہے کہ اس میں ڈال کر اوپر سے بند کر دی گئی۔

مطبقۃ من آصدت الباب اذا غلقتہ واطبقتہ۔

یوں کہ نارِ جہنم کے طبقات میں بند کئے جائیں گے اور دروازے مقفل کر دیئے جائیں گے کہ نہ باہر سے ہوا آسکے اور نہ ہی اندر سے دھواں باہر نکلے اور دروازوں کی بندش اور مقفل کرنا تشدید عذاب کے لیے ہوگا۔ کفار کے لیے ایسے عذاب کی وعید صراحت کے ساتھ کر دی گئی ہے اور اہل ایمان کے ذکر میں صراحت نہیں فرمائی جو اہلِ ایمان کے لیے باعث تسکین ہے اور ان کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔

الحمد للہ آج سورت البلد کا تفسیری مرحلہ تمام ہوا۔
۱۷ رجادی الاخری سنہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء

بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا	دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی۔
وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا	اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

حل لغات سورۃ الشمس پ ۳۰

و۔ قسم ہے	الشمس۔ سورج کی	و۔ اور	ضحٰها۔ اسکی روشنی کی
و۔ اور	القمر۔ چاند کی	اذا۔ جب	تلٰها۔ اسکے پیچھے آئے
و۔ اور	النہار۔ دن کی	اذا۔ جب	جلٰها۔ اسے چمکائے
و۔ اور	الیل۔ رات کی	اذا۔ جب	یغشٰها۔ اسکو ڈھانپے
و۔ اور	السماء۔ آسمان کی	و۔ اور	ما۔ جس نے
بنٰها۔ اسکو بنایا	و۔ اور	الارض۔ زمین کی	و۔ اور
ما۔ جس نے	طحٰها۔ اسکو بچھایا	و۔ اور	نفس۔ جان کی
و۔ اور	ما۔ جس نے	سوٰها۔ اسے برابر کیا	فالهمها۔ پھر الہام کیا اسکو
فجور۔ گناہ	ها۔ اس کا	و۔ اور	تقوٰها۔ نیکی اسکی
قد۔ بیشک	افلح۔ کامیاب ہوا	من۔ جس نے	زکٰها۔ اسکو پاک رکھا
و۔ اور	قد۔ بیشک	خاب۔ نامراد ہوا	من۔ جس نے
دسٰها۔ اسے گندا کر دیا	کذبت۔ جھٹلایا	ثمود۔ ثمود نے	بطغوٰها۔ اپنی سرکشی سے
اذ۔ جبکہ	انبعث۔ اٹھا	اشقٰها۔ بڑا بدبخت اس کا	فقال۔ تو کہا
لہم۔ ان کو	رسول۔ رسول	اللہ۔ خدا نے	ناقۃ۔ بچو ناقہ
اللہ۔ الٰہی سے	و۔ اور	سقیٰها۔ اسکے پینے سے	فکذبوہ۔ تو جھٹلایا انہوں نے
ھا۔ اس کو	فعقروہ۔ تو کوچیں کاٹیں	ھا۔ اس کی	فدمدم۔ پھر تباہی مچا دی
علیہم۔ ان پر	ربہم۔ ان کے رب نے	بذنبہم۔ انکے گناہ کے سبب	فسوٰها۔ پھر برابر کیا اسکو
و۔ اور	لا۔ نہ	یخاف۔ ڈرا	عقبٰها۔ انجام سے

سورت الشمس

سورت الشمس مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور پندرہ آیات ہیں گذشتہ سورت کا اختتام اصحب المیمنہ اور اصحب المشئمہ کے ذکر پر ہوا جبکہ اس سورت کے آغاز میں دونوں فریقین کے احوال و انجام کے حوالے سے تذکرہ ہے قد افلح من تزکی و قد خاب من دسھا اور وھدنیا ہ النجدین کی طرح بیان ہے پچھلی سورت میں کفار کی حالت آخر کے ذکر پر ختم فرمایا ہے جبکہ اس سورت میں دنیاوی زندگی کے احوال و انجام کا تذکرہ ہے اور یہی مناسبت ہے جو دونوں سورتوں کے مضامین سے واضح ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الشمس پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ
وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ہ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ہ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ہ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا ہ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ہ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ہ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ہ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ہ

سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے اور دن کی جب اسے چمکائے۔ اور رات کی جب اسے چھپائے اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔ اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

(وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ہ) سورج اور اس کی روشنی کی قسم
أی ضوئها کما اخرجه حاکم و صححه عن ابن عباس والمراد اذا أشرقت وقام سلطانها۔
یعنی سورج کی روشنی کی قسم جیسا کہ حاکم نے تبصیح ابن عباس سے روایت کی ہے اور مراد ہے جب

آفتاب چمک اٹھے (جگمگا اٹھے) اور بڑے پینے والے پیالے کی طرح ہو جائے (یا بلحاظ چمک اور روشنی غالب ہو جائے) المبرد سے منقول ہے ان الضحی مشتق من الضح وھو نور الشمس ضحٰی ضحؔ سے مشتق ہے اور وہ سورج کا نور (روشنی) ہے اور الف مقلوبہ ہے جائے ثانیہ سے مقاتل کا قول ہے ان ضحاھا حرھا اس کی روشنی (سورج) اس کی گرمی ہے اور مقاتل کا یہ قول تفسیر لازم کے اعتبار سے ہے اور مقاتل سے یہ بھی مروی ہے المراد النھار کلہ اور اس سے مراد پورا دن ہے۔

(وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ہ) اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

أی تبعھا فقیل باعتبار طلوعہ وطلوعھا

یعنی چاند کی قسم جب سورج کے پیچھے آئے ایسا سورج کے طلوع اور چاند کے طلوع کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد ہے کہ جب غروب آفتاب کے بعد طلوع ہو اور ایسا مہینہ کے دور اول (پہلے پندرھواڑے) میں ہوتا ہے حسن اور فراء کا قول ہے جیسا کہ بحر میں ہے ای تبعھا فی کل وقت چاند ہمیشہ (ہر وقت) سورج کے پیچھے ہی آتا ہے۔

لانہ یستعنی منھا فھو یتلوھا لذلك کیونکہ چاند سورج کے نور سے منور روشن ہوتا ہے تو وہ اس وجہ سے اس کے پیچھے آتا ہے گو بعض نے اس سے انکار بھی کیا ہے۔

(وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا ہ) اور دن کی جب اسے چمکائے

ای جل النھار الشمس ای اظھر فانما تنجلی وتظھر اذا ینبسط النھار

یعنی دن کی قسم جب سورج اسے روشن کرے یعنی جب سورج خوب ظاہر خوب ہوتا ہے تو اس سے روشنی یا چمک پھیل جاتی ہے اور دن خوب روشن ہو جاتا ہے ضمیر (ھا) کا مرجع مذکور نہیں تو اس سے تاریکی یا زمین یا دنیا مراد ہے۔ ایک قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب دن دنیا یا زمین کو روشن کر دے یا مراد ہے کہ جب رات کی تاریکی دور ہو جائے۔

(والَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ہ) اور رات کی جب اسے چھپائے۔

ای الشمس فیغطی ضوءھا

یعنی رات کی قسم جب سورج اپنی روشنی کو چھپالے۔ ضمیر کا مرجع مذکور نہیں ہے تو مراد آفتاب یا آفاق یا زمین ہیں کہ جب رات سورج اور آفاق اور زمین کو تاریکی میں چھپالے یا رات دنیا کو چھپالے۔ اور نمودار ہو جائے۔ گذشتہ تینوں آیات میں اذا (ظرف زمان)

وقت کے معنوں میں ہے اور اپنے مابعد سے مل کر مقسم بہ کے ساتھ بدل ہے۔

(وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ٥) اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم

ای ومن بناھا یعنی آسمان اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے بنایا کانہ قیل والقادر العظیم الشان الذی بناھا گویا فرمایا جارہا ہے کہ اس عظمت و شان اور قدرت والے پروردگار کی قسم جس نے اُسے (آسمان کو) بنایا یعنی آسمان کی تخلیق کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے وجود و کمال قدرت پر دلالت فرمایا ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ مَا بمعنی مَنْ ہے جبکہ فراء کا قول ہے کہ ما مصدری ہے اور اس سے مُراد آسمان کی تخلیق کی قسم ہے۔

(وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ٥) اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم

ای مَنْ بسطھا من کل جانب وطاٴھا کدحاھا۔

اور زمین کی اور اس کو ہر طرف سے بچھانے والے کی قسم جس نے اسے بچھایا جس طرح کہ اُسے پھیلایا۔ زمین آسمان سے پہلے بنائی گئی تھی مگر اُسے بعد میں پھیلایا گیا۔

(وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ٥) اور جان کی اور اس کی جس نے اُسے درست بنایا۔

ای انشاٴھا وابدعھا مستعدۃ لکمالھا وذلک بتعدیل اعضائھا وقواھا الظاھرۃ والباطنۃ والتنکیر للتکثیر وقیل للتفخیم علی ان المراد بالنفس اٰدم علیہ السلام۔

یعنی اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے اس کے کمالات تک رسائی کے لیے استعداد و توفیق سے بہرہ مند کیا اور یونہی اس کے اعضاء میں اور اس کے قوائے ظاہریہ اور باطنیہ (جیسے نطق، سمع، بصر، علم و فہم) کو معتدل و متوازن بنایا اور تنکیر تکثیر کے لیے اور ایک قول ہے کہ تفخیم (اظہار عظمت) کے لیے ہے کیونکہ نفس سے مراد لایک فرد) آدم علیہ السلام ہیں

(فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ٥) پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔

عبد بن حمید وغیرہ نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ فجور اور تقویٰ سے مراد مطلقاً معصیت اور طاعت ہے اور جس کا مطلب یہ ہے خیر و شر اور طاعت و معصیت سے انسان کو آگاہ کر دیا گیا ہے اور اچھائی برائی بتادی ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہ آیت وھدینا ہ النجدین کی

مثل ولللہ ہے اور تقویٰ سے فجور کا مقدم ذکر فرمایا اس لیے ہے کہ نفس کا برائی کی طرف مائل ہونا اصل ہے اور تقویٰ بعد کی شئ ہے۔ ابن زید کا قول ہے انسان کے دل میں وہی میلان پیدا کر دیتا ہے جو انسان چاہتا ہے یعنی یا تو دل میں تقویٰ کی توفیق ڈال دیتا ہے یا نفس کو برائی کے لیے چھوڑ دیتا ہے لیکن برائی پر مدد نہیں فرماتا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ بے شک سے مُراد پہنچایا جس نے اُسے ستھرا کیا۔

یہ جوابِ قسم ہے ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں سُنا افلحت نفس زکاھا اللہ تعالیٰ کہ فرماتے تھے کہ وہ نفس مُراد کو پہنچا جس کو اللہ نے ستھرا کر دیا، مَنْ مذکر ہے اور زکّی کا فاعل یا اللہ ہے یا نفس کہ مَنْ سے مراد وہی ہے اور ھا (ضمیر) مؤنث ہے لہٰذا نفس ہی مُراد ہے کہ وہ بھی مؤنث ہے۔ حسن کا قول یہی ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنا لیا اور فرماں بردار بن گیا وہ مُراد کو پہنچ گیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ نفوس کا تزکیہ توفیق رحمت الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتا اور ارشاد باری ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ مازکی منکم احدٍ ابداً ولٰکن اللہ یزکی من یشاء واللہ سمیع علیم (النور) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہو سکتا ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ ان پر اپنی راہیں کھول دیتا ہے آسان بنا دیتا ہے اور توبہ و حسن عمل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ احمد، ابن ابی شیبہ، مُسلم اور نسائی نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللھم اٰت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکھا انت ولیھا ومولاھا۔ اے پروردگار میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اُسے ستھرا فرما تو ہی سب سے بڑھ کر نفس کو پاکیزہ بنانے والا ہے اور تو ہی نفس کا کارساز اور امورِ خیر میں اس کا مددگار ہے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ اور نامراد ہوا جس نے اُسے معصیت میں چھپایا۔

دسی دراصل دَسَّسَ تھا اور سین حرف علت سے بدل گئی اور اس کے معنی اخفاء

یعنی چھپانے کے ہیں شاعر کا قول ہے ؎

و دسست عمرا فی التراب فأصبحت
حلائلہ منہ أرامل ضیعا

اور عمر مٹی میں چھپ گیا تو اس کی منکوحہ عورتیں برباد حال بیوائیں ہو گئیں۔
یعنی جس شخص برائیوں اور گناہوں یا گمراہیوں کو اختیار کیا اور اپنے نفس کو ان میں چھپا لیا تو گویا وہ نامراد و ناکام یا ہلاک ہو گیا۔ یہاں دَسّٰی کا فاعل مَنْ یعنی نفس ہے اور اللہ بندے کے کفر پر نہ راضی ہوتا ہے نہ اس پر اس کی طرف سے مدد لہٰذا برائی کی نسبت اللہ کی طرف کرنا کفر اور سوء ادبی ہے۔ ارشاد باری ہے مَنْ کَفَرَ فعلیہ کفرہ اور دوسری جگہ ارشاد ہے لا یرضیٰ لعبادہ الکفر۔ اور ارشاد ہے وما اصابك مِنْ سیئۃٍ فمن نفسك۔ اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اس لیے کہ تو نے خود ہی گمراہی کو اختیار کیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ؏

ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جبکہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا تو اُن سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو تو انہوں نے اُسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی اور اس کے پیچھا کرنے کا اُسے خوف نہیں۔

(كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝) ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔
حق سبحانہ و تعالیٰ کے ارشاد وَقَدْ خَابَ مَن دَسّٰهَا کے مضمون پر بطور تقریر از سر نو کلام ارشاد ہے، اور کفار مکہ کی تکذیب دعوت پر ناراضگی کا اظہار اور اس واقعہ کے حوالے سے تہدید و انتباہ ہے۔ كَذَّبَتْ کا مفعول صالح علیہ السلام اور ان کی دعوت ارشاد ہے جو محذوف ہے اور "بطغوھا" کی ب سببیہ ہے مطلب ہے

کہ قوم ثمود کی ہلاکت کا سبب بھی اللہ کے رسول برحق سیدنا صالح علیہ السلام کی تکذیب ادیان کی دعوت ارشاد کا انکار اور اس سے سرکشی تھا۔ طغیٰ۔ طغیان سے ہے جس کے معنی ہیں حد سے بڑھی ہوئی سرکشی۔ دریا جب کناروں سے نکل پڑتا ہے تو اس کیفیت کو طغیانی کہتے ہیں مُراد حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ ثمود کی سرکشی کی تفصیل بار بار بیان ہو چکی۔

(اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا ٥) جبکہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔

(اِذِ انۡۢبَعَثَ) یہ تکذیب سے متعلق ہے یا طغوی کی طرف مشیر ہے والمراد اذ ذهب لعقر الناقة یعنی وہ ناقہ (اونٹنی) کی کوچیں کاٹنے کے لیے گیا۔

(اَشۡقٰهَا) سب سے بڑا بدبخت ای اشقی ثمود وهو قدار بن سالف یعنی قوم ثمود کا سب سے بڑا بدبخت اور وہ شخص قدار بن سالف تھا اور یہی قتل ناقہ کا ذمہ دار تھا اور دوسروں کے اکسانے اور کہنے پر فی الفور اس ظلم و سرکشی پر آمادہ ہو گیا۔ طبرانی و حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا اور حضرت آدم کا وہ بیٹا قابیل تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔

(فَقَالَ لَهُمۡ) تو اُن سے فرمایا

ای ثمود اولاشقاها۔ یعنی قوم ثمود یا اس کے بڑے بدبخت کو فرمایا یعنی کہ اونٹنی کو چھوڑ دو اور اس کے قتل کرنے سے باز رہو اور اس کے پانی پینے کی باری کے دن سے نہ تو تعرض کرو اور نہ اُسے روکو یا دکھ پہنچاؤ اور اللہ کے عذاب کو خواہ مخواہ دعوت نہ دو۔

(رَسُوۡلُ اللّٰهِ) اللہ کے رسول نے

ای صالح علیہ السلام، یعنی صالح علیہ السلام نے فرمایا جو قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

(نَاقَةَ اللّٰهِ) اللہ کی ناقہ

مرکب اضافی ہے اور اضافت ناقہ کی عظمت کے اظہار کے لیے ایک قول ہے کہ مضاف حذف ہے جس کا مطلب ہے ای احذروا عقر ناقة اللّٰه یعنی اللہ کی اونٹنی

کو قتل کرنے سے ڈرو۔

(وَسُقْیٰهَا ٥) اور اس کی پینے کی باری سے بچو

ای ذروا ناقة الله مع سقیاها ولا تحولوا بینهما یعنی اللہ کی اونٹنی کو چھوڑ دو (اس سے تعرض نہ کرو) اور نہ ہی اس کی پانی پینے کی باری کے درمیان کوئی رکاوٹ و مداخلت کرو۔ گویا اس میں ان کو دھمکی دی گئی کہ نافرمانی کی صورت میں سخت عذاب میں پکڑے جاؤ گے ناقہ کے پانی پینے اور قوم ثمود کے اور اس کے جانوروں مویشیوں کے پینے کے لیے باری باری الگ الگ ایک دن مقرر تھا۔ لیکن ثمود کو یہ تقسیم سخت ناگوار تھی اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو گئی تو اس حالت میں یہ ارشاد ان کے لیے انتباہ تھا۔

(فَكَذَّبُوْهُ) تو انہوں نے اُسے جھٹلایا

ای فی وعیده ایاهم کما حکی عنه بقوله تعالیٰ ولا تمسوها بسوء فیأخذکم عذاب الیم۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں جو وعید عذاب سنائی تو انہوں نے اُسے سچا نہ جانا اور جھٹلایا جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان کے قصہ میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں کہا کہ تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ ورنہ تم دردناک عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔

(فَعَقَرُوْهَا ٥) پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں۔

ای فنحروها او فقتلوها وضمیر الجمع للاشقی وجمعه علی تقدیر وحدته لرضا الکل بفعله قال قتادة بلغنا انه لم یعقرها حتی تابعه صغیرهم وکبیرهم وذکرهم وانثهم

یعنی پھر انہوں نے اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالا یا پھر اُس کو قتل کر ڈالا اور جمع کی ضمیر اشقیاء کے لیے ہے اور انہیں اس لیے بطور جمع ذکر فرمایا۔ کہ وہ سبھی اس کام پر رضامندی میں ایک تھے اور متفق تھے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اونٹنی کی کونچیں ہرگز نہ کاٹیں تھیں یہاں تک کہ ان کے چھوٹے بڑے اور مردوں اور عورتوں نے اس کی پیروی کی۔ اشقیٰ اسم تفضیل ہے اور واحد ہے مگر مضاف ہونے کی وجہ سے واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق درست ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ قتل کرنے والے لوگوں کی کل تعداد نو تھی لیکن قتادہ کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔

(فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ) تو ان پر ان کے رب نے تباہی ڈال دی۔

ای فاطبق علیھم العذاب وقالوا دمدم علیہ القبر ای اطبقہ

یعنی ان کے حال کے مطابق ان پر عذاب مسلط کر دیا یا ان پر ڈھانک لینے والا عذاب ڈال دیا اور کہتے ہیں اس کو قبر نے ڈھانک لیا یا چھپالیا۔ اور قاموس میں دمدم کے معنی ہیں اتم العذاب علیھم ان پر پورا (مکمل) عذاب ڈال دیا۔ مؤرج کا قول ہے۔ الدمدمۃ اھلاک۔ باتشمال دمدم جڑ سے اکھاڑ کر ہلاک کر دینے کو کہتے ہیں۔ ابن زبیر نے فَدَهْدَمَ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں تہس نہس کر دیا۔ ف تعقیب کا ہے صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو کہا کر تمہارے لیے تین دن مہلت ہے پہلے روز تمہارے چہرے پیلے دوسرے روز سرخ اور تیسرے روز سیاہ ہو جائیں گے پھر تم سب ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ تو تین روز گزرتے ہی وہ ہلاکت میں ڈال دیئے گئے اور تباہ کر دیئے گئے۔

(بِذَنْبِهِمْ) ان کے گناہ کے باعث

بسبب ذنبھم المحکی ان کے گناہوں کی وجہ سے جس کا قصہ پیچھے گزرا یعنی قتل ناقہ اور تکذیب رسول کی وجہ سے۔

(فَسَوّٰهَا ۝) تو بستی برابر کر دی۔

ای فجعل الدمدمۃ سواء بینھم او جعلھا علیھم سواء فلم یفلت سبحانہ منھم احد الاصغیرا ولا کبیرا اور فسوھا بالارض۔

یعنی ان سب کے درمیان تباہی برابر ڈال دی یا ان سب پر برابر ہلاکت ڈال دی یوں کہ نہ ان کا کوئی چھوٹا باقی بچا اور نہ ان کا کوئی بڑا زندہ بچا یا پھر مراد ہے کہ ان کی بستیوں کو زمین کے ساتھ ہموار و برابر کر دیا یعنی مٹا دیا۔

(وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝) اور اس کے پیچھا کرنے کا اُسے خوف نہیں۔

(وَلَا يَخَافُ) ای الرب عزوجل یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ (عُقْبٰهَا) ای عاقبتھا وتبعتھا کما یخاف المعاقبون من الملوک عاقبۃ ما یفعلونہ وتبعتہ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو قوم ثمود کی تباہی و بربادی کے انجام کا کوئی خوف نہ تھا جیسا کہ بعض معاقب بادشاہوں کو ہوتا ہے کہ وہ مالک الملک ہے جو چاہے اور جس طرح چاہے کرے اور

کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ کلبی کا قول ہے کہ ولا یخاف کی ضمیر اشقیٰ کی طرف راجع ہے اور کلام میں مقدم و مؤخر ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ قوم ثمود کا بڑا بدبخت قدار بن سالف قتلِ ناقہ پر انجام و تعاقب سے لاپرواہ و بے خوف ہو کر مستعد ہو گیا۔ ایک قول ہے کہ مراد کہ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کفار میں سے کسی کا خوف نہیں کہ نزولِ عذاب کے بعد ان کا کوئی تعاقب کر سکے گا یا کوئی ایذا پہنچا سکے گا۔

بعون اللہ تعالیٰ والحمد للہ آج سورت الشمس کا تفسیری کام پورا ہوا۔
۷ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۹۴ء

سورۃ اللیل مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ اکیس آیتیں۔ اکہتر کلمات اور تین سو دس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اللیل پ ۳۰

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ
اور رات کی قسم جب چھا جائے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ
اور دن کی جب چمکے۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ
اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ
بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ
تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ
اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ
تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کردیں گے۔

وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ
اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا۔

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ
اور سب سے اچھی کو جھٹلایا۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ
تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ
اور اس کا مال اس کے کام نہ آئیگا جب ہلاکت میں پڑے گا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۖ
بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى
اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ
تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔

لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ
نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت۔

الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ
جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ
اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔

الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ
جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝

اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ۝

اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حل لغات سورۃ الیل پ ۳۰

و. قسم ہے — الیل. رات کی — اذا. جب — یغشی. چھائے

النھار. دن کی — اذا. جب — تجلی. چمکے

و. اور — ما. اس کی جس نے — خلق. بنائے — الذکر. نر

و. اور — الانثی. مادہ — ان. بیشک — سعیکم. تمہاری کوشش

و. اور

لشتی. مختلف ہے — فاما. تو جو — من. جس نے — اعطی. دیا

و. اور — اتقی. پرہیزگاری کی — و. اور — صدق. سچ مانا

بالحسنی. اچھی بات کو — فسنیسرہ. تو ہم آسان کرینگے ہ. اس کے لیے — للیسری. آسانی کو

و. اور — اما. وہ — من. جس نے — بخل. بخل کیا

و. اور — استغنی. بے پروا بنا — و. اور — کذب. جھٹلایا

بالحسنی. اچھی بات کو — فسنیسرہ. تو ہم آسان کرینگے ہ. اس کے لیے — للعسری. تنگی کو

و. اور — ما. نہ — یغنی. کام آئے گا — عنہ. اس کو

مالہ. اس کا مال — اذا. جب — تردی. گرے گا — ان. بیشک

علینا. ہمارے ذمہ ہے — للھدی. ہدایت دینا — و. اور — ان. بیشک

لنا. ہمارے ہی لیے ہے — للآخرۃ. آخرت — و. اور — الاولی. دنیا

فانذرتکم. تو ڈرایا میں نے تم کو — نارا. آگ — تلظی. بھڑکتی سے

لا. نہ — یصلھا. داخل ہوگا اس میں — الا. مگر — الاشقی. بڑا بدبخت

الذی. وہ جس نے — کذب. جھٹلایا — و. اور — تولی. منہ پھیرا

و. اور — سیجنبھا. اس سے الگ رکھا جائیگا — الاتقی. بڑا پرہیزگار

الذی. وہ جو — یؤتی. دیتا ہے — مالہ. اپنا مال — یتزکی. پاک ہونے کو

و. اور — ما. نہیں ہے — لاحد. کسی کے لیے — عندہ. پاس

ہ. اس کے — من نعمۃ. کوئی احسان — تجزی. بدلہ دیا جائے — الا. مگر

الابتغاء۔ چاہنا	وجہ۔ رضامندی	وجہ لپنے رب کا	الاعلیٰ۔ بلندکا

د۔ اور لسوف بیشک قریب ہے کہ یرضیٰ۔ راضی ہوگا۔

سُورت اللیل

سُورت اللیل مکی ہے اوراس میں ایک رکوع اور اکیس آیات ہیں اوراس کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے البتہ جمہور کے نزدیک مکیہ ہے جبکہ علی ابن ابی طلحہ کا قول ہے کہ مدنی ہے اور بعض نے کہا مکی ہے اور یونہی بعض کے نزدیک مدنی ہے اور یونہی اس کے اسباب نزول میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کے بیان میں نازل ہوئی اور ایسا اسنادِ صحیحہ کے ساتھ ہے۔ عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور سُدی کا قول ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ ابی الدحداح الانصاری کے بارے میں اُتری اور وہ قصہ یوں ہے کہ ایک منافق کے گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا جس کی بعض شاخیں پاس کے ہمسایہ میں یتیموں کے گھر میں پھیلی ہوئیں تھیں تو وہ اس درخت سے کچھ کھجوریں اٹھا لیتے تھے جب کہ وہ پھل اتارتا اور وہ گر جاتیں تو وہ ان یتیموں سے وہ کھجوریں چھین لیتا بلکہ کھانے کی صورت میں اگلوا لیتا۔ یتیموں نے اس امر کی بارگاہ رسالت میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ نے اس سے فرمایا تو اس کو ان کے لیے چھوڑ دے اور اپنا درخت میرے پاس جنّت کے درخت کے بدلے بیچ دے اس شخص نے نہ مانا پھر اس کی ملاقات ابوالدحداح انصاری سے ہوئی جنہوں نے چالیس درختوں کے عوض وہ درخت اس سے خرید لیا اور ان یتیموں کو ملک کر دیا جنّت کے درخت کے بدلے میں جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا اس پر یہ سُورت اتری اور اسی وجہ سے اس کو مدنی کہا گیا ہے۔ ابن کثیر وغیرہ کا قول ہے کہ یہ روایت ضعیف و غریب ہے جبکہ جمہور کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف کے بارے میں آیات کا نزول تحقیقی اور زیادہ صحیح ہے پچھلی سُورت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے "قد افلح من تزکی وقد خاب من دسھا" تو اس سُورت میں ان اوصاف کا ذکر و تفصیل ہے جس سے فلاح حاصل ہوتی ہے اور ان امور کا جو خرابی و ناکامی کا باعث ہیں۔

مختصر تفسیر اردو سورت اللیل پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ۝

اور رات کی قسم جب چھائے۔ اور دن کی جب چمکے۔ اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔ بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

(وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝) اور رات کی قسم جب چھائے۔

ای حین یغشی الشمس کقولہ تعالیٰ واللیل اذا یغشاھا۔

یعنی رات کی قسم جب سورج کو ڈھانک لے جیسا کہ ارشاد باری ہے اور رات کی قسم جب اسے چھپائے یعنی جب آفاق تاریکی سے بھر جائیں۔

(وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝) اور دن کی جب چمکے۔

ای ظھر بزوال ظلمۃ اللیل او تبین وانکشف بطلوع الشمس۔

یعنی دن کی قسم جب وہ رات کی تاریکی کے زوال کے ساتھ (چھٹنے پر) خوب ظاہر ہو جائے یا روشن ہو جائے اور سورج کے طلوع ہونے پر کھل کر نمودار ہو جائے۔

(وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝) اور اس کی جس نے نر و مادہ بنائے۔

ای والقادر العظیم القدرۃ الذی خلق صنفی الذکر والانثیٰ من الحیوان المتصف بذلک وقیل من نبی آدم وقال ابن عباس والحسن والکلبی المراد بالذکر آدم علیہ السلام وبالانثیٰ حواء رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔

یعنی قسم ہے اس عظیم قدرت والے عظمت و بزرگی والے پروردگار کی جس نے حیوانات میں سے جو اس صفت تناسل کے ساتھ متصف ہے مخلوق کی دو صنفیں نر اور مادہ پیدا فرمائے۔ ایک قول ہے کہ اولاد آدم میں نر اور مادہ پیدا فرمائے، ابن عباس، حسن، کلبی رضی اللہ عنہم کا قول ہے "الذکر" سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور "الانثیٰ" سے مراد حضرت حواء رضی اللہ عنہا ہیں۔ مَا بمعنی مَنْ ہے یعنی جس کیلئے مراد سبحانہٗ و تعالیٰ ہے جبکہ بعض کے نزدیک ما مصدریہ ہے اس تقدیر پر معنی یوں ہوں گے۔

(اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ۝) بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

(اِنَّ سَعْیَکُمْ) ای مساعیکم یعنی تمہاری مساعی (کوششیں) سعی مصدر، اور مضاف ہے جو عموم کو مفید ہے اور جمع کے معنی میں ہوتا ہے اور اسی لیے جمع کے ساتھ خبر دی گئی ہے (لَشَتّٰی) شتیت کی جمع بمعنی متفرق ہے یعنی الگ الگ یا مختلف یا جداگانہ ہیں۔ والمراد بتفرق المساعی اختلافها فی الجزاء اور مراد مساعی (کوششوں) کے مختلف ہونے سے بدلے میں اختلاف ہے کوئی اطاعت بجالا کر دوزخ سے رہائی چاہتا ہے اور حصول جنت کے لیے کوشش کرتا ہے اور کوئی نافرمانی کرکے جہنم کی طرف بڑھ رہا ہے اور اپنی ہلاکت کا سامان کر رہا ہے آگے ان ہر دو مساعی کی تفصیل ارشاد ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ۝

تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

(فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی) تو جس نے دیا۔

قال ابن زید المراد انفاق ماله فی سبیل الله تعالیٰ۔ ابن زید کا قول ہے کہ "اَعْطٰی" سے یہاں مراد اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرنا ہے۔ اور قتادہ کا قول ہے المعنی أعطی حق الله تعالیٰ و ظاهره الحقوق المالیة معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا (ہر فرض کو ادا کیا) اور ظاہراً اس سے مالی حقوق مراد ہیں۔

(وَاتَّقٰی ۝) اور پرہیزگاری کی

ای واتقی الله عزوجل اور اللہ عزوجل شانہٗ سے ڈرتا رہا ابن عباس کا یہی قول ہے، قتادہ کا قول ہے واتقی ما نهی عنه اور ممنوعات وحرام امور سے بچتا رہا اور مجاہد کا قول ہے واتقی البخل اور بُخل (کنجوسی) سے بچا۔

(وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝) اور سب سے اچھی کو سچ مانا۔

ای بالکلمة الحسنی یعنی سب سے اچھی بات کو مراد دین وملت اسلام ہے جب کہ ضحاک کا قول ہے "الحُسْنٰی" سے مراد لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، مجاہد کا قول کہ مُراد جنت (وعدۂ جنت) ہے جو نیک اعمال والوں کے لیے ہے ایک قول ہے مُراد ثواب آخرت ہے ایک قول ہے کہ مراد توحید پر ایمان ہے ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے ایک غلام اور دس اوقیہ (چاندی) کے بدلے میں خرید کر آزاد کیا تو اللہ نے واللیل اذا یغشی سے

سیکم لشتّٰی تک آیات نازل فرمائیں۔ تو دونوں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ بن خلف
کی جداگانہ مساعی کا ذکر ہے۔

(فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝) تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

ای فسنهیئه للخصلة التی تؤدی الی یسر وراحة کدخول الجنة۔
یعنی ہم اُسے بہت جلد ان خصائل و اعمال کی طرف راہ نمائی اور توفیق عطا فرمائیں گے جو
اس کو آسانی و سہولت اور راحت و آرام تک پہنچنے پر جیسے جنت میں داخلہ معاون و مددگار
ہوگی۔ اور رضاءِ الٰہی اور اُخروی کامرانیوں کے حصول کا ذریعہ ہو جائے گی۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝	اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کریں گے۔ اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا۔

(وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ) اور جس نے بخل کیا۔

بماله فلم یبذل فی سبیل الخیر یعنی اپنے مال کے ساتھ بخل کیا اور اُسے
و بھلائی کے راستے میں خرچ نہ کیا۔ ایک قول ہے کہ حقوق الٰہیہ کی ادائیگی نہ کی۔ بعض علماء
بخل کے حوالے سے کہا ہے کہ ارشاد نبوی ہے جیسا کہ ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
روایت کیا ہے "بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے" یعنی نبی
صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود نہ پڑھا تو یہ بھی حقوق اللہ ہی سے ہے جسے ادا نہ کیا۔

(وَاسْتَغْنٰى ۝) اور بے پرواہ بنا

ای وزھد فیما عندہ عزوجل اور استغنی بشھوات الدنیا عن نعیم الآخرۃ
یعنی اس چیز سے جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے پاس ہے بے رغبت ہوا مُراد ثواب و نعیم
آخرت سے بے پروائی ہے یا مُراد ہے کہ آخرت کی نعمتوں کی طلب و حصول کی جدوجہد کی
بے پرواہ ہو کر دنیاوی لذات کی طرف مشغول رہا۔ اور ایمان باللہ اور اللہ کی یاد سے دور رہا

(وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝) اور سب سے اچھی کو جھٹلایا۔

ای کفر و کذب بالکلمة الحسنٰی یعنی کفر و سرکشی اختیار کی اور قبولِ توحید ا

گریز کیا اور دعوت حق کو سچا نہ جانا اور نہ ہی اللہ کے وعدۂ آخرت کو سچا مانا۔ ایک قول ہے کہ دین وملت اسلام کو قبول نہ کیا بلکہ جھٹلایا۔

(فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝) تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کر دیں گے۔

ای للخصلۃ المؤدیۃ الی العسر والشدۃ کدخول النار۔

یعنی ہم اُسے خصائل واعمال کی راہوں پر ڈال دیں گے جو دشواریوں کو مددگار ہوں گی اور سختیوں کو جیسے جہنم میں داخلہ، یعنی ان کو معیت نافرمانی کے کاموں میں پڑا رہنے دیں گے اور انہیں امور خیر کی توفیق نہ دیں گے جس سے ان کے لیے دوزخ کی راہیں آسان ہو جائیں گی مقاتل کا قول یہی ہے کہ ان پر بھلائی دشوار وشدید ہو جائے گی۔ ارشاد نبوی ہے۔

اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من اھل السعادۃ فیسر لعمل اھل السعادۃ واما من کان من اھل الشقاء فیسر لعمل الشقاء ثم قرأ علیہ الصلوٰۃ والسلام فاما من اعطی واتقی ..... للعسری۔

عمل کیے جاؤ توفیق ہر ایک کو اسی کی حاصل ہوگی جس کے لیے اُسے پیدا کیا گیا ہے جو اہلِ سعادت (نیک بختوں) میں سے ہوگا تو اس کے اعمال سعادت آسان ہو جائیں گے اور جو اہلِ شقاوت (بدبختوں) میں سے ہوگا اس کے لیے اعمال شقاوت آسان ہو جائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں فاما من اعطی .... سے لے کر للعسری تک۔ (صحیحین عن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

(وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ) اور اس کا مال اُسے کام نہ آئے گا۔

ای شیٔ یغنی عنہ مالہ الذی سخل بہ۔

یعنی بھلا اُسے کوئی چیز بھی فائدہ دے گی؟ اس مال سے جس کے ساتھ بخل کرتا تھا اس لیے کہ یہاں ما استفہامیہ ہے اور اگر نافیہ مانیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ جس مال کی وجہ سے بخل کرتا تھا وہ اُس کے ہرگز کام نہ آئے گا کہ وہ عذاب سے بچ جائے۔

(اِذَا تَرَدّٰى ۝) جب ہلاکت میں پڑے گا۔

تظٰی دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے یا دوزخ کا ایک طبقہ ہے۔

(لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝) نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت

المراد بہ الکافر اس سے مراد ہے کافر، اشقی اسم تفضیل ہے شقی سے جس کے

محروم کئے ہیں۔

معنی بڑے بدنصیب اور سعادت سے محروم کئے ہیں۔ اَلَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ٥) جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا یعنی جس نے حق کو جھٹلایا اور حق سے اعراض کیا

ای بالحق واعرض عن الطاعۃ۔ یعنی جس نے حق کو جھٹلایا اور حق بھاری اشقٰی کو تکذیب وَتَوَلّٰی سے مقید فرمایا

کی اطاعت وفرمان برداری سے منہ موڑا۔ اَشْقٰی کو تکذیب وَتَوَلّٰی سے مقید کرنا اس کی

اظہار واقعہ کے طور پر ہے اور آیت میں حصر عمومی ہے۔ بیضاوی کا قول ہے کہ نار کا

میں دائمی طور پر داخل ہونے والا صرف کافر ہوگا اور اشقٰی سے مراد یہی ہے لیکن گناہ گار

مومن بھی جہنم میں داخل ہوں گے اگرچہ ان کا داخلہ وقتی ہوگا اور ان کے گناہوں کے

مطابق ہوگا لہٰذا یہی صحیح ہے۔ بعض نے کہا آیت میں حصر حقیقی نہیں کہ صرف کفار جہنم

ہوں گے اور مومن ہرگز نہ ہوں گے بلکہ یہ حصر اضافی ہے کہ عہد رسالت مآب کے

ایمان والے تھے وہ اس عموم حکم سے خارج ہیں یعنی وہ ہرگز جہنم میں نہ جائیں گے

صحابہ جہنم سے بری اور محفوظ ہیں اور اللہ نے فرمایا ہے کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی

نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھا اس کو آگ نہیں چھوئے گی اس آیت کے تحت

فرقہ مرجئہ کا عقیدہ ہے کہ جہنم کفار کے لیے مخصوص ہے اور مومنوں میں سے کوئی خواہ

ہی گناہ گار ہو دوزخ میں نہ جائے گا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہوں کا ضرر نہ ہوگا

روافض کا بھی یہی عقیدہ ہے معتزلہ نے اس آیت کے تحت مرتکب کبیرہ مومن کو مومن نہیں مانا

مرتکب کبائر کو دوامی جہنمی قرار دیا ہے یہ تینوں گروہ حق وصواب سے دور ہیں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ

جہنمی نہیں خواہ اس کے گناہوں سے توبہ نہ کی ہو اور نہ ہی اسے معافی ملی ہو ممنوعات

محرمات کا ارتکاب موجب جہنم ہے اور کتاب اللہ کے اوامر ونواہی کا مقتضٰی یہی ہے

باقی معاملہ اللہ پر ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اس کا

کا ارشاد ہے بلاشبہ اللہ شرک کے سوا سب کچھ بخش دے گا خواہ اس گناہ گار مومن نے

توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور ارشاد ہے اللہ سارے ہی گناہ بخش دے گا تو یہ اس کی بندہ

مشیئت وکرم کی ہیں وگرنہ ضابطہ تو ضابطہ ہی ہے۔

وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی ٥ الَّذِیْ	اور بہت اس سے دور رکھا جائیگا
یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ٥ وَمَا	جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال

لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ۝

دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک وہ قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ردی سے تَرَدّٰی ماضی باب تفعل سے ہے جس کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں مجاہد کا یہی قول ہے ایک قول ہے تردی حضرۃ القبر جب قبر کے گڑھے میں پڑے گا۔ قتادہ اور ابو صالح کا قول ہے تردی فی جھنم ای سقط یعنی جب دوزخ میں گرایا جائے گا۔

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى ۝ بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

جملہ مستانفہ ہے ای ان علینا بموجب قضائنا المبنی علی الحکم البالغۃ حیث خلقنا الخلق للعبادۃ ای ندلھم و نرشدھم الی الحق او ان نبین لھم طریق الھدی۔

یعنی ہم پر ہماری قضاء (فیصلہ و تقدیر) کے مطابق جو کہ ہماری حکمت بالغہ پر مبنی ہے ہماری ذمہ داری ہے جب کہ ہم نے مخلوق کو عبادت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا یعنی ہم ان کی راہنمائی فرمائیں گے اور ہم انہیں حق کی طرف ہدایت دیں گے اور یہ کہ ان پر ہم ہدایت کی راہیں روشن کردیں گے (کھول دیں گے) بظاہر "علیٰ" کا لفظ (حرف جار) معانی کو مؤکد کررہا ہے اور وجوب کا اظہار ہورہا ہے جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ پر کوئی امر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا یہ فیصلہ ازل میں خود اسی کا فیصلہ ہے۔ یا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو وعدہ کی پاسداری اس نے خود اپنے ذمے لی ہے اور یہ اُسی کا اعلان ہے، اور ہدایت اللہ کی طرف سے ہی ہے اور اسی کی توفیق و مہربانی اور احسان ہے۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ اور بے شک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں۔

ای التصرف الکلی فیھما کیف مانشاء فنفعل فیھما مانشاء

یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں کلی تصرف و اختیار ہمارا ہے اور ہم دونوں جہانوں میں جس طرح

چاہیں فرمائیں اور جس طرح دونوں جہانوں میں چاہیں کریں یا مراد ہے کہ کونین کے ہم ہی مالک و متصرف ہیں ہم جس طرح چاہیں گے ہدایت یافتہ لوگوں کو انعام دیں گے اور تمہارے ہدایت پانے نہ پانے سے ہمیں کوئی پرواہ یا نقصان نہیں ہے۔ تو جس نے ہدایت اختیار کی تو بلاشبہ اس نے اپنے نفس کے لیے بھلائی کی اور جو راہ حق بھول گیا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝	تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

(فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝) تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔ ای فهدیتکم بالانذار و بالغت فی هدایتکم وتلظی بمعنی تلتهب. یعنی میں تمہیں انذار کے ساتھ (عذاب آخرت سے ڈرا کر) تمہیں ہدایت کر رہا ہوں اور تمہاری ہدایت کے لیے ہی تمہیں یہ پیغام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچا رہا ہوں مالک سببی ہے اور اللہ کا مالک و متصرف کونین ہونا ڈرانے کا باعث ہے تو تمہیں اس لیے خوف دلا رہا ہوں کہ تم میرے اس عذاب سے بچ جاؤ اور نصیحت قبول کرو اور تلظی کے معنی ہیں بھڑکتی ہوئی اور شعلہ ولپیٹ مارتی آگ۔

(وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝) اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔

(وَسَيُجَنَّبُهَا) ای سیبعد عنها یعنی دوزخ سے بہت ہی دور رکھا جائے گا۔ سین تحقیق کے لیے ہے (الاتقی) المبالغ فی اتقاء الکفر والمعاصی یعنی جو کفر و معصیت سے بخوبی بچتا رہا۔

(الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝) جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

(الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ) ای یعطیه ویصرفه یعنی جو اپنا مال حاجت مندوں اور غریبوں کو دیتا ہے اور غلامی سے آزادی دلانے کے لیے اور گردنوں کی غلامی کے لیے خرچ کرتا ہے۔ (يَتَزَكّٰى) يُؤْتِىْ کے فاعل کا اظہار ہے کہ وہ مال خرچ ہی اس لیے

ہے" طالباً ان یکون عند اللہ تعالیٰ زاکیا نامیا لا یرید بہ ریاء ولا سمعۃ او متطہرا
من الذنوب" کہ اُسے مطلوب و مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ و ستھرا
ہو جائے اور اس انفاق (خرچ) کے ذریعہ نہ ہی اُسے ریاکاری اور شہرت و نمود کی خواہش
و چاہت ہے یا وہ محبوب رکھتا ہے کہ گناہوں کی گندگی و آلودگیوں سے پاکیزہ و ستھرا ہو جائے
جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیات امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے
میں نازل ہوئیں اور اللہ نے انہیں الاتقیٰ فرمایا لہذا انبیاء و رسل کے بعد حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر متقی ہیں اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہی تو ہے۔
اور کما قال اللہ عزوجل سبحانہ' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تو واضح ہوا ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ انبیاء و رسل کے بعد افضل الناس والبشر ہیں۔ اور ان آیات میں ان کے لیے جنت
کی دو ٹوک خوشخبری ہے۔ ایک قول ہے الف لام عہدی ہے اور معہود حضرت ابوبکر ہیں۔
امام حاکم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے ابو قحافہ نے ابوبکر سے کہا کہ
میں دیکھتا ہوں کہ تم ان ضعیف و کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو جو آزاد ہو کر تمہاری مدد
کے قابل نہیں اگر تم قوی مردوں کو آزادی دلاؤ تو تمہارے مددگار اور محافظ ہوں تو ابوبکر
نے کہا اے پدر بزرگوار میں صرف اللہ کی رضا کا طلب گار ہوں اس پر ان آیات کا نزول
ہوا۔ ابن ابی حاتم نے عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں
کو آزاد کیا جن میں بلال و عامر بھی تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے امیہ بن خلف
لعین سے اپنی غلام نسطاش اور کچھ مال کے بدلے خرید کر آزاد کیا۔

(وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝) اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں
جس کا بدلہ دیا جائے۔

پچھلے کلام کے افادہ کے لیے جملہ مستانفہ ہے ای ایتاء ہ للہ کی خالصا للہ
تعالیٰ۔ یعنی اس کا پاکیزگی اور ستھرا ہونے کے لیے مال خرچ کرنا صرف اور صرف اللہ کی رضا
کے لیے ہے اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کے بدلے میں وہ ایسا کرتا۔ کفار خیال
کرتے تھے کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ اس کی آزادی سے دیا ہے تو اس
آیت میں اس خیال کی تردید ہے کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان نہیں کہ وہ اس کا بدلہ دیتے
بلکہ ان کا یہ عمل محض اللہ کی خوشنودی کے لیے اور کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ اگلے جملہ میں

اس کا برملا اظہار ہے۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ؕ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

استثناء متصل ہے اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے فالمعنی لکنہ فعل ذلک لابتغاء ربہ سبحانہ وطلب رضاہ عزوجل لا لمکافاۃ نعمہ۔ تو معنی یوں ہوں گے کہ اس نے (حضرت ابوبکر صدیق) یہ اس لیے کیا کہ انہیں صرف اپنے پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہے اور انہوں نے کسی غرض یا کسی کے احسان کے بدلے میں ایسا ہرگز نہیں کیا۔

(وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ؕ) اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ای و باللہ لسوف یرضیٰ یعنی اور اللہ کی قسم وہ ضرور جلد ہی اپنے پروردگار سے راضی ہوگا اور اس میں ضمیر "للاتقی" کے لیے جس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جس کے موعود ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر سے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کی نظیر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔ اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ مراد یہ ہے کہ وہ راضی ہو جائیں گے اس نعمت وکرم اور رضوانِ اکبر سے جو حق سبحانہ وتعالیٰ انہیں آخرت میں عطا فرمائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں شانِ خلت و محبوبیت کا اشارہ بھی واضح ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کریم کے محبوب و حبیب ہیں اور حضرت ابوبکر حضور کے محبوب و حبیب ہیں اور محبوب کا محبوب محبوب ہی ہوتا ہے اور ارشاد نبوی ان اتخذت غیر اللہ خلیلا لاتخذت ابا بکرٍ خلیلا کہ اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو خلیل بناتا اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ واللہ یہ اعزاز ثانی اثنین ہی کو سزاوار ہے رضی اللہ عنہم۔

الحمد للہ آج سورت اللیل مکمل ہوئی۔
دس رجب المرجب ١٤١٥ھ بمطابق ١٢ دسمبر ١٩٩٤ء

سورۃ الضحیٰ مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ گیارہ آیتیں۔ چالیس کلمات اور ایک سو بہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الضحیٰ پ ۳۰

آیت	ترجمہ
والضحیٰ ۝	چاشت کی قسم۔
والیل اذا سجیٰ ۝	اور رات کی جب پردہ ڈالے۔
ما ودعک ربک وما قلیٰ ۝	کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔
وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ ۝	اور بیشک پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے۔
ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ۝	اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
الم یجدک یتیما فاویٰ ۝	کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔
ووجدک ضالا فھدیٰ ۝	اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔
ووجدک عائلا فاغنیٰ ۝	اور تمہیں حاجتمند پایا پھر غنی کر دیا۔
فاما الیتیم فلا تقھر ۝	تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔
واما السائل فلا تنھر ۝	اور منگتا کو نہ جھڑکو
واما بنعمۃ ربک فحدث ۝	اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حل لغات سورۃ الضحیٰ پ ۳۰

وَ۔ قسم ہے	الضحیٰ۔ چاشت کی	وَ۔ اور	الیل۔ رات کی
اذا۔ جب	سجیٰ۔ پردہ ڈالے	ما۔ نہ	ودعک۔ چھوڑا تجھ کو
ربک۔ تیرے رب نے	وَ۔ اور	ما۔ نہ	قلیٰ۔ ناراض ہوا
وَ۔ اور	للاخرۃ۔ یقیناً آخرت (پچھلی)	خیر۔ بہتر ہے	لک۔ تیرے لیے
من الاولیٰ۔ پہلی سے	وَ۔ اور	لسوف۔ یقیناً جلدی	یعطیک۔ دیگا تجھ کو
ربک۔ تیرا رب	فترضیٰ۔ سو تو راضی ہوگا	ا۔ کیا	لم۔ نہ
یجد۔ پایا	ک۔ تجھ کو	یتیما۔ یتیم	فاویٰ۔ تو جگہ دی

و۔ اور — وجد۔ پایا — لک۔ تجھ کو — ضالاً۔ محبت میں خود رفتہ
فھدیٰ۔ تو ہدایت دی — و۔ اور — وجد۔ پایا — لک۔ تجھ کو
عائلاً۔ مفلس — فاغنیٰ۔ تو غنی کر دیا — فاما۔ پھر — الیتیم۔ یتیم پر
فلا۔ تو — تقھر۔ دباؤ ڈال — و۔ اور — اما۔ لیے پر
السائل۔ منگتے کو — فلا۔ تو — تنھر۔ جھڑک — و۔ اور
اما۔ پھر — بنعمۃ۔ نعمت — ربک۔ اپنے رب کا — فحدث۔ چرچا کر

سُورۃُ الضُّحیٰ

سُورۃُ الضُّحیٰ مکی ہے اس میں ایک رکوع اور گیارہ آیات ہیں اور اس کے مکی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ پچھلی سورت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وسیجنبھا الاتقی" اور حضرت صدیق اکبر کا ذکر گزرا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام اتقیاء کے سردار اور امام ہیں تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتوں کے حوالے سے آپ کا ذکر اس کے فوراً بعد فرمایا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے "سورت اللیل، سورۂ ابوبکر تھی۔ اور یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اللہ نے ان دونوں سورتوں کے درمیان تعاقب و تسلسل فرمایا ہے اور دونوں کے درمیان واسطہ نہیں رکھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے درمیان کوئی آڑ نہیں اور نہ ہی کوئی بُعد ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے نائب کامل، خلیفۂ اکبر، تقی اکمل، افضل واعلم اور محبوب واقرب عنداللہ وعندالرسول آپ ہی کی ذات گرامی ہے، یہی وجہ ہے کہ زعماءِ امت نے آپ ہی کو صرف خلیفۃ الرسول قرار دیا ہے اور وہ ثانی اثنین ہیں۔ رہا یہ کہ صدیق اکبر کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقدم فرمایا آپ سے ان کی افضلیت کا وہم پیدا کرتا ہے تو ایسا ہرگز نہیں کہ قرآن میں مخلوقات کا ذکر خالق سے مقدم بالتکرار آیا ہے اور اللہ نے ان پر قسمیں یاد فرمائیں پھر اپنا ذکر فرمایا اور خدام سرداروں کے درمیان آگے ہی ہوتے ہیں تاکہ سردار کی عظمت کا احساس و اظہار ہو اور یونہی فرائض عبادت پر سنتوں کا تقدم ہے اور شاخوں کے اندر سے اور شعاعوں کے ہالے میں سے سورج کا دیر سے طلوع ہونا اور تنے کے پھل کا لکڑی کے دونوں لچکدار کناروں کے درمیان ہونا اس کی عظمت وشان کو مضر نہیں۔ ارشاد باری ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ والضحیٰ پ ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالضُّحٰی ۝ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۝

چاشت کی قسم۔ اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(والضحیٰ ۝) چاشت کی قسم

والمراد ضاوقت ارتفاع الشمس الذی یلی وقت بروزھا للناظرین ددن ضوئھا وارتفاعھا۔

اس بارے میں پہلے بہت تفصیل گزری مگر یہاں مراد سورج کی بلندی کا وہ وقت ہے جو دیکھنے والوں کے لیے اس کی روشنی اور بلندی کو چھوڑ کر (قطع نظر) اس کے (سورج) کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت ہے اور قسم کے ساتھ اس کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ دن کا شباب ہے۔ وقیل المراد بہ النھار اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد دن ہے کہ لیل کے مقابل ذکر ہوا ہے۔ بعض کا قول کہ ضحیٰ وہ معتدل وقت ہے دن کا جو ہر موسم میں ہوتا ہے اور ایک قول ہے کہ یہی وہ سعید و مبارک وقت ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہی وہ نیک ساعت دن ہے جس میں جادوگر عظمت رسالت دیکھ کر سجدہ ریز ہوئے جیسا کہ ارشاد باری ہے ان یحشر الناس ضحیٰ اور اس میں مقسم علیہ کے لیے بڑی مناسبت ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک حق سبحانہ، وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑا اور نہ ہی ان کی نگہبانی اور ان سے کلام روحی فرمانے سے الگ یا جدا ہوا۔ بعض علماء نے کہا کہ مراد ہے روئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے اور امام رازی کا قول ہے کہ محمد کے مردوں کی قسم۔

(وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝) اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

(واللیل) ای وجنس اللیل یعنی رات کا وقت، اذا ظرفیہ نہیں بلکہ وقت کے معنی میں ہے (سجیٰ) قتادہ کا قول ہے ای سکن الناس و الاصوات یعنی

جب لوگ پُرسکون ہوجائیں (سوجائیں) اور آوازیں خاموش ہوجائیں۔ حسن کا قول ہے سجیٰ کا مطلب ہے اقبل نظلامہ یعنی جب تاریکی کے ساتھ آجائے ضحاک کا قول ہے جب رات ہر چیز کو اندھیرے میں ڈھانک لے۔ امام رازی کا قول ہے کہ مُراد ہے زُلف کا مل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل بیت کی خواتین یا ازواج مطہرات کی قسم، اور امام ہی سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد اللہ کا نور علم ہے جس سے غیوب میں سے مستور کی معرفت ہوتی ہے اور لیل سے مراد اللہ کا عفو ودرگزر ہے جس کے ساتھ وہ سب کے عیوب کو چھپاتا ہے۔

(مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ) کہ تمہیں تمہارے رب نے چھوڑا۔

جواب قسم ہے اور وَدَّعَ التودیع سے ہے اور یہ دراصل الدعاء لہ ما دھوان تدعو للمسافر بان یدفع اللہ تعالیٰ عنہ کابۃ السفر اور یہ اس لیے بولا جاتا تھا کہ مسافر کو دعا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ اُسے سفر کی تکلیفوں اور صعوبتوں سے دور رکھے (بچائے) ثم صار متعارفا فی تشییع المسافر وترکہ ثم استعمل فی الترک مطلقاً پھر یہ مسافروں کی رخصتی کے وقت اور انہیں چھوڑنے کے حوالے سے متعارف ہوگیا پھر صرف ان کے چھوڑنے (الوداع کہنے تک) کے ساتھ ہی مستعمل ہوگیا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے ای مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ یعنی تیرے پروردگار نے تمہیں نہ چھوڑا ایک قول ہے ان المعنی مَا قَطَعَكَ قَطْعَ الْمُوَدِّعِ معنی یہ ہیں کہ تجھے جدا نہ کیا چھوڑنے والے کی طرح جدا کرنا اور اس میں ترک کے لیے استعارہ ہے جس میں لطف و تعظیم ہے اور مخفی نہ رہے کہ وداع احباب کے درمیان ہوتا ہے کفار مکہ کے قول کی نفی وتردید اور جواب ہے جنہوں نے کہا وَدَّعَهُ رَبُّهُ اُسے اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور وہ ایسا بطور تمسخر و استہزاء کہتے تھے۔ واضح مفہوم یہ ہے تمہارے پروردگار نے تمہیں بالکل نہیں چھوڑا اور نہ ہی تم سے تعلق توڑا۔

(وَمَا قَلٰی ۝) اور مکروہ نہ جانا

ای وَمَا ابعضك وحذف المفعول یعنی اور تمہیں ناپسند سے سوا نہ جانا اور مفعول کے حذف میں قَلٰی کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واضح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ سجع آیات کے لحاظ سے مفعول کا ذکر نہیں تو میں کہتا ہوں گو یہ صحیح ہے مگر وَدَّعَكَ میں مفعول کا ذکر کفار کے

جواب میں تھا جو کہتے تھے ودعه ربه وقد قلاه ربه اور یہاں قلیٰ کا ذکر اپنی ذات (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی جانب سے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف کے لیے بھی ہے کہ ہم نے تجھے محبوب و پسندیدہ کے سوا اور کچھ نہ جانا کیونکہ کفار کا یہ کہنا کہ قد قلاه ربه بے شک اُس کے رب نے اُسے مکروہ جانا تو کفار کا یہ قول اللہ پر افتراء و بہتان تھا تو اللہ نے ان کے قول کی تردید کردی اور یہاں مفعول کا ذکر نہ کر کے گویا اپنی محبت بھی واضح کردی کہ کبھی کوئی محبوب کو بھی چھوڑتا ہے جس کا ذکر ودعك (ك کی ضمیر مفعول کی طرف ہے) میں پہلے ہو چکا۔ مفسرین فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نازل نہ ہوئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا اس پر سورت والضحیٰ نازل ہوئی۔

صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز علیل رہے اور تہجد کے لیے نہ اُٹھے تو ایک کافرہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے جن نے تمہیں چھوڑ دیا اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ بغوی کا قول ہے کہ وحی کے رکنے کی مدت بارہ روز سے چالیس روز تک باختلاف روایات آئی ہے مقاتل کا قول ہے کہ چالیس روز رکی تو مشرکوں نے کہا ودعه ربه وقد قلاه ربه تو اس کے جواب میں یہ سورت اُتری ابن جریر نے شداد بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب کچھ روز وحی رکی رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت گریہ وزاری فرمائی تو ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اری ربك قد قلاك مما اری من جزعك فنزلت والضحیٰ میں دیکھتی ہوئی کہ آپ کا پروردگار آپ سے ناراض ہوگیا بے قراری اور اس گریہ کی وجہ سے جو میں آپ سے دیکھ رہی ہوں تو اس سورت الضحیٰ نازل ہوئی۔ ام المومنین کا یوں فرمانا بطور دردمندی اور تسلی کے لیے تھا۔

(وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى ۝) اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

"لما انما باقية صافية الشوائب على الاطلاق وهذه فانية مشوبة بالمضار وما اوتی عليه الصلوة والسلام من شرف النبوة وان كان مما لا يعادله شرف ولا يدانيه فضل لكنه لا يخلو فی الدنيا عن بعض العوارض القادحة فی تمشية الاحكام مع أنه عند ما أعد له عليه الصلاة والسلام فی الأخرة من السبق والتقدم على كافة الانبياء والرسل عليهم الصلاة والسلام يوم الجمع

یوم یقوم الناس لرب العلمین وکون امته صلی اللہ علیہ وسلم شهداء علی سائر الامور ورفع درجات المومنین واعلاء مراتبهم بشفاعته صلی اللہ علیہ وسلم وغیر ذلک من الکرامات السنیة التی لا تحیط بها العبارات۔

یقیناً اس لیے کہ آخرت علی الاطلاق ہر قسم کی گندگیوں، عیوب اور ملاوٹوں سے پاک اور باقی رہنے والی ہے اور یہ دنیا کی زندگی فنا ہونے والی، آلودگیوں، ملاوٹوں اور برائیوں اور نقصان دہ امور سے لتھڑی ہوئی ہے رہبری ہوئی ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو شرف نبوت ورسالت سے سرفراز کئے گئے ہیں اور اس سے بڑھ کر یا اس کے مقابل اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے جو اس تک پہنچ سکے البتہ دنیاوی زندگی بعض ناپسندیدہ باتوں سے خالی نہیں ہے جو احکام کے پہنچانے میں آڑے آتے ہیں اور اس کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں جو بڑائی اور فضیلت دی گئی ہے کوئی اس میں آپ کے برابر نہیں آپ کو بروز حشر تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام پر سبقت وفضیلت اور برتری عطا کی گئی جس دن لوگ جہانوں کے پروردگار کے حضور کھڑے ہیں گے آپکی خواص امت تمام امتوں پر شاہد و گواہ ہونگی اور اہل ایمان کے درجات بلند کئے جائیں گے اور ان کے مراتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے ترقی دی جائے گی اور وہاں کی بے انتہاء عزتیں شرف اور بزرگیاں عطا ہوں گی جن کا تحریریں احاطہ نہیں کرسکتیں۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت پچھلی آیت سے ملی ہوئی ہے اور اسی ضمن میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں اپنے ساتھ وابستہ و پختہ رکھے گا اور تمہاری جانب وحی پیہم اور مسلسل آتی رہے گی۔ اور یہ چند روزہ انقطاع میں جو تمہیں فراقی حالت پیش آئی تحت حکمت تھی جس پر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے کہ وہاں مقام محمود، حوض کوثر، شفاعت کبریٰ اور ان گنت نعماء و فضل و کرامات کے وعدے ہیں۔ جس پر اگلے پچھلے سبھی لوگ رشک کریں گے۔ ایک قول ہے کہ تمہاری دوسری حالت کیفیت پہلی حالت و کیفیت سے بہتر ہوگی اور تمام کمالات علویہ اور مقامات ارفع پر برابر ترقی پاتے رہو گے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ عروج و منزلت میں فضل و کمال، عز و شرف بڑھتا رہے گا اور یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ بعض علماء نے اس آیت کے تحت مدینہ منورہ کو مکۃ المکرمہ پر فضیلت دی ہے کہ آپ کا پہلا وقت مکۃ المکرمہ میں اور دوسرا مدینۃ المنورہ میں گزرا اور اب بھی وہیں ہی ہے۔

(وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وَلَسَوْفَ میں ل (لام) تاکید کے لیے آیا ہے کہ سَوْفَ پر ہے یعطیك تمہیں دنیا و آخرت میں عطا فرمائے گا۔

قیل هو وعدہ کریمة شاملة لما اعطاہ اللہ عزوجل فی الدنیا من کمال النفس وعلوم الاولین والآخرین وظهور الامر واعلاء الدین بالفتوح الواقعة فی عصرہ صلی اللہ علیه وسلم وفی ایام خلفاءہ علیه الصلوة والسلام وغیرهم من الملوك الاسلامیة وفشو الدعوة والاسلام فی مشارق الارض ومغاربها ولما ادخرله عزوجل وعلا له علیه الصلوة والسلام فی الآخرة من الکرامات التی لا یعلمها الا هو جل جلاله وعم نواله۔

تو اس آیت کے تحت اکثر علماء کا فرمانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کریمہ ہے جو ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں عطا فرمائی گئیں جن میں کمال نفس اور علوم اولین و آخرین اور ظہور امر اور دین کی سربلندی و ترقی کے ساتھ وہ فتوحات و کامرانیاں جو عہد سعادت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ مسلمان امراء و ملوک کے زمانوں میں ہوئیں یا ہوتی رہیں گی اور دعوت اسلام کا شائع اور عام ہونا اور زمین کے مشارق و مغارب میں اس کا پھیل جانا وغیرہ اور وہ بھی جو حق سبحانہ، و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرت میں جن کرامات و کمالات اور انعامات کو جمع (ذخیرہ) فرما رکھا ہے جسے اللہ کریم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ مراد وہ عنایات و عطایاتِ ربانیہ ہیں جو اللہ نے دنیا میں عطا فرمائیں جیسے فتح مکہ وغیرہ۔ ابن ابی حاتم نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا هی الشفاعة اس سے مراد شفاعت ہے، ابن المنذر، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حلیہ میں حرب بن شریح کے طرق سے روایت کی ہے کہ میں نے ابی جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ اہل عراق آپ سے اس آیت کے بارے میں شفاعت مُراد لینا بیان کرتے ہیں، تو آپ اس ضمن میں کیا فرماتے ہیں تو فرمایا ہاں ایسا ہی ہے بخدا مجھ سے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم

سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اشفع لامتی حتی ینادی ربی ارضیت یا محمد فاقول نعم یارب رضیت ثم اقبل علی فقال انکم تقولون یا معشر اهل العراق ان ارجی ایۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ یا عبادی الذین اسرفوا الخ قلت انا لنقول ذلک قال فکنا اهل البیت نقول ان ارجی ایۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا پروردگار مجھے پکار کر کہے گا اے محمد کیا تم راضی ہو گئے تو میں عرض کروں گا جی ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔ پھر راوی اس سے آگے بڑھے اور کہا اے گروہ عراق تم کہتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ اُمید افزا آیت یعبادی الذین الخ ہے لیکن ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ اُمید دلانے والی آیت ولسوف یعطیک الخ ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ عطا (یعطیک) سے مراد نعماء آخرت ہے اور اُخروی تعظیم وتکریم جس میں شفاعت عامہ وخاصہ اور مقام محمود وغیرہ بھی شامل ہے بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رضاہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدخل امتہ کلھم الجنۃ: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ ان کی ساری اُمت جنت میں ہو۔ خطیب سے روایت ہے "لا یرضی محمد صلی اللہ علیہ وسلم واحد من امتہ فی النار" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ان کا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

صحیح مُسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر بکمال زاری اپنی امت کی بخشش کے بارے میں دعا فرمائی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ پوچھیں گریہ کا سبب کیا ہے باوجودیکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ دانا ہے تو جبرئیل حسب الحکم حاضر ہوئے گریہ کا اور سبب پوچھا تو آپ نے تمام ماجرا کہا اور غم امت کا اظہار کیا تو جبرئیل نے عرض کیا اے پروردگار تیرے حبیب کا یوں فرمانا ہے تو اللہ نے جبرئیل سے فرمایا جاؤ اور میرے حبیب سے کہو کہ ہم تمہیں تمہاری امت کے معاملہ میں راضی کر دیں گے اور گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝ کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

صاحب کشاف الزمخشری کا قول ہے ان یتیما من قولھم درۃ یتیمہ والمعنی الم یجدک واحدا فی قریش عدیم النظیر فآواک۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چند مہربانیوں کا ذکر ہے جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی سے ہے تاکہ آئندہ مہربانیوں کی اُمید کو ان پر قیاس کیا جا سکے ارشاد ہے کہ کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی صاحب کشاف علامہ زمخشری کا قول ہے ان کے قول کے مطابق بلاشبہ یتیم سے مُراد دریتیم ہے جس کے معنی بے نظیر و عدیم النظیر کے ہیں۔ اور مراد یہ ہے کہ کیا اُس نے (اللہ نے) تمہیں قریش میں واحد و یکتا اور بے نظیر نہ پایا پھر تمہیں جگہ دی (مقام قرب میں جگہ دی) اور آپ کے دشمنوں کے اندر اپنی حفاظت میں آپ کی پرورش کی۔ اور نبوت و رسالت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ خازن و جمل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدفِ مادر میں تھے کہ آپ کے والد نے مدینہ منورہ میں رحلت کی۔ اور کوئی ترکہ نہ چھوڑا آپ کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور جب عمر شریف چھ سال ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی آٹھ سال کے ہوئے تو دادا نے بھی داغ مفارقت دیا پھر اپنے حقیقی چچا ابوطالب کی کفالت میں رہے۔ یہاں تک کہ نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ یَجِدْ وَجَدَ سے مضارع بمعنی عَلِمَ یعنی جاننا اور ایک قول ہے وَجَدَ وجُود سے مشتق ہے جس کے معنی پانا ہیں اور یتیمًا اُس سے حال ہے اور استفہام انکاری نفی کے لیے ہے جو اثبات کو مستلزم بمعنی اقرار کرانے کے ہیں۔ یعنی اللہ نے تمہیں یتیم پایا تو اس نے تمہاری کفالت کا انتظام کر دیا۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۝ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

وَوَجَدَكَ۔ اور تمہیں پایا اَیْ عَلِمَ یعنی تمہیں جان لیا۔ (ضَالًّا فَهَدٰى) ای ووجدك غافلا عن الشرائع التی لا تھتدی الیھا العقول کما فی قولہ تعالٰی ماکنت تدری ما الکتاب وقولہ سبحانہ وان کنت من قبلہ لمن الغافلین فھداك الی مناھجھا فی تضاعیف ما اوحی الیك من الکتاب المبین وعلمك مالم تکن تعلم۔

یعنی تمہیں علامات نبوت اور احکام شریعت اور اس کی تفصیلات (فرائض و احکام) سے

نوازا جن کو جاننے کے لیے عقلیس کسی طور ذریعہ نہیں جیسا کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ کا ارشاد ہے اس سے پہلے تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل اور حق سبحانہ' وتعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو تمہاری طرف کتاب مبین قرآن حکیم میں سے وحی کیا گیا اور تمہیں سکھا دیا

وقیل الضال الشجرة المنفردة فی البیداء لیس حولها شجر والمراد اما وجدك وحدك لیس معك احد فهدی الناس الیك ولو تیركك منفردا۔ ایک قول ہے "ضالہ" سے مُراد وہ درخت ہے جو بیابان (صحرا) میں اکیلا ہی ہوتا ہے اور اس کے اردگرد کوئی درخت نہیں ہوتا اور اس معنی پر مُراد یہ ہے کہ اے حبیب ہم نے تمہیں اہل عرب کی بستیوں میں منفرد اور اس تنہا درخت کی مانند پایا تو تمہاری طرف لوگوں کو راہ دکھلائی اور تمہیں یکہ وتنہا نہ چھوڑا۔

ایک قول ہے لفظ ضلال "ضل الماء فی اللبن" سے لیا گیا ہے جس کے معنی دودھ میں پانی ملانے کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دودھ میں کسی غرض سے (لسی وغیرہ بنانے کے لیے) پانی کو غالب واکثر ملاتے ہیں اور دودھ مغلوب ہو جاتا ہے بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے درمیان مغلوب تھے تو اللہ نے آپ کو غلبہ واظہار دین کے لیے اپنی ہدایت سے قوت بخشی۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ وحی سے قبل توحید حق پر ایمان رکھتے تھے صغائر وکبائر سے معصوم اور عارف تھے۔ بتوں اور ان کی پرستش کو شرک وکفر جانتے تھے اور حج وعمرہ وغیرہ بجالاتے تھے، احادیث میں تفصیل سے وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا یا اُسے پوجا اور نہ ہی کبھی شراب نوشی کی اور مجھے معلوم تھا کہ قریش مریکا کفر پر ہیں حالانکہ میں قرآن حکیم اور تفصیلات ایمان سے واقف نہ تھا۔ تو ضالاً کے عمومی معنی کیوں کر درست ہو سکتے ہیں بلکہ یہ سوء ادبی ہے اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے اور حد ادب سے باہر ہونا ہلاکت ہے۔ وقال الجنید قدس سرہ ای وجدك متحیرا فی بیان الكتاب المنزل علیك فهداك لبیانه: حضرت شیخ الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اے محبوب ہم نے تمہیں اس کے کھول کھول کر بیان فرمانے کی ہدایت فرمائی۔ ایک قول ہے کہ وجدك قدر نفسك فاطلعك علی عظیم محلك یعنی اے محبوب ہم نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی عظمت ذات و صفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

ایک قول ہے۔ وجدك ضالا عن معنی محض المودة فسقاك كاسا من شراب القربة والمودة فهداك به الى معرفته عز وجل اور اے محبوب طالب ورمحبت وقرب میں خود رفتہ پایا تو تمہیں اپنی قربت ومحبت سے سیراب فرمایا اور تمہیں اپنی معرفت کی طرف ہدایت دی۔

وقال جعفر الصادق رضی الله عنه كنت ضالا عن محبتی لك فی الازل فمننت عليك بمعرفتی اور شہزادہ اہلِ بیت نبوی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "اے محبوب تم ازل میں میری جو تم سے محبت ہے تو میں نے تم پر اپنی معرفت فرمایا۔ ابوحیان کا قول ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے اور معنی یوں ہیں وجد رھطك ضالا فهدی بك اور ہم نے تمہاری قوم کو گمراہ پایا تو انہیں تمہارے ذریعہ ہدایت بخشی۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم بچپن میں تھے اور حسین وجمیل تھے اور مکہ کے چراگاہوں میں معروف ومشہور نہ تھے حلیمہ نے تمہیں دودھ پلایا تھا پھر وہ تمہارا دودھ چھڑا کر تمہیں تمہارے دادا عبدالمطلب کے پاس تمہیں واپس سپرد کرنے آئی تھی۔ سعید بن مسیّب سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے قافلہ میں ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے ایک شب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار راہ منزل پر چل رہے تھے کہ ابلیس نے ناقہ کی مہار تھام کر قافلہ سے الگ دوسری راہ پر ڈال دیا تو جبریل علیہ السلام نے فی الفور حاضر ہو کر ابلیس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ حبشہ میں جا گرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت صغر سنی میں آپ کے گم ہونے کی ہے اور یہ روایت مرفوع ہے اور اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے امام رازی کا یہی قول ہے

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؁ اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا

ای وجدك عديم المقتنيات فاغناك بما حصل لك من ربح التجارة وذلك فی سفره صلی الله تعالیٰ عليه وسلم مع ميسرة الى الشام وبما وصية

لك خدیجة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من المال وکانت ذا مال کثیر فلما تزوجھ علیہ الصلوۃ والسلام وھبتہ جمیعہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم لئلا یقول قائل ما یثقل علی سمعہ الشریف علیہ الصلوۃ والسلام وبمال ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان ایضاً ذا مال فانفق بہ کلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ الصلاۃ والسلام ما ترکت لعیالك فقال ترکت اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ہم نے تمہیں حاجت مند پایا تو تمہیں غنی کر دیا یعنی تمہاری احتیاج و ضرورت کو پورا کر دیا اس سے جو تمہیں مال تجارت کے نفع سے حاصل ہوا اور یہ نفع اُس تجارت میں ہوا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف میسرہ کے ساتھ کیا تھا اور اس سے بھی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر میں پیش کر دیا تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت مالدار تھیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو انہوں نے وہ ساری دولت اور تمام مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا اس لیے کہ کوئی کہنے والا ایسی بات نہ کہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سمع شریف پر گراں گزرے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال کے ذریعہ بھی اور وہ بھی بہت دولت مند تھے تو وہ سبھی بھی کیوں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تم نے اپنے عیال کے لیے کچھ چھوڑا؟ تو عرض کی میں نے ان کے لیے اللہ جل جلالہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا۔ ایک قول ہے المراد تنعك واغنی قلبك فان غنی القلب ھو الغنی مراد یہ ہے کہ تمہیں دولت قناعت سے مالدار کر دیا اور تمہارے دل کو غنی کر دیا تو بلاشبہ غنی وہی ہے جس کا دل غنی ہو، بخاری ومسلم میں ہے تونگری مال کی کثرت سے نہیں ملتی حقیقی تونگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔ مثال کے طور پر اصحاب صفہ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص مراد کو پہنچا جو اسلام لایا اور اس کو ضرورت کے موافق رزق میسر ہو گیا اور اللہ نے اُسے دولت قناعت سے نواز دیا۔ اور بعض علماء نے عائلاً کی تفسیر اُمت سے کی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معرفت اور مصالح دینی کی طلبگار اور ضرورت مند تھی تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے سرفراز فرما کر غنی کر دیا تاکہ طالبان دین و معرفت کی ضرورتیں پوری ہوں۔ یعنی ہم نے تمہاری امت کو حاجت مند پایا تو تمہیں ان کی ضرورتوں کے

لے فضل و نعمت سے مالا مال کر دیا۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو

عبد اللہ بن سلام کا قول ہے فَلَا تستذلہ تو اس کو چھوٹا یا کمزور نہ کرو اور مجاہد کا قول ہے لا تحتقرہ۔ اُسے مغلوب نہ بناؤ (خوار نہ کرو) سفیان کا قول ہے لا تظلمہ بتضییع مالہ اس کے مال کو ضائع کر کے اس پر زیادتی نہ کرو۔ علماء کے نزدیک القہر غلبہ اور تذلیل کے معنوں میں ہے۔ (راغب مفردات امام) ابنِ مسعود اور شعبی اور ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہم نے پڑھا ہے "فَلَا تَكْهَرْ" (یعنی کاف کے ساتھ) اور بحر اور تہذیب الازہری میں "کہر" کے معنی عبوس الوجہ پیشانی پر تیوری چڑھانے کے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ فلا تعبس تو اُس پر تیوری نہ ڈالو۔ بظاہر سیاق کلام کے حوالے سے خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مُراد امت ہے۔ اہل عرب کا عمومی چلن یہی تھا کہ کمزور کا مال چھین لیتے یا زبردستی قبضہ جما لیتے اور یتیم کو دبا تے اور اس پر ظلم کرتے۔

زجاج کا قول یہ ہے کہ یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ نہ کرو۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے درمیان یتیم و سائل کے بارے میں ہدایت ہے۔ ارشاد نبوی ہے انا و کافل الیتیم کھاتین (ابن ماجہ) میں اور یتیم جنت میں اس طرح ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے من مسح علی رأس یتیم کان لہ بکل شعرۃ تمر علیہا یدہ نور یوم القیامۃ۔ جس شخص نے ازرہ شفقت کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرا بروز قیامت نور ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت ہے۔

اذا بکی الیتیم اهتز لبکائه عرش الرحمن فیقول الله تعالیٰ لملائکته یا ملائکتی من ابکی هذا الیتیم الذی غیب ابوہ فی التراب فیقول الملائکة أنت اعلم فیقول الله تعالیٰ یا ملائکتی انی اشهد کم ان علی لمن اسکته وارضاہ ان ارضیه یوم القیامة فکان عمر رضی الله عنه اذا رأی یتیما مسح رأسه واعطاہ شیئا۔ جب کوئی یتیم روتا چلاتا ہے تو اس کی آہ و فغان سے اللہ کا عرش لرز جاتا ہے۔ (ہل جاتا ہے) تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے میرے

ملائکہ اس یتیم کو جس کا باپ، قبر کی مٹی میں چھپ گیا کس نے رُلایا تو فرشتے عرض کرتے اے اللہ تو خوب جانتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو میں تمہیں گواہ کرتا ہوں اس پر کہ جو اُسے چپ کرائے (دلاسا دے) اور اُسے راضی کرے گا میں قیامت کے روز اُسے راضی کروں گا (اس سے راضی ہو جاؤں گا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب یتیم کو دیکھتے تھے تو از راہ شفقت اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور اُسے کچھ عطا فرماتے (البتہ ان کے ہاتھ پھیرنے کی کیفیت کے بارے میں درست تفصیل نہیں) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ اور منگتا کو نہ جھڑکو

ای فلا تزجرہ ولکن تفضل علیہ بشیٔ اور دہ بقول جمیل۔

یعنی تم اُسے نہ ڈانٹو اور ہاں اسے کچھ دے کر اس پر مہربانی کرو یا پھر اُسے حسن اخلاق (اچھی بات) سے واپس لوٹا دو حسن کا قول ہے کہ اگر کوئی طالب علم سوال پوچھے تو اُسے نہ جھڑکو کیونکہ جس شخص نے علم کو چھپایا اور طالبان علم تک نہ پہنچایا تو حدیث شریف میں ہے من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام من نار جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی پھر اُس نے اُسے چھپایا تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائیگی۔ سائیل سے مراد منگتا ہو یا علم دین کا طالب علم ہو تو اس کا اکرام لازم ہے اور اس کی حاجت پوری کی جائے اور اگر نہ کر سکتا ہو تو نرمی اور اچھی بات کہہ کر لوٹا دے اور بدخلقی و ترش روئی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ایک مشہور اثر ہے" للسائیل حق وان جاء علی فرس" سائیل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے۔ علماء محدثین نے اس اثر کی تضعیف بیان کی ہے اور بعض کے نزدیک بے اصل ہے۔ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "نعم القوم السئوال یحملون زادنا الی الاخرۃ"، سوال کرنے والے لوگ کیا خوب ہیں کہ ہمارے توشہ کو آخرت کے لیے اٹھاتے ہیں۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

فان التحدث بها شکرها کما قال عمر بن عبد العزیز والحسن وقتادۃ

پھر اگر تم نے ان نعمتوں کا بیان و چرچا کیا تو گویا تم نے اس کا شکریہ ادا کیا
مجاہد، عمر بن عبدالعزیز اور حسن اور قتادہ اور فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہم) سے منقول ہے مجاہد کا قول ہے کہ نعمت سے مراد تبلیغ نبوت ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ نعمت سے مراد قرآن حکیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور اسے لوگوں تک خوب پہنچاؤ۔ اور تحدیث نعمت سے مراد شکر بجالانا اور اس کا خوب چرچا کرنا ہے ایک قول ہے کہ نعمت سے مراد وہ فضائل و کمالات ابد وہ درجات و مراتب اور وہ نعمتیں جو اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں یا ان کا وعدہ فرمایا اور تحدیث سے مراد ان کا لوگوں سے بیان کرنا ہے پچھلے تینوں جملوں (آیات) کا تعلق پچھلی آیات سے ہے جیسے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاغْنىٰ تو یہ لف نشر مرتب کی صورت ہے تو معنی یہ ہوں گے۔

انك كنت يتيما وضالا وعائلا فاواك وهداك واغناك فمهما يكن من شئ فلا تنس نعمة الله تعالىٰ عليك في هذه الثلاث واقتد بالله تعالىٰ متعطف على اليتيم وترحم على السائل۔

بلاشبہ آپ یتیم اور اپنی محبت میں خود رفتہ اور حاجت مند تھے تو اللہ نے آپ کو جگہ دی اور اپنی طرف راہ دی اور غنی کر دیا تو جب کوئی ضرورت نہ رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پر ان تینوں باتوں میں اللہ کی نعمت کو نہ ذکر کرنا نہ چھوڑیں اور یتیم پر مہربانی کر کے اور سائل پر شفقت و نرمی فرما کر سنت الٰہیہ کی پیروی کریں۔ یعنی مذکورہ نعمتوں پر شکریہ بجالائیں، ہر نعمت پر شکر واجب ہے خواہ دینی ہو یا دنیاوی۔ اور احسان کو چھپانا ناشکری بخاری نے ادب میں، ابوداؤد، ترمذی، ابو یعلی، ابن حبان اور بیہقی نے جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

من اعطى عطاء فوجد فليجز به فان لم يجد فليثن به فمن اثنى به فقد شكره ومن كتمه فقد كفره۔

جس شخص کے ساتھ کوئی حسن سلوک کیا گیا تو اسے چاہیئے کہ جب پائے اس کا اچھا بدلہ دے اور اگر کچھ نہ پائے تو اس کی تعریف ہی کر دے تو جس نے اس کی ثناء و تعریف کر دی تو گویا اس نے اس کا شکر ادا کیا اور جس نے اسے چھپایا تو گویا اس نے ناشکری کی۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا سب سے بڑھ کر شکر گزار وہ شخص ہے جو احسان کرنے
والے لوگوں کا بہت شکر ادا کرنے والا ہو اور جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا
نہیں کرتا۔ اہل مکہ سورۃ الضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر کہہ کر بسم اللہ کے
ساتھ وصل کرتے ہیں اور ابنِ عباس اور ابن ابی کعب سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی تو آپ نے مجھے یہی حکم دیا۔ چونکہ کفار کے قول و دعد علیہا
کی تردید ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی پر مسرور ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی اور اصحاب نے
اسے بطور سنت جاری رکھا اور بعض قراء لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بھی پڑھتے ہیں۔
الحمد للہ آج سورت الضحیٰ کی تفسیر پوری ہوئی۔

سورۃ الانشراح مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ آٹھ آیتیں۔ ستائیس کلمات اور ایک سو تین حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ انشراح پ ۳۰

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔

وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

حل لغات سورۃ انشراح پ ۳۰

ا۔کیا	لم۔نہ	نشرح۔کھولا ہم نے	لک۔تیرے لیے
صدر۔سینہ	ک۔تیرا	و۔اور	وضعنا۔اتارا ہم نے
عنک۔تجھ سے	وزر۔بوجھ	ک۔تیرا	الذی جس نے
انقض۔توڑ دی تھی	ظھر۔پیٹھ	ک۔تیری	و۔اور
رفعنا۔بلند کیا ہم نے	لک۔تیرے لیے	ذکر۔ذکر	ک۔تیرا
فان۔تو بیشک	مع۔ساتھ	العسر۔تنگی کے	یسرا۔آسانی ہے
ان۔بیشک	مع۔ساتھ	العسر۔تنگی کے	یسرا۔آسانی ہے
فاذا۔تو جب	فرغت۔تو فارغ ہو	فانصب۔تو محنت کرو	و۔اور
الی۔طرف	ربک۔اپنے رب کی	فارغب۔رغبت کرو	

سورت الم نشرح

سورت الانشراح مکی ہے اور اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اس سورت کا ایک نام "الشرح" بھی ہے۔ بیہقی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورہ مبارکہ مکی ہے اور سورت الضحیٰ کے بعد نازل ہوئی جبکہ البقاعی کا گمان ہے کہ یہ مدنی ہے اور ایک طویل حدیث میں جسے ابنِ مردویہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس سورت میں قول باری "مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا" مدینہ منورہ میں نازل ہوا لیکن اس روایت کی صحت میں علماء کو توقف ہے اور یہ سورت مبارکہ کو سورت الضحیٰ سے بہت زیادہ اتصال ہے یہاں تک کہ روایت میں آیا ہے کہ طاؤس اور عمر بن عبدالعزیز دونوں کہا کرتے تھے هما سورة واحدة کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورت ہیں اور وہ دونوں بزرگ ان دونوں سورتوں کو ایک رکعت میں تلاوت کرتے تھے اور دونوں سورتوں کے درمیان بسم الله الرحمٰن الرحیم سے فصل نہیں کرتے تھے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ الم نشرح قول باری "الم یجدك یتیما" پر عطف کی مانند ہے سورت الضحیٰ میں کفار کے قول قد قلاہ ربه وودعه کی تردید تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قول سے جو اذیت پہنچی تھی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گراں خاطر اور غمگین و رنجیدہ تھے اور اس سورت الم نشرح کا مقتضیٰ تھا کہ نزول وحی کی حالت سے دل کا بوجھ ہلکا ہو اور آپ کو طمانیت قلبی اور تسکین حاصل ہو اور واضح ہو جائے کہ وحی کی وقتی بندش حکمت و مصلحت کے تحت تھی اور یہ بندش ناراضگی کی وجہ سے نہ تھی اور نہ ہی کوئی امر ترک تعلق سے متعلق تھا لہذا اس سورت میں ازالۂ غم ہے اور دعوت و تبلیغ کے بوجھ کے بارے میں خصوصی انعام ہے کہ دشوار امور آپ کے لیے مرغوب و محبوب اور آسان بنا دیئے گئے اور تکالیف آپ کے لیے راحت ہو گئیں۔ تو مضمون کے لحاظ سے دونوں سورتیں باہم متحد ہیں اور معنی کے لحاظ سے یا ظاہراً الگ الگ ہیں اور اس پر حدیث معراج دلالت کر رہی ہے جسے ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "یا محمد الم اجدك یتیما فآویت وضالا فهدیت وعائلا فاغنیت وشرحت لك صدرك وحططت

عنك وزرك ورفعنا لك ذكرك فلا اذكر الاذكرت معی" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہیں نے تمہیں یتیم نہ پایا تو تمہیں جگہ نہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف ہدایت نہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا تو تمہیں غنی نہ کیا اور میں نے تمہارے سینہ کو کشادہ کر دیا اور تم سے تمہارے بوجھ کو اتار دیا اور تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا تو میرا ذکر نہ ہوگا مگر یہ کہ میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ الم نشرح پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

ای شرحنا لك صدرك

یعنی ہم نے آپ کے لیے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا۔ وقد يراد به تأييد النفس بقوة قدسية وانوار الهية اور اس سے مراد قوت قدسیہ (روحانیہ) اور انوار الہیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و مدد ہے۔ الشرح فی الاصل الفتح والتوسعة شرح کا اصلی مفہوم وسعت اور کشادگی ہے اور بعض علماء کے نزدیک "شرح" سے مراد سرور نفس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب "شرح" کا تعلق قلب سے ہو تو معنی ہوں گے شرح قلبه بكذا ای سره به لما ان القلب كالمنزل للنفس اس کے ساتھ اس کے دل کو کشادہ کر دیا یعنی اس کے لیے اس کے دل کو مسرور کر دیا کیونکہ بلاشبہ قلب نفس کے لیے منزل کی مانند ہے اور جب اس کا (شرح) کا تعلق صدر سے ہو تو وہ محل قلب (دل کا مکان) ہے اور جمہور علماء سے منقول ہے ان المعنى الم نفسحه بالحكمة وتوسعه بتيسير نالك نلقى مايوحى اليك بعد ما كان يشق عليك کہ معنی یہ ہوں گے کہ کیا ہم نے آپ کے صدر مبارک کو حکمت کے ساتھ کشادہ نہ کر دیا اور ہم نے آپ کے لیے اپنی طرف سے نزول وحی سے آسانیوں کی وسعت کر دی اور اس سے بھی جو کچھ آپ کی طرف وحی فرمایا گیا اس کے بعد کہ وہ امر آپ کے لیے گراں تھا یعنی اللہ نے انوار ایمان اور علوم ظاہری و باطنی سے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا اور شرعی احکام کا بار اور تکالیف آپ کے لیے آسان بنا دیں اور اس وقتی انقطاع وحی سے جس نے آپ کو غم فراق سے غمگین بنا دیا تھا اسے دور کر دیا اور آپ کی تسکین فرما دی

اور امور نفسانیہ سے آپ کو پاکیزہ کر دیا۔ ایک قول ہے ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا۔ اور ہدایت معرفت، علم و حکمت، پند و موعظت اور تبلیغ نبوت و رسالت کے لیے ایسا وسیع کر دیا کہ عالم غیب و شہادت اس وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ اور امور نفسانیہ انوار روحانیہ و قدسیہ کے لیے خارج ہی نہ رہے اور آپ کا سینہ مبارک انوار الٰہیہ، علوم ربانیہ، حقائق و معرفت کی جلوہ گاہ ہو گیا جو کسی عاقل کو بذریعہ عقل و خرد حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس عالم ظاہری میں بھی آپ کا شرح صدر چار مرتبہ ہوا پہلی مرتبہ جب آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے دوسری مرتبہ شباب سے پہلے اور تیسری مرتبہ وحیٔ نبوت سے پہلے اور چوتھی مرتبہ شب معراج ہوا ابونعیم سے منقول ہے "ان جبریل و میکائیل علیہما السلام شقا صدرہ وغسلاہ ثم قال اقرا باسم ربک" بلاشبہ جبریل و میکائیل علیہما السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو کھولا اور اُسے غسل دیا پھر کہا اقرا پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (الآیۃ) یہ غسل ماء زمزم سے دیا اور ایسا کرنا امر جسمانی کے ازالہ کے لیے تھا، بخاری و مسلم میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بینا انا عند البیت بین النائم و الیقظان فاتیت بطست من ذہب فیہا ملؤ زمزم فشرح صدری" شب معراج جبکہ میں حطیم کعبہ (یا گھر میں) جاگنے اور سونے کی حالت کے درمیان تھا تو میرے لیے ایک سونے کا طشت بھجا یا گیا جس میں زمزم کا پانی تھا تو میرا سینہ کھولا گیا پھر ارشاد فرمایا ثم حشی ایمانا وحکمۃ پھر اس میں ایمان و حکمت بھرے گئے۔ بلقینی کا قول ہے کہ ماء زمزم کوثر سے اسی وجہ سے افضل ہے کہ قلب اطہر کو اس سے غسل دیا گیا اور زمزم کا پانی تبدیلیٔ مزاج کا موجب ہے اور ایسا آپ کی تکمیل روحانی کے لیے ایک امر تھا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔

الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

(وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝) اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا۔

ای وحططنا عنک حملک الثقیل یعنی ہم نے آپ سے آپ کا بھاری بوجھ اتار لیا۔ وِزْر سے مراد یا تو وہ غم کا بوجھ ہے جو کفار کے دعوت قبول نہ کرنے کا تھا۔ ایک قول ہے کہ مراد انقطاع وحی کا بوجھ ہے اور کفار کے اقوال کہ انہیں ان کے رب نے چھوڑ دیا وغیرہ، ایک

قول ہے کہ مراد امت کے گناہوں کے غم کا بوجھ ہے تو ہم نے ولسوف یعطیک ربک فترضٰی فرما کر اُسے اتار لیا۔ ایک قول ہے کہ آپ پر نبوت کا بارِ گراں آسان کر دیا اور فرائض نبوت کی دشواریاں سہل بنا دیں۔

(الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝) جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

ای حملہ علی النقیض یعنی اس بوجھ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر بوجھل اور کمزور کر دی تھی ہم نے اُسے دور کر دیا" الذی" موصولہ ہے اور" اَنْقَضَ ظَهْرَكَ " وِزر کی صفت یا کیفیت وحالت ہے۔ اور النقیض ھو صوت الانتقاض والانفکاک اعنی الصریر اور نقیض وہ آواز ہے جو زیادہ بھاری بوجھ ڈالنے سے نکلتی ہے اور جوڑ جوڑ کھل جانا یا قلم چلنے کی آواز کی طرح۔ ایک قول ہے کہ" وزر" سے مراد غم فراق ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک کو کمزور بنا دیا تھا۔ ایک قول ہے کہ" وزر" سے مراد کفار کے عدم قبول ایمان کا غم تھا۔ یا پھر امت کا غم تھا جسے اللہ نے آپ کو مقبول شفاعت بنا کر اتار دیا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا

بالنبوۃ وغیرھا وای رفع مثل ان قرن اسمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باسمہ عزوجل فی کلمتی الشہادۃ وجعل طاعتہ طاعتہ وصلی علیہ فی ملائکتہ وامر المومنین بالصلاۃ علیہ وخاطبہ بالالقاب کیا ایھا المدثر یا ایھا المزمل یا ایھا النبی یا ایھا الرسول وذکرہ سبحانہ فی کتب الاولین واخذ علی الانبیاء علیھم السلام واممھم ان یومنوا بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی نبوت ورسالت اور دیگر فضائل ومراتب کے ساتھ جیسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کلمات شہادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور آپ کو اعلیٰ القابات جیسے یاایھا المدثر، یا ایھا المزمل، یا ایھا النبیٔ یا ایھا الرسول سے خطاب فرمایا رجبکہ دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام) کو ان کے اسماء گرامی (اسم علم) کے ساتھ یاد فرمایا جیسے یا نوح یا ابراہیم یا موسیٰ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے پہلی کتابوں میں آپ کا ذکر جمیل فرمایا اور تمام انبیاء ورُسل سلام اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اُمتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ مجاہد، قتادہ، محمد بن کعب، ضحاک اور حسن وغیرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کہا" لا اذکر الا ذکرت معی" کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرا ذکر نہ ہوگا

مگر تیرا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔ بخاری نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ورفعنا لك ذكرك کے بارے میں پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے اذ ذکرت ذکرت معی جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ہمراہ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

وشق لہ من اسمہ لیجلہ — فذو العرش محمود وھذا محمد

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ — اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی عظمت وقدر افزائی کے لیے ان کا نام نامی اپنے نام سے نکالا تو عرش کا مالک محمود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہیں اور اللہ نے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے جبکہ پانچوں وقت اذان میں اذان دینے والا اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کہتا ہے۔ اہلِ آسمان اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے تھے آپ کا نام گرامی ساق عرش، قصور جنت کی ہر اینٹ پر، حور وغلمان کی پیشانیوں پر، اشجار جنت کے تمام پتوں پر اور انہار جنت کے کنارے پڑے تمام کونزوں پر لکھا ہوا ہے حتیٰ کہ لوح محفوظ کے مرکز میں لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ محمد عبدہ ورسولہ۔ ابنِ عباس کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت رسالت کے بغیر اللہ کی واحدانیت وبندگی کی تصدیق بے فائدہ ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہی رہے گا اور ایمان کی لذت سے بہرہ مند نہ ہوگا۔ قتادہ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا میں بلند ہے اور آخرت میں بھی بلند ہے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ — تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی

مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ — ہے بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

(فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝) تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

کشاف میں ہے کہ یہ فصیح ہے اور کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ودلجوئی ہے کیونکہ مشرک وکفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو فقر وفاقہ اور تنگیوں سے عار دلاتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن شریف میں یا یہ خطرہ گزرا کہ کہیں یہ لوگ اپنے اہل وعیال کی تنگدستی اور کفار کی تحقیر وطعن کے پیش نظر اسلام سے منہ نہ پھیریں تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ان عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا پھر مزید فرمایا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا گویا کہ ارشاد فرمایا

جارہا ہے خولناك خولناك فلا تیأس من فضل اللہ تعالٰی فان مع العسر الذی
انتونیه یسرا۔ ہم نے آپ کو عطا کیا ہم نے آپ کو عطا کیا تو آپ اپنے رب کے
فضل سے مایوس نہ ہوں کیونکہ یقیناً تنگی کے ساتھ جس میں کہ تم لوگ مبتلا ہو اس کے
ساتھ ہی بڑی آسانی ہے یُسْرًا کی تنوین عظمت کو ظاہر کررہی ہے اس سے مُراد یا تو
مطلقاً دنیا کی آسانی ہے یا عہد نبوی میں بہت سی فتوحات کا حاصل ہونا ہے۔ بیہقی
نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے جب یہ آیت اُتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا تمہیں خوشخبری ہو " لن یغلب عسر یسرین " یُسر تمہارے لیے آگیا اب
ایک دشواری دو سہولتوں پر ہرگز غلبہ نہ کرے گی۔ یُسرًا کی تنوین میں وعدہ و اُمید کی
تعظیم بھی ہے یعنی عسر و تنگی کے ساتھ سہولت و آسانی بھی ضرور آئے گی۔ اور لفظ مَعَ
کا بعد کی جگہ لانا اتصال کے لیے ہے

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ بے شک، دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

جملہ مستانفہ ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ایمان سے وعدہ
ہے اور یُسر سے یہاں مراد تیسر لھم فی ایام الخلفاء او یسر الآخرۃ۔
اہل ایمان کے لیے ایام خلافت میں آسانیاں ہوں گی یا آخرت میں آسانی ہوگی اور ثواب
آخرت ہے، ارشاد نبوی " لن یغلب عسر یسرین " سے مراد یہی ہے کہ اگر دنیاوی
تنگی (عُسر) دنیاوی یُسر (سہولت) پر غلبہ کرلے تو آخرت کے یُسر (سہولت)
پر غالب نہ ہوگا اور آخرت کی آسانی دائمی ہے۔ بغوی سے یہ بھی منقول ہے نکرہ بصورت
نکرہ مکرر آیا ہے اور اس سے مراد نئے معنی ہیں اور کلام گزشتہ کی تاکید محض نہیں۔
کیونکہ یہ جملہ معطوفہ نہیں اور نئے معنی یہی ہیں کہ مراد تنگی کے بعد آسانی ہے پہلے دنیا
میں پھر آخرت میں اور وقت نے واضح کیا کہ آسانیاں دنیا میں بھی خوب میسر آئیں۔ لوگ
ایمان لائے، اطاعت گزار ہوئے، غلبہ اسلام ظاہر ہوا، کفار رسوا ہوئے غنائم، مال و
دولت کی کثرت ہوئی اور خلفاء راشدہ کے ایام میں یہ حال ہوگیا کہ زکوٰۃ لینے والا
نہ ملتا تھا۔ اور آخرت کا وعدہ تو حق ہے اور لازوال ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا
وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ○ میں محنت کرو۔ اور اپنے رب ہی

کی طرف رغبت کرو۔

(فَاِذَا فَرَغْتَ) تو جب تم نماز سے فارغ ہو۔

ای من عبادة کتبلغ الوحی

(فَانْصَبْ ۝) تو دعا میں محنت کرو۔

فاتعب فی عبادة اخری شکرا لما عددنا علیك من النعم السالفة وَوعدنا من الالاء الآنفة تو عبادت کی محنت کرو تاکہ مذکورہ سابق نعمتیں جو ہم نے آپ کو انعام فرمائیں اور جن نعمتوں کا آپ سے آئندہ وعدہ فرمایا ہے تاکہ سب کا شکر ادا ہو جائے۔ ایک قول ہے فاذا فرغ من عبادة اتبعها باخری۔ تو جب آپ ایک عبادت سے فارغ ہوں تو اس کے متصل ہی دوسری عبادت میں مشغول ہوں اور کوئی لمحہ یاد خدا کے بغیر نہ گزرے۔ ابنِ عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی سے منقول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ نماز فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لیے خوب کوشش کرو اور اللہ سے رغبت کے ساتھ مانگو یعنی آخرت طلب کرو یہ دعا خواہ نماز میں تشہد کے بعد قبل سلام ہو یا بعد سلام ہو، حدیث شریف میں ہے الدعوات مستجابات عند المکتوبات دعائیں فرض نمازوں کے بعد یا متصل مقبول ہوتیں ہیں۔ کلبی سے یہ بھی منقول ہے کہ امت کے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔

(وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝) اور اپنے رب کی طرف رغبت کرو

(وَاِلٰی رَبِّكَ) اور اپنے رب کی طرف

وحدہٗ یعنی صرف اور صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

(فَارْغَبْ) رغبت کرو

فاحرص بالسؤال۔ یعنی مانگنے میں اللہ سے خوب رغبت کرو اور دوسرے سے [illegible] چاہو اور سوال میں خوب الحاح وزاری کرو اور اسی کی ذات سبحانہٗ وتعالیٰ پر توکل وبھروسا کرو اور اُس سے اس کے فضل وکرم کی خوب چاہت رکھو۔

الحمد للہ آج سورت الانشراح پوری ہوئی۔

۱۳ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۹۵ء

سورۃ التین مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ آٹھ آئتیں چونتیس کلمے اور ایک سو پانچ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ التین پ ۳۰

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝	انجیر کی قسم اور زیتون کی۔
وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝	اور طور سینا کی۔
وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝	اور اس امان والے شہر کی۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝	بیشک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝	پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝	مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝	تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے۔
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝	کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

حل لغات سورۃ التین پ ۳۰

و۔ قسم ہے	التین۔ انجیر کی	و۔ اور	الزیتون۔ زیتون کی
و۔ اور	طور۔ طور	سینین۔ سینا کی	و۔ اور
ھذا۔ اس	البلد۔ شہر	الامین۔ امن والے کی	لقد۔ بیشک
خلقنا۔ پیدا کیا ہم نے	الانسان۔ انسان کو	فی۔ بیچ	احسن۔ اچھی
تقویم۔ صورت کے	ثم۔ پھر	رددنٰہ۔ لوٹایا اسکو	اسفل۔ نیچے
سافلین۔ سب نیچوں سے	الا۔ مگر	الذین۔ وہ جو	امنوا۔ ایمان لائے
و۔ اور	عملوا۔ عمل کیے	الصلحت۔ اچھے	فلھم۔ تو ان کے لیے

اجر - اجر ہے	ممنون - ختم ہونے والا
غیر - نہ	فما - تو کیا چیز
یکذبک - جھٹلاتی ہے آپکو	بالدین - انصاف کے
بعد - بعد	ا - کیا
اللہ - اللہ	باحکم - بڑا حاکم
لیس - نہیں ہے	الحکمین - حاکموں کا

سورت التین

اس سورت مبارکہ کو سورت التین کہتے ہیں بغیر واؤ کے اور جمہور کے نزدیک یہ مکیہ ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ مدینہ سے ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اشارت الحضور (وھذا البلد الامین) میں مکہ ہی مراد ہے اور یہی دلالت کر رہا ہے کہ یہ مکیہ ہے اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے پچھلی سورۃ مبارکہ میں بالاتفاق نوع انسانی کے کامل ترین فرد کا حال بلکہ اللہ کی مخلوق میں سب سے اکمل ترین ذات یعنی جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر گزرا اور اس سورت میں اسی نوع کا ذکر مزید ہے جس کی طرف اس کا امر منتہی ہے اور جس حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے لیے وعدہ فرمایا ہے جو اس فرد اکمل اور فخر بنی آدم کی رسالت پر ایمان لایا جو ذات فضائل و شرف کی کان سب بے مثل اور معدن بے نظیر ہے

مختصر تفسیر اردو سورہ والتین پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○

انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی۔ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

(وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○) انجیر کی قسم اور زیتون۔

عن کعب الاحبار انهما دمشق وایلیاء بیت المقدس، کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے التین سے مراد دمشق کا شہر اور الزیتون سے مراد ایلیاء شہر بیت المقدس محمد بن کعب سے مروی ہے التین سے مراد اصحاب الکہف کی مسجد اور الزیتون سے مراد ایلیاء (بیت المقدس) ہے ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ

سے مراد مسجد نوح علیہ السلام ہے جو کوہ جودی پر بنی تھی اور الزیتون سے مراد بیت المقدس ہے شہر بن حوشب کا قول ہے کہ التین سے مراد کوفہ اور الزیتون سے مراد شام ہے اور بعض علماء نے اس پر جرح کی ہے کہ کوفہ اسلامی شہر ہے جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں آباد کیا تو شاید کوفہ سے مراد وہ زمین ہے جہاں اب کوفہ شہر آباد ہے اور جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی منزل تھا اور بعض نے کہا کوفہ شہر پہلے ہی سے تھا مگر اجڑ گیا تھا پھر عہد فاروقی میں دوبارہ آباد ہوا۔

ایک قول ہے کہ التین اور الزیتون دونوں حلوان اور ہمذان اور جبال الشام کے درمیان پہاڑ ہیں کیونکہ یہ دونوں ان دونوں کی اصل ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد اماکن مخصوصہ (خاص مقامات) ہیں۔ قتادہ کا قول ہے التین سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق آباد ہے اور الزیتون سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس آباد ہے اور ایک قول ہے المراد بھما الشجرتان المعروفتان دونوں سے مراد مشہور و معلوم دو درخت ہیں یعنی انجیر کا اور زیتون کا۔ ابن حاتم اور حاکم تبصحیح ابن عباس سے روایت کی ہے التین والزیتون الفاکھۃ التی یا کلھا الناس تین (انجیر) اور زیتون پھل ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں۔ ابراہیم النخعی، عطا، جابر، مقاتل، کلبی، عکرمہ اور حسن سے مروی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے پھلوں کے درمیان جو قسم کے ساتھ ان کا خصوصی ذکر فرمایا ہے تو وہ ان دونوں کے خواص جلیلہ کو مشیر ہے اور ان کے اختصاص پر دال ہے التین یعنی انجیر۔

۱۔ ایسا پاکیزہ پھل ہے کہ اس میں گٹھلی نہیں ہوتی یا اس کا فضلہ نہیں ہوتا (بنتا)

۲۔ لطیف پھل ہے جو زود ہضم ہے یعنی آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔

۳۔ نہایت عمدہ اور صحیح پھل یا میوہ ہے جو مکمل غذا ہے اور جب منہ نہار لیا جائے اور کسی شئے کے بعد نہ لیا جائے تو وہ بہت فائدہ بخش دوا ہے۔

۴۔ سُدوں کو کھولتا ہے۔

۵۔ جگر کو قوت دیتا ہے۔

۶۔ تلی کے بڑھنے کو درست کرتا ہے یا ورم کو زائل کرتا ہے۔

۷۔ قبض کشا ہے۔

۸۔ ہر قسم کی کمزوری کو مفید ہے۔

۹۔ خفقان کو دور کرتا ہے۔

۱۰۔ جسم کو فربہ کرتا ہے۔

۱۱۔ ورم کو مفید ہے۔

۱۲۔ نرخرے کی تکلیف اور سانس کی تنگی کو دور کرتا ہے اور کھانسی میں مفید ہے۔

۱۳۔ سینے کے دردوں کو مفید ہے۔

۱۴ نرخرے، پھیپھڑے کی نالی اور آنتوں کی سختی اور موٹا و کھردرا ہونے کی تکلیف میں مفید ہے۔

۱۵۔ امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما اپنے آبائے کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں انہ یزیل نکہۃ الفم ویطول الشعر وھو امان من الفالج کہ انجیر منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے۔

۱۶۔ منہ کے زخموں کو دور کرتی ہے۔

۱۷۔ بالوں کو لمبا کرتی ہے۔

۱۸۔ فالج سے (اعضا کا بے حرکت یا سُست و ناکارہ ہو جانا) امان ہے۔

۱۹۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی جاہ میں انجیروں سے بھرا ایک طباق بطور ہدیہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کھاؤ اگر میں کہتا کہ کوئی پھل جنت سے اترا ہے تو میں ضرور کہتا کہ وہ پھل یہی ہے (انجیر ہے) کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی (فضلہ) کے ہیں تو تم اسے کھاؤ فانھا تقطع البواسیر وتنفع من النقرس کہ یہ بواسیر کو کھو دیتی ہے اور نقرس کو فائدہ دیتا ہے۔

۲۰۔ اورام غلیظ اور جوڑوں کے درد میں بھی مفید ہے۔ اور اس کے خواص مفرد لحاظ سے اور بطور مرکب کے بہت ہی زیادہ ہیں۔

واما الزیتون فھو ادام و دواء و فاکھۃ اور زیتون تو وہ سالن اور دواء اور پھل ہے یہ ایک مبارک درخت ہے جو خشک پہاڑوں میں اگتا ہے خود بخود پرورش پاتا ہے اور اس کو دیکھ بھال کی حاجت نہیں یہ درخت ہزاروں برس تک رہتا ہے اس کے پتے نہیں گرتے اس سے روغن نکلتا ہے جسے زیت کہتے ہیں جو نہ صرف بطور سالن کھایا جاتا ہے بلکہ سر میں بھی لگایا جاتا ہے اور سانس میں روغن کا کام بھی دیتا ہے اس سے جو کیلوس بنتا ہے (لگا)

ہضم کو بہت ہی مفید ہے اور اس کی مالش فربہی بدن اور اعضاء کی تقویت کے لیے بے مثل ہے۔ رنگت کی تحسین و اصلاح کرتا ہے اور اخلاط کو صحیح کرتا ہے اور اعصاب کو قوت دیتا ہے بدن میں بندش کو کھولتا ہے اور کیڑوں کو نکالتا ہے۔ اور پیشاب آور ہے۔ گرم پانی کے ساتھ ملا کر پیا جائے تو گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور پتھری کو تحلیل کر دیتا ہے (نکال دیتا ہے) بصارت کو تقویت دیتا ہے اور موتیا کو روکتا ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیتون کے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک مسواک توڑی اور استعمال فرمائی اور معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نعم السواک الزیتون من الشجرۃ المبارکۃ یطیب الفم و یذھب الحفرۃ" بہترین مسواک برکت والے درخت زیتون کی ہے منہ کو پاکیزہ بناتی ہے اور دانتوں کو کیڑا لگنے سے بچاتا ہے یا (دانتوں کے خلا کو دور کرتا ہے) اور معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "ھو مسواکی و مسواک الانبیاء علیھم السلام قبلی" کہ زیتون کے درخت کی مسواک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مسواک ہے۔

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ اور طور سینا

ای الجبل الذی کلم اللہ تعالیٰ شانہ موسیٰ علیہ السلام و یقال لہ طور سیناء بکسر السین والمد و بفتحھا والمد یعنی وہ پہاڑ جس پر موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا اور اسی کو طور سینا کہتے ہیں سین کے زیر اور مد اور سین کے زبر اور مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اس آیت میں قرأت پہلی صورت پر (کسرہ کے ساتھ) ہے حضرت عمر بن خطاب، عبداللہ، طلحہ اور حسن نے دوسری صورت (بالفتح زبر کے ساتھ) پڑھا ہے اور بنو بکر اور بنو تمیم کی لغت پر یہی قرأت ہے یہ پہاڑ مصر اور عقبہ کے درمیان تیہہ کے قریب ہے اور ایک قول ہے کہ سینین اس بقعہ (زمین کا ٹکڑا) کا نام ہے جس میں یہ پہاڑ ہے اور طور اس کی طرف مضاف ہے اخفش کا قول ہے سینین جمع ہے سینۃ کی جس کے معنی شجر کے ہیں ابن ابی حاتم، ابن المنذر اور عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا سینین سے مراد ہے (ھو الحسن) خوبصورت ضحاک کا قول بھی یہی ہے مگر ان کے نزدیک یہ لفظ نبطی ہے مجاہد کا قول ہے سینین

معنی برکت والے کے ہیں کلبی کا قول ہے۔ سینین کا مطلب ہے درختوں سے بھرا ہوا پہاڑ۔

وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ اور اس امان والے شہر کی۔

ای البلد الامین فمکۃ حماھا اللہ تعالٰی بلا خلاف وجاء فی حدیث مرفوع وھو مکان البیت الذی ھو ھدی للعالمین ومولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومبعثہ والامین فعیل اما بمعنی فاعل ای الامین أمن الرجل۔

بلد الامین سے مراد مکۃ المکرمہ ہے اللہ اسے ہمیشہ معزز ومکرم رکھے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور حدیث مرفوع میں ہے اور وہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کا گھر ہے جو سارے جہانوں کے لیے مینارۂ ہدایت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور مقام بعثت نزول وحی ہے اور امین ہے فعیل کے وزن پر جو کبھی فاعل کے معنوں میں آتا ہے یعنی امان دینے والا اور جو لوگوں کو امان دیتا ہے ایک قول ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے حرمًا اٰمِنًا بمعنی ذی امن وامانتہ ان یحفظ من دخلہ کما یحفظ الامین مایؤتمن علیہ یعنی امن وسلامتی والا اور اس کا امین ہوتا ہے کہ وہ حفاظت کرتا ہے امن دیتا ہے یا محفوظ بناتا ہے اُسے جو اس شہر میں داخل ہوا اسی طرح جس طرح امین اس امانت کی حفاظت کرتا ہے جس کا وہ امین بنایا جائے اور کبھی امین مفعول کے معنوں میں آتا ہے ای المامون یعنی جو اس شہر پاک میں داخل ہو مامون (محفوظ) ہوتا ہے، مکۃ المکرمہ زمانۂ جاہلیت میں بھی مقام امن تھا اور زمانہ اسلام میں بھی مقام امن ہے، ترمذی اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے مکہ واللہ تو سب سے بزرگ تر زمین ہے اور اللہ کے نزدیک ہر طبقہ زمین سے بڑھ کر محبوب ہے اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق ارض وسماء کے روز ہی سے حرم ہے اور اللہ کے حرم قرار دینے سے قیامت کے دن تک حرم ہے۔ اور یہاں مجھ سے قبل کسی کے لیے قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے بھی ایک ساعت کے لیے قتال حلال ہوا اور اب بموجب حکم الٰہی یہ قیامت تک حرم ہے ھذا کا اشارہ تعظیم کے لیے ہے۔ یہ سارے مقامات جن کا ذکر گزرا برکت وفضیلت والے ہیں اور قسم یاد فرمانے میں اسی امر کا اظہار ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی

صورت پر بنایا۔

(لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ) بے شک ہم نے آدمی کو بنایا۔

ای الجنس فھو شامل للمومن والکافر لا مخصوص بالثانی مُراد اس سے جنس انسانی ہے اور وہ مومن و کافر دونوں کو شامل ہے۔ یعنی مراد انسان ہے خواہ کوئی ہو۔

(فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝) اچھی صورت پر

ای کائنا فی تقویم یعنی بناوٹ میں بہترین تقویم بروزن تفعیل قیام و قوام سے ماخوذ ہے بمعنی ساخت و بناوٹ ہے۔ ای قوام احسن تقویم یعنی بناوٹ و وجود کے لحاظ سے بہترین ایک قول ہے کہ تَقْوِیْم مصدر ہے بمعنی متوازن او معتدل یعنی موزوں اور خوب اعتدال کے ساتھ یعنی صورت گُنے لحاظ سے اچھا اور حسین۔ ایک قول ہے کہ "احسن تقویم" سے مراد ہے جعله علی احسن مایکون صورۃ ومعنی فیشمل مالہ من انتصاب القامۃ وحسن الصورۃ والاحساس وجودۃ العقل وغیر ذلک ومن امعن نظرہ فی امرہ واجال نکرہ فی دقائق ظاھرہ وسرہ۔

یعنی انسان کو شکل کے لحاظ سے سب سے اچھا خوبصورت بنایا اور حقیقت معنی کے لحاظ سے بھی بہت ہی خوب پیدا کیا جو اس کے لیے ان سب امور کو شامل ہے خواہ قد و قامت کے لحاظ سے ہو یا صورت و شکل کے حسن سے اور اُسے محسوس و معلوم کرنے والا اور جودت عقل رکھنے) والا بنایا اور اس کے علاوہ اس کو اس کے کاموں میں باریکی نظر سے نوازا اور ظاہری و باطنی دقائق (باریکیوں و مشکلات) میں اس کی فکر و رسائی کو جلا و روشنی بخشی۔

اور وہ چیز جو احسن تقویم ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے انسان میں اپنی صفات کا پرتو رکھا اور اُسے علم و قدرت اور ارادہ والا بنایا اور اللہ نے اُسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور فرشتوں کو اُسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور حدیث میں وارد ہے اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور ایک روایت میں ہے صورت رحمٰن پر بنایا اس میں روح کی لطیف حقیقت اور خلق کی عنصریت بھی ہے اس میں ملکیت بھی ہے اور حیوانیت بھی ہے اور خرابی اور شیطنیت بھی ہے اور محبت و نورانیت بھی ہے۔ غرضیکہ خصائص کے لحاظ سے ایک انوکھی جامعیت کا مظہر ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

(ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝) پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔ الرد بمعنی الجعل ہے یعنی بنا یا یا پھیر دیا۔ والمعنی ثُمَّ جعلناہ من اھل النار الذین ھم أقبح من کل قبیح وأسفل من کل سافل اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے پھر اسے ان اہل دوزخ سے کر دیا جو ہر ذلیل سے بڑھ کر بہت بری ذلیل حالت اور ہر پست حالت سے بڑھ کر بہت پست حالت والے لوگ ہیں۔ عکرمہ، ضحاک، نخعی اور قتادہ سے مروی ہے کہ مراد اس سے ہے رد ہ الی الھرم وضعف القوی الظاھرۃ والباطنۃ یعنی پھر ہم نے اُسے بڑھاپے اور ظاہری و باطنی قُوای (اعصاب) کی کمزوری کی حالت پر لوٹا دیا یا یہ مطلب ہے کہ جب انسان اچھی صورت اور بہترین شکل ملنے پر شکر پروردگار نہ بجالایا اور کفر و معصیت و نافرمانی پر ڈٹا رہا اور ایمان و ہدایت کو قبول نہ کیا تو ہم نے جہنم کے اسفل ترین (سب سے نیچے) درجات کو اس کا ٹھکانا بنا دیا۔ یہ نسبت جو اللہ نے اپنی طرف فرمائی ہے نسبت تخلیقی ہے اور اللہ بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔ ابو العالیہ کا قول ہے سافلین سے مراد درندے چوپائے مثل کتوں بندروں اور سوروں کے ہیں اور کفار جہنم میں صورت انسان پر داخل نہ ہوں گے بلکہ ان ذلیل درندوں چوپائیوں کی صورت داخل ہوں گے میں کہتا ہوں اس آیت کی تفسیر قرآن حکیم کی وہ آیت بھی ہے جو سورت المائدہ میں ارشاد باری ہے:

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝

تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سؤر اور شیطان کے پجاری (لنگور) ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔ ترجمہ

انسان اپنی بہترین صورت و شکل، اعلیٰ استعداد و صلاحیت کے باوصف سرکشی، کفر و طغیانی کا مرتکب ہو تو اسی کا نتیجہ یہی صورت یعنی صورت و لباس انسانی سے محرومی ہی تو ہوگی۔ بلکہ اللہ نے فرمایا بل ھم اضل بلکہ جانوروں سے بھی بدتر کہ ذی عقل و فضل ہو کر خالق و منعم کی ناقدری کرتا ہے۔

(اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

استثناء متصل ہے ای المومنون لا یردون اسفل سافلین یوم القیامۃ ولا تقبح صورھم بل یزدادون بھجۃ الی بھجتھم وحسنا الی حسنھم۔ یعنی اہل ایمان قیامت کے روز بدترین حالت کی طرف نہیں لے جائے جائیں گے اور نہ ہی ان کی صورتیں اور شکلیں بری یا ناپسندیدہ ہوں گی بلکہ وہ خوب تر و تازگی سے خوب ترین شگفتگی و تازگی کی طرف بڑھائے جائیں گے (جو ان کے چہروں سے چھلکے گی) اور بہتر سے بہترین صورت حسن و جمال سے آراستہ کیے جائیں گے۔

(فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ○) کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

ای غیر مقطوع او غیر ممنون بہ علیھم

یعنی ایسا ثواب ملے گا جو ختم ہونے والا نہیں اور نہ ہی ایسا ہوگا کہ ان پر اس کا احسان رکھا جائے۔ ابن جریر سے منقول ہے کہ عہدِ نبوی میں کچھ لوگ انتہائی بوڑھے ہو گئے اور صحیح الحواس نہ رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو اللہ نے یہ فیصلہ نازل فرمایا کہ حواس کی درستگی کے زمانے کا ثواب اس حالت (ارذل العمر) میں بدستور ملتا رہے گا اور یہ تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ استثنا منقطع ہو یعنی یہاں اِلَّا کا معنی یہ ہے کہ انسان اگرچہ پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا تو کیا یہ بدحالی اس کے لیے بری صورت ہوگی تو اللہ نے اس استثناء سے واضح فرما دیا کہ اہلِ ایمان کا اجر و ثواب اس حالت پہ ہرگز منقطع نہ ہوگا اور اس کی عاجزی و درماندگی میں بھی بحالت صحت جیسا اجر و ثواب لکھا جائے گا اور مومن کے لیے یہ انعام اس کے ایمان و عقیدہ کی وجہ سے ہے۔ صحیح بخاری میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا مرض العبد او سافر کتب اللہ تعالیٰ لہ من الاجر مثل ما کان یعمل صحیحا مقیما۔" جب کوئی مومن بیمار ہو جاتا ہے یا سفر پہ ہوتا ہے تو اللہ اس کے لیے ان اعمال

کا وہی ثواب لکھنے کو فرماتا ہے جو اعمال وہ بحالت صحت وا قامت کیا کرتا تھا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔

(فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝) تو اب کیا چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے
استفہام زجر وانکار کے لیے ہے

والمراد بالدین الجزاء بعد البعث اور "بالدین" سے مراد مرنے کے بعد جزاء و سزا ہے تو تقدیر اول پر معنی ہوں گے ای فما یجعلک کاذبا بسبب الجزاء وانکارہ بعد هذا الدلیل یعنی اے انسان تجھے کس چیز نے جھٹلانے والا بنا دیا کہ تو جزاء و سزا کا قائل نہیں ہوتا اور قوی دلائل کے ہوتے ہوئے بھی انکار کرتا ہے حالانکہ تو بخوبی دیکھ رہا ہے کہ جس ذات برحق نے تجھے کمزور پیدا کیا پھر قوت وطاقت بخشی پھر عمر کے ساتھ کمزور سے کمزور بنا دیا پھر تجھے موت دی تو کیا وہ یونہی تمہیں پھر سے زندہ کرنے اور جزاء و سزا پر قدرت نہیں رکھتا یقیناً رکھتا ہے تو پھر تجھے انکار وتکذیب کی کیا وجہ ہے۔ تو تجھے اپنی زندگی میں ان تغیرات کا انکار کیسے ہے اور جب تو انکار نہیں کرتا ہے تو حیات بعد الموت بھی اسی نہج کی دلیل ہے اس کا کیونکر انکاری ہے۔ اور اگر "ك" کو خطابیہ قرار دے کر مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو معنی یہ ہوں۔ ای شیء ینسبک الی الکذب فی اخبارك بالج... تو کون سی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں کے بارے میں جو جزاء و سزا سے متعلق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر دلالت نہیں کر رہی ہے یا کون سی بات ہے جو تمہیں جھوٹ سے منسوب کر رہی ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان دلائل قاہرہ کے سامنے اے محبوب تمہاری صداقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔

(اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝) کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں۔
ای الیس الذی فعل ما ذکر باحکم الحاکمین صنعا وتدبیرا حتی یتوھم عدم الاعادة والجزاء۔

یہ جملہ پچھلے کلام کی تاکید ہے یعنی کیا وہ ذات جس نے کیا جیسا کہ تذکرہ گزرا (انسان بنایا پھر اسے احسن تقویم کیا پھر اسے اسفل ترین بنایا وغیرہ) اور بنانے اور تدبیر کرنے

سب سے بڑھ کر حاکم نہیں اور جب وہ ہی حاکم ہے تو تمہیں موت کے بعد زندگی اور جزاء وسزا کے نہ ہونے کا یا اس پر اُنہیں قدرت نہ ہونے کا وہم کیوں ہوتا ہے۔ وقیل الحکم بمعنی القضاء فہی وعید للکفار ایک قول ہے "الحکم" بمعنی قضاء بمعنی فیصلہ کے ہیں تو اس میں کفار کے لیے وعید ہے کہ بلاشبہ وہ تمہارے (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اور جھٹلانے والوں (کفار) کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے پڑھنے پر کہنا چاہیئے۔ وانا علی من الشاھدین اور بلاشبہ میں اس پر گواہ ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ کہے سبحانک بلٰی اے اللہ تو پاک ہے اور یقیناً سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔

الحمد للہ آج سورت التین پوری ہوئی۔
۲۵ر مارچ ۱۹۹۵ء بمطابق ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

سورۃ العلق مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع. انیس آیتیں. بانوے کلمات اور دو سو اسی حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العلق پ ۳۰

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝
پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝
پڑھو اور تمہارا رب سب سے بڑا کریم ہے

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝
جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝
آدمی کو سکھایا جو وہ جانتا تھا۔

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ۝
ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝
اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝
بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔

اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝
بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔

عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝
ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ۝
بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝
یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔

اَرَاَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝
بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝
تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝
ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝
کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝
اب پکارے اپنی مجلس کو۔

سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ۝ كَلَّا لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ۝

ابھی ہم بھی اپنی مجلس کو بلاتے ہیں۔ ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

حل لغات سورۃ العلق پ ۳۰

اقرأ۔ پڑھ	باسم۔ ساتھ نام	ربك۔ اپنے رب کے	الذی۔ جس نے
خلق۔ پیدا کیا	خلق۔ پیدا کیا	الانسان۔ انسان کو	من علق۔ خون کی پھٹک سے
اقرأ۔ پڑھ	و۔ اور	ربك۔ تیرا رب	الاکرم۔ بڑا سخی ہے
الذی۔ جس نے	علم۔ سکھایا	بالقلم۔ قلم سے	علم۔ سکھایا
الانسان۔ انسان کو	ما۔ جو	لم۔ نہ	یعلم۔ جانتا تھا۔
کلا۔ ہاں ہاں	ان۔ بیشک	الانسان۔ انسان	لیطغی۔ سرکشی کرتا ہے
ان۔ یہ کہ	راٰ۔ دیکھا	ہ۔ اپنے کو	استغنی۔ بے پروا
ان۔ بیشک	الی۔ طرف	ربك۔ تیرے رب کی ہے	الرجعی۔ لوٹنا۔
ا۔ کیا	رایت۔ دیکھا تو نے	الذی۔ اسکو جو	ینھی۔ روکتا ہے
عبدا۔ بندے کو	اذا۔ جب	صلی۔ نماز پڑھتا ہے	ا۔ کیا
رایت۔ دیکھا تو نے	ان۔ اگر	کان۔ ہوتا	علی۔ اوپر
الھدی۔ ہدایت کے	او۔ یا	امر۔ حکم	بالتقوی۔ پرہیزگاری کا
ا۔ کیا	رایت۔ تو نے دیکھا	ان۔ اگر	کذب۔ جھٹلایا
و۔ اور	تولی۔ منہ پھیرا	ا۔ کیا	لم۔ نہ
یعلم۔ جانا کہ	بان۔ بیشک	اللہ۔ اللہ	یری۔ دیکھتا ہے
کلا۔ ہاں ہاں	لئن۔ اگر	لم۔ نہ	ینتہ۔ باز آیا
لنسفعا۔ تو کھینچیں گے ہم	بالناصیۃ۔ پیشانی کے بال سے	ناصیۃ۔ پیشانی	کاذبۃ۔ جھوٹی
خاطئۃ۔ خطاکار	فلیدع۔ تو چاہیے بلالے	نادیہ۔ اپنی مجلس کو	سندع۔ ابھی بلاتے ہیں ہم
الزبانیۃ۔ سپاہیوں کو	کلا۔ ہرگز نہیں	لا۔ نہ	تطعہ۔ کہا مان اس کا
و۔ اور	اسجد۔ سجدہ کر	و۔ اور	اقترب۔ قریب ہو جا

سُورَتُ الْعَلَق

سورت العلق کو سورت الاقراء بھی کہتے ہیں، یہ بلا خلاف مکیّہ ہے البتہ اس کی آیات کی تعداد میں اختلاف ہے قراء شام کے نزدیک اٹھارہ [۱۸] آیات ہیں جبکہ قراء حجاز کے نزدیک بیس [۲۰] آیات ہیں اور قراء کوفہ (عراق) کے نزدیک انیس [۱۹] آیات ہیں اور اسی پر اتفاق ہے۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک سورت العلق پہلی سورت ہے جو سب سے اول نازل ہوئی۔ طبرانی نے کبیر میں اپنی سند سے بشرط صحیح ابی رجاء العطاردی سے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ الاشعری ہمیں قرآن پڑھاتے تھے اور ہم ان کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے اور وہ دو سفید کپڑوں میں ہوتے تھے تو جب انہوں نے جب سورت الاقراء تلاوت کی تو فرمایا یہ وہ پہلی سورۃ مبارکہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حاکم نے مستدرک میں بیہقی نے دلائل میں بھی اُسے حضرت عائشہ سے تصحیح روایت کیا ہے اور مجاہد سے کثیر علماء نے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا " اوّل ما نزل من القرآن اقراء باسم ربک ثم ن والقلم " قرآن حکیم میں سب سے اول جو سورت اتری وہ اقراء باسم ربک الذی (سورت العلق) ہے پھر ن والقلم نازل ہوئی۔ بخاری و مسلم نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میں جابر بن عبداللہ سے پوچھا ای القرآن انزل اول قال یا ایھا المدثر قرآن کی کونسی سورت سب سے پہلے اتری تو انہوں نے فرمایا یا ایُّھَا المدثر میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ سورت الاقراء پہلے اتری تو انہوں نے کہا میں تم سے وہی بیان کر رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا۔ بیہقی نے دلائل میں بطریق یونس بن بکیر عن یونس روایت کی ہے کہ سب سے اول سورت فاتحہ نازل ہوئی۔ حدیث بدأالوحی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور جسے بخاری نے نقل کیا ہے سب احادیث میں صحیح ترین ہے کہ اُس میں بطریق صراحت پہلی وحی میں سورت الاقراء کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں ان سب احادیث میں تطبیق اس طرح سے ہے۔

(ک) سورت المدثر کا نزول فترۃ الوحی کے بعد ہوا اور اس کے اوّل ہونے کا مطلب یہی ہے

کہ زمانہ فترت الوحی کے بعد جو سورت اولاً اتری وہ سورت المدثر ہی ہے اور اس سے متعلق روایات
ہیں یہ واضح ہے فحمی الوحی وتتابع تو پھر وحی گرم ہوگئی اور پیہم آنے لگی اور مفسرین متفق ہیں
کہ بعد فترتہ یعنی ایسا فترت کے بعد ہوا اور علماء نے اسی امر کو بھی اختیار کیا ہے کہ فترۃ
الوحی کے بعد جو مکمل سورت اتری وہ سورت المدثر ہی تھی جب کہ سورت الاقراء نزول میں بلاشبہ
اول ہے لیکن پوری سورت نہ اتری بلکہ اس کی صرف پانچ ابتدائی آیات اتریں۔ اور اس کا اول ہونا
بایں معنی بھی ہے کہ یہ سورت امر اور انذار کے ساتھ اولاً مخصوص ہوئی اور اس کا نزول متقدم سبب
کے ساتھ ہوا۔ جبکہ سورت الاقراء میں اولیت واضح ہے۔

(ب) سورت الفاتحہ کا اول ہونا سورت الاقراء اور سورت المدثر کے بعد باقی قرآن سے
اول نازل ہونا ہے اور دوسری احادیث کے پیش نظر اسی پر علماء کا اتفاق ہے یہ سورت ...
دو مرتبہ نازل ہوئی ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ منورہ میں لیکن اس کا مکی ہونا زیادہ صحیح
ہے اور یہ کہ یہ سورت الحجر سے قبل اتری۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
پر وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی اور آپ جو خواب دیکھتے جاءت مثل فلق الصبح
تو وہ صبح کے سپیدے کی طرح واضح ہو جاتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی محبوب ہوگئی اور
آپ غار حراء میں خلوت گزین ہونے لگے یہاں تک کہ فرشتۂ وحی نے غار حراء میں آکر آپ
سے کہا اقراء (پڑھیے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا بقاریٔ فاخذنی فغطنی حتی
بلغ منی الجھد ہم پڑھے نہیں تو اس نے (فرشتۂ وحی) مجھے سینہ سے لگا کر بہت زور سے
دبایا پھر چھوڑ کر کہا اقراء پھر آپ نے وہی جواب دیا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر اس کے ساتھ
ساتھ آپ نے اقراء باسم ربک ..... سے مالم یعلم تک پڑھا۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس لوٹے کہ آپ کا قلب اطہر دھڑک رہا تھا اور جسم انور پر کپکپی طاری
تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا زملونی زملونی مجھے کپڑا اڑھاؤ تو انہوں نے
ایسا کیا پھر جب یہ حالت جاتی رہی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لقد
خشیت علی نفسی ہمیں تو اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا تو ام المومنین نے عرض کیا ہرگز ایسا نہیں
ہوگا بخدا اللہ آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دے گا آپ عاجزوں کے کفیل غریبوں کے مددگار اور مہمان نواز
اور مصیبت میں لوگوں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔ امام قسطلانی کا قول ہے کہ وحی کے بعد لرزہ وغیرہ کی

کیفیت اس وجہ سے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشغولیت بالحق کے علاوہ مخلوق کی طرف مشغولیت یعنی بار نبوت ورسالت کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا اور غار حراء میں آپ کے قیام کی مدت بروایت صحیحین ایک ماہ تھی میں کہتا ہوں اس پر قرآن مشیر ہے " شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" اور یہ مہینہ رمضان ہی کا تھا اور اس دوران میں آپ مخلوق سے منقطع ہو کر (تنہائی پسند ہو کر) متوجہ الی اللہ ہو گئے تھے اور مراقبۂ فکری فرمایا کرتے تھے اور اس کے علاوہ کوئی طریقۂ عبادت نہ تھا کیونکہ آپ نبیؐ تھے۔ وحی کا آغاز چالیس سال کی عمر پر ہوا۔ سورت التین میں انسان کے اشرف المخلوق پیدا ہونے کا ذکر گزرا اور اس سورت میں انسان کا جمے ہوئے خون سے پیدا ہونے کا ذکر گویا علت صوریہ ہے اور یہی باہمی مناسبت کو مشیر ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ العلق پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝	پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

(اِقْرَاْ) پڑھو

ای ما یوحی الیک من القرآن

یعنی پڑھو جو تمہاری طرف قرآن حکیم میں سے وحی کیا گیا۔ اقرا امر ہے اور مفعول قرینہ مقام کے لحاظ سے مقدر ہے یعنی قرآن حکیم پڑھو۔

(بِاسْمِ رَبِّكَ) اپنے رب کے نام سے۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ باء زائدہ ہے اور باسم ربک مفعول ہو تو معنی یہ ہوں گے اذکر ربک اپنے پروردگار کا ذکر کیجئے۔ قتادہ کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں اقرأ مبتدءا و مفتتا

باسم ربک ای قل بسم اللہ ثم اقراء یعنی پڑھو آغاز کرتے ہوئے یا شروع کرو
اپنے پروردگار کے نام سے یعنی کہو اللہ کے نام سے پھر پڑھو اس تقدیر پر قرأت کی ابتداء
بسم اللہ کے ساتھ مستحب ہے۔ طیبی کا قول ہے کہ اقرأ میں قرأت کا حکم مطلق ہے اور
کوئی فعل معین نہیں اور باسم ربک میں بائے استعانت ہے اور یہ جملہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے قول ما انا بقارئ کے جواب میں ہے یعنی اپنے پروردگار کی مدد سے پڑھو۔
اور لفظ اسم زائد ہے۔ جیسے سبح اسم ربک میں اسم زائد ہے۔

(الَّذِیْ خَلَقَ) جس نے پیدا کیا۔

ای الذی خلق کل شی یعنی وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا خلق
صفت باری تعالیٰ ہے اَیْ خَالِقٌ یعنی پیدا کرنے والا اس سے قبل "ربک" لفظ آیا ہے
اور خَلَقَ رب کی صفت ہے اور یہ مقتضی ہے مخلوقات کی تخلیق کا اور مطلب یہ ہے کہ وہ ذات
باری تعالیٰ جس کی مخصوص صفت تخلیق و تکوین ہے اور وہ اس میں یگانہ و بے مثل ہے اور
کسی دوسرے میں اس صفت کا ہونا ناممکن ہے۔

(خَلَقَ الْاِنْسَانَ) آدمی کو بنایا

انہٗ اشرف المخلوقات یعنی آدمی کو بنایا جو ساری مخلوقات میں برگزیدہ ہے زمخشری کا
قول ہے کہ تخلیق انسان کا ذکر قرأت قرآن کے امر کے بعد آیا ہے جو بتلا رہا ہے کہ انہ تعالیٰ
خلقہ للقراءۃ والدرایۃ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرأت و درایت (پڑھنے سمجھنے
اور غور و فکر کرنے) کے لیے پیدا فرمایا اور سورۂ رحمٰن کی ابتدائی آیات سے بھی اس کی تائید ہو رہی ہے۔
اور محتمل ہے کہ الذی خلقَ کا مفعول محذوف ہو اور مراد یہ ہو اقراء باسم ربک
الذی خلقکَ پڑھو اپنے پروردگار کے نام سے جسے تمہیں پیدا کیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو جو انسانیت کی جان ہیں اور "الانسان الکامل" ہیں کیونکہ "رَبِّکَ" کی ضمیر میں آپ ہی مخاطب
ہیں کہ حدیث قدسی میں ہے لولاک لما خلقت الافلاک ولما اظہرت الربوبیۃ
اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات میں سے کچھ بھی پیدا نہ کرتا اور نہ ہی اپنا پروردگار
ہونا ظاہر کرتا۔ تو اس آیت سے واضح ہے کہ تخلیق کائنات کا باعث انسان ہی کی ذات
ہے اور اس کی پیدائش گویا ساری کائنات ہی کی تخلیق ہے یا پھر اس آیت سے عظمت انسان
کا اظہار ہے اگر مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ہو تو یہ آیت اس ممکن سوال کا جواب ہے

کہ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ کہ کس چیز سے پیدا کیا۔

(مِنْ عَلَقٍ ؕ) خون کی پھٹک سے

ای دم جامد یعنی جامد خون سے اللہ نے احوالِ تخلیق کے ایک وسطی درجہ کی طرف اشارہ کرکے اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرمایا ہے کہ انسان تخلیق کے کن کن مراحل سے گزرا ہے انسان مٹی سے بنایا گیا پھر اس کی خوراک کس طرح خون بنی پھر خون سے منی بنی پھر وہ رحم میں منتقل ہوئی اور پھر چالیس روز کے گزرنے پر مضغہ ہوئی پھر روح پھونکی گئی وغیرہ وغیرہ

(اقراء) پڑھو

ای افعل ما امرت بہ تاکیدًا للایجاب وتمہید الما یعقبہ من قولہ تعالٰی۔ یعنی بجالاؤ جس کے ساتھ آپ کو حکم دیا گیا (پڑھو) یہ ایجاب کے لیے تاکید ہے اور اس کے لیے تمہید ہے (آغاز ہے) جو اس کے پیچھے ارشاد باری میں سے ہوگا ایک قول ہے کہ اول جو اقرأ فرمایا وہ مطلق ہے (پڑھنے کے لیے) اور دوبارہ اقراء یعنی قرأت کا حکم تبلیغ اور تعلیم امت کے لیے ہے یا پھر نماز میں قرآن حکیم کی قرأت کا حکم ہے۔

(وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ؕ) اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم

کریم بروزن فعیل صفت مشبہ اور اکرم بروزن اَفْعَلُ اسم تفضیل ہے اور صفات الٰہی کے لحاظ سے دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ وہ ہی بالذات کریم ہے اور مخلوق پر کریم وغیرہ صفات کا اطلاق مجازًا ہے صفات الٰہیہ نامتناہی ہیں اور صفات مخلوق عطاء الٰہی سے ہیں اور عکس اور متناہی ہیں وگرنہ اللہ کریم اپنی ذات وصفات میں بے نظیر و بے مثل یکتا و یگانہ ہے اور کائنات میں اگر کسی وجود کو کریم کہیں خواہ وہ فرضی ہو یا واقعتًا اللہ ہر کریم سے بڑھ کر کریم ہے اور اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اور وہ بے نیاز ہے اور قدرت کے باوجود معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیت دراصل جملہ مستانفہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عذر کے جواب میں ہے جب کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُن سے کہا اقراء (پڑھو) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا بقاری ہم پڑھے نہیں یا مطلب یہ ہے کہ کیا پڑھے ہوئے ہیں کہ پڑھتا تو وہ ہے جو لکھتا ہو اور پڑھتا ہو وانا امی اور ہم امی ہیں تو کہا گیا دربك الذی امرك بالقراءۃ مفتتحا ومتبدا باسمہ الاکرم اور تمہارا پروردگار جس نے تمہیں قرأت (پڑھنے) سے آغاز کرنے کا حکم دیا تو اُس کے بابرکت نام سے پڑھو یعنی پڑھنے

والے ہو یا ؤ۔ بعض علماء نے کہا دوسری مرتبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا بقاری تو اس میں ما بطور استفہام کے فرمایا کہ ہم کیا پڑھیں۔ تو جواباً یہ ارشاد ہوا۔

(الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝) جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

ای علم ما علم بواسطۃ القلم لا غیرہ تعالیٰ فکما علم سبحانہ القاری ۝ بواسطۃ الکتابۃ بالقلم یعلمک بدونھا وحقیقۃ الکرم اعطاء ینبغی لا لعرض فھو صفۃ لا یشارکہ تعالیٰ فی اطلاقھا احد۔

یعنی علم جو اللہ نے صرف قلم (کتابت) کے واسطے سے سکھایا جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہر پڑھنے والے کو قلم کے ساتھ کتابت کے ذریعہ تعلیم دی تو اے محبوب کریم وہ ذات کریم تمہیں اس کے بغیر ہی تعلیم دے گا (سکھائے گا) اور اس کی یہ عطا اس کے بڑے کرم کی حقیقت ہے جو کسی ذاتی غرض کے بغیر اس نے مہربانی فرمائی تو یہ کریم (الاکرم) ہونا اس کی ایسی صفت ہے جس میں علی الاطلاق اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ بالذات کریم ہے اور لامتناہی عظمتوں کا مالک ہے۔ اس سے کتابت کی فضیلت واضح ہے کہ اولین و آخرین کے جملہ علوم و احوال، اخبار و اطلاعات اسی کے ذریعہ محفوظ و منضبط ہوتے۔ اللہ نے والقلم کہہ کر قسم یاد فرمائی ہے مراد آلہ تحریر اور کتابت ہے جس کے فوائد بکثرت ہیں مشہور مقولہ ہے العلم صید والکتابۃ قید علم کی مثال شکار کی طرح اور تحریر و کتابت گویا اس شکار کو قید کرنا ہے۔ ایک قول ہے کہ قلم کے ذریعہ سے تعلیم کا ذکر اس لیے فرمایا کہ تعلیم کے تمام طریقوں میں سے یہی طریقہ اول ہے ارشاد نبوی ہے اول ماخلق اللہ القلم اللہ نے سب سے اول قلم ہی کو پیدا فرمایا۔ (ترمذی)

(عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝) آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

بدل اشتمال من علم بالقلم ای علمہ وبدونہ من الامور الکلیۃ والجزئیۃ والخفیۃ مالم یخطر ببالہ۔ یہ جملہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ سے بدل ہے (یعنی علم بالقلم خبر ہے) یعنی انسان کو قلم کے ساتھ تعلیم دی اور اس کے علاوہ بھی اُسے ان تمام کلی اور جزوی، ظاہر و مخفی امور و علوم پر بھی اطلاع و خبر دی جس کا انسان کے دل پر خطرہ تک نہ گزرا تھا۔ ایک قول ہے کہ مُراد یہاں الانسان سے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو انہیں سکھایا (مالم یعلم) سے مُراد جمیع ماکان و مایکون کے علوم ہیں اور ارشاد باری اس پر مزید ہے وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً ۝ یعنی امور دین و احکام شرع اور علوم غیبیہ اور اسرار و حقائق کتاب و

حکمت اور کائنات کے جملہ علوم وغیرہ۔ ایک قول ہے کہ لوح محفوظ میں مکتوب علوم اور اس کے علاوہ جو ان کے رب نے چاہا۔ اور لوح و قلم کا علم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا بعض ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝

ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا بے شک تمہارے رب ہی کی طرف پھرنا ہے۔

(كَلَّآ) ہاں ہاں

ردع لمن كفر من جنس الانسان بنعمة الله تعالىٰ عليه بطغيانه وان لم يذكر لدلالة الكلام عليه۔

اس انسان (شخص) کے لیے تنبیہ اور باز داشت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے باوصف حد سے بڑھ کر اس سے سرکشی کرتا ہے اگرچہ شخص معین کا ذکر کلام میں نہیں مگر سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

(اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝) بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔

اى يتجاوز الحد فى المعصية واتباع هوى النفس ويستكبر على ربه عزوجل

یعنی انسان (مشرک و کافر) نافرمانی اور گناہوں میں حد سے بڑھتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اور اپنے پروردگار عزوجل و شانہ کے مقابل بڑائی و عزفد کا مظاہرہ کرتا ہے ایک قول ہے بعد میں کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں اتری تھی اگرچہ الانسان میں لام جنس ہے جو نوع انسان کو شامل ہے لیکن بعض معین اشخاص بھی مراد ہیں تو اسی لیے کہا گیا ہے کہ مراد ابوجہل لعین ہے۔

(اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝) اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

اى يطغى لان راى نفسه مستغنيا یعنی سرکشی کرتا ہے اس لیے کہ اپنے نفس کو پاتا ہے کلبی کا قول ہے اى ليس ترفع عن منزلة الى منزلة فى اللباس والطعام وغيرها یعنی چونکہ ابوجہل کو مال و دولت میسر تھی اس لیے وہ خوراک و پوشاک اور سواری میں خود کو دوسروں سے ممتاز و برتر رکھتا تھا۔ لیطغی میں لام مقدر ہے اور ان راى گویا اس

بیان یا علت ہے کہ اسس وجہ سے مغرور ہو گیا ہے اور سرکشی کرتا ہے کہ اس کو تونگری میسر ہے
ایک قول ہے کہ مراد ہے ان رای نفسہ مستغنیا عن ربہ سبحانہ' لعشیرتہ واموالہ
وقوتہ کہ اس نے اپنے کنبہ قبیلہ، مال و دولت اور قوت و شوکت کے پیش نظر خود کو اپنے
پروردگار سے غنی (بے پرواہ) سمجھ لیا اور سرکشی کرنے لگا لیکن یہ قول صحیح نہیں کہ روایات میں وارد ہے
کہ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کا گمان ہے کہ جو کوئی دولت مند ہے سرکشی
کرتا ہے تو ہمارے لیے مکہ کے پہاڑ سونے اور چاندی کے کر دیجئے تو شاید ہم ان سے لیں اور
سرکشی نہ کریں اور آپ کے دین کی پیروی کریں تو جبریل علیہ السلام اترے اور عرض کیا کہ اگر وہ
ایسا چاہتا ہے تو ہم ایسا کئے دیتے ہیں پھر اگر وہ اور دوسرے لوگ ایمان نہ لائے تو
ہم ان لوگوں کے ساتھ اسی طرح کریں گے جیسا کہ ہم نے اصحاب المائدہ کے ساتھ کیا تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ایسی دعا سے روک دیا۔

(اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝) بے شک تمہارے پروردگار ہی کی طرف پھرنا ہے۔
تھدید للطاغی وتحذیر لہ من عاقبۃ الطغیان والخطاب قبل للانسان۔
سرکش انسان (ابوجہل) کے لیے دھمکی ہے اور اُسے اس کی سرکشی کے انجام سے ڈرانا اور
خوف دلانا ہے اور ایک قول ہے کہ خطاب اس سرکش انسان سے ہے کہ بالآخر مرنے کے
بعد تیری واپسی تیرے پروردگار ہی کی طرف ہی ہو گی جو تجھے اسس سرکشی پر عذاب کرے گا۔
رجعی بمعنی رجوع یعنی واپسی بشرٰی کے وزن پر مصدر ہے۔

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب نماز پڑھے۔

(اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝) بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو
جب نماز پڑھے۔
اَرَاَیْتَ (بھلا دیکھو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے الذی ینھٰی (تو جو
منع کرتا ہے) مراد ابوجہل لعین ہے ابن عطیہ کا قول ہے ان العبد المصلی ھو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناھی وھو اللعین ابوجھل بے شک بندہ جو نماز پڑھے
سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور روکنے والے سے مراد ابوجہل لعین ہے
عبدًا اذا صلی کا ذکر بصیغہ غائب ہے اور ینھٰی مضارع ہے اور خطاب کا مقتضٰی یہ تھا

کہ یَنْفَلِتُ ہوتا لیکن اس کی بجائے عبداً ذکر فرمایا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عبودیت کا واضح اظہار ہے اور عبادت کمال عبودیت کا مقتضی ہے اور یونہی روکنے والے شخص کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کا بھی واضح اظہار ہے امام احمد، مسلم اور نسائی وغیرہم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل لعین نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھوں (معاذ اللہ) تو میں ان کی سخت توہین کروں گا۔ پھر وہ اس فاسد ارادے کی تکمیل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے دوران آیا اور جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا الٹے قدم اس طرح بھاگا کہ اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے تھا گویا کسی سے بچنے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور اس کے جسم پر خوف سے لرزہ طاری تھا لوگوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے تجھے کیا ہو گیا ہے تو کہنے لگا میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ سے بھری ہوئی ایک خندق ہے اور خوفناک پرندے بازو پھیلائے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لودنا منی لاختطفته الملائکة عضواً عضواً" اگر وہ (ابوجہل لعین) میرے قریب ہو جاتا تو فرشتے اس کا انگ انگ توڑ ڈالتے اور اللہ نے سورت کے آخر تک آیات نازل فرمائیں۔

اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝	بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔
اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ اَرَاَیْتَ	یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔ بھلا
اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ	دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا تو کیا
یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى ۝	حال ہو گا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

(اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝) بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری بتاتا تو کیا خوب تھا۔

وقیل الخطاب فی أرأیت الثانیة للکافر و فی الثالثة للنبی صلی اللہ علیه وسلم فھو عز وجل کالحاکم الذی حضر الخصمان یخاطب ھذا مرة والآخری۔

ایک قول ہے کہ دوسری مرتبہ اَرَاَیْتَ میں خطاب کافر کو ہے اور تیسرا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطور حاکم دونوں فریقوں کو جو مخاطب ہیں کبھی ایک کو

خطاب فرماتا ہے اور کبھی دوسرے کو خطاب کرتا ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکرار اَرَأَیْتَ انتہائی تعجب کے اظہار کے لیے ہے تو مطلب یوں ہے اے محبوب بھلا دیکھو تو اگر (نماز سے روکنے والا ابو جہل لعین) ہدایت کے راستہ پر ہو جاتا یا دوسروں کو نیکی و پرہیزگاری کے لیے کہتا تو اس کے لیے کیا خوب تھا یعنی اس کے لیے اچھا ہوتا۔

(اَرَأَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝) بھلا دیکھو تو اگر جھٹلایا اور منہ پھیرا

ان کان الناھی مکذبا بالحق متولیا عن الدین الصحیح الم یعلم بان اللہ تعالیٰ یجازیہ۔ یعنی اے محبوب بھلا دیکھو تو اگر ابو جہل لعین حق کو یعنی آپ کو جھٹلاتا ہے اور سچے اور صحیح دین پر ایمان لانے سے روگردانی کرتا ہے تو کیا اُسے معلوم نہیں کہ اللہ اُسے ضرور اس کے بدلے سزا دے گا یعنی عذاب دے گا اور اس کا حال جب کیا ہوگا۔

(اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۝) کیا نہ جانا اللہ دیکھ رہا ہے۔

استفہام انکاری بطور زجر و تہدید کے لیے ہے الم یعلم بمعنی قَدْ عَلِمَ یعنی یقیناً اُسے معلوم ہے کہ اللہ اس (ابو جہل لعین) کے حال یعنی کرتوتوں سے آگاہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے اور دعوت حق سے روکتا ہے اور ایمان کو قبول نہیں کرتا اور اللہ کو یہ بھی معلوم کہ اس کا رسول دعوت رشد و ہدایت دے رہا ہے تو اس کے علم کی رُو سے ابو جہل کو اپنے کرتوتوں کی سزا لازماً ملے گی۔ اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔

کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ۝ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ ۝ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ۝ فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ ۝ کَلَّا لَا تُطِعْہُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝	ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو۔ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔ ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

(کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ ۝) ہاں ہاں اگر باز نہ آیا۔

کَلَّا (ہاں ہاں) ردع للناھی اللعین و زجر لہ ملعون روکنے والے (ابو جہل) کے لیے بازداشت اور اس کو خوف دلانے کے لیے زجر یعنی انتباہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔ (لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ) اگر باز نہ آیا اے واللہ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ عما ھو علیہ ولم

ینزجر یعنی تو مجھے اپنی ذات کی قسم اگر وہ اس امر خیر کو رد کرنے، حق کو جھٹلانے اور ایمان سے روگردانی کرنے سے باز نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانے سے نہ رکا۔

(لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝) تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔

ای لناخذن بناصیۃ ولنسحبنہ بھا الی النار یوم القیامۃ یہ پچھلے جملہ مقدرہ کی جزا ہے یا جواب قسم ہے یعنی ہم ضرور اس کو (ابوجہل لعین) اُس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اور اس قیامت کے روز اُسے قیدی بنا کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔

والسفع قال المبرد الجذب بشدۃ اور المبرد کا قول ہے کہ سفع کے معنی زور سے پکڑنے یا کھینچنے کے ہیں قریش کی لغت میں سفع کے معنی بہت شدت سے پکڑنے کے ہیں والناصیۃ شعر الجبھۃ اور ناصیۃ پیشانی کے اگلے بالوں کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق بالوں کی جگہ پر ہوتا ہے ایک قول ہے المراد لنسحبنہ علی وجھہ فی الدنیا یوم بدر وفیہ بشارۃ بانہ تعالیٰ یمکن المسلمین من ناصیۃ حتی یجروہ ان لم ینتہ وقد فعل عزوجل۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ہم یوم بدر دنیا میں اس کو اس کے آنکھوں کے سامنے ضرور قیدی بنائیں گے اور اس میں خوشخبری ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے خبیث چہرے سے نجات دے گا یہاں تک کہ وہ اُس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور بلاشبہ اللہ کریم عزوجل شانہٗ نے روز بدر ایسا ہی کر دکھایا۔ روایت میں ہے کہ جب سورۂ رحمٰن اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے اسے جو رؤسائے قریش کے سامنے پڑھے گا تو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمزوری اور جسمانی حالت کے پیشِ نظر اجازت نہ دی یہاں تک کہ آپ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا تو تینوں مرتبہ ابنِ مسعود ہی بولے تو آپ نے اجازت دے دی تو وہ رؤسائے قریش کے سامنے آئے جو کعبہ معظمہ کے گرد جمع تھے تو آپ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت شروع کی تو ابوجہل لعین کھڑا ہوا اور آپ کو (ابن مسعود) تھپڑ مارے اور ان کا کان پھاڑ دیا اور ان کو لہولہان کر دیا تو وہ واپس لوٹے اس حال میں کہ آنسوؤں سے ان کی آنکھیں ابلتی تھیں تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے مسکراتے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال جبریل سے کہا تو انہوں نے کہا وہ جلد جان لے گا۔ پھر یوم بدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقتولوں میں ابوجہل کو ڈھونڈ لائے

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اُسے نڈھال چت پڑے دیکھا تو وہ اس کے سینے پر چڑھ گئے تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور انہیں (ابن مسعود) پہچان لیا تو بولا اے بکریوں کے چرانے والے سردار کے سینے کو ناڑتا ہے تو ابن مسعود نے کہا اسلام عزت دیتا ہے اور اس پر کسی کو عزت نہیں پھر اس کا سر کاٹ لیا اور فرمایا مجھے اس کے اٹھانے کی قدرت نہ ہوئی تو میں نے اس کے کان میں سوراخ کیا اور اس میں دوڑی ڈال دی اور اُسے گھسیٹتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تو جبرئیل علیہ السلام مسکراتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کان کا بدلہ کان سے ہوا اور سر زیادہ (مزید) ہے۔

(نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝) کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار

نَاصِيَةٍ الناصیۃ سے بدل ہے اور اس کا بدل معرفہ سے جائز ہے اور نَاصِيَةٍ نکرہ ہے کیونکہ یہ اس کی صفت ہے جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ یہ صفات پیشانی کی مجازاً ہیں اور مراد اس سے پیشانی والا شخص (ابوجہل لعین) ہے اور یہ ذکر مبالغہ کے لیے جن سے ظاہر ہے کہ وہ (لعین) بہت زیادہ جھوٹا اور انتہائی گناہ گار تھا اور اس کی مثال دوسری جگہ قول باری تعالیٰ ہے السنتہم الکذب کہ ان کی جھوٹی زبانیں تو زبان کا جھوٹا ہونا مجازاً ہے اور مراد وہ شخص ہے جو جھوٹی زبان والا ہے۔

(فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝) اب پکارے اپنی مجلس کو

ای فلیدع اهل نادیه یعنی اب اپنے اہلِ مجلس کو پکارے النادی المجلس ینتدی فیه القوم ای یجتمعون للحدیث ویجمع علی اندیة اور نادی سے مُراد وہ مجلس یہ جگہ ہے جس میں قوم کے لوگ جمع ہوتے ہیں یعنی بات چیت (گپ شپ) کے لیے اکٹھے ہوتے اور اس جگہ یا چوپال پر جمع ہوتے ہیں۔ مکہ میں دار الندوۃ ایسی ہی جگہ بات چیت کی تھی۔ ترمذی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ ابوجہل لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے تو بولا کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سختی سے جھڑک دیا تو لعین بولا تو مجھے دھمکاتا ہے اور میں اس وادی مکہ میں بڑے جتھے والا ہوں اور میری مجلس سے بڑی کوئی مجلس نہیں مجھے قسم ہے میں اس وادی کو تیرے خلاف گھڑسواروں اور پیدل جوانوں سے بھر دوں گا تو یہ آیت اتری کہ اگر تمہیں اپنے قبیلے اور جتھے پر اتنا غرور ہے تو اُسے بلالو۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔

ای ملائکۃ العذاب یجروہ الی النار

یعنی عذاب کے فرشتوں کو تاکہ اُسے جہنم کی آگ کی طرف کھینچیں۔ زبانیۃ زَبْنِیٌ کی جمع ہے اخفش اور عیسیٰ بن عمر کا قول ہے کہ زابن کی جمع ہے اور اہل عرب اس اسم کا اطلاق اس شخص پر کرتے تھے جو خوب سختی کے ساتھ جکڑے اور باندھے اور زبانیہ عذاب کے فرشتوں کا نام ہے یا جہنم کے سپاہی ہیں۔ مروی ہے من انہ لو دعا نادیہ لاخذتہ الزبانیۃ عیانا اگر وہ اپنے اہل مجلس (کنبے قبیلے) کو بلا لیتا تو جہنم کے سپاہی (زبانیہ) اُسے علی الاعلان اُسے اس کی آنکھوں کے سامنے پکڑ لیتے۔

(كَلَّا) ہاں ہاں

ردع لذلك اللعين اس میں اس لعین کے لیے بازداشت ہے کہ وہ اپنے جتھے کو بلائے تو سہی ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے یعنی زبانیہ کو اس کی گرفتاری کا حکم دے دیں گے۔ یا مراد ہے کہ اپنے اہل مجلس کو نہ پکار سکے گا۔

(لَا تُطِعْهُ) اس کی نہ سنو

ای دم علی ما انت علیہ من معاصاتہ۔

یعنی کرتے رہو جس پر آپ ہیں اور اس کی رکاوٹوں بے ہودگیوں کو خاطر میں نہ لائیں مطلب یہ ہے کہ لعین کی باتوں کی کچھ پرواہ نہ فرمائیں اور نماز پڑھتے رہیئے۔

(وَاسْجُدْ) اور سجدہ کرو

وواظب غیر مکترث بہ علی سجودك

اور بغیر رکے یا لعین کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوتے اپنے سجدوں کو ہمیشہ ادا کرتے رہو یعنی نماز پڑھتے رہیئے گویا یہ لَا تُطِعْهُ کی تاکید مزید ہے کہ سجدہ کیجئے اور روکنے والے کی کچھ نہ سنیں۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز ہی ہے کہ لا تطعہ پر عطف ہے اور ناہی (لعین ابوجہل) نماز ہی سے روکتا تھا جیسا کہ سباق کلام میں گزرا الذی ینھی عبداً اذا صلی۔

(وَاقْتَرِبْ ۩) اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

وتقرب بذالك الی ربك

اور نماز کے ذریعہ سے اپنے پروردگار حق سبحانہ، وتعالیٰ کا قرب حاصل کرو صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعا بندہ بحالت سجدہ اپنے پروردگار سے بہت زیادہ قرب میں ہوتا ہے تو تم بحالت سجدہ کثرت سے دعا کرو۔ اور صحیح میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے علیك بکثرۃ السجود فانہ لا تسجد للہ سجدۃ الا رفعك اللہ تعالیٰ بھا درجۃ وحط عنك بھا خطیئۃ۔ تم پر سجود کی کثرت لازم ہے بے شک جب تو اللہ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس کے بدلے ایک درجہ بلند عطا فرماتا ہے اور تجھ سے اس کے بدلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے وَاسْجُدْ میں امر (حکم) سجدہ کے لیے ہے بلاشبہ جمہور کے نزدیک یہاں مراد نماز ہے کہ جزو بول کر کل مراد ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربك الذی خلق میں سجدہ مسنون بھی ہے اور ارکان نماز میں سجدے افضل ترین رکن ہیں اور عز بن عبد السلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ سجدہ میں دعا کا وجوب اس سے ثابت ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اقرا پر خاص اپنی ذات کے لیے سجدہ کرتے تھے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں سجدہ واجب ہے اور امر وجوب کے لئے ہے اور آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سجدہ فرمانا جیسا کہ اوپر گزرا اس بات کو مؤکد کرتا ہے۔

الحمد للہ آج سورت الاقراء پوری ہوئی
۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ

سورۃ القدر مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ پانچ آیات تئیس کلمات اور ایک سو بارہ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ القدر پ ۳۰

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ	بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔
وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ	اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر۔
لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ	شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ	اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے۔
سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ	وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

حل لغات سورۃ القدر پ ۳۰

انا۔ بیشک ہم نے	انزلنہ۔ اتارا اسکو	فی۔ بیچ	لیلۃ۔ رات
القدر۔ قدر والی کے	و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰىك۔ جانے تو
ما۔ کیا ہے	لیلۃ۔ رات	القدر۔ قدر والی	لیلۃ۔ رات
القدر۔ قدر والی	خیر۔ بہتر ہے	من الف شھر۔ ہزار مہینے سے	
تنزل۔ اترتے ہیں	الملٰئکۃ۔ فرشتے	و۔ اور	الروح۔ روح
فیھا۔ اس میں	باذن۔ ساتھ اجازت	ربھم۔ اپنے رب کے	من کل۔ ہر
امر۔ کام کے لیے	سلٰم۔ سلامت ہے	ھی۔ وہ	حتی۔ حتی کہ
مطلع۔ طلوع ہو	الفجر۔ فجر		

سُورت القدر

سورت القدر مکی ہے اس میں پانچ آیات ہیں ابوحیان کا قول ہے کہ مدنی ہے اور واحدی نے کہا ہے کہ مدینہ میں اول اترنے والی یہی سورت القدر ہے اور سیوطی نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک مکی ہے اور بعض نے اسے مدنی کہا ہے اور ترمذی کی ایک روایت سے اس پر استدلال کیا ہے جو کہ غریب اور منکر ہے۔ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار مہینے تک پیہم راتوں کو صبح ہونے تک نمازیں پڑھیں اور صبح سے شام تک مصروف جہاد رہا اس پر اصحاب کو تعجب ورشک ہوا تو سورت القدر اتری امام مالک نے موطا میں مرسلاً روایت کیا ہے کہ امت محمدیہ کی عمریں قلیل تھیں اور دوسری امتوں کے برابر اعمال اُن سے نہ ہو سکتے تھے کہ ان امتوں کی عمریں زیادہ تھیں تو اللہ نے اہلِ ایمان کی دلجوئی کے لیے شب قدر انعام فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ محمد بن نصر نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ انھا تعدل ربع القرآن سورت القدر ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور اکثر شوافع کا قول ہے کہ وضو کے بعد اس سورت کی قرأت مسنون ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک وضو کے بعد تین مرتبہ پڑھے۔ اور اس سورت کی مناسبت پچھلی سورت سے یہ ہے کہ اس میں قرأت قرآن کا حکم ہے اور اس میں گویا اس حکم کے لیے تعلیل ہے کہ قرآن عظیم کی تلاوت کرو کہ جو عظیم قدر و منزلت اور عظمت والا کلام ہے اور خطابی کا قول باری انا انزلنا ہ میں قول باری اقرا باسم ربک کی طرف اشارہ ہے اور اسی وجہ سے پچھلی سورت سے متاخر ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ القدر پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ بے شک ہم نے اُسے شب قدر میں اُتارا

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِؕ ۝ اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر۔

لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ) بے شک ہم نے اُسے اُتارا

الضمير عند الجمهور للقرآن

جمہور علماء مفسرین کے نزدیک انزلناہ کی ضمیر قرآن حکیم کی طرف راجع ہے اور ضمیر غائب قرآن کی عظمت شان کے اظہار کے لیے ہے اور نزول کی نسبت نازل کرنے والے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے اور بعض نے (ہٗ) ضمیر غائب سے مراد جبریل علیہ السلام لیے ہیں۔

(فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝) شبِ قدر میں

زہری کا قول ہے کہ اس رات کی بزرگی اور عظمت وفضیلت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا کہ قدر کے معنی عزت وشرف کے ہیں اور اس سے واضح ہے کہ نزول قرآن کا وقت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ حسین بن فضل کا قول ہے کہ وہ امور جو آئندہ سال ہونے میں مقدر ہو چکے اس رات میں ملائکہ اور کارکنان قضاء وقدر کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں جبکہ عکرمہ کا قول ہے کہ ایسا پندرہ شعبان کو (شب برات) کو ہوتا ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ شب برات (پندرہ شعبان المعظم) کو تمام احکام کو تفویض کر دیا جاتا ہے بغوی سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر کو لیلۃ القدر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس شب میں اللہ کے نزدیک نیک کاموں اور عبادات وطاعات کا ثواب بہت زیادہ ہے اور عند اللہ ان کی قدر وقیمت بھی بہت عظیم ہے۔ سیوطی نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ شب قدر میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو لیلۃ المبارکہ (پندرہ شعبان) میں پورے کا پورا آسمان دنیا کے بیت العزت میں اتارا گیا تھا وہ شب قدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نجماً نجماً اتارا گیا یعنی قرآن کا نزول سابقہ کتب کی طرح یکبارگی پندرہ شعبان کو ہوا اور لیلۃ القدر میں ضرورت کے مطابق نزول کا آغاز ہوا۔ لیلۃ القدر کا تعین وتفصیل آگے ذکر ہوگی۔

(وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝) اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر

لما فيه من الدلالة على ان علوها خارج عن دائرة دراية الخلق لا يعلم ذلك ولا علام الغيوب یعنی اس رات میں اس کی جو عظمت وفخامت شان پر دلالت کرتی ہے مخلوق کی درایت وعقل کے دائرہ سے بلند وبالا ہے اور عقل کی رسائی اس تک نہیں ہو سکتی۔

کی عظمت کی کنہ کسی کو معلوم ہے اور نہ جانی جا سکتی ہے سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے جو جملہ غیوب کا دانا ہے۔ ایک قول ہے کہ دونوں جگہ "ما" استفہام انکاری ہے اور مقصود عظمت کا اظہار ہے۔
(لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔
(لَیْلَۃُ الْقَدْرِ) شب قدر

لیلۃ القدر ماہ رمضان کے ساتھ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں تصریح ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ مہینہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم اتارا گیا اور انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر اور بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا دونوں آیات سے واضح ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے بعض علماء کا قول ہے کہ شب قدر رمضان میں بھی ہوتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ لیکن یہ قول درست نہیں۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من شھر رمضان" تم لیلۃ القدر کو ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہذا لیلۃ القدر ماہ رمضان ہی کی ایک رات ہے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان المعظم کی آخری تاریخ کو خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا لوگو تمہارے پاس ایسا باعظمت مہینہ آرہا ہے اور یہ برکت والا مہینہ ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس حدیث سے بھی لیلۃ القدر کا شہر رمضان سے خاص ہونا واضح ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ لیلۃ القدر کے تعین کے بارے میں تفصیل اقوال حسب ذیل ہے۔

(i) بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر فرمایا مجھے فرشتہ نے بتایا کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ہے تو جسے اعتکاف کرنا ہو وہ میرے ساتھ آخری عشرے میں اعتکاف کرے کہ مجھے وہ رات دکھائی گئی اور میں نے اسے پالیا تھا اور میں نے دیکھا کہ میں اس کی صبح پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔

(ii) حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لائے تو آپ کو دو شخص سامنے آتے ہوئے مل گئے پس آپ کو

شب قدر کا تعین بھلا دیا گیا آپ نے فرمایا شاید اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور تم اس کو پچیسویں ستائیسویں اور انتیسویں رات میں تلاش کرو۔

(iii) بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے خواب دیکھا کہ شب قدر آخری سات راتوں میں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے خوابوں کو آخری سات راتوں کے بارے میں متفق پاتا ہوں تو تم میں سے جو شب قدر کو تلاش کرے وہ انہی سات راتوں میں کرے۔

(iv) امام احمد نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیلۃ القدر کو ستائیسویں رات میں تلاش کرو۔

(v) ابو داؤد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے۔

(vi) بخاری و مسلم ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ تم شب قدر کو آخری عشرۂ رمضان کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

(vii) ترمذی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ لیلۃ القدر کو باقی نو راتوں یا پانچ راتوں یا تین راتوں یا آخری شب میں تلاش کرو۔

(viii) بخاری نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں نو راتوں یا باقی سات راتوں میں تلاش کرو۔

(ix) امام احمد نے حضرت بلال سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ لیلۃ القدر کو چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔

(x) امام احمد نے ابو ذر سے روایت کی ہے کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس رمضان کو اترا جبکہ چھ راتیں باقی تھیں۔

(xi) امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ شب قدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اگر کوئی ضعف و بیماری مجبور کرے تو آخری ہفتہ میں سستی نہ کرو۔

(xii) مسلم نے عبد اللہ بن انیس سے مرفوعاً مروی ہے کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شب قدر خواب میں دیکھی اور بھلا دیا گیا اور میں نے اس شب خود کو پانی کیچڑ میں بحالت

کرتے دیکھا پھر عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں تیسویں رات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کے بعد دیکھا تو آپ کی پیشانی پر کیچڑ اور پانی کا نشان تھا اور اس شب بارش برسی تھی۔

روایات متعددہ ہیں اور ان روایتوں کے نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ شب قدر کا تعین کچھ اس طرح ہے۔

(ا) : شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ کے ساتھ خاص ہے جس کو تلاش کرنے کے لیے عبادات وطاعات میں مشغول ہونا ضروری ہے۔

(ب) : شبِ قدر آخری عشرہ کی کوئی طاق رات ہے۔

(ج) : یہ رات بدل بدل کر آتی رہتی ہے لیکن بالعموم ستائیس شب ہی ہوتی ہے۔ کہ اس رات کے بارے میں احادیث بہت تواتر کے ساتھ ہیں۔

(د) : شبِ قدر کی تلاش علامتوں سے بھی ممکن ہے جیسا اس رات میں بارش کا برسنا اگلی صبح سورج کا روشنی کے ساتھ طلوع نہ ہونا۔ انوار کا جگمگانا، ہر چیز کا سجدہ کرتا نظر آنا وغیرہ

البتہ علامات کے بارے میں علماء امت کے مختلف اقوال ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ رات پُرسکون ہوتی ہے اور عبادات میں خصوصی خضوع پیدا ہوتا ہے (شاید وہ رات کی برکت سے ہے یا عبادت گزاروں کے خلوص کے تحت) اور گریہ بھی طاری ہوتا ہے اور اس بندۂ مسکین کو جب بھی یہ نعمت ملی اسی حالت کے ساتھ ملی والحمد للّٰہ ذلك وباللّٰہ التوفیق

امام احمد نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لاعلمی میں لیلۃ القدر میں قیام کرے و نماز پڑھے اور وہ رات لیلۃ القدر ہو تو اس نے لیلۃ القدر کو پا لیا اور اس کی مغفرت ہوئی

بخاری و مسلم میں ہے کہ جس شخص نے ایمان واخلاص کے ساتھ اس رات میں جاگا اور عبادت کی اللہ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے یا اس کے تمام پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ رات دعا کے لیے بھی خاص اجابت رکھتی ہے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا کہوں ارشاد فرمایا تم کہو اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی (بخاری)

خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ۝ ہزار مہینوں سے بہتر

ای باعتبار العبادۃ عند الاکثرین علی معنیات العبادۃ فیھا خیر من العبادۃ فی الف شھر ولا یعلم مقدار خیریتھا منھا الا ھو سبحانہ وتعالٰی۔

یعنی عبادت کے اعتبار سے جیسا کہ اکثر علماء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں عبادت دوسرے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اور اس کی بہتری کی مقدار کا اس سے اندازہ یا علم نہیں ہو سکتا مگر ایسا اللہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ عبادات کس مرتبہ و فضیلت کی ہیں اور ان کی عظمت خیر کا کیا درجہ ہے۔ یہ لیلۃ القدر کی پہلی صفت یا فضیلت ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

(تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا) اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں۔

یہ جملہ لیلۃ القدر کی دوسری فضیلت کا بیان ہے یا پھر خیر من الف شھر کی علت ہے۔ اور جمہور کے نزدیک الرُّوْحُ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور یہاں ان کا ذکر بطور خاص ان کی عظمت و شرف کے اظہار کے لیے ہے اس کے ساتھ کہ وہ ذکر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ جب کہ ایک قول ہے کہ الروح ایک عظیم فرشتہ ہے جو زمین و آسمانوں کو نگل لے تو وہ اس کے لیے ایک لقمہ کے برابر ہو اور "التیسیر" میں اس کے اوصاف کا ایسا ذکر ہے جو عقل کو حیران کرنے والا ہے (کچھ تفصیل سورت النباء میں گزر چکا) کعب اور مقاتل کا قول ہے کہ الروح فرشتوں کا ایک گروہ ہے جنہیں فرشتے بھی اس رات کے سوا نہیں دیکھتے وہ ان زاہدوں جیسے ہیں جنہیں بجز یوم العید اور یوم الجمعہ کے نہیں دیکھا جاتا۔ ایک قول ہے کہ الروح سے مراد فرشتوں پر نگہبان فرشتوں کا گروہ ہے جیسے ہم پر نگہبان فرشتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو کھاتے پہنتے ہیں مگر نہ ہی فرشتے ہیں اور نہ ہی انسانوں میں سے ہیں اور اللہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے اور تیرے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بعض لوگوں کا کہنا ہے شاید وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد (الروح سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اس امت کے مطالعہ و مشاہدہ کے لیے اترتے ہیں اور اس لیے بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ ایک قول ہے کہ مراد اہل ایمان کی ارواح

ہیں جو اپنے اہلِ خانہ کی زیارت کے لیے اترتے ہیں ایک قول ہے مراد رحمت ہے جو اس
رات زمین پر اترتی ہے ایک قول ہے روح کے علاوہ فرشتے جو زمین کی طرف اترتے
ہیں تاکہ مومنین کو سلام کہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر میں جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں تو جو شخص
کھڑا یا بیٹھا ہوا ذکر خدا میں مشغول ہوتا ہے اس کے لیے دعائے رحمت فرماتے ہیں اور
ایک روایت میں ہے اُسے سلام کرتے ہیں اور اس کے لیے بخشش کی دعا فرماتے ہیں۔
غنیۃ الطالبین میں قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے ابنِ عباس سے
نقل کیا ہے کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے حق سبحانہ وتعالیٰ جبریل علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا
حکم فرماتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کے ساکنوں (فرشتوں) کے ساتھ زمین پر اترتے
ہیں جن کی تعداد ستر ہزار ہوتی ہے جن کے پاس نور کے جھنڈے ہوتے ہیں پھر جب وہ زمین
پر اتر پڑتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اپنے جھنڈے اور فرشتے (علیہم السلام) اپنے اپنے
جھنڈوں کو چار مقامات پر نصب کرتے ہیں کعبہ کے قریب، روضہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس مسجد بیت المقدس اور مسجد طور سیناء کے نزدیک پھر جبریل علیہ السلام اُن فرشتوں سے
کہتے ہیں پھیل جاؤ تو وہ پھیل جاتے ہیں اور کوئی گھر، کوئی پتھر، کوئی مکان اور کوئی کشتی
باقی نہیں رہتی کہ اس میں مومن مرد یا عورت ہو کہ اس میں ملائکہ علیہم السلام داخل نہ ہوں سوائے
اس گھر کے جس میں کتا یا خنزیر یا شراب یا فعل حرام کا مرتکب، جنبی یا بتوں کی تصاویر و مجسمے
وغیرہ ہوں یعنی اُن میں داخل نہیں ہوتے۔ تو وہ اللہ کی تسبیح کہتے ہیں اس کی پاکی بولتے
ہیں اور تہلیل کہتے ہیں (لا الٰہ الا اللہ) کا ذکر کرتے ہیں اور امت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے لیے بخشش مانگتے ہیں یہاں تک کہ صبح چمکتی ہے پھر وہ آسمانوں کی طرف چڑھ
جاتے ہیں تو آسمان دنیا کے رہنے والے ان کا استقبال کرتے ہیں تو وہ ان فرشتوں
سے کہتے ہیں کہ تم کہاں سے آرہے ہو تو وہ کہتے ہیں ہم دنیا میں تھے کیونکہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے وہ رات یعنی لیلۃ القدر تھی تو وہ سکانِ آسمان دنیا کہتے ہیں تو اللہ
کریم نے امت محمدیہ کی حوائج اور ضرورتوں کے ساتھ کیسا فرمایا تو جبریل علیہ السلام فرماتے
ہیں اللہ نے ان کے نیکوکاروں کو بخش دیا اور ان کے گناہ گاروں کے بارے میں ان
کی سفارش قبول کرلی تو آسمان دنیا کے فرشتے بلند آوازوں سے جہانوں کے پروردگار کی

تسبیح و تقدیس اور تعریف کرتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے اس امت کے لیے عطا فرمایا۔ اور یونہی سارے آسمانوں اور اہلِ جنت بھی دعا فرماتے ہیں، اور عرش بھی ایسا فرماتا ہے پھر حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس امر کی تصدیق فرماتا ہے کہ میرے نزدیک امت محمدیہ کے لیے بڑی رحمت و کرامت ہے اور وہ انعام ہیں جنہیں نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔

(بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ) اپنے رب کے حکم سے

یہ فرشتوں کے اترنے سے متعلق ہے ای بامرہ عزوجل یعنی جبریل اور فرشتے بحکم الٰہی اترتے ہیں یہ ان کے اترنے کے حکم کے بارے میں بطور تعظیم کے اظہار کے لیے ہے ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ جبریل اور فرشتے اہلِ زمین میں مومنین کے ساتھ کمال رغبت و محبت رکھتے ہیں اور ان کے پاس جانے کے مشتاق ہیں اور اس کی اجازت مانگتے ہیں تو اللہ کریم انہیں اجازت عطا فرماتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جس طرح حجاج کرام زیارت مکۃ المکرمہ کے لیے جاتے ہیں تاکہ ثواب و طاعات کی کثرت کا حصول اور شعائر اللہ کی زیارت یقین و ادراک کو برکت و تسکین ملے یونہی فرشتے لیلۃ القدر میں زمین میں اترتے ہیں کہ اللہ نے مومنین کے لیے زمین میں اپنی طاعات و عبادات میں مشغول ہونے کی فضیلت اس مقدس رات میں رکھی ہے اور آسمانوں میں رات ہوتی ہی نہیں تو فرشتوں کا نزول اہلِ ایمان کے شروبات کی زیادتی و برکت کے لیے ہے اور فرشتوں کا نزول اس خیر و برکت کے ادراک و مشاہدہ کے لیے ہے۔

(مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۝) ہر کام کے لیے

ای من اجل کل امر تعلق به التقدیر فی تلك السنة یعنی جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس سال کے لیے ہر اس کام کی غرض سے مقدر فرمایا۔

(سَلٰمٌ هِيَ) وہ سلامتی ہے۔

سَلٰمٌ مصدر بمعنی سلامتی ہے یعنی وہ امر سلامتی ہے اور ہر خوف و پریشانی اور آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ امر سے مراد ثواب و برکت ہے ایک اور قول ہے کہ امر سے مراد تسکین و طمانیت قلبی ہے۔

(هِيَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۝) صبح چمکنے تک

هِيَ مبتدا ہے اور حتیٰ مطلع الفجر خبر ہے اور سلام خبر مقدم ہے اور سلام کی تقدیم

مفید حصر ہے تو معنی یہ ہوتے ای التسلیم کل اللیلۃ کہ لیلۃ القدر مکمل سلامتی اور بالکلیہ خیر ہی خیر ہے اور اس رات میں خرابی اور شر کو کوئی دخل ہی نہیں یعنی یہ رات شر و خرابی سے محفوظ ہے مجاہد کا قول ہے کہ اس شب میں شیطان کا کوئی حیلہ حربہ شر بپا نہیں کر سکتا اور یہ رات طلوع فجر تک سلامتی سے معمور ہے۔ ضحاک کا قول ہے چونکہ لیلۃ القدر سلامتی ہے لہذا کوئی شر مقدر ہی نہیں ہوتا۔ سفیان ثوری کا قول ہے الدعا فی تلک اللیلۃ احب من الصلوۃ۔ اس رات میں نماز کی نسبت دعا زیادہ پسندیدہ امر ہے پھر فرمایا تلاوت قرآن (خواہ مطلق ہو یا نوافل میں) کے بعد اگر دعا مانگے تو بہت ہی بہتر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں خوب مجاہدہ فرماتے اور ترتیل کے ساتھ قرأت فرماتے اور آیات رحمت پر بن مانگے نہ گزرتے اور یونہی آیات رحمت پر مغفرت مانگتے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ان وافقت لیلۃ القدر فما اقول قال قولی اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ویجتہد فیھا بانواع العبادات من صلوۃ وغیرھا۔ اگر میں لیلۃ القدر پاؤں تو میں کیا کہوں ارشاد ہوا تم کہو اے پروردگار تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے پس مجھ سے درگزر فرما اور اس میں نماز وغیرہ مختلف عبادتوں میں (ذکر وغیرہ) خوب کوشش کرو۔

الحمد للہ آج سورت القدر پوری ہوئی

۲۸ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء

سورۃ البینہ مدنیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ آٹھ آیات۔ چورانوے کلمات اور تین سو ننانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ البینہ پ ۳۰

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔ وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝

اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرے۔

حل لغات سورۃ البیّنۃ پ۳۰

لم۔ نہیں　　یکن۔ ہیں　　الذین۔ وہ لوگ جو　　کفروا۔ کافر ہوئے

من اہل الکتب۔ اہل کتاب میں سے　　و۔ اور　　المشرکین۔ مشرک لوگ

منفکین۔ باز آنے والے　　حتی۔ یہاں تک کہ　　تاتیہم۔ آئے ان کے پاس　　البینۃ۔ روشن دلیل

رسول۔ رسول　　من اللہ۔ اللہ کی طرف سے　　یتلوا۔ پڑھتا ہے　　صحفا۔ صحیفے

مطہرۃ۔ پاک　　فیہا۔ اس میں　　کتب۔ کتابیں　　قیمۃ۔ قائم

و۔ اور　　ما۔ نہ　　تفرق۔ پھوٹ پڑی　　الذین۔ ان میں

اوتوا۔ جو دیے گئے　　الکتب۔ کتاب　　الا۔ مگر　　من بعد۔ بعد

ما۔ اس کے جو　　جاءتہم۔ آئی ان کے پاس　　البینۃ۔ روشن دلیل　　و۔ اور

ما۔ نہیں　　امروا۔ حکم دیے گئے تھے　　الا۔ مگر　　لیعبدوا۔ یہ کہ عبادت کریں

اللہ۔ اللہ کی　　مخلصین۔ خالص کرنے والے　　لہ۔ اس کے لیے　　الدین۔ دین

حنفاء۔ یک رخ ہوکر　　و۔ اور　　یقیموا۔ قائم کریں　　الصلوۃ۔ نماز

و۔ اور　　یؤتوا۔ دیں　　الزکوۃ۔ زکوۃ　　و۔ اور

ذلک۔ یہ ہے　　دین۔ دین　　القیمۃ۔ سیدھا　　ان۔ بیشک

الذین۔ وہ جو　　کفروا۔ کافر ہوئے　　من اہل الکتب۔ اہل کتاب سے

و۔ اور　　المشرکین۔ مشرک　　فی۔ بیچ　　نار۔ آگ

جہنم۔ جہنم کے ہیں　　خلدین۔ ہمیشہ رہیں　　فیہا۔ اس میں　　اولئک۔ یہی

ہم۔ وہ ہیں　　شر۔ بدتر　　البریۃ۔ مخلوق میں سے　　ان۔ بیشک

الذین۔ وہ جو　　امنوا۔ ایمان لائے　　و۔ اور　　عملوا۔ عمل کیے

الصلحت۔ اچھے　　اولئک۔ یہی　　ہم۔ وہ ہیں　　خیر۔ بہترین

البریۃ۔ مخلوق میں سے　　جزاؤ۔ بدلہ　　ہم۔ ان کا　　عند۔ نزدیک

ربہم۔ ان کے رب کے　　جنت۔ باغ ہیں　　عدن۔ بسنے کے　　تجری۔ چلتی ہیں

من تحتہا۔ اس کے نیچے　　الانہر۔ نہریں　　خلدین۔ ہمیشہ رہیں　　فیہا۔ اس میں

ابدا - ہمیشہ تک　　رضی - خوش ہوا　　اللہ - اللہ　　عنہم - ان سے
و - اور　　رضوا - وہ راضی ہوئے　　عنہ - اس سے　　ذلک - یہ
لمن - اسکے لیے ہے جو　　خشی - ڈرا　　ربہ - اپنے رب سے۔

سُورَۃُ الْبَیِّنَۃِ

سورت البینۃ مدنی ہے اس میں ایک رکوع اور آٹھ آیات ہیں اس سورت کے نام سورت القیامہ، سورت البلد، سورت المنفکین، سورت لم یکن اور سورت البریہ بھی ہیں، بحر میں ہے کہ یہ سورت مکی ہے جبکہ جمہور کے نزدیک اور ابن الزبیر اور عطاء بن یسار کا قول ہے کہ مدنی ہے ابوصالح نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ یہ مکی ہے اور یحیٰ بن سلام نے اُسے مختار مانا ہے ابن الفرس کا قول ہے کہ مکی ہونا مشہور ہے اور ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور ابنِ کثیر نے اسے معتبر مانا ہے کہ یہ مدینہ ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام احمد اور طبرانی نے ابی خثیمۃ البدری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب سورت البینۃ اتری تو جبریل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ کا پروردگار آپ کو حکم فرماتا ہے کہ ابی بن کعب اس سورت کی تلاوت کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ جبریل کہہ رہے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے کہ تم یہ سورت تلاوت کرو تو ابی نے کہا کیا میرے رب نے میرا نام لے کر کہا ہے ارشاد ہوا ہاں تو وہ بولے اچھا اور رو پڑے۔ اور آلوسی کہتے ہیں یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس سورت کے فضائل میں ابوموسیٰ المدینی نے "المعرفۃ" میں اسمٰعیل بن ابی حکم سے بواسطہ سطر المدنی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس سورت کی تلاوت کو (بطور خاص) سُنتا ہے تو فرماتا ہے کہ میرے بندے (تلاوت کرنے والے) کو خوشخبری دے دو کہ مجھے اپنی عزت وعظمت کی قسم کہ میں اُس سے دنیا اور آخرت کے احوال میں کسی حال کے بارے میں نہ پوچھوں گا اور تجھے بالضرور جنت میں متمکن کروں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اور اس سورت کی پچھلی سورت سے مناسبت گویا تعلیل نزول قرآن ہے کہ ارشاد ہوا کہ کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک روشن دلیل ان کے پاس نہ

آجائے اور پچھلی سورت میں ارشاد ہوا بے شک ہم نے قرآن روشن دلیل (کو لیلۃ القدر میں) اتارا پھر اس سورت میں ارشاد ہے۔ رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمہ ۰ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔ اور جو کچھ نازل ہونا تھا وہ تو بس یہی ہے تو اے اہل کتاب و مشرکین تم دعوت قبول کیوں نہیں کرتے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ البینۃ پ ۳۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ مُنۡفَكِّيۡنَ حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ ۙ‏ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ‏ فِيۡهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔ وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

(لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ مُنۡفَكِّيۡنَ۔) کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے۔

ای الیھود والنصاریٰ وعبدۃ الاوثان

یعنی یہود اور نصاریٰ (عیسائی) اور بت پرست، وایرادھم بذلک العنوان قیل لاعظام شناعۃ کفرھم وقیل للاشعار بعلۃ ما نسب الیھم من الوعد باتباع الحق فان مناط ذلک وجدانھم لہ فی کتابھم۔ اور اس عنوان (انداز) کے ساتھ انہیں خطاب کرنے سے مراد یاد دہانی ہے اور ایک قول ہے کہ اس لیے کہ ان کے کفر کی بڑی برائی کی نشاندہی ہو اور کہا گیا ان نشانیوں کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے جو مراد علامت ان کی طرف منسوب تھیں جن میں سے ایک یہ کہ اس امر کا وعدہ تھا کہ وہ حق کا اتباع کریں اور اپنے دین کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ وہ رسول موعود تشریف نہ لے آئیں جن کے تذکرے وہ اپنی کتابوں یعنی تورات زبور انجیل میں پاتے ہیں۔ اہل کتاب کا کفر تو یہ تھا کہ انہوں نے صفات الٰہیہ میں اور عقیدۂ توحید میں گڑبڑ کی تھی یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیا تھا اور الوہیت میں شریک مانتے

تھے یا شرک کے مرتکب ہوتے تھے اور مشرکوں کا حال بھی یہی تھا کہ وہ بت پرستی کے علاوہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے اور یہی امور موجب کفر اور بدترین کفر و شرک تھے۔ امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں "من" حرف جار تبعیض پر دلالت کرتا ہے اور بیانیہ نہیں کہ ان میں سے بعض نے اپنے نبی کے بعد بالکل کفر نہ کیا اور وہ عقائد حقہ پر تھے یہاں تک کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بعض کا قول ہے کہ وہ (اہل کتاب) بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حق پر تھے اور تبیین بعثت سے پہلے ان سب کے کفر کی مقتضی ہے جو ظاہر کے خلاف ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے مراد اہل کتاب سے وہ یہود ہیں جو اطراف مدینہ میں آباد تھے جیسے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع اور بعض نے کہا کہ بعثت کے بعد ان کی حالت کا بیان ہے اور تبیین ان کے کفر کی مقتضی نہیں۔ لیکن ایک چیز پر سب متفق تھے اور وہ بعثت نبوی تھی یعنی آنے والے رسول پر یہ سب متفق اور اس کے منتظر تھے اور ان کی کتابوں میں اس امر کا ذکر موجود تھا البتہ مشرکین یعنی بت پرست اس امر میں شریک نہ تھے لیکن سن انہوں نے بھی رکھا تھا اور اہل کتاب اسی حوالے سے ان پر اپنی برتری اور غلبہ کے دعوے کرتے تھے۔ منفکین کے معنی ہیں المفارقۃ یعنی یہ اہل کتاب اور مشرکین اپنا دین اور طریقہ چھوڑنے والے نہ تھے۔ "منفکین" یکن کی خبر ہے اور خبر محذوف ہے اور مراد ہے کہ انہوں نے اتباع حق کا وعدہ کر رکھا تھا جب حق ظاہر ہو۔

(حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ۝) جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔
یہ منفکین کے ساتھ متعلق ہے اور البینۃ صفت ہے بمعنی اسم فاعل ای المبین للحق یعنی حق کو واضح کرنے والا یعنی وہ رسول موعود تشریف نہ لے آئیں جن کا ذکر ان کی کتب میں موجود ہے اور جن کے وہ منتظر تھے اور جن کے توسل سے وہ کفار پر فتح مانگتے تھے جیسا کہ ارشاد باری ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا واضح مفہوم یہ ہے کہ المبین اللحق سے مراد صاحب قرآن نبی الامی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اہل کتاب بیٹوں کی پہچان سے بڑھ کر پہچانتے تھے اور ان کی علامتوں اور نشانیوں سے حد درجہ آگاہ تھے۔

(رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ) وہ کون وہ اللہ کا رسول
البینۃ سے بدل ہے یا خبر لمقدر ہے ای ھی رسول یعنی وہ رسول اور تنوین

وعظمت کے اظہار کے لیے ہے والمراد بہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اور مراد سرورعالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور من اللہ آپ صلی اللہ کی صفت اور مزید عظمت کے اظہار و تاکید
کے لیے ہے۔ یعنی وہ رسول جو اللہ کی طرف سے آئے۔

(یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝) کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے۔

یہ رسول کی دوسری صفت ہے یا پہلی صفت (من اللہ) کا حال ہے یعنی وہ رسول اُمّی
ہونے کے باوصف صحیفے پڑھتا ہے صُحُفًا مُّطَهَّرَةً سے مُراد قرآن عظیم ہے۔ اور مُطَهَّرَةً
صُحُف کی صفت ہے یعنی وہ صحیفے ایسے ہیں کہ شیطان اس میں نہ تو تصرف کی قدرت رکھتا ہو
اور نہ ہی کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ پا سکتا ہے اور پاکوں کے سوا سے
چھونے سے محفوظ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ ایک قول ہے
کہ بر تقدیر مضاف معنی یہ ہوں گے اک مثل صحف کہ پچھلے صحیفوں کی طرح تلاوت کرتا ہے
حالانکہ آپ اُمّی تھے۔ اور آپ کی تلاوت قرآن پچھلی کتب کی مصدق ہے۔

(فِيۡهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝) ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

والمراد بالکتب المکتوبات و بالقیمۃ المستقیمہ واستقامتہا نطقہا بالحق
اور "کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ" سے مراد ان صحف مطہرہ میں سیدھی اور سچی باتیں ہیں جو حق وعدل کا
بیان ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنَةُ ۝ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۝ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ ۝	اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف لائے اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اس پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

(وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنَةُ ۝) اور
پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس تشریف
لائے۔

(حُنَفَآءَ) ایک طرف کے ہو کر

ای مائلین عن جمیع العقائد الزائغۃ الی الاسلام۔

یعنی تمام دینوں اور عقائد باطلہ و فاسدہ سے منہ موڑ کر خالص دین اسلام کا اتباع کریں۔

ابو قلابہ سے حنفآء کی تفسیر میں منقول ہے ای بمومنین بجمیع الرسل علیھم السلام یعنی تمام رسولوں علیہم السلام پر ایمان رکھنے والے اور مجاہد کا قول ہے ای بمتعین دین ابراھیم مراد دین ابراہیم کا اتباع کرنے والے ہیں اور ربیع بن مسعود کا قول ہے۔ ای بمستقبلین القبلۃ بالصلوۃ یعنی نمازوں میں قبلہ کا استقبال کرنے والے اور قتادہ کا قول ہے کہ مراد ختنہ کرنے والے حرمت کے قائلین ہیں جبکہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد حجاج ہیں۔ حنف کے معنی ہیں المیل الی الاستقامۃ پوری قوت کے ساتھ مائل ہونا یا رغبت کاملہ رکھنا۔

(وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ) اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں

ای امرھم بما فی کتابھم ان امرھم باتباع شریعتنا امرلھم بجمیع احکامھا

یعنی ان کو بھی (اہل کتاب) ان کی کتاب میں ان دونوں باتوں کا حکم دیا گیا تھا اور بے شک انہیں یہ حکم ہماری شریعت کی اتباع میں بھی اور دیگر احکام وغیرہ کے ساتھ بھی دیا گیا ہے یعنی بر وقت نماز پڑھیں اور وقت پر زکوۃ ادا کریں۔

(وَذٰلِكَ) اور یہ

یہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی بندگی کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی طرف اشارہ ہے۔

(دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝) سیدھا دین ہے۔

ای الکتب القیمۃ۔ یعنی پچھلی آسمانی کتب میں بھی سیدھا دین یہی بیان ہوا اور یہی حق اور سچا اور سیدھا راستہ ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لائے ہیں گزشتہ انبیاء و رسل کا دین بھی وہی تھا اور دین کی اصل یہی امور ہیں جو تمام شرائع کا مرکزی نقطہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ	بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ) بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں۔

قیل بیان لحال الفریقین فی الآخرۃ بعد بیان حالھم فی الدنیا وذکر المشرکین لئلا یتوھم اختصاص الحکم باھل الکتب حسب اختصاص مشاھدۃ شواھد النبوۃ فی الکتب بھم فالمراد بھولاء الذین کفروا ھم المتقدمون فی صدر السورۃ۔

کہا گیا کہ یہ آخرت میں دونوں گروہوں کے حال کا بیان ہے اس حالت کے بیان کے بعد جو ان کا دنیا میں تھا اور مشرکوں کا ذکر اس لیے آیا ہے کہ کہیں اس حکم کے اہلِ کتاب کے ساتھ خاص ہونے کا واہمہ پیدا نہ کرے جیسا کہ نبوت کے بارے میں جو شواہد ان کی کتاب میں تھے وہ اس کے مشاہدہ میں خصوصیت رکھتے تھے یعنی مشرکین کی نسبت بخوبی جانتا تھا۔ اور علم رکھتے تھے تو مراد یہاں وہ کفار ہیں یعنی کتابی اور مشرکین جن کا اس سورت کے درمیان ذکر گزرا۔ اور بعض نے کہا یہ جملہ اسمیہ ہے اور یہ اِنَّ (حرف تحقیق) کا اسم ہے اور نارجھنم اس کی خبر ہے اور جار سے متعلق مقدر بمعنی مستقبل کے ہے یا مجازاً یہ مطلب ہے کہ وہ اب بھی علی الاطلاق جہنم میں ہیں جو ان پر ان کے کفر و معصیت کے باعث ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ کتابی کافر اور مشرکین جہنم کی آگ میں ہیں یا ہوں گے (آخرت میں)

(خٰلِدِیْنَ فِیْهَا) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

کہ یہ کفار کے حال کی خبر ہے اور دونوں گروہوں کے دخول نار کو مشترک ہے یعنی عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ دونوں کے جہنم کے عذاب کی کیفیت و تفاوت کے منافی نہیں کہ اہلِ کتب درکات جہنم کی ایک نوع عذاب میں ہوں گے اور یونہی مشرکین درک اسفل میں ہوں گے کہ ایک اعتبار سے مشرکین کا کفر اہلِ کتاب کے کفر سے بڑھ کر ہے کہ ارشاد باری ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ اور ایک اعتبار سے اہلِ کتاب کا کفر مشرکین سے بڑھ کر ہے کہ مشرک اس علم اور شواہد نبوت سے آگاہ نہ تھے جو اہلِ کتاب کو ان کی کتابوں کے حوالے سے تھا اور یہ مقتضی تھا ان کے لیے عذاب شدید کا کہ وہ علم کے ہوتے ہوئے کافر تھے تو دونوں گروہوں کا عذاب ایک دوسرے کے مساوی نہیں بلکہ متفاوت اور ان کے حسب کفر و

معاصی ہے اور اسی کی وجہ سے وہ دوزخ کی آگ میں مطلقاً اور ہمیشہ رہیں گے۔

(اُولٰٓئِكَ) وہی

اشارہ ہے ای اولئك البعداء المذکورون یعنی مذکورہ اوصاف والے کتابی اور مشرک۔

(هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝) تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

ای الخلیقۃ وقیل الشیر والمراد قیل ھو شر البریۃ اعمالا یعنی تمام مخلوق میں بدتر ہیں اور ایک قول اور انسانوں میں بہت ہی بُرے ہیں اور ایک قول ہے کہ اعمال کے حوالے سے بدترین لوگ ہیں۔ ایک قول ہے شرھا مقاماً و مصیراً کہ مقام ٹھکانے کے لحاظ بُری مخلوق ہیں۔ ایک قول ہے کہ ان کفار سے مراد وہ مخصوص اقوام اور گروہ ہیں جو رسولوں کی تکذیب کرتے رہے اور کفر و سرکشی پر ڈٹے رہے بلکہ عام ہے کہ جو بھی قیام آخرت تک اس طرز عمل کا مظاہرہ کریں گے وہی جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے بلکہ بہائم اور چوپائیوں سے بدتر ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے اولئك کالانعام فانہ ظاھر فی ان کفرھم قد ازداد عند ذلك فقال جار اللہ کان الکفار من الفریقین یقولون قبل المبعث لاننفك عما نحن فیہ من دیننا حتی یبعث اللہ تعالیٰ النبی الموعود الذی ھو مکتوب فی التوراۃ والانجیل وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فحکی اللہ تعالیٰ ما کانوا یقولونہ ثم قال سبحانہ وما تفرقوا الخ تو بے شک وہ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا کفر اس کے ساتھ ہی بڑھ گیا تھا۔ علامہ جار اللہ زمخشری کہتے ہیں کہ کفار دونوں فریقوں میں سے تھے جو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کہتے تھے کہ ہم اپنے دین سے جس پر کہ ہم ہیں نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ وہ نبی موعود تشریف نہ لے آئیں جن کا ذکر تورات و انجیل میں لکھا ہوا موجود ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اللہ کریم نے اس کا بطور حکایت یا حجت اس کا ذکر فرمایا ہے جو وہ کہا کرتے تھے پھر ارشاد فرمایا اور پھوٹ نہ پڑی کتاب والوں میں مگر بعد اس کے کہ وہ روشن دلیل یعنی نبی انکے پاس تشریف لائے واضح مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب سبھی اس پر متفق تھے کہ ہم نبی موعود کی تشریف آوری پر ایمان لے آئیں گے لیکن جب وہ تشریف فرما ہوئے

تو اہلِ کتاب میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض کفر پہ قائم
رہے اور دوسری جگہ سورت البقرہ میں ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کا کفر پہ قائم رہنا
حسد وعناد کی وجہ سے ہے ورگرنہ بظاہر ان کے پاس انکار کی وجہ نہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کے اوصاف مذکورہ اس قدر واضح اور روشن تھے کہ انکار ان کی اپنی کتابوں سے
کھلا مکابرہ تھا۔ اور یہی امر ان کی تعذیب کا سبب بنا۔ سورت المائدہ میں یہی مضمون زیر آیات
یاأهل الكتب قد جاءكم رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتب
ويعفوا عن كثير اور ياهل الكتب قد جاءكم رسولنا يبين لكم على فترة
من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشير ولا نذير الخ بالتفصیل گزر چکا۔
(وَ مَآ اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ) اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی
کریں۔
یہ جملہ حالیہ مفیدہ ہے جو اہلِ کتاب کے طرزِ عمل کی انتہائی قباحت وخرابی کو واضح کر رہا
ہے اور امر سے مراد مطلق تکلیف ہے ای والحال انهم ما كلفوا فی كتابهم بما
كلفوا به یعنی اور حالت یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب تورات وانجیل میں بھی اسی امر کی تکلیف
دیئے گئے تھے جس کا اس میں (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ان کی شریعت میں خلوص
کے ساتھ اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا تھا اور شریعت محمدیہ میں بھی یہی حکم ہے اور یہ امور
مسلمہ ہے تو اختلاف وتفرقہ اور انکار رسول کی کیا وجہ ہے۔
(مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۝) نرے اسی پر عقیدہ لاتے
ای جاعلين دينهم خالصا له تعالى فلا يشركون به عزوجل
یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ اپنے دین (عقیدہ) کو قائم کریں اور اللہ
کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور شرک ونفاق سے بچیں اور خالص اللہ کی بندگی کریں۔
"دین" مخلصین کے لیے مفعول ہے اور پورا جملہ لیعبد و اللہ کا حال ہے۔
بَلْ هُمْ اَضَلُّ اولئك هم الغافلون۔ اَلْبَرِیَّة مھموز اور غیر مھموز دونوں طرح
پڑھا گیا ہے اہل عرب اَلْبَرِیَّة کو اَلذَّرِیَّة کی طرح بولتے ہیں اور اہلِ مکہ البریئة
ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے معنی الخلیفة کے ہیں یعنی تمام مخلوق جس میں انسان
جن فرشتے وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اگر بدوں مھموز کے پڑھیں تو معنی ہوں گے "البشر

المخلوقون من التراب" یعنی انسان جو مٹی سے پیدا ہوئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے
اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ — وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

بیان لمحاسن احوال المومنین

یہ مومنین کے احوال کی اچھائی کا بیان ہے یعنی یہ لوگ ایمان اور طاعت کی فضیلت اور بزرگی کی وجہ سے مخلوق میں بہتر ہیں یہاں تک کہ ایمان والے متقی پرہیزگار لوگ ساری مخلوق یہاں تک کہ عام ملائکہ سے بھی بہتر اور صاحب فضل و شرف ہوں گے اور خواص مومنین خواص ملائکہ سے افضل ہوں گے۔ اور انبیاء و رسل بشری رسل ملائکہ سے افضل ہوں گے ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تم لوگ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے نزدیک حضرات ملائکہ علیہم السلام کی عظمت و منزلت پر تعجب کا اظہار کرتے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لمنزلۃ العبد المومن عند اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ اعظم من منزلۃ الملک واقرؤا ان شئتم ان الذین اٰمنو وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ۔ بندہ مومن کی عظمت و منزلت اللہ کے ہاں بروز قیامت فرشتوں کی منزلت سے بہت بڑی ہو گی اور اگر تم چاہو تو پڑھو یہ آیت ان الذین الخ۔

ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "من اکرم الخلق علی اللہ تعالیٰ" اللہ کے نزدیک مخلوق میں بہتر (مکرم و معظم) کون ہے تو ارشاد فرمایا عائشہ تم یہ آیت ان الذین اٰمنوا الخ نہیں پڑھتیں۔

جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ ذٰلِکَ — ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس

(لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝) کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے

(جَزَآؤُهُمْ) ان کا صلہ

ابے جزاؤ الذین امنو وعملوا الصلحت بمقابلۃ الکفار من اھل الکتب والمشرکین۔

یعنی ان لوگوں کا صلہ جو ایمان لائے اور انہوں نے پرہیزگاری کی ان لوگوں کے مقابلے میں یعنی کتابی کفار و مشرکین کے مقابل میں جو نہ ہی ایمان لائے اور نہ ہی اطاعت گزاری کی۔

یہ جملہ مُبتدا ہے۔

(عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ) ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں۔

(خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔

عند ربھم ظرف متعلق بجزاء ہے اور جَنّٰتِ عَدْنٍ خبر ہے یعنی یہ صلہ و جزا (ثواب) ان کے ایمان و طاعت کا بدلہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام ہوگا اور جَنّٰتٌ جَنّۃٌ کی جمع ہے اور عَدْنٍ جَنّٰتٌ کی صفت و حالت ہے عدن کے معنی ہیں قیام یعنی رہائش رکھتے یا رہنے و بسنے کے لیے اور یہ بسنا عارضی نہ ہوگا بلکہ خٰلِدِيْنَ فیھا ابدا سے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقید کر دیا تاکہ کوئی وسوسہ و خطرہ ہی نہ رہے کہ یہ انعام کبھی ختم بھی ہو سکتا ہے اور تجری من تحتھا الانھر سے ان باغوں کے بسنے کی حالت لذت حُسن کا اظہار ہے اور جنات کی ایک صفت کا بیان ہے اور الانھار کی طرف تجری کی نسبت مجازی ہے۔ گویا یہ جزاء مومنین کی تفصیل و توصیف اور بیان نعمت ہے۔

(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ) اللہ اُن سے راضی

نحوی لحاظ سے نیا جملہ ہے (مستانفہ) اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جو مومنین صالحین کی جزاء اعمال اور ان کی فضیلتوں اور ان پر اپنی نعمتوں کا جو ذکر فرمایا اس کے بارے میں مزید خبر ہے یا پھر جملہ بیانیہ اس شخص کے سوال کے جواب میں ہے جو کہے "اَلَهُمْ فَوْقَ ذٰلِكَ امر آخر" کیا ان لوگوں کے لیے کوئی دوسری بات اس سے بڑھ کر بھی ہے تو جواب میں ارشاد ہے اللہ ان سے راضی گویا یہ ان کی تکریم و تعظیم کی زیادتی کے اظہار کے لیے ہے اور ایک قول ہے کہ یہ جملہ ان کے پروردگار کی طرف سے دعا بطور نعمت اعلیٰ ہے۔ ایک

قول ہے کہ اللہ ان کی اطاعت اور اخلاص سے راضی ہوگا اور ان پر اپنی رضامندی کا اعلان فرمائے گا تاکہ انہیں آئندہ ناراضگی کا خوف وخطرہ ہی نہ رہے۔ اور یہ نعمت رضا سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔

(وَرَضُوْا عَنْهُ) اور وہ اس سے راضی

وعلل رضاهم بانهم بلغوا من المطالب قاصيتها ومن المآرب ناصيتها وفيهم بهم مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر۔

اور اُن (مومنین) کے راضی ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ بلاشبہ اپنے معاملات وحساب اور اپنی مخلصانہ اعمال وافعال کے مطلوب ومقصود تک کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ان کے لیے وہ نعمتیں انعام ہوئیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔ ایک قول ہے کہ وہ اپنی رب کریم کے انعامات اس کی مہربانیوں اور کرم وعطا اور اس فضل وشرف کے ملنے پر اپنے پروردگار سے خوش ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں گے کہ وہ اپنے رب کی ہر بات کو محبوب رکھتے ہوں گے۔ یعنی راضی برضا ہوں گے۔

(ذٰلِكَ) یہ

اى ما ذكر من الجزاء والرضوان

یعنی اُس سے جو صلہ اور رضامندی وغیرہ کے بیان میں سے گزرا۔

(لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝) اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرے۔

فان الخشية ملاك السعادة الحقيقية والفوز بالمراتب العلية اذ لولاها لم تترك المناهي والمعاصي ولا استعد ليوم يؤخذ فيه بالاقدام والنواصي۔

تو بے شک اللہ کا خوف ہی دراصل حقیقی سعادت (نیک بختی ہے) اور اعلیٰ وبلند درجات تک پہنچانے والی کامیابی ہے اور نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ شریعت کے ممنوعات اور گناہوں کو نہ مکمل طور پر نہ چھوڑے اور اس دن کے لیے تیاری نہ کرے جس روز میں لوگ سر کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مجرد ایمان اور اعمال صالح ہی سے درجات علیا اور رضوان رب تک رسائی حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول ووصول کا ذریعہ ہے وہ خشیت الٰہیہ کی دولت ہے

اور خوف خدا کے بارے یہ رسائی کیونکر مل سکتی ہے ارشاد باری ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ سے خشیت (ڈرنے والے) رکھنے والے بندے (لوگ) تو اہل علم ہی ہیں اور اس آیت ایسے علماء کے لیے بہت خوشخبری ہے اور علم کا تقاضا یہی ہے کہ ظاہر باطن ہیں اللہ سے ڈرے اور کسی حال میں سے خوف نہ ہو اور ایسا جب ہی حاصل ہوتا ہے جب انوار علوم بندے کے قلب میں اتر جائیں اور وہ نافرمانیوں سے خود کو بچائے اور فکرِ آخرت میں مشغول ہو اور رغبت دنیوی سے بقدر ضرورت لے اور اللہ کی رضاؤں کے حصول میں مستعد ہو۔ جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے الرضا علی قدر قوۃ العلم والرسوخ فی المعرفۃ رضا بندے کی قوت علمی کے مطابق ہے اور اسی کے برابر (قدر) اس کی معرفت ربانیہ تک رسائی ہے۔ اور ارشاد نبوی ہے راس الحکمۃ مخافۃ اللہ حکمت کا مغز اللہ کا خوف ہے اور دانا ہی ہے جو اللہ سے خوب ڈرے اور بے خوف و بے باک نہ ہو اور ارشاد باری ہے واخشونی اور تم مجھی سے ڈرو تو حق یہی ہے کہ بندے اس سے ڈریں اور جو ڈر گیا اور گناہوں سے نافرمانیوں سے باز رہا تو اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ وعدہ ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن (الرحمٰن) اور ایک اور جگہ ارشاد ہے واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی (النازعات) اور خوف وخشیت کے حصول کے لیے ارشاد ہے طٰہٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی (طٰہٰ) تو تلاوت قرآن اور قرآن کے مطالب و معانی میں غور و فکر اس نعمت کا لاانتہائی خزانہ ہے۔

الحمد للہ آج سورت البینۃ پوری ہوئی

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۹۵ء

سورۃ الزلزال مدنیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ آٹھ آیتیں پینتیس کلمات اور ایک سو انتالیس حروف ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الزلزال پ ۳۰

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ — جب زمین تھر تھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔

وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ — اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔

وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۚ — اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔

يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ — اس دن وہ اپنی خبریں بتلائے گی۔

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ؕ — اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا۔

يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۙ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ؕ — اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ — تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ — اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

حل لغات سورۃ الزلزال پ ۳۰

اذا۔جب	زلزلت۔کانپے گی	الارض۔زمین	زلزالھا۔اپنا کانپنا
و۔اور	اخرجت۔نکالے گا	الارض۔زمین	اثقالھا۔اپنے بوجھ
و۔اور	قال۔کہے گا	الانسان۔انسان	ما۔کیا ہے
لھا۔اسکو	یومئذ۔اسدن	تحدث۔بیان کریگی	اخبار۔خبریں اپنی
ھا۔اپنی	بان۔اسلیے کہ	ربک۔تیرے رب نے	اوحی۔وحی کی
لھا۔اسکو	یومئذ۔اسدن	یصدر۔نکلیں گے	الناس۔لوگ
اشتاتا۔مختلف	لیروا۔تاکہ دکھائے جائیں	اعمالھم۔اپنے اعمال	فمن۔تو جس نے
یعمل۔عمل کیا	مثقال۔برابر	ذرۃ۔ایک ذرہ کے	خیرا۔نیکی
یرہ۔دیکھے گا	ہ۔اسکو	و۔اور	من۔جس نے

یعمل: عمل کیا مثقال: برابر ذرۃ: ایک ذرہ کے شراً: برائی
یرہ: دیکھے گا ہ: اسکو

سورت الزّلزال

سورت الزلزال مدنی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں ابن عباس، مجاہد اور علماء کے قول کے مطابق مکیۃ ہے جب کہ مقاتل اور قتادہ کے مطابق مدینہ ہے اور الاتفاق میں سیوطی نے اس حدیث سے اس کے مدنی ہونے پر استدلال کیا ہے جو ابن ابی حاتم نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا جب سورت الزلزال اتری جس میں ارشاد باری ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنے اعمال کو ضرور دیکھوں گا ارشاد فرمایا ہاں میں نے کہا وہ بڑے سے بڑے کام بھی فرمایا ہاں میں نے کہا چھوٹے سے چھوٹے بھی فرمایا ہاں میں نے کہا پھر تو میری ماں نے مجھے کھو دیا ارشاد فرمایا اے ابا سعید تمہیں خوشخبری ہو کہ نیکیاں دس گناہوں کی اور ابو سعید نہیں تھے مگر مدینہ میں اور غزوہ اُحد کے بعد مسلمان ہوئے۔ ترمذی اور بیہقی نے ابنِ عباس سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ سورت الزلزلہ نصف قرآن کے برابر ہے اور ترمذی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ سورت الزلزلہ چوتھائی قرآن ہے۔ اور اس سورت کا پچھلی سورت سے تعلق یوں ہے کہ احکام قرآنی دو صورتوں میں منقسم ہیں احکام دنیا اور احکام آخرت اور یہ سورت احکام آخرت کو اجمالی طور پر مشتمل ہے اور اس میں قیامت جو دل ہلانے والی ہوگی کے ذکر کے ساتھ زمین کے بوجھوں کے نکلنے اور خبروں کے بتانے کا تذکرہ ہے اور جو کچھ آخر میں ہے وہ یہ ہے کہ ایمان بالبعث کی تقریر ہے جو چوتھائی ایمان ہے، جیسا کہ حدیث میں مروی ہے جسے ترمذی نے نقل کیا کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ چار باتوں کی گواہی نہ دے۔

(i) توحید و رسالت پر ایمان

(ii) موت پر ایمان

(iii) اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان

(١٧) اور تقدیر پر ایمان

اور اس کی تفصیل اپنے موقعہ پر بیان ہوگی۔ نیز پچھلی سورت میں اللہ کریم نے دونوں
اور کفار یعنی دونوں گروہوں کے صلہ کا ذکر فرمایا تو گویا یہ سوال ابھرتا تھا کہ وہ صلہ کب
ملے گا اور اس کا وقت کونسا ہوگا تو اس سورت میں اس ہی کا بیان ہے۔ جو باہمی مناسبت
کو مشیر ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الزلزال پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ٥
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ٥
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ٥

جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے اور آدمی کہے اسے کیا ہوا۔

(اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ) جب زمین تھرتھرا دی جائے۔

ای حرکت تحریکا عنیفا متدارکا متکررا

یعنی جب زمین کو ایسی حرکت دی جائے گی جو سختی کے ساتھ ہلانے کی قریب سے پیچھا کرنے والی ہوگی اور بار بار حرکت کرے گی۔

(زِلْزَالَهَا ٥) جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔

ای الزلزال المخصوص بها الذی تقتضیه بحسب المشیئة الالهیة المبنیة علی الحکم البالغة وهو الزلزال الشدید الذی لیس بعده زلزال فکان ما سواه لیس زلزالا بالنسبة الیه او زلزالها العجیب الذی لا یقادر قدره۔

یعنی اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو مشیئت الہیہ کے مطابق اس کی حالت کا مقتضیٰ ہوگا اور جو اللہ کریم کی حکمت بالغہ پر مبنی ہوگا اور وہ ایسا شدید زلزلہ ہوگا کہ اس کے بعد کوئی زلزلہ نہ ہوگا تو جو کچھ اس کے علاوہ ہوگا تو وہ اس زلزلہ کی طرف منسوب زلزلہ (ہلنا) نہ ہوگا یا پھر اس کا (زمین کا) تھرتھرانا ایسا عجیب ہوگا جس کی ہیبت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا
واضح مفہوم یہ ہے کہ زمین کا تھرتھرانا اور ہلنا جس قدر ممکن و مقرر ہے اس کی تھرتھراہٹ

اسی قدر ہوگی اور یہ سلسلہ اس قدر ہولناک و ہیبت ناک ہوگا کہ زمین پر کوئی درخت کوئی
عمارت کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ
زلزلہ نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوگا۔ جبکہ لوگ قبروں سے اٹھ چکے ہوں گے۔ اور بعض علماء کا
قول ہے جیسے ابنِ عربی کہ یہ زلزلہ نفخۂ اولیٰ کے قریب یا پہلے ہوگا۔

وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے

نقد قال ابن عباس ای موتاھا تو ابن عباس کا قول ہے کہ زمین اپنے مُردے
باہر ڈال دے گی۔ نقاش، الزجاج اور منذر بن سعید کا قول ہے ای کنوزھا وموتاھا
مراد ہے زمین اپنے اندر کے خزانے اور مردے باہر ڈال دے گی۔ یہ خزانے وہ نہیں ہوں گے
جو دجال لعین کے زمانہ میں زمین نکالے گی۔ اور اس قول کے مطابق یہ نفخۂ ثانیہ کے وقت
ہوگا۔ اثقال ثقل کی جمع ہے اور قاموس میں اس کے معنی متاع المسافر وکل نفیس مصون
یعنی مسافر کا سامانِ (بوجھ) اور ہر قیمتی دھات یا پتھر مُراد خزانے ہیں اور ایک قول ہے ثِقْل
(کسرہ کے ساتھ) اثقال کا واحد ہے جس کے معنی ہیں حمل البطن پیٹ کا بوجھ یا خفیہ یا چھپا
ہُوا بوجھ۔

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ اور آدمی کہے اُسے کیا ہُوا۔

(وَقَالَ الْإِنْسَانُ) ای کل فرد من افراد الانسان لما بھرھم من الطامۃ
ویدھمھم من الداھیۃ العامۃ اور تمام انسانوں میں سے ہر شخص کہے گا جب انہیں
یہ مکمل مصیبت غمگین بنا دے گی اور یہ عام آفت و بلا اچانک آکر انہیں پریشان کر دے گی۔
(مَا لَهَا) ای نزلزلت ھذہ المرتبۃ من الزلزال وأخرجت مافیھا من الاثقال
مالما شاھدوہ من الامر الھائل وقد سیرت الجبال فی الجو وصیرت ھباء
وذھب غیر واحد الی ان المراد بالانسان الکافر غیر المؤمن بالبعث والاظھر
ھو الاول علی ان المومن یقول ذلک بطریق الاستعظام والکافر بطریق التعجب۔
یعنی اس دفعہ زمین کو کیا ہوگیا اور اتنا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا سب باہر نکال
پھینکا اور اس چیز کی عظمت و ہیبت کے پیشِ نظر جس کا وہ واقع ہونے والے عظیم امر کے مشاہدہ
پر کریں گے کہ پہاڑ فضا میں غبار ہو کر (اُڑنے) لگے ہیں اور اکثر علماء کا کہنا ہے کہ الانسان سے
مُراد کافر ہیں جو مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان نہیں رکھتے اور جو بات ظاہر ہے وہ پہلی ہی ہے

جس کا تذکرہ گزرا یعنی سب لوگ کہیں گے البتہ اہلِ ایمان کا کہنا بطریق ایمان اور عظمت واقعہ ہوگا (کہ پیغمبروں نے جو وعدہ الٰہی بیان کیا تھا وہ حق اور سچ ہے اور آج کا دن وہی ہے) اور کفار بطور تعجب کہیں گے کہ انہیں حیات بعد الموت کا یقین ہی نہ تھا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ٥ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ٥ اس لیے کہ تمہارے رب نے اُسے حکم بھیجا۔

(يَوْمَئِذٍ) اُس دن

بدل من اذا یہ اذا زلزلت الارض سے بدل ہے یعنی اُس روز جب زمین تھرتھرادی جائے۔

(تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ٥) وہ اپنی خبریں بتلائے گی۔

ای الارض یعنی زمین۔ تحدث الخلق ما عندها من الاخبار وذلك بان تخلیق اللہ فیہا حیاۃ وادراکا و تتکلم حقیقۃ فتشہد بما عمل علیہا من طاعۃ او معصیۃ وھو قول ابن مسعود والثوری وغیرھما۔ مخلوق سے وہ خبریں بیان کرے گی جو زمین کے پاس ہیں اور وہ یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کھلی زندگی اور سمجھ پیدا کرے گا اور وہ حقیقت میں کلام کرے گی پھر جو کام بھی اس پر نیکی یا گناہ کا ہوا ہوگا اس کی شہادت دے گی اور یہ قول ابن مسعود اور سفیان ثوری اور دیگر علماء سے منقول ہے اور اس کی تائید حدیث حسن الصحیح الغریب سے ہوتی ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر آزاد و غلام مرد و عورت کے بارے میں گواہی دے گی ان کاموں کی جو انہوں نے اس کی پیٹھ پر کئے ہوں گے اور کہے گی عمل یوم کذا کذا فھذہ اخبارھا فلاں دن تو نے فلاں کام کیا اور فلاں دن یہ کیا تو یہ اس کی خبریں ہوں گی جو بتائے گی۔

(بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ٥) اس لیے کہ تمہارے رب نے اُسے حکم بھیجا۔

باء سببیہ ہے ای تحدث بسبب ایحاء ربك لها وامرہ سبحانہٗ ایاھا بالتحدیث

یعنی زمین کا خبریں بتانا اللہ کی طرف سے اُسے وحی کے سبب ہوگا اور اس حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بیان کرنے کا حکم فرمایا ہوگا اور بعض کا قول ہے کہ یہ انسان کے سوال وقال الانسان مالھا کے جواب کے طور پر ہے کہ زمین کہے گی میرے لیے اللہ کا حکم یوں ہی ہے کہ اپنی خبریں بیان کردوں اور ان اعمال خیر و شر کی اطلاع دوں جو مجھ پر کئے گئے۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۠

اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہوکر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا۔

یَوْمَئِذٍ) اس دن

ای یوم اذ ما ذکر یعنی اس دن جس کا ذکر گزرا یعنی بروز حشر

(یَّصْدُرُ النَّاس) لوگ پھریں گے (اپنی رب کی طرف)

یخرجون من قبورھم بعد ان دفنوا فیھا الی موقف الحساب

یعنی اس روز لوگ اپنی قبروں سے جن میں وہ دفن کیے گئے تھے نکالے جائیں گے اور پیشی کے بعد موقف حساب سے لوٹیں گے۔

(اَشْتَاتًا ٥) کئی راہ ہوکر

ای متفرقین بحسب طبقاتھم بیض الوجوہ آمنین وسود الوجوہ فزعین وراکبین وماشین ومقیدین بالسلاسل وغیر مقیدین وعن بعض السلف متفرقین الی سعید واسعد وشقی واشقی وقیل الی مومن وکافر وعن ابن عباس اھل الایمان علی حدۃ واھل کل دین علی حدۃ وقال اللہ یومئذ یتفرقون۔

یعنی اپنے طبقات کے موافق الگ الگ لوٹیں گے دمکتے سفید چہروں والے امان کے ساتھ اور سیاہ چہروں والے بدحال روتے اور سواریوں پر سوار اور پیدل چلتے اور زنجیروں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قیدی اور بغیر قید کی حالت کے اور بعض علماء سلف سے منقول ہے کہ جُدا جُدا لوٹیں گے سعادت مند اور بہت زیادہ سعادت مند اور بدبخت اور انتہائی بدبخت اور ایک قول ہے کہ مومن مومنوں کی طرف اور کفار کفار کی طرف لوٹیں گے اور ابن عباس کا

قول ہے کہ اہلِ ایمان ایک روک تک اور تمام ادیان کے ماننے والے ایک روک تک متفرق لوٹیں
گے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اس دن متفرق لوٹیں گے۔ ایک قول ہے کہ کوئی داہنی طرف
(پیشی کے بعد موقف حساب سے) ہو کر جنّت کی طرف جائیں گے اور کوئی بائیں جانب سے ہو کر
دوزخ کی طرف جائیں گے۔

(لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝) تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

ای لیبصر واجزاء اعمالھم خیرا کان او شرًا فالرؤیۃ بصریۃ
تاکہ اپنے اعمال خواہ نیک ہوں یا بد کا صلہ و بدلہ دیکھ لیں اور یہ دیکھنا آنکھوں سے دیکھنا
ہوگا نقاش کا قول ہے الصدور مقابل الورود فیردون المحشر ویصدرون منہ
متفرقین فقوم الی الجنۃ وقوم الی النار لیروا جزاء اعمالھم من الجنۃ والنار
الصدور (پھرنا۔ لوٹنا) الورود (آنا۔ پہنچنا کسی جگہ پر) کے مقابل ہے تو وہ محشر کی طرف لوٹیں
گے اور وہ اس دن الگ الگ ہو کر پھریں گے تو ایک قوم جنت کی طرف اور ایک قوم دوزخ
کی طرف پھرے گی تاکہ اپنے اعمال کا بدلہ و صلہ جنت یا دوزخ کے اندر دیکھ لیں۔

(فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝) تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے
دیکھے گا۔

تفصیل لیروا۔ یہ لیروا کی تفصیل ہے یعنی جو اعمال دکھائے جائیں گے ان کے دیکھنے
کی صورت و کیفیت تفصیلاً کیا ہوگی والذرۃ نملۃ صغیرۃ اور ذرہ چھوٹی چیونٹی کو
کہتے ہیں وھی علم فی القلۃ اور مراد کم سے کم وزن ہے خواہ چیونٹی سے بھی کم ہو
وقیل الذرما یری فی شعاع الشمس من الھباء اور ایک قول ہے کہ ذرہ وہ
ہوتا ہے جو غبار وغیرہ میں سے سورج کی شعاع میں (روشنی) میں دکھائی دیتا ہے۔ اور
ھناد نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ خاک (مٹی) میں ڈالا پھر
اسے اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری اور فرمایا اس میں سے ہر ایک ذرہ بھر ہے۔ اور مثقال
بمعنی وزن ہے یعنی ذرہ بھر وزن۔ یعنی اگر اتنی مقدار بھر نیکی و بھلائی کی ہوگی تو اُسے دیکھ
لے گا وہ اس کے سامنے آجائیں گی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت مومنوں کے حق میں ہے کہ
مومن اپنی برائیوں کی جزاء دنیا میں ہی دیکھ لے گا اور اس کی نیکیوں کی جزاء آخرت میں دیکھے
گا اور آخرت میں اس پر گناہوں کا بار نہ ہوگا اور بعض کا قول ہے کہ اس آیت میں مومنوں کے

یہ ترغیب ہے کہ معمولی سے معمولی نیکی بھی نفع دے گی۔ صحیح مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی نیکی (خیر کے کام) کو بھی حقیر نہ جانو خواہ اسی قدر ہو کہ تم اپنے مومن بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔ بغوی، ابن المنذر نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے ذرہ بھر نیکی کی اور وہ کافر تھا تو وہ اس نیکی کا ثواب دنیا میں اپنے نفس اہل و مال وغیرہ میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ آخرت کو پہنچے اور اس کے لیے وہاں کوئی خیر نہ ہوگی اور نہ ہی اچھا بدلہ اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا اور وہ مومن ہوگا تو وہ دنیا میں اپنے نفس اور اپنے اہل و مال میں اس کی سزا دیکھ لے گا یہاں تک کہ آخرت کو پہنچے اور اس کے لیے وہاں کوئی خرابی نہ ہوگی۔ صحیحین میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کلمہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان باخیر ہوگی وہ دوزخ میں نہ رہے گا یعنی جنت میں داخل ہوگا۔ کفار کی سب نیکیاں کالعدم اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ کوئی نیکی نہ دیکھیں گے کیونکہ اس آیت کے حکم میں کفار شامل نہیں اور وہ اپنے کفر و شرک اور بداعمالیوں کی سزا پائیں گے جمہور کے نزدیک یہی درست ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا۔

یہ بھی "لِّيُرَوْا" کی تفصیل ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ آیت کفار کے حق میں ہے کہ وہ اپنی ذرہ بھر برائی بھی دکھائے جائیں گے رہیں ان کی اچھائیاں تو جیسا ہم ذکر کر آئے ہیں کہ کفار کے سب اعمال کارت ہیں اور اس پر اچھائی کا اطلاق ہی درست نہیں بلکہ بعض نے کہا کہ کفار کے کسی کام کو خواہ اچھا ہی ہو کفر و شرک کے باعث وہ کالعدم ہوگیا گویا اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں بعض نے کہا کہ انہیں اچھے کاموں کا بدلہ دنیا میں ہی مل جائے گا اور آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ کفر و شرک جیسے بڑے گناہ کے ہوتے ہوئے اس معمولی خیر و اچھائی کا کوئی فائدہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اچھائی ایمان کے بغیر نفع ہی نہیں دیتی۔ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے مثل الذین کفروا بربهم اعمالهم كرماد ن اشتدت به الريح في يوم عاصف الخ اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ ہیں اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا دن بھر ساری کمائی سے کچھ ہاتھ نہ لگا یہی ہے دور کی گمراہی۔ اس کے علاوہ جمہور علماء کا قول ہے

کہ یہ آیت گناہ گار موتیوں کو بھی شامل ہے کہ اگر انہیں یعنی مومنوں کو گناہوں کی معافی نہ ملی تو وہ بھی اپنی برائیوں کے بدلے سزا پائیں گے۔ باقی یہ اللہ کی مشیئت ہے چاہے بدوں توبہ بخش دے یا توبہ کے ساتھ بخش دے، جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے معاف کر دے اور وہ چاہے تو چھوٹے بڑے بھی گناہ بخش دے اور یہ مومنوں پر اس کا فضل ہے اور ہوگا وکان بالمومنین رحیما۔ اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ مومن گناہوں کے ضرر سے محفوظ نہیں اور نہ ہی اُسے بے خوف ہونا چاہیے اور یہ عقیدہ تا جعہ مرجئہ فرقہ کا ہے کہ مومن کو ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچائے گا اور اس کے برعکس معتزلہ اور خوارج کہ کبیرہ گناہ کرنے والے مومن دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور ان میں بعض کے نزدیک مرتکب کبیرہ مومن کافر ہے اور یہ دونوں گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں اور گمراہی پر ہیں اور حق اہل سنت کے ساتھ ہے اور آیات و احادیث ان کے عقیدہ کی سچائی پر بکثرت ہیں۔ یہ آیت فَاذّہ جامعہ (یگانہ) جیسا کہ حدیث صحیح میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت حسن بصری کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہی کافی ہے تو نے نصیحت پوری کر دی۔

الحمد للہ آج سورت الزلزلہ پوری ہوئی

۲ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ بمطابق ۵ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ العٰدیٰت مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔گیارہ آئتیں۔چالیس کلمات اور ایک سو تریسٹھ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العٰدیٰت پ۳۰

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ — قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔

فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ — پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔

فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ — پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ — پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ — پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ — بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ — اور بیشک وہ اس پر خود گواہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ — اور بیشک وہ مال کی چاہت میں ضرور کرا ہے۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ — تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ — اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّخَبِیْرٌ — بیشک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

حل لغات سورۃ العٰدیٰت پ۳۰

و۔قسم ہے — العدیٰت۔ان کی جو دوڑتے ہیں ہانپ کر — ضبحا۔ہانپ کر

فالموریٰت۔پھر انکی جو آگ نکالتے ہیں — قدحا۔سم مار کر — فالمغیرٰت۔پھر لوٹ

مار کرنے والوں کی — صبحا۔صبح کے وقت — فاثرن۔تو اٹھاتے ہیں — بہ۔اس سے

نقعا۔غبار — فوسطن۔پھر گھس جاتے ہیں — بہ۔اس سے — جمعا۔لشکر میں

ان۔بیشک — الانسان۔انسان — لربہ۔اپنے رب کا — لکنود۔ناشکرا ہے

و۔اور — انہ۔بیشک وہ — علی۔اوپر — ذلک۔اس کے

لشہید۔گواہ ہے — و۔اور — انہ۔بیشک وہ — لحب۔واسطے محبت

الخیر۔ مال کے	لشدید۔ بڑا سخت ہے	افلا۔ کیا نہیں	یعلم۔ جانتا
اذا۔ جبکہ	بعثر۔ اٹھائے جائینگے	ما۔ جو	فی۔ بیچ
القبور۔ قبروں کے ہیں	و۔ اور	حصل معلوم ہوجائیگا	ما۔ جو
فی۔ بیچ	الصدور۔ سینوں کے ہے	ان۔ بیشک	ربھم۔ ان کا رب
بھم۔ ان سے	یومئذ۔ اس دن	لخبیر۔ خبردار ہے۔	

سُورت العادیات

سورت العادیات مکی ہے اس میں گیارہ آیات ہیں انس اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے جبکہ ابن مسعود جابر، حسن، عکرمہ اور عطاء کے نزدیک یہ مکی ہے اور یہی درست ہے ابن المنذر، بزار، ابن ابی حاتم اور دار قطنی نے افراد میں اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گھوڑ سواروں کو کسی مہم پر بھیجا تو ایک مہینہ گزر گیا اور ان کی کوئی اطلاع نہ ملی تو ان آیات کا نزول ہوا۔ اس روایت سے اس سورت کا مدنی ہونا واضح ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے یہ صورت یا جہاد نہ تھا اور مکی ماننے کی صورت میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم بطور پیش گوئی ہوگی۔ ابو عبید نے اس سورت کے فضائل میں حسن سے مرسلاً روایت کی ہے انھا تعدل بنصف القرآن یہ سورت نصف قرآن کے برابر ثواب رکھتی ہے اور محمد بن نصر نے عطاء بن ابی رباح کے طریق پر ابن عباس سے بھی یونہی مرفوعاً روایت کی ہے اس سے پہلی سورت میں خیر و شر کی جزاء کا ذکر گزرا اور اس سورت میں آخرت کی بجائے انسان کی دنیا کی چاہت اور اس کی پیروی کا تذکرہ ہے اور پچھلی سورت میں ذکر گزرا کہ زمین اپنا بوجھ باہر پھینک دے گی اور اس میں ارشاد ہے اذا بعثر ما فی القبور جو قبروں میں ہیں اور کھول دی جائے گی اور یہ باہمی مناسبت و علاقہ پر دلالت کر رہی ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ العادیات پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ	قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے

بِہٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ ۝ ہیں۔ پھر غبار اُڑاتے ہیں۔ پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

(وَالْعٰدِیٰتِ) قسم ان کی جو دوڑنے ہیں

الجمهور على انه قسم بخيل الغزاة فى سبيل الله تعالىٰ التى تعدو اى تجرى بسرعة جمہور علماء کے نزدیک یہ قسم ان گھوڑوں کی ہے جنہیں مجاہدین اللہ کے راستے میں جہاد کے دوران دوڑاتے ہیں اور وہ بڑی تیزی و برق رفتاری سے دوڑتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مراد حجاج کے اونٹ ہیں جو عرفہ سے منیٰ اور اس کے درمیان دوڑتے ہیں

(ضَبْحًا ۝) سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔

ای تضبح یعنی ہانپتے ہوئے وضبحها صوت انفاسها عند عدوها اور ضبحٌ سے مراد دوڑتے وقت گھوڑوں کے سینوں سے نکلتی ہوئی سانسوں کی آواز ہے یعنی ہانپنا۔ ایک قول ہے اذاعدت قالت اداد فذلك ضبحها کہ جو دوڑتے ہیں تو کہتے ہیں (آواز نکلتی ہے) اداد تو یہی ضبحًا کا مفہوم ہے۔ واضح مفہوم ہانپتے ہوئے دوڑنا ہے ایک قول ہے کہ حالت رفتار میں گردنوں کو پھیلاتے اٹھائے ہوئے ہونا ضَبْحًا ہے۔

(فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝) پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر

والمراد بها الخيل ايضًا اى فالتى تورى النار من صدم حوافرها للحجارة

اور اس سے مراد بھی مجاہدین کے گھوڑے ہیں جب وہ پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں تو ان کے سموں (نعل بند پاؤں) کی ٹھوکر اور رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ والقدح هو القرب والصك اور قدح کے معنی مارنے اور رگڑنے اور ٹھوکر مارنے کے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے الموریٰت مجاز فى الخيل تورى نار الحرب وتوقدها الموریٰت گھوڑوں میں مجازاً ہے اور مراد جنگ کی آگ کا بھڑکنا ہے اور اس کا پھیلنا اور بڑھنا ہے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

(فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝) پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔

(فَالْمُغِيْرٰتِ) من اغار على العدو وهجم عليه بغتة بخيله لنهب اوقتل اواسار فالاغارة صفة اصحاب الخيل۔

جو اپنے گھوڑوں کو تیز بھگا کر دشمن پر اچانک ہجوم کرتے ہیں (گھیر اڈالتے ہیں) تا کہ غنیمت کا مال اکٹھا کریں یا قتل کریں یا قیدی بنائیں تو اغارہ (تیز بھگانا) گھوڑے والوں (سواروں)

کی صفت ہے۔ (صُبْحًا) ای فی وقت الصبح یعنی صبح ہوتے ہی یعنی وہ گھوڑے جو اپنے سواروں کو لے کر صبح ہوتے ہی دشمن پر حملہ کر کے انہیں تاراج کرتے ہیں۔

(فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا o) پھر اس وقت غبار اُڑاتے ہیں۔

(ف) تعقیب کا ہے یعنی پھر (اَثَرْنَ) من الاثارة وھی التھییج الاثارة سے ہے جس کے معنی ہوا کے ساتھ غبار کے اٹھنے بلند ہونے کے ہیں۔

بِهٖ کی ضمیر صُبْحًا کی طرف راجع ہے یا پھر اس مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے جہاں تاراجی ہو (نَقْعًا) ای غبارًا یعنی غبار اور "اثارته" کے ساتھ تخصیص صبح کے وقت کو ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت غبار نہیں اُڑتا یا رات کے وقت گرد کا اڑنا ظاہر نہیں ہوتا اور اس سے مُراد یا اشارہ ہے کہ دشمن پر شدت کرتے ہیں اور دشمن پر کروفر کی کثرت ہے۔ واضح مفہوم ہے کہ یلغار کے وقت زور دار اور شدید حملے کی وجہ سے غبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا o) پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔

(فَوَسَطْنَ بِهٖ) ای فتوسطن فی ذٰلک الوقت یعنی اس وقت یعنی یلغار کے وقت دشمن کے لشکر کے اندر یا پھر اس وقت جب ان کی یلغار سے گرد و غبار اڑا ہوا ہو اس حالت میں دشمن کے قلب میں (لشکر کا درمیانی حصّہ) (جَمْعًا) من جموع الاعداء یعنی دشمن کی فوج کے اندر۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ یلغار کے وقت یا جب یلغار کی وجہ سے ماحول غبار سے اٹا ہوا ہو دشمن کی فوج کے اندر گھس جاتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ o) بے شک آدمی اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے

ای لکفور جحود من کند النعمة کفرھا ولم یشکرھا

یعنی بڑا ہی ناشکرا جھٹلانے والا اللہ کی جو نعمت سے مُکر جاتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔ ابنِ عباس اور مقاتل سے مروی ہے کہ الکنود بنی کندہ اور حضرموت کی لغت ہے جس کے معنی ہیں العاصی (گناہ گار) اور ربیعہ و مضر کی لغت و زبان میں الکفور ہے یعنی انکار و سرکشی کرنے والا۔ اور بنو کنانہ کی لغت میں الکنود بمعنی البخیل السیئی (گناہ گار کنجوس) اور وہ یہ بھی بولتے ہیں الارض الکنود التی لاتنبت شیئًا وہ بنجر زمین جس میں کوئی شے نہ اُگتی ہو۔ اور بنی مالک کی لغت میں بھی بخیل کو کہتے ہیں۔ یہ جواب قسم ہے اور الانسان میں لام جنسی ہے مراد ہے جنس انسان یعنی اکثر لوگ۔ الکنود کی تفسیر میں ابنِ عباس اور حسن سے مروی ہے

ای الکنود یعنی ناشکرا، نافرمان، سرکش اور اسے ابن عساکر نے ابی امامہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا روایت کیا ہے جس سے ایک روایت میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا ھو اللوم لربہ عزوجل یعد البلیات وینسی الحسنات الکنود سے مراد وہ شخص ہے جو کمینہ ذلیل بخیل ہو گناہوں کے بعد اپنے رب کی ناشکری کرے اور نیکیوں کو بھلا دے۔ طبرانی نے بابی امامہ بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ الکنود کون ہے اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا وہ ناشکرا نافرمان ہے جو اپنے غلام کو مارے پیٹے اس کی مدد نہ کرے (یا انعام روکے) اور اکیلے کھائے اور بخاری نے ادب المفرد میں اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تفسیر میں لکھا ہے الذی یمنع رفدہ وینزل وحدہ ویضرب عبدہ وہ شخص ہے جو تحفہ روکے اور اکیلے مہمانی اڑائے اور اپنے غلام کو مارے۔ ایک قول ہے کہ الانسان سے مراد معین کافر ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت قرط بن عبداللہ بن عمرو بن نوفل قرشی کے بارے میں اتری جس کی تائید اگلے کلام الٰہی افلا یعلم سے ہو رہی ہے کیونکہ ایسا خطاب کافر ہی کے لائق ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ اور بے شک وہ اس پر خود گواہ ہے۔

(وَاِنَّهٗ) بے شک وہ

ای الانسان یعنی انسان حسن اور محمد بن کعب کا قول یہی ہے (عَلٰى ذٰلِكَ) اس پر ای علی کنودہ یعنی اپنی ناشکری، کمینگی، بخل اور نافرمانی پر (لَشَهِيْدٌ ۝) ضرور گواہ ہے لظھور اثرہ علیہ فالشھادۃ بلسان الحال الذی ھو افصح من لسان المقال یعنی انسان اپنی ذات پر ان ناشکریوں اور نافرمانیوں کے اثرات کا خود گواہ ہے اور یہ شہادت بزبان حال ہے جو بیانی شہادت سے زیادہ فصیح ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ شہادت قولی ہے لیکن آخرت میں ہوگی اور ایک اور قول ہے شہید شہود سے ہے اور شہادت سے نہیں جس کے معنی ہیں انہ لکفور مع علمہ بکفرانہ وعمل السوء مع العلم بہ غایۃ المذمۃ بے شک انسان اپنے کفر و معصیت کو جاننے کے باوجود کفر و سرکشی کرتا ہے اور علم کے ہوتے ہوئے برائی کا ارتکاب انتہائی قابل مذمت بات ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کا قول ہے انہٗ کی ضمیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف عائد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بلاشبہ اس کا رب اس امر پر

گواہ ہے تو اس تقدیر پر یہ کلام بر سبیل وعید ہوگا۔ اور تبریزی نے اسی کو مختار اور صحیح کہا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝ اور وہ بے شک مال کی چاہست میں ضرور توانا ہے۔

(وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ) اور وہ بے شک مال کی چاہست میں۔

ای المال یعنی مال ودولت کی خواہش میں بڑا قوی وتوانا ہے اَلْخَیْرِ قرآن حکیم میں کئی جگہ مال کے معنوں میں وارد ہوا جیسا کہ ارشاد باری ہے ان ترک خیراً ن الوصیۃ، وما تنفقوا من خیر یوف الیکم اور لِحُبِّ میں لام تعلیل کا ہے ای انہ لاجل حب المال یعنی مال ودولت کی محبت کے باعث

(لَشَدِیْدٌ ۝ ضرور کڑا ہے۔

ای بخیل یعنی بڑا بخیل (کنجوس) ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ مال کی انتہائی محبت کی وجہ سے بڑا بخیل ہے صاحب کشاف کا قول ہے وانہ لحب المال وایثار الدنیا وطلبھا قوی مطیق وھو لحب عبادۃ اللہ تعالیٰ وشکر نعمتہ سبحانہ وتعالیٰ ضعیف متقاعس اور بلاشبہ وہ مال کی محبت اور دنیا ضرورتوں کے چاہنے میں بڑا قوی اور توانا ہے اور وہ عبادات الٰہیہ کی محبت اور اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری کے معاملے میں کمزور ہے۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۝ تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

اَفَلَا یَعْلَمُ تہدید اور وعید ہے اور ہمزہ انکار کے لیے ہے جو اس پر مقام کا مقدر اور متعلق ہے اور مفعول یَعْلَمُ محذوف ہے اور وہ اِذَا میں عامل ہے اور ظرفیہ ہے ای الا یلاحظ فلا یعلم الآن مالہ اذا بعثر من فی القبور من الموتی یعنی کیا انسان ملاحظہ نہیں کرتا اور اب ہی کیوں نہیں جان لیتا کہ جب قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا تو اس کے ساتھ کیا ہوگا۔ یعنی جس چیز کو کل جانتا ہے اب کیوں نہیں سمجھ لیتا۔

وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ اور کھول دی جائے گی جو سینوں میں ہے

ای جمع ما فی القلوب من العزائم المصممۃ واظھر کاظھار اللب من القشر وجمعہ ام من ہ خیرہ من شرہ۔ یعنی وہ سب کچھ جو دلوں میں پختہ عزائم

(اور دلوں) میں سے جمع ہے ظاہر کر دیا جائے گا اور اس کا اظہار اسی طرح ہوگا جس طرح چھلکے سے گودا (مغز) واضح و ظاہر ہوجاتا ہے یا اس کی نیکیوں اور برائیوں کو الگ الگ ظاہر کر دیا جائے گا ایک قول ہے کہ انسانوں کے سینوں میں جو حقیقت و اصل ہے یا وہ نیکی و بدی ہے وہ کھول دی جائے گی اور تحریر میں ہے حصل الشیٔ بمعنی میزہ من غیرہ کسی چیز کا کھولنا مُراد ہے کسی چیز کو اس کے غیر سے الگ و ممتاز کرنا اور تحصیل کی اصل ہے۔ اخراج اللب من القشر کا خراج الذهب من حجر المعدن والبر من التبن مغز کا چھال چھلکے وغیرہ سے نکالنا اسی طرح جس طرح سونا حجر معدنی (معدنیاتی پتھروں) سے نکالا اور الگ کیا جاتا ہے اور جس طرح گیہوں کو بھوسے الگ کیا جاتا ہے اور ما فی القلوب (جو کچھ دلوں میں ہے) کی تخصیص اس لیے کہ یہ اعضاء و جوارح کے اعمال کی اصل و حقیقت ہے اور اسی لیے اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور نیت قصد و ارادہ قلبی کا نام ہے پہلے فکر ہوتی ہے تو جتنے بھی کام آتے ہیں وہ اسی فکر و قصد کے تابع ہوتے ہیں خواہ صریحًا ہوں اشارۃً ہوں یا کنایۃً۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ بے شک ان کے رب کو اس دن ان کی سب خبر ہے۔

(اِنَّ رَبَّهُمْ) بے شک ان کا رب

ای المبعوثین کنی عنهم بعد الاحیاء الثانی یعنی ان لوگوں کا رب جو دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھائے جائیں گے، هُمْ کی ضمیر عقلاء کے لیے ہے جبکہ اس سے قبل ماموصولہ بے عقل اشیاء کے لیے بولا گیا اس لیے کہ ما فی القبور سے مراد مردہ اجسام ہیں اور وہ اس وقت تک جب کہ احیاءِ ثانی نہ ہوگا جمادات کے حکم میں ہوں گے۔ یا ان کی مناسبت سے آیا ہے۔

(بِهِمْ) ان کی سب

بذواتهم وصفاتهم واحوالهم بتفاصیلها

ان لوگوں کی ذات وصفات اور ان کے تفصیلی حالات سے

(يَوْمَئِذٍ) اس دن

ای یوم اذ یکون ما عدمن بعث ما فی القبور وتحصیل ما فی الصدور

یعنی اس دن جب لوگ قبروں سے زندہ اٹھائے جائیں گے اور جب ان کے سینوں میں سے جو کچھ ہے کھول دیا جائے گا۔

لَّخَبِیْرٌ ۝) سب خبر ہے

ای عالم بظواھر ما عملوا وبواطنه علما موجبا للجزاء

یعنی جو کچھ ان لوگوں نے اعمال کئے ہوں گے ان کے ظاہری و باطنی حالات کو جانتا ہے جو جزا و (صلہ و بدلہ) کا موجب ہیں یعنی سزا اور جزا اس روز ظاہر ہو گی اور اللہ کا اس روز باخبر ہونا سے مراد بدلہ دیتا ہے ورنہ اللہ تو ہمہ وقت اور ہمیشہ باخبر ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا۔

الحمد للہ آج سورت العادیات مکمل ہوئی
۱۳ رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ ۱۲ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ القارعۃ مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ آٹھ آیتیں۔ چھتیس کلمات اور ایک سو باون حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ القارعۃ پ۳۰

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ	دل دہلا دینے والی۔
مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ	کیا ہے وہ دہلانے والی
وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ؕ	اور تونے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔
یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ	جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔
وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ	اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون
فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ	تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں۔
فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ	وہ تو من مانتے عیش میں ہیں۔
وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ	اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں۔
فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ	وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔
وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا ہِیَہۡ ؕ	اور تونے کیا جانا کیا ہے نیچا دکھانے والی۔
نَارٌ حَامِیَۃٌ	ایک آگ شعلے مارتی۔

حل لغات سورۃ القارعۃ پ۳۰

القارعۃ۔ کھٹکھٹانے والی ما۔ کیا ہے القارعۃ۔ کھٹکھٹانے والی و۔ اور

ما۔ کیا ادرٰک۔ جانے تو ما۔ کیا ہے القارعۃ۔ کھٹکھٹانے والی

یوم۔ جس دن یکون۔ ہو جائیں گے الناس۔ لوگ کالفراش۔ مانند ٹڈی

المبثوث پھیلی ہوئی کے	و۔ اور	تکون۔ ہو جائیں گے	الجبال۔ پہاڑ
کالعھن جیسے اون	المنفوش۔ دھنکی ہوئی	فاما۔ تو پھر	من جس کا
ثقلت۔ بھاری ہوا	موازینہ۔ تول	فھو۔ تو وہ	فی بیچ
عیشۃ عیش میں	راضیۃ خوش ہوگا	و۔ اور	اما۔ وہ
من جس کی	خفت۔ ہلکی ہوگئی	موازینہ۔ تول	فامہ۔ تو اسکی جگہ
ھاویہ۔ دوزخ ہے	و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰلک۔ جانے تو
ما۔ کیا ہے	ھیہ۔ وہ	نار۔ آگ ہے	حامیۃ۔ بھڑکتی ہوئی

اَلْقَارِعَۃُ

سورت القارعۃ بلا خلاف مکیہ ہے اس میں گیارہ آیات ہیں اور اس کی پچھلی سورت سے مناسبت مفصل و متصل ہے اور یومئذٍ لخبیر اور یوم یکون الناس کالفراش المبثوث سے واضح ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ القارعہ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ — دل دہلانے والی۔ کیا وہ دہلانے والی
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ — اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ — جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔

(اَلْقَارِعَةُ ۝) دل دہلانے والی

اے الساعۃ یعنی قیامت القرع وھو ضرب شیئ بشیئ فیھا تشدیدا لھولھا القرع (کھٹکھٹانے والی) سے مراد ہے کہ کسی چیز کو چیز کے ساتھ مارنا (ٹکرانا) جس سے ہیبت و خوف و ہول بہت شدید ہو، القارعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا آغاز نفخۂ اولی سے ہوگا۔ ایک قول ہے کہ یہ صور پھونکنے کی آواز ہوگی۔

(مَا الْقَارِعَةُ o) کیا وہ دہلانیوالی
ای ای شئی ھی فی حالھا وصفتھا
یعنی وہ کیا چیز ہوگی اپنی حالت وصفت کے اعتبار سے۔قیامت کی ہولناکی اور عظمت و ہیبت شدت وہول کو ظاہر کرنے کے لیے ماء استفہام بولا گیا۔
(وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ o) اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی
ای ای شئیُ علمك ماھی
یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا کہ وہ قیامت کیسی ہے یا مراد ہے کیا تمہیں معلوم ہے وہ کیسی ہولناک ہے، جملہ استفہامیہ ہے اور استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ القارعة (قیامت) بڑی ہی ہیبت ناک ہولناک شے ہے اُس کی حقیقت تمہیں معلوم نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کی حقیقت جاننے تک رسائی ہے۔وہ ساعت کھٹ کھٹانے والی ہے اور ہر شے کو توڑ پھوڑ ڈالے گی اس شدت کے ساتھ جو دلوں کو دہلا دے گی اور اس کی ہولناکی سے دل دہشت وہیبت زدہ اور لرزاں ہوں گے۔
(يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ o) جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے پتنگے۔
ای اذکر یوم یکون الناس۔
امر قیامت (القارعہ) کی فخامت کے بیان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسے اس کی معرفت کے شوق وتمنا کے بعد گویا فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یاد کریں جس دن آدمی ہوں گے جیسے پھیلے ہوئے (بکھرے ہوئے) پتنگے۔ الفراشُ فَرَاشَةٌ کی جمع ہے اور فراشہ سے مراد ہے التی تطیر وتھافت فی النار جو اُڑتے ہیں اور آگ کے شعلے پر (یا روشنی پر) گرتے یا منڈلاتے ہیں۔اور قتادہ سے یہی مروی ہے ایک قول ہے "ھو طیر رقیق یقصد النار" الفراش وہ پتلا باریک سا اڑنے والا (کیڑا) ہے جو آگ کا قصد کرتا ہے ولا یزال یتقحم علی المصباح ونحوہ حتی یحترق اور نہیں ٹلتا اور چراغ اور اسی طرح کی روشنی پر جھکر کاٹتا رہتا ہے (گھومتا منڈلاتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جل جاتا ہے مُراد ہے پروانہ۔فراء کا قول ہے ھو غوغاء الجراد الذی ینتشر فی الارض ویرکب بعضہ بعضا من الھول وہ معمولی ٹڈی کی ایک قسم ہے جو زمین میں پھیل جاتی ہے اور خوف وگھبراہٹ کی وجہ سے ان

میں سے بعض پر بعض چڑھ جاتی ہیں ک تشبیہ کے لیے المبثوت کے معنی ہیں بکھری ہوئیں یا پھیلی ہوئیں یہ اس روز آدمیوں کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں خوف و گھبراہٹ کی وجہ سے حیرت و اضطراب کی طرف اشارہ ہے اور اکثر علماء کا قول ہے کہ جس طرح پتنگے شعلہ پر گرنے کے وقت منتشر ہوتے ہیں اور ان کے لیے کوئی جہت و سمت معین نہیں ہوتی اور وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں یہی حال بروز حشر انسانوں کے انتشار کا ہوگا۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ٥ اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون

ای تصیر جمیع الجبال کالعھن ای الصوف مطلقاً او المصبوغ کما قیدہ الراغب بہ یعنی تمام پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے العھن کے معنی یا تو مطلق روئی (اون) کے ہیں یا دھنکی ہوئی اون کے ہیں جیسا کہ امام راغب نے ان معنوں کے ساتھ العھن کو مقید کیا ہے (قید لگائی ہے) "المنفوش" العھن کی صفت و حالت ہے ای المفرق بالاصبع یعنی بکھر کر اڑنے والی جب دھنکی جائے اس میں بھی ک تشبیہ کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح دھنکنے سے روئی کے اجزاء متفرق ہو کر فضا میں اڑتے بکھرتے ہیں یہی حال قیامت کے روز پہاڑوں کا ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ٥ وہ تو من ماتے عیش میں ہیں

(فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ٥) تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں

موازین جمع میزان کی ہے جو اصل میں موزان (واؤ کے ساتھ) لیکن اس کے سکون کی وجہ سے یاء میں بدل گیا ایک قول ہے جمع تعظیم کے لیے جیسے ارشاد باری ہے کذبت عاد المرسلین۔ اور مشہور و صحیح یہی ہے کہ میزان ایک ہی ہوگی جو سب لوگوں کے لیے اور جمیع اعمال کے لیے ہوگی۔ ایک قول ہے موازین موزون کی جمع ہے اس سے مراد وہ اعمال صالحہ ہیں جنہیں انسانوں کے سامنے تولا جائے گا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ کذا فی الحدیث اس میزان کی زبان بھی ہوگی اور دو پلڑے جیسے آسمانوں اور زمین کے طبق اور اللہ ہی کو اس کی ہیئت کا زیادہ علم ہے حکیم ترمذی کا قول ہے مکانہ بین الجنۃ والنار کہ میزان کی جگہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے ایک قول ہے یتقبل بہ العرش عرش کے مقابل ہے اسے جبرئیل علیہ السلام پکڑیں گے اس کی لمبائی کے ساتھ

اور اس کے قبضہ کو دیکھتے ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس پر امین ہوں گے اس
آیت میں اعمال کے وزن کا اشارہ ہے اور وہ ان امور سے ہے جس پر حقیقتاً ایمان
واجب ہے اور اس کا انکار نہیں کرے گا مگر کافر اور ایسا اعمال ناموں کے ملنے اور
حساب وغیرہ کے بعد ہوگا جیسا کہ واحدی وغیرہ کا قول ہے، مَن مفرد ہے لیکن معناً جمع ہے
چونکہ متعدد لوگوں کے اعمال وزن ہوں گے تو ان کی تولیں بھی متعدد ہوں گی اسی لیے جمع
کے مقابل (موازینہ) لایا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جھکا ہوا پلڑا ہلکا ہوگا اور اٹھا ہوا پلڑا بھاری
بھاری ہوگا۔ یہ دنیا کے عرف کے برعکس ہوگا۔ ثَقُلَتْ کا مطلب ہے جس کی نیکیاں وزن
دار اور زیادہ ہوئیں۔ ایک قول ہے کہ جن کی نیکیاں ان کے گناہوں کے مقابل بھاری ہوئیں
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کو
پورا بدلہ ملے گا میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان ایک فرشتہ کھڑا ہوگا اگر نیکیوں والا
پلڑا بھاری نکلا تو وہ فرشتہ ندا کرے گا جسے سب لوگ سنیں گے کہ فلاں شخص کامیاب ہو
گیا اور اس کے بعد کبھی بدبخت نہ ہوگا۔ ابنِ ابی حاتم نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے
قیامت کے روز لوگوں کی حساب فہمی میں اگر کسی شخص کی ایک نیکی بھی زائد ہو گئی یا میزان دانہ
بھر وزن سے بھاری ہو گئی وہ جنت میں جائے گا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ جس کی نیکیوں کا
پلڑا بھاری رہا ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں رب رحمٰن کے حضور بڑے پسندیدہ
ہیں میزان میں بڑے بوجھ والے یعنی وزن دار ہیں وہ دو کلمے سبحان اللہ وبحمدہ
سبحان اللہ العظیم ہیں۔ احمد، نسائی اور طبرانی نے ثوبان سے باقیات الصالحات کے
بارے میں منقول ہے کہ ان کے کیا کہنے یعنی میزان میں وزن دار ہونے کے کیا کہنے باقیات
الصالحات یہ ہیں۔
سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اور ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم ہیں تاہم اعمال کے وزن دار ہونے میں نیت وخلوص کو بھی خصوصی
دخل وفضیلت ہوگی اور غفلت برکت وشرف کی کمی ہوگی۔
(فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝) وہ تو من مانے عیش میں ہیں۔
رَاضِيَةٍ سے مراد ہے ای ذات رضا یعنی رضا والی، پسندیدہ ومطلوب اور

حسبِ خواہش، نفیس اَی فِی الْجنۃ یعنی وہ جنت میں ہوں گے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۝ اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں

فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ۝ وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے

(وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۝) اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں

بان لم یکن لہ حسنۃ یعتد بھا او ثقلت سیآتہ علی حسناتہ۔

یعنی جس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ نہ ہوں گی یا برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے پر بھاری ہو جائے گا۔ اس آیت سے مراد کفار ہیں کہ عدم ایمان کی وجہ ان کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ کفار کی دنیاوی نیکیاں جیسے صدقات جاریہ والے کام نیکیوں والے پلڑے میں رکھے جائیں گے اور کفر و معصیت کا بوجھ گناہوں والے پلڑے میں تو نیکیوں والا پلڑا کبھی بھی برابر نہ ہو سکے گا یعنی کیسے برابر ہو سکتا ہے چہ جائیکہ بڑھ جائے کہ عدم ایمان کی وجہ کوئی نیکی نیکی ہی نہیں رہتی باطل ہوگئی اور اس کا نفع دنیا میں اٹھا چکے آخرت میں بجز ہلاکت اور رسوائی کے ان کے لیے اور کیا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس آیت کے عموم میں گناہگار مومن بھی شامل ہیں اگر ان کے گناہ معاف نہ ہوئے تو وہ جہنم میں داخل ہوں گے لیکن یہ اللہ کی مشیئت پر ہے وہ چاہے تو بخش دے خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین مومنین کی شفاعت سے یا محض اپنے فضل سے اور چاہے تو عذاب دے جیسا کہ ارشاد ہے۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔ میں کہتا ہوں اور جیسا کہ اکثر اکابر کا ارشاد بھی ہے مومنوں کے مقابل کفار کی سزا کا ذکر بکثرت آیا ہے لیکن گناہ گار مومنوں کے بارے میں سکوت ہی اور احادیث میں وارد ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوا یا اس نے ایک دفعہ ہی خلوص سے لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کا پلڑا (نیکیوں والا) ہلکا نہ ہوگا تو پھر جہنم کیسی انشاء اللہ وہ بھی بخشے جائیں گے اور دوزخ میں داخل نہ ہوں گے اور یہ اس امت پر اللہ کا بڑا فضل ہے وکان بالمومنین رحیما۔ لیکن حق یہ بھی ہے کہ کوئی اس وجہ سے بے خوف نہ ہو کہ اصل معاملہ مشیئت باری پر ہے اور اعمال صالحہ کے لیے سعی بلیغ کرے اور گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرے۔

(فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ۝) وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔

(فَاُمُّہٗ) ای فماواہ کما قال ابن زید وغیرہ جیسا کہ ابن زید وغیرہ علماء

کا قول ہے کہ اس کا ٹھکانا۔

"ھَاوِیَۃٌ" ○) ای النار یعنی دوزخ میں۔ ھاویہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے یا طبقات جہنم میں سے ایک طبقہ ہے جس کی گہرائی بجز ذات باری کے کسی کو معلوم نہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ○ اور تُو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی۔

ھاویہ کی فخامت کے اظہار کے لیے استفہام تقریری ہے جو اس کی غایت درجہ گہرائی اور ہلاکت پر اطلاق کر رہا ہے۔

نَارٌ حَامِيَۃٌ ○ ایک آگ شعلے مارتی

"ھَاوِیَۃ" سے بدل ہے اور اس کا بیان ہے حامیہ الحمی سے ہے جس کے معنی اشتداد الحر سخت اور انتہائی گرم یعنی ایسی جگہ (مسکن ٹھکانہ) ہے جس میں انتہائی جلن اور تیزی ہے، غائت درجہ گہری جلتی ہوئی آگ ہے۔ (اعاذنا اللہ بھذا)

الحمد للہ آج سورت القارعہ پوری ہوئی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ ۱۹ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ التکاثر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، اٹھائیس کلمات اور ایک سو بیس حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ التکاثر پ ۳۰

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝	تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔
حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝	یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔
كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝	ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔
ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝	پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔
كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ۝	ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے
لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۝	بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔
ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۝	پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔
ثُمَّ لَتُسۡـَٔـلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ۝	پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے بارے میں پرسش ہو گی۔

سورت التکاثر

سورت التکاثر مکی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سورت المقبرہ بھی کہتے تھے جیسا کہ سعد بن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ بعض اسے مدنی قرار دیتے ہیں ابن حاتم نے ابی بریدہ سے روایت کی ہے کہ یہ سورت قبائل انصار میں سے بنی حارثہ اور بنی الحرث کے دونوں قبیلوں کے بارے میں اتری جو باہم فخر و مباہات کرتے تھے اور کثرت مالی پر نازاں تھے تو ایک قبیلے نے دوسرے سے کہا کہ کیا تم میں فلاں اور فلاں شخص کی مثل ہے تو دوسرے نے ان کی مثل کہا اور زندہ لوگوں کے ساتھ فخر و مباہات کا اظہار کیا پھر بولے قبروں پر چلو تو ان میں سے ایک نے کہا کہ کیا تم میں فلاں فلاں کی مثل

ہے اور قبروں کی طرف اشارے کئے تو یونہی دوسرے قبیلہ نے بھی مقابلتاً فخر کا اظہار کیا تو یہ سورت اتری۔ بخاری اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ ہم یہ قرآن میں سے دیکھتے تھے کہ اگر ابن آدم کے لیے دو وادیاں مال سے بھری ہوئی ہوں تو وہ ضرور تیسری کے لیے آرزو کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو نہیں بھرتی مگر قبر کی مٹی پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی جنہوں نے توبہ کی یہاں تک کہ الھکم التکاثر نازل ہوئی۔ ترمذی، ابن جریر اور ابن المنذر نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ قبر کے عذاب میں شک کرتے تھے یہاں تک کہ الھکم التکاثر اتری اور عذاب القبر کا ذکر ہرگز نہ ہوا تھا مگر مدینہ میں جیسا کہ یہودیہ کے قصہ میں صحیح بخاری میں وارد ہے اور یہ سورت کے مدنی ہونے پر قوی دلیل ہے اور بعض اکابر نے اسی کو صواب کہا ہے یہ سورت ایک ہزار آیتوں کے برابر ثواب رکھتی ہے حاکم، بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک میں طاقت نہیں کہ ہر روز ایک ہزار آیات پڑھے اصحاب نے عرض کیا تو جناب کون ایسا کر سکتا ہے کہ ہر روز ہزار آتیں پڑھ لے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ہر روز الھکم التکاثر نہیں پڑھ سکتا (یعنی اگر وہ الھکم التکاثر پڑھے تو اس کے لیے ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کا ثواب ہے الدیلمی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رات میں ایک ہزار آیتیں پڑھیں اللہ اس شخص سے اس شان میں ملاقات کرے گا کہ وہ اپنے چہرے میں تبسم ہوگا تو عرض کیا گیا ایک ہزار آیتوں کی طاقت کس میں ہے پھر آپ نے سورت التکاثر آخر تک پڑھی پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ انما لتعدل الف آیۃ بلاشبہ یہ ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ پچھلی سورت کا اختتام ھاویہ کے ذکر پر ہوا اور اس میں مضمون کے علاوہ لترون الجحیم یعنی تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ اور تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا مناسبت کو واضح ہیں

مختصر تفسیر اردو سورہ تکاثر پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ — تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے

الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ | یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

(اَلْهٰكُمُ) تمہیں غافل رکھا

ای شغلکم واصل اللهو الغفلة ثم شاع فی کل شاغل وخصه العرف بالشاغل الذی یسر المرء وهو قریب من اللعب ولذا ورد بمعناه کثیرا وقال الراغب اللهو ما یشغلك عما یعنی ویهم وقیل لیس بذلك لمراد به هنا الغفلة والمعنی جعلکم لاهین غافلین۔

یعنی تمہیں مشغول کر دیا اور لَهْو کا اصل مفہوم و معنی غفلت ہے پھر یہ لفظ ہر شغلے کھیل کود تک کے لیے معروف و مشہور ہو گیا اور خاص طور سے شغل کے ساتھ اس کی پہچان کے معنی یہ ہیں وہ شے جو کسی کو تن آسان (آسودہ) بنا دے اور لعب (کھیل کود تماشا) کے قریب ہے اور اسی وجہ سے اس کے معنوں میں ایسا بکثرت وارد ہوا ہے اور راغب کا قول ہے لَهْو وہ ہے جو تمہیں کسی مشغلے میں ڈال دے اور تم اسی میں لگے رہو (پڑے رہو) اور ایک قول ہے یہاں اس سے مراد وہ یعنی غفلت نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں تمہیں ڈال دیا کھیلنے میں اور غافل بنا دیا۔ ایک قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ تمہیں غافل رکھا طاعات الٰہیہ سے۔

(اَلتَّكَاثُرُ ۝) مال کی زیادہ طلبی نے

ای التباری فی الکثرة والتباهی بها بان یقول هؤلاء نحن اکثر وهؤلاء نحن اکثر۔ یعنی خاندان اور قبیلے کی تعداد و زیادتی پر اور مال و دولت کی کثرت پر کہ تم باہم فخر کرتے ہو ہم اس میں بڑھ کر ہیں اور ہم اس میں بڑھ کر ہیں اس سے واضح ہے مال و دولت کی حرص اور اس پر فخر و مباہات قابل مذمت امر ہے اور اس میں مشغولی اخروی سعادتوں سے محروم کر دیتی ہے اور قناعت سے اچھی شے کوئی نہیں۔

(حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝) یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔

المراد الهاکم التکاثر بالاموال والاولاد الی متم وقبرتم منفقین اعمارکم فی طلب الدنیا والاشتیاق الیها والتهالك علیها الی اتاکم الموت لاهم لکم غیرها عما هو اولی بکم من السعی لعاقبتکم والعمل لآخرتکم۔

مراد یہ ہے کہ تمہیں مال و دولت اور اولاد کی کثرت کی خواہش نے طاعت الٰہی سے غافل رکھا اور تمہیں اسی میں مشغول رکھا یہاں تک کہ تمہیں موت آگئی اور تم قبروں میں مدفون ہو گئے تم نے اپنی عمریں دنیا کی طلب و خواہش اور اس کی طرف رغبتوں اور چاہتوں میں خرچ کر دیں اور تم ان بے ہودہ مشاغل میں پڑے رہے یہاں تک کہ تمہیں موت نے آلیا حالانکہ تمہارے لیے سب سے اہم و بہتر امر یہ تھا کہ تم اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لیے کوشش کرتے اور اپنی آخرت کے لیے نیک اعمال بجالاتے۔ زیارت المقابر سے مراد یہاں موت ہے۔ کلبی کا قول ہے بنی عبد مناف اور بنی سہم نے باہم نفری تعداد، عزت و برتری پر تفاخر کیا پھر زندوں کو چھوڑ کر قبرستان میں جاکر اپنے موتی پر فخر کیا تو یہ آیت اتری، شان نزول کے تحت زیارت تو بہ حقیقی معنوں ہی میں مراد ہے یعنی مرتے دم تک حرص و طمع تمہیں دامن گیر رہی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردے کے ساتھ تین ہوتے ہیں دو لوٹ آتے ہیں ایک ساتھ رہ جاتا ہے ایک مال دوسرے اہل واقارب تیسرے عمل، عمل ساتھ رہ جاتا ہے باقی دونوں لوٹ آتے ہیں۔

اسلام میں باہمی تفاخر سخت منع ہے اور اسلام میں حسب و نسب، مال و دولت وغیرہ کو کوئی اہمیت و فضیلت نہیں اسلام میں تقویٰ ہی معیار فضیلت ہے۔

(کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝) ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

(کَلَّا) ہاں ہاں۔

ردع عن الاشتغال بما لا یعنیہ عما یعنیہ و تنبیہ علی الخطا فیہ۔

فضول ولغو، بے ہودہ مشاغل سے باز رہنے یا زداشت ہے اور تفاخر و تکاثر کی برائی پر انتباہ ہے۔

(سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝) جلد جان جاؤ گے۔

ای سوء مغبۃ ما انتم علیہ

یعنی تم جس حالت تفاخر و تکاثر پر ہو اس کے بُرے نتیجہ و انجام کو جلد جان لو گے یعنی نزع کے وقت اپنی اس حالت کا برا انجام آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

(ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝) پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔

یہ تکرار تاکید کے لیے ہے اور ثُمَّ کا لفظ شدت وعید کے کمال و ترقی پر دلالت کر رہا

ہے یعنی پہلی دھمکی کے بعد تکرار کے ساتھ اور شدید دھمکی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ اول سے مراد ہے قبروں میں جان لو گے اور دوسری سے مراد بروز قیامت جان لو گے ضحاک کا قول ہے زجر اوّل کفار کے لیے دھمکی ہے جبکہ دوسری مومنین کے لیے ہے لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ ایک قول ہے اوّل نزع وموت کے وقت سے متعلق ہے جب کہ دوسری کا تعلق قبروں سے ہے۔ اس آیت اور ماسبق سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ٥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ٥ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ٥

ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر بے شک ضرور اسے یقین دیکھنا دیکھو گے پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی

(كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ٥) ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

(كَلَّا) ہاں ہاں۔ حرف ردع مکرر ہے اور تکاثر کی ممانعت پر مؤکد ہے۔

(لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ٥) اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔

ای لو تعلمون کذلک لفعلتم ما لا یوصف ولا یکتنہ او لشغلکم ذلک عن التکاثر

یعنی اگر تمہیں یقینی علم ایسا ہوتا تو ضرور تم ان کاموں سے باز رہتے جو بے ہودہ اور بے فائدہ ہیں یا باہم مال و دولت یا قبیلے کی زیادتی پر فخر و مباہات نہ کرتے۔ بعض علماء کا قول ہے علم الیقین سے مراد بعث بعد الموت کا عقیدہ ہے اور بعض کا قول ہے یقین سے مراد وہ علم مستند ہے جس میں شک نہ ہو اور اصطلاح میں کسی شئے پر عقیدہ ہے راغب کا قول ہے "الیقین من صفۃ العلم فوق المعرفۃ والدرایۃ واخواتھما یقال علم الیقین"

یقین علم کی صفتوں میں سے ہے جو معرفت اور درایت سے بڑھ کر (افضل و برتر) ہے اور ان دونوں کے مجموعہ کو علم الیقین کہتے ہیں۔ ایک قول ہے "علم الیقین بما اعطاہ الدلیل من ادراک الشئی علی ما ھو علیہ" اور علم الیقین وہ ہے جو کسی شے کے ادراک اس پر بطور دلیل حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ہر عاقل کو موت کا علم ہے۔

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ صاحب کا قول ہے علم الیقین ایمان بالغیب ہے

جو استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تمہیں آخرت کا یقینی علم ہوتا تو تم حرص مال وغیرہ میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے۔

(لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۝) بے شک ضرور جہنم کو دیکھو گے۔

پچھلی آیت میں کو بمعنی اذا ہے اور مراد ہے ای بعد الموت لترون الجحیم یعنی تم مرنے کے بعد بلاشبہ ضرور جہنم کو دیکھو گے اور لَتَرَوُنَّ میں جو رویت کا ذکر ہے اس سے مراد یا تو آنکھوں سے دیکھنا ہے جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اس کا مقام اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ صبح وشام اس کو دکھایا جاتا ہے (یا سامنے لایا جاتا ہے) اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے بروز حشر وہاں لے جایا جائے گا۔ اور سورت المومن میں ہے اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ الخ آگ جس پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی۔ یا پھر رویت سے مراد پہچاننا جاننا ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وقت موت تمہیں یقینی علم حاصل ہو جائے گا تو تم اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لو گے لیکن پھر عقیدہ کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اور اس وقت کا ایمان بے فائدہ ہوگا۔

(ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۝) پھر بے شک ضرور اُسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔

تکرار تاکید کے لیے ہے اور بطور مبالغہ کے دلالت کر رہی ہے۔ ایک قول ہے پہلے فقرہ سے تم دوزخ کو دیکھو گے یعنی مرنے کے بعد قبروں میں پھر تم اس وقت دیکھو گے جب دوزخ میں داخل کئے جاؤ گے۔ پہلا دیکھنا معرفت ہوگی جب کہ دوسری مرتبہ دیکھنا مشاہدہ و معائنہ ہوگا یعنی تم آنکھوں سے ایسا دیکھ لو گے جو یقین کا موجب ہوگا۔ راغب کا قول ہے وعلم الیقین بما اعطاہ المشاہدۃ والکشف رویت ومشاہدہ اور کشف سے جو علم حاصل ہو وہ عین الیقین ہے جیسے بوقت موت فرشتوں کا دیکھنا۔ ایک قول ہے ای الرؤیۃ التی ھی نفس الیقین۔ یعنی ایسی رویت جو یقین کا موجب ہو کیونکہ رویت اور مشاہدہ سے جو انکشاف ہوتا ہے وہ تمام انکشافات سے بڑھ کر قوی ہوتا ہے۔

(ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝) پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی۔

قیل الخطاب للکفار حکی ذلك عن الحسن ومقاتل واختارہ الطیبی والنعیم عام لکل ما یتلذذ بہ من مطعوم ومشرب ومفرش ومرکب۔

ایک قول ہے کہ یہ کفار کو خطاب ہے اور حسن اور مقاتل سے یہی منقول ہے اور طیبی نے اسی کو مختار مانا ہے اور نعیم (نعمتوں) ہر اُس شئے کے لیے عام ہے جس سے لذت حاصل ہوتی ہے جیسے کھانے کی چیزیں، مشروبات اور سواریاں۔ اور اس سے قبل بھی سورت میں جو خطاب گزرے وہ کفار و مشرکین سے ہیں ابن عباس سے مروی ہے کہ لترون الجحیم میں یتصریح مشرکین ہی سے خطاب ہے۔ بغوی کا قول ہے کہ جن نعمتوں سے وہ مالا مال تھے بروز حشر ان سے (کفار و مشرکین) سے ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ نعمتوں کا شکر کیوں نہ ادا کیا اور کفران نعمت کیوں کیا۔ ایک قول ہے کہ یہ سب لوگوں کو عمومی خطاب ہے اور اگر کفار و مشرکین ہی مراد ہوں جب عموم آیت کا مقتضی یہی ہے کہ مومنوں سے بھی سوال ہو اور اگر کہا جائے کہ صرف اہل تکاثر سے باز پرس ہوگی تو متواتر احادیث سے واضح ہے کہ کافر و مومن ہر شخص سے پرسش ہوگی۔ بیہقی نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا النعیم العافیہ۔ نعمتیں عافیت امن و سلامتی ہیں۔ ابن مردویہ نے ابو درداء سے مرفوعاً روایت کی ہے اکل خبز البر والنوم فی الظل وشرب ماء الفرات مبردا۔ نعمتوں سے مراد گیہوں کی روٹی اور سایہ میں سونا اور ٹھنڈا میٹھا پانی پینا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا سایہ اور ٹھنڈا پانی ہیں۔ ابن حبان اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیخین کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے ان کی بیوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا پھر ابوایوب آئے تو وہ کھجور کا خوشہ کاٹ کر لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے کس ارادے سے ہمارے لیے یہ کھجوروں کا خوشہ توڑا عرض کیا مجھے محبوب ہوا یا رسول اللہ! کہ آپ اس کی کھجوریں پکے ڈو کے اور ترم کھجوریں وغیرہ تناول فرمادیں پھر ایک بزغالہ ذبح کیا اور الگ الگ دو طباقوں میں پکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور (سامنے) پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بوٹیاں ایک برتن میں روٹیوں کے ساتھ ابوایوب کو دے کر کہا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لے جاؤ کہ انہوں نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تو ابوایوب تعمیل ارشاد کے بعد آئے

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبز و لحم و تمر و بسر و رطب و دمعت عیناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والذی نفسی بیدہ ان ھذا لھو النعیم الذی تسئلون عنہ۔ قال اللہ تعالیٰ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم فھذا النعیم الذی تسئلون عنہ یوم القیامۃ فکبر ذلک علی اصحابہ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام بلی اذا اصبتم مثل ھذا فضربتم بایدیکم فقولوا بسم اللہ فاذا شبعتم فقولوا الحمد للہ الذی اشبعنا وانعم علینا۔ روٹی، گوشت اور کھجوریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان کریم ڈبڈبائیں اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہی تو وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں پرسش ہوگی اللہ نے فرمایا ہے پھر تم اس دن ضرور نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی تو یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں بروز قیامت سوال کیا جائے گا تو اصحاب نے تکبیر کہی (اللہ اکبر کہا) تو ارشاد فرمایا ہاں جب تم اس (طعام وغیرہ) کی مثل پاؤ اور تم کھانا شروع کرو تو کہو بسم اللہ پھر جب سیر ہو تو کہو تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر انعام فرمایا ثم علف ہے اور اس سے واضح ہے کہ پرسش دوزخ کو دیکھنے کے بعد ہوگی حضرت ابوہریرہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے قدم پل صراط سے نہیں ہٹیں گے جب تک چار باتوں کی پرسش نہ ہو اوّل عمر کیسے گزاری۔ دوم جانی کو کس کام میں کمزور کیا۔ سوم مال کہاں سے کمایا اور کیونکر خرچ کیا اور چہارم علم کے مطابق کیا عمل کیا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ احکام عمومی ہیں اور یہ ان لوگوں کو شامل نہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے

الحمد للہ آج سورت التکاثر مکمل ہوئی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۶ جون ۱۹۹۴ء

سورۃ العصر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع تین آیات چودہ کلمات اور اڑسٹھ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ العصر پ ۳۰

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ — اس زمانۂ محبوب کی قسم۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ — بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے

وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾ — کو حق کی تاکید کی اور ایکدوسرے کو صبر کی وصیت کی

حل لغات سورۃ العصر پ ۳۰

و۔قسم ہے	العصر۔زمانہ کی	ان۔بیشک	الانسان۔انسان
لفی۔بیچ	خسر۔خسارے کے ہے	الا۔مگر	الذین۔وہ جو
امنوا۔ایمان لائے	و۔اور	عملوا۔کام کیے	الصلحت۔اچھے
و۔اور	تواصوا۔وصیت کی	بالحق۔حق کی	و۔اور
تواصوا۔وصیت کی	بالصبر۔صبر کی		

سورت العصر

ابن عباس، ابنِ زبیر اور جمہور علماء کے نزدیک سورت العصر مکیہ ہے اور مجاہد، قتادہ اور مقاتل کا قول ہے کہ مدنی ہے اس میں بالاجماع تین آیات ہیں اور یہ سورت تمام علوم کی جامع ہے حضرت الامام شافعی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا " لو لم ینزل غیر ھذہ السورۃ لکفت

الناس لانها شملت جمیع علوم القرآن" اگر اس سورت کے علاوہ کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو بھی لوگوں کو کافی ہوتی کیونکہ یہ تمام علوم قرآن کو شامل و جامع ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب میں ابو حذیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی اصحاب سے کہا جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دو شخص باہم ملتے تھے وہ ہرگز الگ نہ ہوتے تھے مگر یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک دوسرے پر سورت العصر کو پڑھتے پھر ایک دوسرے کو سلام کہتے۔ اور اس میں اس شک کے حال کی طرف اشارہ ہے جسے تکاثر نے ہلاک نہ کیا یا غافل نہ کیا اور اسی وجہ سے یہ سورت میں التکاثر کے بعد ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ العصر پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ o وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o

اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(وَالْعَصْرِ o) اس زمانہ محبوب کی قسم

قال مقاتل اقسم سبحانہ بصلوٰۃ العصر لفضلها لانها الصلوٰۃ الوسطی عند الجمهور مقاتل کا قول ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے نماز عصر کی قسم یاد فرمائی ہے اس کی فضلیت کے اظہار کے لیے اور اس لیے بھی کہ وہ درمیانی نماز ہے جیسا کہ جمہور علماء کے نزدیک یہی مختار ہے ایک قول ہے نماز عصر کے وقت قسم یاد فرمائی ہے جو غروب آفتاب سے قبل ہوتا ہے کہ اس نماز کی بڑی فضیلت ہے یعنی صلوٰۃ الوسطیٰ ہے اور حدیث صحیح میں ہے الذی تفوته صلوٰۃ العصر فکانما وتر اهله و ماله جس کی نماز عصر فوت ہوگئی تو گویا اس کا اہل و مال سب برباد ہو گیا۔ اور یہ کہ جمعہ کے روز بوقت عصر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ ایک قول ہے کہ عصر سے مراد ہے عصر النبوۃ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ مبارک کہ وہ تمام زمانوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت و شرف اور بزرگی والا ہے اور ارشاد نبوی ہے خیر القرون قرنی تمام

قرنوں میں بہترین قرن میرا ہے۔ ابنِ عباس کا قول ہے عصر سے مراد ہے کہ زمانہ کی قسم کہ اہلِ تدبر کے لیے زمانہ بڑی نصیحت و عبرت ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ) بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

ای خسران فی متاجرھم و مساعیھم و صرف اعمارھم فی مباغیھم التی لاینتفعون بھا فی الآخرۃ۔

یعنی انسان اپنی متاع کے ضائع ہونے اور اپنی کوششوں کے ناکام ہونے اور اپنی عمروں کے ان چاہتوں میں برباد کرنے پر گھاٹے و خسارے میں ہے جن کا آخرت کی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں خسرٍ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کے معنی ہیں خسرِ عظیم بہت بڑے گھاٹے (خسارے) ہیں ہے اور الانسان میں تعرف استغراق کے لیے ہے باللام جنسی سے مراد ہے اکثر لوگ۔ اور اگر مخصوص انسان مراد ہو تو انسان الخاشر سے مراد ابوجہل لعین وغیرہ ہیں۔ انسان کی عمر جو اس کا سرمایہ ہے وہ ہر لمحہ گھٹ رہا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

فانھم فی تجارۃ لن تبور حیث باعوا الفانی الخسیس واشتروا الباقی النفیس واستبدلوا الباقیات الصالحات بالغادیات الائحات۔

اس لیے کہ انہوں نے نفع بخش تجارت کی جب کہ انہوں نے کمینہ و ذلیل فانی دنیا بیچی اور اس کے عوض نفیس و پاکیزہ باقی رہنے والی لازوال آخرت کا سودا کیا اور باقی رہنے والی اچھی باتوں کو گندی فضول اور گناہ کی باتوں کے بدلے میں اختیار کیا۔ تو یہ لوگ خسارے میں نہیں یہ استثنیٰ مومنین صالحین کے لیے ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی۔

ای دعی بعضھم بعضًا بالامر الثابت الذی لاسبیل الی انکارہ ولا زوال فی الدارین لمحاسن آثارہ وھوالخیر کلہ من الایمان باللہ عزوجل واتباع کتبہ ورسلہ علیھم السلام فی کل عقد وعمل۔

یعنی ان مومنین صالحین میں سے بعض نے بعض کو اس امر ثابت کی (ایمان و عمل) کی وصیت و نصیحت کی جس سے کسی طور انکار ممکن نہیں اور وہ دونوں جہانوں میں اپنے اثرات و برکات کی خوبیوں کے ساتھ ہرگز زائل ہونے والا نہیں اور وہ سراسر خیر ہے جیسے

حق سبحانہ عزوجل شانہ، کی احدیت، الوہیت اور ربوبیت پر ایمان اور اس کے فرستادہ رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کی اطاعت و پیروی تمام عقائد اور اعمال میں اور ہی امر ثابت اور حق ہے۔ ایک قول ہے کہ باہم نیکی کی وصیت کی جب کہ حسن کا قول ہے الحق سے مراد قرآن ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

عن المعاصی التی تشتاق الیھا النفس بحکم الجبلۃ البشریۃ وعلی الطاعات التی یشق علیھا اداؤھا وعلی مایبتلی اللہ تعالیٰ بہ من المصائب والصبر المذکور داخل فی الحق۔

ان گناہوں سے بچنے کی وصیت کی جن کا نفس جبلت و سرشت بشریہ کے موجب حکم کرتا ہے اور نفس کو وہ پسندیدہ ہیں اور ان طاعات و عبادات کی تلقین کی جن کی ادائیگی نفس پر گراں ہے اور ان امور پر جن کے ساتھ اللہ نے انہیں مصائب میں مبتلا کیا صبر کی ہدایت کی اور صبر جس کا ذکر گزرا اتباع حق میں ہی داخل و شامل ہے۔ تو یہ وہ لوگ جنہوں نے دین کی راہ میں مصائب و تکالیف برداشت کیں اور جادۂ حق پر ثابت قدم رہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو نفع پانے والے ہیں اور خسارے سے محفوظ ہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ حق و صبر کا حکم لازم ہے اور امور شر سے روکنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا خسارے کا سودا ہے ابو داؤد نے حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کی ہے جب کسی قوم کے لوگ برائی کو بدلنے کی قوت رکھتے ہوں اور پھر بھی برائی پھیلتی رہے اور وہ اُسے قوت کے باوجود نہ بدلیں تو ان پر عام عذاب آکر رہے گا یعنی عوام و خواص کوئی نہ بچے گا۔ اور مومنوں کی قوم کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

الحمد للہ آج سورت العصر پوری ہوئی

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بمطابق ۷ جون ۱۹۹۵ء

سورۃ الھمزہ مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ نو آیات۔ تیس کلمات اور ایک سو تیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الھمزہ پ ۳۰

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝	خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔
الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝	جس نے مال جوڑا اور گن گن رکھا۔
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝	کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ ہی رکھے گا۔
كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝	ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائیگا۔
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝	اور تو نے کیا جانا کیا ہے روندنے والی۔
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝	اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔
الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝	وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝	بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔
فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝	لمبے لمبے ستونوں میں۔

حل لغات سورۃ الھمزہ پ ۳۰

ویل۔ خرابی ہے ۔ لکل۔ واسطے ہر ایک ۔ ھمزۃ۔ منہ پر عیب کرنے والے
لمزۃ۔ پیٹھ پیچھے بدی کرنے والے کے لیے ۔ الذی۔ وہ جس نے ۔ جمع۔ جمع کیا
مالا۔ مال ۔ و۔ اور ۔ عدد۔ گنا ۔ ہ۔ اسکو
یحسب۔ خیال کرتا ہے ۔ ان۔ کہ بیشک ۔ مالہ۔ اس کا مال ۔ اخلدہ۔ ہمیشہ رکھے گا

کلا۔ ہرگز نہیں	لینبذن۔ ضرور ڈالا جائیگا	فی۔ بیچ
و۔ اور	ما۔ کیا	ادرٰک۔ جانے تو
الحطمۃ۔ حطمہ	نار۔ آگ ہے	اللہ۔ اللہ کی
التی۔ وہ جو	تطلع۔ چڑھ جائے گی	علی۔ اوپر
انہا۔ بیشک وہ	علیہم۔ ان پر	مؤصدۃ۔ بند کی جائیگی
عمد۔ ستونوں	ممددۃ۔ لمبے کے	

ما۔ کو
الحطمۃ۔ حطمہ کے
ما۔ کیا ہے
الموقدۃ۔ جلائی ہوئی
الافئدۃ۔ دلوں کے
فی۔ بیچ

سورت الھمزۃ

سورت الھمزہ بلا خلاف مکیہ ہے اور اس میں ۹ آیات ہیں اور اس سے پہلی سورت میں ان لوگوں کا بیان گزرا جو نقصان و خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو اس سورت میں بعض خسارہ والے لوگوں کے احوال کا بیان ہے جو وجہ مناسبت ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ الھمزہ پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝	خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔ کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

(وَيْلٌ) خرابی ہے "ویل" اصل میں مصدر بمعنی ہلاکت یعنی بربادی و خرابی ہے اس پر پہلے متعدد مرتبہ بحث گزر چکی۔

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝	ہر اُس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

(هُمَزَةٍ) بروزن فُعَلَۃ ہے جس کے معنی عیاب طعان کے ہیں یعنی عادی عیب جو یا عیب لگانے والا اور نکتہ چینی کرنے والا ابو حیان کا قول یہ الھمز سے ہے اور لغت میں اس

کی اصل ہے الضرب طعنا بالید او بالعصا ونحوھا ثم استعیر للذی ینال
بلسانہ وہ شخص جو ہاتھ یا لاٹھی کے اشارے وغیرہ سے نکتہ چینی کرے اور دکھ دے پھر
اس شخص کے لیے استعارۃً ہوگیا جو زبان سے نکتہ چینی کرے یعنی بدگوئی کرے۔ قتادہ کا قول
ہے ہمزہ کے معنی ہیں غیبت کرنے والا مقاتل کا قول ہے ہمزہ کے معنی ہیں منہ پر عیب لگانے
والا (لُّمَزَةٍ) یہ بھی فُعَلَۃٌ کے وزن پر ہے جس کے معنی ہیں دوسروں پر طنز کرنے والا،
عیب لگانے والا، غیبت کرنے والا۔ بے عزتی کرنے والا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
ہمزہ اور لمزہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ مجاہد کا قول ہے لمزہ کے معنی میں نسب میں طعن (بدگوئی) کرنے
والا ابن ابی حاتم نے عثمان عمر سے روایت کی ہے کہ یہ آیات ابی بن خلف کے بارے میں
اتری اور سُدی کا قول ہے اخنس بن شریق کے بارے میں اتریں کہ وہ بڑا چغل خور اور عیب جو
تھا اور بعض کا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ یا امیہ بن خلف کے بارے میں اتریں یہ سارے لعین
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن دراز کرتے اور ان کی غیبتیں کرتے
تھے۔ اگر نزول کو مخصوص بھی کہا جائے تو ان بری باتوں کا حامل آیت کے عموم میں داخل ہے
واضح مفہوم یہ ہے ہر اُس شخص کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جو روبرو طنز کرے اور پس پشت
برائیاں بیان کرے اور "ویل" دوزخ کا ایک کنواں یا وادی ہے جس میں یہ لوگ داخل
ہوں گے۔

(الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝) جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا۔

بدل من کل بدل کل ہے یا بدل بعض من کل ہے اور مالًا کی تنکیر تفخیم اور کثرت کے
اظہار کے لیے ہے اور ایک قول ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں اتری جس کے
پاس چار لاکھ دینار تھے جب کہ ایک قول ہے کہ دس لاکھ دینار تھے اور وَعَدَّدَهٗ
کا معنی ہے ای عدہ مرۃ بعد اخری حبالہ و شغفا بہ یعنی مال کی محبت میں
اور اس شغف میں گنتی کے بعد پھر گنتی کرتا ہے (بار بار گن کر رکھتا ہے) ایک قول ہے ای
جعلہ عدہ و مدخرا النوائب الدھر و مصائبہ یعنی زمانے کے آئندہ مصائب
کو دور کرنے اور اس کی مشکلات سے بچنے کے لیے جوڑ کر رکھتا ہے ایک قول ہے وعددہ
میں اسم بمعنی العدد المعروف ہے جو مال پر عطف ہے ای جمع مالہ وضبط عددہ
واحصاہ یعنی اپنے مال کو جمع کیا اور اس کی تعداد کو (گنتی کو) یاد رکھا اور شمار کر کے رکھا۔

(یحسب اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝) کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔

(اخلدہ) ای ترکہ خالدا ای ماکثا لا یتناہی یعنی اُسے ہمیشہ رہنے دے
جملہ حالیہ ہے اُس کو اتنا زمانہ رہنے دے گا جو ختم نہ ہو والمراد ان المال طول املہ اور مراد
گا یا بلاشبہ مال اُس کی لمبی آرزو ہے۔ ای بظن انہٗ مالہ ابقاہ یعنی وہ خیال کرتا ہے
ہے کہ بلاشبہ اس کا مال اُسے دنیا میں باقی رکھے گا۔ اور دولت کی وجہ سے نہ ہی مفلس ہوگا اور نہ ہی مرے
گا یعنی وہ سمجھتا ہے کہ شاید دولت و مال سے اُسے دوامی زندگی مل جائے گی جو کہ فضول خیال ہے اور
دراصل حقیقت ایمان و اعمال صالحہ اور موت۔ دونوں سے غافل ہے۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔

(کلا) ہرگز نہیں۔
ردع لہ عن ذلک الحسبان الباطل اور عنہ وعن جمع المال وحبہ المفرط علی ما قیل
اخنس بن شریق کے اس گمان باطل پر کہ اُسے دولت مال دنیا میں باقی رکھے گا اُسے بازداشت
ہے یا پھر اس کے مال جمع کرنے کی ہوس اور اس کی حد سے بڑھی محبت زر پر جیسا کہ پیچھے تفصیلاً گزرا
اُسے انتباہ ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ ایسا نہ کرتا اور حقیقت کو سمجھنے کی
کوشش کرتا۔

(لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝) ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔
(لینبذن) جواب قسم مقدر والجملة استئناف مبین لعلة الردع ای واللہ
لیطرحن بسبب افعالہ المذکورۃ یہ جواب قسم مقدر ہے اور جملہ از سرِ نو واضح ہے اور شاید اسی
پر بازداشت ہے کہ بخدا وہ ضرور اپنے ان اسباب مذکورہ کے باعث دوزخ میں ڈالا جائے گا۔
(فی الحطمة) ای فی النار التی من شأنہا ان تحطم کل من یلقی فیہا یعنی ایسی نار
دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ ہر چیز جو اس میں ڈالی جائے گی وہ اس کو چورا چورا کر دے گی۔
والحطم کسر الشیٔ کالہشم اور حطم کسی چیز کے توڑنے کو کہتے ہیں جیسے کسی شے کو چورا
چورا یا ریزہ ریزہ کرنا۔ ضحاک کا قول ہے "الحطمة ہنا بالدرک الرابع من النار" حطمہ
سے یہاں مراد دوزخ کا چوتھا طبقہ ہے جہاں آگ ہڈیاں پسلیاں چورا چورا کر کے توڑ ڈالے

گی۔ کلبی کا قول ہے کہ یہ جہنم کا چھٹا طبقہ ہے اور القشیری سے منقول ہے کہ دوسرا طبقہ ہے اور واحدی کا قول ہے کہ حطمہ۔ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ابو صالح کا خیال ہے کہ یہ وہ آگ ہے جو ان کی (کفار کی) قبروں میں ہوگی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ اور تو نے کیا جانا کیا روندنے والی

تهويل امرها بيان انها ليست من الامور التى تنالها عقول الخلق۔

اس بیان سے جہنم کی عظیم ہیبت وہولناکی کا اظہار ہے کہ یہ اُن چیزوں میں سے نہیں جن تک مخلوق کی عقلوں کی رسائی ہو یعنی تمہیں حطمہ کی کیفیت و شدت کا ادراک نہیں اور نہ ہی اس کا تصور ممکن ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِىْ	اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے وہ جو
تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا	دلوں پر چڑھ جائے گی بے شک
عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِىْ عَمَدٍ	وہ ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے
مُّمَدَّدَةٍ ۝	ستونوں میں

(نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝) اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے۔

(نار الله) الجملة لبيان شان المسئول عنها اى هى نار الله یہ جملہ مسئول کی شان کے بیان کے اظہار کے لیے ہے یعنی یہ وہ اللہ کی آگ ہے نار کی نسبت اس کی عظمت کو واضح کر رہی ہے (الموقدة) اى بامر الله عزوجل یعنی یہ اللہ کے حکم سے بھڑک رہی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ ہزار برس تک تپائی گئی پھر ہزار برس تک اور بڑھکائی گئی یہاں تک سفید ہوگئی پھر ہزار برس تک مزید بڑھکائی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ انتہائی سیاہ اور تاریک ہے۔

الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝) وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔

اى تعلو اوساط القلوب و تغشاها۔

یعنی دلوں کے درمیان اندر تک پہنچے گی اور ان پر چھا جائے گی۔ دل کے ذکر تخصیص اس لیے ہے کہ "ان الفواد الطف ما فى الجسد واشد ه تالما بادنى اذى يمسه" بلاشبہ بدن کے جسم میں سے سب سے زیادہ لطیف دل ہے اور اُسے معمولی سی تکلیف بھی چھوتی ہے تو وہ سب سے زیادہ دکھتا ہے اور اس کی سوزش زیادہ ہوتی ہے، اور دوزخ میں آگ دل تک پہنچے

گی لیکن موت نہ آئے گی تو اس دائمی الم اور عذاب کی کیفیت کیا ہو گی۔ ایک قول ہے کہ دل ہی وہ مقام ہے جو کفر و عقائد باطلہ کا مرکز رہا تو اس وجہ سے انہیں اس عذاب سے گزرنا ہو گا جو دائمی ہو گا۔ گویا یہ روحانی عذاب ہو گا جو عمومی عذاب سے شدید تر ہو گا۔

(اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝) بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔

ای مطبقۃ

یعنی آگ کے طبقات میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ ابو نعیم نے سوید سے روایت کی ہے کہ دوامی جہنمیوں کو لوہے کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم کی تہہ میں پھینک دیا جائے گا نہ ایک دوسرے کے عذاب کو دیکھ سکیں اور نہ ہی اُس سے نکل سکیں۔

(فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ) لمبے لمبے ستونوں میں۔

عمد جمع عمود کما قال الراغب والفراء عَمَدٍ عَمُوْدٌ کی جمع ہے جیسا کہ راغب اور فراء کا قول ہے اور ابو عبیدہ کا قول ہے عِمَادٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ستون مُّمَدَّدَةٍ عَمَدٍ کی صفت ہے ای طوال یعنی لمبے لمبے۔ ابن زید سے مروی ہے "عمد من حدید" ستون لوہے کے ہوں گے ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے انما من نار وہ ستون آگ کے ہوں گے واضح مفہوم یہ ہے ای موثقین فیھا یعنی ان ستونوں میں جکڑے جائیں گے۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ادخلھم فی عمد وتمددت علیھم فی اعناقھم السلاسل فسدت بھا الابواب جہنمیوں کو ستونوں میں ڈالا جائے گا پھر ان پر انہیں لمبا کیا جائے گا ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی پھر ان کے ساتھ دروازے مضبوط بند کر دیئے جائیں گے اعاذنا اللہ بھذا اللھم اجرنا من النار بفضلک یا عزیز یا غفار بحرمت سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

الحمد للہ آج سورت الھمزہ پوری ہوئی
۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الفیل مکیہ

اس سورت میں ایک رکوع۔ پانچ آیات بیس کلمات اور چھیانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفیل پ ۳۰

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ؕ	اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔
اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۙ	کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔
وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۙ	اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔
تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۪ۙ	کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۠	تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

حل لغات سورۃ الفیل پ ۳۰

ا۔ کیا	لم۔ نہ	تر۔ دیکھا تو نے	کیف۔ کیسے
فعل۔ کیا	ربک۔ تیرے رب نے	باصحب الفیل۔ ہاتھی والوں سے	
ا۔ کیا	لم۔ نہ	یجعل۔ کیا	کیدا۔ داؤ
ھم۔ ان کا	فی۔ بیچ	تضلیل۔ تباہی کے	و۔ اور
ارسل۔ بھیجے	علیھم۔ ان پر	طیرا۔ پرندے	ابابیل۔ ڈار کے ڈار
ترمیھم۔ کہ مارتے تھے انکو	بحجارۃ۔ پتھر	من سجیل۔ کنکروں کے	فجعلھم۔ تو کیا انکو
کعصف۔ جیسے بھوسہ	ماکول۔ کھایا ہوا۔		

سورت الفیل

سورت الفیل بلا خلاف مکیہ ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں پچھلی سورت میں کفار کے اس
ر کا ذکر گزرا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور طنز کرتے تھے تو اس کے بعد اس سورت میں
حاب الفیل کا ذکر گویا اس امر کا اشارہ ہے کہ ان کفار کے داؤں پیچ اور مکروں کا انجام دنیا
ں تباہی وہلاکت اور آخرت کی مکمل بربادی ہے کیونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا اپنے محبوب مکرم صلی اللہ
لیہ وسلم پر بڑا فضل اور انتہائی مہربانی ہے تو جس طرح اصحاب الفیل اپنے زعم باطل میں کعبہ معظمہ
و ڈھانے آئے اور خائب و خاسر ہلاک و برباد ہوئے یونہی کفار جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ی دعوت کو روکنے یا مٹانے کا عزم رکھتے ہیں اسی طرح ہلاک ہوں گے اور انہیں ان کا مال
ور دولت انجام سے نہ بچا سکے گا اور یہی مناسبت کو واضح ہے ۔

مختصر تفسیر اردو سورت الفیل پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا ۔ اور ان پر پرندوں کی ٹکریاں بھیجیں ۔ کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے ۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی ۔

(اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝) اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے
رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا ۔
(اَلَمْ تَرَ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور استفہام انکاری مفید تقریر
ہے یعنی اے محبوب آپ نے دیکھ لیا اور بعض کا قول ہے کہ یہاں رویت بمعنی علم ہے اور یہ

واقعہ ولادت شریفہ سے قبل کا ہے تو معنی ہوں کیا آپ کو علم نہیں (معلوم نہیں) اور یہ بات قطعی
ہے کہ آپ نے اس واقعہ کا متواتر ذکر سنا اور اس کے آثار دیکھے تو رویت بمعنی دیکھنا بھی درست
ہے۔

(وَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ) تمہارے رب نے کیا حال کیا

رویت کی تعلیق (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی نسبت وتعلق) حق سبحانہ وتعالیٰ کے
فعل کی کیفیت سے ہے گویا فرمایا جا رہا ہے الم تر ما فعل ربك کیا آپ نے دیکھا کہ
تمہارے پروردگار کیا حشر کیا ان لوگوں کا جو ہاتھی والے تھے اس سے مقصود علم وقدرت باری
کے بیان، شرف وفضیلت حرم کعبہ کا اعلان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت
اور عظمت شان کا اظہار ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کی تمہید ہے اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝) ان ہاتھی والوں کا

ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے ابرہہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا جس کا
نام الاشرم بن الصباح الحبشی تھا اس کی کنیت ابی یکسوم تھی اور وہ ابرہہ نام سے موسوم ہونے
کو منع نہ کرتا تھا کہ حبشی زبان میں ابرہہ کے معنی الابیض الوجہ گورے سفید رو کو کہتے ہیں ایک
قول ہے کہ وہ حمیری تھا اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک کنیسہ (گرجا) عبادت کے لیے
تعمیر کرایا اور یہ چاہا کہ حج کرنے والے لوگ مکۃ المکرمہ کی بجائے یہاں آئیں اور کعبۂ معظمہ کی بجائے
اس گرجے کا طواف کریں اہل عرب کو یہ بات سخت ناگوار گزری قبیلہ بنو کنانہ کے ایک شخص نے
جب یہ سنا تو اس نے موقع پا کر اس گرجے (صنعاء) میں قضاء حاجت کی اور اس کو نجاست سے
گندہ کر دیا اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبۂ معظمہ کو ڈھانے کی قسم کھائی اور اس
خبیث ارادے کی تکمیل کے لیے ایک بڑا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور ان ہاتھیوں
میں سب بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا مکۃ المکرمہ کی طرف چڑھائی کی جب قریب پہنچا تو اس نے
اہل مکہ کے جانور قید کر لیے جن میں سے دو سو اونٹ سردار مکہ عبدالمطلب کے تھے عبدالمطلب
ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھا کر آنے کا سبب پوچھا تو
آپ نے اونٹ واپس مانگے اس پر ابرہہ نے کہا عجب بات ہے کہ میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کے
لیے آیا ہوں اور وہ تمہارا تمہارے باپ دادا کا معظم ومحترم مقام ہے تم اس کے لیے تو کچھ نہیں کہتے

اور اپنے اونٹوں کی واپسی چاہتے ہو عبدالمطلب نے کہا اونٹوں کا مالک میں ہوں اور کعبہ معظمہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا یہ سن کر ابرہہ نے اونٹ واپس کر دیے عبدالمطلب جب مکہ واپس ہوئے تو قریش کو سارا ماجرا سنایا اور مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں منتشر ہو کر پناہ گزیں ہو جائیں اور اپنی حفاظت کریں کہ ابرہہ کا لشکر انہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔ پھر عبدالمطلب بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے اور کعبہ معظمہ زنجیر پکڑ کر کہنے لگے رب البیت میں تیرے سوا ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا اسے حرم کو ان سے بچالے اس حرم کا دشمن ہے اپنے حرم کی بستی کو بربادی سے محفوظ فرما اور صلیب کے پجاریوں کو اپنے پرستاروں پر غلبہ نہ دے وہ تیرے حرم کو منہدم کرنے آئے ہیں اور تیرے جلال سے نہیں ڈرتے اگر تو ان کو اور ہمارے حرم کو یونہی چھوڑ دینے والا ہے تو پھر وہی فرما جو تیری رضا ہے۔ یہ التجا و دعا کر کے اپنے لوگوں کے پاس چلے گئے۔ اگلے روز صبح کو ابرہہ نے مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور بڑے ہاتھی محمود نامی کے علاوہ بارہ اور ہاتھی لشکر میں شامل کیے۔ نفیل خثعمی جو بحالت اسیری ابرہہ کے ساتھ بطور راہ نما ساتھ تھا اس نے بڑے ہاتھی محمود کے کان میں کہا تو اللہ کے حرمت والے شہر میں ہے بیٹھ جا اور واپس جا جہاں سے آیا ہے پھر وہ ایسا بیٹھ گیا کہ شدت و سختی، خوف و ضرب کے باوجود بھی اس نے ایک قدم نہ اٹھایا جب اس کا رخ یمن کو کرتے تو اٹھ کر تیز چلتا اور جب سوئے حرم کرتے تو بیٹھ جاتا اللہ نے سمندر کی طرف سے رات کی مانند ابابیلوں کا لشکر بھیجا ہر ابابیل کے دونوں پنجوں میں اور چونچ میں ایک ایک پتھر مسور کے دانے کے برابر تھا جب یہ پرندے ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے تو انہوں نے پتھریاں پھینکیں جس شخص کو وہ سنگریزے لگے ہلاک ہو گیا نفیل ابابیلوں کے جھنڈ دیکھتے ہی دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور لشکر ابرہہ کی بربادی دیکھی کہ وہ راہ نما کے بغیر جس راہ کی طرف بھاگے ہلاک ہو گئے ابرہہ سخت جسمانی بیماری میں مبتلائے عذاب ہو کر ہلاک ہوا۔ واقدی کا قول ہے کہ محمود ہاتھی محفوظ رہا اور اکثر لشکری ہلاک ہوئے۔ اور جو کنکریاں یا سنگریزے ان پرندوں نے گرائے ان پر ہلاک ہونے والے شخص کا نام لکھا تھا۔

(اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝) کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۔

بیان اجمالی لما فعل اللہ تعالیٰ بھم۔

استفہام انکاری ہے جو ثبوت کو مفید ہے یعنی اللہ نے ان (اصحاب الفیل اسکے کید (چال یا داؤں) کو ناکام کر دیا اور انہوں نے انہدام کعبہ کی جو جسارت کی تھی اُسے باطل کرکے انہیں ہلاک کر ڈالا۔ اور حرم کعبہ اور اہلِ حرم کے شرف و عزت کو محفوظ رکھا۔

(وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ o) اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۔

ای جماعات جمع ابالة او ابول مثل عجول او ابیل مثل مسکین۔

یعنی جھنڈ کے جھنڈ، کثیر پرندوں کی پیہم ٹکڑیاں ابابیل ابالۃ کی جمع ہے یا ابول کی جمع ہے جیسے عجول کی جمع عجاجیل یا پھر ابیل کی جمع ہے۔ جیسے مسکین کی جمع سکاکین۔ ابالہ کے معنی ہیں کثیر پرندوں کا جتھہ یا جھنڈ ابابیل طیرًا کی صفت ہے وجاءت ھذہ الطیر علی ما روی عن جمع جمۃ البحر ولم تکن نجدیۃ ولا تھامیۃ ولا حجازیۃ وزعم بعض ان حمام الحرم من نسلھا ولا یصح ذلک۔ یہ پرندوں کے لشکر جیسا کہ روایت کیا گیا ہے اکٹھے ہو کر سمندر کی طرف سے آئے اور نجد (مشرق) اور تہامہ اور حجاز کی طرف سے نہیں آئے تھے اور بعض علماء کا خیال ہے۔ حرم شریف کے کبوتر اسی نسل سے تعلق ہیں لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ عکرمہ کا قول ہے کان وجوھھا مثل وجوہ السباع لم تر قبل ذلک ولا بعدہ۔ ان پرندوں کے چہرے (منہ) درندوں کے مونہوں کی طرح تھے اس سے پہلے نہ ان جیسے دیکھے گئے اور نہ ہی ان کے بعد سعید بن جبیر کا قول ہے کہ پرندے سبز تھے اور ان کی چونچیں زرد تھیں جبکہ قتادہ کا قول ہے کہ سیاہ رنگ کے پرندے تھے۔

(تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ o) کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے

(تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ) انہیں مارتے پتھروں سے

صفۃ اخری لطیر یہ پرندوں کی دوسری صفت کا بیان ہے کہ وہ پرندے ہاتھی والوں پر سنگباری کرتے تھے۔

(مِنْ سِجِّيْلٍ o) کنکر سے صفۃ حجارۃ ای کائنۃ من طین متحجر یہ پتھروں کی صفت ہے یعنی اُس مٹی کے تھے جو پتھر یا کنکر کی صورت میں ہو جائے۔ ہر کنکر پر ہلاک ہونے والے کا نام بھی لکھا تھا بعض علماء نے سجیل کو السجل سے مشتق مانا ہے کہ اُس کے معنی ہیں نشان زدہ۔ ان کنکروں کا حجم مسور کے دانے کے برابر تھا ابن مردویہ کا قول ہے کہ بکری کی مینگنی کے برابر تھا ابن عباس کا قول ہے "مثل الحمدق" چنے کے برابر تھا ابو نعیم نے

[illegible] الحلبی [illegible]

[illegible]

[illegible] آیت کی سند [illegible] مکتوب علی الحجر اسمہ [illegible]

[illegible] ہلاک ہونے والے اور اس کے باپ کا نام لکھا تھا جس شخص پہ [illegible]

گیا اور [illegible] بڑا [illegible] سے نکل گیا۔

(فجعلھم کعصف مأکول ۵) تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی تھی۔

ای کورق زرع یعنی اللہ نے اس طرح کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتیاں۔ ل تشبیہ کے لیے اور عصف کے معنی ہیں بھوسہ قتادہ کا قول یہی ہے جب کہ ابن عباس سے منقول ہے کہ عصف گندم کے چھلکے (چھان) کو کہتے ہیں مجاہد کا قول ہے۔ عصف کے معنی ہیں ورق زرع گیہوں کی کھیتی جب کاٹ لیں تو خشک بال اور پتی کی صورت میں رہ جاتی ہے اور جسے جانور کھا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ ماکول کے معنی ہیں کھائی ہوئی۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ انہیں ہلاک کر ڈالا کھائے ہوئے اور بھوسے کی مانند چورا چورا کر دیا۔

الحمد للہ آج سورت الفیل پوری ہوئی

۱۰ رجولائی ۱۹۹۵ء ۱۱ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ

سورۃ القریش مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ چار آیات۔ سترہ کلمات اور تہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ القریش پ ۳۰

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ	اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔
اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ	ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں انکو میل دلایا۔
فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ	تو ان کو چاہیئے اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔
الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠	جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

حل لغات سورۃ القریش پ ۳۰

لایلف۔ واسطے الفت دلانے قریش۔ قریش کے الفھم۔ الفت دلانے انکے رحلۃ۔ سفر

الشتاء۔ سردی و۔ اور الصیف۔ گرمی کے فلیعبدوا تو چاہیئے عبادت کریں

رب۔ رب ھذا۔ اس البیت۔ گھر کی الذی جس نے

اطعمھم کھلایا انکو من جوع۔ بھوک میں و۔ اور امنھم۔ امن دیا انکو

من خوف۔ خوف سے۔

سورت القریش

جمہور کے نزدیک سورت القریش مکی ہے اور اس کو سورت لا یلاف بھی کہتے ہیں ضحاک اور ابن السائب کے نزدیک مدنی ہے اس میں چار آیات ہیں اور اس سورت کی پچھلی سورت سے مناسبت واضح ہے کہ اللہ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کیا کہ وہ بیت اللہ کو گرانے آئے تھے تو اہل حرم کا شرف بیت اللہ کے سبب ہے تو اس سورت میں اسی حوالے سے قریش کو دعوت بندگی ہے جس نے انہیں بڑے تحفہ سے امان بخشا اور اس گھر کے ذریعہ ان کی بھوک کا مداوا کیا اور ان کے ذرائع معاش کو قوی کیا۔ ایک گروہ علماء کا قول ہے کہ سورت الفیل اور سورت القریش ایک ہی سورت ہیں اور انہوں نے اس پر اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ ابی بن کعب نے اپنے مصحف میں دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ سے فصل نہیں کیا اور جیسا کہ عمرو بن میمون الازدی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کے پیچھے نماز مغرب پڑھی تو انہوں نے پہلی رکعت میں سورت التین پڑھی اور دوسری رکعت الم تر اور لا یلاف بدوں بسم اللہ کی فصل کے پڑھی (مجموعی پڑھیں) علامہ محمود الوسی بغدادی کہتے ہیں کہ اس پر ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے کہ ابی کے مصحف میں بسم اللہ کے ساتھ فصل موجود ہے اور مثبت کو منفی پر تقدم حاصل ہے اور ابن میمون کی خبر عدم سماع کی وجہ سے درست نہیں اس سورت کے مستقل الگ سورت ہونے پر وہ روایت جسے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و حاکم نے بافادہ تصحیح اور ابن مردویہ اور بیہقی نے الخلاقیات میں ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت بخشی جو ان سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد کسی قبیلے کو عطا ہوئیں

اول: میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے ہوں اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ نبوت ان میں رکھی (مجھے ان میں سے نبوت عطا کی)

دوم: ان میں خلافت رکھی کذا فی الحدیث (یعنی الائمۃ من القریش

سوم: ان میں حجابت رکھی یعنی خانہ کعبہ کی خدمت و مجاورت

چہارم: ان میں سقایت رکھی یعنی حاجیوں کو پانی پلانا (زمزم شریف)
پنجم: اور وہ ہاشمی والوں پر مدد دیئے گئے۔
ششم: نبوت کے ابتدائی سات برس تک یا دس برس تک قریش کے سوا نہ کوئی مسلمان ہوا اور نہ کسی اور نے اللہ کی بندگی۔
ہفتم: ان کے بارے میں قرآن اترا جس میں قریش کے سوا کا ذکر نہیں اور وہ سورت القریش ہے اور اس سورت کا الگ سورت ہونا حدیث سے متواتر ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سُورہ القریش پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۧ

اس لیے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کوچ میں میل دلایا تو انہیں چاہیئے اس گھر کے رب کی بندگی کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ) اس لیے کہ قریش کو میل دلایا۔
خفاجی کا قول ہے کہ الایلاف مصدر ہے بمعنی اُلفت الشی یعنی کسی شئے کی محبت و رغبت یا ملاپ ہروی کا قول ہے الایلف عهود بینهم وبین الملوك ایلاف (ملاپ) سے مراد قریش اور بادشاہوں کے درمیان معاہدات ہیں ہاشم کا ملک شام کے ساتھ اور مطلب کا کسریٰ کے ساتھ اور عبدالشمس اور نوفل دونوں ملک مصر و حبشہ کے ساتھ ملاپ (معاہدے) رکھتے تھے۔ قریش کا قرش سے نکلا ہے جس کے معنی میں اکٹھے کرنا یا جمع کرنا ایک قول ہے لفظ قریش قرش کی تصغیر ہے اور یہ اسم لدابۃ فی البحر ایک آبی جانور کا نام ہے جس سے تمام دریائی جانور ڈرتے ہیں اور وہ سب پر غالب ہے اہل عرب بولتے ہیں فُلَانٌ يَتَقَرَّشُ فلاں شخص کماتا ہے صراح میں ہے کہ یہ لوگ چونکہ متفرق اور منتشر ہونے کے بعد حرم میں دوبارہ مجتمع ہوتے تھے اس لیے انہیں قریش کہتے ہیں اور القریش کے معنی

آنے کے ہیں۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور یہی صحیح ترین ہے اور قرطبی کے
نزدیک یہی ثابت و قوی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا قریش کون ہیں ارشاد
فرمایا من ولد النضر وہ جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں وقیل ولد فهر بن مالک بن النضر اور
ایک قول ہے کہ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی اولاد قریش ہے اکثر علماء انساب کا کہنا ہے کہ
فہر بن مالک کا نام ہی قریش منتشر ہو کر دوبارہ مجتمع ہوئے تھے۔ لہٰذا قریش اولاد نضر بن کنانہ
ہیں اولاد نضر بن کنانہ ہیں اور واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا اللہ نے اولاد اسمٰعیل سے کنانہ کو منتخب کیا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور
قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔
لایلاف میں لام فجعلهم کعصف ما سے متعلق ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ نے ہاتھی والوں کو ہلاک کیا اور اہل حرم (قریش) کی نصرت فرمائی تاکہ اس شرف و عظمت
کو دیکھ کر دوسرے لوگ ان کی تعظیم و قدر کریں اور قریش کو گرمی یا جاڑے کا کوئی سفر بھی ہو
لوگ ان پر حملہ نہ کریں اور وہ تمام خطرات سے مامون ہو کر سفر کریں تو گویا یہ ایلاف نعمت
باری ہے بعض علماء کے نزدیک لام تعجب کا ہے۔
(الٖفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝) ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے
کوچ میں میل دلایا۔
بدل من ایلاف قریش ورحلة مفعول به
یہ "لایلاف قریش" سے بدل ہے اور "رحلة الشتاء والصیف اس کے ساتھ بطور
مفعول ہے ای لاجل رحلة یعنی ہر سال ان دونوں سفروں کی وجہ سے جو قریش سرداروں میں
اور گرمیوں کرتے واطلاق لایلاف ثم ابدل المقید منه للتفخیم۔ لایلاف کا اطلاق کے
بعد بدل مقید اظہار عظمت کے لیے ہے کہ یہ قریش پر اللہ کا خاص انعام ہے اور بہت بڑی مہربانی
ہے۔" وکان لقریش رحلتان رحلة فی الشتاء الی الیمن ورحلة فی الصیف الی بصری
من ارض شام کما روی عن ابن عباس وکانوا فی رحلتیهم آمنین لانهم اهل حرم اللّٰه
تعالٰی وولاة بیته العزیز فلا یتعرض لهم" اور قریش کے لیے دو سفر تھے سردیوں میں یمن
کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں بصریٰ کی طرف سفر کرتے جو سرزمین شام میں ہے جیسا کہ
ابن عباس سے مروی ہے اور قریش اپنے دونوں سفروں میں مامون و محفوظ رہتے اس لیے

کہ وہ اللہ کے عزت والے شہر حرم مکہ کے باسی تھے اور اس کے عزت و شرف والے گھر کے مجاور و نگران تھے تو لوگ اس وجہ سے ان سے تعرض نہ کرتے بلکہ ان کی عزت و تکریم کرتے اور ان کے ساتھ تجارت کرتے اور نفع حاصل کرتے اور حرم مکہ میں اقامت کے لیے سرمایہ کاری کرتے ایسی جگہ جہاں جو وادیٔ غیر ذی زرع ہو (بے آب و گیاہ سرزمین) اس میں معاش و معاشرت کے یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی واضح نعمت اور فضل مبین تھا۔

(فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ٥) تو انہیں چاہیے اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔

فَلْيَعْبُدُوا " میں فاء جزائیہ ہے کہ پچھلے جملوں میں شرط کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے قریش پر اللہ کے بڑے انعام ہیں اگر وہ ان سب انعامات کے باوصف اللہ کی بندگی نہیں کرتے تو ایلاف قریش (دونوں سفروں کے میل دلانے) کی نعمت کا مقتضیٰ تو یہی ہے کہ وہ رب کعبہ کی بندگی کریں۔ بعض کا قول ہے کہ فاء زائدہ ہے اور شرط محذوف کی جزاء ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ لایلاف قریش کالام تعجب کے لیے ہے تو اس تقدیر پر فاء بطور عطف سببیت کے لیے ہے اور معنی یہ ہوں گے اللہ نے اس پاک گھر کو اور اہل حرم یعنی قریش کو محفوظ رکھا تو ان کی حفاظت کا سبب یہی مقدس گھر ہے تو اس وجہ سے ان کو گھر کے رب کی عبادت لازم ہے" ھٰذا البیت " سے مُراد ہے کعبۂ معظمہ جسے اللہ نے اصحاب الفیل سے محفوظ رکھا اور اللہ نے رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ فرما کر اس گھر کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے جو اس گھر کی عظمت شان پر دلالت کر رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کعبہ کے نزدیک لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب پڑھا فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ تو اپنی انگلی سے کعبہ کی طرف اشارہ فرمایا اور آپ اللہ کے حضور حالت نماز میں تھے۔

(الَّذِي أَطْعَمَهُمْ) جس نے انہیں کھانا دیا

ای بسبب تینك الرحلتین

یعنی ان دونوں سفروں کی وجہ سے

(مِنْ جُوعٍ) بھوک میں

ای کانوا فیہ قبلھما یعنی ان سفروں کی رغبت و میل سے پہلے اور ارض حرم میں کھیتی باڑی

...پانی نہ ہونے کی وجہ سے جس شدید معاشی تنگی میں اور فاقوں میں مبتلا تھے۔ ایک قول ہے کہ
...اس سے مُراد وہ قحط ہے جس میں مبتلا ہو کر وہ مردار اور ہڈیاں تک کھا کر گزر کرتے تھے۔ ایک
...قول ہے کہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے ثمرہ میں تمہیں بھوک سے نجات دی اور پھلوں سے
رزق وافر عطا فرمایا وغیرہ۔

(وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝) اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔

...عظیم لا یقادر قدره وهو خوف اصحاب الفیل او خوف التخطف فی
بلدهم وما یرهم او خوف الجذام کما اخرج ذلك ابن جریر۔ انتہی عظیم امان و
حفاظت کی اس کی عظمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور وہ خوف سے مراد اصحاب الفیل کا خوف
ہے جس سے محفوظ کر دیا یا پھر ان کو ان کے شہر اور بستیوں میں تباہی و بربادی کے خوف
سے امان مراد ہے یا یہ کہ اہلِ حرم جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا نہ ہوں گے جیسا کہ ابنِ
جریر وغیرہ سے منقول ہے ابنِ عباس کا قول ہے کہ اہلِ حرم بفضلِ تعالیٰ طاعون سے
بھی مامون رہیں گے ایک قول ہے کہ اہل حرم ہونے کی وجہ سے سفر میں محفوظ کر دیا کہ کوئی
انہیں لوٹے یا ہلاک کرے ایک قول ہے کہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت
سے انہیں خوف عظیم سے امان عطا فرمائی۔ جوزی کا قول ہے کہ دشمن و مصیبت وغیرہ میں
اس سورت کا پڑھنا حد درجہ نافع اور مجرب ہے۔

الحمد للہ آج سورت القریش پوری ہوئی
۱۲ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۱ر جولائی ۱۹۹۴ء

سورۃ الماعون مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ سات آیات پچیس کلمات اور ایک سو پچیس حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الماعون پ ۳۰

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ — بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔

فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ — پھر وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ — اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ — تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ — جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ ۝ — وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ — اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

حل لغات سورۃ الماعون پ ۳۰

ا۔ کیا	رأیت۔ دیکھا تو نے	الذی۔ اسکو جو	یکذب۔ جھٹلاتا ہے
بالدین قیامت کو	فذلک۔ تو یہ	الذی۔ وہ ہے جو	یدع۔ دھکے دیتا ہے
الیتیم۔ یتیم کو	و۔ اور	لا۔ نہیں	یحض۔ رغبت دلاتا
علی۔ اوپر	طعام۔ کھانے	المسکین۔ مسکین کے	فویل۔ تو خرابی ہے
للمصلین نمازیوں کیلئے	الذین جو کہ	ھم۔ وہ	عن صلوتھم۔ اپنی نمازوں سے
ساھون۔ غافل ہیں	الذین۔ وہ کہ	ھم۔ وہ جو	یراءون۔ دکھلاوا کرتے ہیں
و۔ اور	یمنعون۔ روکتے ہیں	الماعون۔ برتنے کی چیزیں	

سُورت الماعون

جہو کے قول کے مطابق سورت الماعون مکی ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابن
زبیر سے یہی روایت کی ہے جیسا کہ تفسیر الدر المنثور میں ہے اور بحر میں ہے کہ یہ مدینہ ہے
ابن عباس اور قتادہ سے منقول ہے اور ضحاک سے بھی یونہی مذکور ہے المفسر الفریر ہبۃ اللہ
نے کہا ہے کہ یہ سورت آدھی عاص بن وائل کے بارے میں مکہ میں اتری اور اس کا دوسرا
نصف عبد اللہ بن ابی راس المنافقین کے بارے میں مدینہ میں نازل ہوا اور اس کی سات
آیات ہیں۔ سورت القریش میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا اطعمھم من جوع یعنی اللہ
نے ساکنان حرم کو بھوک میں کھانا دیا اور اس سورت میں اس شخص کی مذمت کی ہے جو
مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا ارشاد ہے ولا یحض علی طعام المسکین اور
پچھلی سورت میں رب البیت کی بندگی کا فرمایا اور اس سورت میں اپنی نمازیں بھولے
ہوؤں کی مذمت کی ہے اور یہ کہ اللہ نے قریش کو بے شمار نعمتیں عطا کیں مگر وہ بعث و
جزا پر ایمان نہ لاتے تھے تو اس سورت میں جزا سے خوف دلانے کے لیے اور عذاب
سے ڈرانے کے لیے ان کا تعاقب فرمایا ہے۔

مختصر تفسیر سورہ الماعون پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	
اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝	بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے پھر
فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝	وہ وُہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝	اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

(اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝) بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔
استفہام میں سامع (سننے والے) کے لیے شوق دلانا ہے کہ جھٹلانے والے کو پہنچانے

اور اس میں دین داروں کے لیے وجوب ہے کہ اس مکذب (جھٹلانے والے) سے اور اس کے فعل سے احتراز کریں۔ اور اس میں تعجیب بھی ہے اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر اس شخص کے لیے جو اس کی اصلاح چاہتا ہے اور رویت بمعنی معرفت (پہچان ہے) اَلَّذِیْ یُکَذِّبُ سے مراد اگر الذی عہدی ہے تو المکذب (خاص جھٹلانے والا) ہے جیسا کہ شان نزول میں ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی یا بقول مقاتل ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری اور اگر الذی جنسی ہے تو مراد ہر وہ شخص ہے جو دین کو جھٹلانے والا ہے دین سے مراد الجزاء (بدلہ۔ صلہ) ہے اور یہ ایک معنی ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کما تدین تدان، مجاہد کا قول ہے دین کے معنی حساب کے ہیں یا پھر اسلام مراد ہے جیسا کہ مشہور ہے اور ایک قول ہے کہ دین کے معنی حق ہیں۔

(فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝) پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا کہا گیا ہے کہ فائے سببیہ ہے اور جو اس کے مابعد (پیچھے ہے) وہ اس شخص کی معرفت کے بارے میں رغبت و شوق دلانے والا ہے جو اس کا سبب ہے اور جس پر کہ سابق کلام دلالت کر رہا ہے اور ایک قول ہے کہ شرط محذوف کے جواب میں واقع ہے کیونکہ ذلك بتداء ہے اور "الذی" موصول اس کی خبر ہے اور اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے هل عرفت الذی یکذب بالجزاء او بالاسلام ان لم تعرفه فذلك الذی یکذب بذلك هو الذی یدع الیتیم ای یدفعه دفعا عنیفا ویزجره زجرا قبیحا۔ کیا آپ نے اس شخص کو نہیں پہچانا جو صلہ و بدلہ (جزاء) یا دین اسلام کو جھٹلاتا ہے اگر آپ نے اس کو ابھی بھی نہیں پہچانا تو وہ شخص وہ ہے جو اس امر کو جھٹلاتا ہے اور وہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے یعنی تند خوئی و درشتی اور حقارت کے ساتھ دھکا دے کر ہٹاتا ہے اور انتہائی برے اور بھونڈے طریقے سے اس پر شدت و سختی (ظلم) کرتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسن اور ابو رجاء اور یمانی نے یدع کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں یترك الیتیم لا یحسن الیه و یجفوه یتیم کو چھوڑ دیتا ہے اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کرتا اور اس پر ظلم و جفا کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ یتیم کو اس کا حق نہیں دیتا یا حق روکتا ہے۔ لغت میں دعّ کے معنی زور سے دھکا دینے کے ہیں یا چھوڑ دینے یا کسی چیز کے روکنے کے ہیں۔

(وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝) اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

(وَلَا یَحُضُّ) ای ولا یبعث احداً من اهله وغیرهم من المومنین۔
یعنی نہ تو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو اس کے لیے تیار کرتا ہے اور نہ ان کے علاوہ دوسرے الداروں کو اس کا مشورہ دیتا ہے۔
(علیٰ طعام المسکین ۰) الطعام ھنا بمعنی الاطعام
یعنی کھانا کھلانا۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ شخص چونکہ جزاء کا منکر و مکذب ہے نہ تو خود کسی کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے سے دلاتا ہے حد درجہ کا بخیل و کمینہ ہے۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۰ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۰ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۰ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۰	تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

(فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۰ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۰) تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز بھولے بیٹھے ہیں۔
فاء یا تو سببیہ ہے یا پھر جزائیہ ہے اگر سببی ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ پہلے حقوق العباد کا ذکر گزرا تو اب حقوق اللہ کا ذکر ہے اور جزائیہ ہو تو معنی یہ ہوں گے" ای اذا کان دع الیتیم والحض بھذہ المثابۃ لما بال المصلی الذی ھو ساہ عن صلاتہ التی ھی عماد الدین والفارق بین الایمان والکفر" یعنی جب یتیم کو دھکے دینا اور اس عظیم ثواب کے کام سے بے رغبت ہونا تکذیب دین کی علامت ہے اور باعث مذمت تو پھر اس نمازی شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی نماز سے غافل ہے جو کہ دین کا ستون اور ایمان کفر کے درمیان امتیاز کرنے والی ہے۔ "ویل" کے معنی ہلاک کے ہیں یعنی ان نمازیوں کے لیے بربادی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں ایک قول ہے" ای غافلین غیر مبالین بھا حتی تفوتھم بالکلیۃ او یخرج وقتھا او لا یصلونھا کما صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و السلف ولکن ینقرونھا نقرا ولا یخشعون ویجدون فیھا ویتھون وفی کل واد من الافکار الغیر المناسبۃ لھا یھیمون فیلو احد ھومنھا ولا یدری ماقرأ فیھا" یعنی نمازوں سے غفلت کرنے والے اس کی پرواہ نہ کرنے والے یہاں تک کہ نمازیں ان سے بالکلیہ فوت ہو جائیں یا ان کا وقت نکل جائے یا انہیں اس طرح نہ پڑھیں

جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین نے پڑھیں بلکہ وہ نمازوں کو جانوروں کے ٹھونگے مارنے کے طور پڑھتے ہیں (یا جلدی جلدی پڑھتے ہیں کہ حق نماز ادا نہ ہو) اور نمازوں میں خشوع (دلجمعی و خلوص) نہیں رکھتے اور ان میں تھکے تھکے ہوتے ہیں اور بے ہودہ قسم کے افکار و خیالات کی وادیوں میں گھومتے پھرتے ہیں جو نماز میں قطعاً نامناسب ہیں انہیں میں سرگرداں رہتے ہیں تو اس طرح کے نمازیوں میں سے جب کوئی نماز سے سلام پھیرتا ہے تو اُسے پتہ (معلوم) ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کیا پڑھا یا پڑھا گیا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے وَیۡلٌ ہے۔ سہو (ساھون) سے مُراد یہی باتیں ہیں جن کا ذکر گزرا اور ایک قول ہے کہ ساھون سے مراد منافق ہیں جو خلوت میں عدم اعتقاد کی وجہ نماز نہیں پڑھتے مگر مومنوں کے سامنے نمازی بنتے ہیں اور نماز کی طرح اٹھ بیٹھ لیتے ہیں لیکن حقیقت نماز سے کمل غافل اور ظاہراً دکھاوے کے نمازی ہیں۔ مومنوں کو اگر نمازوں میں وسوسہ وغیرہ آئیں تو اللہ سے پناہ مانگیں انہیں دفع کریں اگر پھر بھی نہ ہو تو معاف ہے۔

(الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝) وہ جو دکھاوا کرتے ہیں

الناس فیعملون حیث یروا الناس دیں وھو طلبا للثناء علیھم

وہ لوگ جو دوسرے کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں جب لوگ انہیں عمل کرتا دیکھیں اس خواہش کے ساتھ کہ اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ حالانکہ ریا شرک ہے اور ارشاد نبوی ہے جس نے دکھلاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کا ارتکاب کیا اور ایک حدیث میں ہے۔ ریاء اعمال کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

(وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝) اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

ای الزکوۃ کما جاء عن علی کرم اللہ وجھہ الکریم و ابنہ محمد بن الحنفیہ وابن عباس وابن عمر و زید بن اسلم والضحاک وعکرمہ۔

جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ اور ابن عباس اور ابن عمر اور زید بن اسلم اور ضحاک اور عکرمہ سے منقول ہے کہ مُراد اس سے زکوٰۃ ہے الماعون المعن سے بروزن فاعول ہے وھو الشئ القلیل اور اس مُراد تھوڑی سی چیز ہے الماعون سے مراد زکوٰۃ اسی لیے ہے زکوۃ مال میں تھوڑی ہوتی ہے۔ محمد

بن کعب اور کلبی کا قول ہے المعروف کلہ ہر وہ تھوڑی یا معمولی شئ جو معروف معلوم ہے، ابن مسعود سے ایک جماعت نے روایت کی ہے ای ما یتعاورہ الناس بینھم من الفدر والدلو والفاس ونحوھا من متاع البیت" یعنی وہ چھوٹی چھوٹی یا معمولی چیزیں ہیں جن کی لوگوں کو باہم ضرورت پڑتی ہے جیسے ہنڈیا اور ڈول اور کلہاڑا اور اسی قبیل کی گھریلو سامان کی چیزیں۔ بعض کا قول ہے کہ مراد پانی، نمک اور چولہا جلانے کے لیے آگ وغیرہ ہیں۔ مستحب ہے کہ ایسی اشیاء اپنی حاجت سے زیادہ رکھے تاکہ دوسروں کے کام آئیں اور جب ہمسایوں وغیرہ ہو تو خوشدلی سے انہیں عاریۃً دیں۔

الحمدللہ آج سورت الماعون پوری ہوئی
۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۲ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الکوثر مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع تین آیات۔ سترہ کلمات اور ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الکوثر پ۳۰

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝	اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝	تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝	بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

حل لغات سورۃ الکوثر پ۳۰

انا۔ بیشک ہم نے　اعطینک۔ دی آپ کو　الکوثر۔ بہت بھلائی　فصل۔ تو نماز پڑھ

لربک۔ اپنے رب کے لیے　و۔ اور　انحر۔ قربانی کر　ان۔ بیشک

شانئک۔ تیرا دشمن　ھو۔ وہی ہے　الابتر۔ ہر بھلائی سے محروم

سورت الکوثر

ابنِ عباس اور کلبی اور مقاتل کے قول کے مطابق سورت الکوثر مکی ہے اور البقاعی کا قول ہے کہ اس سورت کا نام سورت النحر بھی ہے اور بحر میں یہ جمہور کی طرف منسوب کہ یہ سورت مدینہ ہے اور حسن، عکرمہ، قتادہ اور مجاہد کے نزدیک بھی یہ مدنی ہے اور الاتقان میں سیوطی نے اسے درست کہا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں مدنی ہونے کو ہی ترجیح دی ہے اس کی بالاتفاق تین آیات ہیں، امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے سنن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند کی مانند حالت طاری ہوئی پھر آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی مجھ پر ایک سورت اتری ہے تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورت الکوثر کے آخر تک پڑھا۔ اس حدیث سے اس سورت کا مدنی ہونا واضح ہے جبکہ اخبار نزول مختلف ہیں خفاجی نے لکھا ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ اتری یعنی ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں اتری بیہقی نے ابنِ شبرمہ سے روایت کی ہے قرآن حکیم میں اس سورت سے کم آیات والی کوئی سورت نہیں اور یہ قرآن حکیم کی اقصر (سب سے مختصر یا چھوٹی) سورت ہے ابنِ جریر نے ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے کہا چونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا اور وہ ابتر ہیں تو اللہ نے اس کے بارے میں سورت الکوثر میں فرمایا ان شانئک ھو الابتر ۰ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول عاص بن وائل سہمی کے بارے میں ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتا تھا ابن المنذر نے عکرمہ سے اور بغوی نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے ان روایات کے مطابق سورت کا مکی ہونا قرار پاتا ہے بزار نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ یہود مدینہ کا سردار کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریش نے کہا کہ تم اپنے قبیلے کے سردار ہو اس شخص کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہم سے کٹ گیا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہم بڑے ہیں حالانکہ ہم حاجیوں کے خادم اور ساقی ہیں اور کعبہ کے مجاور ہیں کعب نے قریشیوں سے کہا تم ان سے بہتر ہو تو اس پر سورت الکوثر

کی آیات کا نزول ہوا۔ اس حدیث سے سورت کا مدنی ہونا ظاہر ہے طبرانی، ابن مردویہ نے ابوایوب سے روایت کی ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ کی وفات ہوئی تو مشرکوں میں سے بعض بعض کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ بے شک یہ صابی آج رات ابتر ہو گیا تو اللہ نے یہ سورت نازل کی۔ ابن سعد اور ابن عساکر نے کلبی کے طریق پر بروایت ابی صالح ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اکبر قاسم کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے کہا "قد انقطع نسلہ فھو ابتر" بے شک اس کی نسل منقطع ہو گئی تو وہ ابتر ہے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل کی ان شانئک ھو الابتر۔ جمہور کے نزدیک یہ مدنی ہی ہے کہ اس میں قربانی اور نماز عید کا حکم ہے جو مدینہ میں ہونا ہی صحیح ہے اور اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مزدلفہ میں فرض نماز پڑھنا اور قربانی کرنا مراد ہے تو بھی یہ سورت مدنی ثابت ہوتی کہ حج کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ اور ابن عباس کی روایت جسے محدث بزار نے نقل کیا بلحاظ سند عمدہ ترین ہے اور صواب ہے جس سے اس سورت کا مدنی ہونا ظاہر ہے لیکن جو روایتیں مکی ثابت کرتی ہیں سند میں اس قدر قوی نہیں اور مجھے خفاجی کا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سورت الماعون اور سورت الکوثر کی مناسبت میں بھی اس امر کی دلالت ہو رہی ہے سورت الماعون مفسرین کے مطابق نصف مکی اور نصف مدنی ہے سورت الکوثر گویا سورت الماعون کے مضامین میں بالمقابل ہے الماعون میں اللہ نے منافق شخص کا ذکر چار باتوں سے کیا بخل، ترک الصلوۃ، ریاء اور زکوٰۃ کا روکنا جبکہ سورت الکوثر میں بخل کے مقابل خیر کثیر (الکوثر) اور ترک الصلوٰۃ کے مقابل فصل لربک یعنی مداومت صلوٰۃ اور ریاء کے مقابل لربک ای لرضا لا للناس یعنی لوگوں کے لیے نہیں بلکہ صرف رضاء الٰہی کے لیے نماز پڑھو اور منع الماعون (زکوٰۃ وغیرہ کا روکنا) کے مقابل وانحر یعنی اونٹ کی قربانی کر دیعنی قربانی کے گوشت کا تصدق ہو تو ان میں یہی عجیب مناسبت ہے جس سے کفار مکہ اور منافقین مدینہ کی مذمت ہوئی اور اس سورت میں بھی دونوں گروہوں کا ذکر ہے کفار کا اور یہود کا جن کی اکثریت منافق تھی لہٰذا یا تو یہ سورت دو مرتبہ اتری با سابق کی شکل کچھ حصہ مکہ میں اور کچھ حصہ مدینہ میں گزرا بالخصوص ان شانئک ھو الابتر مکہ ہی میں اترا یا پھر فریقین کے باہم ملتے ہوئے احوال کے پیش نظر دوسری مرتبہ مدینہ میں اتری۔ واللہ اعلم۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الکوثر پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے

(اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

حسن، طلحہ، ابن محیض اور الزاعفرانی اَنْطَیْنَاكَ پڑھا ہے اور تبریزی کا قول ہے کہ یہ قریش کے اگلے لوگوں کی لغت ہے اور بعض قراء کے نزدیک یہ بنی تیم اور اہل یمن کی لغت ہے اور یہ کسی شئے میں ابدال صناعی میں سے نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں سے ہے الید العلیاء المنطیہ والید السفلی المنطاۃ اور اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ لینے والا ہے (اِنَّا اعطینك) بے شک ہم نے آپ کو عطا فرما دیا اعطیناك فعل ماضی ہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے سنعطیك نہ ارشاد فرمایا جس سے اس امر پر دلالت ہو رہی ہے کہ یہ عطا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود عنصری سے قبل ہی ہو چکی تو اب آپ کو ظہور وجود کے بعد آپ کو کیوں نہ عطا فرمائیں گے اور یہ سب محض وفضل و احسان ہے اور یہ عطا بے سبب ہے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی کا مقتضیٰ اور حاصل معنی ہے۔ اگر یہ واہمہ پیدا ہو کہ عطا تو سب کو وجود عنصری سے قبل ہی ہوئی اور ان کی تقدیر میں لکھا گیا تو فضیلت صرف زیادتی عطا کی ہوگی نہ کہ عطا میں سب سے اول ہو گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف نبوت اور کمالات عظیمہ اس عالم میں ظاہر کیے گئے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح قدسیہ نے آپ سے استفاضہ کیا جب کہ ان کی نبوت علم الٰہی میں تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد (ترمذی) میں تب بھی نبی تھا جب آدم روح وجسم کے درمیان تھے اور بوصیری نے کیا خوب کہا ہے ؎

انہ شمس فضلٍ ھم کواکبھا
یظھرن انوارھا للناس فی الظلم

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل و شرف کا آفتاب تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام آپ کے حضور تاروں کی مانند تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کریمہ تاریکیوں میں پڑے لوگوں کے لیے اجالا ہو کر ظاہر ہوئے۔

(الکوثر) کشاف میں ہے کہ کوثر بروزن فوعل جس کے معنی کثرت کے ہیں اور اس میں مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ بہت زیادہ بکثرت بکثرت کسی بدو کا لڑکا سفر سے واپس لوٹتا تو لوگوں نے کہا کہ تمہارا لڑکا کیسے لوٹا تو اس نے کہا "جاء بالکوثر" یعنی بڑی زیادہ بھلائی کے ساتھ لوٹا ہے عین المعانی میں ہے کہ کوثر بروزن فوعل کثرت سے ہے جیسے جہر سے جہور اور نفل سے نوفل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں ان کے نزدیک الکوثر میں ال جنسی ہے اور حوض کوثر بھی اس نعمت وافرہ کا حصہ ہے کوثر کے بارے میں بہت سے اقوال آئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(ا) جمہور مفسرین کے نزدیک کوثر سے مراد جنت کی نہر ہے امام احمد، مسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ھل تدرون ما الکوثر" کیا تمہیں علم ہے کہ الکوثر کیا ہے اصحاب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں ارشاد فرمایا ھو نھر اعطانیہ ربی فی الجنۃ وہ ایک نہر ہے جنت میں جو مجھے میرے پروردگار نے عطا فرمائی۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے انا اعطینٰک الکوثر کی تفسیر میں بھی یہی منقول ہے۔

(ii) بخاری و مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتی کے خیمے تھے میں نہر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو گویا اس کی مٹی خالص مشک ہے میں جبریل سے پوچھا کیا ہے تو انہوں نے کہا یہی وہ نہر کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا۔

(iii) امام احمد اور ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتیوں کی زمین پر بہتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نہر کی زمین زبرجد اور یاقوت کی ہے۔

(iv) ایک قول ہے کہ کوثر سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ علیہ ہے اس لیے کہ یہ اُس شخص کے قول کے رَدّ میں ہے جس نے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "ابتر" کہا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو کثرت اولاد کی خوشخبری دی۔

(v) بعض علماء کا قول ہے کہ مراد خیر کثیر ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے آپ کو دونوں جہان میں اتنی بھلائیاں عطا فرمائی ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں اور آپ کے سوا کسی کو اتنا نہیں دیا گیا۔

(vi) ابوبکر بن عباس کا قول ہے کہ کوثر سے مُراد امت کی کثرت ہے۔

(vii) حسن بصری کا قول ہے کہ کوثر سے مراد قرآن ہے جو تمام خیرات وبرکات وفضائل کا جامع ہے اور جس کے انوار وبرکات کی کثرت کی کوئی حد نہیں۔

(viii) امام جعفر الصادق کا قول ہے ھو نور قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم الکوثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کے انوار ہیں۔

(ix) عکرمہ کا قول ہے کہ مُراد نبوت ہے۔

(x) ایک قول ہے کہ الکوثر سے مراد " ھو العلم والحکمۃ " علم وحکمت کی کثرت ہے

(xi) ایک قول ہے کہ اعدائے دین پر غلبہ اور فتوحات کی کثرت مراد ہے۔

(xii) ایک قول ہے کہ مراد علماء امت کی کثرت ہے جو ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے رہیں گے۔

(xiii) ایک قول ہے کہ الکوثر سے مراد شفاعت کی کثرت اور مقام محمود ہے۔

(xiv) سہل بن عبداللہ تستری کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے تمہیں وحدت کے ساتھ کثرت، علم توحید کی تفصیلات اور اپنی بے مثل تجلی کے ساتھ عین کثرت میں شہود وحدت کی معرفت عطا فرمائی اور یہ تجلی کوثر جنت کی مانند ہے کہ جو بھی ایک مرتبہ اس سے پانی پیئے گا تو کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔

غرضیکہ حضرات علماء نے جو کچھ اپنے نور باطن سے مشاہدہ کیا بیان فرمایا ہے وگرنہ تمام مخلوق کا علم کوثر کی حقیقت تک رسائی نہیں رکھتا اور یہ سب کچھ جو گزرا اس بحر عطا کا ایک قطرہ ہے۔

(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ٥) تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو

لترتیب ما بعدھا علی ما قبلھا فان اعطاءہ تعالی ایاہ علیہ الصلاۃ والسلام
ما ذکر من العطیۃ التی لم یعطھا احدا من العالمین مستوجب للمامور بہ ای
ای استیجاب ای فدم علی الصلاۃ لربک الذی افاض علیک ما افاض من الخیر
خالصا لوجھہ عزوجل خلاف الساھین عنھا المرائین فیھا اداء لحق شکرہ تعالی
علی ذلک فان الصلوۃ جامعۃ لجمیع اقسام الشکر

ترتیب مضمون کے طور پر ہے جو اس کے بعد ہے اس سے جو پہلے گزرا تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار خوبیاں عطائیں جیسا کہ عطیہ کے ذکر (الکوثر) میں سے گزرا جو جہانوں میں کسی ایک کو ہرگز نہ دیا گیا تو یہ عطیہ ماموربہ (جس کو حکم دیا گیا ہے) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم وواجب ٹھہرتا ہے کہ تعمیل ارشاد کریں (قبول کریں) یعنی اپنے پروردگار کے لیے ہی خالصتاً نماز پر مداومت فرمائیں جس ذات کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان انعامات کی کثرت فرمائی جو بھلائی کی کثرت اور خیر ہی خیر ہے برخلاف ان لوگوں کے جو نماز کو بھولے بیٹھے ہیں اور دکھاوا کرنے والے ہیں اس میں اس نعمت پر حق سبحانہ وتعالیٰ کے شکر کی ادائیگی ہے بلاشبہ نماز شکر کی تمام قسموں کی جامع ہے۔ خفاجی کا قول ہے کہ کوثر یعنی خیر کثیر ہے اور فاء ف سببیہ ہے تو تم اس نعمت عظیمہ اور عطاء جلیلہ پر شکر کے طور نماز پڑھو۔ مجاہد، عطاء اور عکرمہ کا قول ہے " المراد صلاۃ الصبح بمزدلفۃ والنحر بمنیٰ " نماز سے مراد مزدلفہ میں صبح کی نماز ہے اور والنحر سے مراد منیٰ میں قربانی ہے ایک قول ہے کہ فصل سے مراد عید کی نماز ہے اور قربانی سے اس کا قبل ہونا واضح ہے۔

(اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝) بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے

(اِنَّ شَانِئَكَ) بے شک جو تمہارا دشمن ہے۔

ای مبغضک کائنا من کان یعنی جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے یا رکھنے والا ہے خواہ کوئی بھی ہو۔

(هُوَ الْاَبْتَرُ ۝) وہی ہر خیر سے محروم ہے

الذی لاعقب لہ لایبقی منہ نسل ولاحسن ذکر واما انت فتبقی ذریتک و حسن صیتک وآثار فضلک الی یوم القیامۃ ولک یوم الآخرۃ مالایندرج تحت البیان۔

وہ شخص ہے جس کے پیچھے کوئی نہ ہوگا اور اس کی نسل و اولاد سے کوئی باقی نہ رہے گا اور نہ ہی اس کا اچھا تذکرہ رہے گا اور رہا اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا معاملہ تو آپ کی ذریت باقی رہے گی (اور بکثرت ہوگی) اور آپ کی شہرت بتمام و کمال اچھائی کے ساتھ اور آپ کے فضل و شرف کے نشان و تذکرے قیامت تک باقی رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آخرت کے دن میں جو کچھ فضل و شرف، اعزاز و اکرام عظمت و شان ہے اس کا بیان ہی ممکن نہیں یعنی وہ اس کثرت کثیرہ کے ساتھ ہے کہ بیان اس کو محیط نہیں ہو سکتا۔ ایک قول ہے کہ اے محبوب جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں ساتھ ہی تمہارا ذکر ہوگا۔ تمہارا ذکر اذانوں میں گونجے گا اور منبروں پر بلند ہوگا اور قیامت تک علماء و ذاکرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کریں گے تم پر تمہارا رب، اس کے تمام فرشتے اور تمام مومنین درود و سلام کی کثرت کریں گے۔ اور رہی آخرت تو اے محبوب وہ تمہاری شان محبوبی کے اظہار و عظمت کا ہی حقیقی دن ہے۔ "شانئ" اسم فاعل ہے اور بعض نے کہا کہ ماضی کے معنوں میں ہے تو مطلب یہ ہے اگر کوئی بحالت کفر بغض رکھے پھر ایمان لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھے تو وہ اس وعید سے خارج ہے جیسا کہ بعض اکابر صحابہ کے معاملہ میں ہے کہ اول دشمن و مخالف تھے پھر ایمان لاکر جان نثار بن گئے اور ان کی نظروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شئے یہاں تک کہ اپنی جان سے بڑھ کر محبوب ہوگئے۔ اور حق یہ ہے کہ ایمان کی روح و اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی تو ہے۔ اور جو محبت رسول سے محروم ہے وہ مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ اللھم ارزقنا حب حبیبك المکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحینا علیہ وامتنا علیہ واحشرنا معہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآلہ واصحابہ المحبین الصادقین رضی اللہ عنھم۔

الحمد للہ آج سورت الکوثر پوری ہوئی
۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ الکافرون مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ چھ آیتیں۔ چھبیس کلمے اور چورانوے حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الکافرون پ۳۰

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝	تم فرماؤ اے کافرو۔
لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝	نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔
وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝	اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔
وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝	اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا۔
وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝	اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔
لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝	تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

حل لغات سورۃ الکافرون پ۳۰

قل۔ کہو	یاایہا۔ اے	الکافرون۔ کافرو	لا۔ نہ
اعبد۔ میں پوجتا ہوں	ما۔ جو	تعبدون۔ تم پوجتے ہو	و۔ اور
لا۔ نہ	انتم۔ تم	عابدون۔ پوجتے ہو	ما۔ جو
اعبد۔ میں پوجتا ہوں	و۔ اور	لا۔ نہ	انا۔ میں
عابد۔ پوجوں گا	ما۔ جو	عبدتم۔ تم نے پوجا	و۔ اور
لا۔ نہ	انتم۔ تم	عابدون۔ پوجو گے	ما۔ جو
اعبد۔ میں پوجتا ہوں	لکم۔ تمہارے لیے	دینکم۔ تمہارا دین	و۔ اور
لی۔ میرے لیے	دین۔ میرا دین۔		

سورت الکافرون

سورت الکافروں جمہور اور ابن عباس کے نزدیک مکیہ ہے اور ابن مردویہ نے ابن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ مدینہ سے ہے اس کی چھ آیات ہیں ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ اس سورت کا نام المقشقشۃ بھی ہے۔ جمال القراء میں ہے کہ اس سورت کا نام سورت العبادت اور سورت الاخلاص بھی ہے۔ پچھلی سورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم گزرا اور اس سورت میں بھی وہی مضمون مبہم ہے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بھائی جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ انہیں بوقت خواب کسی امر کی تعلیم فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ سورت تعلیم فرمائی، احمد، طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے اس سورت کے پڑھنے کا حکم فرمایا جبکہ بیہقی نے شعب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس طرح ہی روایت کی ہے۔ ابو لعلی اور طبرانی نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " الا أدلکم علی کلمۃ تنجیکم من الاشراک باللہ تعالیٰ تقرؤن (قل یا ایھا الکفرون) عند منامکم" کہ تمہیں وہ کلمہ نہ بتاؤں جو تمہیں شرک باللہ سے نجات دے تو تم سورت الکافرون بوقت خواب پڑھا کرو۔ الدیلمی نے عبداللہ بن جراد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق سورت الضحیٰ اور سورت الکافرون نہیں پڑھتا اور سورت الکافرون اور سورت الاخلاص کی قرأت فجر کی سنتوں میں مسنون ہے جو افضل السنن ہے اور نماز مغرب کی بعد کی دو رکعتوں میں بھی ان کا پڑھنا مسنون ہے طبرانی نے اوسط میں ابن عمر سے مرفوعا روایت کی ہے اور الصغیر میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ سورت الکافرون کی قرأت کا ثواب ایک چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے " نعم السورتان مما یقران فی الرکعتین قبل الفجر قل یا ایھا الکافرون

وقل ھو اللہ احد" دو سورتیں جو نماز فجر سے قبل کی دو رکعتوں میں پڑھی جاتی ہیں کیا ہی خوب ہیں وہ دونوں سورت الکافرون اور سورت الاخلاص ہیں۔ امام سیوطی کا قول ہے کہ قرآن حکیم اوامر و نواہی پر مشتمل ہے اور ان دونوں کا تعلق یا تو قلب (دل) کے ساتھ ہے یا پھر اعضاء و جوارح کے ساتھ تو یہ چار قسمیں ہوئیں اور یہ سورت قلب سے متعلق محرمات کی نہی پر مشتمل ہے تو اسی لیے یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک قول ہے کہ قرآن حکیم کے مقاصد چار باتیں ہیں۔ (i) صفات توحید والہیہ (ii) رسالت اور نبوات (اخبار) (iii) احکام (iv) المواعظ اور یہ سورت اساس اول توحید سے متعلق ہے اور اسی وجہ سے یہ ربع قرآن کے برابر ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الکافرون پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ — تم فرماؤ اے کافرو۔

لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ — نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو

وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ○ — اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں

وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ — اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا

وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ○ — اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ○ — تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

(قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○)

قَالَ اَجِلَّۃُ المفسرین المراد بھم کفرۃ من قریش مخصوصون قد علم اللہ تعالی انھم لا یاتی الایمان ابداً اخرج ابن جریر وابن حاتم وابن الانباری فی المصاحف عن سعید بن میناء مولی ابی البختری قال لقی الولید بن المغیرۃ والعاصی بن وائل والاسود بن المطلب وامیۃ بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا محمد فلتعبد ما نعبد ونعبد ما تعبد وتشترک نحن وانت فی امرنا کلہ فان کان الذی نحن علیہ اصح من الذی انت علیہ کنت قد اخذت منہ حظا وان کان الذی انت علیہ اصح من الذی نحن علیہ کنا قد اخذنا منہ حظا فانزل اللہ تعالی قل یا ایھا الکفرون حتی انقضت السورۃ۔

بزرگ و متقدر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد قبیلہ قریش کے وہ مخصوص کفار ہیں جن کے بارے میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان میں سے کوئی بھی کبھی ایمان قبول نہ کرے گا۔ ابن جریر اور ابن حاتم اور ابن الانباری نے "المصاحف" میں سعید بن مینا ء سے جو ابو البختری کا غلام تھا روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی، اسود بن المطلب اور امیہ بن خلف نے ملاقات کی تو کہنے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ ہم یوں کرو کہ تم اس کی بندگی کرو جس کی بندگی ہم کرتے ہیں اور ہم اس کی بندگی کرتے ہیں جس کی تم بندگی کرتے ہو اور ہم اور تم اپنے سارے معاملے میں اشتراک کر لیتے ہیں پھر اگر وہ صحیح ہو جس پر کہ آپ ہیں تو بلا شبہ آپ نے اس میں سے حصہ پا لیا اور اگر وہ جس پر آپ ہیں اس سے صحیح و درست ہے جس پر کہ ہم ہیں تو ہم نے اس میں سے حصہ پا لیا تو اللہ نے قل یا ایھا الکفرون اتاری یہاں تک کہ سورت پوری ہوئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قریش کے سرداروں میں سے سخت کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ایک سال آپ ہمارے دین کا اور ہمارے الہ کا اتباع کریں اور ایک سال ہم آپ کے دین کا اور آپ کے الٰہ کا اتباع کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں تو وہ بولے " فاستلم بعض الھتنا نصدقك ونعبد الھك " تو آپ اتنا ہی کر دیجئے کہ ہمارے بعض معبودوں (بتوں) کا بوسہ لے لیں ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کے روبرو یہ سورت تلاوت فرمائی تو وہ اپنی داؤں میں مایوس و ناکام ہو گئی۔ یا ایھا کے ساتھ کفار کو ندا شائد ہے ان سے طلب اقبال میں مبالغہ کے لیے ہے۔ ایک قول ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کفار سب ایک ہی قوم ہیں۔ "قل" فرمانے میں گویا ارشاد ہے اے محبوب یا مراد کہ حقیقت امر توحید بیان فرما دیجئے اور کافروں کے مکر کا پردہ چاک کر دیجئے کہ ایمان باللہ اور توحید کا عقیدہ ہی تو دین کی اساس ہے اس میں اشتراک کی دعوت کھلا فریب ہے اور دین حق سے مکابرہ ہے۔

(لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝) نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو

زمخشری کا قول ہے لا اعبد اریدبہ نفی العبادۃ فیما یستقبل کہ یہ فرمانا کہ میں پوجا نہیں کروں گا ان کی جنہیں تم (کفار) پوجتے ہو سے مراد عبادت کی نفی ہے کیونکہ کفار آئندہ زمانے

ہیں مشترک عبارت میں اتفاق چاہتے تھے تو مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ متفق اور مشترک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہوں گا۔

(وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝) اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔

"وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ" لَآ اَعْبُدُ کے مقابل ہے یعنی اور نہ ہی تم آئندہ اُس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں مَآ اَعْبُدُ میں ما مصدری ہے۔ موصولہ نہیں ہے۔ اور بندگی سے مراد اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی بندگی ہے۔

(وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝) اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝) اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں

یہ تکرار کلام ہے اور تکرار تاکید کو مفید ہے اور مخاطب کو سمجھانا مقصود ہے ایک قول ہے کہ کفار نے چونکہ یہ کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارا اتباع کریں ایک سال ہم آپ کا اتباع کریں گے تو یہ تکرار اشتراک وقت کی وجہ سے ہے ایک قول ہے کہ تکرار میں اتحاد معبود اور اتحاد عبادت دونوں صورتوں کی پرزور نفی ہے۔

(لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝) تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین

"لکم دینکم" قول باری تعالیٰ لا اعبد ما تعبدون اور ولا انا عابد ما عبدتم کی تقریر و بیان ہے اور "ولی دین" ولا انتم عابدون ما اعبد کی تقریر و بیان ہے گویا یہ دونوں جملے خبریہ ہیں کہ جس دین پر مخاطب کفار ہیں وہ کبھی اُسے نہ چھوڑیں گے اور جس دین پر میں ہوں بفضلہ تعالیٰ میں ہرگز اس کو نہیں چھوڑوں گا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس آیت سے جہاد کی ممانعت نکلتی ہے کہ کفار کو ان کے کفر پر چھوڑا گیا اس لیے یہ آیت قتال سے منسوخ ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ایسا تو کفار کی تجویز کے جواب میں ارشاد ہے اور اس کے بعد نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ارشاد ترک کی اور نہ ہی کفار مخالفت و عداوت اور ایذا رسانی سے باز رہے تو جہاد کی ممانعت کہاں ہے۔ ایک قول ہے جو بہت درست معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ "دین" کے معنی جزاء اور بدلے وصلے کے ہیں لہٰذا معنی یہ ہیں کہ تمہارے عقیدہ و اعمال کا بدلہ تمہارے مطابق ہوگا اور میرا میرے عقیدہ و عمل کے مطابق ہوگا۔

الحمد للہ آج سورت الکافرون پوری ہوئی

۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ النصر مکیۃ

اس سورت میں ایک رکوع۔ تین آیات۔ سترہ کلمے اور ستر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بامحاورہ ترجمہ سورۃ النصر پ۳۰

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ○

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔ اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔ تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حل لغات سورۃ النصر پ۳۰

اذا۔ جب	جاء۔ آئے گی	نصر۔ مدد	اللہ۔ اللہ کی
و۔ اور	الفتح۔ فتح	و۔ اور	رایت۔ دیکھے گا تو
الناس۔ لوگوں کو	یدخلون۔ داخل ہوتے	فی۔ بیچ	دین۔ دین
اللہ۔ اللہ کے	افواجا۔ فوج فوج	فسبح۔ تو پاکی بول	بحمد۔ ساتھ حمد
ربک۔ اپنے رب کے	و۔ اور	استغفر۔ بخشش مانگ	ہ۔ اس سے
انہ۔ بیشک وہ	کان۔ ہے	توابا۔ توبہ قبول کرنے والا۔	

سورت النصر

سورت النصر مدنی ہے اور اس میں تین آیات ہیں اس سورت کا نام اذا جاء بھی ہے عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے سورت التودیع ہے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور دنیا سے رخصتی کا اشارہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حین نزلت نعیت الی نفسی" جب یہ سورت نازل ہوئی تو مجھے اپنی وفات کی اطلاع دی گئی اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا بلاشبہ میری رخصتی کی اطلاع آچکی تو وہ رونے لگیں پھر مسکرانے لگیں تو ان سے مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا جب آپ نے مجھے اپنی وفات کی اطلاع وخبر دی تو میں رونے لگی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہوگی جو مجھ سے بعد وفات ملوگی تو میں مسکرانے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سورت سے آپ کی تودیع (رخصتی) سمجھ لی تھی اور اس سورت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ وداع ہونے والے ہیں اور باقوال صحیح اس کا مدنی ہونا واضح ہے بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق میں منیٰ میں اتری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حجۃ الوداع میں تھے ابن جریر اور ابن المنذر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا بخدا اس سورت کے نزول کے بعد دو سال سے بھی کم عرصہ دنیا میں رہے پھر آپ نے پردہ فرمایا ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن کی سورتوں میں سب سے آخر یہی سورت نازل ہوئی اور اس سورت میں بت پرستوں کے اضمحلال کا واضح اشارہ ہے اور اللہ کے دین کے غلبہ وظہور کا اعلان ہے اور یہی پچھلی سورت سے مناسبت کو واضح ہے ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورت النصر چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ النصر پ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ؑ

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ) جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔

(اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ) ای اعانتہ تعالٰی و اظھارہ ایاک علی عدوک

یعنی جب حق سبحانہٗ وتعالٰی کی مدد آپ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر آپ کا غلبہ بخوبی ظاہر ہو گیا بعض علماء کا قول ہے کہ اِذَا بمعنی اذ) ہے لیکن یہ جب درست ہو گا اگر سورت کا نزول فتح مکہ کے روز یعنی ۸ ہجری رمضان میں مانا جائے۔ نقاش نے ابن عباس سے بیان کیا ہے ان النصر ھو صلح الحدیبیۃ بے شک " نصر " سے مراد صلح حدیبیہ ہے جو ۶ھ کے آخر میں ہوئی ایک قول ہے کہ مراد نصر سے وعدۂ نصرت ہے جو فتح مکہ سے قبل عطا ہوا تھا۔

(وَالْفَتْحُ) عن عائشۃ ان المراد بہ فتح مکۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ مجاہد سے بھی یہی مروی ہے اور جمہور کے نزدیک یہی ہے صواب ہے اور فتح مکہ رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوئی اور اس غزوہ میں مہاجرین وانصار اور دیگر قبائل عرب میں سے دس ہزار افراد شریک تھے اکلیل میں ہے بارہ ہزار تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ طبرانی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا یہی ہے وہ جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا پھر پڑھا اذا جاء نصر اللہ والفتح ایک قول ہے کہ اس سے مراد عام فتوحات اسلامیہ

ہیں لیکن فتح مکہ تو ام الفتوحات ہے۔ فتح مکہ کی تفصیل کتب تاریخ و سیر میں مذکور ہے اور طالب کو چاہیے کہ وہاں دیکھے۔

(وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔

والظاهر ان الخطاب فی رأیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والرؤیة بصریة او علمیة لمفعولین والناس العرب دین اللہ ملة الاسلام التی لا دین له تعالی یضاف الیه غیرها والافواج جمع فوج وهو علی ما قال الراغب الجماعة المارة المسرعة۔

اور ظاہراً یہ ہے کہ "رَأَيْتَ" میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے یا پھر رؤیت سے مراد علم ہے تو الناس اور یدخلون دونوں مفعول ہوں گے اور "الناس" سے مراد عرب کے لوگ ہیں اور "دِيْنِ اللّٰهِ" سے مراد ملت اسلام ہے کہ اس کے علاوہ اللہ کے لیے کوئی دین نہیں اور دین اللہ کی طرف مضاف ہے جو دین کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔ دین اللہ میں فوج در فوج داخل ہونے سے مراد ہے جماعات کثیرة اسلامهم من غیر قتال وقد کان ذلك بین فتح مکة وموته علیه الصلاة والسلام۔ بکثرت گروہ اور جماعتیں، ان کا اسلام لانا بغیر قتال کے ہوگا اور ایسا فتح مکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے درمیان ہوا۔ جبکہ فتح مکہ سے قبل ایک ایک دو دو شخص مسلمان ہوتے تھے بخاری نے عمرو بن سلمہ سے روایت کی ہے جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم اپنے اسلام کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کرنے لگے۔ الناس سے مراد ایک قول کے مطابق اہل عرب کے بت پرست جیسے اہلِ مکہ اور طائف اور یمن اور ہوازن وغیرہ ہیں۔ عکرمہ اور مقاتل کا قول ہے کہ الناس سے مراد اہلِ یمن کا وفد ہے جو سات سو افراد پر مشتمل تھا جو اسلام لائے۔ ابنِ جریر نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ ہم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر جاء نصر اللہ والفتح وجاء اهل الیمن اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور اہلِ یمن آ گئے عرض کیا گیا کہ اہلِ یمن کون ہیں ارشاد فرمایا قوم رقیقة قلوبهم لینة طاعتهم الایمان

یمان والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ۔ ایسی قوم جن کے دل خوب نرم ہیں اوران کی طاعت ایمان کے لیے نرم بابرکت ہے یعنی جلد اثر قبول کرنے والی اوران کی سمجھ بابرکت ہے اور حکمت تو یمین میں ہے۔ اور بخاری ومسلم میں عکرمہ سے مرسلاً منقول ہے کہ ایمان تو یمین میں ہے۔ واضح مفہوم یہ ہے کہ اے محبوب مکرم آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

(فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ) تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو

ای فنزہ تعالیٰ بکل ذکر یدل علی التنزیہ حامدا لہ جل وعلا زیادۃ فی عبادتہ والثناء علیہ سبحانہ لزیادۃ انعامہ سبحانہ علیک فالتسبیح التنزیہ لا التلفظ بکلمۃ سبحان اللہ۔

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی پاکی بیان کرو ہر ذکر کے ساتھ جو اس کی ثنا و تعریف پر دلالت کرے اور خالص حق سبحانہ عزوجل شانہ کے لیے عبادت میں زیادتی رغبت) کیجیے اور اللہ پاک کی پاکیزگی کا ذکر اس لیے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی خوب برسات و زیادتی ہو تو تسبیح سے مراد صرف الفاظ کے ساتھ سبحان اللہ کا کلمہ کہہ کر پاکی بولنا ہی مراد نہیں بلکہ ہر نوع حمد وثنا مقصود ہے جس سے نعمت باری پر اظہار شکر ہو۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رکوع و سجود میں بکثرت کہتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی ایک قول ہے کہ مراد اظہار عاجزی اور تواضع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس عظمت کے ساتھ فتح مکہ عطا ہوئی کوئی سوچ نہیں سکتا تھا تو اس عظیم نصرت وفتح کے حصول اور کثیر جماعتوں کے اسلام میں دخول پر تواضع اختیار کیجیے حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے ساتھ داخل مکہ ہوئے کہ آپ کا سر وسط کجاوہ پر عجز وانکساری سے جھکا ہوا تھا۔

(وَاسْتَغْفِرْهُ) اور اس سے بخشش چاہو

ای اطلب منہ ان یغفر لک

یعنی اپنے پروردگار سے اپنے لیے بخشش مانگیے۔ حضور تو مغفور تھے تو یہاں ان یغفر لک کا مطلب تو یہ ہے ای واستغفر لامتک یعنی آپ اپنی امت کے لیے

بخشش مانگیے کہ خطاب میں ملک سے مراد امت ہی ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائماً ترقی درجات پر فائز ہیں تو آپ کا استغفار کرنا ان معنوں میں ہے کہ بلند سے بلند تر درجہ کے لیے جو آپ کی نظر شریف میں ترقی سے قبل خلاف اولیٰ ہوتا ہے اس پر استغفار کیجئے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے انه لیغان علی قلبی کہ میرے دل پر بھی ایک حجاب ہوتا ہے تو میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو گویا یہ استغفار حصول ترقی پر ترقی کا ایک ذریعہ ہے اور پچھلی حالت میں اگلی حالت کی طرف جانے میں اعتراف نعمت ہے اور زیادتی نعمت پر معاون ہے اور غفر کے معنی ڈھانپنے کے ہیں تو بہ استغفار کا ذکر اس پردہ کے اٹھنے کا موجب ہے جو ترقی درجات کے درمیان عارضی طور پر حائل ہوتا ہے اور نبی کے لیے یہ بات بھی استغفار کا موجب ہے میں کہتا ہوں کہ استغفار کی یہ توجیح خوب ہے اور قرآن حکیم اس طرف مشیر ہے جیساکہ قول باری ہے وللآخرة خیر لك من الاولی۔ اور آپ کا پچھلا آپ کے لیے پہلے سے بہتر ہے۔ صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری زمانے میں سبحان اللہ واتوب الیہ کی کثرت فرماتے تھے

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ای منذ خلق المکلفین ای مبالغاً فی قول توبتهم فلیکن المستغفر التائب متوقعاً للقبول۔ یعنی جب سے اللہ نے مکلفین کو پیدا کیا (وہ جو عمل کی تکلیف دیئے گئے جیسے انسان اور جن) وہ بخشش مانگنے والوں کو بخشش عطا کرنے والا ہے اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے تو بخشش مانگنے والے اور توبہ کرنے والے کو قبول توبہ و مغفرت کی پوری توقع رکھنی چاہیے۔ تواب صفت باری ہے اور تمام صفات باری تعالیٰ ذات حق سبحانہ، وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں وہ تخلیق مکلفین سے قبل بھی تواب تھا مگر شان عظمت کا ظہور مستغفرین اور تائبین کی خلقت و وجود کے ساتھ ہوا جب کہ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ اللہ موجودات سے قبل بھی تواب تھا اور جب موجودات ہیں وہ تواب ہے اور جب موجودات ممکنات معدوم ہو جائیں گے وہ جب بھی تواب ہے وہ کسی کا محتاج نہیں سب اسی کے محتاج ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ استغفار جب فائدہ بخش ہے جب توبہ کے ساتھ ہو۔ ابن رجب کا قول ہے کہ مجرد استغفار بھی توبہ ہے جبکہ دعا کے ساتھ طلب مغفرت بھی ہو۔ توبہ کے تین درجے ہیں ندامت، انابت، توبۃ النصوح اوّل گناہوں پر شرمساری دوم گناہوں کا ترک

اور اللہ کی طرف رجوع اور سوم گناہوں کی طرف پلٹنے سے بچنا اسی طرح جس طرح بکری کے تھنوں سے نکلا دودھ واپس نہیں ہوسکتا۔ سچی توبہ یہ ہے کہ پچھلے گناہوں پر معافی مانگے، آئندہ بچے اور جن گناہوں کی تلافی یا ادائیگی ضروری تھی یا ہے تو ان کی تلافی اور ادائیگی کے لیے سعی بلیغ کرے، قضا نمازیں پڑھے غیر ادا شدہ زکوٰۃ ادا کرے اور متروک روزے رکھے اور غصب شدہ مال واپس کرے وغیرہ وغیرہ۔

استغفار میں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بہتری ہے امام احمد نے ابی سعید سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنے بستر پر جانے سے پہلے پڑھا استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں خواہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔ اور امام احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے جو شخص استغفار کی کثرت کرے گا تو اللہ ہر مشکل و خوف تکلیف و تنگی سے اُسے رہائی و آسانی عطا فرمائے گا۔ اور میں کہتا ہوں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ تعالیٰ واتوب الیہ واسألہ ان یجعل لی من کل ھم فرجا ومن کل ضیق مخرجاً بحرمۃ کتابہ الکریم ورسولہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الحمد للہ آج سورت النصر پوری ہوئی
یکم ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۳۰ جولائی ۱۹۹۵ء

سورۃ اللہب مکیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ پانچ آیات ۔ بیس کلمے اور ستتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اللہب پ ۳۰

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝	تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔
مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝	اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝	اب دھنستا ہے لپیٹ مارتی آگ میں وہ۔
وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝	اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

حل لغات سورۃ اللہب پ ۳۰

تبت ۔ تباہ ہوجائیں　یدا ۔ دونوں ہاتھ　ابی لھب ۔ ابولہب کے　و ۔ اور

تب ۔ ہلاک ہوگیا　ما ۔ نہ　اغنی ۔ کام آیا　عنہ ۔ اس کے

مالہ ۔ اس کا مال　و ۔ اور　ما ۔ جو　کسب ۔ اس نے کمایا

سیصلی ۔ جلدی داخل ہوگا　نارا ۔ آگ　ذات لھب ۔ شعلوں والی میں

و ۔ اور　امرأتہ ۔ اسکی بیوی　حمالۃ ۔ اٹھانے والی　الحطب ۔ لکڑیاں

فی ۔ بیچ　جید ۔ گردن　ھا ۔ اسکی کے　حبل ۔ رسی ہے

من مسد ۔ کھجور کی چھال کی۔

سورت اللھب

سورت اللھب مکی ہے اور اس میں پانچ آیات ہیں اس سورت کا نام سورۃ تبت اور سورۃ المسد بھی ہے پچھلی سورت میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے لوگوں کے ملت اسلام میں داخل ہونے کا ذکر فرمایا اور اس سورت میں تعاقب فرما کر ان میں سے بعض کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے جو دین اسلام میں داخل نہ ہوئے اور خاسر و نامراد ٹھہرے اور یہی مناسبت باہمی ہے ایک اور وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ سورت الکافرون میں جب یہ فرمایا گیا " لکم دینکم ولی دین "تو گویا یہ کہا گیا اے رب کریم مطیع و فرماں بردار کی جزا کیا ہے ارشاد ہوا نصر اور فتح پھر کہا گیا کہ عاصی ومعاند و مخالف کی جزاء کیا ہے ارشاد ہوا دنیا میں خسارہ اور آخرت میں سخت سزا جیسا کہ سورت اللھب دلالت کر رہی ہے سورت النصر مدینہ کے آخری دور میں اتری جبکہ یہ سورت مکہ کے اوائل دور نزول میں اتری اور ان دونوں کی باہمی ترتیب سے ظاہر ہے کہ سورتوں کی ترتیب جمع اللہ کریم کی طرف سے اور اس کے حکم کے مطابق ہے سورت اللھب میں عاصی و نافرمانوں کے خسارہ کا بیان ہے ۔

علیٰ نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ

ولیس لہ منھا نصیب ولاسھو

جس نے اپنی عمر ضائع و برباد کی تو اسے چاہیے اپنی جان کو روئے اور اس میں سے (سعادت میں سے) نہ ہی کوئی حصہ تھا اور نہ ہی کوئی رشتہ داری ۔

مختصر تفسیر اردو سورہ اللھب پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ

تباہ ہو جائیں ابولھب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا ۔ اب دھنستا ہے لپٹ

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ — مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

(تَبَّتْ) تباہ ہو جائیں۔

ای هلکت کما قال ابن جریر وغیرہ یعنی ہلاک ہو جائیں جیسا کہ ابن جریر وغیرہ سے منقول ہے ای خسرت کما قال ابن عباس وابن عمر وقتادہ۔ ابن عباس، ابن عمر اور قتادہ کا قول ہے یعنی نقصان و گھاٹے میں پڑیں ایک قول ہے خابت یعنی نامراد ہوں یمان بن وثاب سے مروی ہے "صفرت من کل خیر" ہر بھلائی سے محروم ہوں خفاجی کا قول ہے کہ تَبَّ کا مادہ التباب سے ہے تدور علی القطع وھو مئود الی الھلاک اور اس کا مطلب ہے ایسا ٹوٹا جو ہلاک کا باعث ہو راغب کا قول ہے ھو الاستمرار فی الخسران مراد دائمی گھاٹا اور ٹوٹا ہے۔ یہ ابولہب کے ہلاک کی خبر بھی ہے۔

(یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ) ابولہب کے دونوں ہاتھ

ان الیدین اما کنایۃ عن الذات، دونوں ہاتھوں سے مراد ذات کی طرف کنایہ و اشارہ ہے۔ اور روایت میں ہے "اخذ بیدیہ حجرًا لیرمی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے اس لیے اس کے دونوں ہاتھوں کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے ایک قول ہے کہ یدا یعنی دونوں ہاتھوں سے مراد دنیا اور آخرت ہے مطلب یہ ہے تبت یدا ابی لھب ابولہب کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی تباہ ہو گئی۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت و عناد رکھتا تھا ابولہب اس کی کنیت تھی اور کنیت سے ذکر کرنے میں کنایہ ہے کہ وہ جہنمی ہے کہ لہب حقیقی تو وہ ہے جو لہب جہنم ہے لہب کے معنی ہیں شعلہ، لپٹ اور اسی طرح کا ذکر اس کے حال کے مناسب تھا۔ یہ شخص بہت گورا، خوبصورت تھا اور اس کا چہرہ انگاروں کی طرح دمکتا تھا۔ اس وجہ سے بھی اسے ابولہب کہتے تھے یہاں مراد شخص معین ہے کہ وہ اسی لقب سے مشہور تھا الجمع میں طارق محاربی سے منقول ہے کہ میں لوگوں کے درمیان ذی المجاز کے بازار میں موجود تھا کہ میں ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا اے

وگو لا الٰہ الا اللہ کہو اور کامیابی وفلاح پالو اور اس کے پیچھے ایک اور شخص کو دیکھا کہ اُسے پتھر مارتا تھا جس سے اس کی پنڈلیاں اور پاؤں کی جڑیں خون آلود ہو رہی تھیں اور وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو تم اس کی تصدیق نہ کر دینا اُسے سچا نہ جانو تو میں نے پوچھا وہ شخص کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور یہ پچھلا شخص انہی کا چچا ابولہب جو بزعم خویش انہیں جھوٹا جانتا ہے، امام احمد، بخاری ومسلم اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین اور اپنے اہل قرابت کو ڈرائیے نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور بنی فہر یا بنو عدی سرداران قریش کو بلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سب جمع ہو گئے تو جو شخص نہ آسکا اُس نے اپنا کوئی آدمی بھیج دیا کہ دیکھے کہ کیوں جمع کیا جا رہا ہے تو ابولہب اور قریش آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی کے اس پار ایک لشکر تم پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے سب لوگ بولے ہاں ہمیں آپ سے بجز سچائی کے کوئی اور تجربہ ہی نہیں ارشاد فرمایا تو میں تمہارے لیے نذیر ہوں اور تمہیں آنے والے عذاب شدید سے ڈراتا ہوں یہ سُن کر ابولہب نے کہا تم ہلاک ہو کیا اسی بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا اور روایت کیا گیا ہے کہ اس گفتگو کے ساتھ ہی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لیے دونوں ہاتھ سے پتھر اٹھایا تو اس پر یہ سورت اتری۔

(وَّتَبَّ ۝) اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

دعا بھلاکہ کلہ وجوز ان یکونا اخبارین بھلاک زنیک الامرین والتعبیر بالماضی فی الموضعین لتحقق الوقوع۔

یہ بددعا اس کی مکمل ہلاکت کے لیے اور یہ بھی صحیح ہے کہ یہ دونوں امور کے بارے میں خبر ہوں کہ تبت سے مراد بددعا بھی ہے اور خبر بھی کہ اس کی دنیا برباد ہو گئی اور وتب میں دوسری خبر ہے کہ وہ آخرت میں بھی یقینی طور پر تباہ وبرباد اور ہلاک ہو ہی گیا اور ماضی کے صیغہ کا استعمال دونوں موقعوں پر وقوع فرواقعہ ہونے) کی تحقیق کے لیے ہے۔ ایک قول ہے "تبت" اور "وتب" میں تکرار اس کی مکمل ہلاکت کو مؤکد ہے۔

(مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ) اُسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال

ای لم یغن عنه ماله حین حل به التباب۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ابولہب

نے کہا تھا کہ اگر میرا بھتیجا اپنے قول میں سچا ہے تو میں اپنا مال و اولاد اپنی جان کے بدلے فدیہ کر دوں گا تو یہ آیت اتری جس میں اس کے قول کی تردید ہے یعنی اس کا مال اُس سے تباہی اور عذاب کو نہیں روک سکے گا اور وہ عذاب سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ ابولہب بڑا دولت مند تھا اور اُسے اپنے والد سے بھی خاصی میراث ملی تھی اور تجارت وغیرہ کے ذریعے سے بھی اس نے خوب مال کمارکھا تھا اور اس کے پاس مویشیوں اونٹوں وغیرہ کی کثرت تھی۔

(وَمَا كَسَبَ ۝) اور نہ جو کمایا

"مَا" اگر موصولہ ہے تو معنی یہ ہوں ای والذی کسبہ یعنی وہ جو اس نے کمار کھا ہے اور بعض نے کہا مصدریہ ہے تو معنی یہ ہوں گے ای د کسبہ یعنی وہ جو اس نے کمایا ابوحیان کا قول ہے اگر پہلا ما استفہامیہ ہو تو یہ بھی استفہامیہ ہی ہوگا اور معنی یہ ہوں گے ای وای شئ کسب ای لم یکسب شیئا" یعنی اس نے جو کچھ بھی کمایا یعنی اس نے کچھ بھی نہ کمایا یعنی اس کی کمائی و کمال نے اُسے ہرگز نفع نہ دیا۔ قتادہ اور ابن عباس اور مجاہد سے منقول ہے " ماکسب من الولد" یعنی جو کچھ اس نے اپنی اولاد میں سے کمایا۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت کی ہے بلاشبہ پاکیزہ کمانا جو کوئی شخص کماتا ہے وہ ہے جو اس نے کما کر کھایا اور بلاشبہ اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے اور منقول ہے کہ ابولہب نے کہا تھا اگر میرے بھتیجے نے سچ کہا ہے تو میں اپنی جان کے لیے اپنی اولاد اور اپنا مال فدیہ کر دوں گا تو اس پر یہ آیت اتری کہ یہ ابولہب کا خیال فاسد ہے اس کو کوئی شئے کام نہ دے گی۔ ابولہب کے تین بیٹے تھے۔ عتبہ، عتیبہ اور معتب، عتبہ اور معتب یوم الفتح اسلام لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان پر خوش ہوئے اور ان دونوں کے لیے دعا فرمائی اور ان دونوں نے حنین اور طائف کی جنگوں میں شرکت کی اور عتیبہ ایمان نہ لایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ام کلثوم عتیبہ سے اور رقیہ عتبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اور ابولہب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمدھی کا رشتہ بھی تھا جب یہ سورت اتری تو اس نے کہا ان دونوں کے لیے میرا سر اور تم دونوں کا سر حرام ہے اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو ان دونوں نے ان کو طلاق دے دی عتیبہ نے ام کلثوم کو طلاق بھی دی اور اپنے کھلے کفر و خباثت کا اظہار بھی بے ہودگی سے کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت رنجیدہ ہوتے تو ارشاد فرمایا اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک اے اللہ اپنے کتوں میں سے

کوئی کتا اس پر مسلط کردے ابو طالب اس وقت موجود تھے تو انہوں نے کہا اے برادر زادے اس دعا سے تمہیں کون بچا سکے گا وہ اپنے باپ کے ہمراہ شام کی طرف چل دیا راستے میں اسے ایک شیر نے پھاڑ ڈالا اور ہلاک کر دیا خود ابولہب واقعہ بدر سے کچھ روز بعد عدسہ (چیچک) کی بیماری سے ہلاک ہوا۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ

(سَيَصْلٰى نَارًا) ای سید خلها لامحالة فی الآخرة ویقاسی حرها والسین لتاکید الوعید والتنوین للتعظیم ای نارًا عظیمة۔

یعنی جلد ہی آخرت میں بہر نوع جہنم میں ضرور داخل ہو گا اور اس کی آگ میں جلے گا سین وعید (خبر عذاب) کی تاکید کے لیے اور نارًا کی تنوین تعظیم کے لیے ہے جس کا مطلب ہے بہت بڑی آگ۔ (ذَاتَ لَهَبٍ) ای ذات اشتعال یعنی شعلے مارتی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے گا۔

(وَامْرَاَتُهٗ ط) اور اس کی جورو

سَيَصْلٰى پر عطف ہے یعنی اس کی بیوی بھی اس بھڑکتی آگ میں داخل ہو گی۔ ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا ایک آنکھ سے کانی تھی اور انتہائی بخیل تھی اور حرب بن امیہ بن عبدالشمس کی بیٹی تھی اور ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت و دشمنی رکھتی تھی اور آپ کی ایذا رسانی کے لیے خود سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرگاہ پر ڈالتی تھی کہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف پہنچے اور زخمی ہوں دولت مند اور انتہائی مالدار ہونے کے باوجود خود ہی یہ کام کرتی تھی جس سے اس کی شقاوت و عداوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝) لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی

نصب علی الشتم والذم اظہار مذمت کی تخصیص کے لیے بطور نصب آیا ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن زید سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں میں کانٹے وغیرہ ڈالتی تھی تا کہ آپ زخمی ہو جائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ ضحاک، عکرمہ اور ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ حمالة الحطب سے مراد ہے چغلیاں کھانے والی یا لگائی بھجائی کر کے عداوت کی آگ پھیلانے والی۔ ابن جبیر کا قول ہے "حمالة الخطایا" یعنی گناہوں

کا بوجھ اٹھانے والی الحطب، حاطب کی جمع ہے جیسے حارس جمع ہے حرس کی ای تحمل الجناۃ علی الجنایات یعنی بوجھ جرم وگناہ پر جرم وگناہ کا بوجھ اٹھانے والی۔

(فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ) اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

"وَامْرَاَتُهٗ" مبتدا ہے اور "فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ" اس کی خبر ہے مَسَدٌ ای فتل من الحبال فتلا شدیدا من لیف المقل کھجور کے ریشوں اور پتوں سے مضبوط بٹی ہوئی رسی ایک قول ہے لوہے کی تاروں سے مضبوط بٹا ہوا رسا یا زنجیر۔ مجاہد کا قول ہے کہ مسدوہ رسا ہے جو لوہے سے بٹا ہو۔ ای فی عنقها حبل من مسد یعنی اس کی گردن میں کھجور کی چھال یا لوہے کا بٹا ہوا مضبوط رسا ہے۔ شعبی کا قول ہے کہ ام جمیل ایک مضبوط رسے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لاتی تھی ایک روز تھک کر ایک پتھر پر سانس لینے کے لیے ٹھہر گئی پیچھے سے ایک فرشتہ نے رسی کھینچ کر اس کو ہلاک کر دیا۔ قتادہ اور ابن المسیب کا قول ہے کہ اس کے گلے میں پڑا ہوا قیمتی ہار مراد ہے جس کے بارے میں وہ کہتی تھی لات وعزی کی قسم کریں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ضرور خرچ کردوں گی۔ ایک قول ہے اگر "فی جیدها الخ" خبر ہے تو گویا یہ آخرت میں اس کے عذاب کا نقشہ دبیان ہے۔ روایت میں جب یہ آیات اتریں تو وہ بڑی برافروختہ ہو کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد حرام میں تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا پتھر تھا تو وہ بولی مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو (بدتعریفی۔ برائی) بیان کی ہے تو میں بھی ضرور ایسا کروں گی اور ضرور کر کے رہوں گی اور اگر وہ شاعر ہیں تو میں بھی کہوں گی (ہجو اس کہنے لگی) تو اللہ نے اُسے اندھا کر دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ ہی نہ سکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو میرے ہمراہ کسی ایک کو دیکھتی ہے تو وہ بولی تم مجھ سے تمسخر کرتے ہو میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھ رہی تو ابو بکر خاموش ہو گئے اور وہ کہتی ہوئی چلی گئی قریش کو معلوم ہے کہ میں سردار کی بیٹی ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ مجھے فرشتوں نے اس سے چھپا لیا تو وہ مجھے نہ دیکھ سکی اور اللہ نے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ ایک قول ہے کہ یہ اس کی ذلت کی موت کی خبر بھی ہے کہ وہ اس حال میں ہلاک ہو کر داخل جہنم ہو گی واللہ اعلم

الحمد للہ آج سورت اللھب پوری ہوئی

۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق یکم اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ الاخلاص مکیۃ

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ چار آیات۔ پندرہ کلمے اور سینتالیس حروف ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ اخلاص پ ۳۰

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ	تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے۔
اَللّٰہُ الصَّمَدُ	اللہ بے نیاز ہے
لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ	نہ اسکی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔
وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ	اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

حل لغات سورۃ الاخلاص پ ۳۰

قل۔ کہو	ھو۔ وہ	اللہ۔ اللہ	احد۔ ایک ہے
اللہ۔ اللہ	الصمد بے نیاز ہے	لم۔ نہ	یلد۔ اس نے جنا
و۔ اور	لم۔ نہ	یولد جنا گیا	و۔ اور
لم۔ نہیں	یکن ہے	لہ۔ اسکی	کفوا۔ برابری کرنے والا
احد۔ کوئی۔			

سورت الاخلاص

سورت الاخلاص مکی ہے اس میں چار آیات ہیں اس کا نام سورت التوحید بھی ہے کہ اس
میں توحید کا بیان ہے اور اسے سورت الا بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی اساس ہے
چونکہ اس کا مضمون توحید پر مشتمل ہے ۔جو سارے دین کی اصل ہے اس سورت کے ناموں
میں سورت التفرید، سورت التجرید، سورت النجاۃ، سورت الولایۃ اور سورت المعرفۃ،
بھی ہے کیونکہ اس سورت میں معرفت ربانیہ کا مکمل بیان ہے اور روایت میں ہے کہ ایک
شخص نے اس سورت کی تلاوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان ھذا عبد
عرف ربہ یہ وہ شخص (بندہ) ہے جس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا ۔ایک نام سورت
الجمال بھی ہے ایک قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ جمیل ہے
اور جمال کو محبوب رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں (جمال الہٰی) پوچھا
گیا تو ارشاد فرمایا " احد صمد لم یلد ولم یولد "۔ ایک نام سورت النسبۃ بھی ہے
کہ رب العالمین سے منسوب ہے طبرانی نے ابی ہریرہ سے بطریق عمان سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لکل شئی نسبۃ ونسبۃ اللہ تعالیٰ قل ھو
اللہ احد الخ ہر ایک چیز کے لیے نسبت ہے اور سورت قل ھو اللہ احد کی نسبت
اللہ سے ہے ۔ اس سورت کا نام سورت الصمد اور سورت المعوذۃ بھی ہیں نسائی، البزاز
ابن مردویہ نے بسند صحیح عبد اللہ بن انیس سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا کہو تو مجھے کچھ نہ سوجھا کہ کیا کہوں پھر
آپ نے فرمایا کہو وہ قل ھو اللہ احد الخ اللہ ایک ہے تو میں نے پوری سورت پڑھی
یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوا پھر آپ نے فرمایا کہو قل اعوذ برب الفلق الخ تو میں
نے پوری سورت پڑھی اور فارغ ہوا تو آپ نے پھر فرمایا کہو قل اعوذ برب الناس
الخ میں پڑھ چکا تو ارشاد فرمایا تو تم اسی طرح سے استعاذہ کیا کرو اور استعاذہ کرنے والے
نہیں کرتے استعاذہ مگر اسی کی مثل ۔ایک اور نام سورت المانعہ ہے ابن عباس سے مروی

ہے کہ شب معراج حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میں نے تجھے سورت الاخلاص عطا فرمائی اور یہ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ (ذخیرہ) ہے اور یہ سورت المانعہ ہے یہ قبر کی تنگیوں کو روکتی ہے اور میزان پر مدافعت ہے۔ لیکن بعض علماء کو اس روایت میں کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ دیگر حدیثوں میں کنوز عرش میں سے جو مذکور ہے اس میں سورت الاخلاص کا ذکر نہیں۔ ابونعیم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سورت الاخلاص پڑھی تو ارشاد فرمایا غفر لہ اس کی بخشش ہوئی۔ ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے سو مرتبہ سورت قل ھو اللہ احد پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے برأت لکھ دیتا ہے۔ ایک نام سورت المذکرہ ہے کہ اس سورت میں خالص توحید کا تذکرہ ہے اور سورت نور بھی کہلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر شئے کے لیے ایک نور ہے اور سورت قل ھو اللہ احد قرآن کا نور ہے سورت الایمان بھی ناموں میں سے ایک ہے کہ اس سورت کے مضمون کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ابن عباس، محمد بن کعب، ضحاک، ابوالعالیہ کے نزدیک یہ سورت مدینہ ہے سیوطی نے الاتقان میں اس قول کو راجح قرار دیا ہے یہ سورت معانی میں سورت الکافرون سے متصل ہے سورت الکافرون میں کفار نے اشتراک عبادت کی تجویز پیش کی تھی تو ارشاد ہوا کہ تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین پھر آپ کے دین کے غلبہ، نصرت فتح کا بطور جزاء کے ذکر ہوا پھر کفار کے حوالے سے ایک منکر کے ہولناک انجام کا ذکر فرمایا کہ میرے دین کا اتباع نہ کرنے والوں کا انجام یہی ہے اور یوں ہوگا جب کہ اللہ کے دین کا غلبہ خوب ظاہر ہوگیا اور کفر کا غرور ٹوٹ گیا اب جبکہ ان کے فاسد و باطل عقیدہ کا خوب بطلان ہوگیا تو ارشاد ہوا کہ اپنے رب کی جس کی تم بندگی کرتے ہو اس کی شان وعظمت کھول کر بیان فرما دیجئے اور یہی مناسبت واضح ہے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے سورت قل ھو اللہ احد بڑی محبوب ہے ارشاد فرمایا ان حبك ایاھا ادخلك الجنۃ بلاشبہ اس سورت مبارکہ کی محبت تمہیں ضرور جنت میں داخل کر دے گی۔ جبکہ بخاری میں یوں مذکور ہے ان حبھا یوجب دخول الجنۃ بے شک اس کی محبت دخول جنت کو واجب کرے گی۔ امام مالک نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے

تو آپ نے ایک شخص کو سورت الاخلاص پڑھتے سنا تو ارشاد فرمایا واجب ہو گئی ہم نے عرض کیا حضور کیا شے فرمایا جنت۔ داری نے مسند میں ابی المغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قرآن حکیم کی کونسی سورت اعظم ہے ارشاد فرمایا "قل ھو اللہ احد" مسند امام احمد میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ خیر کا خزانہ تین سورتیں جو تورات، زبور، انجیل اور قرآن عظیم میں نازل ہوئیں نہ سکھاؤں تو میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے سورت الاخلاص اور معوذتین پڑھیں اور ارشاد فرمایا اے عقبہ تم انہیں بھول نہ جانا اور کوئی رات نہ گزرے کہ تم نے انہیں پڑھا نہ ہو طبرانی نے اوسط میں عبداللہ ابن الشخیر سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اپنی موت کی بیماری کی حالت میں سورت قل ھو اللہ احد پڑھی ہو وہ قبر کے عذاب میں مبتلا نہ ہو گا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور بروز حشر فرشتے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر پل صراط سے گزار دیں گے اور جنت میں پہنچا دیں گے۔ صحیح مسلم میں ہے سورت الاخلاص ثلث القرآن کے مساوی ہے ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس شخص نے ہر روز دو سو مرتبہ سورت الاخلاص پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ محو کر دیئے جائیں گے مگر قرض معاف نہ ہو گا۔ طبرانی نے الاوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس شخص نے دس مرتبہ سورت قل ھو اللہ احد پڑھی اس کے واسطے جنت میں ایک محل تعمیر ہو جاتا ہے اور جو بیس ۲۰ مرتبہ پڑھتا ہے اس کے واسطے دو اور تیس ۳۰ مرتبہ پڑھنے والے تین محل بنا دیئے جاتے ہیں طبرانی نے کتاب الصغیر میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے جو شخص نماز صبح کے بعد بارہ مرتبہ سورت الاخلاص پڑھتا ہے تو گویا وہ پورا قرآن چار مرتبہ پڑھ لیتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے بھی تو اس دن وہ اہل زمین میں سے سب سے بہتر شخص ہوتا ہے۔ غزوہ تبوک میں جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاویہ لیثی کی مدینہ طیبہ میں رحلت کی خبر دی اور عرض کیا کیا آپ کو محبوب ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹی جائے اور آپ ان پر نماز پڑھیں ارشاد فرمایا ہاں تو سب حجابات مرتفع کئے گئے یا ان کا جنازہ آپ کے روبرو پیش کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کی دو صفوں کے ہمراہ ان پر نماز جنازہ پڑھی یہ ہر صف ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا معاویہ لیثی کو یہ مرتبہ کس عمل کی وجہ سے حاصل ہوا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ قل ھو اللہ احد کو محبوب رکھتے تھے اور ہر وقت اسے

پڑھتے رہتے تھے۔ طبرانی اور ابویعلی نے اُسے نقل کیا ہے مگر اس کی تضعیف کی ہے۔

مختصر تفسیر اُردو سورہ اخلاص پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

(قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝) تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

(قُلْ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد و خطاب ہے ھو ضمیر المسئول عنہ یا پھر المطلوب صفتہ ہے یعنی اس رب کی طرف راجع ہے جس کے بارے میں سوال کرنے والوں نے پوچھا تھا کہ اس کے اوصاف کیا ہیں۔ امام احمد نے اپنی مُسند میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ترمذی وبغوی نے اپنی معجم میں ابن عاصم نے السنۃ میں اور حاکم نے بتصحیح ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد انسب لنا ربک اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ نے یہ سورت قل ھو اللہ احد نازل فرمائی۔ ابن جریر، ابن المنذر اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے بسند حسن جابر رضی اللہ عنہ سے بروایت کی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا انسب لنا ربک ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو یہ سورت اُتری ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہود کا ایک گروہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں کعب بن الاشرف اور حی بن اخطب بھی تھے تو انہوں نے کہا یا محمد صف لنا ربک الذی بعثک" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اپنے رب کی صفت بیان فرمائیے جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا (مبعوث فرمایا) تو یہ سورت اتری اس روایت کی رُو سے یہ سورت مدنی ظاہر ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ مشرکین سرداران اور یہود نے باہم مل کر یہ سوال کیا ہو۔ ایک قول ہے ھو ضمیر شان ہے یعنی مبتدا ہے اور اللہ احد اس کی خبر ہے۔

ای هواحدٌ یعنی محبوب تم فرما دکہ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے احد دراصل ولحد تھا اور احد اور واحد کے معنی ایک ہی ہیں ابنِ مسعود اور حضرت عمر کی قرأت میں آیا ہے اللہ لواحد ابنِ عباس کا قول ہے الواحد الاحد اسم واحد کے حکم میں ہی ہے اور یہاں الاحد کی تفسیر واحد ہی ہے اور اعمش کی قرأت بھی یہی ہے قل ھو اللہ الواحد اور واحد کی تفسیر میں فرمایا ہے لایتجزا ولاینقسو یعنی وہ جزو وتقسیم سے پاک ہے اور اس میں جزو وتقسیم نہیں۔ یعنی اللہ ہر طرح کے ترکیب، تعدد، اجزائی تقوم، ترکیب کے جملہ لوازم مثل ہیئت، ومنع جسم وجسمانیت اور تجزیہ سے پاک ہے اور اپنی حقیقت میں نہ کسی شئے کے ساتھ شریک د مشترک ہے اور نہ کسی صفت کمال میں کوئی شئے اس کے ساتھ مشابہ ہے جب ذات و صفات میں اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو لامحالہ وہ نظیر و مثیل وشبہ اور ضد سے پاک ہے لا الٰہ الا اللہ۔ الاحد کا استعمال اثبات کے حوالے سے کلام عرب میں تین صورتوں پر ہوتا ہے جن میں سے ایک تو دھائیوں کے ساتھ جیسے احد عشر دوسرے مضاف الیہ ہو کر جیسے اما احدکما فیسقی ربہ اور تیسرے مطلق وصف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور یہ وصف حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جیسے قل ھو اللہ احد اور الاحد کی اصل وَحَدٌ ہے مگر وَحَدٌ کا استعمال غیر اللہ کی صفت میں ہوتا ہے دیگر لفظ احد حساب میں نہیں آتا یعنی حسابی قاعدے جیسے ضرب، تقسیم جمع وغیرہ میں نہیں لایا جاتا۔ اور الاحد واحد کی نسبت زیادہ مکمل اسم ہے۔ تو گویا قل ھو اللہ احد فرما کر ذات وصفات کا مکمل ذکر فرما دیا ہے۔

(اللہُ الصَّمَدُ ۝) اللہ بے نیاز ہے۔

اللہ مبتدا ہے اور الصمد اس کی خبر ہے اور نعت وتعریف بھی ہے ابن الانباری کا قول ہے (الصمد) انہ السید الذی لیس فوقہ احد الذی یصمد الیہ الناس فی حوائجھم وامورھم" الصمد سے مُراد وہ سردار ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو اور وہ سردار ہے جس کی طرف لوگ اپنی تمام ضرورتوں اور کاموں کے لیے قصد و رجوع کریں یا فریاد کریں۔ عکرمہ کا قول ہے صمد وہ ہے جس سے بڑھ کر بلند کوئی نہ ہو۔ ابنِ حبان کا قول ہے ھو الذی لاعیب فیہ وہ ذات مراد ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ قتادہ کا قول ہے ھو الباقی بعد خلقہ صمد وہ ہے جو مخلوقات کے

فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ معمر کا قول ہے ھوالدائم صمدوہ ہے جو دائمی رہنے والا ہو ربیع کا قول ہے ھوالذی لا تعتریہ الآفات الصمد سے وہ ذات مراد ہے جس پر کوئی آفت نہ آسکے قاموس میں صمد کے معنی قصد کرنے کے اور سردار کے ہیں اور صاحب تفسیر مظہری کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ ذات جو مقصود کائنات ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور لفظ اللہ کا تکرار (اللہ احد ہ اللہ الصمد) واضح کر رہا ہے کہ صمدیت صفت الوہیت ہے اور اس کے بغیر معبودیت کا استحقاق نہیں لہذا اللہ ہی معبود کائنات ہے اور صمدیت سے ان لوگوں کے نظریات کا بطلان ہو گیا جو توحید کے منکر تھے یا بنوت وتثلیث و تعدد کے قائل تھے اور ان لوگوں کا بھی جو اللہ کے لیے اولاد کے قائل و مقر تھے۔

(لَمْ يَلِدْ) نہ اس کی کوئی اولاد

لان الولد من جنس ابیہ ولا یجانسہ تعالیٰ احد لانہ سبحانہ واجب وغیرہ ممکن ولان الولد علی ماقیل یطلبہ العاقل اما لاعانتہ ولیخلفہ بعدہ وھو سبحانہ دائم باقی غیر محتاج الی شئی من ذلک ۔ اس کے کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سب ممکن اور اس لیے بھی کہ اولاد جیسا کہ کہا گیا ہے بلحاظ عقل عاقل کو اس لیے مطلوب ہوتی ہے کہ کبھی تو وہ اس کی معاون و مددگار ہو اور کبھی اس لیے کہ اس کے بعد اس کی جانشین ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ ہمیشہ رہنے والا اور فنا سے پاک الباقی (باقی رہنے والا) ہے اور وہ ان چیزوں میں سے ہرگز کسی شئے کا محتاج نہیں۔ آیت میں صیغہ ماضی کفار کے قول کی تردید میں ہے جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں یا جیسے یہود کہتے تھے کہ عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے تھے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور اس کی یہ شان دوامی ہے کہ وہ اولاد سے پاک تھا پاک ہے اور پاک رہے گا۔

(وَلَمْ يُوْلَدْ ہ) اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

ای کل مولود حادث والحدوث منافی للصمدیۃ والاحدیۃ لانہ سبحانہ

واجب وغیرہ ممکن۔

اس لیے کہ ہر پیدا ہونے والی شئ حادث ہے یعنی فنا ہو جانے والی ہے جب کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ دائم و باقی ہے اور حدوث صمدیت واحدیت کے منافی ہے یعنی اللہ حدوث سے پاک ہے اور وہ قدیم واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سب ممکن کہ نہ ہونے سے ہوئے اور جملہ ممکنات حادث ہیں۔

(وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝) اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی

پچھلی آیت اور اس آیت میں عطف وحدت کلام پر دلالت کر رہا ہے اور عطف بالترتیب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اولاد سے اور کسی کی مثل ہونے سے بالکل پاک ہے گویا وہ ہر قسم کے مثل سے پاک ہے واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر، مثل اور عدیل نہیں۔

الحمد للہ آج سورت الاخلاص پوری ہوئی

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ الفلق مدنیۃ

اس سورت میں ایک رکوع پانچ آیات تیئیس کلمات اور چوہتر حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الفلق پ ۳۰

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞ — تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنیوالا ہے

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۞ — اس کی سب مخلوق کے شر سے

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۞ — اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۞ — اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۞ — اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

حل لغات سورۃ الفلق پ ۳۰

قل-کہو	اعوذ-میں پناہ لیتا ہوں	برب-رب	الفلق-صبح کی
من-ہر	شر-برائی سے	ما-جو	خلق-اس نے پیدا کی
و-اور	من-ہر	شر-برائی	غاسق-اندھیرا کرنے والے سے
اذا-جب	وقب-ڈوبے	و-اور	من-ہر
شر-برائی	النفثٰت-پھونکنے والیوں سے	فی-بیچ	العقد-گرہوں کے
و-اور	من-ہر	شر-برائی	حاسد-حسد کرنے والے سے
اذا-جب	حسد-حسد کرے۔		

سورت الفلق

سورت الفلق مدینہ ہے اس میں پانچ آیات ہیں، حسن، عطاء عکرمہ اور جابر کے نزدیک مکی ہے جب کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس کے قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے ابو صالح کی روایت کے حوالے سے اور قتادہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اس کا مدنی ہونا ہی صحیح ہے اس لیے کہ اس سورت کے نزول کا سبب یہود کا سحر تھا جنہوں نے مدینہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو کیا تھا جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہے پچھلی سورت میں امر الوہیت کی تشریح گزری تو یہ سورت اور اس کے بعد والی سورت اس امر کی تشریح ہے جس کے لیے ذات سبحانہ وتعالیٰ سے پناہ کی درخواست کی گئی ہے اس شر سے بچنے کے لیے جو عالم کے مراتب اور اس کی مخلوقات کے مراتب میں سے ہے بیہقی نے دلائل میں معوذتین کے بارے میں لکھا ہے کہ اسی لیے دونوں سورتیں درمیان میں تسمیہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اگرچہ مضمون متصل ہے اور دونوں کا افتتاح قل ھو اللہ احد کے بعد قل اعوذ سے ہوا ہے اور یہی مناسبت کو واضح ہے مسلم، ترمذی نسائی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر رات میں ایسی آیات اتری ہیں جن کی مثل میں نے ہرگز نہ دیکھی وہ آیات قل اعوذ برب الفلق الخ اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔ بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر تشریف فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان میں قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھنے اور پھونک مارتے پھر ان ہتھیلیوں کے ساتھ اپنے پورے جسم کا جہاں تک ہو سکتا مسح کرتے اور مسح سر اور چہرے سے شروع فرماتے اور ایسا تین مرتبہ کرتے۔ امام مسلم اور احمد نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر سے فرمایا کیا میں تجھے وہ سورتیں نہ تعلیم کردوں جن کی مثل تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں کوئی سورت نہ اتری تو

میں نے عرض کیا جی ہاں ضرور تعلیم فرمائیے ارشاد فرمایا قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق الخ اور قل اعوذ برب الناس۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل نہ تھے اور ان کے مصحف میں ان سورتوں کا اندراج نہ تھا وہ کہتے تھے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے ساتھ استعاذہ ہی کا حکم فرمایا اور قرآن میں لکھنے کا نہیں لیکن صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے ان کے قول کی تائید نہیں کی اور ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے پر اور مصحف میں لکھنے پر اجماع صحابہ منعقد ہو چکا اور احادیث سے ان دونوں سورتوں کا نمازمیں تلاوت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و متواتر ہے اور صحابہ کے دیگر مصاحف جیسے ابن عباس، ابی بن کعب زید بن ثابت۔ علی المرتضیٰ بھی دونوں لکھی ہوئی موجود ہیں رشائد ابن مسعود تک ان سورتوں کے قرآن ہونے کے جز صحیح طور پر نہ پہنچی تھی اور انہوں نے انہیں بھی مثل قنوت نازلہ کے جانا اور صحیح یہ ہے کہ ابن مسعود نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ قرآن حکیم مجموعی طور پر تواتر کے ساتھ منقول ہے اور تمام مجموعہ مصحف پر صحابہ کا اجماع ہے جو یقین کو مفید ہے اور اس سے ظن خود بخود محو ہو جاتا ہے دوسرے یہ خبر احاد ہے جو صرف مفید ظن ہے اور یقین کے مقابل ظنی امر قابل التفات ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ان سورتوں کا قرآن ہونا متواتر اور منقول ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ظنی ہے اور اجماع صحابہ کے مقابل خبر احاد ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں صحیح روایت پہنچی ہی نہ تھی اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تو یہ قول قابل التفات ہی نہیں اور اگر رجوع نہ کیا ہو تو یہ قول جب بھی قابل توجہ نہیں تاہم یہ بھی غلط ہے کہ ابن مسعود حبر الامۃ اور فقیہہ تھے وہ اس امر سے ایک عرصہ تک کیوں بے خبر رہ سکتے تھے اور اجماع صحابہ سے کیونکر روگردانی کر سکتے تھے۔ قاضی ابو بکر کا قول بہت ہی اچھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود معوذتین کے مصحف میں لکھنے کے اس لیے قائل نہ تھے کہ انہوں نے رجوع کر لیا۔ ابن حزم نے کتاب القدح المعلی میں بیان کیا ہے کہ یہ ابن مسعود پر بہتان اور اتہام ہے کیونکہ ابن مسعود کی جو صحیح قرأت زر کے واسطہ سے عاصم نے کی ہے اس میں معوذتین شامل قرآن ہیں۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الفلق پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے

(قُلْ اَعُوْذُ) تم فرماؤ میں پناہ لیتا ہوں

ای ألتجیٔ واعتصم واتحرز

یعنی میں التجا کروں اور پناہ لیتا ہوں اور حفاظت طلب کرتا ہوں

(بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝) اس کی جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔

فَلَق“ کے معنی ہیں پھاڑنا، فلق فعل بمعنی مفعول صفت مشبہ ہے جیسے قصص بمعنی مقصوص فلق بمعنی شق اور فرق ہیں یعنی پھاڑنا اور پھٹنا اور یہ تمام موجودات ممکنہ کے لیے عام ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالٰی نے اپنے ان موجودات سے اپنے نور ایجادات سے برآمد کیا جیسے پہاڑوں سے چشمے نکالے اور بارش بادلوں سے اور زمین سے پیداوار نباتات کو نکالا اور ارحام سے اولاد کو نکالا وغیرہ لیکن خاص طور پر فلق کے معنی ہیں تاریکی پھٹ کر صبح کا نکلنا۔ ضحاک کا قول ہے کہ مراد تمام خلق ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ الفلق سے مراد جہنم کا قید خانہ ہے کلبی کا قول ہے کہ مراد جہنم کی وادی ہے ابن ابی حاتم نے کعب سے نقل کیا ہے کہ الفلق جہنم میں ایک کنواں ہے اور بعض نے کہا جہنم میں ایک گھر ہے رب الفلق ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ جہنم جو تمام کا تمام مصیبت اور منتہائے شر ہے تو اس کا پروردگار یقیناً ہر شر کو دور کرنے پر بالکلیہ قادر ہے اور برائیوں کا دفعیہ فرمانے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ تاریکی کو پھاڑ کر صبح نکالتا ہے تو وہ اپنی بارگاہ میں پناہ طلب کرنے والوں کو خوف و شر کی تاریکیوں سے نکالنے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ مضطرب اور پریشان حال دعاؤں کرنے والوں کی التجائیں اس وقت یعنی بوقت صبح قبول فرمانے والا ہے۔

(مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝) اس کی سب مخلوق کے شر سے

ای من شر الذی خلقہ من الثقلین۔

یعنی اس شر سے جسے اُس نے دونوں جہانوں میں پیدا کیا۔ ایک قول ہے کہ ما خلق سے مراد ہے کل مخلوق کیسے شر سے بیضاوی کا قول ہے کہ صرف عالم خلق کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جبکہ عالم امر میں کوئی شر ہے ہی نہیں اور وہ خیر ہی خیر ہے۔ ایک قول ہے مخلوق سے مُراد ابلیس لعین جو ساری مخلوق میں بدترین ہے اور شر کے سارے کام اس کی اور اس کے لشکروں کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔ واضح مفہوم یہ ہے ای من شر شر ما خلق یعنی ہر اس شر سے جو شر ہے ہر شئے اس کا جو پیدا کی گئی خواہ جاندار ہو یا بے جان مکلف ہو یا غیر مکلف۔

(وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝) اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

تخصیص لبعض الشرور بالذکر۔

یہ شرور میں سے بعض شر کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا وقوع بکثرت ہوتا ہے اور اس سے استعاذہ بھی اسی قدر زیادہ مطلوب ہے۔ غسق کے معنی ہیں بھر جانا جیسے بولتے ہیں "غسق القمر" چاندنی بھرپور ہو گئی قاموس میں ہے غاسق کے معنی ہیں چاند اور رات جب وہ خوب تاریک ہو جائے وقیل ھو السیلان ایک قول ہے غسق کے معنی ہیں بہنا۔ (اِذَا وَقَبَ) ای اذا دخل ظلامه فی کل شئ یعنی جب تاریکی اور سیاہی ہر ایک چیز میں داخل ہو جاتے یعنی مکمل تاریکی چھا جائے ترمذی نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہو جب یہ ڈوبے علماء فرماتے ہیں جب چاند چھپ جاتا ہے تو جادو اور سحر کے عمل اس وقت میں کئے جاتے ہیں تاکہ جس شخص کو تکلیف دینا مقصود ہو اُسے شر پہنچایا جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چاند کے ڈوبنے پر بیماریاں اور بلائیں بکثرت ہوتی ہیں واللہ اعلم

(وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝) اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔

ای ومن شر النفوس السواحر اللاتی یعقدن عقدا فی خیوط وینفثن علیہا یعنی اور ان جادو کرنے والوں کی پھونک کے شر سے جو دھاگوں میں گانٹھ لگا کر کے باندھتے ہیں پھر اس پر پھونکتے ہیں" فالنفاثات صفة للنفوس واعتبر ذلك لمكان

التانیث مع ان تاثیر السحر انما ھو من جھة النفوس الخبیثة والارواح الشریرة و سلطانہ منھا وقد ربعضھم النساء موصوفا۔ تو پھونکنا ان پھونکنے والوں (ساحروں) کی صفت ہے اور یہاں اس کا اعتبار جمع مؤنث صیغہ کی وجہ سے ہے اور اس کے ساتھ جادو کی تاثیر بھی ہے جو کہ ان خبیث نفوس اور شریر روحوں کی جانب و طرف ہی سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا غلبہ بھی اُس سے ہوتا ہے اور بعض نے عورتوں کو بھی اس کا موصوف قرار دیا ہے جبکہ پہلی بات یعنی ساحروں کو موصوف قرار دینا ہی اولیٰ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی شامل ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مراد لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں ہیں جو لبید کے کہنے پر جھاڑ پھونک کرتی تھیں۔ النفثت جمع معرف باللام سے ان کا مخصوص یا معین ہونا بھی واضح ہے اور یہ اسباب نزول سے مطابقت رکھتا ہے۔ زمخشری کا قول ہے والنفث النفخ مع ریق اور نفث (پھونکنا) گنڈے کے ساتھ جھاڑنا ہے صاحب اللوامح کا قول ہے ھو شبہ النفخ یکون فی الرقیة "نفث" پھونکنے سے مشابہ ہے جو تعویز گنڈے میں ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت امیر المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا یہاں تک کہ آپ خیال فرماتے کہ میں نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے ایسا ہرگز نہ کیا ہوتا پھر آپ نے اللہ سے دعا کی تو فرمایا عائشہ میں نے اللہ سے جو عرض کیا تھا تو وہ اللہ نے مجھے بتا دیا میں نے عرض کیا حضور وہ کیا بات ہے ارشاد فرمایا خواب میں دو شخص آئے ایک میرے سرہانے کھڑا ہوا اور دوسرا پائنتی کی طرف اور باہم پوچھنے لگے کہ ان کو کیا تکلیف ہے تو دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پہلے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے تو دوسرے نے کہا لبید بن اعصم (یہودی) نے پہلے نے پوچھا کس چیز پر سحر کیا ہے تو دوسرے نے کہا کنگھی کے بالوں پر اور نر کھجور کے گابھہ پر پہلے نے کہا یہ سامان کہاں ہے (کہاں دبایا ہوا ہے) دوسرے نے کہا بنی زریق کے چاہ "ذروان" میں اس خواب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور واپسی پر فرمایا واللہ اس کنوئیں کا پانی آپ مہندی کی طرح تھا اور وہاں کے کھجور کے درخت شیاطین کے سروں کی مانند تھے ام المؤمنین نے عرض کیا تو جناب نے انہیں نکلوا کیوں نہ لیا ارشاد فرمایا مجھے اللہ نے شفا عطا فرما دی میں نے مناسب نہ جانا کہ لوگوں میں فتنہ ہو۔ بغوی کی روایت میں جادو کے اس آسان

کی برآمدگی کا ذکر بھی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کنوئیں کا سارا پانی نکال کر کی۔ جب یہ "سامان سحر" برآمد ہوا تو ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذتین پڑھیں جب ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی اور آپ کو افاقہ محسوس ہوتا معوذتین کی گیارہ آیات ہیں تو ان کے ساتھ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ تندرست ہو گئے۔

کچھ سحر کے بارے میں

صراح میں سحر کے معنی جادو کرنا ہیں اور سحر حرام ہے اور امت مسلمہ کا اجماع یہ ہے کہ سحر گناہ کبیرہ ہے اور اگر سحر میں کوئی قول وفعل موجب کفر تو اس صورت میں سحر کفر کے حکم میں ہوگا، مذہب محقق یہی ہے کہ جادو سیکھنا، جادو سکھانا، کرنا اور کروانا سخت حرام ہیں بعض علماء سحر کے دفعیہ ورد کے لیے سحر وجادو سیکھنے کو حرام نہیں بشرطیکہ سحر قولی وفعلی طور پر کفریہ کلمات وغیرہ پر مشتمل نہ ہو اگر جادوگر کے سحر میں کفر نہ ہو اور اس سے گزند پہنچے تو تعزیر (سزا) لاگو ہوگی اور اگر کفر ہے تو قتل کیا جائے گا۔ اور ساحر کی توبہ کے بارے میں اختلاف ہے تاہم اگر نبوت وآخرت وغیرہ کا منکر نہ ہو تو توبہ درست ہے وگرنہ زندیق ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ توبہ بہر حال درست بشرطیکہ توبۃ النصوح ہو سحر کی حقیقت کے بعض علماء قائل نہیں اور بعض اُسے وہم وتخیل قرار دیتے ہیں نووی کا قول ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور جمہور کا نکتہ نظر یہی ہے ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ اصل جھگڑا یہ ہے کہ آیا جادو سے ذات میں تبدیلی اور حقیقت میں تبدیلی واضح ہوتی ہے یا نہیں جو تخیل ووہم کہتے ہیں وہ ان اثرات کو منع کرتے ہیں اور جو مانتے ہیں کہ حقیقت ہے وہ اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا سحر کی محض تاثیر ہے جیسے کوئی مخصوص بیماری مزاج میں تبدیلی لائے یا کسی حالت پر ختم ہو جیسے حیوان پتھر ہو جائے یا پتھر حیوان بن جائے جمہور علماء اسی کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ سحر کا نہ ثبوت اور نہ ہی اس کی حقیقت کا کوئی وجود ہے تو یہ کتاب وسنت کے مخالف ہے اور بعض حضرات اس قدر تاثیر ہی مانتے ہیں جیسا کہ ہاروت وماروت کے قصہ میں وارد ہے یفرقون بہ بین المرء وزوجہ (اس سے (سحر) میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے) تاہم اس سے زیادہ تاثیر ظاہر ہو تو اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔ سحر بنادٹی اسی کی قسم سے ہے جو اعمال واسباب سے اکتسابی طور پر حاصل

ہوتا ہے اس کا وقوع فاسقوں فاجروں سے ہوتا ہے اور شرط یہ ہے کہ وہ جنبی ناپاک و پلید ہے اور اگر یہ ناپاکی وطی حرام یا محارم کے ساتھ ہو تو زیادہ دخیل و اثر انداز ہوتا ہے قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل جادوگروں اور ان کے سحر عظیم کا ذکر وارد ہے اور یہی بات سحر کی حقیقت کو ثابت کرتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کے بارے میں

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ یہود نے (لبید بن اعصم یہودی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اور اس کی تاثیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک اور اعضاء ظاہریہ پر ظاہر ہوئی جیسے تخیل اور ضعف باہ وغیرہ، یہاں تک کہ اللہ نے معوذتین نازل ہوئیں اور اللہ نے آپ کو شفا دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کی تاثیر کے بارے میں۔

ایک گروہ تاثیر سحر کا مطلقاً انکاری ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ امر حضور کے علو مرتبہ کے منافی ہے اور نبوت میں شک پیدا کرتی ہے جیسے آپ نے خیال کیا ہو وحی نازل ہوئی اور در واقع میں ایسا نہ ہوا اور یہ کہ جادو کا اثر ارباب کمال میں نہیں ہوتا تو یہ سب باتیں محض وہم ہیں اور قابل تردید ہیں اس لیے کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہتے تھے جیسا کہ قرآن میں ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ ساحر میں سحر اثر نہیں کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں سحر کا اثر اور اس اظہار غالباً اسی حکمت و مصلحت پہ ہے کہ آپ نبی و رسول کا سحر سے کیا تعلق بلکہ آپ پر سحر کے اثر کا ظہور دلائل نبوت اور تصدیق رسالت میں سے ہے کہ اگر معاذ اللہ ساحر ہوتے تو آپ پر سحر کا اثر ظاہر نہ ہوتا دوسرے یہ بات کہ ارباب کمال میں یہ تاثیر ظاہر نہیں ہوتی اور یہ ناقصوں پر ہوتی ہے تو یہ کلیہ خود ساختہ ہے اور حکمت و مصلحت کی بنا پر اگر ارباب کمال میں ظاہر ہو جائے تو یہ بالکلیہ ممکن ہے اور اس پر صحیح احادیث متواتر ہیں جن سے کسی ذی شعور کو مجال انکار نہیں رہا تشکیک فی النبوۃ کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت اور صداقت پر براہین و دلائل قائم ہو چکے تھے (کہ یہ واقعہ ۶-۷ ہجری کا ہے) اور ادائے امور رسالت و تبلیغ میں آپ معصوم محفوظ ہیں اور یہ بات امور دنیوی سے متعلق ہے اور نہ امور دنیا اور وہ عوارض جیسے بیماری وغیرہ تو وہ نہ تو احاطۂ رسالت میں ہیں اور نہ ہی عصمت و حفاظت میں امور دینیہ کی طرح

ہیں بلکہ یہ خیال کہ کوئی کام کر لیا اور واقعہ نہ کیا خدشہ کی طرح ہے جو ثابت بر قرار نہیں رہتے اور احادیث و اخبار میں کوئی ایسی بات منقول و موجود ہی نہیں جو ظاہر کرے کہ کسی چیز کے برخلاف کوئی چیز فرمائی ہو اور خلاف واقعہ ہو، لہذا اسے مرض و بیماری پر قیاس کرنا ہی اولی و درست ہے اور بدن و روح حیوانی میں ان کی تاثیر واضح ہے۔ جمہور علماء کا مذہب اور تحقیق امر یہی ہے کہ جادو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک اور اعضاء ظاہرہ پر ہوا قلب و عقل اور اعتقاد پر اس کا مطلقاً کچھ اثر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا کہ ان کا تعلق عصمت و حفاظت سے ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ آپ نے اس سحر کے دقیقہ کے علاج کے طور پر سر مبارک پر پچھنے لگوائے کہ بطن دماغ تک اس سحر کا اثر پہنچا تھا۔ اور معوذتین کا نزول روحانی علاج تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ الی اللہ میں ضعف ظاہر نہ ہو۔ سحر کے علاج میں سورت الفاتحہ، آیت الکرسی، آیات شفا اور معوذتین کو خصوصیت ہے لیکن فوری تاثیر و اثر دم کرنے والے کے لحاظ سے ہے اور دوائی کے طور پر عجوہ کھجور سحر کے اثر کو زائل کر دیتی ہے (بخاری) اور مسلم نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تکلیف میں ایک دعا بتائی اور وہ یہ ہے " بسم اللہ ارقیك من کل شیٔ یوذیك من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیك بسم اللہ ارقیك " اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں (افادہ از مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی) گنڈہ بنانا اور ان پر گرہ لگا کر آیات قرآن یا اسماء الٰہیہ یا اسماء محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور مسنون دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے جمہور کا مذہب یہی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب اہل بیت نبوی سے کوئی علیل ہوتا تو حضور معوذات پڑھ کر دم فرماتے۔

(وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۵) اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے

ای اذا اظہر ما فی نفسہ من الحسد وعمل بمقتضا بترتیب مقدمات الشر و مبادی الاضرار بالمحسود قولاً و فعلاً۔

یعنی جب حاسد کے نفس میں سے اس شر کا جو حسد کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اظہار ہو اور وہ اس کے مطابق دکھ دینے کے عمل میں اور برائیوں کے ترتیب وار پہنچانے اور محسود (جس سے حسد کیا جائے) کو دکھ کی ابتداء کرنے کے کاموں میں قولی طور پر یا عملی طور پر مشغول ہو" اذا" حرف شرط ہے جو قید کو شامل ہے اور یہ قید اس لیے ہے کہ اولاً حسد

کا دکھ حاسد ہی کو پہنچتا ہے اور وہ دوسروں کی اچھائی و خوبی یا حصول نعمت سے جل کر بھی محرو
کے درپے آزاد ہوتا ہے اور حسد کی تعریف یہ ہے " ان الحسد یطلق علی تمنی زوال
نعمۃ الغیر وعلی تمنی استصحاب عدم النعمۃ ودوام ما فی الغیر من نقص
او فقر او نحوہ " بے شک حسد یہ ہے کہ کوئی دوسرے زوال نعمت کی تمنا کرے اور
اور یہ آرزو رکھے دوسرے کے پاس نعمت موجود ہی نہ ہو اور دوسرے میں ہمیشہ نقص رکھی
یا تنگی یا اسی طرح کی کوئی بات رہے ۔ یہاں حاسد سے مراد یہودی ہیں اور قرآن حکیم میں
ہے ودکثیر من اھل الکتاب ...... حسداً من عند انفسھم الخ (البقرہ) وَمَا
تخفی صدورھم اکبر (آل عمران) اور مخصوص و معین طور پر مراد لبید بن اعصم یہودی ہے
اور اس کی بیٹیاں ۔ لیکن حاسد نکرہ آیا ہے تو مطلب یہ ہے حسد کے حوالے سے صرف یہودی
نہیں ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے شمار لوگ حسد کرنے والے تھے اور
اسی آگ میں جلتے رہتے تھے اس لیے استعاذہ کا حکم ہوا ۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد سے بچو وہ نیکیوں
کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے ، مسلمانوں کے لیے
باہمی حسد کرنا حرام ہے ارشاد نبوی ہے ولا تحاسدوا اور تم باہم ایک دوسرے سے حسد
نہ کرو ، حسد ہی وہ پہلا گناہ تھا جو آسمانوں میں ابلیس لعین سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل
سے ظاہر ہوا اور اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا اور ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان
اور حسد ایک سینے میں جمع نہیں رہ سکتے ۔ حسد کا ایک شعبہ بدنظری بھی ہے اور ارشاد
نبوی ہے العین حق " نظر برحق ہے اور ایک روایت میں آیا ہے نظر آدمی کو قبر میں
اور اونٹ کو ہانڈی میں ڈال دیتی ہے اور ارشاد نبوی ہے لو کان شئی سابق القدر
سبقۃ العین " اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاتی ہو وہ بدنظری ہوتی ۔ معوذات اس
کا بھی علاج ہیں اور ارشاد نبوی ہے کہ اگر کسی کو اپنی نظر ہی لگنے کا خوف ہو تو کہے اللھم
بارک علیہ یہ بدنظری کو دور کر دے گا اور نظر بد سے بچنے کے لیے ما شاء اللہ لا قوۃ
الا باللہ کہنا بھی مذکور ہے ۔ اور حدیث عامر میں اس کا علاج ظاہری بھی مذکور ہے ۔ اور
مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ جب بری نظر کی تاثیر ہے تو صالحین کی نظر خیر بھی تاثیر و کرامت رکھتی
ہے یہاں تک کہ شقاوت سعادت میں بدل جاتی ہے ۔ ایک قول ہے ان ضرر الحسد

انما یحیق بالحاسد لا غیر بلاشبہ حسد کا ضرر و نقصان بالضرور حاسد ہی کو گھیر لیتا ہے اس کے غیر کو نہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے" در الحسد ما اعدلہ بدا بصاحبہ فقتلہ "جس نے حسد کیا تو حسد کے وبال نے حاسد سے ہی ابتداء کی پھر اسے ہلاک کر ڈالا۔ ابن المعتز کہتا ہے ؎

اصبر علی حسد الحسو — د فان صبرک قاتلہ

فالنار تاکل بعضہا — ان لم تجد ما تاکلہ

حسد کرنے والوں کے حسد پر صبر کر بے شک تمہارا صبر اُسے ہلاک کر دے گا کیونکہ آگ اپنے آپ کو کھا جاتی ہے جب اُسے کوئی شئے کھانے کو نہ ملے۔

اَلحمدُ للہ آج سورت الفلق پوری ہوئی

۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۵ء

سورۃ النّاس مدنیہ

اس سورۃ میں ایک رکوع چھ آیات، بیس کلمات اور اناسی حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بامحاورہ ترجمہ سورۃ الناس پ ۳۰

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝	کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔
مَلِكِ النَّاسِ ۝	سب لوگوں کا بادشاہ۔
اِلٰهِ النَّاسِ ۝	سب لوگوں کا خدا ہے۔
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝	اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے

سُورت الناس

سورت الناس مدنی ہے اور اس کی چھ آیات ہیں پچھلی سورت اور اس سورت کو معوذتین کہتے ہیں اور یہ دونوں سورتیں جڑواں نازل ہوئیں لہٰذا سورت کے مکی یا مدنی ہونے فضیلت اور پچھلی سورتوں کے ساتھ اس کی نسبت وتعلق کے بارے میں پچھلی سورت الفلق میں بالتفصیل بحث گزر چکی اور یونہی اسباب نزول کا بیان بھی ہو چکا جو اس سورت کو بھی شامل ہے۔

مختصر تفسیر اردو سورہ الناس پ ۳۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں

مَلِكِ النَّاسِ ٥ اِلٰـهِ النَّاسِ ٥ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٥ اَلَّـذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٥

کا رب سب لوگوں کا بادشاہ۔ سب لوگوں کا خدا (معبود) اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی

(قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٥) تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب (قُلْ) خطاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اے محبوب مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم فرماؤ (اَعُوْذُ) میں پناہ میں آیا یا میں پناہ لیتا ہوں۔

(بِرَبِّ النَّاسِ ٥) ای مالك امورهم ومربيهم بافاضة ما يصلحهم ودفع ما يضرهم۔ یعنی میں اس پروردگار کی پناہ میں آیا جو تمام انسانوں کے جملہ معاملات کا مالک ہے اور تمام انسانوں کی پرورش کرنے والا ان تمام امور مفیدہ کے ساتھ جو ان کی اصلاح و درستگی کرتے ہیں اور ان سے ان امور کو دور کرنے والا جو انہیں نقصان دے یا تکلیف پہنچاتے۔

(مَلِكِ النَّاسِ) سب لوگوں کا بادشاہ ای الملك الكامل بالتصرف الكلی والسلطان القاهر المراد الاستعاذة من جميع شرور ٥ مراد استعاذہ سے یہ ہے کہ شیطان کے تمام شروں سے پناہ چاہے۔

(اَلْخَنَّاسِ ٥) اور دبک رہے

ای الـذی عادته ان يخنس ويتأخر اذا ذكر الانسان ربه عزوجل

یعنی وہ جس کی عادت یہ ہے کہ وہ چپکے سے پیچھے ہٹ جاتے یا دبک رہے اور اس وقت تک رکا رہے جب انسان حق سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور جب غافل پائے تو وسوسہ ڈالے۔ حاکم نے بافادہ تصحیح اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما من مولود يولد الا على قلبه الوسواس فاذا عقل فذكر الله تعالىٰ خنس فاذا غفل وسوس وله على ما روى عن قتادة خرطوم كخرطوم الكلب ويقال ان رأسه كرأس الحية " کوئی بھی پیدا ہونے والا پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے دل پر وسواس ہوتا ہے پھر جب وہ سمجھ سے کام لیتا ہے تو اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ وسواس (شیطان) دبک جاتا ہے پھر جب وہ غافل ہوتا

ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور اس شیطان (خناس) کے لیے جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے ایک تھوتھنی (سونڈ) ہے جس طرح کتے کی تھوتھنی اور علماء کہتے ہیں کہ اس کا سر اژدھا کے (سانپ) سر کی مانند ہے۔ اور ابن شاہین نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ " وسواس " کے لیے بلاشبہ پرندوں کی چونچ کی طرح ایک چونچ ہے پھر جب ابن آدم غافل ہوتا ہے وضع ذلک المنقار فی اذن القلب یوسوس تو وہ اپنی یہ منقار (چونچ) اس کے دل کے اندر چھوڑ دیتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے پھر جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ باز رہتا ہے اور دبک رہتا ہے اسی لیے اُسے " الوسواس الخناس " کہتے ہیں۔

(الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ) وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

قیل ارید قلوبھم مجازا بعض کا قول ہے " فی صدور الناس " سے مراد مجازاً لوگوں کے دل ہیں جن میں خناس وسوسے ڈالتا ہے جبکہ بعض علماء کا ارشاد ہے ان الشیطان یدخل الصدر الذی ھو بمنزلۃ الدھلیز فیلقی منہ ما یرید القاءہ الی القلب ویوصلہ الیہ " بلاشبہ شیطان انسان کے سینہ میں داخل ہو جاتا ہے اور سینہ دل کی دہلیز کی مانند ہے پھر اس میں جو کچھ وہ ڈالنا چاہتا ہے اس میں سے قلب کی طرف ڈالتا ہے اور اُسے دل کے ساتھ ملا دیتا ہے یا پہنچا یعنی عام بادشاہوں کی طرح نہیں بلکہ بطور معبود و الٰہ اور متصرف بالذات کامل بادشاہ جملہ امور میں تصرف کلی کا مالک اور سلطان قاہر یعنی جلالتمآب ایک قول ہے تمام انسانوں کا مالک اور ان کے جملہ امور و مصالح کی تدبیر فرمانے والا۔

(اِلٰـهِ النَّاسِ) سب لوگوں کا خدا

ای لا الہ الا ھو۔ یعنی اس کے سوا کوئی معبود نہیں یا یہ کہ الوہیت و معبودیت اسی کے ساتھ خاص ہے ایک قول ہے ملک الناس الہ الناس رب الناس کی وضاحت ہے کہ مربی تو ماں باپ بھی ہیں اور بعض صورتوں میں مالک پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور ان معنوں میں مربی نہ تو حقیقتاً بادشاہ ہوتا ہے اور نہ ہی معبود اور ملک کا اطلاق بادشاہ پر ہوتا ہے اور بادشاہ معبود نہیں ہوتا تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ ہی مربی بھی ہے اور بادشاہ بھی اور معبود بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ مملوک کی حفاظت بادشاہ (الملک) کے ذمہ ہے " الناس "

ہیں الف لام عہدی ہے اور مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہے اور " قل "
کہنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و خصوصیت ہے کہ محبوب فرما دو جب میرا مربی بادشاہ
معبود اللہ ہے تو مجھے وہی ہر شر سے محفوظ فرمانے والا ہے اور میری حفاظت اسی کے
ذمہ ہے۔

(مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵) اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے۔

والوسواس عند الزمخشری اسم مصدر بمعنی الوسوسة والمصدر بالکسر
وھو صوت الحلی والھمس الخفی ثم استعمل فی الخطرة الردیة وارید به ھنا
الشیطان سمی بفعله مبالغة کانه نفس الوسوسة او الکلام علی حذف مضاف
ای ذی الوسواس۔

اور وسواس علامہ جار اللہ زمخشری کے نزدیک اسم مصدر ہے جو وسوسہ کے معنو ل
میں ہے اور مصدر زیر کے ساتھ ہے یعنی " وسواس " اور وہ ہلکی سی میٹھی آواز ہے
اور چپکے سے کانا پھوسی ہے پھر یہ فضول خیالات کے بارے میں بھی مستعمل ہونے لگا اور
یہاں اس سے مراد شیطان ہے جو اپنے فعل کے ساتھ بطور مبالغہ موسوم کیا گیا ہے گویا وہ شیطان
ہی نفس وسوسہ ہے یا پھر کلام میں مضاف محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وسواس والا
(وسواس ڈالنے والا) اسی لیے من شر وسوسته الوسواس نہیں فرمایا کہ
انسان جب غافل ہوتا ہے تو یہ شیطان ہی ہے جو اس کے دل میں خطرے وسوسے
ڈالتا ہے اور ایک قول ہے دیتا ہے۔ اور شیطان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا عقلاً
مانع ہے نہیں ہے ارشاد نبوی ہے ان الشیطان یجری من الانسان کمجری الدم
(بخاری) بلاشبہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے اور اسی
طرح باب العطاس والتثاؤب (چھینکنے اور جمائی کے بارے میں) میں ارشاد نبوی مذکور
ہے فان الشیطان یدخل کہ شیطان بوقت جمائی انسان کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔
ایک قول ہے کہ وسوسہ پیدا کرتا ہے لوگوں کے سینوں میں جب وہ ذکر الٰہی سے غافل
ہوں۔

(مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۶ؑ) جن اور آدمی

یہ " الذی یوسوس " کا بیان ہے کیونکہ یہ دو قسمیں ہیں جنی اور انسانی جیسا کہ ارشاد

باری ہے وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من شیاطین الانس والجن اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں کے بین کے شیطان یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا (پ الانعام) کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے سے۔ لہذا واضح ہوگیا کہ وسوسہ ڈالنا جنات کا کام بھی ہے اور انسانوں کا بھی دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ رب العلمین وھو اعلم بمرادہ واسرار کتابہ الکریم واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وافضل الصلوٰۃ واذکی السلام علی حبیبہ وسید انبیائہ وسلہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

راقم الحروف اس کا قلم، دل ودماغ ظاہر و باطن پروردگار جل وعلاء کے حضور سجدہ ریز ہے اور اس نعمت کریم کی تکمیل پر شکر گزار ہے اور بارگاہ عالیہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اصحاب کی خدمت میں دست بدستہ صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے والحمد للّٰہ رب العلمین الٰہی قبول فرما اور توشہ آخرت بنا اور اس سعی کو شرف قبولیت ومحبوبیت عطا فرما۔ اور میرے والدین بیوی بچوں احباب ومعلمین کی نجات کا سامان فرما۔ آمین اللھم ربنا آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر قادری ابن الحسنات سید محمد خلیل احمد قادری
جامعہ حسنات العلوم مسجد وزیر خاں لاہور
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء

فاضل جلیل پروفیسر الحاج قاری
محمد مشتاق احمد نقشبندی ایم اے

تصحیح: حضرت مولانا عبدالغنی صاحب عثمانی
صاحبزادہ سید نذر حسین شاہ گجرات